۶- محبت، شوق، انس اور رضا کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنے اولیاء (دوستوں) کے دلوں کو دنیا کے بناؤ سنگھار اور تروتازگی کی طرف توجہ سے پاک رکھا اور ان کے باطن کو سوائے اپنے دربار گہر بار کے کسی اور کے ملاحظہ سے صاف رکھا۔ پھر ان کو اپنی عزت کے بچھونے پر معتکف ہونے کے لیے خاص کیا اس نے ان پر اپنے اسمائے مبارکہ اور صفات کی تجلی ڈالی حتیٰ کہ وہ اس کی معرفت کے انوار سے چمک اٹھے بعد ازاں ان کے لیے انوار الٰہیہ سے پردہ اٹھایا حتیٰ کہ وہ (دل) اس کی محبت کی آگ سے جل گئے پھر اپنے جلال کی گہرائی کے ساتھ ان سے پردے میں ہو گیا حتیٰ کہ وہ اس کی کبریائی اور عظمت میں گم ہو گئے وہ جب بھی اس کے جلال کی گہرائی کے ملاحظہ کے لیے حرکت کرتے ہیں۔ تو ایسی حیرانی ان کو جلاتی ہے جو عقل کے چہرے اور بصیرت کو گردآلود کر دیتی ہے اور جب وہ مایوس ہو کر واپس لوٹنا چاہتے ہیں تو جمال کے سایہ فگن خیمے سے آواز دی جاتی ہے اے وہ شخص! جو اپنی جہالت اور جلدی کی وجہ سے حق کو پانے سے مایوس ہو گیا ہے صبر کر۔ پس وہ رد اور قبول، رکاوٹ اور وصول کے درمیان یوں باقی رہتا ہے کہ اس کی معرفت کے سمندر میں غرق اور اس کی محبت کی آگ میں جلا ہوا ہوتا ہے۔

اور رحمت کاملہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تکمیل نبوت کے ساتھ آخری نبی ہیں اور آپ کے آل واصحاب پر جو مخلوق کے سردار اور امام ہیں اور حق کے قائد اور راہبر ہیں اور ان سب پر بہت زیادہ سلام ہو۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد ——

اللہ تعالیٰ کی محبت تمام مقامات میں سے انتہائی بلند مقام اور درجات کی بلند چوٹی ہے محبت کے بعد کوئی مقام نہیں بلکہ جو کچھ ہے وہ اس کے پھلوں میں سے ایک پھل اور توابع میں سے ایک تابع ہے جیسے شوق، اُنس اور رضا وغیرہ۔ اسی طرح محبت سے پہلے بھی کوئی مقام نہیں بلکہ جو کچھ ہے وہ اس کے مقدمات ہیں مثلاً توبہ، صبر اور زہد وغیرہ۔

دوسرے مقامات کا وجود اگرچہ نادر ہے پھر بھی دل ان کے امکان پر ایمان سے خالی نہیں ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ سے محبت پر ایمان بہت مشکل ہے حتیٰ کہ بعض علماء نے اس کے امکان کا ہی انکار کیا ہے اور فرمایا کہ اس کا مفہوم صرف یہی ہے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے جہاں تک حقیقتِ محبت کا تعلق ہے تو وہ محال ہے کیوں کہ وہ تو اپنے ہم جنس اور ہم شکل سے ہوتی ہے اور جب انہوں نے محبت کا انکار کیا تو اُنس شوق، لذتِ مناجات اور محبت کے تمام

لوازم و توابع کا انکار کیا ہے اور اس بات سے پردہ اٹھانا ضروری ہے پس ہم اس حصّہ کتاب میں درج ذیل امور بیان کرتے ہیں۔

(۱) محبت کے بارے میں شرعی شواہد کا بیان
(۲) محبت کی حقیقت و اسباب کا بیان
(۳) محبت کا استحقاق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے
(۴) سب سے بڑی لذت دیدار خداوندی کی لذت ہے۔
(۵) دنیا میں حاصل ہونے والی معرفت کے مقابلے میں آخرت کے دیدار کی لذت زیادہ ہے۔
(۶) محبت الٰہیہ کو تقویت دینے والے اسباب
(۷) محبت کے حوالے سے لوگوں میں تفاوت کے اسباب
(۸) معرفت خداوندی میں ذہنوں کی کوتاہی کا سبب
(۹) شوق کا مفہوم
(۱۰) بندے سے اللہ تعالیٰ کی محبت
(۱۱) بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامات
(۱۲) اللہ تعالیٰ سے اُنس کا مفہوم
(۱۳) اُنس میں کشادگی (انبساط) کا معنیٰ
(۱۴) رضا کا مفہوم۔
(۱۵) رضا کی فضیلت
(۱۶) رضا کی حقیقت
(۱۷) دعا مانگنا اور گناہوں سے نفرت، نیز گناہوں سے بھاگنا رضا کے خلاف نہیں۔
(۱۸) محبین کی حکایات و کلماتِ متفرقہ ——

فصل ۱ :

بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کے شرعی شواہد

اس بات پر امت کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت فرض ہے اور جب محبت کا وجود ہی نہیں ہوگا تو وہ فرض کیسے ہوگی پھر محبت کی تفسیر اطاعت سے کیسے جا سکتی ہے جب کہ اطاعت

محبت کے تابع اور اس کا نتیجہ ہے پس محبت کا مقدم ہونا ضروری ہے اس کے بعد آدمی اس کی اطاعت کرتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی محبت کے اثبات پر یہ ارشاد خداوندی دلالت کرتا ہے۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ۔ (۱)

وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں

نیز یہ ارشاد خداوندی بھی محبت پر دلالت کرتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ (۲)

اور وہ جو ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔

یہ آیت محبت کے ثبوت اور اس میں تفاوت (دونوں باتوں) پر دلالت کرتی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے۔

حضرت ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایمان کیا ہے؟

آپ نے فرمایا۔

اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِمَّا سِوَاهُمَا۔ (۳)

یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے نزدیک ان دونوں کے علاوہ (ہر چیز) سے زیادہ محبوب ہوں

ایک دوسری حدیث میں ہے۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا۔ (۴)

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا حتی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس کے نزدیک ان (دونوں) کے غیر سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

لَا يُؤْمِنُ الْعَبْدُ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ (۵)

کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے اہل و مال اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ مائدہ آیت ۵۴

(۲) قرآن مجید، سورۂ بقرہ آیت ۱۶۵

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۱ مرویات ابو رزین

(۴) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۲۰۷ مرویات انس بن مالک

(۵) صحیح مسلم جلد اول ص ۴۹ کتاب الایمان

اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں "وَمِنْ نَفْسِهٖ" (اور اپنے نفس سے بھی زیادہ مجھ سے محبت کرے)(۱)

اور اس محبت کے بغیر ایمان کیسے مکمل ہو سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ (۲)

آپ فرمادیں اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اور یہ بات جھڑکنے اور انکار کے طور پر ارشاد فرمائی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کا حکم دیا۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔

اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ بِهٖ مِنْ نِعْمَةٍ وَاَحِبُّوْنِيْ لِحُبِّ اللّٰهِ اِيَّايَ۔ (۳)

اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں ہر صبح نعمت عطا کرتا ہے اور مجھ سے محبت کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ سے محبت کرتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِسْتَعِدَّ لِلْفَقْرِ۔

فقر کے لیے تیار ہو جاؤ۔

اس نے عرض کیا میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا۔

اِسْتَعِدَّ لِلْبَلَاءِ۔ (۴)

آزمائشوں کے لیے تیار ہو جاؤ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت مصعب بن عمیر

---

(۱) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۸۱ کتاب الایمان والنذور

(۲) قرآن مجید۔ سورۃ توبہ آیت ۲۴

(۳) المستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۱۵۰ کتاب معرفۃ الصحابۃ

(۴) کنز العمال جلد ۶ ص ۲۱۴ حدیث ۱۶۶۴۶

تشریف لا رہے ہیں اور ان کے اوپر دنبے کی کھال ہے جو انہوں نے اپنے اوپر لپیٹ رکھی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اس شخص کو دیکھو جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے منور کیا میں نے اس کو دیکھا کہ اس کے ماں باپ اسے نہایت اچھا کھانا کھلاتے اور پانی پلاتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت نے اسے اس چیز کی طرف بلایا جو تم دیکھ رہے ہو(۱)

ایک مشہور روایت میں ہے جب موت کا فرشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روح قبض کرنے حاضر ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا کیا تم نے دیکھا ہے کہ کوئی خلیل اپنے خلیل کو موت دے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی وحی فرمائی کہ کیا آپ نے کسی محب کو اپنے محبوب کی ملاقات سے نفرت کرتے ہوئے دیکھا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے موت کے فرشتے! اب روح قبض کرو۔

اور یہ بات اسی بندے پر کھلتی ہے جو مکمل دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہو پس جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ موت ملاقات کا سبب ہے تو اس کا دل اس کی طرف راغب ہوتا ہے اور اس کا دوسرا محبوب نہیں ہوتا جس کی طرف رغبت کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّكَ وَحُبَّ مَا یُقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّكَ وَاجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔

یا اللہ! مجھے اپنی محبت، اپنے محبین کی محبت اور اس (عمل) کی محبت عطا فرما جو مجھے تیرے قریب کردے اور اپنی محبت کو میرے نزدیک ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنادے۔ (۱)

ایک اعرابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچھا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے اس نے عرض کیا میں نے اس کے لیے کوئی زیادہ نماز روزے کی تیاری نہیں کی البتہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔

آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد اس بات سے زیادہ کسی بات پر خوش ہوتے نہیں دیکھا۔

---

(۱) حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۱۰۸ ترجمہ ۱۲

(۲) کنز العمال جلد ۲ ص ۹۰، حدیث ۳۶۲۲

(۳) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۱۱ کتاب الادب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص خالص اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذائقہ حاصل کر لیتا ہے تو یہ بات اسے دنیا کی طلب سے بے خبر کر دیتی ہے اور اسے تمام انسانوں سے وحشت دلاتی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اپنے رب کو پہچان لیتا ہے وہ اس سے محبت کرتا ہے اور جو آدمی دنیا کی پہچان حاصل کر لیتا ہے وہ اس سے بے رغبت ہو جاتا ہے اور مومن کھیل کود میں نہیں پڑتا کہ غافل ہو جائے پس جب وہ فکر کرتا ہے تو غمگین ہو جاتا ہے حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کو جنت اور ان کے درمیان کی نعمتیں اللہ تعالیٰ اسے بے خبر نہیں کرتیں تو وہ دنیا کے ذریعے اس سے کس طرح بے خبر ہو سکتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین آدمیوں کے پاس سے گزرے جن کے بدن کمزور اور رنگ بدل چکے تھے آپ نے پوچھا تمہارا یہ حال کیسے ہوا؟ انہوں نے جواب دیا جہنم کے خوف سے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ خوف رکھنے والوں کو ضرور امن دے گا پھر آپ دوسرے تین آدمیوں سے گزرے تو وہ پہلوں کی نسبت زیادہ کمزور اور متغیر تھے آپ نے فرمایا تمہاری یہ حالت کیسے ہوئی؟ انہوں نے جواب دیا جنت کے شوق کی وجہ سے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری امید کے مطابق ضرور دے گا۔ پھر آپ تین آدمیوں سے گزرے تو وہ سب سے زیادہ کمزور تھے اور ان کا رنگ بھی بہت زیادہ بدلا ہوا تھا۔ گویا ان کے چہروں پر نور نظر آتا ہے آپ نے پوچھا تمہاری یہ حالت کس وجہ سے ہوئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم مقرب ہو (تین بار فرمایا)

حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا جو برف میں کھڑا تھا میں نے پوچھا کیا آپ کو سردی نہیں لگتی؟ اس نے جواب دیا جس کو اللہ تعالیٰ کی محبت مصروف کر دے وہ سردی محسوس نہیں کرتا۔

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت کے دن امتوں کو ان کے انبیاء کرام کی نسبت سے پکارا جائے گا پس کہا جائے گا اے امت موسیٰ! اے امت عیسیٰ! اے امت محمد! (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام)

لیکن جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہیں ان کو یوں پکارا جائے گا اے اللہ کے دوستو! اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف آؤ تو خوشی کے مارے ان کے دل نکلنے والے ہوں گے۔

حضرت ہرم بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں مومن جب اپنے رب کو پہچان لیتا ہے تو اس سے محبت کرتا ہے اور جب اس سے محبت کرتا ہے تو اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب اس کی طرف توجہ کی مٹھاس پاتا ہے تو دنیا کو خواہش کی نگاہ سے نہیں دیکھتا اور نہ آخرت کو سستی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اس بات سے اسے دنیا میں مسرت اور آخرت میں راحت ہو گی۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا معاف کرنا تمام گناہوں کو گھیر لیتا ہے تو اس کی رضا کا کیا عالم ہو گا اور اس کی رضا تمام امیدوں کو پورا کر دیتی ہے تو اس کی محبت کا کیا عالم ہو گا اور اس کی محبت عقلوں کو مدہوش

کر دیتی ہے تو اس کی دوستی کا کیا حال ہو گا اس کی دوستی (مودّت) کی وجہ سے سب کچھ بھول جاتا ہے تو اس کے لطف و کرم کا کیا حال ہو گا۔

بعض کتب میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے! مجھے تیرے حق کی قسم میں تجھ سے محبت کرتا ہوں میں تجھے اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ تو مجھ سے محبت کر۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں رائی کے دانے کے برابر محبت، میرے نزدیک محبت کے بغیر کی گئی ستر سال کی عبادت سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور آپ یہ بھی فرماتے ہیں الٰہی! میں تیرے صحن میں کھڑا ہوں اور بچپن سے تیری تعریف میں مشغول ہوں تو نے مجھے اپنی طرف لے لیا، اپنی معرفت کا لباس پہنایا اور اپنے لطف و کرم سے حصہ عطا فرمایا تو مجھے احوال، اعمال، پردہ پوشی، توبہ، زُہد، شوق، رضا اور محبت میں بدلتا رہا تو نے مجھے اپنے حوضوں سے پلایا اور اپنے باغوں میں پھرایا میں تیرے حکم کو اختیار کئے ہوئے اور تیرے قول میں مشغول رہا اے جب میری مونچھیں نکل آئیں اور مجھے طاقت حاصل ہو گئی تو آج میں بڑا ہو کر تجھ سے کس طرح پھر سکتا ہوں حالاں کہ میں تو بچپن سے تیرے ساتھ ان امور کا عادی ہوں تو جب تک رہوں گا تیرے گرد ہی بھنبھناؤں گا اور تیری بارگاہ ہی میں گڑگڑاؤں گا کیوں کہ میں محبت کرتا ہوں اور ہر محب اپنے محبوب کے ساتھ مشغول ہوتا ہے اور محبوب کے غیر سے رُوگردانی کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے سلسلے میں اس قدر احادیث و آثار مروی ہیں جو شمار سے باہر ہیں اور یہ ظاہر بات ہے البتہ اس کے معنیٰ کی تحقیق میں پوشیدگی ہے لہٰذا ہم اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

فصل ۲:

محبت کی حقیقت و اسباب اور بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کا معنیٰ

اس بیان کا مطلب اسی وقت واضح ہو گا جب محبت کی فی نفسہا حقیقت بیان کی جائے پھر اس کی شرائط و اسباب کی معرفت کا ذکر کیا جائے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حق میں اس کے معنیٰ کی تحقیق کی طرف نظر کی جائے۔

سب سے پہلی بات جس کو جاننا ضروری ہے، یہ ہے کہ محبت کا تصور معرفت و ادراک کے بعد ہی ہوتا ہے کیوں کہ انسان اسی چیز سے محبت کرتا ہے جس کی معرفت رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ جمادات محبت سے موصوف نہیں ہوتے بلکہ محبت زندہ ادراک کرنے والی مخلوق کی خاصیت ہے۔

پھر جن چیزوں کا ادراک ہوتا ہے (یعنی مُدرَکات) ان کی تین صورتیں ہیں یا تو وہ مدرک کی طبیعت کے موافق ہوں گے اور وہ ان سے لذت حاصل کرتا ہے یا وہ اس کی طبیعت کے منافی ہوتے ہیں وہ ان سے نفرت اور تکلیف محسوس کرتا ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ ان میں لذت و تکلیف کسی بات کا اثر نہیں ہوتا پس جس چیز کے ادراک میں لذت و راحت ہو

وہ مُدرِک کے نزدیک محبوب ہوتی ہے اور جس کے ادراک میں تکلیف ہو مُدرِک کے نزدیک وہ قابلِ نفرت ہوتی ہے اور جس کا ادراک لذت و تکلیف دونوں سے خالی ہو وہ نہ تو محبوب کہلاتی ہے اور نہ ہی مکروہ ——

تو لذت حاصل کرنے والے کے نزدیک ہر لذیذ چیز محبوب ہوتی ہے اور محبوب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ طبیعت میں اس کی طرف میلان ہوتا ہے اور ناپسند (مبغوض) ہونے کا مطلب یہ ہے کہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے تو محبت، لذت والی چیز کی طرف میلانِ طبع کا نام ہے اگر یہ میلان مضبوط ہو جائے تو اسے عشق کہتے ہیں اور بُغض اس چیز سے طبعی نفرت کا نام ہے جو تکلیف دہ تھکانے والی ہے جب یہ نفرت مضبوط ہو جاتی ہے تو اسے مقت (ناراضگی) کہا جاتا ہے محبت کے معنیٰ کی حقیقت میں یہ بات اصل ہے جس کی معرفت ضروری ہے۔

دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ جب محبت ادراک اور معرفت کے تابع ہے تو جس طرح مدرکات اور حواس تقسیم ہوتے ہیں لامحالہ محبت بھی تقسیم ہوتی ہے ہر حس مدرکات میں سے کسی ایک نوع کا ادراک کرتی ہے اور ہر ایک کو بعض مدرکات سے لذت حاصل ہوتی ہے اور اس لذت کے باعث طبیعت کا ان مدرکات کی طرف میلان ہوتا ہے۔ پس یہ مدرکات طبعِ سلیم کے نزدیک محبوب ہوتے ہیں شلاً آنکھ کی لذت ان چیزوں میں ہوتی ہے جن کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ دکھائی دینے والی خوبصورت چیزوں اور باعث لذت حسین صورتوں کا ادراک کرتی ہے اور کان کی لذت کھائی جانے والی چیزوں اور چھونے کی لذت نرم و نازک چیزوں میں ہوتی ہے۔

پس جب ان مدرکات سے حواس کو لذت حاصل ہوتی ہے تو یہ محبوب ہوتے ہیں یعنی سلیم طبیعت ان کی طرف مائل ہوتی ہے حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ (۱)

تمہاری دنیا سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں خوشبو، عورتیں اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

خوشبو کو محبوب قرار دیا گیا اور یہ بات معلوم ہے کہ آنکھ اور کان کا اس میں کوئی حصہ نہیں بلکہ صرف سونگھنے کا تعلق ہے اور عورتوں کو محبوب قرار دیا گیا حالانکہ ان میں صرف دیکھنے اور چھونے کا تعلق ہے سونگھنے، چکھنے اور کان کا کوئی تعلق نہیں اور نماز کو آنکھ کی ٹھنڈک قرار دیا گیا اور اسے سب سے زیادہ محبوب قرار دیا گیا اور یہ بات معلوم ہے کہ اس سے حواس خمسہ کا کوئی تعلق نہیں بلکہ ایک چھٹی حس ہے جو دل کے ماتحت ہے اس کا ادراک اسی شخص کو ہوتا ہے جس کے پاس دل ہو ان پانچ حواس میں جانور بھی انسان کے ساتھ شریک ہیں۔

اگر محبت کا تعلق صرف ان چیزوں سے ہوتا جن کا ادراک حواس خمسہ سے ہوتا ہے حتیٰ کہ یوں کہا جائے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ

---

(۱) المستدرک للحاکم جلد ۲ ص ۱۶۰ کتاب النکاح

کا ادراک حواس سے نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ خیال میں آسکتا ہے لہٰذا اس سے محبت نہیں ہوگی تو اس بات سے انسان کی کی خاصیت باطل ہو جائے گی اور وہ چھٹی حس بیکار ہو جائے گی جس کے ذریعے انسان، حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے اور اسے عقل یا نور یا قلب یا اس طرح کا کوئی دوسرا نام دے سکتے ہیں۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

اور یہ بات بعید ہے کیوں کہ باطنی بصیرت ظاہری نگاہ سے زیادہ قوت رکھتی ہے اور آنکھ کے مقابلے میں دل کو زیادہ ادراک ہوتا ہے اور عقل کے ذریعے جن معانی کا ادراک ہوتا ہے ان کا جمال ان صورتوں کے جمال سے زیادہ ہوتا ہے جو آنکھوں کے سامنے ظاہر ہوتی ہیں پس دل جن امور شریفیہ الٰہیہ کا ادراک کرتا ہے اور حواس ان کا ادراک نہیں کر سکتے وہ زیادہ مکمل اور ابلغ ہوتے ہیں پس طبع سلیم اور عقل صحیح کا اس کی طرف میلان زیادہ قوی ہوتا ہے لہٰذا محبت کا مفہوم یہ ہوا کہ اس چیز کی طرف میلان ہو جس کے ادراک میں لذت ہوتی ہے جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آئے گی پس اس وقت اللہ تعالیٰ کی محبت کا وہی شخص انکار کرتا ہے جس کو اس کی کوتاہی اسے جانوروں کے درجہ میں بٹھا دیتی ہے اور اس کا ادراک حواس سے آگے بالکل نہ بڑھ سکے۔

تیسرا ضابطہ:

اس بات میں کوئی پوشیدگی نہیں کہ انسان اپنے نفس سے محبت کرتا ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ بعض اوقات وہ اپنی ذات کے لیے دوسروں سے محبت کرتا ہے اور کیا یہ تصور ہو سکتا ہے کہ وہ دوسروں سے ان کی ذات کی وجہ سے محبت کرے اپنے لیے نہیں یہ بات ضعیف لوگوں کے لیے مشکل ہوگئی حتیٰ کہ ان کے خیال میں اس بات کا تصور نہیں ہو سکتا کہ انسان دوسرے سے اس کی ذات کے لیے محبت کرے جب تک محب کو محبوب کی ذات کے ادراک کے علاوہ کوئی فائدہ نہ ہو، لیکن حق بات یہ ہے کہ اس بات کا تصور بھی ہو سکتا ہے اور عملاً یہ موجود بھی ہے اب ہم محبت کے اسباب اور ان کی اقسام بیان کرتے ہیں۔

اسباب محبت:۔

اس بات کا بیان یہ ہے کہ ہر زندہ کے لیے سب سے پہلا محبوب اس کا نفس اور ذات ہے اور اپنے نفس سے محبت کا معنی یہ ہے کہ وہ طبعی طور چاہتا ہے کہ اس کا وجود دائمی ہو اور وہ اپنے معدوم ہونے اور ہلاکت سے نفرت کرتا ہے کیوں کہ طبعی طور پر محبوب چیز ہوتی ہے جو محبوب کے موافق ہو اور انسان کے لیے اپنے نفس اور دوام وجود سے بڑھ کر کیا چیز موافق ہو سکتی ہے اور اپنے عدم اور ہلاکت سے بڑھ کر مخالفِ طبع کیا چیز ہو گی اسی لئے انسان وجود کا دوام چاہتا ہے اور موت و قتل کو ناپسند کرتا ہے صرف یہ بات نہیں کہ موت کے بعد (کے حالات) سے خوف کھاتا ہے اور موت کی سختیوں سے بچنا چاہتا ہے بلکہ اگر اسے کسی تکلیف کے بغیر اٹھا لیا جائے اور کسی ثواب و عذاب کے بغیر اسے موت دی جائے تو بھی وہ اس پر راضی نہیں ہوتا اور اسے ناپسند کرتا ہے ہاں اگر دنیا میں کوئی سختی وغیرہ پہنچے تو موت کو پسند کرتا ہے اور جب وہ

کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو مصیبت کا زوال چاہتا ہے اب اگر معدوم ہونے کو پسند کرے تو اس لیے اس کو پسند نہیں کرتا کہ وہ عدم ہے (نہ ہونا ہے) بلکہ اس لیے کہ اس میں مصیبت کا زوال ہے پس ہلاکت اور معدوم ہونے سے نفرت ہوتی ہے اور ہمیشہ کے لیے باقی رہنا محبوب ہوتا ہے۔

اور جس طرح دوام وجود محبوب ہوتا ہے اسی طرح کمالِ وجود بھی محبوب ہوتا ہے کیوں کہ ناقص میں کمال نہیں اور جس قدر کمال میں نقص ہوگا۔ اسی قدر عدم ہوگا اور یہ ایک قسم کی ہلاکت ہے اور صفات میں ہلاکت و عدم سے بھی نفرت ہوتی ہے اور کمال وجود میں کمی ہو تو یہ بھی باعثِ نفرت ہے جس طرح اصل ذات میں عدم سے نفرت ہوتی ہے اور کمال صفات کا پایا جانا محبوب ہوتا ہے جس طرح اصل وجود کا پایا جانا محبوب ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی عادت مبارکہ کے مطابق فطرتی اور طبعی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا۔ (۱) اور تم ہرگز سنت الٰہیہ میں تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

تو نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کے لیے محبوب اول اس کی ذات ہے پھر اس کے اعضاء کی سلامتی اس کے بعد اس کا مال، اولاد، خاندان، اور پھر دوست احباب، پس اعضاء محبوب ہیں اور ان کی سلامتی مطلوب ہے کیوں کہ وجود کا کمال اور دوام ان اعضاء پر موقوف ہے اور مال بھی محبوب ہوتا ہے کیوں کہ یہ وجود کے دوام اور کمال کے لیے ایک آلہ ہے نیز تمام اسباب کا یہی حال ہے۔

پس انسان ان چیزوں سے ان کی ذات کی وجہ سے محبت نہیں کرتا بلکہ اس لیے کہ وجود کے دوام و کمال کے سلسلے میں اس کا فائدہ ان سے ملا ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے اگرچہ اسے اس سے کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ اس کے لیے مشقت برداشت کرتا ہے کیوں کہ یہ اس کے مرنے کے بعد اس کا نائب بنتا ہے پس اس کی نسل کے باقی رہنے میں ایک طرح سے خود اس کا باقی رہنا ہے تو چونکہ وہ اپنے وجود کے بقا کو زیادہ چاہتا ہے اس لیے وہ ان لوگوں کے باقی رہنے کا خواہش مند ہوتا ہے جو اس کے قائم مقام ہوں گویا وہ اس کا ایک جزء ہے کیوں کہ وہ خود اپنی ذات کے دوام کی طمع سے عاجز ہے ہاں اگر اسے اس کے اور بیٹے کے قتل کے درمیان اختیار دیا جائے اور اس کی طبیعت اعتدال پر ہو تو وہ اولاد کے باقی رہنے پر اپنی بقا کو ترجیح دیتا ہے کیوں کہ اس کی اولاد کا باقی رہنا من وجہ اس کا باقی رہنا ہے لیکن بعینہٖ اس کا باقی رہنا نہیں ہے اسی طرح قرابت داروں اور خاندان سے محبت بھی ذاتی کمال کی محبت کی طرح لوٹتی ہے کیونکہ وہ ان کے ذریعے اپنی کثرت اور ان کے سبب سے اپنی قوت دیکھتا ہے اور ان کے کمال کو اپنے لیے باعثِ فخر جانتا ہے کیونکہ خاندان، مال اور خارجی اسباب بازو کی طرح ہیں جو انسان کو مکمل کرتے ہیں اور وجود کا کمال اور دوام لازماً طبعی

---

(۱)۔ قرآن مجید، سورۂ احزاب آیت ۶۲

طور پر محبوب ہوتے ہیں۔
تو ہر زندہ کے نزدیک سب سے پہلا محبوب اس کی ذات کا کمال اور ان سب چیزوں کا دوام ہے اور اس کے خلاف جو کچھ ہے وہ ناپسند ہوتا ہے۔ یہ سب سے پہلا سبب ہے۔

دوسرا سبب:

محبت کا دوسرا سبب احسان ہے کیوں کہ انسان احسان کا بندہ ہے اور محسن سے محبت اور بُرا سلوک کرنے والے سے بُغض پر دل مجبور ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ عَلَیَّ یَدًا فَیُحِبَّہٗ قَلْبِیْ۔ (۱)

یا اللہ! کسی فاجر (بدکار) کو میرا محسن نہ بنانا اس طرح میرا دل اس سے محبت کرنے لگے گا۔

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ محسن سے قلبی محبت اضطراری ہے اسے دُور نہیں کیا جا سکتا ہے اور یہ جبلی اور فطری بات ہے اس کی تبدیلی کی طرف کوئی راہ نہیں ہے اسی وجہ سے بعض اوقات اجنبی انسان سے محبت ہوتی جس کے ساتھ نہ تو قرابت کا تعلق ہوتا ہے اور نہ کوئی دوسرا تعلق۔ اگر اس (دوسرے سبب) میں غور کیا جائے تو یہ بھی پہلے سبب کی طرف ہی لوٹتا ہے کیوں کہ محسن وہ ہوتا ہے جو مال اور دوسرے اسباب جو دوام وجود تک پہنچاتے ہیں، کے ذریعے مدد کرتا ہے اس کی مدد سے کمال وجود اور ان فوائد کا حصول ہوتا ہے جن کے ذریعے وجود پایا جاتا ہے۔ ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ انسانی اعضاء اس لیے محبوب ہوئے ہیں کہ ان کے ذریعے وجود کامل ہوتا ہے اور یہ کمال بعینہٖ مطلوب ہے لیکن محسن بعینہٖ کمال مطلوب نہیں ہے ہاں بعض اوقات اس کا سبب بنتا ہے جس طرح طبیب صحتِ اعضاء کے دوام کے لیے سبب قرار پاتا ہے پس صحت کی چاہت اور صحت کے سبب یعنی طبیب کی محبت میں فرق ہے کیوں کہ صحت ذاتی طور پر مطلوب ہوتی ہے اور طبیب ذاتی طور پر محبوب نہیں ہوتا بلکہ اس سے محبت اس لیے ہوتی ہے کہ وہ صحت کا سبب ہے اسی طرح علم محبوب ہے اور استاذ سے بھی محبت ہوتی ہے لیکن علم ذاتی طور پر محبوب ہوتا ہے اور استاذ سے محبت کی وجہ یہ ہے کہ وہ علم محبوب کا سبب ہے اسی طرح کھانا اور پانی محبوب ہیں اور دینار بھی محبوب ہیں لیکن کھانا ذاتی طور پر محبوب ہے اور دیناروں سے محبت اس لیے ہوتی ہے کہ وہ کھانے تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔

تو فرق رتبہ میں تفاوت کے اعتبار سے ہوا ورنہ دونوں میں انسان کی محبت اپنے نفس سے ہوتی ہے پس جو شخص کسی محسن سے اس کے احسان کی وجہ سے محبت کرتا ہے تو وہ حقیقت میں اس کی ذات سے محبت نہیں کرتا بلکہ اس کے احسان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس کا ایک فعل ہے اگر وہ زائل ہو جائے تو محبت بھی ختم ہو جائے حالانکہ اس

---

(۱) الفوائد المجموعۃ ۱۱۲ حدیث ۱۸ کتاب الجہاد

(محسن) کی ذات باقی رہتی ہے اور احسان میں کمی محبت میں کمی اور اس میں اضافہ محبت بھی زیادتی کا باعث ہے اس (محبت) کی کمی بیشی کا دار و مدار احسان میں کمی بیشی پر ہے۔

تیسرا سبب:

کسی چیز سے اس کی ذات کی وجہ سے محبت کرے اس سے کچھ اور فائدہ حاصل کرنا مقصود نہ ہو بلکہ صرف اس کی ذات ہی مطلوب ہو یہ حقیقی محبت ہے جس کے دوام کا اعتماد ہوتا ہے جیسے حسن و جمال کی محبت ہے کیوں کہ جس شخص کو جمال کا ادراک ہوتا ہے اس کے نزدیک ہر جمال محبوب ہوتا ہے اور یہ محبت صرف جمال کی وجہ سے ہوتی ہے کیوں کہ جمال کے ادراک میں ہی لذت ہوتی ہے جو ذاتی طور پر محبوب ہوتی ہے کسی غیر کی وجہ سے نہیں اور یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ اچھی صورتوں سے محبت صرف قضائے شہوت کے لیے ہوتی ہے کیوں کہ شہوت کو پورا کرنا دوسری لذت ہے اور بعض اوقات اس مقصد کے لیے اچھی صورتوں سے محبت کی جاتی ہے اور محض جمال کا ادراک بھی لذیذ ہوتا ہے پس جائز ہے کہ وہ ذاتی طور پر محبوب ہو اور اس بات کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے جب کہ سبزی اور جاری پانی محبوب ہوتا ہے لیکن اس لئے نہیں کہ اس پانی کو پیا جائے اور سبزی کو کھایا جائے یا ان سے دیکھنے کے علاوہ کوئی فائدہ اٹھایا جائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سبزہ اور چلتا ہوا پانی پسند تھا (آپ اسے دیکھنا چاہتے تھے) (۱)

سلیم طبیعتیں شگوفوں، پھولوں اور خوبصورت عمدہ نقش و نگار والے اور مناسب شکل کے پرندوں کو دیکھ کر لذت حاصل کرتی ہیں حتیٰ کہ آدمی جب ان چیزوں کو دیکھتا ہے تو اس کا غم اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں حالانکہ وہ ان سے دیکھنے کے علاوہ کوئی دوسرا فائدہ نہیں اٹھاتا۔

پس یہ اسباب لذت رساں ہیں اور ہر لذیذ چیز محبوب ہوتی ہے اور کسی بھی حسن و جمال کا ادراک لذت سے خالی نہیں ہوتا اور کوئی بھی شخص اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ جمال طبعی طور پر محبوب ہوتا ہے پس اگر ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ صاحبِ جمال ہے تو جس کے لیے اس کے جمال و جلال کا انکشاف ہوگا اس کے نزدیک وہ محبوب ہوگا جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ (۲) — بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے

چوتھا اصل:

حسن و جمال کا معنیٰ

جو لوگ خیالات اور محسوسات کی قید میں بند ہیں وہ بعض اوقات گمان کرتے ہیں کہ حسن و جمال کا مفہوم صرف یہ ہے کہ شکل و صورت

---

(۱) کنز العمال جلد ۷ ص ۱۵۰ حدیث ۱۸۴۶۱

(۲) صحیح مسلم جلد اول ص ۶۵ کتاب الایمان

متناسب ہو، رنگ اچھا ہو سرخی اور سفیدی کی آمیزش ہو اور قد لمبا ہو وغیرہ وغیرہ یعنی صرف وہ باتیں جن سے کسی انسان کے حلیے کا ذکر کیا جاتا ہے کیوں کہ مخلوق پر غالب حُسن وہی ہے جو آنکھوں سے نظر آئے اور انسان عام طور پر انسانی صورتوں کی طرف ہی متوجہ ہوتا ہے اور وہ گمان کرتا ہے کہ جس چیز کو دیکھا نہیں جا سکتا یا اس کو خیال میں نہیں لایا جا سکتا یا اس کی کوئی شکل نہیں نہ اس کا کوئی رنگ ہو تو اس کے حُسن کا تصور نہیں ہو سکتا اور جب اس کے حُسن کا تصور نہیں ہو سکتا تو اس کے ادراک میں کوئی لذت بھی نہیں پس وہ محبوب نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ واضح غلطی ہے کیوں کہ حُسن صرف ان چیزوں میں بند نہیں ہوتا جن کا ادراک آنکھوں سے نہ ہو سکتا ہو اور نہ ان چیزوں سے خاص ہے جن کی خلقت میں تناسب ہے اور اس کا رنگ سرخ و سفید ہے کیوں کہ ہم کہتے ہیں یہ خط اچھا ہے، یہ آواز اچھی ہے اور یہ گھوڑا اچھا ہے بلکہ ہم کہتے ہیں یہ کپڑا اچھا ہے یہ برتن اچھا ہے تو آواز، خط اور باقی چیزوں کے حُسن کا کیا معنیٰ ہوگا اگر حُسن صرف صورت میں ہو اور یہ بات معلوم ہے کہ آنکھوں کو اچھا خط دیکھ کر لذت حاصل ہوتی ہے، کان اچھے خوبصورت نغمے سن کر لذت حاصل کرتے ہیں اور جن جن چیزوں کا ادراک ہوتا ہے وہ حسین بھی ہوتی ہیں اور قبیح بھی، تو جس حُسن میں یہ چیزیں شریک ہیں اس کا کیا مفہوم ہوگا لہٰذا اس مسئلے پر بحث کرنا ضروری ہے اور یہ طویل بحث ہے جو علم معاملہ کے لائق نہیں جس میں اختصار ہوتا ہے پس ہم تصریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہر چیز کا جمال وہی ہے جو اس کے لائق اور ممکن ہو۔

تو جب اس میں تمام ممکنہ کمالات جمع ہوں تو وہ انتہائی جمال میں ہوگا اور اگر بعض کمالات ہوں تو جس قدر کمالات موجود ہوں گے اسی قدر حُسن و جمال ہوگا پس اچھا گھوڑا وہی ہے جس میں اس کے لائق و مناسب شکل رنگ، اچھی رفتار اور دوڑ دھوپ ہو اور اچھا خط وہ ہوگا جس میں وہ خوبیاں جمع ہوں جو خط کے لائق ہیں یعنی حروف مناسب و متوازی ہوں اور ترتیب و انتظام عمدہ ہو۔

تو ہر چیز کا ایک کمال ہوتا ہے جو اس کے لائق ہوتا ہے اور اس کے غیر میں بعض اوقات اس کی ضد ہوتی ہے تو ہر چیز کا حُسن کمال وہی ہے جو اس کے لائق ہو پس انسان کا حُسن اس چیز کے ساتھ نہیں ہوتا جس کے ساتھ گھوڑے کا حُسن ہوتا ہے اور جس چیز کے ذریعے آواز کو حُسن حاصل ہوتا ہے اس کے ذریعے خط کو حُسن حاصل نہیں ہوتا اسی طرح برتنوں کا حُسن ان امور کے ساتھ نہیں ہوتا جن کے ذریعے کپڑوں یا دیگر اشیاء کو حُسن حاصل ہوتا ہے۔

سوال:

اگرچہ ان چیزوں کا ادراک آنکھوں سے نہیں ہوتا جیسے آواز، ذائقہ وغیرہ لیکن دیگر حواس سے تو ان کا ادراک ہوتا ہے پس یہ محسوسات ہیں اور محسوسات کے حُسن و جمال کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جب ان کے حُسن کا ادراک ہو تو حصول لذت کا انکار بھی نہیں کیا جا سکتا اور انکار ان ہی چیزوں میں ہوتا ہے جن کا ادراک حواس سے نہ ہو سکے۔

جواب:-

غیر محسوسات میں بھی حسن وجمال موجود ہوتا ہے کیوں کہ کہا جاتا ہے کہ یہ اچھا خُلق ہے یہ اچھا علم ہے یہ اچھی سیرت ہے اور یہ اخلاق جمیلہ ہیں اور اخلاق جمیلہ سے مراد علم، عقل پاک دامنی، شجاعت، تقویٰ، کرم، مروّت اور اچھی خصلتیں مراد ہیں اور ان میں سے کسی بات کا ادراک حواس خمسہ کے ذریعے نہیں ہوتا بلکہ باطنی نورِ بصیرت سے ہوتا ہے اور یہ تمام اچھی خصلتیں محبوب ہیں اور جو شخص ان صفات سے موصوف ہوتا ہے وہ ان لوگوں کے نزدیک طبعی طور پر محبوب ہوتا ہے جو اس کی صفات کو پہچانتے ہیں اور اس کی نشانی یہ ہے اور معاملہ یہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت انسانوں کی سرشت میں رکھدی گئی ہے حالانکہ ان کو دیکھا نہیں بلکہ ارباب مذاہب مثلاً حضرت امام شافعی، حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک (حضرت امام احمد بن حنبل) رحمہم اللہ سے محبت بھی فطری ہے حتیٰ کہ بعض اوقات آدمی اپنے امام کی محبت میں عشق کی حد سے بھی تجاوز کر جاتا ہے اور اس محبت کے باعث اپنا تمام مال اپنے مذہب کی نصرت اور دفاع میں خرچ کر ڈالتا ہے اور جو شخص اس کے امام اور اس کے پیروکاروں کے بارے میں زبان طعن دراز کرے یہ اس سے لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے ارباب مذاہب کی مدد میں کتنے ہی خون بہہ چکے ہیں۔

معلوم جو شخص حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے محبت کرتا ہے تو وہ ان سے کیوں محبت کرتا ہے حالانکہ اس نے کبھی بھی ان کی صورت نہیں دیکھی اور اگر دیکھی بھی ہو تو شاید اس صورت کو ناپسند کرتا ہو تو اس کو جو صورت اچھی لگی اور اس نے اسے محبت پر مجبور کیا وہ ان کی باطنی صورت ہے ظاہری صورت نہیں آپ کی ظاہری صورت تو خاک میں مل گئی (قبر میں چلی گئی) لیکن ان سے محبت ان کی باطنی صفات یعنی دین تقویٰ، کثرتِ علم اور طرق دین سے آگاہی علم شریعت کی تدریس کے لیے کمربستہ ہونے اور دنیا میں ان نیکیوں کو پھیلانے کی وجہ سے ہے۔

یہ تمام امور جمیل ہیں لیکن ان کے جمال کا ادراک نورِ بصیرت کے بغیر نہیں ہوتا حواس خمسہ ان کے ادراک سے قاصر ہیں اسی طرح جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے اور آپ کو دوسرے صحابہ کرام سے افضل سمجھتا ہے یا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے محبت کرتا ان کو افضل سمجھتا اور ان کے حق میں تعصب سے کام لیتا ہے تو وہ ان حضرات کی باطنی صورتوں یعنی علم، دین تقویٰ، شجاعت وغیرہ کے حسن کے باعث ان سے محبت کرتا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے وہ آپ کی ہڈیوں، گوشت، کھال اعضاء اور شکل وصورت کی وجہ سے محبت نہیں کرتا کیوں کہ یہ سب چیزیں (دنیا سے رخصت ہو کر) بدل گئی ہیں بلکہ ان باتوں کی وجہ سے محبت کرتا ہے جن کے باعث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیق تھے اور یہ صفات محمودہ ہیں جو اچھی سیرتوں کے مصادر (مراکز) ہیں لہٰذا ان صفات کے باقی رہنے کی وجہ سے آپ کی محبت بھی باقی ہے حالانکہ ظاہری صورتیں زائل ہو چکی ہیں اور یہ تمام صفات علم اور قدرت کی طرف رجوع کرتی ہیں کیوں کہ آپ نے حقائق امور کو جانا اور خواہشات کو دبا کر ان صفات سے نفس کو موصوف کرنے پر قادر ہوئے۔

تو تمام اچھی خصلتوں کا پھیلاؤ ان دو وصفوں سے ہوتا ہے اور ان دونوں کا ادراک حواس سے نہیں ہوتا اور پورے جسم میں ان کا محل ایک ایسی جز ہے جو آگے تقسیم نہیں ہوتی اور حقیقت میں وہی محبوب ہے اور ایسی جز جو آگے تقسیم نہیں ہوتی اس کی کوئی صورت شکل اور رنگ نہیں ہوتا جو آنکھوں کے سامنے ظاہر ہو اور اس کی وجہ سے وہ محبوب ہو۔

لہذا جمال سیرت میں پایا جاتا ہے اور اگر اچھی سیرت علم اور بصیرت کے بغیر صادر ہو تو اس سے محبت پیدا نہ ہوگی پس محبوب مصدر سیرت جمیلہ ہے اور یہ اچھے اخلاق اور فضائل شریفہ ہیں جن کی بنیاد علم و قدرت کا کامل ہونا ہے اور یہ طبعاً محبوب ہیں اور ان کا ادراک حواس سے نہیں ہوتا ——— حتیٰ کہ وہ بچہ جو صرف اپنی طبیعت کا پابند ہو جب ہم کسی غائب یا حاضر یا فوت شدہ کو اس کے نزدیک محبوب بنانا چاہیں تو ہمارے پاس صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اس شخص کے اوصاف یعنی شجاعت، کرم، علم اور دیگر خصائل حمیدہ کو مبالغے کے ساتھ بیان کریں جب وہ اس کا اعتقاد رکھے گا تو بے اختیار محبت کرنے لگے گا اور اس کی محبت چھوڑنے پر قادر نہ ہوگا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت اور ابوجہل نیز ابلیس سے نفرت کا غلبہ اسی وجہ سے ہے کہ صحابہ کرام کے محاسن اور ابوجہل وغیرہ کی قباحتوں کو اچھی طرح بیان کیا جاتا ہے حالانکہ ان محاسن اور قباحتوں کا ادراک حواس سے نہیں ہوتا جب حاتم طائی کی سخاوت اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شجاعت بیان کی گئی تو دلوں میں ان کی محبت ضروری طور پر جاگزیں ہوگئی اور یہ محبت ان کی صورت محسوسہ کو دیکھنے کی وجہ سے نہیں اور نہ ہی ان سے محبت کرنے والے ان سے کوئی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

بلکہ جب دنیا کے مختلف علاقوں میں موجود بعض بادشاہوں کی سیرت بیان کی جاتی ہے یعنی ان کے عدل، احسان اور صدقہ و خیرات کا ذکر ہوتا ہے تو دلوں پر ان کی محبت غالب آجاتی ہے حالانکہ اس بات سے مایوسی ہوتی ہے کہ ان بادشاہوں کا احسان ان محبت کرنے والوں تک پہنچے گا کیوں کہ وہ دور دراز کے علاقے میں رہتے ہیں اور ان سے ملاقات بھی نہیں ہو سکتی لہذا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کی محبت صرف ان لوگوں سے نہیں ہوتی جو اس سے حُسن سلوک کریں بلکہ محسن ذاتی طور پر ہی محبوب ہوتا ہے اگرچہ اس کا احسان محب تک کبھی نہ پہنچے کیوں کہ ہر جمال اور حُسن محبوب ہوتا ہے اور صورت ظاہری بھی ہوتی ہے اور باطنی بھی، اور حُسن و جمال دونوں میں ہوتا ہے ظاہری صورتیں ظاہری آنکھ سے دیکھی جاتی ہیں اور باطنی صورتوں کو باطنی بصیرت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے پس جو شخص باطنی بصیرت سے محروم ہو وہ باطنی صورتوں کا نہ تو ادراک کر سکتا ہے نہ ان سے لذت اندوز ہو سکتا ہے نہ ان سے محبت کرتا ہے اور نہ ہی ان کی طرف مائل ہوتا ہے اور جس شخص کی باطنی بصیرت حواس ظاہرہ پر غالب ہو وہ ظاہری معانی کی نسبت باطنی معانی کو زیادہ چاہتا ہے پس وہ شخص جو دیوار پر بنے ہوئے نقش و نگار سے ظاہری صورت کی وجہ سے محبت کرتا ہے اور وہ جو کسی نبی (علیہ السلام) سے ان کی باطنی صورت کے جمال کی وجہ سے محبت کرتا ہے تو ان دونوں میں فرق ہے۔

پانچواں سبب:

محب اور محبوب کے درمیان پوشیدہ مناسبت کی وجہ سے محبت ہوتی ہے کیوں کہ بعض اوقات دو آدمیوں کی درمیان محبت جمال یا کسی نفع کی وجہ سے پکی نہیں ہوتی بلکہ محض ارواح کے درمیان مناسبت کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ۔ (۱)

پس ان میں سے جو (عالم ارواح میں) ایک دوسرے سے متعارف ہوئے ان کے درمیان الفت پیدا ہوگئی اور جو ایک دوسرے سے اجنبی رہے ان کے درمیان اختلاف ہوا۔

ہم نے اس بات کو آدابِ صحبت کے بیان میں اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے وہاں سے معلوم کریں، کیوں کہ یہ بھی اسبابِ محبت کے عجائب میں سے ہے۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ محبت کی اقسام پانچ اسباب کی طرف لوٹتی ہیں یعنی (۱) انسان اپنے نفس کے پائے جانے اور اس کے کمال اور بقا کی چاہت رکھتا ہے (۲) اس شخص سے محبت کرتا ہے جو اس پر ایسی چیز کے ذریعے احسان کرے جو اس کے بقا اور وجود کے دوام کا باعث ہے نیز اس سے مہلکات کو دور کرتی ہے (۳) جو شخص اس پر احسان نہیں کرتا لیکن وہ ذاتی طور لوگوں پر احسان کرنے والا ہے (۴) جو چیز ذاتی طور پر جمیل ہو چاہے (۵) باطن میں جن دو شخصوں کے درمیان پوشیدہ مناسبت ہو۔ اگر کسی شخص میں یہ تمام اسباب جمع ہو جائیں تو لامحالہ اس سے محبت بڑھ جاتی ہے جس طرح کسی شخص کا بیٹا خوبصورت ہو، اچھے اخلاق کا مالک ہو، علم میں کامل ہو، اچھی تدبیر والا ہو، لوگوں سے حُسن سلوک کرنے والا اور باپ کے ساتھ حُسن سلوک سے پیش آنے والا ہو تو لامحالہ اس سے انتہائی درجہ کی محبت ہوگی ان خصلتوں کے جمع ہونے کے بعد جس قدر یہ خصلتیں قوی ہوں گی اسی قدر محبت بھی قوی ہوگی اگر یہ صفات کمال کے انتہائی درجہ کو پہنچی ہوئی ہوں تو لامحالہ محبت بھی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوگی۔

پس ہم اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ ان تمام اسباب کا کامل ہونا اور جمع ہونا صرف اللہ تعالیٰ کے حق میں متصور ہوتا ہے پس درحقیقت محبت کا استحقاق صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ہے۔

فصل ۳:

مستحق محبت صرف اللہ تعالیٰ ہے

جو شخص اللہ تعالیٰ کے غیر سے یوں محبت کرتا ہے کہ اس (غیر) کی اللہ تعالیٰ سے نسبت نہ ہو تو وہ اپنی جہالت اور معرفت

---

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۳۱ کتاب البر والصلۃ

خداوندی میں کوتاہی کی وجہ سے ایسا کرتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت محمود ہے کیوں کہ یہ بعینہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اسی طرح علماء اور متقی لوگوں سے محبت بھی اللہ تعالیٰ سے ہی محبت کرنا ہے کیوں کہ محبوب کا محبوب نیز محبوب کا رسول اور محبوب کا محب بھی محبوب ہوتا ہے اور ان سب سے محبت اصل سے محبت کی طرف لوٹتی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ سے ہی محبت ہے) اس کے غیر کی طرف تجاوز نہیں کرتی اور ارباب بصیرت کے نزدیک حقیقت میں محبوب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کے علاوہ کوئی محبت کا مستحق نہیں ہے۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ ہم ان پانچوں اسباب کی طرف رجوع کریں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور اس بات کو بیان کریں کہ یہ تمام اسباب اللہ تعالیٰ کی ذات میں جمع ہیں اور دوسروں میں یہ انفرادی طور پر پائے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں ان کا پایا جانا حقیقتاً ہے اور اس کے غیر میں ان کی موجودگی وہم و خیال ہے اور محض مجاز ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

پس جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ہر صاحب بصیرت کے لیے اس بات کی ضد منکشف ہوگی جس کا خیال کمزور عقل اور کمزور دل والے لوگ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے حقیقتاً محبت محال ہے اور یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ تحقیق کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے محبت نہ کی جائے۔

پہلا سبب یعنی انسان کا اپنے آپ سے محبت کرنا اور اپنے باقی رہنے نیز کمال اور دوام وجود کی چاہت رکھنا نیز ہلاکت، عدم اور نقصان نیز کمال کو ختم کرنے والے امور سے نفرت کرنا ہے یہ بات ہر زندہ شخص کی فطرت میں داخل ہے اور اس سے اس کی جدائی کا تصور نہیں ہوسکتا اور یہ بات اللہ تعالیٰ سے انتہائی درجہ کی محبت کا تقاضا کرتی ہے۔ کیوں کہ جو شخص اپنے آپ کو بھی پہچانتا ہے اور اپنے رب کو بھی پہچانتا ہے وہ قطعی طور پر اس بات کو جانتا ہے کہ اس کا ذاتی طور پر کوئی وجود نہیں اور اس کی ذات کا وجود، وجود کا دوام اور کمال وجود سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اللہ تعالیٰ کی طرف (جانے والا) ہے اور اللہ تعالیٰ (کی رحمت) کے ساتھ ہے وہی بنانے والا وجود عطا کرنے والا ہے وہی باقی رکھنے والا ہے اور صفاتِ کمال کی تخلیق کے ذریعے وہی اس (انسان) کے وجود کو مکمل کرنے والا ہے اسی نے وہ اسباب پیدا کیے جو اس تک پہنچاتے ہیں اور اسی نے اسباب کے استعمال کے لیے ہدایت کو تخلیق کیا ورنہ بندے کا ذاتی طور پر کوئی وجود نہیں بلکہ وہ محض عدم اور مٹا ہوا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے پیدا نہ کرتا اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ذریعے اسے باقی نہ رکھتا تو وہ وجود میں آنے کے بعد ہلاک ہوجاتا ہے نیز اگر اللہ تعالیٰ اس کی خلقت کو مکمل کرنے کے ذریعے اس پر اپنا فضل نہ فرماتا تو وہ وجود میں آنے کے بعد ناقص رہتا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ کوئی بھی موجود چیز ایسی نہیں جو خود بخود قائم ہو سوائے قیوم اور حی ذات کے جو ذاتی طور پر قائم ہے باقی سب کچھ اسی کے ساتھ قائم ہے پس اگر اپنی ذات سے محبت رکھے گا اور اس کو وجود کا فائدہ غیر سے حاصل ہوا ہے

تو لازماً اسے اس ذات سے بھی محبت ہو گی جس نے اسے وجود عطا کیا ہے اور وہ اسے باقی رکھنے والا ہے اگر وہ اس کو خالق، موجد، مخترع (بنانے والا) باقی رکھنے والا، ذاتی طور پر قائم اور دوسروں کو قائم رکھنے والا سمجھتا ہے اب اگر وہ اس سے محبت نہیں کرتا تو وہ اپنے سے بھی اور اپنے رب سے بھی جاہل ہے اور محبت، معرفت کا نتیجہ ہے لہٰذا معرفت کے معدوم ہونے سے محبت بھی معدوم ہو جاتی ہے اس کے کمزور ہونے سے کمزور اور مضبوط ہونے سے مضبوط ہوتی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے وہ اس سے محبت کرتا ہے اور جو آدمی دنیا کی معرفت حاصل کر لیتا ہے وہ اس میں زہد اختیار کرتا ہے (بے رغبت ہو جاتا ہے) اور اس کا تصور کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے آپ سے محبت کرے لیکن اپنے رب سے محبت نہ کرے حالانکہ اسی کے ساتھ قائم ہے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ جو شخص سورج کی گرمی میں مبتلا ہو جب وہ سائے کو پسند کرتا ہے تو لازمی طور پر وہ درختوں کو بھی پسند کرے گا جن کے ساتھ سایہ قائم ہے اور ہر وہ چیز جو اپنے وجود میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی طرف منسوب ہوتی ہے وہ اس طرح ہے جیسے سائے کو درخت سے نسبت ہوتی ہے اور روشنی کو سورج سے، کیوں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار ہیں اور ان سب کا وجود اس کے وجود کے تابع ہے جس طرح نور کا وجود سورج کے تابع ہے اور سائے کا وجود درخت کے تابع ہے بلکہ عوام الناس کے ذہنوں کے مطابق یہ مثال صحیح ہے کیوں کہ ان کے خیال میں روشنی، سورج کا اثر اور فیضان ہے اور اسی کے ساتھ موجود ہے اور یہ محض خطا ہے کیوں کہ ارباب قلوب کے لیے ایسا انکشاف ہوتا ہے جو آنکھوں کے مشاہدے سے زیادہ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ نور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حاصل ہوتا ہے یعنی جب سورج کثیف اجسام کے مقابلے میں آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نور پیدا ہوتا ہے جس طرح سورج کی روشنی اور اس کی شکل و صورت بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حاصل ہوتی ہے لیکن ان مثالوں سے ہماری غرض بات سمجھانا ہے حقائق کی طلب مقصود نہیں۔

تو نتیجہ یہ ہوا کہ اگر انسان کا اپنے آپ سے محبت کرنا ضروری ہے تو اس ذات سے محبت کرنا جس کے ذریعے پہلے وہ قائم ہوتا ہے پھر اسے اپنے اصل، صفات، ظاہر، باطن اور جواہر و اعراض میں دوام حاصل ہوتا ہے سے محبت بھی ضروری ہے اگر وہ اس بات کو اسی طرح جانتا ہے کہ اس کے ساتھ قائم و دائم ہے۔

اور جو آدمی اس محبت سے خالی ہو تو وہ اس لیے خالی ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات اور خواہشات میں مشغول ہوتا ہے اپنے رب اور خالق سے اس کی توجہ ہٹی ہوئی ہوتی ہے وہ اسے کما حقہ نہیں پہچانتا اور اس کی نظر صرف خواہشات اور محسوسات تک محدود ہوتی ہے اور یہ عالم شہادت ہے اس میں حصول لذت کے سلسلے میں اس کے ساتھ جانور بھی شریک ہیں اس کی نظر عالم ملکوت کی طرف نہیں جاتی جس (عالم ملکوت) کی زمین کو وہی طے کرتا ہے جس کو فرشتوں سے کچھ مشابہت ہو تو وہ صفات کے اعتبار سے فرشتوں سے جس قدر قریب ہوتا ہے اسی قدر عالم ملکوت میں دیکھے گا اور جس قدر جانوروں کی پستی میں گرے گا اسی قدر اس کی نگاہ عالم ملکوت سے کوتاہ ہو گی۔

دوسرا سبب یعنی اس ذات سے محبت کرنا جو اس پر احسان کرے تو یہ اپنے مال سے اس کا بدلہ دیتا اور کلام میں نرمی برتتا ہے نیز اس کی مدد کر کے اسے قوت۔ مہیا کرتا ہے اور دشمنوں کے قلع قمع کرنے اور بروں کی برائی ختم کرنے میں اس کی مدد کرتا ہے نیز اس کی ذات اولاد اور اقارب کے حوالے سے اس کی اغراض اور فوائد کی تکمیل کے لیے وسیلہ بنتا ہے تو یقیناً ایسا شخص اس کے نزدیک محبوب ہو گا اور یہ بات بعینہٖ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ سے محبت کرے کیونکہ اگر اس کو صحیح معرفت حاصل ہو جائے تو اسے معلوم ہو گا کہ اس پر احسان کرنے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہے ہمارا مقصود اس کے احسانات کی تفصیل کہ کس بندے پر کیا احسان ہے، معلوم کرنا نہیں کیوں کہ کوئی بھی شمار کرنے والا ان احسانات کی گنتی نہیں کر سکتا جیسے ارشاد خداوندی ہے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ان کو گن نہیں سکتے۔ (۱)

ہم نے اس سلسلے میں کچھ باتیں شکر کے بیان میں ذکر کی ہیں اب ہم صرف یہ بات بیان کریں گے کہ بندوں کی طرف احسان صرف مجازی طور پر ہوتا ہے محسن (حقیقی) تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے مثلاً ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک شخص تمہیں اپنے تمام خزانے دیتا ہے تمہیں ان پر قادر کر دیتا ہے کہ تم جس طرح چاہو ان میں تصرف کرو اب اگر تم سمجھو کہ اس نے تم پر احسان کیا ہے تو یہ غلط ہے اس لیے کہ اس کے احسان کی تکمیل کے لیے خود اس کا اپنا وجود، مال پر قدرت، تمہیں مال دینے کی سوچ وغیرہ کا ہونا ضروری ہے تو وہ کون ہے جس نے خود اس کو، اس کے مال اور قدرت نیز ارادے وغیرہ کو پیدا کر کے اس پر انعام کیا اور وہ کون ہے جس نے تمہیں اس کا محبوب بنایا اور اس کی توجہ کو تمہاری طرف پھیرا نیز اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس کی دینی یا دنیوی بھلائی اس میں ہے کہ وہ تم پر احسان کرے اگر یہ سب باتیں نہ ہوتیں تو وہ تمہیں اپنے مال میں سے ایک دانہ بھی نہ دیتا جب اللہ تعالیٰ نے یہ تمام لوازم پیدا کیے اور اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس کی دینی یا دنیوی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اپنا مال تمہارے حوالے کرے تو وہ اس سلسلے میں مجبور ہے اس کی مخالفت نہیں کر سکتا تو محسن وہ ہے جس نے اسے تمہارے لیے مجبور اور مسخر کیا اور اس پر وہ باتیں مسلط کیں جو اس فعل کا باعث بنیں اس کا ہاتھ تو ایک واسطہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا احسان تم تک پہنچتا ہے مال کا مالک اس سلسلے میں اسی طرح مجبور ہے جیسے پانی اپنے چلنے میں مجبور ہے۔

اگر تم اسی کو محسن سمجھتے ہو اور اس لیے اس کا شکر یہ ادا کرتے ہو کہ وہ ذاتی طور پر محسن ہے واسطے کے طور پر نہیں تو تم حقیقت امر سے ناواقف ہو انسان سے احسان کا تصور صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے نفس پر احسان کرتا ہے دوسروں پر

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ نحل آیت ۱۸

احسان مخلوق کے لیے محال ہے کیوں کہ وہ اپنا مال کسی غرض کے تحت خرچ کرتا ہے یا تو وہ غرض اُخروی ہے یعنی ثواب حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے یا فوری غرض ہے یعنی دوسرے پر احسان رکھنا، مسخر کرنا، تعریف اور شہرت کی طلب کرنا یا یہ کہ سخاوت اور کرم کے ساتھ مشہوری ہو یا یہ کہ لوگوں کے دل اس کی محبت اور اطاعت میں کھینچے جائیں جس طرح انسان اپنا مال دریا میں نہیں ڈالتا کہ اس میں اس کا کوئی فائدہ نہیں اسی طرح کسی انسان کے ہاتھ میں بھی صرف غرض کے تحت دیتا ہے اور یہی غرض اس کا مطلوب و مقصود ہے لینے والے کی ذات مقصود نہیں ہوتی بلکہ اس کا ہاتھ تو مال لینے کا ایک ذریعہ اور آلہ ہے حتیٰ کہ اس کی غرض پوری ہو جاتی ہے اور وہ ذکر، ثناء، شکر یا ثواب ہے اور یہ باتیں اس مال پر تمہارے قبضہ کی وجہ سے حاصل ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے تجھے قبضہ کے سلسلے میں مسخر کیا تاکہ نفس کی غرض تک رسائی ہو تو وہ خود اپنے اوپر احسان کرتا ہے اور جو مال خرچ کرتا ہے اس کا ایسا عوض لیتا ہے جو اس کے نزدیک مال سے زیادہ ترجیح رکھتا ہے اگر اس مقصد کو ترجیح نہ دیتا تو تمہارے لیے اپنا مال ہرگز نہ چھوڑتا لہٰذا وہ دو وجہ سے مال دینے والا شکر اور محبت کا مستحق نہیں ہے ایک وجہ یہ ہے کہ یہ مال دینے کے تمام لوازم اللہ تعالیٰ نے اس پر مسلط کئے اور اس میں مخالفت کی طاقت نہیں اور وہ حاکم کے خزانچی کی طرح ہے اگر وہ کسی کو خلعت دیتا ہے تو اسے اس وجہ سے محسن نہیں سمجھا جاتا کیوں کہ یہ امیر کی طرف سے ہے اور خازن اس کی بات ماننے اور حکم کی تعمیل کے لیے مجبور ہوتا ہے اور اس کی مخالفت نہیں کر سکتا اگر بادشاہ اس کی صوابدید پر چھوڑ دیتا تو وہ نہ دیتا اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی محسن کو کھلی چھٹی دے دیتا تو وہ اپنے مال میں سے ایک دانہ بھی خرچ نہ کرتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر لوازم کو مسلط کیا اور اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس کا دینی یا دنیوی فائدہ مال خرچ کرنے میں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس خرچ کرنے کا اسے ایسا عوض ملتا ہے جو اس کے نزدیک خرچ کئے جانے والے مال سے زیادہ فائدہ مند اور محبوب ہے۔ پس جس طرح سودا بیچنے والے کو محسن نہیں کہا جاتا کیوں کہ اس نے جو سامان دیا وہ اس چیز کے بدلے میں دیا ہے جو اس کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اسی طرح ہبہ کرنے والا اس کے عوض میں ثواب یا تعریف یا کوئی دوسری چیز لیتا ہے۔ اور عوض کے لیے یہ شرط نہیں کہ وہ مال کی قسم سے کوئی چیز ہو بلکہ تمام لذتیں اور فوائد ایسے عوض ہیں جن کے مقابلے میں مال اور دوسری اشیاء کی کوئی حقیقت نہیں۔

پس احسان، سخاوت کی صورت میں ہوتا ہے اور سخاوت کسی ایسے عوض کے بغیر مال خرچ کرنا ہے جو خرچ کرنے والے کی طرف لوٹے اور اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے یہ بات محال ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام جہانوں پر احسان کرتے ہوئے ان کو انعامات سے نوازتا ہے اور اس میں ان ہی کا فائدہ ہے یہ بات نہیں کہ اس کا کوئی نفع یا غرض اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ اغراض سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے جود و احسان کا لفظ استعمال کرنا جھوٹ یا مجاز ہے اور اس کا معنی غیر خدا کے حق میں اس طرح ممتنع اور محال ہے جیسے سفیدی اور سیاہی کا اجتماع محال ہے لہٰذا جُود و احسان اور فضل و کرم میں وہ یکتا ہے پس اگر طبیعت میں محسن سے محبت کا جذبہ ہو تو مناسب یہ ہے کہ عارف

صرف اللہ تعالیٰ سے محبت کرے کیوں کہ اس کے غیر کی جانب سے احسان محال ہے پس اس محبت کا واحد مستحق وہی ہے جب کہ اس کا غیر احسان پر محبت کا مستحق اسی وقت ہو سکتا ہے جب محبت کرنے والے کو احسان کا معنیٰ معلوم نہ ہو۔

اور تیسرا سبب یعنی اس شخص سے محبت کرنا جو ذاتی طور پر محسن ہو اگرچہ اس تک اس شخص کا احسان نہ پہنچا ہو اور یہ بات بھی فطری ہے جب تمہیں کسی ایک ایسے بادشاہ کی خبر پہنچے کہ وہ عبادت گزار، عادل اور عالم ہے لوگوں پر نرمی کرنے والا اور ان کے لیے تواضع اختیار کرنے والا ہے اور وہ زمین کے کسی ایسے حصے میں ہو جو تم سے دُور ہے اور تمہیں ایک دوسرے بادشاہ کی خبر پہنچے جو ظالم، متکبر، فاسق، شریر اور لوگوں کی ہتک کرنے والا ہو اور وہ بھی تم سے دُور ہو تو تم اپنے دل میں ان دونوں کے درمیان فرق محسوس کرو گے کیوں تمہارے دل میں پہلے بادشاہ کی طرف میلان پایا جاتا ہے اور یہی محبت ہے جب کہ دوسرے سے نفرت پائی جاتی ہے اور یہی بُغض ہے حالانکہ تم پہلے بادشاہ کی طرف سے حصول خیر سے نا امید اور دوسرے کے شر سے بے خوف ہو کیوں کہ تمہیں ان کے ملکوں میں جانے کی توقع نہیں تو یہ محسن سے اس اعتبار سے محبت ہے کہ وہ محسن ہے یہ نہیں کہ اس نے تم پر احسان کیا ہے اور یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا کرتی ہے بلکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے غیر سے بالکل محبت نہ کی جائے ہاں جو کسی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوق کا محسن ہے اور ہر قسم کی مخلوق پر فضل فرمانے والا ہے پہلے ان کو وجود عطا کرتا ہے پھر اعضاء اور اسباب کے ذریعے ان کی تکمیل کرتا ہے جو ان کی ضرورتوں میں شامل ہیں پھر ان اسباب کو پیدا کر کے جو ان کی حاجات میں شامل ہیں اور ضرورت کے زمرے میں نہیں آتے ان پر انعام فرماتا ہے پھر زوائد کے ذریعے ان کو زینت دیتا ہے جو زینت کے مقام پر ہیں اور ضرورت و حاجت سے خارج ہیں۔

ضروری اعضاء کی مثال سر، دل اور جگر ہے جب کہ جن اعضاء کی حاجت ہوتی ہے ان کی مثال آنکھ، ہاتھ اور پاؤں ہیں جب کہ زینت کی مثال ابروؤں کا کمان کی شکل میں ہونا، ہونٹوں کا سرخ ہونا اور آنکھوں کا بادامی ہونا اور اس کے علاوہ وہ چیزیں کہ ان سے حاجات اور ضرورتوں کا کوئی تعلق نہیں۔

انسانی بدن سے خارج نعمتوں میں سے پانی اور غذا ضروری ہیں جب کہ دوائی، گوشت اور پھل حاجات میں شامل ہیں اور زائد کی مثال درختوں کا سرسبز ہونا پھولوں اور کلیوں کی خوبصورتی نیز پھلوں اور کھانوں کا لذیذ ہونا ہے کیوں کہ ان کے نہ ہونے سے حاجت اور ضرورت زائل نہیں ہوتی اور یہ تینوں اقسام ہر حیوان بلکہ ہر اُگنے والی چیز میں موجود ہیں یہی نہیں عرش سے فرش تک مخلوق کی جتنی اقسام ہیں سب میں موجود ہیں۔

پس وہی محسن ہے اور دوسرا کوئی کس طرح محسن ہو سکتا ہے جب کہ وہ احسان کرنے والا خود اللہ تعالیٰ کی قدرت کی حسنات میں سے ایک حسنہ (بھلائی) ہے اللہ تعالیٰ ہی حُسن کا خالق ہے محسن، احسان اور اسباب احسان کا خالق ہے پس اس علت کی بنیاد پر اس کے غیر سے محبت کرنا بھی محض جہالت ہے اور جو شخص اس بات کو جان لیتا ہے وہ

اس بنیاد پر صرف اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور چوتھا سبب یعنی پر جمیل چیز سے اس کے جمال کی وجہ سے محبت کرنا ہے اس لیے نہیں کہ اس سے ادراکِ جمال کے علاوہ کوئی فائدہ حاصل کیا جائے ہم نے بیان کیا ہے کہ یہ محبت بھی فطری ہے اور جمال صورت ظاہرہ کا بھی ہوتا ہے جس کا ادراک سر کی آنکھوں سے ہوتا ہے اور باطنی صورت کا بھی ہوتا ہے جس کا ادراک دل کی آنکھ اور نورِ بصیرت سے ہوتا ہے پہلی قسم کے جمال کا ادراک بچوں اور جانوروں کو بھی ہوتا ہے جب کہ دوسری قسم کا ادراک اربابِ قلوب کے ساتھ خاص ہے اور وہ شخص ان کے ساتھ شریک نہیں ہوتا جو صرف ظاہری دنیوی زندگی کو جانتا ہے۔

جس کو جمال کا ادراک ہوتا ہے اس کے نزدیک جمال محبوب ہوتا ہے اگر دل کے ساتھ اس کا ادراک ہو تو وہ دل کا محبوب ہوتا ہے اور اس قسم کا مشاہدہ انبیاءِ کرام، علماءِ عظام اور اچھے پسندیدہ اخلاق والے لوگوں سے محبت میں ہوتا ہے کیوں کہ یہ بات ان کے چہروں اور دیگر اعضاء کے بظاہر زیادہ خوبصورت نہ ہونے کی صورت میں بھی ممکن ہے صورتِ باطنہ کے حسن سے یہی مراد ہے اور حس سے اس کا ادراک نہیں ہو سکتا ہاں اس کے اچھے آثار جو اس پر دلالت کرتے ہیں ان کا ادراک ہو سکتا ہے حتیٰ کہ جب دل اس پر دلالت کرے تو دل بھی اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے پس جو شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یا حضرت امام شافعی رحمہ سے محبت کرتا ہے تو وہ اس حُسن کی وجہ سے محبت کرتا ہے جو اس کے سامنے ظاہر ہوا اور یہ ان کی صورتوں کے حُسن کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے اچھے افعال کی وجہ سے ہے بلکہ ان کے اچھے افعال ان کی ان صفات کے حُسن پر دلالت کرتے ہیں جو افعال کے مراکز ہیں کیوں کہ افعال تو آثار ہیں جو ان صفات سے صادر ہوتے ہیں اور ان پہ دلالت کرتے ہیں۔

پس جو شخص کسی کی اچھی تصنیف یا کسی شاعر کے اچھے اشعار یا کسی نقاش کے نقوش کا حُسن دیکھتا ہے یا کسی معمار کی اچھی تعمیر دیکھتا ہے تو اس کے لیے ان افعال سے اس کی باطنی اچھی صفات ظاہر ہوتی ہیں جو بالآخر علم اور قدرت کی طرف لوٹتی ہیں پھر جب معلوم زیادہ شرف والا ہو اور اس کا جمال کامل ہو اور عظمت بھی زیادہ ہو تو علم بھی اشرف و اجمل ہوگا۔ اسی طرح جب مقدور کا رتبہ اور منزل بڑی ہو تو اس پر قدرت کا درجہ بھی زیادہ ہوگا اور معلومات میں سے سب سے بڑی معلوم ذات اللہ تعالیٰ کی ہے لہٰذا سب سے زیادہ عمدہ اور اشرف علم بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے اسی طرح جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کے ساتھ قرب اور اختصاص ہوگا تو اسی اعتبار سے اس کا مقام بھی ہوگا۔

تو صدیقین جن سے محبت فطرتِ انسانی میں داخل ہے ان کی صفات کا جمال تین باتوں کی طرف لوٹتا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اس کی کتب، اس کے رسولوں اور اس کے انبیاءِ کرام کی شریعتوں کو جاننا۔

(۲) ان کا اپنی ذات کی اصلاح اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کی رشد و ہدایت اور سیاست کے ذریعے راہنمائی کرنے پر قادر ہونا۔

(۱۳) ان کا گھٹیا حرکتوں، خباثتوں اور غالب شہوتوں جو اچھے راستوں سے روکتی ہیں اور برائی کی طرف کھینچتی ہیں سے پاک ہونا۔
یہی وہ باتیں ہیں جن کے باعث انبیاء کرام، علماء، خلفاء اور عدل و کرم کے پیکر بادشاہوں سے محبت کی جاتی ہے تو ان صفات کو اللہ تعالیٰ کی نسبت سے دیکھنا چاہیے جہاں تک علم کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اولین و آخرین کے علم کی کیا حیثیت ہے وہ تمام چیزوں کا اس طرح احاطہ کرتا ہے کہ اس کی کوئی انتہا نہیں حتیٰ کہ آسمانوں اور زمین کا کوئی ذرہ اس سے غائب نہیں ہو سکتا۔ اس نے تمام مخلوق کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

وَمَآ اُوْتِیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا۔ (۱) اور تمہیں تو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔

بلکہ اگر آسمان و زمین کی تمام مخلوق جمع ہو کر ایک چیونٹی یا مچھر کی تخلیق کی تفصیل کے سلسلے میں اس کے علم و حکمت کا احاطہ کرنا چاہے تو وہ اس کے سویں (۱/۱۰۰) حصے تک بھی نہیں پہنچ سکتے اور وہ تھوڑا سا علم جو مخلوق کو حاصل ہے وہ بھی اس کے سکھانے سے حاصل ہوا جیسے ارشاد فرمایا۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ۔ (۲) اس نے انسان کو پیدا فرمایا (پھر) اسے بیان سکھایا۔

پس اگر علم کا جمال اور شرف محبوب ہے اور وہ ذاتی طور پر موصوف کے لیے زینت اور کمال ہے تو اس سبب سے صرف اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہی مناسب ہے پس اللہ تعالیٰ کے علم کی نسبت سے علماء کے علوم جہالت ہیں۔
بلکہ جو شخص اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم کو بھی جانتا ہو اور سب سے بڑے جاہل کو بھی، تو محال ہے کہ علم کے سبب سے جاہل سے محبت کرے اور علم والے کو چھوڑ دے اگرچہ جاہل کو بھی کسی نہ کسی چیز کا علم ہوتا ہے جس کا اس کی معیشت سے تعلق ہوتا ہے مخلوق میں سے سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے جاہل کے علم میں جس قدر فرق ہے اس سے زیادہ فرق اللہ تعالیٰ کے علم اور مخلوق کے علم کے درمیان ہے کیوں کہ زیادہ علم والے کو بڑے جاہل پر صرف چند معدود متناہی علوم کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔
اور اس بات کا تصور کیا جا سکتا ہے کہ جو سب سے زیادہ جاہل ہے وہ کسب و اجتہاد کے ذریعے ان علوم کو حاصل کر لے جب کہ تمام مخلوق کے علوم پر اللہ تعالیٰ کے علم کو جو فضیلت حاصل ہے اس کی کوئی انتہا نہیں کیوں کہ اس کی معلومات بھی بے انتہا ہیں جب کہ مخلوقات کی معلومات متناہی ہیں۔
جہاں تک صفت قدرت کا تعلق ہے تو وہ بھی کمال ہے جب کہ کمزوری نقص ہے پس ہر کمال، حسن، عظمت، بزرگی اور غلبہ محبوب ہوتا ہے اور اس کا ادراک لذیذ ہوتا ہے حتیٰ کہ آدمی جب حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ بنی اسرائیل آیت ۸۵

(۲) قرآن مجید، سورۂ رحمٰن آیت ۳، ۴

اوران کے علاوہ بہادر لوگوں کے واقعات اور اپنے ہم عصر لوگوں پر اس اعتبار سے ان کی برتری کے بارے میں سنتا ہے تو اس کے دل میں ایک حرکت، خوشی اور راحت لازماً پیدا ہوتی ہے جس کا تعلق صرف لذتِ سماعت سے ہے مشاہدہ تو بعد کی بات ہے اور اس وجہ سے اس شخص کی محبت دل میں ضرور پیدا ہوتی ہے جو اس صفت سے موصوف ہے کیوں کہ یہ ایک قسم کا کمال ہے۔

تو اب تمام مخلوق کی قدرت کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مقابل لاؤ تو دیکھو کہ جو شخص سب سے زیادہ قوت اور سب سے زیادہ وسیع حکومت والا ہے جس کی گرفت سب سے زیادہ ہے، شہوات کو سب سے زیادہ دبانے والا، نفس کی خباثتوں کا سب سے زیادہ قلع قمع کرنے والا اور اپنے نفس نیز غیر کے حوالے سے سیاست پر زیادہ قادر ہے تو اس کی قدرت و طاقت کی انتہا کیا ہے۔

اس کی طاقت کی انتہا یہی ہے کہ اپنے نفس کی بعض صفات پر اور انسانوں میں سے بعض لوگوں کے بعض امور پر اسے قدرت حاصل ہوتی ہے اس کے باوجود وہ اپنی زندگی، موت، دوبارہ زندہ ہونے نیز نقصان اور نفع کا مالک نہیں بلکہ وہ اپنی آنکھ کو اندھے پن سے زبان کو گونگا ہونے سے کانوں کو بہرا ہونے سے اور بدن کو بیماری سے نہیں بچا سکتا۔

اوران باتوں کو بیان کرنے کی حاجت نہیں جن سے وہ اپنے نفس اور دوسروں کے حوالے سے عاجز ہے حالاں کہ وہ اس کی طاقت سے متعلق ہیں اور جو اس کی طاقت سے متعلق نہیں مثلاً آسمانوں کی حکومت، آسمان ستارے، زمین، اس کے پہاڑ، سمندر، ہوائیں، بجلیاں کانیں، سبزیاں، حیوانات اور ان کے تمام اجزاء ان میں سے ایک ذرے پر بھی اسے قدرت حاصل نہیں ہے۔

اور جس چیز پر وہ اپنے لیے اور دوسروں کے لیے قادر ہے تو وہ قدرت بھی اس کی ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس کا، اس کی قدرت کا اور اس کے لیے اسباب کا خالق ہے اور وہ اسے طاقت دیتا ہے اگر ایک مچھر کو سب سے بڑے بادشاہ اور سب سے زیادہ مضبوط شخص پر مسلط کر دیا جائے تو وہ اسے ہلاک کر دے پس بندے کو جو قدرت حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے سب سے بڑے بادشاہ ذوالقرنین کے بارے میں فرمایا۔

اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ۔ (۱) ہم نے اسے زمین میں ٹھکانہ دیا۔

پس اس کی تمام بادشاہی اور سلطنت اللہ تعالیٰ کی عطا سے تھی کہ اس نے اس کو زمین کے ایک حصے کا مالک بنایا

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ کہف آیت ۸۴

اور زمین تمام اجسام عالم کی نسبت ایک ڈھیلا ہے اور زمین کی وہ تمام حکومتیں جن سے انسان حصہ حاصل کرتا ہے اس ڈھیلے کی گرد و غبار ہے پھر وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل اور طاقت عطا کرنے سے ہے لہٰذا یہ بات محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بندے سے اس کی طاقت، سیاست، غلبے اور کمال قوت کی وجہ سے محبت کی جائے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محبت نہ کرے حالانکہ نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی تمام قوت اللہ تعالیٰ بلندی و عظمت والے کی عطا سے حاصل ہوتی ہے وہی جبار و قاہر ہے اور وہی علیم و قادر ہے تمام آسمان اس کی قدرت کے تحت ہیں اور زمین نیز جو اس کے اندر اور اوپر ہے وہ اسی کے قبضے میں ہے تمام مخلوق اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اگر وہ ان سب کو ہلاک کر دے تو اس کی بادشاہی اور حکومت میں سے ایک ذرہ بھی کم نہ ہوگا اور اگر وہ ان جیسے لوگ ہزار بار مزید پیدا کرے تو ان کے پیدا کرنے سے عاجزی اور تھکاوٹ نہیں ہوگی اور نہ ان کے پیدا کرنے میں سستی ہوگی پس قدرت اور قادر سب اسی کی قدرت کے آثار ہیں جمال، حسن، عظمت، کبریائی، غلبہ سب اسی کی قدرت کے آثار ہیں جمال، حسن، کبریائی، غلبہ سب اسی کو حاصل ہے پس اگر اس بات کا تصور ہو سکتا ہے کہ کسی قادر سے اس کے کمال قدرت کی وجہ سے محبت کی جائے تو اس بنیاد پر اس کے سوا کوئی بھی محبت کا مستحق نہیں۔

جہاں تک عیوب اور نقائص سے پاک ہونے نیز رذیل اور خبیث باتوں سے پاکیزگی کا تعلق ہے تو یہ بھی محبت کے موجبات میں سے ایک موجب اور باطنی صورتوں میں حسن و جمال کے مقتضیات میں سے ہے۔ انبیاء کرام اور صدیقین اگرچہ عیبوں اور خباثتوں سے پاک ہیں لیکن کمال تقدس صرف اسی واحد حق ذات کے لیے ہے جو بادشاہ ہے پاک ہے جلال و اکرام کا مالک ہے جب کہ تمام مخلوق کی صورت حال یہ ہے کہ ان میں ایک یا ایک سے زیادہ نقص ضرور ہوتے ہیں بلکہ اس کا عاجز، مخلوق، مسخر اور مجبور ہونا عین عیب اور نقص ہے پس (حقیقی) کمال صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کے غیر کے لیے اسی قدر کمال ہے جس قدر اس نے عطا کیا اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے غیر کو کمال کا انتہائی درجہ عطا کرے کمال کی انتہا کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ وہ ایسا بندہ نہ ہو جو کسی اور کے سامنے مسخر ہوا اور اس کے ساتھ قائم ہو اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے غیر میں محال ہے پس وہی کمال کے ساتھ منفرد ہے نقص اور عیبوں سے بھی پاک ہے عیبوں سے اس کے پاک ہونے کی تشریح ایک طویل بحث ہے اور یہ علوم مکاشفہ کے اسرار میں سے ہے ہم اس کا ذکر کر کے بات کو لمبا کرنا نہیں چاہتے۔

پس یہ وصف بھی اگر کمال، جمال اور محبوب ہے تو اس کی حقیقت بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہی مکمل ہوتی ہے اور اس کے غیر سے یہ کمال اور پاکیزگی مطلقاً نہیں بلکہ اس کی نسبت سے ہے جس میں بہت زیادہ نقص پایا جاتا ہے جیسے گھوڑے کا کمال گدھے کی نسبت سے اور انسان کا کمال گھوڑے کے مقابلے میں ہے اور اصل نقص سب کو شامل ہے ان کے درمیان فرق صرف درجات کا ہے۔

نتیجہ یہ ہو کہ جمیل محبوب ہوتا ہے اور جمیل مطلق وہ واحد ذات ہے جس کا کوئی مثل نہیں وہ واحد ذات جس کی کوئی

ضد اور مقابل نہیں ایسا بے نیاز جس کا کوئی مزاحم نہیں ایسا غنی جسے کوئی حاجت نہیں ایسا قادر کہ جو چاہے کرے اور جو چاہے فیصلہ دے اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی اسے پھیر سکتا ہے وہ ایسا عالم ہے جس کے علم سے آسمانوں اور زمین کا ایک ذرہ بھی باہر نہیں ایسا غالب ہے کہ اس کے قبضۂ قدرت سے بڑے بڑے سرکشوں کی گردنیں باہر نہیں نکل سکتیں اس کی گرفت اور سطوت سے بادشاہوں کی گردنیں باہر نہیں نکل سکتیں اس کی گرفت اور سطوت سے بادشاہوں کی گردنیں چھوٹ نہیں سکتیں وہ ازلی ہے کہ اس کے وجود کے لیے آغاز نہیں اور ابدی ہے کہ اس کے بقا کی کوئی انتہا نہیں اس کا وجود ضروری ہے کہ اس کی بارگاہ سے عدم کا تصور کوسوں دور ہے وہ قیوم ہے جو خود قائم ہے اور تمام موجودات اس کے ساتھ قائم ہیں آسمانوں اور زمینوں کا جبار وہی ہے جمادات، حیوانات اور نباتات کا خالق بھی وہی ہے عزت و جبروت ہیں وہ یکتا ہے مُلک و ملکوت کا مالک صرف وہی ہے فضل و جلال، حسن و جمال اور قدرت و کمال والا ہے اس کے جلال کی معرفت میں عقلیں حیران ہیں اور اس کا وصف بیان کرنے سے زبانیں گنگ ہیں عارفین کی معرفت کا کمال یہی ہے کہ اس کی معرفت سے اپنے عجز کا اعتراف کریں اور انبیاء کرام کی نبوت کی انتہا یہی ہے کہ اس کے وصف کے بیان سے قصور کا اقرار کریں۔

جیسا کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ۔ (۱)

میں تیری ثناء کا شمار نہیں کر سکتا تو اسی طرح ہے جس طرح تو نے خود اپنی ثنا بیان فرمائی ہے۔

اور صدیقین کے سردار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ۔ (۲)

ادراک کو پانے سے عاجزی کا اظہار بھی ادراک ہے

وہ ذات پاک ہے جس نے اپنی معرفت کے لیے، معرفت سے عجز کے سوا کوئی راستہ نہیں رکھا۔

تو جو لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت کو حقیقتاً یا مجازاً ممکن نہیں مانتے معلوم نہیں وہ ان اوصاف کو جمال اور حمد کے اوصاف اور کمال اور محاسن کی نعت قرار نہیں دیتے یا وہ اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے موصوف نہیں سمجھتے یا وہ اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ کمال، جمال، حسن اور عظمت صاحب ادراک کے نزدیک محبوب ہوتے ہیں تو وہ ذات پاک ہے جو اپنے جمال و جلال کی غیرت کی وجہ سے اندھوں کی نگاہوں سے پردے میں ہے کہ اس پر وہی لوگ مطلع ہوں جن کے لیے بھلائی سبقت کر گئی وہ جو حجاب کی آگ سے دور ہیں وہ اندھے پن کے اندھیروں میں حیران و سرگرداں ہیں اور محسوسات کی وسعتوں اور جانوروں کی خواہشات میں پریشان پھرتے ہیں وہ صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو دیکھتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں لیکن ان میں سے اکثر جانتے نہیں۔

تو اس سبب (کمالات کی وجہ) سے محبت، احسان کی بنیاد پر محبت سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے کیوں کہ احسان میں

کمی بیشی ہوتی رہتی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ محبوب لوگوں میں سے بھی زیادہ محبوب میرے نزدیک وہ شخص ہے جو کسی عطا کے بغیر میری عبادت کرے لیکن ربوبیت اپنا حق ضرور ادا کرتی ہے۔

اور زبور میں ہے کہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جو میری عبادت جنت یا جہنم کے لیے کرتا ہے اگر میں جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا تو کیا میں عبادت کے لائق نہ ہوتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام عبادت گزار لوگوں کی ایک جماعت پر گزرے جو کمزور ہو چکے تھے انہوں نے کہا کہ ہم جہنم سے ڈرتے اور جنت کی امید رکھتے ہیں آپ نے فرمایا تم مخلوق کا خوف رکھتے ہو اور مخلوق کی امید رکھتے ہو اور آپ ایک دوسری قوم پر گزرے جو اسی حالت پر تھی انہوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس سے محبت کرتے ہوئے اور اس کے جلال کی تعظیم میں کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔ تم اللہ تعالیٰ کے حقیقی دوست ہو مجھے تمہارے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا۔

حضرت ابو حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے شرم آتی ہے کہ میں ثواب اور عذاب کے حوالے سے عبادت کروں اور برے غلام کی طرح ہو جاؤں کہ جسے ڈر نہ ہو تو کام نہیں کرتا اور برے مزدور کی طرح ہو جاؤں جو مزدوری نہ ملنے کی صورت میں کام نہیں کرتا۔ اور حدیث شریف میں ہے۔

لَا يَكُوْنَنَّ اَحَدُكُمْ كَالْاَجِيْرِ السُّوْءِ اِنْ لَّمْ يُعْطَ اَجْرًا لَّمْ يَعْمَلْ وَلَا كَالْعَبْدِ السُّوْءِ اِنْ لَّمْ يَخَفْ لَمْ يَعْمَلْ۔ (1)

تم میں کوئی اس برے مزدور کی طرح نہ ہو جائے جو اجر نہ ملنے پہ کام نہیں کرتا اور برے غلام کی طرح بھی نہ ہو کہ اگر اسے ڈر نہ ہو تو کام نہیں کرتا۔

محبت کا پانچواں سبب مناسبت اور مشاکلت ہے کیونکہ جو چیز کسی کے مشابہ ہو وہ اسے اپنی طرف کھینچتی ہے اور ایک شکل دوسری شکل کی طرف مائل ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ تم دیکھو گے ایک بچہ دوسرے بچے سے محبت کرتا ہے اور بڑا آدمی بڑے آدمی سے مانوس ہوتا ہے پرندہ اپنے ہم جنس سے محبت کرتا اور دوسری جنس سے نفرت کرتا ہے ایک عالم کسی کاریگر کی نسبت دوسرے عالم سے زیادہ الفت رکھتا ہے اور بڑھئی کو جس قدر بڑھئی سے الفت ہوتی ہے اس قدر کاشتکار سے نہیں ہوتی اور اس بات پر تجربہ شاہد ہے اور اس پر روایات و آثار شہادت دیتے ہیں جیسا کہ ہم نے آداب محبت کے بیان میں اللہ تعالیٰ کے لیے بھائی چارے کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ وہاں سے معلوم کرنا چاہیے۔

پس جب مناسبت محبت کا سبب ہے تو مناسبت بعض اوقات ظاہری معنیٰ میں ہوتی ہے جس طرح بچہ بچپن کے حوالے سے دوسرے بچے کے مناسب ہوتا ہے اور کبھی پوشیدہ ہوتی ہے حتیٰ کہ اس پر اطلاع نہیں ہو سکتی جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ دو آدمیوں کے درمیان اتحاد ہوتا ہے حالانکہ انہوں نے نہ تو ایک دوسرے کے جمال کو دیکھا ہوتا ہے اور نہ مال وغیرہ کا لالچ

---

(1)

ہوتا ہے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ۔ (۱)

اور روحیں اکٹھا لشکر ہیں پس ان میں جو ایک دوسرے سے متعارف ہوئیں وہ ایک دوسرے سے مانوس ہو گئیں اور جنہوں نے ایک دوسرے کو نہ پہچانا ان کے درمیان اختلاف ہوا۔

تو ایک دوسرے سے تعارف مناسبت ہے جب کہ ایک دوسرے کو نہ پہچاننا ایک دوسرے کے خلاف ہونا ہے۔

یہ سبب بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا کرتا ہے کیوں کہ بندے اور اللہ تعالیٰ میں باطنی مناسبت ہوتی ہے یہ مطلب نہیں کہ صورت اور شکل ایک جیسی ہوتی ہے بلکہ باطنی معانی کی طرف رجوع ہوتا ہے ان میں سے بعض کو ذکر کرنا جائز ہے جب کہ بعض کا ذکر جائز نہیں بلکہ ان کا پردۂ غیب میں ہی رہنا ٹھیک ہے حتیٰ کہ اس سے سالکانِ طریقت آگاہی حاصل کریں جب وہ سلوک کی شرط پوری کریں پس جو بات لکھنے کے قابل ہے وہ بندے کا ان صفات میں اپنے رب کا قرب حاصل کرنا ہے جن میں اقتدار اور اخلاقِ ربوبیت کا حکم ہے یہاں تک کہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے موصوف ہو جاؤ۔

یعنی ان صفات کے محامد کو حاصل کرو جو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں مثلاً علم نیکی، احسان، مہربانی، مخلوق سے بھلائی اور رحمت کا سلوک کرنا ان کی خیر خواہی، حق کی طرف ان کی راہنمائی کرنا اور ان کو باطل سے روکنا وغیرہ امور جو شریعت میں اچھے شمار ہوتے ہیں یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہیں لیکن یہ قربِ مکانی نہیں ہوتا بلکہ صفات میں قرب مقصود ہے۔

اور جو خاص مناسب کتب میں لکھی نہیں جاسکتی اور وہ صرف آدمی میں پائی جاتی ہے اس کی طرف اس آیت میں اشارہ پایا جاتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ۔ (۲)

لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے روح میرے رب کے حکم سے ہے۔

جب بیان فرمایا کہ روح امر ربانی ہے اور مخلوق کی عقلوں کی حد سے خارج ہے اور اس سے بھی واضح قول یہ ارشاد خداوندی ہے۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ۔ (۳)

پس جب میں نے اس (آدم علیہ السلام) کو برابر کر دیا اور اس میں اپنی روح پھونکی۔

---

(۱)

(۲) قرآن مجید، سورہ اسراء آیت ۸۵ (۳) قرآن مجید، سورۂ حجر آیت ۳۰

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں سے ان کو سجدہ کرایا اور اس بات کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ قول اشارہ کرتا ہے

إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ۔ (۱) بے شک ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا۔

یوں کہ حضرت آدم علیہ السلام اسی مناسبت کی وجہ سے خلافت الٰہیہ کے مستحق قرار پائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں اسی طرف اشارہ ہے آپ نے فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے اخلاق کا مظہر بنایا۔

حتیٰ کہ کوتاہ بین لوگوں نے خیال کیا کہ صورت تو صرف ظاہری ہوتی ہے جس کا ادراک حواس کے ذریعے ہوتا ہے چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے تشبیہ دی اور اس کے لیے جسم اور صورت کا قول کیا اللہ تعالیٰ جاہلوں کی بات سے بہت بلند ہے۔ اور اسی طرف اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں بیمار ہوا تو آپ نے میری عیادت نہ کی عرض کیا اے میرے رب! یہ کیسے ہو سکتا ہے فرمایا میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تو آپ نے اس کی بیمار پرسی نہ کی اگر آپ اس کی بیمار پرسی کرتے تو مجھے (میری رحمت کو) اس کے پاس پاتے (۳)

اور یہ مناسبت اسی وقت ظاہر ہوتی ہے جب فرائض کی تکمیل کے بعد نفلی عبادت زیادہ سے زیادہ کی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (حدیث قدسی ہے)

لَا يَزَالُ يَتَقَرَّبُ الْعَبْدُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهٖ وَلِسَانَهُ الَّذِي يَنْطِقُ بِهٖ۔ (۴) بندہ نوافل کے ذریعے مسلسل میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔

یہ وہ مقام ہے جہاں قلم کی لگام کو روکنا ضروری ہے کیوں کہ اس سلسلے میں لوگ متفرق ہو گئے ہیں بعض کوتاہ بین ہیں جو ظاہر تشبیہ کی طرف مائل ہو گئے بعض حد سے بڑھ گئے اور انہوں نے غلو اختیار کر کے مناسبت کی حد سے اتحاد کی

---

(۱) قرآن مجید سورۂ ص آیت ۲۶

(۲) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۴۴ مرویات ابوہریرہ

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۴۰۴ مرویات ابوہریرہ

(۴) میزان الاعتدال جلد اول ص ۶۴۱ ترجمہ ۲۴۹۳

طرف تجاوز کیا اور حلول کے قائل ہوگئے (یعنی اللہ تعالیٰ بندے میں داخل ہوتا ہے) حتیٰ کہ بعض نے "انا الحق" (میں ہی حق ہوں) کا نعرہ لگایا اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گمراہ ہوئے اور انہوں نے کہا کہ وہی معبود ہیں ان میں سے کچھ دوسرے لوگوں نے کہا کہ عالم ناسوت نے عالم لاہوت کا لباس پہنا ہے اور کچھ نے کہا کہ لاہوت اور ناسوت مل کر ایک ہو گئے، مگر جن لوگوں پر اس بات کا انکشاف ہوا کہ تشبیہ وتمثیل اور اتحاد و حلول محال ہے اور ان کے سامنے اصل راز واضح ہوا تو وہ کم لوگ ہیں اور شاید حضرت ابوالحسن نوری رحمہ اللہ اسی مقام کو دیکھتے جب شاعر کے اس شعر سے ان پر وجد طاری ہوتا تھا

لَا زِلْتُ اَنْزِلُ مِنْ وِدَادِكَ مَنْزِلًا تَتَحَيَّرُ
الْاَلْبَابُ عِنْدَ نُزُوْلِهٖ۔

میں تیرے عشق میں ہر دم ایسی منزل میں اترتا ہوں کہ اس
اترنے پر عقل مند لوگ حیران ہوتے ہیں۔

آپ اسی وجد کی حالت میں مسلسل گنے کے کھیتوں میں دوڑتے رہے گنا کاٹا گیا تھا اور اس کی جڑیں باقی تھیں جس سے آپ کے پاؤں چر گئے اور ان میں ورم آگئے اور اسی وجہ سے آپ کا انتقال ہوا۔

غرضیکہ مناسبت، اسباب محبت میں سے سب سے بڑا، سب سے زیادہ مضبوط عمدہ ترین اور بعید تر سبب ہے اور یہ بہت کم پایا جاتا ہے۔

تو اسباب محبت جو معلوم ہیں وہ یہی پانچ ہیں اور یہ تمام اسباب اللہ تعالیٰ کی ذات میں حقیقتاً جمع ہیں مجازی طور پر نہیں۔ نیز اعلیٰ درجات میں ہیں ادنیٰ میں نہیں گویا ارباب بصیرت کے ہاں معقول ومقبول محبت صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ہے جیسے (دل کے) اندھوں کے نزدیک معقول محبت صرف اللہ تعالیٰ کے غیر سے ہوتی ہے پھر جو شخص مخلوق میں سے جس شخص سے ان اسباب میں سے کسی ایک سبب کے باعث محبت کرتا ہے تو اس بات کا تصور پایا جاتا ہے کہ اس سبب میں شرکت کی وجہ سے کسی دوسرے سے بھی محبت کرے اور محبت میں شرکت نقصان ہے اور محبوب کے کمال سے آنکھیں بند کرنا ہے اور کوئی بھی شخص کسی وصف محبوب کے ساتھ موصوف نہیں ہوتا مگر اس کے ساتھ کوئی دوسرا بھی شریک ہوتا ہے اور اگر عملاً ایسا نہ بھی ہو تو امکان ضرور ہوتا ہے البتہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ایسا نہیں ہوتا وہ ان صفات کے ساتھ موصوف ہے جو جمال و کمال میں انتہا کو پہنچی ہوئی ہیں اس سلسلے میں اس کا شریک نہ تو موجود ہے اور نہ اس کا امکان ہے لہٰذا اس کی محبت میں شرکت قطعاً نہیں ہو سکتی اور نہ اس میں نقص آسکتا ہے پس وہی اصل محبت اور کمال محبت کا اس طرح مستحق ہے کہ اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا۔

فصل ۴:

سب سے بڑی لذت معرفت خداوندی ہے

سب سے بڑی اور اعلیٰ لذت اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی زیارت ہے اور کسی دوسری لذت کو اس پر ترجیح ہو

اس بات کا تصور بھی نہیں ہو سکتا ہاں جو اس لذت سے محروم ہو (تو الگ بات ہے)

جاننا چاہیئے کہ لذتیں ، ادراکات کے تابع ہیں اور انسان بہت سی قوتوں اور طبیعتوں کا جامع ہے اور ہر قوت و طبیعت کے لیے ایک لذت ہے اور وہ لذت طبیعت کے اس مقتضا کو پانا ہے جس کے لیے اس کی تخلیق ہوئی ہے کیوں کہ یہ قویٰ انسان میں بیکار پیدا نہیں کئے گئے بلکہ ہر قوت و طبیعت طبیعت کے مقتضیٰ امور میں سے کسی امر کے لیے رکھی گئی ہے مثلاً طبیعتِ غضب تشفی اور انتقام کے لیے ہے پس یقیناً اس کی لذت غلبہ اور انتقام کی صورت میں ہوتی ہے کیوں کہ یہی اس کی طبیعت کا تقاضا ہے اور کھانے کی خواہش کی طبیعت حصول غذا کے لیے پیدا کی گئی جس کے ذریعے انسان قائم رہتا ہے لہٰذا اس طبیعت کو لذت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب اس کا مقتضیٰ (غذا) حاصل ہو اسی طرح دیکھنے، سننے اور سونگھنے سے ان کی لذتیں حاصل ہوتی ہیں پس ان طبیعتوں میں سے کوئی بھی طبیعت اپنے مدرکات کی نسبت سے تکلیف یا لذت سے خالی نہیں ہوتی اسی طرح دل کے اندر ایک طبیعت ہے جسے نورِ الٰہی کہا جاتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے :۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ (۱)	تو کیا وہ شخص جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا پس وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

اسی قلبی قوت کو عقل بھی کہا جاتا ہے کبھی اسے باطنی بصیرت کہا جاتا ہے اور کبھی اس کا نام نورِ ایمان اور یقین رکھا جاتا ہے لیکن ناموں میں مشغولیت کا کوئی مطلب نہیں کیوں کہ اصطلاحات مختلف ہیں اور کمزور آدمی گمان کرتا ہے کہ اختلاف معانی میں ہے کیوں کہ ضعیف آدمی الفاظ سے معانی تلاش کرتا ہے اور یہ واجب کا عکس ہے۔

پس دل بدن کے اجزاء سے مختلف ہوتا ہے کیوں کہ اس کے ذریعے ان معانی کا ادراک ہوتا ہے جو نہ تو خیال میں آسکتے ہیں اور نہ محسوس کئے جا سکتے ہیں جیسے عالم کا پیدا ہونا یا اس کا خالق کا محتاج ہونا جو قدیم ہے مدبر اور حکیم ہے اور صفاتِ الٰہیہ سے موصوف ہے اور اس طبیعت کو ہم عقل کا نام دیتے ہیں بشرطیکہ لفظ عقل سے وہ چیز نہ سمجھی جائے جس کے ذریعے مجادلے اور مناظرے کا طریقہ آتا ہے کیوں کہ عقل اسی نام سے مشہور ہے اسی لیے بعض صوفیاء کرام نے اس کی مذمت کی ہے ورنہ جس صفت کی وجہ سے انسان ، جانوروں سے ممتاز ہوتا ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ادراک ہوتا ہے وہ سب سے اچھی صفت ہے اس کی مذمت کرنا مناسب نہیں۔

اور یہ صفت اس لیے پیدا کی گئی ہے کہ اس کے ذریعے تمام امور کے حقائق معلوم کئے جائیں پس اس کی طبیعت کا مقتضیٰ معرفت اور علم ہے اور یہی اس کی لذت ہے جس طرح تمام صفات اور طبیعتوں کا مقتضیٰ ان کی لذات ہیں۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ زمر آیت ۲۲

اور یہ بات مخفی نہیں کہ علم اور معرفت میں لذت ہے حتیٰ کہ جس شخص کی نسبت علم اور معرفت کی طرف کی جائے اگرچہ کسی خسیس چیز میں ہو، وہ اس پر خوش ہوتا ہے۔ اور جس کو جاہل کہا جائے اگرچہ کسی حقیر چیز کے حوالے سے ہو وہ اس بات پر غمگین ہوتا ہے حتیٰ کہ انسان اگر حقیر چیز کا بھی علم رکھتا ہو وہ اس پر فخر کرنے اور بڑائی کا اظہار کرنے سے صبر نہیں کرتا۔

مثلاً شطرنج سے کھیلنے والا باوجود اس کھیل کے خسیس ہونے کے اس کی تعلیم دینے سے خاموش نہیں رہ سکتا اور جو کچھ وہ جانتا ہے اس کا ذکر اس کی زبان پر جاری رہتا ہے اور یہ سب باتیں اس لیے ہیں کہ علم کی لذت زیادہ ہوتی ہے اور اسی علم کے ذریعے وہ اپنی ذات کا کمال جانتا ہے کیوں کہ علم صفاتِ ربوبیت میں سے خاص صفت ہے اور یہ کمال کی انتہا ہے یہی وجہ ہے کہ جب کسی آدمی کی تعریف سمجھداری اور علم کی زیادتی کے ساتھ کی جاتی ہے تو اس کی طبیعت کو راحت حاصل ہوتی ہے کیوں کہ تعریف سنتے وقت وہ اپنی ذات اور علم کے کمال سے آگاہ ہوتا ہے پس وہ خود پسندی کا شکار ہوتا اور لذت حاصل کرتا ہے۔

پھر جس قدر لذت ملکی سیاست اور مخلوق کے معاملات کی تدبیر کے علم سے حاصل ہوتی ہے اس قدر لذت زراعت اور سلائی کے علم سے نہیں ہوتی اور نحو اور شعر و شاعری کے علم سے اس قدر لذت حاصل نہیں ہوتی جتنی لذت اللہ تعالیٰ، اس کی صفات فرشتوں اور زمین و آسمان کے علم سے حاصل ہوتی ہے بلکہ جس قدر علم کا شرف ہوتا ہے اسی قدر اس کی لذت بھی ہوتی ہے اور علم کا شرف معلوم کے شرف کے اندازے سے ہوتا ہے حتیٰ کہ جو شخص لوگوں کے باطنی احوال کو جانتا اور اس کی خبر دیتا ہے وہ اس میں لذت محسوس کرتا ہے اور اگر اسے ان باتوں کا علم نہ ہو تو جستجو کرتا ہے۔ رئیس شہر کے باطنی حالات اور ریاست کے سلسلے میں اس کی تدبیر کے اسرار کا علم اس کے نزدیک کاشتکار یا جولاہے کے باطنی حالات جاننے کی نسبت زیادہ لذت رکھتا ہے اور نہایت عمدہ ہوتا ہے۔

پس اگر وہ وزیر کے اسرار اور تدبیر نیز جن امور وزارت کا وہ عزم رکھتا ہے ان پر مطلع ہو جائے تو رئیس کے اسرار جاننے کی نسبت اس میں زیادہ لذت محسوس کرتا ہے اور بادشاہ کے احوال باطنی سے خبردار ہو جو وزیر سے بھی بڑھ کر ہے تو وزیر کے اسرار باطنی کی نسبت یہ بات زیادہ اچھی لگے گی اور اس پر تعریف اور اس کی حرص اور بحث کا زیادہ خواہاں ہوگا اور اس کی چاہت بھی زیادہ ہوگی کیوں کہ اس میں لذت بہت زیادہ ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ جو معارف اشرف ہیں وہ لذیذ تر ہیں اور ان کا شرف معلوم چیز کے اعتبار سے ہوتا ہے اگر معلومات میں ایسی چیز ہو جو نہایت بزرگی و کمال کی حامل ہے اور اشرف و اعظم ہے تو اس کا علم لامحالہ لذیذ ترین، نہایت شرف کا حامل اور بہت اچھا ہوگا۔

تو کیا کسی چیز کا وجود اس ذات سے ارفع و اعلیٰ، اشرف و اکمل اور اعظم ہو سکتا ہے جو تمام اشیاء کا خالق ہے

ان کی تکمیل کرنے والا ان کو زینت دینے والا، ان کا آغاز کرنے والا اور دوبارہ وجود میں لانے والا نیز ان کی تدبیر اور ترتیب کرنے والا ہے۔

اور کیا اس بات کا تصور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ جس کے جلال کے مبادی اور عجائب احوال کا احاطہ وصف بیان کرنے والے نہیں کر سکتے، ملک، کمال، جمال اور خوبصورتی میں اس جیسا کوئی دربار ہو سکتا ہے! پس اگر تجھے اس بات میں شک نہیں تو اس بات میں بھی شک نہیں ہونا چاہیئے کہ اسرار ربوبیت پر اطلاع اور تمام موجودات کا احاطہ کرنے والے امور کی ترتیب کا علم تمام قسم کے معارف اور اطلاعات سے زیادہ لذیذ، زیادہ اچھا اور من پسند ہے یہ واقفیت ایسی ہے کہ جب نفس اس سے متصف ہو تو اس کو اپنے کمال وجمال کو سمجھنا زیادہ مناسب ہے اور اس پر زیادہ خوش ہونا، اور اس سے راحت پانا بھی زیادہ مناسب ہے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ علم لذیذ ہوتا ہے اور سب سے زیادہ لذیذ علم اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کے افعال نیز عرش کی انتہا سے زمین کے نیچے تک مملکت میں اس کی تدبیر کا علم ہے پس یہ بات جاننا زیادہ مناسب ہے کہ معرفت کی لذت تمام لذتوں سے زیادہ قوی ہے یعنی خواہش، غصے اور حواس خمسہ کی تمام لذتوں سے زیادہ لذیذ ہے پہلے تو لذتوں کی اقسام مختلف ہیں جیسے جماع کی لذت سماع کی لذت کے خلاف ہے اور ریاست واقتدار کی لذت اور لذت معرفت میں اختلاف ہے دوسری بات یہ ہے کہ قوت وضعف کے اعتبار سے بھی لذتوں میں فرق ہے جیسے شہوت رکھنے والے حریص کو جماع سے جو لذت حاصل ہوتی ہے کم شہوت والے کو حاصل ہونے والی لذت کے خلاف ہے اسی طرح خوبصورت آدمی جو حسن وجمال میں فوقیت رکھتا ہے اس کی طرف دیکھنے اور اس سے کم حسن والے کو دیکھنے میں فرق ہے۔

لذت کی قوت کو اس طرح پہچانا جاتا ہے کہ اسے دوسروں پر ترجیح دی جاتی ہے اگر کسی شخص کو اچھی صورت دیکھنے اور اس کا مشاہدہ کرنے اور اچھی خوشبوئیں سونگھنے کے درمیان اختیار دیا جائے اور وہ اچھی صورت دیکھنے کو اختیار کرے تو معلوم ہوگا کہ اس کے نزدیک یہ عمل اچھی خوشبو سونگھنے سے زیادہ لذیذ ہے۔ اسی طرح جب کھانے کے وقت کھانا حاضر ہو اور شطرنج کھیلنے والا، کھیلنے میں ہی مصروف رہے اور کھانا نہ کھائے تو معلوم ہوگا کہ اس کے نزدیک شطرنج کے غلبہ کی لذت کھانے کی لذت سے زیادہ قوی ہے۔ تو لذتوں کی ترجیح معلوم کرنے کے سلسلے میں یہ سچا معیار ہے اب ہم اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہوئے کہتے ہیں کہ لذتیں ظاہری بھی ہوتی ہیں جس طرح حواس خمسہ کی لذت اور باطنی بھی ہوتی ہیں جس طرح حکومت غلبے، کرامت اور علم وغیرہ کی لذت، کیوں کہ یہ لذتیں آنکھ ناک، کان اور چھونے کی لذتیں نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا چکھنے کے ساتھ تعلق ہے اور ارباب کمال پر ظاہری لذتوں کے مقابلے میں باطنی معانی زیادہ غالب ہوتے ہیں۔

اگر کسی شخص کو اختیار دیا جائے کہ وہ موٹے تازہ مرغ اور حریرے کی لذت حاصل کرے یا ریاست، دشمنوں پر غلبے اور بلندی کا درجہ پانے سے لطف اندوز ہو تو اگر اس کی ہمت خسیس ہے دل مردہ اور حرص ولالچ کا شکار ہے تو وہ گوشت

اور حلوے کو اختیار کرے گا اگر اس کی ہمت زیادہ اور عقل کامل ہے تو ریاست کو اختیار کرے گا اور اس کے لیے بھوکا رہنا اور کئی دن تک ضروری غذا سے صبر کرنا آسان ہو گا پس اس شخص کا ریاست کو اختیار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے نزدیک اس بات کی لذت اچھے کھانوں کی لذت سے زیادہ ہے۔

ہاں جو شخص ناقص ہو یعنی ابھی اس کے باطنی معانی پایۂ تکمیل کو نہ پہنچے ہوں جیسے بچہ ہے یا جس کی باطنی قوی مر چکے ہیں جس طرح کم عقل ہے تو بعید نہیں کہ وہ لذتِ ریاست پر کھانوں کی لذت کو ترجیح دے تو جس طرح اس شخص کے لیے جو بچپن اور کم عقلی سے نکل چکا ہو اس پر ریاست اور کرامت کی لذت تمام لذتوں سے غالب ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے دربارِ ربوبیت کے جمال کا مطالعہ اور امورِ الٰہیہ کے اسرار کی طرف نظر کرنا ریاست سے زیادہ لذیذ ہے جو مخلوق پر غالب لذتوں میں سے سب سے اعلیٰ ہے۔ تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ کوئی نفس اس بات کو نہیں جانتا کہ اس کے لیے کیا چیز یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ اور ان کے لیے وہ کچھ تیار کیا گیا جسے نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا۔ اور یہ لذت اسے ہی معلوم ہو گی جو دونوں لذتوں کو چکھے وہ یقیناً تنہائی، تجرد اور فکر و ذکر کو ترجیح دے گا اور معرفت کے سمندر میں غوطہ زن ہو گا اور ریاست کو ترک کر دے گا اور مخلوق کی ریاست کو حقیر جانے گا کیوں کہ اسے معلوم ہے کہ یہ ریاست بھی فنا ہو گی اور جن لوگوں پر ریاست و حکومت ہے وہ بھی دنیا سے چلے گئے اور اس میں طرح طرح کی خرابیاں ہیں جن سے اس کا خالی ہونا متصور نہیں ہو سکتا اور موت پر اس کا خاتمہ لازماً ہو گا جس کا آنا یقینی ہے جیسے زمین جب اپنے سنگھار پکڑتی ہے اور مزین ہو جاتی ہے اور اس کے مالک خیال کرتے ہیں کہ وہ اس پر قادر ہیں۔ (تو رات یا دن کو ہمارا حکم آتا ہے تو اسے اس طرح کٹا ہوا کر دیتا ہے کہ گویا کل وہ تھی ہی نہیں)

پس وہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی صفات و افعال کے مطالعہ اور اعلیٰ علیین سے اسفل السافلین تک اس کے نظام مملکت کی لذت کو بڑا جانے گا کیوں کہ اس میں نہ کوئی مزاحمت ہے اور نہ ہی کوئی خرابی وہ وہاں جانے والوں کے لیے وسیع ہے اور بڑی ہونے کی وجہ سے اس میں تنگی نہیں اس کی چوڑائی تو آسمانوں اور زمین کی چوڑائی جیسی ہے لیکن جب ان حدود سے بڑھ جائیں تو اس کی چوڑائی کی کوئی انتہا نہیں پس عارف اس کے مطالعہ کی وجہ سے ہمیشہ ایسی جنت میں رہتا ہے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے وہ اس کے باغ سے لطف اندوز ہوتا ہے اس کے پھل چنتا ہے اور اس کے حوضوں سے پانی پیتا ہے نیز وہ اس کے ختم ہونے سے بے خوف ہوتا ہے کیوں کہ جنت کے پھل نہ تو ختم ہونے والے ہیں اور نہ ان سے روکا جائے گا۔

پھر یہ کہ یہ ابدی ہیں موت سے ختم نہیں ہوتے کیوں کہ موت محلِ معرفت کو ختم نہیں کرتی اور اس (معرفت) کا محل روح ہے جو امرِ ربانی آسمانی ہے موت اس کے احوال میں تبدیلی پیدا کرتی ہے اور اس کے مشاغل اور رکاوٹوں کو ختم

کرکے اسے قید سے آزاد کرتی ہے۔ اسے مٹاتی نہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ۔ (۱)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید کئے جائیں انہیں مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں انہیں ان کے رب کے ہاں رزق دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں جو اپنا فضل عطا کیا اس پر وہ خوش ہوتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں ان لوگوں سے جو ان کے بعد ان سے آکر نہیں ملے۔

اور تمہیں یہ گمان نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ اعزاز ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو میدان جنگ میں قتل ہو جاتے ہیں کیونکہ عارف کو ہر سانس میں ایک ہزار شہید کا درجہ ملتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ شہید آخرت میں تمنا کرے گا کہ اسے دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے پھر وہ دوبارہ شہید ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے بہت بڑا ثواب ملے گا اور شہید تمنا کریں گے کہ کاش وہ علماء (عارفین) ہوتے کیوں کہ وہ دیکھیں گے کہ علماء کا بہت بلند مرتبہ ہے (۲)

تو آسمانوں اور زمین کے تمام کنارے عارف کا میدان ہے وہ جس جگہ چاہے جائے لیکن اسے اپنے جسم کے ساتھ حرکت کی ضرورت نہیں پس وہ جنت میں جس کی چوڑائی تمام آسمان اور زمین ہے جمالِ ملکوت کے مطالعہ میں ہوتا ہے اور ہر عارف کا یہی حال ہوگا ایک دوسرے کی وجہ سے تنگی نہیں ہوگی ہاں یہ کہ جس قدر کسی کی معرفت زیادہ ہوگی اسی قدر اس کے لیے وسعت زیادہ ہوگی اور یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں درجات ہیں اور ان کے درجات کے درمیان فرق کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔

پس ظاہر ہوا کہ ریاست کی لذت جو باطنی ہے اصحابِ کمال میں اس کی قوت تمام حواس کی قوت سے زیادہ ہے اور یہ لذت جانوروں، بچوں اور کم عقل لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی اور اربابِ کمال کو اس لذتِ ریاست کے ساتھ ساتھ محسوسات اور خواہشات کی لذت بھی حاصل ہوتی ہے لیکن وہ ریاستِ باطنی کو ترجیح دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کی صفات و افعال، ملکوت سماوی اور اسرار سلطنت کی معرفت کی لذت کا ریاست کی لذت سے زیادہ ہونا ان لوگوں کی معرفت کے ساتھ خاص ہے جو معرفت کے مرتبے تک پہنچیں اور اس کو چکھیں۔

اور جس آدمی کا دل نہ ہو اس کے لیے یہ معرفت ثابت کرنا ممکن نہیں کیوں کہ اس قوت کا مرکز دل ہے جس طرح بچوں کے نزدیک گیند سے کھیلنے کی لذت کے مقابلے میں جماع کی لذت کو ترجیح نہیں ہوتی اور نہ ہی نامرد عطر سونگھنے کے مقابلے

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ آل عمران ۱۶۹، ۱۷۰

(۲) صحیح بخاری جلد اول ص ۳۹۵ یہ الفاظ نہیں کہ شہداء اس بات کی تمنا کریں گے کہ وہ علماء ہوں ۱۲ رب نواز

ہیں جماع کو ترجیح دیتا ہے کیوں کہ ان دونوں (بچے اور نامرد) کے پاس وہ قوت نہیں جس کے ذریعے اس لذت کا ادراک ہوتا ہے لیکن جو شخص نامردی کی آفت سے محفوظ ہو اور اس کی سونگھنے کی حس بھی صحیح سالم ہو وہ دونوں لذتوں کے درمیان فرق محسوس کرتا ہے اب اس صورت میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ جس نے چکھا اسے پہچان حاصل ہوئی۔

علوم کو طلب کرنے والے اگرچہ امور الٰہیہ کی معرفت کے درپے نہیں ہوتے لیکن جب ان کے سامنے مشکل مسائل حل ہوتے ہیں اور مشبہات دُور ہوتے ہیں جن کی طلب کے وہ حریص ہوتے ہیں تو یہ بھی معارف وعلوم ہیں اگرچہ ان کی معلومات کو وہ شرف حاصل نہیں جو معلوماتِ الٰہیہ کو حاصل ہے۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی معرفت میں خوب غور و فکر کرتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی سلطنت کے اسرار منکشف ہوتے ہیں اگرچہ کچھ کم معرفت ہی کیوں نہ ہو اس کشف کے وقت اس کے دل میں اس قدر خوشی ہوتی ہے کہ اس کا دل اُڑا جاتا ہے اور اسے اپنے نفس پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ ثابت قدم رہا اور فرحت و سرور کی قوت کو اٹھایا اور یہ بات ذوق کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اس کا بیان اتنا زیادہ فائدہ نہیں دیتا۔

اس قدر بیان سے تمہیں آگاہی حاصل ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سب سے زیادہ لذیذ ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی لذت نہیں اسی لئے حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کو جہنم کا خوف اور جنت کی امید اللہ تعالیٰ کی ذات سے غافل نہیں کر سکتی تو دنیا کس طرح ان کو اللہ تعالیٰ سے بے خبر کر سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کے بعض احباب نے ان سے کہا اے ابو محفوظ! کس چیز نے آپ کو عبادت کی ترغیب دی اور مخلوق سے الگ کیا؟ آپ نے خاموشی اختیار کی، اس نے کہا موت کے ذکر نے؟ آپ نے فرمایا موت کیا چیز ہے؟ اس نے پوچھا قبر اور برزخ کے ذکر نے؟ آپ نے فرمایا قبر کیا چیز ہے، پوچھا جہنم کے خوف اور جنت کی امید نے؟ فرمایا یہ کیا چیزیں نہیں یہ سب کچھ ایک بادشاہ کے قبضے میں ہے اگر تم اس سے محبت کرو تو یہ سب کچھ تمہیں بھول جائے گا اور اگر تمہارے اور اس کے درمیان معرفت ہو تو وہ تمہیں ان چیزوں سے کفایت کرے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خبروں میں ہے (آپ نے فرمایا) جب تم کسی نوجوان کو اللہ تعالیٰ کی طلب میں مشغول دیکھو تو جان لو کہ اس نے اسے سب چیزوں سے غافل کر دیا ہے۔

کسی بزرگ نے حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا ابو نصر تمار اور عبدالوہاب وراق کا کیا حال ہے؟ فرمایا میں نے اس وقت ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھاتے پیتے چھوڑا ہے میں نے پوچھا اور آپ؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ میں نے کھانے پینے میں زیادہ رغبت نہیں رکھی تو اس نے مجھے اپنا دیدار نصیب فرمایا۔

حضرت علی بن موفق رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں جنت میں داخل ہوتا ہوں میں نے ایک

شخص کو دیکھا وہ دستر خوان کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور دو فرشتے اس کے دائیں بائیں اس کے منہ میں تمام اچھے کھانوں کے لقمے ڈال رہے ہیں اور وہ کھا رہا ہے اور میں نے ایک دوسرے شخص کو جنت کے دروازے پر کھڑا دیکھا جو لوگوں کے چہروں کو دیکھ دیکھ کر بعض کو اندر جانے دیتا ہے اور بعض کو واپس کر دیتا ہے، فرماتے ہیں پھر میں ان سے آگے بڑھ کر حظیرۃ قدس (جنت) کی طرف گیا تو عرش کے خیموں میں ایک شخص کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف نظر لگائے دیکھ رہا ہے ادھر اُدھر نہیں دیکھتا میں نے رضوان فرشتے سے پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ نے فرمایا اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی عبادت جہنم کے خوف اور جنت کے شوق سے نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے اس کو اپنے دیدار کی اجازت دے دی کہا گیا ہے کہ دوسرے دونوں شخص حضرت بشر بن حارث اور حضرت احمد بن حنبل رحمہما اللہ تھے۔

اسی لیے حضرت ابو سلیمان رحمہ اللہ نے فرمایا جو شخص آج اپنے نفس میں مشغول ہوگا وہ کل بھی اپنے نفس میں مشغول ہوگا اور جو آج اپنے رب کے ساتھ مشغول رہے گا وہ کل بھی اپنے رب کے ساتھ مشغول رہے گا۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے حضرت رابعہ رحمہا اللہ سے پوچھا کہ آپ کے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت جہنم کے خوف اور جنت کی محبت میں نہیں کی کہ میرا حال برے مزدور کی طرح ہوتا بلکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق میں عبادت کی ہے اور انہوں نے محبت کے معنیٰ میں کچھ اشعار فرمائے۔

اُحِبُّكَ حُبَّيْنِ حُبَّ الْهَوٰى	میں نے تجھ سے دو وجہ سے محبت کی ایک عشق کی وجہ
وَحُبًّا لِاَنَّكَ اَهْلٌ لِذَاكَا	سے اور دوسری بات یہ کہ تو محبت کے لائق ہے
فَاَمَّا الَّذِيْ هُوَ حُبُّ الْهَوٰى	پس وہ جو عشق کے باعث محبت ہے تو میں دوسروں
فَشُغْلِيْ بِذِكْرِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ	کو چھوڑ کر صرف تیرے ذکر میں مشغول ہوں اور وہ محبت
وَاَمَّا الَّذِيْ اَنْتَ اَهْلٌ لَّهٗ	کہ تو اس کا اہل ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے
فَكَشْفُكَ لِيَ الْحُجُبَ حَتّٰى اَرَاكَ	پردے کھول دیئے حتیٰ کہ میں تجھے دیکھتی ہوں پس اس
فَلَا الْحَمْدُ فِيْ ذَا وَلَا ذَاكَ لِيْ	میں تعریف ہو یا اس میں وہ میرے لیے نہیں بلکہ سب
وَلٰكِنْ لَّكَ الْحَمْدُ فِيْ ذَا وَذَا مَا	تعریف تیرے لیے ہے۔

شاید انہوں نے عشق کی محبت سے اللہ تعالیٰ کی وہ محبت مراد لی ہو جو دنیا میں ملنے والے اس کے انعامات اور احسان کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ اور جس محبت کا وہ اہل ہے اس سے مراد وہ محبت ہے جو اس کے جلال و جمال کی وجہ سے ہے جو اس نے حضرت رابعہ رحمہا اللہ کے لیے منکشف فرمایا اور یہ محبت، دونوں محبتوں میں سے اعلیٰ اور زیادہ مضبوط ہے اور مطالعۂ جمالِ ربوبیت کی لذت وہ ہے جس کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشادِ گرامی میں اشارہ فرمایا

آپ نے اللہ تعالیٰ سے نقل فرمایا کہ وہ ارشاد فرماتا ہے۔

أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ۔ (۱)

میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا۔

اور اگر کسی شخص کا دل انتہائی درجہ کا صاف ہو تو ان میں سے بعض لذتیں اسے دنیا میں ہی مل جاتی ہیں اسی سبب بعض بزرگوں نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں اے میرے رب اے اللہ! تو میں اس بات کو اپنے دل پر پہاڑ سے زیادہ وزنی پاتا ہوں کیوں کہ پکارنا پردے کی آڑ سے ہوتا ہے اور کبھی تم نے دیکھا کہ کوئی شخص اپنے ہمنشین کو پکارتا ہو اور یہ بھی ان کا قول ہے کہ جب کوئی شخص اس علم میں انتہا کو پہنچتا ہے تو لوگ اسے پتھروں سے مارتے ہیں یعنی اس کا کلام ان کی عقلوں کی حد سے باہر نکل جاتا ہے اور وہ اس کی بات کو پاگل پن یا کفر قرار دیتے ہیں پس تمام عارفین کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ تک پہنچنا اور اس سے ملاقات کرنا ہے اور یہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہے جس کے بارے میں کوئی نفس نہیں جانتا کہ اس کے لیے کیا چیز چھپا کر رکھی گئی ہے اور جب یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے تو تمام ارادے اور خواہشات مٹ جاتی ہیں اور اس کا دل اس کی نعمتوں میں مشغول ہو جاتا ہے پس اگر اسے جہنم میں ڈالا جائے تو اس استغراق کی وجہ سے اسے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی اور اگر جنت کی نعمتیں اس کے سامنے پیش کی جائیں تو اس نعمت کی وجہ سے وہ ان نعمتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا کیوں کہ وہ اس انتہا کو پہنچ چکا ہے کہ اس سے اوپر کوئی لذت نہیں۔

معلوم وہ لوگ جو صرف محسوسات کی محبت کو ہی جانتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کی لذت پر کس طرح ایمان رکھتے ہیں حالانکہ اس کی کوئی صورت اور شکل نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے جو وعدہ کیا اور بتایا کہ یہ سب سے بڑی نعمت ہے تو اس کا کیا مطلب ہوگا بلکہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل ہوتی ہے وہ اس بات کو بھی جانتا ہے کہ مختلف خواہشات کے تحت جو متفرق لذتیں ہیں وہ سب اس لذت کے تحت داخل ہیں جیسا کہ بعض شعراء نے فرمایا۔

كَانَتْ لِقَلْبِي أَهْوَاءٌ مُفَرَّقَةٌ
فَاسْتَجْمَعَتْ مُذْ رَأَتْكَ الْعَيْنُ أَهْوَائِي
فَصَارَ يَحْسُدُنِي مَنْ كُنْتُ أَحْسُدُهُ
وَصِرْتُ مَوْلَى الْوَرَى مُذْ صِرْتَ مَوْلَائِي
تَرَكْتُ لِلنَّاسِ دُنْيَاهُمْ وَدِينَهُمْ
شُغْلًا بِذِكْرِكَ يَا دِينِي وَدُنْيَائِي

میرے دل میں متفرق و مختلف خواہشات تھیں لیکن جب تجھے دیکھا تو تمام خواہشات جمع ہو گئیں۔ پس جس پر میں رشک کرتا تھا وہ مجھ پر رشک کرنے لگا اور جب سے میں نے تجھے اپنا مولا بنایا میں نوکروں کا آقا بن گیا میں نے تیرے ذکر میں مشغول ہو کر لوگوں کی دنیا اور دین کو ان کے لیے چھوڑ دیا اے میرے دین اور اے میری دنیا۔

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۴۳۸ مرویات ابوہریرہ

اسی لیے کسی دوسرے شاعر نے فرمایا۔

وَهِجْرُهُ أَعْظَمُ مِنَ النَّارِ	اور اس (اللہ تعالیٰ) کو چھوڑنا جہنم سے بھی بڑا عذاب ہے
وَوَصْلُهُ أَطْيَبُ مِنْ جَنَّةٍ	اور اس کا وصال جنت سے بھی زیادہ اچھا ہے۔

ان لوگوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے حاصل ہونے والی قلبی لذت کو کھانے، پینے اور نکاح کی لذت پر ترجیح دی جائے کیوں کہ جنت وہ مقام ہے جہاں حواس کو نفع حاصل ہوگا اور دل کی لذت صرف اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہی ہے۔

اور لذتوں کے سلسلے میں مخلوق کے حالات کو یوں سمجھیں کہ بچے کے لیے اس کی پہلی حرکت اور سمجھ حاصل ہونے کی صورت میں ایک ایسی قوت پیدا ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ کھیل کود میں لذت محسوس کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے نزدیک کھیل کود کی لذت تمام اشیاء کی لذت سے زیادہ ہوتی ہے پھر زینت، لباس پہننے، جانوروں پر سوار ہونے وغیرہ کی لذت آتی ہے تو کھیل کی لذت کو حقیر جاننے لگتا ہے پھر جماع اور عورتوں کی خواہش کی لذت پیدا ہوتی ہے تو وہ ان تک پہنچنے کے لیے پہلی تمام لذتوں کو چھوڑ دیتا ہے پھر اقتدار، بلند مرتبہ اور کثرتِ مال کی لذت ظاہر ہوتی ہے اور یہ دنیوی لذتوں میں سے آخری سب سے بلند اور مضبوط ترین لذت ہے۔

جیسے ارشاد خداوندی ہے۔

اِعْلَمُوا اِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ۔ (۱)	بے شک دنیا کی زندگی کھیل کود زینت، باہمی فخر اور کثرتِ مال کی تلاش ہے۔

پھر ایک اور قوت ظاہر ہوتی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے افعال کی معرفت حاصل ہوتی ہے اب اس صورت میں پہلے کی تمام لذتیں حقیر نظر آتی ہیں پس ہر پچھلی لذت، پہلی لذت کے مقابلے میں زیادہ قوی ہوتی ہے اور یہ سب سے آخری لذت ہے کیوں کہ کھیل کود کی لذت سمجھ بوجھ آنے کی عمر میں ہوتی ہے، عورتوں اور زینت کی محبت بلوغت کی عمر میں، اقتدار کی محبت بیس سال کے بعد اور علوم کی محبت چالیس سال کی عمر کے قریب ہوتی ہے اور یہ انتہائی درجہ ہے اور جس طرح بچہ اس شخص پر ہنستا ہے جو کھیلتا نہیں اور عورتوں سے میل جول اور ریاست کی طلب میں مشغول ہوتا ہے اسی طرح رئیس لوگ ان لوگوں پر ہنستے ہیں جو ریاست کی طلب ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مشغول ہوتے ہیں اور عارفین کہتے ہیں کہ اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم بھی تم پر ہنسیں گے جیسا کہ تم ہنستے ہو پس عنقریب تم جان لو گے۔

---

(۱) قرآن مجید سورۃ الحدید آیت ۲۰

فصل نمبر ۵ :

معرفت دنیوی کی نسبت آخرت میں لذت دیدار کے زیادہ ہونے کا سبب

واضح ہو کہ مدرکات دو قسم کے ہیں ایک وہ جو خیال میں آتے ہیں جس طرح خیالی صورتیں اور رنگ برنگ کے حیوانات جو مختلف شکلیں رکھتے ہیں دوسری قسم ان مدرکات کی ہے جو خیال میں نہیں آسکتے جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اور وہ اشیاء جن کا جسم نہیں ہوتا مثلاً علم، قدرت اور ارادہ وغیرہ جو شخص کسی انسان کو دیکھ کر اپنی آنکھ کو بند کر دے وہ اس کی صورت کو اپنے خیال میں پاتا ہے گویا وہ اس کی طرف دیکھ رہا ہے لیکن جب آنکھ کھول کر اسے دیکھتا ہے تو اس کو دونوں کے درمیان فرق کا ادراک ہوتا ہے اور یہ فرق دونوں صورتوں کے درمیان اختلاف کی شکل میں نہیں ہوتا کیوں کہ دکھائی دینے والی صورت خیال میں آنے والی صورت کے موافق ہوتی ہے فرق صرف زیادہ واضح ہونے اور کشف کے اعتبار سے ہوتا ہے کیوں کہ جو صورت دکھائی دے رہی ہے اس کا کشف زیادہ ہوتا ہے اور وہ زیادہ واضح ہوتی ہے اور یہ اس شخص کی طرح ہے جو دن کی روشنی پھیلنے سے پہلے صبح کی سفیدی میں دیکھا جائے اور پھر مکمل روشنی کے وقت دکھائی دے تو دونوں حالتوں میں فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ ایک میں وہ شکل زیادہ واضح ہوتی ہے۔

تو نتیجہ یہ ہوا کہ خیال، ادراک کا آغاز ہے اور دیکھنا اس ادراکِ خیال کی تکمیل ہے اور یہ کشف کی انتہا ہے اسی لیے اس کو رؤیت (دیکھنا) کہا جاتا ہے اس لیے نہیں کہ اس کا آنکھ سے تعلق ہے۔ بلکہ اگر اللہ تعالیٰ اس کامل مکشوف ادراک کو پیشانی یا سینے میں رکھ دیتا ہے تو اسے بھی رؤیت (دیکھنا) ہے کہا جاتا۔

جب خیال میں آنے والی چیزوں کے بارے میں تم یہ بات سمجھ گئے تو جان لو کہ جو معلومات خیال میں متشکل نہیں ہوتیں ان کی معرفت و ادراک کے دو درجے ہیں ایک پہلا درجہ ہے اور دوسرا درجہ اس کی تکمیل ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان کشف کی زیادتی کے حوالے سے اسی قدر تفاوت ہے جس قدر خیال میں آنے والی اور دیکھی جانے والی چیز کے درمیان فرق ہے تو دوسری صورت کو پہلی کے مقابلے میں مشاہدہ، لقاء اور رؤیت کہا جاتا ہے اور یہ نام رکھنا حق ہے۔ کیوں کہ رؤیت (دیکھنے) کو رؤیت اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں کشف زیادہ ہوتا ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ جاری فرمایا کہ آنکھوں کی پلکیں ملاتے سے پوری طرح دکھائی نہیں دیتا آنکھ اور دکھائی دینے والی چیز کے درمیان پردہ باقی رہتا ہے اور دیکھنے کے لیے اس پردے کا اٹھنا ضروری ہے اور جب تک یہ پردہ نہ اٹھے حاصل ہونے والا ادراک محض خیال ہوگا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے جاری کردہ طریقے کا مقتضیٰ یہ بھی ہے کہ جب تک نفس بدنی عوارض اور خواہشات کے تقاضوں کے پردے میں ہوتا ہے اور جب تک اس پر بشری صفات کا غلبہ رہتا ہے اس وقت تک خیال سے خارج معلومات کے سلسلے میں وہ مشاہدے اور لقاء تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ یہ زندگی (دنیوی زندگی) رؤیت سے حجاب ہے جس طرح پلکوں کا حجاب، آنکھوں

سے دیکھنے کے سلسلے میں رکاوٹ ہے اور اس زندگی کے حجاب ہونے کے سلسلے میں گفتگو بہت طویل ہے جو اس علم کے لائق نہیں ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔

لَنْ تَرَانِیْ (۱) آپ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔

نیز ارشاد فرمایا۔

لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ۔ (۲) آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔

یعنی دنیا میں آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں اور صحیح بات یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا (۳)

نوٹ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر علماء کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کی زیارت کی ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا وہ نورانی ہے (نور ہے) اور اس کے راوی صحیح احادیث کے راوی ہیں۔ تفصیل کے لیے اتحاف السادۃ المتقین جلد ۹ ص ۵۸۰ دیکھئے۔ (۱۲ ہزاروی)

پس جب موت کی وجہ سے حجاب اٹھ جاتا ہے تو نفس دنیوی کدورتوں میں ملوث رہتا ہے وہ مکمل طور پر اس پر دور نہیں ہوتیں اگرچہ فرق ہوتا ہے بعض نفس ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر خباثت اور زنگ چڑھا رہتا ہے اور وہ اس شیشے کی طرح ہوتے ہیں جو ایک عرصہ تک زنگ آلود رہتا ہے اور اسی وجہ سے اس کا اصل جوہر ہی خراب ہو جاتا ہے اب صفائی اور دیگ مال ملنا اسے کوئی فائدہ نہیں دیتا یہ لوگ اپنے رب سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حجاب میں ہوتے ہیں ہم اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اور بعض نفس ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی کدورت زنگ اور مُہر کی حد تک نہیں پہنچتی اور وہ تزکیہ اور اصلاح کی قبولیت سے خارج نہیں ہوتے وہ جہنم پر صرف اس قدر پیش کیے جائیں گے کہ ان کا میل کچیل دُور ہو اور یہ کم از کم ایک لحظہ ہے اور مومنوں کے حق میں زیادہ سے زیادہ سات ہزار سال ہے جیسا کہ روایات میں آیا ہے (۴) اور اس عالم سے جو بھی نفس جاتا ہے اس پر کچھ نہ کچھ کدورت ہوتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ اعراف آیت ۱۴۳

(۲) قرآن مجید، سورہ انعام آیت ۱۰۳

(۳) صحیح مسلم جلد اول ص ۹۸ کتاب الایمان

(۴) کنز العمال جلد ۱۴ ص ۵۳۶ حدیث ۳۹۵۴۹

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا۔ (۱)

اور ہر ایک جہنم سے گزرنا ہے یہ تمہارے رب کا قطعی فیصلہ ہے پھر ہم ان لوگوں کو نجات دیں گے جو (ہم سے) ڈرتے ہیں اور ظالموں کو اس میں منہ کے بل چھوڑ دیں گے۔

تو ہر نفس کا جہنم سے گزرنا تو یقینی ہے لیکن وہاں سے بچ نکلنا یقینی نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ اس کی تطہیر و تزکیہ کو مکمل کر دے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھی ہوئی مدت پوری ہو جائے گی اور حساب و کتاب نیز پیشی سے متعلق جن باتوں کا شریعت نے وعدہ کیا ہے ان سے فراغت ہو جائے گی اور جنت کا استحقاق ثابت ہو جائے گا اور یہ وقت مبہم ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی اس پر مطلع نہیں ہے کیونکہ یہ قیامت کے بعد واقع ہوگا اور قیامت کا وقت مجہول ہے، تو اس وقت اس کی صفائی اور کدورتوں کو دور کرنے میں مشغولیت ہوگی کہ اس کے چہرے پر کوئی گرد و غبار نہیں چڑھے گی کیونکہ اس میں حق تعالیٰ کی تجلی ہوگی اور یہ اس طرح کی تجلی ہوگی کہ اس میں پہلا علم منکشف اور واضح ہوگا جس طرح تخیلات کی نسبت دیکھنے میں زیادہ ظہور ہوتا ہے اسی مشاہدہ اور تجلی کو رویت کہتے ہیں۔

تو رویت حق ہے بشرطیکہ اس سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ خیالی صورت کا خیال کسی جہت اور مکان کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے ذریعے اس کی تکمیل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اس تصور سے بلند و بالا ہے بلکہ جس طرح تم دنیا میں اسے ایسی حقیقت تامہ کے ساتھ پہچانتے ہو جس میں کوئی تخیل و تصور اور شکل و صورت نہیں ہوتی آخرت میں بھی اسی طرح دیکھوگے بلکہ میں کہتا ہوں کہ دنیا میں جو صورت حاصل ہوتی بعینہ وہ پایۂ تکمیل کو پہنچے گی اور اس میں کشف و ظہور درجۂ کمال کو پہنچے گا اور مشاہدہ کی صورت اختیار کرے گا۔ پس آخرت میں مشاہدہ اور دنیا میں علم کے درمیان اختلاف صرف کشف و ظہور کے زیادہ ہونے کا ہے جس طرح ہم نے خیال کی مثال کے سلسلے میں پہلے بیان کیا ہے پس جب اللہ تعالیٰ کی معرفت میں صورت اور جہت کو ثابت نہیں کیا جا سکتا تو اس معرفت کی تکمیل اور انتہائی کشف کے سلسلے میں بھی جہت اور صورت کا کوئی دخل نہیں ہے کیوں کہ دونوں ایک ہی ہیں صرف کشف کے زائد ہونے کا فرق ہے جس طرح دکھائی دینے والی صورت بعینہ خیالی صورت ہوتی ہے البتہ اس میں کشف زیادہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا۔ (۲)

ان کا نور ان کے آگے اور دائیں طرف دوڑتا ہوگا وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہمارے لیے ہمارے نور کو مکمل کر دے۔

---

(۱) قرآن مجید سورۂ مریم آیت ۷۱، ۷۲

(۲) قرآن مجید، سورۂ حدید آیت ۲۲

کیوں کہ نور کی کمیں کا مطلب کشف و ظہور کی زیادتی ہے یہی وجہ ہے کہ نظر و رؤیت کے درجے پر وہی لوگ پہنچیں گے جو دنیا میں عارف ہوں گے کیوں کہ معرفت ہی وہ بیج ہے جو قیامت کے دن مشاہدہ کی شکل میں بدل جائے گا جس طرح گٹھلی درخت کی شکل اختیار کرتی ہے اور دانہ کھیتی بن جاتا ہے تو جس شخص کی زمین میں گٹھلی نہ ہو اسے درخت کیسے حاصل ہوگا اور جو زمین میں بیج نہیں ڈالتا وہ کھیتی کس طرح کاٹے گا پس اسی طرح جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں کرتا وہ آخرت میں اس کے دیدار سے کیسے مشرف ہوگا۔

پس جب معرفت کے مختلف درجات ہیں تو تجلی کے درجات میں بھی اختلاف ہے تو معارف کی نسبت سے تجلی میں اختلاف اسی طرح ہے جیسے مختلف قسم کے بیج مختلف قسم کی فصل دیتے ہیں کیوں کہ ان کے درمیان کثرت قلت، حسن، قوت اور کمزوری کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ اللهَ يَتَجَلَّى لِلنَّاسِ عَامَّةً وَلِأَبِي بَكْرٍ خَاصَّةً۔ (1)

بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے عمومی طور پر اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے خصوصی طور پر تجلی فرماتا ہے۔

لہٰذا یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ جو لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کم درجہ میں ہیں ان کو مشاہدے اور دیکھنے کی وہی لذت حاصل ہوگی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی بلکہ وہ اس کا سوواں حصہ پائیں گے اگر دنیا میں ان کی معرفت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معرفت کا سوواں حصہ ہو۔ پس جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سِر معرفت میں لوگوں سے افضل تھے اور یہ راز آپ کے سینہ مبارک میں جاگزیں تھا اس لیے آپ آخرت میں انفرادی تجلی کی فضیلت کے مستحق ہوئے۔

اور جس طرح تم دیکھتے ہو کہ دنیا میں بعض لوگ لذتِ ریاست کو کھانے اور نکاح کی لذت پر ترجیح دیتے ہیں اور تم یہ بھی دیکھتے ہو کہ بعض لوگ علم اور آسمانوں اور زمین کی سلطنتوں کے مشکل مقامات کے کشف اور تمام امور الٰہیہ کو ریاست نکاح، کھانے اور مشروب سب پر ترجیح دیتے ہیں اسی طرح آخرت میں ایک قوم ایسی ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی زیارت کو جنت کی نعمتوں پر ترجیح دیں گے۔ کیوں کہ جنت کی نعمتیں کھانے اور نکاح سے متعلق ہیں اور یہ لوگ وہی ہیں جن کا دنیوی حال ہم نے بیان کیا کہ وہ علم و معرفت اور اسرار ربوبیت پر اطلاع کو نکاح، کھانے اور مشروب کی لذت پر ترجیح دیتے ہیں حالاں کہ تمام مخلوق ان لذات میں مشغول ہے یہی وجہ ہے کہ جب حضرت رابعہ رحمہا اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ جنت کے بارے میں کیا کہتی ہیں؟ انہوں نے فرمایا "اَلْجَارُ ثُمَّ الدَّارُ" (پہلے صاحبِ خانہ اور پھر گھر) تو انہوں نے بیان کیا کہ ان کے دل میں جنت کی طرف نہیں بلکہ جنت کے رب کی طرف توجہ ہے۔

اور جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں رکھتا وہ آخرت میں اسے نہیں دیکھے گا اور جس شخص کو دنیا میں لذت، معرفت

---

(1) تاریخ بغداد جلد ۱۲ ص ۱۹ ترجمہ ۶۲۸۱

حاصل نہیں وہ آخرت میں لذت نظر نہیں پائے گا کیوں کہ جس شخص کو دنیا میں کسی چیز کا ساتھ حاصل نہ ہو آخرت میں اس کے لیے کوئی نئی بات نہیں ہوگی اور ہر آدمی وہی چیز کاٹے گا جو اس نے بویا ہوگا اور آدمی جس حالت پر فوت ہوتا ہے اسی پر اٹھایا جائے گا اور موت بھی اسی حالت میں آتی ہے جس پر وہ زندگی گزار رہا ہوتا ہے پس جس قدر معرفت لے کر جائے گا اسی قدر لذت پائے گا اور وہی معرفت مشاہدہ کی صورت اختیار کرے گی پس اس کی لذت اسی انداز میں دوبالا ہوگی جس طرح معشوق کی خیالی صورت رؤیت ومشاہدہ میں بدلتے وقت عاشق کو لذت حاصل ہوتی ہے یہ اس کی لذت کی انتہا ہے اور چوں کہ جنت میں ہر شخص کو من پسند چیز ملے گی پس جو شخص صرف اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خواہش رکھتا ہے اسے کسی اور عمل کی لذت حاصل نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات اس کی وجہ سے اذیت محسوس کرتا ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جنت کی نعمتیں اللہ تعالیٰ کی محبت کے اندازے پر ملیں گی اور محبتِ خداوندی اسی قدر ہوتی ہے جس قدر معرفت حاصل ہوتی ہے پس تمام سعادتوں کی اصل وہ معرفت ہے جسے شریعت ایمان سے تعبیر کرتی ہے۔

سوال:-

لذتِ دیدار کی نسبت اگر لذتِ معرفت کی طرف ہے تو وہ کم ہے اگرچہ وہ اس سے کئی گنا زیادہ ہو کیوں کہ دنیا میں معرفت کی لذت ضعیف ہوتی ہے پس اس کا دوگنا چوگنا ہونا ایسی حد کو نہیں پہنچائے گا جس کے سامنے جنت کی لذتیں حقیر معلوم ہوں۔

جواب:

لذتِ معرفت کو کم سمجھنا، معرفت سے خالی ہونے کی دلیل ہے پس جو شخص معرفت سے خالی ہو وہ اس کی لذت کو کیسے پائے گا اور اگر تھوڑی سی معرفت ہو اور اس کا دل دنیوی تعلقات سے بھرا ہوا ہو تو کس طرح اس کی لذت محسوس کرے گا پس عارفین اپنی معرفت، فکر اور اللہ تعالیٰ سے مناجات میں اس قدر لذت پاتے ہیں کہ اگر دنیا میں اس کے بدلے ان کے سامنے جنت کو پیش کیا جائے تو وہ اس کے بدلے میں جنت نہیں لیں گے پھر یہ لذت اپنے کمال کے باوجود دیدار اور مشاہدہ کی لذت سے کچھ نسبت نہیں رکھتی جس طرح معشوق کے تصور کی لذت کو اس کے دیکھنے سے کوئی نسبت نہیں ہوتی اور نہ ہی عمدہ اور پسندیدہ کھانوں کو سونگھنے کی لذت ان کے کھانے سے کچھ نسبت رکھتی ہے ہاتھ سے چھونے کو جماع کی لذت سے کوئی نسبت نہیں ہوتی اور ان دونوں میں فرق کو مثال بیان کیے بغیر ظاہر نہیں کیا جاسکتا پس ہم کہتے ہیں۔

دنیا میں معشوق کے چہرے کی طرف دیکھنے کی لذت کچھ اسباب کی بنیاد پر مختلف ہوتی ہے۔

پہلا سبب:

معشوق کے جمال کا کامل اور ناقص ہونا ہے کیوں کہ زیادہ خوبصورت کو دیکھنے میں لامحالہ لذت بھی زیادہ کامل ہوتی ہے

دوسرا سبب:

محبت، شہوت اور عشق کا قوی ہونا ہے پس جس شخص کا عشق زیادہ ہو اس کو حاصل ہونے والی لذت اور کمزور

محبت والے کو حاصل ہونے والی لذت میں فرق ہے۔

تیسرا سبب:

کمالِ ادراک ہے پس اگر کوئی شخص اپنے محبوب کو اندھیرے میں یا باریک پردے کے پیچھے سے یا دُور سے دیکھے تو یہ لذت قریب سے کسی پردے کے بغیر دیکھنے یا روشنی میں دیکھنے سے حاصل ہونے والی لذت جیسی نہیں ہے۔ اسی طرح برہنگی کی حالت میں اس کے ساتھ لیٹنے کی جو لذت ہے اس کے مقابلے میں وہ لذت کم ہوتی ہے جب دونوں کے درمیان کپڑا حائل ہو۔

چوتھا سبب:

دل کو پریشان کرنے والے تردّدات کا دُور ہونا ہے اور تندرست فارغ اور تنہائی میں محبوب کو دیکھنے والے کو جو لذت حاصل ہوتی ہے خوف زدہ یا بیمار یا تکلیف میں مبتلا شخص یا جس کا دل اہم امور میں مشغول ہو وہ اس قسم کی لذت حاصل نہیں کر سکتا فرض کیجئے ایک عاشق کا عشق ضعیف ہو وہ اپنے محبوب کو باریک پردے کے پیچھے سے دُور سے دیکھتا ہے کہ اس کی صورت کی ماہیت اچھی طرح واضح نہیں ہوتی اور مزید یہ کہ وہاں بچھو اور بھڑیں جمع ہیں جو اس کو کاٹتی اور اذیت پہنچاتی ہیں اور اس کے دل کو مشغول رکھتی ہیں تو وہ اس حالت میں بھی معشوق کے دل کو مشغول رکھتی ہیں تو وہ اس حالت میں بھی معشوق کے مشاہدہ سے کچھ نہ کچھ لذت حاصل کرتا ہے اب اگر اچانک ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ پردہ اُٹھ جائے اور روشنی زیادہ ہو جائے نیز موذی کیڑے مکوڑے بھی چلے جائیں اور وہ فارغ محفوظ ہو جائے اور شہوت قوی ہو جائے نیز عشق کا اس قدر ہجوم ہو کہ انتہائی درجہ تک پہنچ جائے تو دیکھو لذت کس طرح بڑھے گی حتیٰ کہ پہلی صورت اس کے مقابلے میں غیر معتبر ہو جائے گی، اسی طرح لذتِ معرفت کی نسبت سے لذتِ دیدار کو دیکھنا چاہیئے باریک پردہ بدنِ انسانی کی طرح ہے بچھو اور بھڑیں ان شہوتوں کی طرح ہیں جو انسان پر مسلط ہیں مثلاً بھوک، پیاس، غصہ اور غم وغیرہ، اور خواہش و محبت کی کمزوری اس بات کی مثال ہے کہ دنیا میں ملاء اعلیٰ کی طرف شوق میں کمی اور کوتاہی ہو اور وہ اسفل السافلین کی طرف متوجہ ہو جس طرح بچہ لذتِ ریاست کے ملاحظہ سے قاصر ہوتا ہے اور اس کی توجہ پرندوں سے کھیلنے کی طرف ہوتی ہے۔

عارف کی معرفت اگرچہ دنیا میں قوی ہو جائے پھر بھی وہ ان کدورتوں سے خالی نہیں ہوتی اور یہ تصور نہیں ہو سکتا کہ وہ ان باتوں سے خالی ہو ہاں بعض اوقات یہ موانع کسی صورت میں ضعیف ہوتے ہیں اور دائمی نہیں ہوتے پس جمالِ معرفت اس قدر چمکتا ہے کہ اس سے عقل حیران رہ جاتی ہے اور اس کی لذت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اس کی عظمت کی وجہ سے دل پھٹنے کے قریب ہو جاتا ہے لیکن یہ بجلی کی چمک کی طرح ہوتی ہے اور بہت کم ٹھہرتی ہے بلکہ اسے کچھ ایسے شغل اور افکار پیش آتے ہیں یہ بات ہمیشہ رہتی ہے اس لیے مرتے دم تک یہ لذت آلودہ رہتی ہے اور حیاتِ طیبہ موت کے بعد ہوتی ہے اور حقیقی عیش (اور زندگی) تو آخرت کی ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے۔

وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔ (۱)
اور اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے (کیا اچھا ہوتا) اگر تم جانتے۔

اور جو شخص اس مرتبے تک پہنچتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے پس وہ موت کو بھی پسند کرتا ہے اور اگر اسے برا جانتا ہے تو صرف اس وجہ سے کہ وہ موت سے پہلے تکمیل معرفت کا خواہاں ہوتا ہے کیوں کہ معرفت بیج کی طرح ہے اور معرفت کے سمندر کا کوئی کنارہ نہیں پس اللہ تعالیٰ کے جلال کی گہرائی تک رسائی محال ہے تو جب اللہ تعالیٰ، اس کی صفات و افعال اور اس کی مملکت کے اسرار کی معرفت زیادہ اور مضبوط ہوتی ہے تو آخرت کی نعمتیں بھی بڑھ جاتی ہیں اور عمدہ ہونے کا باعث ہے اور اس بیج کا حصول صرف دنیا میں ممکن ہے اور یہ کھیتی صرف دل کی زمین میں ہوتی ہے اور اسے آخرت میں کاٹا جاتا ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَفْضَلُ السَّعَادَاتِ طُوْلُ الْعُمْرِ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ۔ (۲)
سب سے اچھی سعادت طویل زندگی ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں گزرے۔

کیوں کہ معرفت کی تکمیل اور کثرت نیز اس کی وسعت اس وقت ہوتی ہے جب لمبی زندگی حاصل ہو اور دائمی فکر اور مجاہدہ نیز دنیوی تعلقات سے انقطاع اور طلب کے لیے گوشہ نشینی نصیب ہو اور ان کاموں کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔

پس جو شخص موت کو چاہتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو معرفت میں انتہائی مقام پر دیکھتا ہے جو اس کے لیے آسان کر دیا گیا اور جو شخص موت کو ناپسند کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ طویل عمر کے ذریعے مزید معرفت کی امید رکھتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ زیادہ عمر ملنے کی صورت میں جو قوت وہ حاصل کر سکتا ہے اس کی نسبت سے ابھی وہ کمی ہے پس اہل معرفت کے نزدیک موت کی چاہت اور ناپسندیدگی کی یہ وجہ ہے۔

جب کہ باقی لوگوں کی نظر دنیوی خواہشات تک محدود ہوتی ہے اگر ان کا حصول ممکن ہو تو وہ باقی رہنا پسند کرتے ہیں اور اگر خواہشات کے پورا ہونے میں تنگی محسوس کریں تو موت کی تمنا کرتے ہیں اور یہ سب باتیں محرومی اور خسارے کا باعث ہیں جن کی بنیاد جہالت اور غفلت ہے پس جہالت و غفلت ہر بدبختی کی جڑ ہے جب کہ علم و معرفت ہر قسم کی نیک بختی کی بنیاد ہیں۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس سے تمہیں محبت اور عشق کی پہچان ہو گئی کہ عشق محبت میں زیادتی کو کہتے ہیں نیز لذت معرفت کا مفہوم، رؤیت کا معنیٰ اور لذت رؤیت کا معنیٰ بھی معلوم ہو گیا نیز یہ بات بھی تم نے جان لی کہ عقل والوں اور

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ عنکبوت آیت ۶۴

(۲) کنز العمال جلد ۱۵ ص ۶۲۶ حدیث ۴۴۲۶۴

اہل کمال کے نزدیک لذتِ دیدار تمام لذتوں سے بڑھ کر ہے اگرچہ کم عقل لوگوں کے نزدیک یہ صورت نہ ہو جس طرح بچوں کے نزدیک کھانوں کے مقابلے میں ریاست کی لذت زیادہ نہیں ہوتی۔

سوال :

آخرت میں دیدار دل سے ہوگا یا آنکھ سے؟

جواب :-

اس سلسلے میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے اور اہل بصیرت اس اختلاف کی طرف دھیان نہیں دیتے بلکہ عقل مند آدمی کو پھل کھانے سے غرض ہوتی ہے پیڑ گننے سے نہیں اور جو شخص معشوق کو دیکھنے کی خواہش رکھتا ہے اس کا عشق اسے اس بات کو دیکھنے سے روکتا ہے کہ اس کا دیدار آنکھوں سے ہوگا یا پیشانی سے بلکہ وہ محض دیکھنے اور لذت کا قصد کرتا ہے چاہے وہ آنکھ سے ہو یا کسی دوسرے عضو سے، کیوں کہ آنکھ تو محل اور ظرف ہے نہ اس کی طرف نظر ہوتی ہے اور نہ اس کا کوئی فیصلہ ہوتا ہے۔

حق یہ ہے کہ قدرت ازلیہ وسیع ہے پس ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم اسے دو باتوں میں سے کسی ایک میں بند کر دیں یہ تو جواز کی صورت ہے تو دونوں جائز صورتوں میں سے آخرت میں کونسی واقع ہوگی تو یہ شارع سے سنے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی ہے۔ شرعی دلائل کی روشنی میں اہل سنت وجماعت کے لیے جو حق بات ظاہر ہوئی ہے وہ یہ کہ اس دیدار کی قوت آنکھ کو دی جائے گی[1] تاکہ لفظ رؤیت، نظر اور دوسرے تمام الفاظ جو شریعت میں آئے ہیں ان کو ظاہر پر محمول کیا جائے کیوں کہ ضرورت کے بغیر ظاہر الفاظ کو چھوڑنا جائز نہیں اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

فصل ۶ :

محبت خداوندی کو مضبوط کرنے والے اسباب

جان لو کہ آخرت میں سب سے زیادہ سعادت مند وہ شخص ہوگا جس کی اللہ تعالیٰ سے محبت زیادہ مضبوط ہوگی کیونکہ آخرت کا مطلب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری اور اس کی ملاقات کی سعادت حاصل کرنا ہے اور محب کے لیے محبوب کے پاس آنے سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے جب کہ وہ ایک عرصہ سے اس بات کا شوق رکھتا ہو اور اب وہ دائمی مشاہدے پر قادر ہو اور مشاہدہ بھی ایسا کہ اس میں کوئی خرابی، روک ٹوک اور رقابت نہ ہو اور نہ ہی اس کے ختم ہونے کا ڈر ہو البتہ یہ لذت قوتِ محبت کے اندازے پر ہوگی جب محبت میں اضافہ ہوگا تو لذت بھی بڑھے گی اور بندے کو اللہ تعالیٰ کی محبت دنیا میں حاصل ہوتی ہے اور اصلِ محبت مومن سے جدا نہیں ہوتی کیوں کہ اصل معرفت سے کوئی بھی خالی نہیں ہوتا البتہ محبت کا زیادہ ہونا اور غالب ہونا جسے عشق کہا جاتا ہے اکثر لوگ اس سے خالی ہوتے ہیں اور اس کے حصول کے دو سبب ہیں۔

پہلا سبب:

دنیا سے تعلق توڑنا اور غیر اللہ کی محبت کو دل سے نکال دینا کیوں کہ دل برتن کی مثل ہے جب تک اس سے پانی نہ نکلے اس میں سرکے کی گنجائش نہیں ہوتی ارشاد خداوندی ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ - (۱) اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے اندر دو دل نہیں رکھے۔

کمالِ محبت یہ ہے کہ پورے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے محبت کرے اور جب تک غیر کی طرف متوجہ رہے گا اس کے دل کا ایک زاویہ اللہ تعالیٰ کے غیر میں مشغول ہوگا اور جس قدر غیر میں مشغولیت ہوگی اسی قدر اللہ تعالیٰ سے محبت میں نقصان ہوگا۔ اور جس قدر برتن میں پانی ہوگا اسی قدر سرکہ کم ہوگا اور اسی فراغت ہوگا۔ اور جس قدر برتن میں پانی ہوگا اسی قدر سرکہ کم ہوگا اور اسی فراغت قلبی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا - (۲) بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر انہوں نے استقامت اختیار کی (ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں)

اور ارشاد فرمایا۔

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ - (۳) آپ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ (نے کتاب اتاری) ہے پھر ان کو ان کی بیہودگی میں کھیلتا ہوا چھوڑ دیں۔

بلکہ "لا الٰہ الا اللہ" کا معنیٰ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود و محبوب نہیں ہے کیوں کہ ہر محبوب، معبود ہوتا ہے اس لیے کہ عبد، مقید کو کہتے ہیں اور جس کا قیدی ہو وہی معبود ہوتا ہے اور ہر محب اپنے محبوب کی قید میں ہوتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ - (۴) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنایا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ احزاب آیت ۴

(۲) قرآن مجید، سورۂ انعام آیت ۹۱

(۳) قرآن مجید، سورۂ احقاف آیت ۱۳

(۴) قرآن مجید، سورۂ فرقان آیت ۴۳

اَبْغَضُ اِلٰہٍ عُبِدَ فِی الْاَرْضِ الْھَوٰی۔ (۱) سب سے بڑا معبود جس کی دنیا میں پوجا کی جائے وہ خواہش ہے۔

اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ (۲) جس شخص نے اخلاص کے ساتھ "لا الہ الا اللہ" پڑھا وہ جنت میں داخل ہوا۔

پس جس شخص کی یہ حالت ہو اس کے لیے دنیا قید خانہ ہے کیوں کہ یہ اس کے لیے مشاہدۂ محبوب کے راستے میں رکاوٹ ہے اور اس کی موت قید سے چھٹکارا اور محبوب کی طرف جانے کا باعث ہے پس جس شخص کا ایک ہی محبوب ہو اور اس کے لیے ایک طویل اشتیاق ہو پھر وہ قید خانے میں بند بھی ہو تو اب قید خانے سے چھوٹنا اور محبوب سے ملنے پر قادر ہونا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے امن اور چین سے رہنا کتنا اچھا ہو گا۔

تو دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے کمزور ہونے کا ایک سبب دنیوی محبت کی قوت ہے اور اس میں گھر والوں، مال، اولاد، رشتہ داروں، زمین، جانوروں، باغوں اور سیر و سیاحت کی محبت بھی شامل ہے حتیٰ کہ جو شخص پرندوں کی عمدہ آوازوں اور نسیم سحری کی حرکت سے سرور حاصل کرتا ہے وہ دنیوی نعمتوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت میں نقصان کے در پے ہوتا ہے پس جس قدر دنیا سے اُنس پیدا ہوتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس میں کمی آتی ہے اور انسان کو دنیا میں جس قدر دیا جاتا ہے اسی قدر آخرت سے کم کر دیا جاتا ہے جیسے انسان مشرق کے جس قدر قریب ہوتا جائے گا اسی قدر وہ مغرب سے ضرور دُور ہو گا۔ اور کسی عورت کا دل جس قدر خوش ہوتا ہے اس کی سوتن (سوکن) کا دل اسی قدر تنگ ہوتا ہے پس دنیا اور آخرت دو سوتنیں ہیں اور یہ مشرق و مغرب کی طرح ہیں اور یہ بات اہل دل پر زیادہ منکشف ہوتی ہے جو آنکھوں کے ذریعے دیکھنے سے زیادہ واضح ہوتی ہے اور دل سے محبت دنیا کا قلع قمع اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب زُہد کے راستے پر چلے اور ہمیشہ صبر اختیار کرے اور خوف و رجاء (امید) کی باگ سے ان دونوں کاموں کے لیے مطیع ہو ہم نے جن مقامات کا ذکر کیا ہے یعنی توبہ، صبر، زُہد، خوف اور رجاء تو یہ مقدمات ہیں تاکہ ان کے ذریعے محبت کے کسی ایک رکن کو حاصل کرے اور غیر اللہ سے دل کو خالی کرنا ہے اس کا آغاز اللہ تعالیٰ، آخرت کے دن، جنت اور دوزخ پر ایمان لانا ہے پھر اس سے خوف اور رجاء کی شاخیں پھوٹتی ہیں اور ان دونوں سے توبہ اور صبر نکلتا ہے پھر یہ دنیا، مال و جاہ اور تمام دنیوی فوائد سے زُہد کی طرف لے جاتا ہے حتیٰ کہ ان تمام باتوں کی وجہ سے دل غیر اللہ سے پاک ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے بعد

(۱) مجمع الزوائد جلد اول ص ۱۸۸ کتاب العلم

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۵ ص ۱۹۷ حدیث ۵۰۷۴

میں اللہ تعالیٰ کی معرفت و محبت کے نزول کے لیے وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ سب باتیں تطہیر قلب کے مقدمات ہیں اور یہ محبت کے دو رکنوں میں سے ایک رُکن ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے آپ نے فرمایا۔

اَلطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ (۱) پاکیزگی نصف ایمان ہے۔

جیسا کہ ہم نے کتاب کے شروع میں ذکر کیا ہے۔

محبت کے قوی ہونے کا دوسرا سبب اللہ تعالیٰ کی معرفت کا قوی اور وسیع ہونا نیز اس کا دل پر غالب ہونا ہے۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب دل کو تمام دنیوی مشاغل اور تعلقات سے پاک کیا جائے یہ اسی طرح ہے جیسے زمین کو گھاس پھونس سے پاک کرنے کے بعد اس میں بیج ڈالا جاتا ہے اور یہ محبت کا دوسرا رکن ہے پھر اس بیج سے محبت و معرفت کا درخت اُگتا ہے اور وہ کلمۂ طیبہ ہے جس کی مثال اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (۲) اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی مثال اس پاک درخت کے مطابق دی ہے جس کی بنیاد قائم ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ (۳) اسی کی طرف اچھے کلمات بلند ہوتے ہیں۔

اس سے معرفت مراد ہے اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ۔ (۴) اور وہ (اللہ تعالیٰ) اچھے عمل کو اٹھا لیتا ہے

اور اچھا عمل اس معرفت کے جمال اور خادم کی طرح ہے اور اچھے اعمال سب کے سب پہلے دل کو دنیا (کی محبت) سے پاک کرتے ہیں پھر اس طہارت کو باقی رکھنے کا سبب بنتے ہیں پس عمل سے یہی معرفت مقصود ہوتی ہے جہاں تک کیفیتِ عمل کے علم کا تعلق ہے تو وہ عمل کے لیے مقصود ہوتا ہے پس علم ہی اول ہے اور یہی آخر ہے پہلے علم معاملہ ہوتا ہے جس سے عمل مقصود ہوتا ہے اور معاملہ (یعنی عمل) کا مقصد دل کی طہارت و تزکیہ ہے تاکہ اس میں حق کی تجلی ہو اور علم معرفت سے مزین ہو اور وہ علم مکاشفہ ہے۔ اور جب یہ معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے پیچھے معرفت ضرور آتی ہے جیسے معتدل

---

(۱) صحیح مسلم جلد اول ص ۱۱۸ کتاب الطہارۃ

(۲) قرآن مجید، سورۂ ابراہیم آیت ۲۴

(۳، ۴) قرآن مجید، سورۂ فاطر آیت ۱۰

مزاج شخص جب خوبصورت چیز کو دیکھتا ہے اور ظاہری آنکھ سے اس کا ادراک کر لیتا ہے تو وہ اس سے محبت کرتا اور اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور جب اس سے محبت کرتا ہے تو اسے لذت حاصل ہوتی ہے پس محبت کے بعد لذت ضرور حاصل ہوتی ہے اور معرفت کے بعد محبت کا آنا بھی لازمی ہے۔ اور دل کو دنیوی مشاغل سے پاک کرنے کے بعد جب تک فکر صاف، ذکر دائمی، طلب کی بھرپور کوشش اور اللہ تعالیٰ اس کی صفات اور آسمانی حکومت نیز تمام مخلوق میں غور و فکر نہ ہو اس معرفت تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

عارفین کی اقسام:

اس مرتبہ معرفت تک پہنچنے والے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو مضبوط ہوتے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ پہلے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتے ہیں پھر اس کے ذریعے اس کے غیر کو پہچانتے ہیں۔

دوسری قسم ان لوگوں پر مشتمل ہے جو کمزور ہیں وہ پہلے افعال کی معرفت حاصل کرتے ہیں پھر اس سے فاعل کی طرف ترقی کرتے ہیں پہلی قسم کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔

أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (۱) کیا تمہارا رب ہر چیز پر گواہی کے لیے کافی نہیں۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ۔ (۲) اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

بعض عارفین نے اسی نظر سے جواب دیا جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنے رب کو کس طرح پہچانا؟ انہوں نے فرمایا میں نے اپنے رب کو اسی سے پہچانا۔ اگر میرا رب نہ ہوتا تو میں اپنے رب کو نہ پہچانتا۔

اور دوسری قسم کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ارشاد فرمایا۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ۔ (۳) عنقریب ہم ان کو آفاق میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے اور ان کے نفسوں میں بھی، تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ وہی حق ہے۔

اور اسی سلسلے میں ارشاد فرمایا۔

أَوَلَمْ يَنظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ اور کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں نہیں دیکھا۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ فصلت آیت ۵۳

(۲) قرآن مجید، سورۂ آل عمران آیت ۱۸

(۳) قرآن مجید، سورۂ اعراف آیت ۱۸۵ (۴) قرآن مجید سورۂ فصلت آیت ۵۳

اور ارشاد خداوندی ہے ۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔(۱) آپ فرما دیجئے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسے دیکھو

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيْرٌ ۔(۲)

اور وہ ذات جس نے سات آسمان تہہ بہ تہہ بنائے تو رحمٰن کی تخلیق میں کوئی فرق دیکھتے ہو نگاہ اٹھا کر دیکھو کیا تمہیں کوئی رخنہ نظر آتا ہے پھر دوبارہ نگاہ اٹھاؤ نظر تمہاری طرف ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی ۔

یہ طریقہ اکثر لوگوں پر آسان ہے اور سالکین کے لیے زیادہ وسعت بھی اسی میں ہے اور قرآن پاک کی اکثر آیات بھی اسی کو متضمن ہیں جن میں تدبر، تفکر اور غور و فکر کا حکم دیا ایسی آیات بے شمار ہیں ۔

سوال :-

یہ دونوں طریقے مشکل ہیں ہمارے لیے کوئی ایسی تدبیر بیان کریں جس کی مدد سے معرفت حاصل ہو اور محبت تک پہنچا جا سکے ۔

جواب :

اعلیٰ طریقہ تو یہ ہے کہ معرفتِ خداوندی سے مخلوق کی معرفت حاصل کی جائے لیکن یہ نہایت مشکل ہے اور اس سلسلے میں گفتگو عام لوگوں کی سمجھ سے خارج ہے لہٰذا کتابوں میں اس کو ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے ۔

لیکن ادنیٰ اور آسان طریقہ عام طور پر سمجھ میں آجاتا ہے ہاں اس کے سمجھنے سے فہم اس لیے قاصر ہوتا ہے کہ تدبر سے اعراض کیا جاتا ہے اور دنیوی خواہشات میں مشغولیت ہوتی ہے اور چونکہ یہ بات بکثرت پائی جاتی ہے اور اس کے ابواب کی شاخیں بے انتہا ہیں کیونکہ آسمان کی بلندی سے زمین کی پستی تک کوئی ذرہ ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور کمال حکمت پر دلالت کرنے والی عجیب نشانیاں نہ ہوں اور اس کی عظمت و جلال کی انتہا پر دلالت نہ پائی جاتی ہو اس لیے اس کا ذکر بھی نہیں ہو سکتا ارشاد خداوندی ہے ۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ

آپ فرما دیجئے اگر سمندر میرے رب کے کلمات لکھنے کے لیے روشنائی ہو تو میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں گے

---

(۱) قرآن مجید سورۂ یونس آیت ۱۰۱

(۲) قرآن مجید، سورۂ ملک آیت ۳، ۴

كَلِمَاتُ رَبِّي۔ (۱) اور سمندر ختم ہو جائے گا۔

پس اس میں غور و فکر علوم مکاشفہ کے سمندروں میں غوطہ لگانا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ اسے علوم معاملہ کا طفیلی بنا کر لکھا جائے البتہ اختصار کے ساتھ ایک مثال کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے تاکہ اس سے اس کی جنس پر تنبیہ ہو جائے پس ہم کہتے ہیں۔

دونوں طریقوں میں سے آسان ترین طریقہ افعال میں نظر کرنا ہے پس ہمیں اس میں کلام کرنا اور اعلیٰ کو چھوڑنا چاہیے پھر افعال الٰہیہ بہت زیادہ ہیں لہٰذا ہم ان میں سے کم تر اور حقیر ترین تلاش کرتے ہیں اور ان کے عجائب میں نظر کرتے ہیں پس مخلوق میں سے کم تر زمین ہے اور جو کچھ اس کے اوپر ہے یعنی ملائکہ اور آسمانی سلطنت اس کی نسبت سے کم تر ہے اگر تم اس کے جسم اور حجم کی رُو سے اسے دیکھو تو سُورج اس کے باوجود کہ اس کا حجم چھوٹا نظر آتا ہے لیکن اس سے ایک سو ستر گنا سے بھی زیادہ ہے تو اس کے مقابلے میں زمین کی چھوٹائی کو دیکھو پھر دیکھو کہ سُورج اپنے اس فلک کے مقابلے میں چھوٹا ہے جس میں وہ مرکوز ہے کیوں کہ اس سے اس کو کوئی نسبت نہیں اور یہ چوتھے آسمان میں ہے اور یہ اپنے اوپر والے آسمانوں کی نسبت چھوٹا ہے پھر ساتوں آسمان کرسی کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے جنگل میں پڑا ہوا لوہے کا کڑا اور اسی طرح عرش کے مقابلے میں کرسی کا معاملہ ہے یہ تو مقدار کے اعتبار سے ظاہر حجم کی طرف نظر کرنے کی صورت ہے تو ان کے مقابلے میں زمین کس قدر چھوٹی ہے بلکہ زمین تو سمندروں کی نسبت چھوٹی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الْاَرْضُ فِي الْبَحْرِ كَاِصْطَبْلٍ فِي الْاَرْضِ۔ سمندر کے مقابلے میں زمین اس طرح ہے جیسے زمین کے مقابلے میں اصطبل ہوتا ہے۔ (۲)

تجربہ اور مشاہدہ بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے اور پانی سے باہر زمین یوں معلوم ہوتی ہے جس طرح تمام زمین کے مقابلے میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔

پھر انسان کو دیکھو جو مٹی سے پیدا کیا گیا اور مٹی زمین کی ایک جز ہے نیز تمام حیوانات کو دیکھو کہ یہ سب زمین کی نسبت کس قدر چھوٹے ہیں ان سب کو بھی چھوڑ دو جس حیوان کو تم سب سے چھوٹا جانتے ہو مثلاً مچھر اور شہد کی مکھی وغیرہ کو دیکھو۔

اب دیکھو کہ مچھر کو اس کے چھوٹا ہونے کے باوجود عقل حاضر اور صاف فکر عطا کی گئی تو دیکھو اللہ تعالیٰ نے اسے کس قدر ہاتھی کی شکل میں پیدا کیا جو سب سے بڑا حیوان ہے کہ اس کی سُونڈ کی طرح اس کی سُونڈ بھی پیدا کی اور اس کے چھوٹے سے جسم میں ہاتھی کی طرح تمام اعضاء پیدا کیے بلکہ دو پروں کا اضافہ کیا دیکھو اس کے ظاہری اعضاء کو کس طرح تقسیم کیا اس کے پیر

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ کہف آیت ۱۰۹

(۲) تذکرۃ الموضوعات ص ۲۱۳ باب اوصافہ المتشابہۃ

ہاتھ اور پاؤں بنائے اور اس کو کان اور آنکھیں بھی دیں اور اس کے باطنی اعضاء میں بھی یوں تدبیر فرمائی کہ باقی حیوانات کی طرح غذا کے اعضاء اور آلات پیدا کئے اور اس میں قوتِ غذا جذب کرنے، دُور کرنے، ٹھہرانے اور ہضم کرنے کی قوت رکھی جو باقی تمام حیوانات کو عطا فرمائی ہے۔

یہ اس کی شکل اور صفات میں ہے پھر اس کی راہنمائی کی طرف دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی غذا کی طرف کیسے راہنمائی فرمائی اور اسے بتایا کہ اس کی غذا انسانی خون میں ہے پھر دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس میں انسان تک پہنچنے کے لیے اڑنے کا سامان پیدا کیا اور کس طرح اس کے لیے ایک لمبی نوکیلی سونڈ پیدا کی اور کیسے اس کو انسانی چمڑے میں مساموں تک راہنمائی فرمائی کہ وہ کسی ایک مسام پر اپنی سونڈ رکھتا ہے پھر اسے کس طرح قوت عطا فرمائی کہ وہ اس میں سونڈ کو گاڑتا ہے پھر اسے بتایا کہ وہ کس طرح اسے چوس کر خون پیئے نیز سونڈ کو اس کے پتلا ہونے کے باوجود کس طرح اندر سے خالی رکھا کہ خون پتلا ہو کر اس کے ذریعے اس کے پیٹ تک جاتا ہے پھر اس کے تمام اجزاء میں پھیل کر غذا بنتا ہے۔

پھر اسے یہ بھی بتایا کہ انسان اسے اپنے ہاتھ سے مارنا چاہتا ہے تو اسے بھاگنے کی تدبیر بتائی اور اس کا سامان اسے عطا کیا اس کے لیے قوتِ سماعت پیدا کی جس کے ذریعے وہ ہاتھ کی خفیف حرکت کو سُن لیتا ہے حالاں کہ وہ اس سے بہت دُور ہوتا ہے پس وہ خون چُوسنا چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے پھر جب ہاتھ رُک جاتا ہے تو دوبارہ آتا ہے پھر دیکھئے اس کے لیے آنکھوں کے ڈھیلے کس طرح بنائے حتیٰ کہ وہ اپنی غذا کی جگہ دیکھ لیتا ہے اور وہاں کا قصد کرتا ہے حالانکہ اس کے جسم کا حجم بہت چھوٹا ہوتا ہے۔

اور دیکھئے ہر چھوٹے حیوان کا ڈھیلا چھوٹا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ پپوٹوں کو برداشت نہیں کر سکتا اور پپوٹے ڈھیلے کے شیشے کو تنکوں اور غبار وغیرہ سے صاف رکھنے کا آلہ ہیں اس لیے مچھر اور مکھی کے لیے دو پاؤں بنائے تم مکھی کو دیکھو وہ ہمیشہ اپنی آنکھوں کے ڈھیلوں کو اپنے پاؤں سے ملتی ہے لیکن انسان اور بڑے حیوانات کے پپوٹے بنائے کہ وہ ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں اور ان کے کنارے پتلے رکھے ہیں تاکہ جو غبار ڈھیلے پر آئے اس کو جمع کر کے پلکوں پر ڈالیں اور پلکوں کو سیاہ بنایا تاکہ آنکھوں کی روشنی کو جمع رکھیں اور دیکھنے پر مدد دیں نیز آنکھ خوبصورت معلوم ہو اور غبار کے وقت ایک جال بُن جائے اور جال کے پیچھے سے دیکھنے میں دقت نہ ہو یہ جال غبار کے داخل ہونے میں رکاوٹ بنتا ہے لیکن دیکھنے میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔

لیکن مچھر کے لیے دو ڈھیلے بنائے جو صاف ہیں اور پلکوں سے خالی ہیں اور اسے ہاتھوں کے ساتھ ان کی صفائی کا طریقہ سکھایا چوں کہ اس کی بینائی کمزور ہوتی ہے اس لیے وہ چراغ پر گر پڑتا ہے اور وہ دن کی روشنی تلاش کرتا ہے جب وہ بیچارہ رات کے وقت چراغ کی روشنی دیکھتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ وہ اندھیرے گھر میں ہے اور چراغ کی روشنی کو روشندان سمجھتا ہے اس لیے وہ روشنی کی طلب میں وہاں تک جاتا ہے اور جب وہاں سے تجاوز کرتا ہے اور اندھیرا دیکھتا ہے

تو خیال کرتا ہے کہ مجھے روشندان نہیں ملا اور وہ اس کی سیدھ میں نہیں گیا لہٰذا دوبارہ اس طرف جاتا ہے یہاں تک کہ وہ جل جاتا۔
شاید تمہارا خیال یہ ہو کہ یہ بات اس میں کمی اور جہالت کی وجہ سے ہوتی ہے تو جان لو کہ انسان کی جہالت اس کی جہالت سے زیادہ ہے بلکہ دنیوی خواہشات پر گرنے کے اعتبار سے انسان ان پروانوں کی طرح ہے جو آگ پر گرتے ہیں کیوں کہ انسان کے لیے خواہشات ظاہری صورت میں چمکتی ہیں اور وہ نہیں جانتا کہ ان کے پیچھے زہر قاتل ہے تو وہ اپنے آپ کو ہمیشہ ان خواہشات کے پیچھے لے جاتا ہے حتیٰ کہ ان میں ڈوب جاتا ہے اور ان میں قید ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے کاش کہ انسان کی جہالت پروانے کی جہالت جیسی ہوتی کیوں کہ وہ ظاہری روشنی کے دھوکے میں اگر جلتا ہے تو اسی وقت چھوٹ جاتا ہے لیکن انسان تو ہمیشہ ہمیشہ یا ایک عرصہ دراز تک آگ میں رہے گا اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعلانیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

إِنِّيْ مُمْسِكٌ بِحُجَزِكُمْ وَأَنْتُمْ تَتَهَافَتُوْنَ فِيْهَا تَهَافُتَ الْفَرَاشِ۔ (۱)
میں تمہیں تمہاری کمر سے پکڑ کر پیچھے ہٹاتا ہوں اور تم پروانے کی طرح جہنم میں گرتے ہو۔

تو یہ سب سے چھوٹے حیوان میں اللہ تعالیٰ کی عجیب صنعت کا ایک عجیب کرشمہ ہے اور اس میں اس کے علاوہ اتنے عجائبات ہیں کہ اگر اولین و آخرین جمع ہو کر اس کی گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کریں تو اس کی حقیقت سے عاجز آ جائیں گے اور اس کی ظاہری صورت میں سے واضح امور پر بھی مطلع نہیں ہو سکیں گے جہاں تک اس کے پوشیدہ معانی کا تعلق ہے تو اس سے صرف اللہ تعالیٰ ہی آگاہ ہے۔

پھر تمام حیوانات اور سبزیوں میں ایسے ایسے عجائب ہیں جو اس کے ساتھ خاص ہیں ان میں اس کے ساتھ کوئی دوسرا حیوان شریک نہیں ہے۔ شہد کی مکھی اور اس کے عجائب کو دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے یہ بات سمجھائی کہ اس نے پہاڑوں میں درختوں اور مکانوں کی چھتوں میں گھر بنائے اور وہ کس طرح اپنے لعاب سے موم اور شہد بناتی ہے ان میں سے ایک کو روشنی اور دوسری کو شفاء بنایا پھر اگر تم اس کی ان عجیب باتوں پر غور کرو کہ وہ کس طرح پھولوں اور کلیوں سے رس حاصل کرتی ہے اور گندگی سے بچتی ہے اور اپنے امیر کی اطاعت کرتی ہے جو جسمانی طور پر ان سب سے بڑی ہوتی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی امیر مکھی کو عدل و انصاف پر مجبور کیا کہ اگر ان میں سے کوئی نجاست پر بیٹھتی ہے تو اسے چھتے کے منہ پر ہی قتل کر دیا جاتا ہے تو مزید تعجب پیدا ہوتا ہے اگر تم غور و فکر کرو اور اپنے پیٹ اور شرمگاہ سے نیز اپنے ہم عصر لوگوں سے دشمنی اور بھائیوں کے ساتھ دوستی کی خواہشات سے فارغ ہو پھر ان سب باتوں کو چھوڑ کر اس بات کو دیکھو کہ وہ موم سے کس طرح اپنا گھر بناتی ہے اور تمام شکلوں کو چھوڑ کر مسدس شکل اختیار کرتی ہے اپنا گھر گول، مربع یا پانچ کونوں والا نہیں بناتی بلکہ چھ کونوں والا بناتی ہے اور اس شکل میں جو خاصیت ہے اس کو سمجھنے سے انجینئر بھی عاجز ہیں وہ یہ کہ تمام شکلوں نہیں بناتی

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۰ ص ۲۶۵ حدیث ۱۰۵۱۱

میں سے زیادہ وسیع شکل دائرے کی ہے اور جو اس کے قریب ہو مربع میں زاویے بیکار رہ جاتے ہیں اور مکھی کا جسم گول لمبا ہوتا ہے تو اس نے مربع شکل کو چھوڑ دیا تاکہ زاویے ضائع ہو کر فارغ نہ رہیں پھر اگر وہ گول شکل کا گھر بناتی تو اس شکل کا گھر بناتی تو اس کے باہر کشادگی رہ جاتی جو ضائع ہوتی کیوں کہ گول شکلوں کو جمع کیا جائے تو آپس میں اچھی طرح متصل نہیں ہوتیں اور زاویوں والی اشکال میں سے کوئی شکل ایسی نہیں جو گنجائش میں گول کے قریب ہو پھر ملانے میں کشادگی باقی نہ رہے صرف مسدس شکل کی یہ خاصیت ہے۔

پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے مکھی جیسے چھوٹے سے جانور کو یہ سب باتیں کس طرح بتائیں تو یہ سب اس کی مہربانی اور عنایت ہے شہد کی مکھی جس چیز کی محتاج ہے وہ بھی اس کو سکھا دی تاکہ سکون سے رہے تو اللہ تعالیٰ کس قدر بلند شان کا مالک ہے اور اس کا لطف و کرم اور احسان کس قدر وسیع ہے۔

تو اس معمولی سے حیوان میں قدرت کا یہ کرشمہ دیکھ کر عبرت اختیار کرو اور زمین و آسمان کے اسرار کو چھوڑ دو جو کچھ ہماری ناقص فہم میں گزرا ہے اس کی وضاحت میں عمریں گزر سکتی ہیں اور جو کچھ ہمارے علم کے احاطہ میں آیا ہے اسے اس کے ساتھ کوئی نسبت نہیں جو انبیاء کرام اور علماء عظام کے احاطۂ علم میں ہے۔ اور جو کچھ تمام مخلوق کے احاطۂ علم میں ہے اسے اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی نسبت نہیں بلکہ مخلوق جس قدر جانتی ہے اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے اسے علم بھی نہیں کہنا چاہیے۔

تو اس قسم کی باتوں میں غور و فکر کرنے سے آسان طریقے سے حاصل ہونے والی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے اور معرفت کا بڑھنا محبت میں اضافہ کا باعث ہے پس اگر تم اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے ذریعے سعادت مندی حاصل کرنا چاہتے ہو تو دنیا کو اپنی پیٹھ کے پیچھے چھوڑ دو اور اپنی زندگی ذکر دائم اور فکر لازم میں صرف کرو بعید نہیں کہ تھوڑا بہت چھوڑنے سے تمہیں بہت بڑی سلطنت ملے جس کی کوئی انتہا نہیں۔

فصل ۷

محبت میں لوگوں کے درمیان تفاوت کا سبب

چوں کہ ایمان میں تمام مومن مشترک ہیں اس لیے اصل محبت میں بھی ان سب کے درمیان اشتراک ہے لیکن معرفت خداوندی اور محبتِ دنیا کے حوالے سے ان کے درمیان تفاوت کی وجہ سے محبت میں بھی وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں کیوں کہ اسباب میں اختلاف، مسبب کے اختلاف کا باعث ہوتا ہے اور اکثر لوگ صرف اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات ہی سیکھتے ہیں جو سنتے ہیں اور بعض اوقات ان کے ایسے معانی خیال کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات بلند اور پاک ہے اور بعض اوقات وہ ان کی حقیقت پر بھی مطلع نہیں ہوتے اور فاسد معنیٰ کا خیال بھی نہیں آتا بلکہ وہ صرف تسلیم و تصدیق کی حد تک ایمان لاتے ہیں اور عمل میں مصروف ہوتے ہیں بحث مباحثہ ترک کر دیتے ہیں یہ لوگ اصحاب یمین میں سے ہیں اور ان

کو سلامتی حاصل ہوتی ہے جب کہ فاسد معانی کا تخیل رکھنے والے گمراہ لوگ ہیں اور حقائق کو جاننے والے مقربین لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان تینوں قسم کے لوگوں کا حال یوں بیان فرمایا۔

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ۔ (۱)

پس اگر وہ مقربین میں سے ہے تو راحت ہے اور پھول اور جنت کی نعمتیں ہیں اور اگر داہنی طرف والوں سے ہے تو اے محبوب آپ پر دہنی طرف والوں سے سلام ہو اور گروہ جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہو تو اس کی مہمانی کھولتا پانی اور بھڑکتی آگ میں دھنسنا۔

مثلاً حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد، ان کی محبت میں مشترک ہیں وہ فقہاء ہوں یا عوام کیوں کہ ان سب کو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے فضل، دین، حُسنِ تدبیر اور عمدہ خصائل کی معرفت حاصل ہے لیکن عام لوگوں کو ان کے علم کے اجمالی معلومات ہیں۔ اور فقیہ تفصیلاً جانتا ہے پس اس سلسلے میں فقیہ کی معرفت زیادہ مکمل ہوتی ہے اور اس کا اس پر خوش ہونا اور اسے پسند کرنا زیادہ شدید ہوتا ہے کیوں کہ جو شخص کسی مصنف کی تصنیف کو دیکھ کر اسے اچھا سمجھتا ہے اور اس کی فضیلت سے آگاہ ہوتا ہے وہ لامحالہ اسے پسند کرتا ہے اور اس کی طرف اس کا دل مائل ہوتا ہے اور اگر وہ کوئی دوسری تصنیف دیکھے جو اس سے بھی اچھی ہو تو یقیناً اس کی محبت دوگنا ہو جاتی ہے کیوں کہ اس علم کی وجہ سے اس کی معرفت بڑھ جاتی ہے اسی طرح جب کسی شاعر کے بارے میں عقیدہ ہو کہ وہ اچھے اشعار کہتا ہے تو وہ اس سے محبت کرتا ہے پس جب اس کے عمدہ اشعار سنتا ہے جن سے اس کی سمجھداری اور فن کی عظمت اجاگر ہوتی ہے تو اس کی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے اس کی محبت بھی بڑھ جاتی ہے، تمام فنون اور فضائل کا یہی حال ہے۔

عوام الناس میں کوئی شخص جب سنتا ہے کہ فلاں آدمی مصنف ہے اور اس کی تصانیف عمدہ ہیں لیکن اسے معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اس تصنیف میں کیا ہے تو اس کی معرفت اجمالی ہوتی ہے اور اسی حوالے سے اس کا میلان اور محبت بھی اجمالی ہوتی ہے لیکن صاحب بصیرت جب تصانیف کا مطالعہ کر کے ان کے عجائب سے آگاہ ہوتا ہے تو لامحالہ اس کی چاہت دوگنا ہو جاتی ہے کیوں کہ کسی فن، شعر اور تصنیف کی عمدہ باتیں فاعل اور مصنف کے کمال پر دلالت کرتی ہیں اور یہ سارا جہان اللہ تعالیٰ کی صنعت اور تصنیف ہے عام آدمی اسے جانتا اور اس کا اعتقاد رکھتا ہے لیکن اہل بصیرت اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی صنعت کا تفصیلی مطالعہ کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ مچھر میں اللہ تعالیٰ کی کاریگری کے وہ عجائب دیکھتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور اس سبب سے یقیناً ان کے دل میں اللہ تعالیٰ جلال اور کمالِ صفات کی عظمت بڑھ جاتی ہے اور اس وجہ سے ان کی محبت میں بھی اضافہ ہوتا ہے

(۱) قرآن مجید، سورۂ واقعہ آیت ۸۸ تا ۹۴

اور جب بھی اللہ تعالیٰ کی کاریگری کے عجائب پر اطلاع زیادہ ہوتی ہے تو وہ اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے جلال کی عظمت پر استدلال کرتے ہیں اور اس وجہ سے ان کی معرفت اور محبت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

اور اس معرفت یعنی اللہ تعالیٰ کی صنعت کے عجائب کی معرفت کا سمندر، بحر بے کنار ہے لہذا اہل معرفت کی محبت میں تفاوت بھی شمار سے باہر ہے۔

اختلافِ محبت کے اسباب پانچ ہیں جو ہم لکھ چکے ہیں پس جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس لیے محبت کرتا ہے کہ وہ اس پر احسان کرنے والا اور انعامات سے نوازنے والا ہے اور اس کی ذات کی وجہ سے محبت نہیں کرتا اس کی محبت کمزور ہوتی ہے کیوں کہ احسان کی تبدیلی سے محبت میں بھی تبدیلی واقع ہوتی ہے ظاہر بات ہے کہ رضا اور آسائش کی حالت میں جو محبت ہوتی ہے ابتلاء و آزمائش کے دوران وہ محبت نہیں ہوتی۔ لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس کی ذات کی وجہ سے اور اس لیے محبت کرتا ہے کہ وہ اپنے کمال و جمال، بزرگی اور عظمت کی وجہ سے محبت کا مستحق ہے تو احسان کے تفاوت سے اس کی محبت میں فرق نہیں پڑتا۔

تو اس قسم کی باتیں محبت میں لوگوں کے تفاوت کا سبب ہیں اور محبت میں تفاوت آخروی سعادت میں تفاوت کا سبب ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا (۱) اور آخرت کے درجات اور فضیلت بہت بڑی ہے۔

فصل ۸:

معرفت خداوندی میں مخلوق کی سمجھ کیوں کوتاہ ہوتی ہے

جاننا چاہیئے کہ موجودات میں سے سب سے زیادہ ظاہر اور روشن اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس بات کا تقاضا یہ ہے کہ سب سے زیادہ اسی کی معرفت ہو، اور عقلوں پر سب سے زیادہ آسان بھی وہی ہو لیکن تم معاملہ اس کے برعکس دیکھتے ہو لہذا اس کا سبب بیان کرنا ضروری ہے۔

ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات موجودات میں سے سب سے زیادہ ظاہر اور سب سے زیادہ روشن ہے اس کو سمجھنے کے لیے ایک مثال بیان کرنا ضروری ہے وہ یوں کہ مثلاً ہم ایک آدمی کو دیکھتے ہیں وہ لکھتا ہے یا کپڑوں کی سلائی کرتا ہے تو ہمارے نزدیک اس کا زندہ ہونا سب سے زیادہ ظاہر بات ہے پس اس کی زندگی، علم قدرت اور سلائی کا ارادہ ہمارے نزدیک اس کی تمام ظاہری و باطنی صفات سے زیادہ واضح ہے کیوں کہ اس کی باطنی صفات مثلاً شہوت، غضب، خلق، صحت اور مرض

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ اسراء آیت ۲۱

وغیرہ کو ہم نہیں جانتے اور ظاہری صفات میں سے بعض کا ہمیں علم ہے اور بعض کے بارے میں ہمیں شک ہے جیسے اس کی لمبائی اور چہرے کا رنگ وغیرہ صفات کو دیکھا جا سکتا ہے لیکن ان میں شک بھی ہو سکتا ہے جب کہ اس کی حیات، قدرت، ارادہ، علم اور اس کا حیوان ہونا نہایت واضح ہیں کہ اس کی حیات قدرت اور ارادے کے ساتھ دیکھنے کی حس کا کوئی تعلق نہیں کیوں کہ یہ صفات حواس خمسہ کے ذریعے معلوم نہیں ہوتیں پھر ممکن نہیں کہ اس کی حیات، قدرت اور ارادے کو اس کی سلائی یا حرکت کے بغیر معلوم کیا جا سکے اگر ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ان تمام چیزوں کو دیکھیں جو اس جہاں میں ہیں تو ان سے اس کی صفت کی پہچان نہیں ہو سکتی تو اس کے وجود پر صرف ایک دلیل ہے اور وہ اس کے باوجود واضح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا وجود، اس کی قدرت، علم اور تمام صفات پر وہ تمام چیزیں گواہ ہیں جن کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں اور ظاہری و باطنی حواس سے ان کا ادراک کرتے ہیں وہ پتھر ہوں ڈھیلے، سبزی، درخت، حیوانات آسمان، زمین، ستارے، خشکی، سمندر، آگ، ہوا، جوہر اور عرض کچھ بھی ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر سب سے پہلا گواہ ہمارے نفس، ہمارے جسم، ہمارے اوصاف، ہمارے احوال کی تبدیلی دلوں کا تغیر اور ہماری حرکات و سکنات کے تمام طور طریقے ہیں اور ہمارے علم میں سب سے زیادہ ظاہر ہمارے نفس ہیں پھر جن کا ادراک عقل اور بصیرت سے ہوتا ہے ان تمام مدرکات میں سے ہر ایک کا ایک مدرک ہے ایک شاہد اور ایک دلیل ہے اور اس جہاں میں جو کچھ ہے وہ اپنے خالق، مدبر، اسے پھیرنے والے اور حرکت دینے والے پر شاہد ناطق اور دلیل شاہد ہے اور اس کے علم، قدرت لطف و کرم اور حکمت پر دلالت کرنے والا ہے اور موجودات مدرکہ کی کوئی انتہا نہیں پس اگر کاتب کی حیات ہمارے لیے ظاہر ہے اور اس کا ایک ہی شاہد ہے کہ ہم اس کے ہاتھ کی حرکت محسوس کرتے ہیں تو وہ ذات کس طرح ہمارے سامنے ظاہر نہ ہو گی کہ جو کچھ بھی ہمارے اندر یا باہر موجود ہے وہ سب چیز اس کی ذات اور عظمت و جلال پر شاہد ہیں کیوں کہ ہر ذرہ زبان حال سے پکار رہا ہے کہ اس کے نفس کا وجود اور اس کی ذات کی حرکت کسی موجد و محرک کی محتاج ہے اس پر سب سے پہلے ہمارے اعضاء کی ترکیب، ہڈیوں کے جوڑ، ہمارے گوشت، اعصاب، بالوں کے اگنے کی جگہ، ہاتھ پاؤں اور تمام ظاہری و باطنی اجزاء اس پر گواہی دیتے ہیں کیوں کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ چیزیں خود بخود مرکب نہیں ہیں جس طرح ہمیں معلوم ہے کہ کاتب کا ہاتھ خود بخود حرکت نہیں کرتا لیکن جب تمام موجودات جن کا ادراک و احساس ہوتا ہے یا وہ عقل میں آتی ہیں وہ حاضر ہوں یا غائب وہ اللہ تعالیٰ کی شاہد اور اس کی پہچان کرانے والی ہیں تو اس کا ظہور زیادہ ہوا پس اس کے ادراک سے عقل حیران رہ گئی کیوں کہ جس چیز کو سمجھنے سے ہماری عقل عاجز ہو اس کے دو سبب ہیں۔

۱۔ وہ چیز ذاتی طور پر پوشیدہ اور گہری ہو اس کی مثال واضح ہے۔

۲۔ جو انتہائی درجہ روشن ہو اس کی مثال یوں ہے کہ چمگادڑ رات کے وقت دیکھتی ہے دن کو اسے کچھ نظر نہیں آتا اس

لیے نہیں کہ دن پوشیدہ ہے بلکہ اس کا ظہور زیادہ ہے چمگادڑ کی بینائی کمزور ہوتی ہے جب سورج کی روشنی چمکتی ہے تو اس کی بینائی دیکھنے سے قاصر ہو جاتی ہے تو دن کا زیادہ ظہور اور چمگادڑ کی بینائی کی کمزوری اس کے دیکھنے میں رکاوٹ ہوتی ہے اس لیے وہ اسی وقت دیکھ سکتی ہے جب روشنی اور اندھیرا باہم مل جائیں اور روشنی کمزور پڑ جائے۔

اسی طرح ہماری عقلیں کمزور ہیں اور جمال حضرت الٰہی نہایت روشن اور انتہائی شمولیت کا حامل ہے حتیٰ کہ اس کے ظہور سے آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا ایک ذرہ بھی نہیں باہر نہیں ہوتا تو اس کا یہ ظہور ہی اس کی پوشیدگی کا سبب ہے تو وہ ذات پاک ہے جو اپنے نور کی چمک کی وجہ سے حجاب میں ہے اور وہ اپنے ظہور کی وجہ سے ظاہری و باطنی آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔

تو ظہور کے باعث اس کی پوشیدگی پر تعجب نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ اشیاء اپنی ضد کے ساتھ پہچانی جاتی ہیں اور جو اس کا قدر عام ہو کہ اس کی ضد ہی نہ ہو تو اس کا ادراک مشکل ہو جاتا ہے یا اشیاء اس طرح کی ہوں کہ ان میں بعض، بعض پر دلالت کرتی ہوں تو ان میں فرق معلوم ہو جاتا ہے لیکن جب ایک ہی طریقے پر سب کی دلالت ہو تو معاملہ مشکل ہو جاتا ہے۔

اس کی مثال سورج کی روشنی ہے جو زمین پر چمکتی ہے ہم جانتے ہیں کہ یہ ایک عرض ہے جو زمین پر پیدا ہوا اور سورج کے غائب ہونے سے یہ بھی زائل ہو جائے گی پس اگر سورج ہمیشہ چمکتا رہتا کبھی غروب نہ ہوتا تو ہم خیال کرتے کہ جسموں میں ان کے رنگ یعنی سیاہی یا سفیدی وغیرہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیوں کہ ہم سیاہ چیز میں صرف سیاہی اور سفید میں صرف سفیدی دیکھتے ہیں محض روشنی کا ادراک نہیں لیکن جب سورج غروب ہو جاتا ہے اور اندھیرا چھا جاتا ہے تو دونوں حالتوں میں فرق کا ادراک ہوتا ہے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ اجسام دھوپ کی وجہ سے چمک رہے تھے اور ایسی صفت سے موصوف تھے جو غروب کے وقت ان اشیاء سے جدا ہو گئی پس دھوپ کا وجود اس کے عدم سے معلوم ہوا اگر وہ معدوم نہ ہوتی تو اس کے وجود کا علم بڑی مشکل سے ہوتا کیوں کہ اس صورت میں تمام اجسام ایک طرح نظر آتے اندھیرے اور روشنی کا فرق نہ ہوتا ہو اس کے باوجود کہ نور تمام محسوسات میں سے زیادہ ظاہر ہے کیوں کہ اس کے ذریعے محسوسات کا ادراک ہوتا ہے، یہ صورت حال پیدا ہوئی۔

تو جو ذات خود بخود ظاہر ہے اور غیر کو ظاہر کرتی ہے اگر اس کی ضد نہ ہوتی تو اس کے ظہور کے سبب سے اس کا معاملہ کس طرح مبہم ہوتا پس اللہ تعالیٰ تو سب سے زیادہ ظاہر ہے اور اسی سے تمام اشیاء ظاہر ہیں اگر اس کے لیے عدم اور غائب ہونا ہوتا یا اس میں تغیر ہوتا تو زمین و آسمان گر پڑتے اور ظاہری و باطنی حکومت باطل ہو جاتی اور دونوں حالتوں کے درمیان فرق کا ادراک ہو جاتا ——

اور اگر بعض اشیاء اس کے ساتھ موجود ہوتیں اور بعض اس کے غیر کے ساتھ تو دلالت میں دونوں کے درمیان فرق کا ادراک ہوتا۔ مگر اس کی دلالت تمام اشیاء میں ایک طرح کی ہے اور اس کا وجود تمام احوال میں قائم و دائم ہے اس

کے خلاف ہونا محال ہے پس شدتِ ظہور نے خفا پیدا کیا اور یہی سبب ہے کہ اس سے فہم قاصر ہیں۔

لیکن جس کی بصیرت قوی ہو وہ اپنے اعتدال کی حالت میں صرف اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے اور اس کے غیر کو نہیں جانتا وہ جانتا ہے کہ (حقیقی) وجود تو صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس کے افعال اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار ہیں پس یہ اس کے تابع ہیں لہٰذا حقیقی وجود اس کے علاوہ کسی کا نہیں وجود تو صرف اسی ایک حق ذات کا ہے جس کے ساتھ تمام افعال کا وجود قائم ہے۔

اور جس شخص کی یہ حالت ہو وہ کسی بھی فعل کو دیکھتا ہے تو اس میں اس کے فاعل کو دیکھتا ہے اور فعل سے اپنی توجہ کو ہٹا دیتا ہے آسمان، زمین، حیوان اور درخت کو ان کی حیثیت سے نہیں بلکہ فاعل کے حوالے سے دیکھتا ہے اور یہ کہ یہ تمام چیزیں ایک ذاتِ حق کی صنعت و کاریگری ہے اس کی نظر غیر خدا کی طرف نہیں جاتی جس طرح کوئی شخص کسی انسان کی شعر گوئی یا اس کے خط یا اس کی تصنیف کو دیکھے اور اس میں شاعر یا مصنف کی طرف نظر ہو وہ یہ دیکھے کہ یہ اس کے اثرات ہیں یہ نہیں کہ یہ دوات ہے، روشنائی ہے، پھٹکڑی ہے (یعنی سیاہی قلم دوات پر نظر نہیں جاتی) تو ظاہر بات ہے کہ اس شخص کی نظر مصنف کے غیر کی طرف نہیں ہوتی یہ تمام جہاں اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے پس جو شخص اس کی طرف اس طریقے پر دیکھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اسی حوالے سے اسے جانتا ہے اور فعل خداوندی ہونے کی بنیاد پر اس سے محبت کرتا ہے تو اس کی نظر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے اسی کا عارف ہوتا ہے اور اسی کا محب ہوتا ہے اور سچا موحد وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ دیکھے بلکہ اپنے نفس کو بھی اس حیثیت سے نہ دیکھے کہ وہ اس کا نفس ہے ہاں اس کو اللہ تعالیٰ کے بندے کے طور پر دیکھے۔ اسی بات کو فنا فی التوحید کہتے ہیں اور ایسا شخص اپنے نفس سے فانی کہلاتا ہے اور جس بزرگ نے یہ فرمایا کہ "ہم اپنے ساتھ تھے اور اپنے آپ سے فنا ہو گئے اور اپنے آپ کے بغیر رہ گئے" تو ان کا یہ قول اسی بنیاد پر ہے۔

تو یہ امور اصحابِ بصیرت کے ہاں معلوم ہیں لیکن جن لوگوں کی سمجھ اس سے قاصر ہے ان کے نزدیک یہ امور مشکل ہیں اور بڑے بڑے علماء اس کی وضاحت اس قسم کی عبارت سے نہیں کر سکتے جس سے ان کو غرض سمجھ آ جائے پھر یہ کہ وہ اپنی اپنی ذاتوں میں مصروف ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ بات دوسروں کے سامنے ذکر کرنا مفید نہیں۔

تو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے لوگوں کے افہام کی کوتاہی کا سبب یہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ہے کہ وہ تمام مدرکات جو اللہ تعالیٰ پر شاہد ہیں انسان بچپن میں بے عقلی میں ان کا ادراک کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ عقل ظاہر ہوتی ہے اور اس وقت وہ اپنی خواہشات میں ڈوبا ہوتا ہے اور مدرکات و محسوسات سے مانوس ہو جاتا ہے اور اس طویل انس کی وجہ سے ان مدرکات کی وقعت اس کے دل سے گر جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب وہ کسی عجیب و غریب حیوان یا سبزی کو دیکھتا ہے یا اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل دیکھتا ہے جو عادت کے خلاف اور عجیب ہو تو طبعی طور پر اس کی زبان سے

معرفت سرزد ہوتی ہے اور وہ "سبحان اللہ" کہتا ہے وہ تمام دن اپنے نفس، اعضاء اور ان تمام حیوانات کو دیکھتا ہے جن سے اسے الفت و اُنس ہے اور یہ تمام کے تمام قطعی شہادت دیتے ہیں لیکن ان سے اُنس کی وجہ سے وہ اس بات کو محسوس نہیں کرتا۔

اگر کوئی مادر زاد اندھا فرض کیا جائے جو عقل مند ہونے کی صورت میں بالغ ہو پھر اس کی آنکھ کھل جائے اور وہ زمین و آسمان درختوں، سبزیوں اور حیوانات کو اچانک ایک بار دیکھ لے تو اس بات کا ڈر ہوگا کہ کہیں اس کی عقل چلی نہ جائے کیوں کہ اسے اپنے خالق پر ایسی شہادت دیکھ کر تعجب ہوگا۔ تو یہ تمام اسباب اور ان کے ساتھ ساتھ خواہشات میں انہماک مخلوق پر انوارِ معرفت کے ساتھ روشنی کے حصول کی راہ بند کر دیتا ہے پس اس کے سمندروں میں سیاحت وسیع ہے اور لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت طلب کرتے ہیں اس مدہوش شخص کی طرح ہیں جس کی مثال یوں دی جاتی ہے کہ وہ گدھے پر سوار ہو کر گدھے کو تلاش کرتا ہے اور روشن امور جب مطلوب بن جاتے ہیں تو مشکل ہو جاتے ہیں تو اس امر کا راز یہ ہے پس اس کی تحقیق کی جائے۔

اسی لیے کہا گیا ہے۔

لَقَدْ ظَهَرْتَ فَمَا تَخْفٰی عَلٰی اَحَدٍ اِلَّا عَلٰی اَكْمَهٍ لَا يَعْرِفُ الْقَمَرَا لٰكِنْ بَطَنْتَ بِمَا اَظْهَرَ مُحْتَجِبًا فَكَيْفَ يَعْرِفُ مَنْ بِالْعُرْفِ قَدْ سُتِرَا۔

بے شک وہ ظاہر ہے کسی پر مخفی نہیں البتہ جو پیدائشی اندھا ہو جو چاند کو نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن ظہور ہی تیرا پردہ ہوگیا تو جس کی شہرت ہی اس کا پردہ ہو وہ کیسے معلوم ہوگا۔

فصل ۹:

شوق خداوندی کا مفہوم

جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا منکر ہے وہ شوق کی حقیقت سے لازماً انکار کرے گا کیوں کہ شوق کا تصور محبوب کے بغیر نہیں ہوتا اور ہم ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شوق ضرور ہوتا ہے اور اس سلسلے میں عارف مجبور ہوتا ہے یہ بات انوار بصیرت کے ذریعے نظر کرنے اور اخبار و آثار سے ثابت ہے پہلے رہتے یعنی غور و فکر کرنے کے سلسلے میں اتنی بات ہی کافی ہے جو ثبوت محبت کے سلسلے میں گزر چکی ہے کیوں کہ محبوب کے غائب ہونے کی صورت میں اس کا اشتیاق ضرور ہوتا ہے لیکن جو محبوب حاصل و حاضر ہو اس کا شوق نہیں ہوتا کیوں کہ شوق کسی چیز کی طلب کا نام ہے اور جو چیز موجود ہو اسے تلاش نہیں کیا جاتا لیکن شوق کا تصور صرف ایسی چیز میں ہوتا ہے جس کا ادراک کسی وجہ سے ہو سکتا ہو اور کسی وجہ سے نہ ہو۔ لیکن جس چیز کا ادراک بالکل نہ ہو سکتا ہو اس کا شوق نہیں ہوتا۔ اگر کسی شخص نے دوسرے آدمی کو نہ دیکھا اور نہ سنا ہو تو اس کا شوق نہیں ہوتا اور جس چیز کا ادراک مکمل طور پر ہو جائے اس کا شوق بھی نہیں ہوتا اور کمالِ ادراک دیکھنے سے ہوتا ہے

پس جو شخص اپنے محبوب کو ہمیشہ دیکھتا ہو اس کے لیے شوق متصور نہیں ہوگا البتہ شوق اس چیز سے متعلق ہوتا ہے جس کا ادراک کسی وجہ سے ہو سکے اور کسی وجہ سے نہ ہو سکے۔ مشاہدات میں سے اس کی مثال اس طرح ہے کہ مثلاً کسی شخص کا محبوب اس سے غائب ہو اور اس کے دل میں اس کا خیال باقی ہو تو اسے اس خیال کی تکمیل کے لیے دیکھنے کی ضرورت ہوگی پس اگر اس کے دل سے یہ خیال ختم ہو جائے اور اس کا ذکر اور معرفت وغیرہ سب مٹ جائیں حتیٰ کہ وہ نسیاً منسیاً ہو جائے تو اس کے شوق کا تصور نہیں ہو سکتا۔

اور اگر وہ اسے دیکھ لے تو دیکھنے کے وقت شوق نہیں ہوگا کیوں کہ شوق کا معنیٰ یہ ہے کہ خیال کی تکمیل کے لیے نفس میں اس کا اشتیاق پایا جائے اسی طرح بعض اوقات وہ اسے اندھیرے میں دیکھتا ہے کہ اس کی صورت حقیقتاً منکشف نہیں ہوتی تو وہ تکمیلِ دیدار کا مشتاق ہوتا ہے اور اسی صورت میں انکشاف تام ہوتا ہے جب اس پر روشنی چمکے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ محبوب کے چہرے کو دیکھے لیکن اس کے بال نہ دیکھے اور نہ اس کے تمام محاسن کو دیکھا ہو تو اس کو دیکھنے کا شوق ہوتا ہے اگرچہ ان محاسن کو کبھی نہ دیکھا ہو اور نہ ہی دیکھنے کے بعد نفس میں کوئی خیال ثابت ہوا ہو لیکن وہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی ایک عضو یا تمام اعضاء خوبصورت ہیں اور دیکھنے کے ذریعے اس جمال کی تفصیل معلوم نہیں ہوئی تو اس کو شوق ہوتا ہے کہ جس چیز کو اس نے بالکل نہیں دیکھا وہ اس کے سامنے ظاہر ہو۔

اللہ تعالیٰ کے حق میں ان دونوں صورتوں کا تصور ہو سکتا ہے بلکہ یہ دونوں تمام عارفین کے لیے لازم ہیں کیوں کہ عارفین کے لیے جو امور الٰہیہ واضح ہوتے ہیں اگرچہ وہ بہت زیادہ واضح ہوں لیکن پھر بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا باریک پردے کے پیچھے سے دیکھا ہے پس وہ بہت زیادہ واضح نہیں ہوتے بلکہ ان میں تخیلات کا شائبہ ہوگا کیوں کہ اس عالم میں معلومات کے لیے خیالات تمثیل اور حکایت سے خالی نہیں ہوتے اور عارف کے لیے اس کے مزے میں تلخی پیدا کر دیتے ہیں اسی طرح دنیوی مشاغل بھی ان سے مل جاتے ہیں اور مکمل طور پر واضح تو مشاہدے اور پوری تجلی کی صورت میں ہوتے ہیں اور یہ بات صرف آخرت میں ہوتی ہے اور اس سے لازماً شوق جنم لیتا ہے اور عارفین کے محبوب کی انتہا یہی ہے تو شوق کی ایک قسم یہ ہے یعنی جس چیز کا شوق ہوتا تھا وہ کمل طور پر واضح ہو جائے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ امور الٰہیہ کی کوئی انتہا نہیں ہر بندے کے لیے ان میں سے بعض منکشف ہوتے ہیں اور بے شمار امور پوشیدہ رہ جاتے ہیں اور عارف کو ان کے وجود کا بھی علم ہوتا ہے اور وہ اس بات کو بھی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ امور معلوم ہیں اور اسے اس بات کا بھی علم ہوتا ہے کہ معلومات میں سے جو امور اس کے علم میں نہیں آسکے وہ بے شمار ہیں پس اسے ہمیشہ شوق رہتا ہے یہاں تک کہ وہ باقی معلومات جو ابھی تک حاصل نہیں ہوئیں ان کی اصل معرفت حاصل ہو جائے کیوں کہ ان کا علم نہ تو واضح طور پر ہوا اور نہ مجمل طریقے سے ————

پہلا شوق تو آخرت میں پایۂ تکمیل کو پہنچے گا یعنی وہ حالت حاصل ہوگی جسے رؤیت (دیکھنا) ملاقات اور مشاہدہ کہتے ہیں۔

دنیا میں اس کا تصور ممکن نہیں حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ مشتاق لوگوں میں سے تھے فرماتے ہیں میں نے ایک دن عرض کیا اے میرے رب! اگر تو مشتاقین کو اپنی ملاقات سے پہلے ایسی چیز عطا کرتا ہے جس سے اس کے دل کو سکون ملتا ہو تو مجھے بھی عطا فرما یا مجھے اضطراب نے بہت پریشان کر رکھا ہے، فرماتے ہیں پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا اے ابراہیم! کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ تو مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں تجھے ملاقات سے پہلے ایسی چیزوں جس سے تجھے سکونِ قلب حاصل ہو کیا شوق رکھنے والے کو محبوب کی ملاقات سے پہلے سکون ملتا ہے! میں نے عرض کیا اے میرے رب! میں تیری محبت میں حیرت زدہ تھا مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ میں کیا کہوں مجھے بخش دے اور سکھا دے کہ میں کیا کہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یوں کہو۔

اَللّٰهُمَّ رَضِّنِيْ بِرِضَائِكَ وَصَبِّرْنِيْ عَلٰى بَلَائِكَ وَاَوْزِعْنِيْ شُكْرَ نَعْمَائِكَ۔

یا اللہ! مجھے اپنی رضا پر راضی رکھ اپنی آزمائشوں پر صبر عطا کر اور اپنی نعمتوں کے شکر کی توفیق عطا فرما۔

کیوں کہ یہ شوق تو آخرت میں ختم ہو گا۔

جہاں تک دوسرے شوق کا تعلق ہے تو وہ اس لائق ہے کہ دنیا اور آخرت میں اس کی کوئی انتہا نہ ہو کیوں کہ اس کی نہایت یہ ہے کہ بندے کے لئے آخرت میں اللہ تعالیٰ کا جلال، اس کی صفات، اس کی حکمت اس کے افعال اور معلومات خداوندی منکشف ہوں اور یہ محال ہے کیوں کہ اس کی کوئی انتہا نہیں اور بندے کو ہمیشہ ہی معلوم ہو گا کہ جمال و جلال میں سے ابھی کچھ باقی ہے جو اس کے لیے واضح نہیں ہوا تو اس کا شوق بالکل ختم نہیں ہو گا خاص طور پر وہ شخص جو اپنے درجہ سے اوپر کئی درجات دیکھتا ہے، ہاں اصل وصال حاصل ہونے کے بعد اس کی تکمیل مطلوب ہوتی ہے تو وہ اس کے لیے لذیذ شوق پاتا ہے جس میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور یہ بات بعید نہیں کہ کشف و نظر کے الطاف مسلسل اور بے انتہا ہوں پس راحت و لذت ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے اور لطف و کرم کی یہ نئی نئی لذتیں اس چیز کے شوق سے جو حاصل نہیں ہوتی، بے فکر کر دیتی ہیں اور یہ بات اس شرط کے ساتھ ہے کہ جس چیز کا کشف دنیا میں بالکل نہیں ہوا اس کے کشف کا حصول ممکن ہو اگر ایسا نہ ہو سکے تو راحت و لذت ایسی حد پر ٹھہر جائے گی کہ اس سے نہیں بڑھے گی ہاں ہمیشہ جاری رہے گی اور اس ارشاد خداوندی میں اس بات کا احتمال ہے۔

نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا۔ (۱)

ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑتا ہے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمارے لیے ہمارے نور کو مکمل کر دے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ تحریم آیت ۸

یعنی اگر دنیا میں اصل نور ہوگا تو وہ قیامت کے دن پورا کیا جائے گا یہ بھی احتمال ہے کہ نور کی تکمیل سے مراد یہ ہو کہ دنیا میں جو اس کی روشنی حاصل ہوئی وہ آخرت میں تکمیل کو پہنچے پورا ہونے کا یہی مطلب ہو،

اور ارشاد خداوندی ہے:

انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا۔ (۱)

ہمیں ایک نگاہ دیکھو ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیا کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹو وہاں نور ڈھونڈو۔

یہ اس بات پر دلالت ہے کہ دنیا میں اصل نور کا سرمایہ پاس ہو پھر وہ آخرت میں خوب چمکے گا، یہ نہیں کہ نیا نور ہوگا اس قسم کی باتوں میں تخمینے سے بات کتنا خطرناک ہے اس سلسلے میں ہمیں ابھی تک کوئی یقینی بات نہیں ملی ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے علم اور ہدایت میں اضافہ فرمائے اور حق کا حق ہونا ہم پر ظاہر فرمائے پس حقائق شوق اور ان کے معانی کے کشف کے لیے انوار بصیرت میں سے اس قدر کافی ہے۔

جہاں تک اخبار و آثار سے حاصل ہونے والے شواہد کا تعلق ہے تو وہ شمار سے زیادہ ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا معروف ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الرِّضَا بَعْدَ الْقَضَاءِ وَ بَرْدَ الْعَیْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَذَّةَ النَّظْرِ اِلٰی وَجْهِكَ الْكَرِیْمِ وَالشَّوْقَ اِلٰی لِقَائِكَ (۲)

یا اللہ! میں تجھ سے قضا کے بعد رضا موت کے بعد خوش عیشی اور تیری کریم ذات کے دیدار کی لذت اور تیری ملاقات کے شوق کا سوال کرتا ہوں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے تورات کی کوئی خاص آیت بتائیں انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نیکو کار لوگوں کو میری ملاقات کا بہت زیادہ شوق ہے اور میں ان سے ملاقات اس سے بھی زیادہ مشتاق ہوں فرمایا اس آیت کے قریب یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ جو شخص مجھے تلاش کرے گا وہ مجھے پالے گا اور جو میرے غیر کو تلاش کرے گا وہ مجھے نہیں پا سکتا حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بات میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سنی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی روایات میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے داؤد علیہ السلام! میری زمین والوں تک یہ بات پہنچا دیں کہ میں اس شخص کا حبیب ہوں جو مجھ سے محبت کرتا ہے جو میرے پاس بیٹھتا ہے میں اس کا جلیس (ہمنشین) ہوں جو میرے ذکر سے مانوس ہو میں اس کا مونس ہوں جو میرا ساتھی بنے میں اس کا ساتھی ہوں جو مجھے اختیار کرے

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ حدید آیت ۱۳

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۸ ص ۲۱۹ حدیث ۸۲۵

میں اسے اختیار کروں گا جو میری اطاعت کرے میں اس کی بات مانوں گا جو شخص قلبی یقین کے ساتھ مجھ سے محبت کرتا ہے میں اسے اپنی ذات کے لیے قبول کرتا ہوں اور اس سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اس سے آگے نہیں بڑھتا جو شخص سچی طلب کے ساتھ مجھے تلاش کرتا ہے وہ مجھے پالیتا ہے اور جو میرے غیر کو ڈھونڈتا ہے وہ مجھے نہیں پاسکتا اے زمین والو اتم جس دھوکے میں ہو اسے چھوڑ دو میری کرامت، صحبت اور میری مجلس کی طرف آؤ تم مجھ سے اُنس حاصل کرو میں تمہارے ساتھ اُنس رکھوں گا اور تمہاری محبت کی طرف جلدی کروں گا میں نے اپنے دوستوں کا خمیر اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے ہم کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اپنے منتخب بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خمیر سے پیدا کیا ہے مشتاق لوگوں کے دلوں کو اپنے نور سے پیدا کیا اور اپنے جلال سے ان کی پرورش کی۔

بعض اسلاف سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی صدیق بندے کی طرف الہام فرمایا کہ میرے کچھ بندے مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں ان سے محبت کرتا ہوں وہ میرا شوق رکھتے ہیں اور میں ان کا مشتاق ہوں وہ مجھے یاد کرتے ہیں اور میں ان کو یاد کرتا ہوں وہ مجھے دیکھتے ہیں اور میں ان کو دیکھتا ہوں اگر تو ان کے طریقے پر چلے تو میں تجھ سے بھی محبت کروں گا اور اگر ان کی راہ سے رُوگردانی کرے گا تو میں تجھ سے ناراض ہوں گا، پوچھا اے میرے رب! ان کی علامت کیا ہے؟ فرمایا وہ دن کے وقت سائے کو یوں دیکھتے ہیں جس طرح شفیق چرواہا اپنی بکریوں کو دیکھتا ہے اور غروب آفتاب کو اس طرح مشتاق ہوتے ہیں جیسے پرندہ اس وقت اپنے گھونسلے کا مشتاق ہوتا ہے پھر جب ان پر رات چھا جاتی ہے اور اندھیرا ہو جاتا ہے بستر بچھ جاتے ہیں اور تخت بچھائے جاتے ہیں اور ہر محب اپنے محبوب کے پاس چلا جاتا ہے تو وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پیشانی بچھا لیتے ہیں میرے کلام کے ساتھ مجھ سے سرگوشی کرتے ہیں اور میرے انعام کے باعث میری خوشامد کرتے ہیں کوئی چیختا اور روتا ہے کوئی آہیں بھرتا اور شکوہ کرتا ہے کوئی قیام میں ہے تو کوئی قعدہ کر رہا ہے کوئی حالتِ رکوع میں ہے تو کوئی سجدے کی حالت میں ہے وہ میری رضا کے حصول کے لیے جو مشقت اٹھاتے ہیں میں اسے دیکھتا ہوں اور میری محبت میں جو شکوہ و شکایت کرتے ہیں میں اسے سنتا ہوں۔

میں ان کو سب سے پہلے جو کچھ دوں گا وہ تین چیزیں ہیں۔

(۱) اپنا نور ان کے دل میں ڈالوں گا تو وہ میرے بارے میں خبر دیں گے جیسے میں ان کے بارے میں خبر دیتا ہوں۔

(۲) اگر آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے، ان کے وزن کے مقابلے میں ہوگی تو میں اسے ان کی نظروں میں کم کر دوں گا۔

(۳) میری رحمت ان کی طرف متوجہ ہوگی تو کسی کو معلوم ہے کہ میں جس کی طرف متوجہ ہوں اسے کیا دیتا ہوں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعات میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجتے ہوئے فرمایا اے داؤد علیہ السلام! آپ کب تک جنت کا ذکر کرتے رہیں گے اور مجھ سے میرے شوق کا سوال نہیں کریں گے آپ نے عرض کیا

یا اللہ! تیرا شوق رکھنے والے لوگ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو لوگ میرا شوق رکھتے ہیں میں نے ان کے دلوں کو ہر قسم کی کدورت سے پاک کر دیا ہے اور ان کو ہر خوف سے آگاہ کر دیا ہے ان کے دلوں میں اپنی طرف ایک سوراخ بنا بنا دیا ہے کہ وہ مجھے دیکھتے ہیں میں ان کے دلوں کو اپنے دستِ قدرت سے اٹھا کر اپنے آسمان پر رکھ دیتا ہوں پھر اپنے خاص فرشتوں کو بلاتا ہوں جب وہ جمع ہو جاتے ہیں تو میرے لیے سجدہ کرتے ہیں میں کہتا ہوں میں نے تمہیں اس لیے نہیں بلایا کہ مجھے سجدہ کرو بلکہ اس لیے بلایا ہے کہ تمہارے سامنے اپنے مشتاق بندوں کے دل پیش کروں اور ان کے باعث تم پر فخر کروں ان کے دل میرے آسمان میں فرشتوں کو اس طرح نور دیتے ہیں جس طرح سورج زمین والوں کو روشنی دیتا ہے۔

اے داؤد علیہ السلام! میں نے مشتاق لوگوں کے دلوں کو اپنی رضا سے بنایا اور اپنے چہرے کے نور سے (جیسا کہ اس کے شایانِ شان ہے) ان کو زینت دی ان کو اپنی ذات کے لیے بات کرنے والا بنایا اور ان کے بدنوں کو زمین میں اپنی نظر کا مرکز بنایا نیز ان کے دلوں سے ایک راستہ بنایا جس کے ذریعے وہ مجھے دیکھتے ہیں اور ہر دن ان کا شوق بڑھتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! مجھے اپنے اہل محبت لوگ دکھا دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے داؤد علیہ السلام! لبنان کے پہاڑ میں جاؤ وہاں چودہ آدمی ہیں جن میں نوجوان بھی ہیں اور بوڑھے بھی جب ان کے پاس جائیں تو ان کو میرا سلام کہیں اور ان سے کہیں کہ تمہارا رب تمہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا تم اپنی حاجت کا سوال نہیں کرتے تم تو میرے محبوب، پسندیدہ اور دوست ہو میں تمہاری خوشی پر خوش ہوتا ہوں اور تمہاری محبت کے لیے جلدی کرتا ہوں۔

چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے تو ان کو ایک چشمے کے پاس دیکھا وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت میں غور و فکر کر رہے تھے انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو دیکھا تو ان سے دور ہونے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے
حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا میں تمہارے
پاس اس لیے آیا ہوں کہ تمہیں تمہارے رب کا پیغام پہنچاؤں چنانچہ وہ آپ کی طرف متوجہ ہو گئے اور آپ کی بات غور سے سننے لگے نیز انہوں نے اپنی نگاہوں کو جھکایا حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس پیغام لے کر آیا ہوں اللہ تعالیٰ تمہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کیا تم مجھ سے اپنی حاجت کا سوال نہیں کرتے کیا تم مجھے نہیں پکارتے کہ میں تمہاری آواز اور کلام سنوں بے شک تم میرے محبوب منتخب بندے اور میرے دوست ہو میں تمہاری خوشی پر خوش ہوتا ہوں اور تمہاری محبت میں جلدی کرتا ہوں اور ہر گھڑی تمہاری طرف یوں دیکھتا ہوں جیسے شفیق مہربان ماں دیکھتی ہے یہ سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو چہروں پر بہنے لگے ان کے شیخ نے کہا یا اللہ! تو پاک ہے تو

پاک ہے ہم تیرے بندے اور تیرے بندوں کے بیٹے ہیں ہمارے دلوں سے تیرے ذکر میں جو کوتاہی ہوتی ہے اسے معاف فرما دے۔

دوسرے نے کہا یا اللہ! تو پاک ہے تو پاک ہے ہم تیرے بندے اور تیرے بندوں کی اولاد میں ہمارے اور تیرے درمیان جو معاملہ ہے اس میں ہم پر نظر رحمت فرما۔ تیسرے نے کہا تو پاک ہے تو پاک ہے ہم تیرے بندے اور تیرے بندوں کی اولاد ہیں کیا ہم دعا کی جرأت کریں تو جانتا ہے کہ ہمیں اپنے کسی کام کی حاجت نہیں تو ہم پر احسان فرما کہ ہمیں ہمیشہ اپنے راستے پر رکھ اور اسی طرح ہم پر احسان فرما چوتھے نے کہا یا اللہ ہم تیری رضا کی طلب میں کوتاہی کرنے والے ہیں اپنے جود و کرم سے ہماری مدد فرما۔

پانچویں نے کہا تو نے ہمیں مادہ منویہ سے پیدا فرمایا اور اپنی عظمت میں غور و فکر کے ذریعے ہم پر احسان فرمایا جو شخص تیری عظمت میں مشغول اور تیرے جلال میں غور و فکر کرنے والا ہو کیا وہ کلام کی جرأت کر سکتا ہے ہم تو تیرے نُور کا قرب مانگتے ہیں۔

چھٹے شخص نے کہا ہماری زبانیں تجھ سے دعا کرنے کی طاقت نہیں رکھتیں کیوں کہ تیری شان عظیم ہے، تو اپنے اولیاء کے قریب ہے اور اہل محبت پر تیرے بے شمار احسانات ہیں۔

ساتویں بزرگ نے کہا (یا اللہ!) تو نے ہمارے دلوں کو اپنے ذکر کی ہدایت دی اور اپنی ذات میں مشغولیت کے لیے تو نے ہمیں فراغت عطا فرمائی پس تیرا شکر ادا کرنے میں ہم سے جو کوتاہی ہوئی ہے اسے معاف کر دے آٹھویں نے کہا تو ہماری حاجات کو جانتا ہے اور وہ تیرا دیدار ہے۔

نویں شیخ نے کہا یا اللہ! غلام اپنے آقا پر کیسے جرأت کر سکتا ہے لیکن چونکہ تو نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں دعا کا حکم دیا ہے تو یا اللہ تو ہمیں ایسا نور عطا فرما کہ اس کے ذریعے ہمیں آسمان کے طبقات میں اندھیروں میں راستہ ملے۔

دسویں بزرگ نے کہا ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ تو ہماری طرف توجہ فرما اور ہمیں ہمیشہ تیرا قرب حاصل رہے۔

گیارہویں بزرگ نے کہا یا اللہ! تو نے ہمیں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔

اور ہم پر فضل کیا ہم ان کی تکمیل کا سوال کرتے ہیں۔

بارھویں بزرگ نے کہا ہمیں تیری مخلوق سے کسی قسم کی حاجت نہیں ہے تو ہمیں اپنے دیدار کی دولت عطا فرما۔

تیرھویں بزرگ نے کہا یا اللہ! تو مجھے دنیا اور دنیاداروں کو دیکھنے سے نابینا کر دے اور میرے دل کو آخرت (کے معاملے) میں مشغول کر دے۔

چودھویں بزرگ نے کہا یا اللہ! مجھے معلوم ہے تو بلند اور بابرکت ذات ہے تو اپنے دوستوں سے محبت کرتا ہے یا اللہ! تو مجھ پر یوں احسان فرما کہ میرا دل سب کچھ چھوڑ کر تیری ذات میں مشغول ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ان سے کہہ دیں میں نے تمہارا کلام سنا اور جو کچھ تمہیں پسند ہے

ہیں نے قبول کیا پس تم میں سے ہر ایک دوسرے ساتھی سے جدا ہو جائے اور اپنے لیے زمین میں تہہ خانہ بنا لے کیونکہ میں اپنے اور تمہارے درمیان سے پردہ اٹھانے والا ہوں تاکہ تم میرے نور اور جلال کو دیکھ سکو۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! یہ لوگ کس طرح اس درجے کو پہنچے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انہوں نے میرے بارے میں اچھا گمان کیا نیز دنیا اور دنیا داروں سے کنارہ کشی اختیار کر کے میرے لیے خلوت اختیار کی اور مجھ سے مناجات کرتے رہے اس منزل کو وہی شخص پا سکتا ہے جو دنیا اور دنیا والوں کو چھوڑ دے اور ان کے ذکر میں سے کسی بات میں مشغول نہ ہو نیز اپنے دل کو میرے لیے فارغ کر دے اور تمام مخلوق کے مقابلے میں مجھے اختیار کرے اس وقت میں اس پر لطف و کرم کی بارش برساتا ہوں اس کے نفس کو فارغ کرتا ہوں اور اپنے اور اس کے درمیان قائم حجاب کو دور کر دیتا ہوں حتیٰ کہ وہ مجھے اس طرح دیکھتا ہے جس طرح کوئی شخص اپنی آنکھ سے کسی چیز کو دیکھتا ہے میں اسے ہر وقت اپنی کرامت دکھاتا ہوں اور اسے اپنے نورِ ذات کے قریب کرتا ہوں اگر وہ بیمار ہو جائے تو میں اس کی تیمارداری اس طرح کرتا ہوں جس طرح شفیق ماں اپنے بیٹے کی تیمارداری کرتی ہے اگر وہ پیاسا ہوتا ہے تو میں اسے سیراب کرتا ہوں اسے اپنے ذکر کا ذائقہ چکھاتا ہوں اے داؤد علیہ السلام! جب میں اس کے ساتھ یوں کرتا ہوں تو اس کا نفس دنیا اور اہل دنیا سے اندھا ہو جاتا ہے اور میں اس دنیا کو اس کا محبوب نہیں بناتا وہ میرے ساتھ مشغولیت میں کمی نہیں کرتا اور میری طرف آنے کی جلدی کرتا ہے میں اس کی موت کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ یہ شخص لوگوں کے درمیان میری نظر کا محل ہے وہ میرے غیر کو نہیں دیکھتا اور میں اس کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا اے داؤد علیہ السلام! اگر آپ اسے دیکھیں تو اس کا نفس گھل گیا جسم لاغر ہو گیا اور اعضاء ٹوٹ گئے ہیں جب وہ میرا ذکر سنتا ہے تو اس کا دل ٹھکانے پر نہیں رہتا میں فرشتوں اور آسمان والوں کے سامنے اس پر فخر کرتا ہوں تو اس کا خوف اور عبادت بڑھ جاتی ہے۔

اے داؤد علیہ السلام! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے میں اسے جنت الفردوس میں بٹھاؤں گا اور اپنے دیدار سے اس کے سینے کو شفا دوں گا حتیٰ کہ وہ راضی ہو جائے بلکہ رضا سے بھی اوپر کا مقام حاصل ہو گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی روایات و حکایات میں یہ بھی ہے کہ میرے ان بندوں سے فرما دیں جو میری طرف متوجہ ہیں کہ اگر میں مخلوق سے پوشیدہ رہوں اور اپنے اور تمہارے درمیان سے پردہ اٹھا دوں حتیٰ کہ تم مجھے اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھو تو اس میں تمہارا کیا نقصان ہے اور اگر میں تم سے دنیا کو لپیٹ دوں اور تمہارے لیے دین کو کشادہ کر دوں تو تمہارا کیا نقصان ہو گا اور جب تم میری رضا کے طالب ہو تو مخلوق کا ناراض ہونا تمہیں کیا نقصان پہنچائے گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعات میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ کا خیال یہ ہے کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں اگر واقعی مجھ سے محبت کرتے ہیں تو اپنے دل سے دنیا کی محبت نکال دیں کیوں کہ میری

محبت اور دنیا کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی اے داؤد! مجھ سے خالص محبت کریں اور دنیا والوں سے یوں میل جول رکھیں کہ دین میں میری تقلید کریں اور دینی معاملات میں لوگوں کی تقلید نہ کریں ہاں ان کی جو بات میری محبت کے موافق ہو اسے اختیار کریں لیکن جو بات مشکل ہو تو اسے میرے حوالے کر دیں۔ میرے ذمۂ کرم پر لازم ہے کہ میں تیری سیاست اور درستگی کی طرف جلدی کروں میں تیرا قائد اور راہنما ہوں مانگنے کے بغیر آپ کو عطا کروں اور مشکلات میں آپ کی مدد کروں میں نے قسم کھائی ہے کہ صرف اسی بندے کو ثواب عطا کروں گا جس کی طلب و ارادہ سے مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ میرے سامنے عاجزی کرتا ہے اور مجھ سے بے نیازی اختیار نہیں کرتا۔

اے داؤد! اگر آپ ایسے ہوں گے تو میں آپ کے دل سے وحشت کو دور کر دوں گا اور آپ کے دل کو غنی کر دوں گا میں نے قسم کھائی ہے کہ میرا جو بندہ اپنے نفس پر مطمئن ہو کر اس کے افعال کو دیکھتا ہے تو میں اسے اس کے حوالے کر دیتا ہوں اشیاء کی نسبت میری طرف کیجئے آپ کے اعمال اس کے خلاف نہ ہوں ورنہ آپ مشقت میں پڑ جائیں گے اور آپ کے ہم مجلس آپ سے نفع نہیں اٹھا سکیں گے اور نہ ہی آپ میری معرفت کی کوئی حد پا سکیں گے کیوں کہ اس کی کوئی انتہا نہیں جب آپ مجھ سے زیادہ مانگیں گے تو میں آپ کو زیادہ دوں گا اور اس کی کوئی حد نہیں۔

پھر آپ بنی اسرائیل کو بتا دیں کہ میرے اور مخلوق کے درمیان کوئی رشتہ نہیں لہٰذا ان کی رغبت اور ارادہ ہی میرے نزدیک زیادہ ہونا چاہیئے تاکہ میں ان کو وہ چیز دوں جسے نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا خیال آیا مجھے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں اور دل کی نظر سے مجھے دیکھیں اور اپنے سر کی آنکھوں سے ان لوگوں کی طرف نہ دیکھیں جن کی عقلیں مجھ سے پردے میں ہیں تو انہوں نے ان کو تکبر میں ڈال دیا اور میں نے ان سے اپنے ثواب کو منقطع کر دیا ہے۔

میں نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھائی ہے کہ میں اس شخص کے لیے ثواب کا دروازہ نہیں کھولوں گا جو میری اطاعت تجربے یا ٹال مٹول کے طور پر کرتا جن کو آپ سکھائیں ان کے لیے تواضع اختیار کریں اور عقیدت مندوں پر زیادتی نہ کریں اگر اہل محبت کو علم ہو جائے کہ مریدین کا میرے نزدیک کیا مقام ہے تو وہ ان کے لیے زمین بن جائیں تاکہ وہ ان پر چلیں۔

اے داؤد علیہ السلام! اگر آپ کسی مرید کو نشے سے نکال کر پاک صاف کر دیں تو میں آپ کو اپنے ہاں نہایت محنت کرنے والا لکھوں گا اور جس کو میں اپنے ہاں محنت کرنے والا لکھ دوں اس پر کوئی وحشت نہیں ہوتی اور نہ وہ مخلوق کا محتاج ہوتا ہے۔

اے داؤد علیہ السلام! میرے کلام کو مضبوطی سے اختیار کریں اپنے نفس کے لیے نفس سے ہی حصہ لیں اس میں سے کچھ ہرگز نہ دیں ورنہ میں اپنی محبت کو آپ سے پردے میں کر دوں گا۔ میرے بندوں کو میری رحمت سے ناامید نہ کرنا اور اپنی خواہش کو میرے لیے ترک کر دینا میں نے اپنی مخلوق میں سے کمزور لوگوں کے لیے خواہشات کو جائز قرار دیا ہے۔ مضبوط لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ خواہشات حاصل کریں اس طرح میری مناجات کی حلاوت کم ہو جائے گی مضبوط لوگ شہوت اختیار کریں تو

میری طرف سے ان کی ادنیٰ سزا یہ ہے کہ میں ان کی عقلوں پر اپنی طرف سے حجاب ڈال دوں گا کیوں کہ میں دنیا اور اس کی تروتازگی کو اپنے محبوب بندوں کے لیے پسند نہیں کرتا۔

اے داؤد علیہ السلام! اپنے اور میرے درمیان کسی ایسے عالم کو ذریعہ نہ بنانا جو اپنی غفلت کے باعث تجھے میری محبت سے حجاب میں کر دے یہ لوگ میرے مریدوں کے لیے راہزن ہیں شہوتوں کو چھوڑنے کے سلسلے میں ہمیشہ روزہ رکھیں اور روزے کو چھوڑنے کا تجربہ نہ کرنا کیوں میں دائمی روزے کو پسند کرتا ہوں۔

اے داؤد علیہ السلام! اپنے نفس کی دشمنی کر کے میرے محبوب بنیں اور اپنے نفس کو شہوت سے دور رکھیں" کہ میں آپ کی طرف نظر کروں گا اور آپ دیکھیں کہ میرے اور آپ کے درمیان جو پردہ تھا وہ اٹھ گیا ہے میں آپ کی خاطر مدارات اس لیے کر رہا ہوں کہ آپ میرے ثواب پر قادر ہو جائیں جب میں آپ پر ثواب کا احسان کروں اور میں آپ کو آپ سے روک کر رکھتا ہوں کہ آپ میری عبادت میں رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے داؤد علیہ السلام! اگر روگردانی کرنے والوں کو معلوم ہو کہ میں کس طرح ان کا منتظر رہتا ہوں اور ان سے نرمی کرتا ہوں اور ان کے گناہوں کے ترک کے لیے کیسا مشتاق ہوں تو وہ میرے شوق میں مر جائیں اور میری محبت میں ان کے جوڑ ٹوٹ جائیں۔

اے داؤد علیہ السلام! جو لوگ مجھ سے پیٹھ پھیرتے ہیں ان کے لیے میرا یہ ارادہ ہے تو جو لوگ میری طرف متوجہ ہوتے ہیں ان کے ساتھ میرا کیا ارادہ ہوگا۔ اے داؤد علیہ السلام میرا بندہ جب مجھ سے بے نیازی اختیار کرتا ہے تو اس وقت اسے میری حاجت زیادہ ہوتی ہے اور جب وہ مجھ سے پیٹھ پھیرتا ہے تو اس وقت مجھے اس پر زیادہ رحم آتا ہے اور جب وہ میری طرف رجوع کرتا ہے تو اس وقت وہ مجھے بہت بڑا معلوم ہوتا ہے۔

یہ روایات اور اس قسم کی مثالیں بے شمار ہیں جو محبت، شوق اور انس پر دلالت کرتی ہیں اور ان کے معانی کی حقیقت پہلے معلوم ہو چکی ہے۔

فصل ۱:

محبّت خداوندی اور اس کا مفہوم

قرآن مجید سے متواتر شواہد اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے لہذا اس کا معنی معلوم کرنا ضروری ہے لیکن پہلے ہم محبت کے ثبوت سے متعلق شواہد ذکر کرتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ ۔ (۱) وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا۔ (۲) بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے راستے میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔ (۳) بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور وہ خوب پاک ہونے والوں کو چاہتا ہے۔

اسی لیے جن لوگوں نے دعویٰ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔

قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ۔ (۴) آپ فرما دیجئے (اگر تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو) تو وہ تمہیں تمہارے گناہوں پر عذاب کیوں دے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں۔

اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ تَعَالٰى عَبْدًا لَمْ يَضُرَّهٗ ذَنْبٌ۔ (۵) جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔

آپ نے فرمایا۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ۔ (۶) گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس کا کوئی گناہ نہ ہو۔

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ ۔ (۷) بیشک اللہ تعالیٰ خوب توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ مائدہ آیت ۵۴

(۲) قرآن مجید، سورۃ الصف آیت ۴

(۳) قرآن مجید، سورہ بقرہ آیت ۲۲۲

(۴) قرآن مجید، سورۃ مائدہ آیت ۱۸

(۵) الدر المنثور جلد اول ص ۲۶۱ تحت آیت ان اللہ یحب التوابین

(۶) سنن ابن ماجہ ص ۳۲۳، ابواب الزھد (۷) قرآن مجید، سورۃ بقرہ آیت ۲۲۲

مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت رکھتا ہے تو مرنے سے پہلے اس کی توبہ کر لیتا ہے پس اسے گذشتہ گناہ نقصان نہیں دے سکتے اگرچہ زیادہ ہوں جس طرح اسلام قبول کرنے والے کو گذشتہ کفر نقصان نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے محبت کے لیے گناہوں کی بخشش کا بھی ذکر فرمایا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔ (۱)

آپ فرما دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِى الدُّنْيَا مَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ وَلَا يُعْطِى الْاِيْمَانَ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ۔ (۲)

بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اس شخص کو بھی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی جس سے محبت نہیں کرتا لیکن ایمان صرف ان لوگوں کو عطا فرماتا ہے جن سے محبت کرتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ (۳) وَمَنْ اَكْثَرَ ذِكْرَ اللّٰهِ اَحَبَّهُ اللّٰهُ۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سربلندی عطا کرتا ہے اور جو شخص تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پست کر دیتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو اکثر یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (۴)

لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ اِلَىَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهُ فَاِذَا اَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بندہ مسلسل نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان ہو جاتا ہوں جس

---

(۱) قرآن مجید سورۃ آل عمران آیت ۳۱

(۲) شعب الایمان جلد ۴ ص ۳۹۵ حدیث ۵۵۲۴

(۳) مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۸۲ کتاب الادب

(۴) کنز العمال جلد ص ۲۵۴ حدیث ۱۸۲۸

الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ۔ سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ (۱)

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ بندے سے محبت کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اس کی محبت میں اس مقام تک پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔

محبت کے سلسلے میں جس قدر الفاظ آئے ہیں وہ بے شمار ہیں اور ہم نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت حقیقت ہے مجاز نہیں ہے کیوں کہ لغت میں محبت کا معنی موافق چیز کی طرف میلانِ نفس ہے اور عشق اس خواہش کے غلبے اور بڑھ جانے کا نام ہے اور ہم نے بیان کیا ہے کہ احسان، نفس کے موافق ہوتا ہے اور جمال بھی اس کے موافق ہوتا ہے۔

نیز جمال اور احسان بعض اوقات ظاہری آنکھ سے اور بعض اوقات باطنی آنکھ سے دکھائی دیتے ہیں اور محبت ان دونوں کے پیچھے جاتی ظاہری آنکھ سے خاص نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت اس طرح ممکن نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر جتنے الفاظ بھی بولے جاتے ہیں تو خالق و مخلوق پر ان کا اطلاق ایک جیسا نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ لفظ وجود جس میں خالق و مخلوق کا اشتراک سب سے زیادہ ہے وہ بھی خالق و مخلوق پر ایک انداز میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ بھی ہے اس کا وجود اللہ تعالیٰ کے وجود کا فیضان ہے اور تابع کا وجود متبوع کے وجود کے مساوی نہیں ہوتا محض اطلاق لفظی میں برابری ہے اس کی مثال یوں سمجھیں کہ گھوڑے اور درخت دونوں کو جسم کہا جاتا ہے کیوں کہ جسمیت کا معنی اور حقیقت دونوں میں ایک جیسی ہے یہ نہیں کہ ایک کا استحقاق ہو یعنی اس کے لیے لفظ جسم بطور اصل استعمال ہوتا ہو۔ اور ایک کی جسمیت دوسرے کی جسمیت کا فیضان ہو لیکن اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے لئے لفظ وجود کے اطلاق میں فرق ہے اور یہ فرق تمام ناموں میں ظاہر ہے جیسے علم، ارادہ اور قدرت وغیرہ تمام ناموں میں خالق اور مخلوق میں کوئی مشابہت نہیں ہے واضع لغت نے پہلے ان ناموں کو مخلوق کے لیے وضع کیا کیوں کہ عقل و فہم میں مخلوق پہلے آتی ہے پھر خالق کے حق میں ان کا استعمال بطور مجاز و استعارہ ہوا۔

محبت کا لغوی معنی نفس کا ایسی چیز کی طرف میلان ہے جو اس کے مناسب و موافق ہو اور یہ اس نفس میں متصور ہو سکتی ہے جو اس کے نہ ملنے سے ناقص رہے اور جب وہ اسے مل جائے تو وہ کامل ہو جائے اور اس سے فائدہ اٹھائے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے کیوں کہ ہر کمال، جمال اور فضیلت اللہ تعالیٰ کو ہر وقت حاصل ہے اور ازل سے ابد تک واجب الحصول ہے نہ اس کے زوال کا تصور کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی جدت

---

(۱) میزان الاعتدال جلد اول ص ۱۱۸ حدیث ۲۴۶۲

کا، پس اللہ تعالیٰ کا غیر کی طرف نظر کرنا اس لیے نہیں کہ وہ اس کا غیر ہے بلکہ اس لیے کہ وہ اس کا فعل ہے لہٰذا وہ صرف اپنی ذات اور افعال کو دیکھتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وجود بھی صرف اس کی ذات اور افعال ہی کا ہے۔

اس لیے حضرت شیخ ابو سعید میہنی رحمہ اللہ کے سامنے جب یہ آیت پڑھی گئی۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ۔ وہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے اور وہ اس (اللہ تعالیٰ) سے محبت کرتے ہیں۔ (۱)

تو آپ نے فرمایا اس کی محبت صحیح ہے کیوں کہ وہ اپنی ذات سے ہی محبت کرتا ہے یعنی وہی کُل ہے اور اس کے علاوہ کسی کا وجود نہیں اور جو صرف اپنی ذات اپنے افعال اور اپنی تصانیف سے محبت کرے تو اس کی محبت اس کی ذات اور توابع ذات سے تجاوز نہیں کرتی کیوں کہ وہ اس کی ذات سے ہی متعلق ہے تو گویا وہ صرف اپنے آپ سے محبت کرتا ہے اور بندوں سے اس کی محبت کے سلسلے میں جو الفاظ آئے ہیں تو ان کی تاویل یوں کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے دل سے پردہ اٹھا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ اسے اپنے دل سے دیکھتا ہے نیز وہ بندے کو اپنے قریب کر دیتا ہے اور یہ اس کا ازلی ارادہ ہے پس جب اللہ تعالیٰ کی محبت کی نسبت اس کے ارادۂ ازلی کی طرف ہے کہ اس نے بندے کو قرب کے اس راستے پر چلنے کا ارادہ کیا تو معلوم ہوا کہ بندے سے اس کی محبت بھی ازلی ہے۔

اور جب اس محبت کی اضافت اس کے اس فعل کی طرف ہو جس کے ذریعے وہ بندے کے دل سے پردہ ہٹا دیتا ہے تو یہ حادث ہے کیوں کہ اس کا سبب بھی حادث ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندہ مسلسل نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو نوافل کے ذریعے اس کا قرب اس کی باطنی صفائی اور دل سے حجاب کے اٹھ جانے کا سبب ہوتا ہے نیز اس طرح اسے اپنے رب کے قرب کا درجہ ملتا ہے پس یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی وجہ سے ہے اور اس کی محبت کا یہی معنیٰ ہے اور اس بات کو سمجھنے کے لیے ایک مثال پیش کرنا ضروری ہے

مثلاً ایک بادشاہ کسی غلام کو اپنے قریب کرتا ہے اور اسے ہر وقت اپنے حضور میں حاضر ہونے کا حکم دیتا ہے کیونکہ بادشاہ کا اس کی طرف میلان ہے یا تو اس لیے کہ وہ اپنی طاقت کے ذریعے بادشاہ کی مدد کرے یا وہ اس کے مشاہدے سے راحت پائے یا اس سے مشورہ کر کے اس کی رائے حاصل کرے یا وہ اس کے لیے کھانے پینے کا سامان تیار کرے تو کہا جاتا ہے کہ بادشاہ اس سے محبت کرتا ہے یعنی بادشاہ کا اس کی طرف میلان ہے کیوں کہ اس میں موافق و مناسب معنیٰ پایا جاتا ہے اور بعض اوقات بادشاہ اپنے غلام کو مقرب بناتا ہے اور اسے پاس آنے سے نہیں

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ مائدہ آیت ۵۴

روکتا لیکن اس کا مقصد اس سے کوئی نفع لینا نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اس کے ذریعے طاقت حاصل کرتا ہے بلکہ اس کی وجہ اس غلام کا اچھے اخلاق کا مالک ہونا ہے اس میں ایسے اوصاف حمیدہ پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے وہ بادشاہ کے قرب کے لائق ہو جاتا ہے اور اس کو قرب سے وافر حصہ ملتا ہے حالانکہ بادشاہ کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی پس جب بادشاہ اس کے اور اپنے درمیان سے حجاب اٹھا لیتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ بادشاہ تک پہنچ گیا اور اور اس کا محبوب ہو گیا۔

تو اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت دوسرے معنیٰ کے اعتبار سے ہے پہلے معنیٰ کے اعتبار سے نہیں اور دوسرے معنیٰ کے اعتبار سے ہی مثال دینا بھی اس شرط کے ساتھ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں کچھ تبدیلی نہ سمجھی جائے کیوں کہ جو اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے وہ اس کا قرب حاصل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جانوروں، درندوں اور شیطانوں سے دور ہے اور ان اچھے اخلاق سے موصوف ہو گیا ہے جو اخلاق خداوندی ہیں تو یہ صفت کے اعتبار سے قریب ہے مکان کے اعتبار سے نہیں۔

اور جو پہلے قریب نہ ہو اور اب قریب ہو جائے تو اس میں تبدیلی آ گئی پس بعض اوقات اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ جب نیا قرب آتا ہے تو بندے اور رب دونوں کے وصف میں تبدیلی آ جاتی ہے یعنی پہلے قریب نہ تھا اور اب قریب ہو گیا تو یہ بات اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ پر تبدیلی محال ہے بلکہ وہ تو ہمیشہ اسی کمال اور جلال پر رہتا ہے جس پر ازل میں تھا۔

اور اس بات کی مثال لوگوں کے باہم قرب کے حوالے سے سمجھی جا سکتی ہے مثلاً دو آدمی بعض اوقات ایک دوسرے کی طرف حرکت کر کے باہم قریب ہوتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک اپنی جگہ ٹھہرا رہتا ہے اور دوسرا حرکت کرتا ہے اور اس قرب میں ایک کے اندر تبدیلی آتی ہے دوسرے میں نہیں۔ بلکہ صفات کا معاملہ بھی اسی طرح ہوتا ہے مثلاً شاگرد علم و جمال میں کمال حاصل کر کے اپنے استاذ کے درجے کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے جب کہ استاذ اپنے کمال علم میں غیر متحرک ہوتا ہے وہ شاگرد کے درجہ کی طرف نزول نہیں کرتا بلکہ شاگرد حرکت کر کے جہالت کی پستی سے علم کی بلندی کی طرف ترقی کرتا ہے پس وہ مسلسل تبدیلی اور ترقی کی منازل طے کرتا ہے حتیٰ کہ اپنے استاذ سے قریب ہو جاتا ہے جب کہ استاذ میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ تو درجات قرب میں بندے کی ترقی کو بھی اسی طرح سمجھنا چاہیے جب وہ اپنی صفات میں کامل ہو جائے علم کی تکمیل ہو جاتی ہے اور وہ حقائق امور کو جان لیتا ہے نیز شیطان اور خواہشات کے قلع قمع کے لیے اس میں قوت ثابت ہو جاتی ہے نیز بری خصلتوں سے اس کی پاکیزگی ظاہر ہو جاتی ہے تو وہ درجۂ کمال کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور انتہائی درجہ کا کمال تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور ہر شخص جس قدر کمال حاصل کرتا ہے اسی قدر اسے قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے ہاں ایسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات

شاگرد استاذ کے قریب ہونے اس کے برابر ہونے بلکہ اس سے آگے بڑھنے پر بھی قادر ہوتا ہے لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے کیوں کہ اس کے کمال کی کوئی انتہا نہیں جب کہ درجاتِ کمال میں بندے کے سلوک (چلنے) کی ایک انتہا ہے وہ ایک محدود حد تک ہی پہنچتا ہے لہذا اس کے لیے مساوات کی کوئی طمع نہیں ہو سکتی۔

پھر قرب کے درجات بھی مختلف ہیں اور اس اختلاف کی کوئی انتہا نہیں کیوں کہ اس کمال کی بھی کوئی انتہا نہیں تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بندے سے محبت کرنا یہ ہے کہ وہ بندے سے دنیوی کدورتوں سے اس کے اندر کو صاف کر کے اور اس کے دل سے پردہ ہٹا کر اسے اپنے قریب کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اس کا مشاہدہ اس طرح کرتا ہے گویا اسے دل سے دیکھ رہا ہے۔

جہاں تک بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کا تعلق ہے تو وہ اس کا اس کمال کو پانے کی طرف میلان ہے جس میں وہ مفلس ہے اور اس سے خالی ہے پس وہ لازماً اس چیز کا شوق رکھتا ہے جو اس کے پاس نہیں ہے اور جب اس میں سے کوئی چیز پالیتا ہے تو اس سے لطف اندوز ہوتا ہے اور اس معنیٰ کے اعتبار سے شوق اور محبت اللہ تعالےٰ کے لیے محال ہیں۔

سوال :۔

اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کا معاملہ مشتبہ ہے بندے کو کس طرح معلوم ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔

جواب :

اس بات کی کچھ علامتیں ہیں جن کے ذریعے معلوم ہو سکتا ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِذَا أَحَبَّ اللهُ عَبْدًا ابْتَلَاهُ فَإِذَا أَحَبَّهُ الْحُبَّ الْبَالِغَ اقْتَنَاهُ۔

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے اور جب اس سے زیادہ محبت کرتا ہے تو اس کو چن لیتا ہے (اقتناہ کا لفظ فرمایا) عرض کیا گیا کہ اقتناء (چننا) کیا ہے فرمایا اس کے لیے مال و اولاد نہیں چھوڑتا ــــــــ

تو اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اسے غیر سے متنفر کر دے اور اس کے اور غیر کے درمیان حائل ہو جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ہم آپ کی سواری کے لیے دراز گوش کیوں نہ خرید لیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ وہ مجھے اپنی ذات کی مشغولیت سے ہٹا کر دراز گوش میں مشغول کر دے۔

ایک روایت میں ہے

إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا ابْتَلَاهُ فَإِنْ صَبَرَ اجْتَبَاهُ فَإِنْ رَضِيَ اصْطَفَاهُ۔ (۱)

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے پس اگر وہ صبر کرے تو اسے اپنا مجتبیٰ بنا دیتا ہے اور اگر راضی ہو تو اس کو اپنا مصطفیٰ (منتخب بندہ) بنا دیتا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں جب تم دیکھو کہ تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو اور وہ تمہیں آزمائش میں ڈالتا ہے تو جان لو کہ وہ تمہیں پاک صاف کرنا چاہتا ہے۔

کسی مرید نے اپنے استاذ (شیخ) سے کہا کہ مجھے کچھ محبت کا پتہ چل رہا ہے انہوں نے فرمایا اے بیٹے! کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے سوا کسی دوسرے محبوب کی محبت میں مبتلا کیا ہے اور پھر تم نے اس پر اللہ تعالیٰ کو ترجیح دی ہے؟ اس نے کہا نہیں فرمایا پھر محبت کی طمع نہ کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ جس بندے کو اپنی محبت عطا فرماتا ہے اسے آزمائش میں بھی ڈالتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا جَعَلَ لَهُ وَاعِظًا مِنْ نَفْسِهِ وَزَاجِرًا مِنْ قَلْبِهِ يَأْمُرُهُ وَيَنْهَاهُ۔ (۲)

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کے نفس کو اس کا واعظ اور دل کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے والا بنا دیتا ہے وہ اسے (اچھے کاموں کا) حکم دیتا اور (برے کاموں سے) روکتا ہے۔

اور ارشاد فرمایا۔

إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا بَصَّرَهُ عُيُوبَ نَفْسِهِ۔ (۳)

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے اس کے نفسانی عیوب پر مطلع کر دیتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاص علامت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرے یہ بات اللہ تعالیٰ کی محبت کی دلیل ہے۔ جہاں تک محبت خداوندی پر دلالت کرنے والے عمل کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے ظاہری اور باطنی کاموں کا کفیل سمجھے اللہ تعالیٰ ہی اس کو مشورہ دینے والا، وہی کاموں کی تدبیر فرمانے والا اور وہی اس کے اخلاق کو مزین

---

(۱) کنز العمال جلد ۱۱ ص ۱۰۰، ۱۰۱ حدیث ۳۰۷۹۲

(۲) الفردوس بماثور الخطاب جلد اول ص ۲۵۱ حدیث ۹۷۱

(۳) الفردوس بماثور الخطاب جلد اول ص ۲۴۲ حدیث ۹۳۶

(۴) الفردوس بماثور الخطاب جلد اول ص ۲۴۲ حدیث ۹۳۵

کرنے والا ہے وہی اس کے اعضاء کو مصروف رکھتا اور اس کے ظاہر و باطن کو درست کرنے والا ہے وہی اس کے تمام فکروں کو سمیٹ کر ایک فکر بنا دیتا ہے اس کے دل میں دنیا سے نفرت ڈالتا ہے اور اپنے غیر سے بیگانہ کر دیتا ہے نیز خلوت میں مناجات کے ذریعے اُنس عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ہی اس کے اور اپنے درمیان سے حجاب اٹھاتا ہے۔

تو اس قسم کی باتیں اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کی علامات ہیں اب ہم بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامات بیان کرتے ہیں یہ علامات اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کی علامتیں بھی ہیں۔

فصل ۱۱:

بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامات

جان لو کہ محبت کا دعویٰ ہر شخص کرتا ہے لیکن دعویٰ تو آسان ہے اس پر عمل کرنا مشکل ہے لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ شیطان کے مکر و فریب اور نفس کے دھوکے میں آکر مغرور نہ ہو جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرے جب تک علامات کے ذریعے نفس کا امتحان نہ لے اور اس سے دلائل کا مطالبہ نہ کرے محبت ایک ایسا درخت ہے جس کی جڑیں مضبوط و قائم ہیں اس کی شاخیں آسمانوں میں ہیں اور اس کا پھل دل، زبان اور اعضاء پر جاری ہوتا ہے اور یہ فیض بخش آثار جو دل اور اعضاء پر اثر انداز ہوتے ہیں محبت پر اس طرح دلالت کرتے ہیں جس طرح دھواں آگ پہ اور پھل درختوں پر دلالت کرتے ہیں ان علامات میں سے ایک یہ ہے کہ دار السلام میں محبوب کی ملاقات کشف و مشاہدہ کے طور پر چاہے اور جب اسے معلوم ہو کہ اس تک پہنچنے کے لئے موت کے ذریعے دنیا سے کوچ کرنا اور اسے چھوڑنا ضروری ہے تو اسے چاہیئے کہ موت کو پسند کرے اس سے نہ بھاگے کیوں کہ محب اپنے وطن سے سفر کر کے محبوب کے ٹھکانے تک جانے کو بوجھ محسوس نہیں کرتا کیوں کہ وہ اس کے مشاہدے سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے اور موت ملاقات کی چابی اور مشاہدہ میں داخلے کا دروازہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ۔ (۱)

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات چاہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے وصال کے وقت فرمایا حبیب فقر پر آیا ہے جو پشیمان ہوگا وہ فلاح نہیں پائے گا۔

کسی بزرگ نے فرمایا بندے میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی چاہت کے بعد کثرت سجود سے بڑھ کر کوئی خصلت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی چاہت کو سجدے سے مقدم کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے محبت میں سچائی کی

---

(۱) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۶۳ کتاب الرقاق

حقیقت کے پیے راہ خداوندی میں شہادت کو شرط قرار دیا ہے جب لوگوں نے دعویٰ کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہونے اور طلب شہادت کو اس محبت کی علامت قرار دیا ارشاد فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا (۱)

بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستے میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں۔

اور ارشاد خداوندی ہے،

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ۔ (۲)

وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہیں پس قتل کرتے اور شہید ہوتے ہیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جو وصیت فرمائی تھی اس میں یہ بھی فرمایا۔
حق بات گراں ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود خوش گوار ہے اور باطل ہلکا ہے لیکن اس ہلکے پن کے باوجود ناموافق ہے اگر آپ میری وصیت کی حفاظت کریں تو کوئی غائب چیز آپ کے نزدیک موت سے زیادہ پسندیدہ نہ ہوگی جو یقیناً آپ تک آنے والی ہے اور اگر آپ نے میری وصیت کو ضائع کر دیا تو کوئی بھی غائب چیز آپ کے نزدیک موت سے زیادہ ناپسندیدہ نہ ہوگی اور آپ اسے ٹال نہیں سکیں گے۔

حضرت اسحاق بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ اُحد کے دن حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کیا ہم اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کریں؟ چنانچہ وہ ایک طرف کو ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے یوں دعا مانگی۔

"اے میرے رب! میں تجھے قسم دے کر کہتا ہوں کہ کل جب میں دشمن کے مقابلے میں جاؤں تو میرا مقابلہ کسی سخت ہولناک اور غضب ناک آدمی سے ہو میں تیرے راستے میں اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے پھر وہ مجھے پکڑ کر میرا ناک اور میرے کان کاٹ دے اور میرے پیٹ کو پھاڑ دے تاکہ کل جب (روز قیامت) تجھ سے ملاقات کروں تو تُو فرمائے اے عبداللہ! تیرا ناک اور کان کس نے کاٹے تو میں کہوں یا اللہ! تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں یہ حال ہوا پھر تو فرمائے کہ تو نے سچ کہا حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دن کے آخر میں دیکھا کہ ان کا ناک اور کان ایک دھاگے میں لٹک رہے تھے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی قسم کے آخری حصے کو بھی اسی طرح سچا کرے گا۔ جس طرح اس کے پہلے حصے

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ الصف آیت ۴

(۲) قرآن مجید، سورۃ توبہ آیت ۱۱۱

کو سچا کر دیا۔ (۱)

حضرت سفیان ثوری اور حضرت بشر حافی رحمہما اللہ فرماتے تھے کہ موت کو وہی ناپسند کرتا ہے جسے شک ہو کیوں کہ محب کسی حالت میں بھی محبوب کی ملاقات کو ناپسند نہیں کرتا حضرت بویطی رحمہ اللہ نے کسی زاہد سے پوچھا کہ کیا تم موت کو پسند کرتے ہو؟ گویا اس نے کچھ توقف کیا تو حضرت بویطی نے فرمایا اگر تم سچے ہوتے تو موت کو محبوب جانتے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (۲) پس موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ۔ (۳) تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے۔

آپ کا مقصد یہ تھا کہ کسی مصیبت کے آنے پر موت کی تمنا نہ کرے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی رہنا اس سے فرار کی نسبت افضل ہے۔

سوال:۔

جو شخص موت کو پسند نہیں کرتا تو کیا اس کے بارے میں تصور ہو سکتا ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے۔

جواب:

موت کو ناپسند کرنا بعض اوقات دنیا کی محبت نیز گھر والوں دولت اور دولت سے جدائی پر افسوس کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ بات کمالِ محبت کے منافی ہے کیوں کہ کامل محبت وہ ہوتی ہے جو پورے دل کو گھیر لے لیکن یہ بات بعید نہیں کہ اہل و اولاد کی محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بھی کمزور سی محبت ہو۔

اور اس محبت میں لوگوں کے درمیان فرق ہے جس پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن شمس رضی اللہ عنہ نے جب اپنی بہن فاطمہ کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ سے کیا تو قریش نے اس سلسلے میں ان پر ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کہ تم نے ایک عقل مند عورت کا نکاح ایک غلام سے کر دیا انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے اس کا نکاح اس سے کیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ غلام اس (میری بہن) سے زیادہ علم والا ہے قریش کو ان کے عمل کی نسبت اس بات سے زیادہ تکلیف ہوئی انہوں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ فاطمہ تو آپ کی بہن ہے جب کہ وہ

---

(۱) حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۱۰۹ ترجمہ ۱۲

(۲) قرآن مجید، سورۂ بقرہ آیت ۹۴

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۱۶۳ مرویات انس

آپ کا غلام ہے انہوں نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا۔

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ یُحِبُّ اللّٰہَ بِکُلِّ قَلْبِہٖ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی سَالِمٍ۔ (۱)

جو شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے جو پورے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو وہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بعض لوگ پورے دل سے اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں کرتے بلکہ وہ ان سے بھی محبت کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں سے بھی۔

تو یقیناً ایسے لوگوں کو بارگاہ خداوندی میں حاضری کے وقت ملاقات کی لذت محبت کے مطابق ہوگی اور جس قدر دنیا سے محبت کرتے ہیں موت کے وقت دنیا کی جدائی کا افسوس بھی اسی حساب سے ہوتا ہے۔

موت کو ناپسند کرنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ بندہ فی الحال محبت کے ابتدائی مراحل میں ہو وہ موت کو ناپسند نہیں کرتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لیے تیاری سے پہلے موت کے آنے کو ناپسند کرتا ہے تو یہ بات، محبت کی کمزوری پر دلالت نہیں کرتی اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جسے اطلاع ملے کہ اس کا کوئی دوست (محبوب) آرہا ہے تو وہ اس کے آنے میں تاخیر کا خواہاں ہوتا ہے تاکہ اس کے لیے اپنے گھر کو تیار کر سکے اور دیگر اسباب کی تیاری بھی کرے اور اس سے اس صورت میں ملاقات کرے کہ اس کا دل دنیوی مشاغل سے فارغ ہو اور اس ملاقات میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

تو اس مقصد کے تحت موت کو ناپسند کرنا کمال محبت کے بالکل منافی نہیں ہے اس کی علامت ہمیشہ عمل کرتے رہنا اور تیاری کی فکر کرنا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ جس بات کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اسے اپنی محبوب چیزوں پر ظاہری اور باطنی طور ترجیح دے پس اسے عمل کا شوق ہو اور خواہشات کی اتباع سے بچتا رہے سستی کو قریب بھٹکنے نہ دے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں رہے اور نوافل کے ذریعے اس کا قرب حاصل کرے نیز اللہ تعالیٰ کے ہاں مزید درجاتِ قرب کا خواہشمند ہو جس طرح محب اپنے محبوب کے دل میں مزید قرب کی طلب کرتا ہے۔ اس ایثار کے ساتھ محبت کرنے والوں کی تعریف اللہ تعالیٰ نے یوں فرمائی ہے۔

یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ

وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے اور جو کچھ ان کو دیا گیا اس سے اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اور وہ ان کو اپنے آپ پر

(۱) کنز العمال جلد ۱۱ ص ۶۸۵ حدیث ۳۳۲۱۰

بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ (۱) ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود بھوکے ہوں۔

پس جو شخص ہمیشہ خواہشات کی اتباع میں رہتا ہے تو اس کا محبوب وہی چیز ہے جس کی وہ خواہش رکھتا ہے بلکہ محب اپنے محبوب کی محبت میں اپنے آپ سے محبت کو بھی چھوڑ دیتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

اُرِیْدُ وِصَالَہٗ وَیُرِیْدُ ھِجْرِیْ فَاَتْرُکُ مَا اُرِیْدُ لِمَا یُرِیْدُ۔ (۲)

میں اس کا وصال چاہتا ہوں اور وہ مجھ سے جدائی چاہتا ہے پس میں اس کی چاہت پر اپنی چاہت کو قربان کرتا ہوں۔

بلکہ جب محبت غالب آجائے اور خواہش کا قلع قمع ہو جائے تو اس کے لیے محبوب کے غیر سے لطف اندوزی بھی باقی نہیں رہتی۔ جیسا کہ مروی ہے حضرت زلیخا جب ایمان لائیں اور انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے نکاح کیا تو ان سے الگ تھلگ ہو کر عبادت کرنے لگیں آپ دن کے وقت حضرت زلیخا کو اپنے بستر پہ بلاتے تو وہ رات پر ٹال دیتیں اور جب رات کو دعوت دیتے تو دن پر ٹال دیتیں۔ وہ فرماتی تھیں اے یوسف علیہ السلام! میں آپ سے اس وقت محبت کرتی تھی جب مجھے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل نہ تھا لیکن جب میں نے اسے پہچان لیا تو اس کی محبت نے میرے دل میں کسی اور کی محبت باقی نہیں چھوڑی اور مجھے اس محبت کا عوض منظور نہیں ہے حتیٰ کہ آپ نے حضرت زلیخا سے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا ہے اور اس نے مجھے بتایا کہ وہ تیرے بطن سے دو لڑکے عطا فرمائے گا جن کو نبوت کے منصب پر فائز کرے گا حضرت زلیخا نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے اور مجھے اس کا ذریعہ بنایا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتی ہوں اس وقت وہ آمادہ ہو گئیں۔ تو معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتا اسی لیے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں فرمایا۔

تَعْصِیْ الْاِلٰہَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّہٗ ھٰذَا لَعَمْرِیْ فِی الْفِعَالِ بَدِیْعٌ لَوْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَاَطَعْتَہٗ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُحِبُّ مُطِیْعٌ۔

تم اپنے معبود کی نافرمانی بھی کرتے ہو اور اس کی محبت کا دعویٰ بھی قسم بخدا! یہ عجیب عمل ہے۔ اگر تم اپنی محبت میں سچے ہوتے تو اس کی اطاعت کرتے کیوں کہ محب اپنے محبوب کی بات مانتا ہے۔

اسی سلسلے میں یہ بھی کہا گیا ہے۔

وَاَتْرُکُ مَا اَھْوٰی لِمَا قَدْ ھَوِیْتَہٗ فَاَرْضٰی بِمَا تَرْضٰی وَاِنْ سَخِطَتْ نَفْسِیْ۔

اے محبوب میں تیری خواہش کے لیے اپنی خواہش کو بھی چھوڑ دیتا ہوں پس میں اس پر راضی ہوں جس پر تو راضی ہے اگرچہ میرا نفس ناراض ہو جائے۔

٭ ٭ ٭

(۱) قرآن مجید، سورۂ حشر آیت ۹

حضرت سہل رحمہ اللہ نے فرمایا محبت کی علامت یہ ہے کہ تم اپنے محبوب کو اپنے نفس پر ترجیح دو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والے تمام لوگ اس محبوب نہیں ہوتے بلکہ اس کا محبوب وہی ہے جو ممنوع کاموں سے اجتناب کرے۔
اور بات یہی ہے کیوں کہ بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت اس بات کا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے جیسے ارشاد فرمایا۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ۔ (۱) وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔

تو جب اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا تو دشمنوں کے خلاف اس کی مدد فرمائے گا اور اس کے دشمن اس کا نفس اور خواہشات ہیں پس اللہ تعالیٰ اسے نہ تو رسوا کرے گا اور نہ ہی اس کو خواہش و شہوت کے سپرد کرے گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَائِكُمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا وَكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا۔ (۲)

اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی دوستی بھی کافی ہے اور بطور مددگار وہ تمہیں کافی ہے۔

سوال :۔

کیا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، اصل محبت کے خلاف ہے ؟

جواب :۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کمال محبت کی ضد ہے اصلِ محبت کی نہیں کتنے ہی لوگ اپنے آپ سے محبت کرتے ہیں اور وہ بیمار ہونے کی صورت میں صحت کے خواہشمند ہوتے ہیں لیکن وہ چیز کھاتے ہیں جو نقصان دہ ہے حالاں کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ ضرر رساں ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنے آپ سے محبت نہیں کرتے البتہ معرفت کمزور ہو جاتی ہے اور شہوت کے غالب آنے سے وہ حقِ محبت کو قائم رکھنے سے عاجز ہو جاتا ہے اس لیے یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ نعیمان بہت جلد گناہوں میں پکڑا جاتا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا ایک دن وہ لایا گیا تو آپ نے اس پر حد قائم فرمائی ایک شخص نے اس پر لعنت بھیجی اور کہا کہ اس شخص کو اکثر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا ہے۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَلْعَنْهُ فَاِنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ اس پر لعنت نہ بھیجو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ مائدہ آیت ۵۴

(۲) قرآن مجید، سورۂ نساء آیت ۴۵

صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ (۱) دَرَسُولَہٗ۔

تو اس کو گناہ نے محبت سے نہ نکالا۔ ہاں بعض اوقات گناہ کی وجہ سے محبت کامل نہیں رہتی۔

کسی عارف کا قول ہے کہ جب ایمان دل کے ظاہر میں ہو تو اللہ تعالیٰ سے درمیانہ درجہ کی محبت رکھتا ہے اور جب ایمان دل کے اندر چلا جائے تو وہ اس سے انتہائی محبت کرتا ہے اور گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ محبت کے دعویٰ میں خطرہ ہے اسی لیے حضرت فضیل رحمہ اللہ نے فرمایا جب تم سے پوچھا جائے کہ کیا اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو، تو تم خاموش رہو اگر تم کہو گے "نہیں" تو یہ کفر ہے اور اگر "ہاں" کہو گے تو تمہارا وصف محبین والا وصف نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرو بعض علماء نے فرمایا کہ جنت میں اہل محبت و معرفت کو حاصل ہونے والی نعمت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اور نہ جہنم میں اس شخص کے عذاب سے زیادہ عذاب ہے جو معرفت و محبت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اس میں ان میں سے کوئی بات بھی نہیں پائی جاتی۔

محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ ذکر الٰہی کا بہت زیادہ حریص ہو اس کی زبان اس سلسلے میں نہ تو کوتاہی کرے اور نہ خالی ہو۔ کیوں کہ جو شخص کسی چیز سے محبت کرتا ہے وہ لازماً اس کا ذکر بکثرت کرتا ہے بلکہ اس کے متعلقین کا ذکر بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت اس کے ذکر اور قرآن پاک سے محبت کرنا ہے کیوں کہ یہ اس کا کلام ہے نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور جو چیز اس کی طرف منسوب ہوتی ہے اس سے محبت کرتا ہے کیونکہ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے وہ اس کے محلے کے کتوں سے بھی محبت کرتا ہے پس جب محبت مضبوط ہو جاتی ہے تو وہ محبوب سے متعدی ہو کر ہر اس چیز تک پہنچ جاتی ہے جس کا محبوب سے تعلق ہو اور یہ محبت میں شرکت نہیں ہے کیوں کہ جو شخص محبوب کے قاصد سے اس لیے محبت کرتا ہے کہ وہ محبوب کا قاصد ہے اور اس کے کلام سے اس لیے محبت کرتا ہے کہ وہ اس کا کلام ہے تو اس کی محبت محبوب کے غیر کی طرف نہیں جاتی بلکہ یہ تو اس کی محبت کے کمال کی دلیل ہے اور جس آدمی کے دل پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہو وہ تمام مخلوق سے محبت کرتا ہے کیوں وہ اس کی مخلوق ہے تو وہ قرآن پاک، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے محبت کیسے نہیں کرے گا۔

ہم نے اس بات کو خوف و محبت کے بیان میں تحقیق سے بیان کیا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (۲)

آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

---

(۱) مصنف عبدالرزاق جلد ۷ ص ۳۸۱ حدیث ۱۳۵۵۲

(۲) قرآن مجید، سورۂ آل عمران آیت ۳۱

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ بِهِ مِنْ نِعْمَةٍ وَاَحِبُّونِي لِلّٰهِ تَعَالٰى ۔ (۱)

اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں نعمت عطا فرماتا ہے اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرو۔

حضرت سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا جو شخص اس آدمی سے محبت کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو وہ اللہ تعالےٰ سے محبت کرتا ہے اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے والے کی تعظیم کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرتا ہے۔

کسی مرید سے منقول ہے وہ کہتا ہے میں ارادت کے دنوں میں مناجات کی حلاوت پاتا تھا تو میں نے دن رات قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی پھر مجھ سے کوتاہی ہوئی تو تلاوت چھوٹ گئی میں نے سنا کوئی شخص حالتِ نیند میں کہہ رہا ہے اگر تمہارا خیال ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو تم نے میری کتاب کے ساتھ کیوں ظلم کیا، کیا تم نے اس میں مذکور ہمارے لطیف عتاب پر غور نہیں کیا وہ کہتا ہے میں جاگا تو میرے دل میں قرآن پاک کی محبت ڈال دی گئی تھی چنانچہ میں پہلی حالت کی طرف لوٹ آیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم میں کوئی شخص اپنے نفس سے قرآن پاک کے علاوہ کسی بات کا سوال نہ کرے اگر وہ قرآن پاک سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے بھی محبت کرے گا اور اگر قرآن پاک سے محبت نہیں تو اللہ تعالیٰ سے بھی محبت نہ ہوگی۔

حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت قرآن پاک سے محبت کرنا ہے نیز اللہ تعالیٰ اور قرآن پاک سے محبت کی علامت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت سنت سے محبت ہے اور سنت سے محبت کی علامت آخرت سے محبت کرنا ہے اور آخرت سے محبت کی علامت دنیا سے بُغض رکھنا ہے اور دنیا سے بُغض کی پہچان یہ ہے کہ ضروری اخراجات اور آخرت کے سوا کچھ نہ لے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ گوشہ نشینی اللہ تعالیٰ سے مناجات اور قرآن پاک کی تلاوت سے مانوس ہو۔ ہمیشہ تہجد پڑھے رات کے سکون اور مشاغل سے انقطاع کے ذریعے وقت کے خالص ہونے کو غنیمت جانے محبت کا کم از کم درجہ محبوب سے خلوت کی لذت حاصل کرنا اور اس کی مناجات سے لطف اندوز ہونا ہے جس شخص کے نزدیک نیند اور گفتگو میں مشغولیت مناجات خداوندی کے مقابلے میں زیادہ لذیذ ہو تو اس کی محبت کیسے صحیح ہوگی۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ پہاڑ سے اتر رہے تھے تو کسی نے پوچھا آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ آپ نے فرمایا (اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس سے آرہا ہوں)

---

(۱) المستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۱۵۰ کتاب معرفۃ الصحابۃ

حضرت داؤد علیہ السلام کی خبروں میں ہے (اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا) میری مخلوق میں سے کسی سے مانوس نہ ہونا میں دو طرح کے آدمیوں کو اپنے آپ سے دور کرتا ہوں ایک وہ شخص جو ثواب کے ملنے میں تاخیر جان کر علیحدہ ہو اور دوسرا شخص وہ ہے جو مجھے بھول کر اپنے حال پر راضی ہوتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ میں اسے اس کے نفس کے سپرد کر دیتا ہوں اور دنیا میں حیران پریشان چھوڑتا ہوں۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کے غیر سے مانوس ہو تو جس قدر یہ اُنس ہوگا اسی قدر اللہ تعالیٰ سے وحشت ہوگی اور وہ درجۂ محبت سے گر جائے گا۔

ایک حبشی غلام جس کا نام بُرخ تھا اور اس کے توسل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارش طلب کی تھی، کے واقعات میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ بُرخ میرا بہترین بندہ ہے لیکن اس میں ایک عیب ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے میرے رب! اس میں کیا عیب ہے؟ فرمایا اسے نسیم سحر اچھی لگتی ہے اور وہ اس سے سکون حاصل کرتا ہے اور جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے وہ کسی چیز سے سکون حاصل نہیں کرتا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک عابد نے عرصہ دراز تک کسی جنگل میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی پھر ایک پرندے کو دیکھا جس نے درخت پر آشیانہ بنایا اور اس میں بیٹھ کر چہچہاتا ہے اس عابد نے کہا اگر میں اپنی عبادت کی جگہ اس درخت کے قریب کر دوں تو اس پرندے کی آواز سے مانوس ہوں گا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے نبی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ فلاں عابد سے فرمائیں تم نے مخلوق سے اُنس حاصل کیا ہے تو میں نے تیرا درجہ کم کر دیا ہے اب تو اپنے کسی عمل سے اسے نہیں پا سکے گا۔

تو نتیجہ یہ ہوا کہ محبت کی علامت محبوب سے کمال درجے کا اُنس اور مناجات ہے نیز اس کے ساتھ تنہائی سے لطف اندوز ہونا ہے اور جس کام سے خلوت میں نقص پیدا ہو اور لذتِ مناجات مکدر ہو جائے وہ کامل وحشت ہے اور اُنس کی علامت یہ ہے کہ عقل و فہم مکمل طور پر لذتِ مناجات میں مستغرق ہوں جیسے کوئی شخص اپنے معشوق کو پکارتا اور اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔

بعض لوگوں میں یہ لذت انتہا کو پہنچ گئی تھی حتیٰ کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ان کا گھر جل گیا لیکن ان کو پتہ نہ چل سکا اور ایک بزرگ کے پاؤں میں تکلیف تھی تو حالتِ نماز میں ان کا پاؤں کاٹا گیا لیکن ان کو اس کی خبر ہی نہ ہوئی۔

اور جب آدمی پر محبت و اُنس کا غلبہ ہوتا ہے تو خلوت و مناجات اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاتی ہے جس کے ذریعے تمام فکر دور ہو جاتے ہیں بلکہ اُنس اور محبت اس کے دل کو اس طرح گھیر لیتی ہے کہ جب تک اس کے سامنے دنیوی امور کا بار بار ذکر نہ کیا جائے اسے سمجھ نہیں آتی جیسے عاشق فریفتہ، زبان سے بول رہا ہوتا ہے اور اس کے باطن میں ذکر محبوب سے اُنس ہوتا ہے۔

تو محب وہ ہوتا ہے جو اپنے محبوب کے بغیر مطمئن نہیں ہوتا حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ (۱)	وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مطمئن ہوئے، سنو! اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا وہ دل مراد ہیں جو اس کے خواہشمند ہوں اور اس سے مانوس ہوتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی خالص محبت کا ذائقہ چکھتا ہے تو وہ اسے طلبِ دنیا سے روک دیتا ہے اور تمام انسانوں سے متنفر کر دیتا ہے۔

حضرت مطرف بن ابو بکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محب اپنے محبوب کی باتوں سے ملال میں نہیں پڑتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ جو شخص میری محبت کا دعویٰ کرے اور جب رات چھا جائے تو وہ میرے ذکر کو چھوڑ کر سو جائے تو ایسا شخص جھوٹ بولتا ہے کیوں کہ وہ کیسا محب ہے جو محبوب کی ملاقات نہیں چاہتا میں اس وقت طلب کرنے والوں کے لیے موجود رہتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! تو کہاں ہے کہ میں تیرا قصد کروں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تو قصد کرے گا تو پہنچ جائے گا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ اپنے آپ سے بُغض رکھتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ جس آدمی میں تین خصلتیں نہ ہوں وہ محب نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے کلام کو مخلوق کے کلام پر ترجیح دے، مخلوق کی ملاقات کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو اور خدمتِ خلق کے مقابلے میں عبادت کو ترجیح دے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا باقی جو کچھ اس سے چلا جائے اس پر افسوس کا اظہار نہ کرے البتہ جس وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اطاعت نہ کر سکے اس پر بہت زیادہ افسوس کرے جب غفلت ہو جائے تو اس وقت خوب توبہ و استغفار کرے۔

بعض عارفین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو اس سے محبت کرتے اور اس کے ساتھ ہی مطمئن ہوتے ہیں تو اس طرح ان سے جو چیز چلی جائے اس پر افسوس نہیں ہوتا وہ نفسانی لذت میں مشغول نہیں ہوتے کیوں کہ ان کے مالک کی ملک کامل ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے جو کچھ ان کے لیے ہے وہ ان کو پہنچتا ہے اور جو ان سے جاتا رہتا ہے وہ ان کے لیے اس کی تدبیر فرماتا ہے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ رعد آیت ۲۸

اور محب کو چاہیے کہ جب وہ کسی وقت غفلت کا شکار ہونے کے بعد اس سے رجوع کرے تو محبوب کی طرف متوجہ ہو اور یوں اس کے عتاب کو دور کرے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اور کہے کہ یا اللہ! تو نے میرے کس گناہ کے سبب مجھ سے اپنے احسان کو دور کیا اور مجھے اپنی بارگاہ سے دور فرمایا نیز مجھے میرے نفس اور شیطان کی اتباع میں مشغول کر دیا اس طرح ذکر خداوندی کی صفائی اور دل کی نرمی پیدا ہوگی اور سابقہ غفلت کا کفارہ ہوگا اور یہ لغزش نئے ذکر اور قلبی صفائی کا ذریعہ ہوگی۔

اور جب محب، محبوب کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھتا اور سب کچھ اسی کی طرف سے دیکھتا ہے تو نہ افسوس کرتا ہے اور نہ شک، بلکہ مکمل طور پر راضی ہوتا ہے اور اس بات پر یقین کرتا ہے کہ محبوب نے اس کے لیے وہی کچھ مقدر کیا ہے جس میں اس کی بھلائی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کو یاد کرتا ہے۔

وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو۔ (۱)

اللہ تعالیٰ کی محبت کی ایک اور علامت یہ ہے کہ اطاعتِ خداوندی سے آرام پائے اور اس کو بوجھ نہ سمجھے اور نہ اس میں تھکاوٹ محسوس ہو جیسے کسی بزرگ کا قول ہے کہ ہم نے بیس سال رات کو مشقت برداشت کی پھر بیس سال اس سے آسائش حاصل کی۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں محبت کی علامت ہمیشہ خوش رہنا اور اس طرح کوشش کرنا کہ اس سے بدن تھک جائے دل نہ تھکے بعض بزرگ فرماتے ہیں محبت کی حالت میں عمل کرنے سے تھکن نہیں ہوتی اور بعض علماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا کبھی سیر نہیں ہوتا اگرچہ بڑے بڑے وسائل تک پہنچ جائے اس قسم کی تمام باتیں مشاہدات میں موجود ہیں بے شک عاشق معشوق کی محبت میں کوشش کرنے سے نہیں تھکتا اور اس کی خدمت کو دل سے اچھا جانتا ہے اگرچہ یہ عمل اس کے بدن پر شاق ہو اور جب اس کا بدن تھک جائے تو اس کے نزدیک محبوب ترین چیز یہ ہوتی ہے کہ اس میں دوبارہ طاقت آجائے اور عاجزی ختم ہو جائے تاکہ وہ اس محبت میں مشغول ہو پس اللہ تعالیٰ کی محبت اس طریقے پر ہوتی ہے کہ اس کے غلبے کی صورت میں اس کی عبادت و اطاعت سے بہتر کوئی چیز معلوم نہیں ہوتی۔

پس جس شخص کے نزدیک اس کا محبوب، سستی سے زیادہ پسندیدہ ہو تو وہ اس کی خدمت کے لیے سستی کو ترک کر دیتا ہے اور اگر مال سے زیادہ محبوب ہو تو اس کی محبت میں مال کو چھوڑ دیتا ہے۔

ایک محب نے اپنے محبوب کی خاطر اپنا جان و مال سب فدا کر دیا حتیٰ کہ اس کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا تو اس سے پوچھا گیا

---

(۱) قرآن مجید۔ سورۃ بقرہ آیت ۲۱۶

اس محبت میں تیری یہ حالت کیسے ہوگئی؟ اس نے کہا میں نے ایک دن ایک محب سے سنا وہ خلوت میں اپنے محبوب سے کہہ رہا تھا اللہ کی قسم میں پورے دل سے تجھے چاہتا ہوں اور تم مکمل طور پر مجھ سے پھر تے ہو محبوب نے اس سے کہا اگر تو مجھ سے محبت کرتا ہے تو بتا مجھ پر کیا خرچ کرے گا؟ اس نے کہا اے میرے سردار! میں اپنا سارا مال تمہاری ملک کر دوں گا پھر تیرے اوپر اپنی جان فدا کر دوں گا۔ میں نے سوچا جب بندہ، بندے کے ساتھ اس طرح کرے تو بندے کو اپنے معبود کے ساتھ کیسے کرنا چاہیے، تو محبت میں اس ترقی کا یہ سبب ہے۔

محبت خداوندی کی ایک اور علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں پر شفیق اور مہربان ہو اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر اور ان تمام لوگوں پر بہت سخت ہو جو اس کی مرضی کے خلاف کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ (۱) وہ کافروں پر بہت سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔

اور اس سلسلے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے لیے آنے والے غصے سے کوئی عمل اسے پھیر نہ سکے اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کا یہی وصف بیان فرمایا حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (میرے دوست) وہ لوگ ہیں جو میری محبت پر اس طرح فریفتہ ہوتے ہیں جیسے بچہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور وہ میرے ذکر کو اس طرح ٹھکانہ بناتے ہیں جس طرح پرندہ اپنے گھونسلے میں پناہ لیتا ہے۔ اور وہ میرے حرام کردہ کاموں پر اس طرح غصے میں آتے ہیں جس طرح چیتا کسی پر غضب ناک ہو کر غصے میں آتا ہے وہ لوگوں کی قلت و کثرت کی پرواہ نہیں کرتا۔

تو اس مثال کو دیکھو جب بچے کا دل کسی چیز پر آجاتا ہے تو وہ اسے بالکل نہیں چھوڑتا اور جب وہ چیز اس سے لی جائے تو وہ رونے اور چیخنے کے سوا کچھ نہیں کرتا حتیٰ کہ وہ چیز اسے واپس دی جائے پھر جب وہ سو جاتا ہے تو اس کو اپنے ساتھ کپڑوں میں رکھ لیتا ہے اور جب جاگتا ہے تو دوبارہ اسے اٹھا لیتا ہے اور اگر اس سے وہ چیز لے لی جائے تو وہ روتا ہے اور جب اسے پا لیتا ہے تو ہنسنے لگتا ہے اور جو اس سے جھگڑا کرے وہ اسے ناپسند کرتا ہے اور جو اس کو وہ چیز دیتا ہے اس سے محبت کرتا ہے اور چیتے کو جب غصہ آتا ہے تو وہ اپنے آپ میں نہیں رہتا حتیٰ کہ وہ شدید غصے کی حالت میں اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے۔

تو یہ محبت کی علامات ہیں پس جس شخص میں یہ علامات مکمل طور پر پائی جائیں اس کی محبت مکمل اور خالص ہوتی ہے اور آخرت میں اس کی شراب صاف اور میٹھی ہوگی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس کے غیر کی محبت کو شامل کرتا ہے اسے آخرت میں محبت کی مقدار میں نعمت حاصل ہوگی یعنی اس کی شراب میں مقربین کی کچھ شراب ملائی جائے گی جیسے اللہ تعالیٰ نے مقربین کے احوال سے متعلق فرمایا۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ فتح آیت ۲۹

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ۔ (۱)
بے شک نیک لوگ ضرور چین میں ہوں گے۔

پھر فرمایا۔

يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ خِتَامُهُ مِسْكٌ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ۔ (۲)
صاف شراب پلائے جائیں گے جو مُہر کی ہوئی رکھی ہے اس کی مُہر مشک پر ہے اور اسی پر للچانے والوں کو للچانا چاہیے اور اس کا مزاج تسنیم سے ہے یہ وہ چشمہ ہے جس سے مقربین پیتے ہیں۔

نیک لوگوں کی شراب اس لیے اچھی ہوگی کہ اس میں مقربین کی خالص شراب ملی ہوگی اور شراب سے مراد تمام جنتی نعمتیں ہیں جس طرح کتاب سے مراد تمام اعمال ہیں ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ۔ (۳)
نیک لوگوں کے اعمال علیین (بلند مقام) میں ہوں گے۔

پھر ارشاد فرمایا۔

يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ۔ (۴)
مقرب جس کی زیارت کرتے ہیں۔

تو ان کی کتاب (اعمال) کی بلندی کی علامت یہ ہے کہ وہ وہاں تک اٹھائے جاتے ہیں کہ فرشتے ان کو دیکھتے ہیں اور جس طرح نیک لوگ مقربین کے قرب اور مشاہدہ کی وجہ سے اپنی حالت اور معرفت میں اضافہ پاتے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی ان کی یہی حالت ہوگی۔

ارشاد خداوندی ہے۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ۔ (۵)
تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے۔ جیسا ایک جان کا۔

اور ارشاد فرمایا۔

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ۔ (۶)
جیسے ہم نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا (اسی طرح) لوٹائیں گے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ انفطار آیت ۱۳

(۲) قرآن مجید، سورۂ مطففین آیت ۲۵ تا ۲۸

(۳) قرآن مجید، سورۂ مطففین آیت ۱۸

(۴) قرآن مجید، سورۂ مطففین آیت ۲۱

(۵) قرآن مجید، سورۂ لقمان آیت ۲۸

(۶) قرآن مجید، سورۂ انبیاء آیت ۱۰۴

اور ارشاد خداوندی ہے۔

جَزَآءً وِّفَاقًا۔ (۱) پورا پورا بدلہ ہے۔

یعنی ان کی جزا اعمال کے موافق ہو گی تو خالص عمل کی جزا خالص شراب اور مخلوط اعمال کی جزا مخلوط شراب ہو گی اور جس قدر محبت خداوندی اور اعمال میں ملاوٹ ہو گی اسی قدر شراب میں بھی ملاوٹ ہو گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ (۲)

پس جو شخص ذرہ برابر بھی نیک عمل کرے گا اسے (اس کی جزا کو) دیکھ لے گا اور جو آدمی ذرہ بھر برائی کرے گا وہ بھی اسے (اس کا بدلہ) دیکھ لے گا۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ (۳)

بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا۔ (۴)

اور بے شک اللہ تعالیٰ ذرہ بھر کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر نیکی ہو تو اس کو بڑھا دیتا ہے۔

اور ارشاد فرمایا۔

وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۔ (۵)

اور اگر وہ (نیکی) رائی کے ایک دانے کے برابر ہو تو بھی ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔

پس جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ سے جنت کی نعمتوں اور حور و قصور کے لیے محبت کرتا تھا اسے جنت میں قادر کر

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ النباء آیت ۲۶

(۲) قرآن مجید، سورۃ الزلزال آیت ۷، ۸

(۳) قرآن مجید، سورۃ الرعد آیت ۱۱

(۴) قرآن مجید، سورۃ النساء آیت ۱۱

(۵) قرآن مجید، سورۃ انبیاء آیت ۴۷

دیا جائے گا کہ جہاں چاہے رہے پس وہ بچوں کے ساتھ کھیلے گا اور عورتوں سے لطف اندوز ہوگا آخرت میں اس کی لذت کا خاتمہ اسی بات پر ہوگا کیوں کہ جنت میں ہر انسان کو وہی کچھ دیا جاتا ہے جو اس کا نفس چاہتا ہے اور اس سے اس کی آنکھوں کو لذت حاصل ہوتی ہے اور جس شخص کا مقصد آخرت کا مالک اور تمام کائنات کا مالک ہو اس پر صرف اسی کی خالص اور سچی محبت غالب ہوتی ہے وہ سچے ٹھکانے میں طاقت والے بادشاہ کے پاس اتارا جائے گا پس نیک لوگ جنت کے باغات سے متمتع ہوں گے اور جنت کے باغات میں حورعین، بچوں، اور مقربین دربار عالی کے ساتھ لطف اندوز ہوں گے اسی کی طرف تاک لگائے ہوں گے اور اس لذت کے ایک ذرے کے مقابلے میں بھی جنت کی نعمتوں کو معمولی سمجھیں گے پس پیٹ اور شرمگاہ کی خواہشات کو پورا کرنے والے اور لوگ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بیٹھنے والے دوسرے لوگ ہوں گے۔

اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَكْثَرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْبُلْهُ وَعِلِّيُّوْنَ لِذَوِي الْأَلْبَابِ۔ (۱)	اکثر اہل جنت بھولے بھالے ہوں گے اور بلند مرتبہ عقل مند لوگ ہوں گے۔

اور جب علیین کا مفہوم ذہن میں نہیں آتا تو اس کا معاملہ بہت بڑا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّوْنَ۔ (۲)	اور تمہیں کیا معلوم علیّون کیا ہے

جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلْقَارِعَةُ وَمَا الْقَارِعَةُ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ۔ (۳)	دل دہلانے والی، کیا ہے دل دہلانے والی اور تمہیں کیا معلوم دل دہلانے والی کیا ہے۔

محبت کی ایک اور علامت یہ ہے کہ محب اللہ تعالیٰ کی محبت میں خائف ہو اور اس کی ہیبت و تعظیم میں دبلا پتلا ہو جائے بعض اوقات خیال کیا جاتا ہے کہ خوف، محبت کی ضد ہے حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ عظمت کا ادراک ہیبت کو جنم دیتا ہے جس طرح جمال کے ادراک سے محبت پیدا ہوتی ہے اور مخصوص محبین کے لیے مقام محبت میں ایسے خوف ہوتے ہیں جو دوسروں کے لیے نہیں ہوتے اور بعض خوف دوسرے بعض کے مقابلے میں سخت ہوتے ہیں پس سب سے پہلا خوف عدم توجہ کا ہے اور اس سے سخت خوف، حجاب کا خوف ہے اور اس سے بھی سخت خوف اپنے آپ سے دور کرنے کا خوف ہے۔

---

(۱) مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۷۹، کتاب الادب (وعلیون سے آگے کے الفاظ حدیث کے الفاظ نہیں ہیں ۱۲- رب نواز

(۲) قرآن مجید، سورۂ مطففین آیت ۱۹

(۳) قرآن مجید، سورۂ القارعۃ آیت ۱ تا ۳

اور سورۂ ہود جس نے تمام محبین کے سردار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوڑھا کر دیا، (۱) میں یہی مضمون ہے جب آپ نے سنا۔

اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ۔ (۲) سنو! قوم ثمود کے لیے دوری ہے۔

اور فرمایا۔

اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ۔ (۳) سنو! مدین (والوں) کے لیے دُوری ہے جیسے ثمود کے لیے دوری ہے۔

بُعد کی ہیبت اور خوف اسی کے دل میں ہوتا ہے جو قرب سے مانوس ہو اور اس سے لطف اندوز ہوتا ہو۔ دُور کیے گئے لوگوں کے حق میں دُوری کی بات سن کر اہل قرب بوڑھے ہو جاتے ہیں اور جو آدمی دُوری سے مانوس ہو وہ قرب کا مشتاق کیسے ہوگا اور جس شخص کے لیے قرب کی بساط ممکن نہ ہو وہ دُوری کے خوف سے نہیں رونا۔

پھر ٹھہر جانے اور زیادتی مراتب کے چلے جانے کا خوف ہوتا ہے ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ قرب کے درجات بے انتہا ہیں اور بندے پر لازم ہے کہ وہ ہر وقت کوشش کرے حتیٰ کہ اس کا قرب بڑھ جائے اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنِ اسْتَوٰى يَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ وَمَنْ كَانَ يَوْمُهُ شَرًّا مِّنْ اَمْسِهٖ فَهُوَ مَلْعُوْنٌ۔ (۴) جس آدمی کے دو دن برابر ہوں وہ نقصان میں ہے اور جس کا آج، کل کے مقابلے میں برا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور ہے۔

اور اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ حَتّٰى اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔ (۵) میرے دل پر دن اور رات میں کچھ پردہ آ جاتا ہے حتیٰ کہ میں اللہ تعالیٰ سے ستر مرتبہ بخشش طلب کرتا ہے۔

آپ کا استغفار پہلے قدم کے طور پر تھا کیوں کہ دوسرے قدم کی نسبت پہلا قدم دُوری قرار پاتا ہے اور سالکین کا

---

(۱) جامع ترمذی ص ۱۷۵، ابواب الشمائل

(۲) قرآن مجید سورۂ ہود آیت ۶۸

(۳) قرآن مجید، سورۂ ہود آیت ۹۵

(۴) تذکرۃ الموضوعات ص ۲۲، کتاب العلم

(۵) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۴۶ کتاب الذکر

راستے ہی تھک جانا اور محبوب کے غیر کی طرف توجہ کرنا بھی ان کے لیے سزا ہے۔ جیساکہ ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جب کوئی عالم دنیوی خواہشات کو میری عبادت پر ترجیح دیتا ہے تو میں اسے کم از کم یہ سزا دیتا ہوں کہ اسے اپنی مناجات کی لذت سلب کر دیتا ہوں تو شہوت کے باعث درجات کے اضافے کا چھین لینا عوام کے حق میں سزا ہے اور خواص کا حال تو یہ ہے کہ صرف دعویٰ کرنے یا خود پسندی یا ابتدائی لطف و کرم کے ظہور پر اس کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے ان کو مزید درجات سے حجاب میں کر دیا جاتا ہے اور یہ پوشیدہ مکر ہے جس سے صرف وہی لوگ بچ سکتے ہیں جن کے قدم راہ سلوک میں راسخ ہوتے ہیں پھر اس چیز کا خوف ہوتا ہے جس کے جاتے رہنے کے بعد دوبارہ اس کا حصول ممکن نہ ہو۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ سیاحت کے دوران ایک پہاڑ پر تھے تو آپ نے کسی کہنے والے سے سنا۔

كُلُّ شَيْءٍ مِنْكَ مَغْفُورٌ سِوَى الْإِعْرَاضِ عَنَّا قَدْ وَهَبْنَا لَكَ مَافَاتَ فَهَبْ مَافَاتَ مِنَّا۔

تمہارے تمام گناہ بخش دیئے گئے لیکن تمہارا ہم سے اعراض کرنا نہیں بخشا جائے گا جو تجھ سے فوت ہوا وہ معاف ہے اور جو ہم سے فوت ہوا تم اسے نظر انداز کرو۔

اس سے آپ پر اضطراب طاری ہوا اور آپ بیہوش ہو گئے حتیٰ کہ ایک دن رات آپ کو افاقہ نہ ہوا اور ساتھ ہی پر بہت سے حالات طاری ہو گئے پھر فرمایا میں نے پہاڑ سے سنا اے ابراہیم! بندہ ہو جاؤ فرماتے ہیں میں بندہ ہو گیا اور ہوش میں آیا۔

پھر محبوب سے بے غم ہو جانے یا بھول جانے کا خوف ہے کیوں کہ محب ہمیشہ شوق، طلب اور حرص میں رہتا ہے مزید درجات کی طلب میں کوتاہی نہیں کرتا اور اسے لطف جدید سے تسلی ہوتی ہے اور اگر یہ بات نہ ہو تو یہ اس کے ٹھہر جانے یا رجوع کا سبب ہوتا ہے اور اس پر بے غمی اس طرح آتی ہے کہ اس کو پتہ نہیں چلتا جس طرح بعض اوقات اس کی بے خبری میں اس پر محبت داخل ہو جاتی ہے۔

ان تبدیلیوں کے اسباب پوشیدہ آسمانی ہوتے ہیں ان پر اطلاع انسانی طاقت سے باہر ہے جب اللہ تعالیٰ اس کو کسی خفیہ تدبیر کا نشانہ بنانا چاہتا ہے تو اس پر جو بے غمی طاری ہوتی ہے اسے مخفی رکھتا ہے پس بندہ امید ہی امید میں رہتا ہے اور حسن ظن یا غلبہ غفلت یا خواہش یا بھول جانے کی وجہ سے دھوکہ کھاتا ہے۔

یہ سب شیطانی لشکر ہیں جو فرشتوں کے لشکروں یعنی علم، عقل، ذکر اور بیان پر غالب آتے ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں جو وصف ظاہر ہوتے ہیں وہ جوش محبت کا تقاضا کرتے ہیں اور وہ لطف و رحمت اور حکمت کے اوصاف ہیں اسی طرح بندے کے بعض اوصاف جو روشن ہوتے ہیں وہ بے غمی کا باعث بنتے ہیں جیسے جبر، عزت اور استغناء وغیرہ اور یہ مکر، بدبختی اور محرومی کے مقدمات ہیں۔

پھر اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ دل محبت الٰہی سے اس کے غیر کی محبت کی طرف منتقل نہ ہو جائے یہی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے اور محبوب سے بے غمی اسی مقام کا مقدمہ ہے جب کہ منہ پھیرنا اور حجاب بے غمی کا مقدمہ ہے اور نیکی سے سینے کی گھٹن دوام ذکر سے تنگ پڑ جانا اور وظائف اوراد سے ملال محسوس کرنا اعراض وحجاب کے اسباب ومقدمات ہیں اور ان اسباب کا ظہور مقام محبت سے ناراضگی کے مقام کی طرف انتقال ہے ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

جب کہ ان امور سے ہمیشہ خائف رہنا اور مراقبہ کی صفائی کے ذریعے ان سے بچنا سچی محبت کی دلیل ہے کیوں کہ جو شخص کسی چیز سے محبت کرتا ہے وہ لامحالہ اس کے چلے جانے کا ڈر محسوس کرتا ہے پس محب کو ہر وقت خوف رہتا ہے جب اس کا محبوب ایسا ہو جس کا جانا ممکن ہو۔

کسی عارف کا قول ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف محبت سے کرتا ہے اس میں خوف شامل نہیں ہوتا وہ زیادہ پاؤں پھیلانے اور ناز کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے اور جو آدمی محبت کے بغیر محض خوف سے عبادت کرتا ہے تو وہ وحشت اور دوری کی وجہ سے اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور جو شخص محبت اور خوف دونوں کے باعث اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے لہٰذا اس کو اپنے قریب کرتا اور قدرت وعلم عطا فرماتا ہے۔

پس محب خوف سے خالی نہیں ہوتا اور ڈرنے والا محبت سے خالی نہیں ہوتا لیکن جس آدمی پر محبت غالب ہو حتیٰ کہ اس میں خوب پھیل جائے اور خوف معمولی ہو تو کہا جاتا ہے کہ یہ مقام محبت میں ہے اور اسے محبین میں شمار کیا جاتا ہے اور خوف کی آمیزش محبت کے نشے کو کچھ تسکین دے گی۔

پس اگر محبت غالب ہو اور معرفت بھی زیادہ ہو تو بشری طاقت اس کو برداشت نہیں کر سکتی البتہ خوف کی وجہ سے اس میں کچھ اعتدال آ جاتا ہے اور دل پر اس کا وقوع خفیف ہوتا ہے۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ کسی صدیق نے ایک ابدال سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ مجھے تھوڑی کی معرفت عطا فرمائے چنانچہ انہوں نے دعا کی (اور وہ قبول ہو گئی) تو اس بزرگ کا حال یہ ہوا کہ وہ پہاڑوں میں سرگرداں پھرنے لگے، عقل حیران اور دل پریشان ہو گیا سات دن اسی طرح گزر گئے کہ نہ اس نے کسی چیز سے نفع اٹھایا اور نہ کسی چیز نے اس سے نفع اٹھایا۔

اس صدیق نے بارگاہ خداوندی میں درخواست کی کہ یا اللہ کچھ معرفت کم کر دے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں القاء فرمایا کہ ہم نے معرفت کے ایک لاکھ اجزاء میں سے صرف ایک جز ان کو دی تھی کیوں کہ ایک لاکھ آدمیوں نے مجھ سے اس وقت محبت کا سوال کیا جب اس نے سوال کیا تھا میں نے دعا قبول کرنے میں تاخیر کی حتیٰ کہ تم نے اس کی سفارش کی تو میں نے جہاں تمہاری دعا قبول کی دوسروں کی دعا بھی قبول کی اور اس کی طرح ان کو بھی معرفت عطا کی میں نے معرفت کے ایک ذریعے کو ایک لاکھ بندوں میں تقسیم کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا۔

اس صدیق نے کہا اے تمام حاکموں کے حاکم! تو پاک ہے جو کچھ تو نے اسے عطا کیا ہے اس میں سے کچھ کم کر دے اللہ تعالیٰ نے اس لاکھویں حصے میں سے صرف دس ہزارواں حصہ رہنے دیا باقی اٹھایا تو اس کا خوف، محبت اور امید اعتدال پر آگئے اور اسے سکون مل گیا چنانچہ وہ باقی عارفین کی طرح ہو گیا عارف کے حال کا وصف یوں بیان کیا گیا ہے۔

قَرِيْبُ الْوَجْدِ ذُوْ مَرْمَى بَعِيْدٍ
عَنِ الْأَحْرَارِ مِنْهُمْ وَالْعَبِيْدِ
غَرِيْبُ الْوَصْفِ ذُوْ عِلْمٍ غَرِيْبٍ
كَأَنَّ فُؤَادَهُ زُبَرُ الْحَدِيْدِ
لَقَدْ عَزَّتْ مَعَانِيْهِ وَجَلَّتْ
عَنِ الْأَبْصَارِ إِلَّا لِلشَّهِيْدِ

اس کا وجد قریب اور مقصود بعید ہے اور وہ تمام آزاد لوگوں اور غلاموں سے دور ہے اس کا علم اور دیگر وصف غریب (اجنبی) ہیں اور اس کا دل لوہے کی تختیوں کی طرح ہے اس کے معانی آنکھوں سے نہایت بلند سوائے شہید کے۔

۞ ۞ ۞

يَرَى الْأَعْيَادَ فِي الْأَوْقَاتِ تَجْرِيْ
لَهُ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ أَلْفُ عِيْدٍ
وَلِلْأَحْبَابِ أَفْرَاحٌ بِعِيْدٍ
وَلَا يَجِدُ السُّرُوْرَ لَهُ بِعِيْدٍ

وہ اپنے اوقات میں عیدوں کو جاری دیکھتا ہے اور اس کے لیے ہر روز ہزاروں عیدیں ہیں دوست احباب عید بہت خوش ہوتے لیکن وہ اس عید پر سرور نہیں پاتا۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کچھ اشعار پڑھتے اور ان سے احوالِ عارفین کے اسرار کی طرف اشارہ فرماتے اگرچہ ان اسرار کا اظہار نا جائز ہے وہ یہ اشعار پڑھتے۔

سَرَتْ بِأُنَاسٍ فِي الْغُيُوْبِ قُلُوْبُهُمْ
فَحَلُّوْا بِقُرْبِ الْمَاجِدِ الْمُتَفَضِّلِ
عِرَاصًا بِقُرْبِ اللّٰهِ فِيْ ظِلِّ قُدْسِهِ
تَجُوْلُ بِهَا أَرْوَاحُهُمْ وَتَنَقَّلُ
مَوَارِدُهُمْ فِيْهَا عَلَى الْعِزِّ وَالنُّهَى
وَمَصْدَرُهُمْ عَنْهَا لِمَا هُوَ أَكْمَلُ
تَرُوْحُ بِعِزٍّ مُفْرَدٍ مِنْ صِفَاتِهِ
وَفِيْ حُلَلِ التَّوْحِيْدِ تَمْشِيْ وَتَرْفُلُ
وَمِنْ بَعْدِ هٰذَا مَا تَدِقُّ صِفَاتُهُ
وَمَا كَتْمُهُ أَوْلٰى لَدَيْهِ وَأَعْدَلُ

میں ایسے لوگوں کے ساتھ چلا کہ ان کے دل ہزاروں میں ہیں پس وہ بزرگی و فضل والی ذات کے قریب ایسے میدان میں اترے جو اس کی ظلِ قدس کے قرب میں ہے وہاں ان کی ارواح پھرتی اور اِدھر اُدھر جاتی ہیں وہ وہاں عزت و عقل والے مقام پر اترے اور اس سے زیادہ کامل مقام سے نکلتے ہیں وہ ایسی ذات کی عزت میں چلتے ہیں جو اپنی صفات میں منفرد ہے اور وہ توحید کے لباس میں ناز سے چلتے ہیں اس کے بعد وہ ہے جو اس کی صفات کو کھٹکھٹاتا ہے اور اس کا چھپانا زیادہ مناسب ہے عنقریب میں اس سلسلے

سَاَكْتُمُ مِنْ عِلْمِیْ بِہٖ مَا یَصُوْنُہٗ
وَاَبْذُلُ مِنْہُ مَا اَرَی الْحَقَّ یَبْذُلُ
وَاُعْطِیْ عِبَادَ اللّٰہِ مِنْہُ حُقُوْقَھُمْ
وَاَمْنَعُ مِنْہُ مَا اَرَی الْمَنْعَ یَفْضُلُ
عَلٰی اَنَّ لِلرَّحْمٰنِ سِرًّا یَصُوْنُہٗ
اِلٰی اَھْلِہٖ فِی السِّرِّ وَالصَّوْنُ اَجْمَلُ

میں اپنے علم کا وہ حصہ چھپاؤں گا جس کا چھپانا ضروری ہے اور جس کو استعمال کرنا صحیح ہے اس کو ظاہر کروں گا اس سے بندوں کے حقوق دوں گا اور جس کا روکنا بہتر ہے اس کو روکوں گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا راز ہے جسے وہ اس کے اہل لوگوں تک پوشیدگی کے ساتھ پہنچاتا ہے اور حفاظت زیادہ اچھی ہے۔

اس قسم کے معارف جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان میں سب لوگوں کا شریک ہونا جائز نہیں اور جس کے لیے یہ منکشف ہوں اس کے لیے جائز نہیں اور جس کے لیے یہ منکشف ہوں اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کے سامنے ظاہر کرے جن کے لیے منکشف نہیں ہوئے بلکہ اگر اس میں تمام لوگوں کی شرکت ہو تو دنیا کا نظام تباہ و برباد ہو جائے پس حکمت کا تقاضا ہے کہ سب پر غفلت رہے تاکہ دنیا آباد رہے بلکہ اگر سب لوگ چالیس دن تک حلال کھانا کھائیں تو ان کے زہد کی وجہ سے دنیا تباہ ہو جائے اور بازار اور رزق کے تمام ذرائع ختم ہو جائیں بلکہ اگر علماء حلال کھائیں تو وہ اپنے آپ میں ہی مشغول ہو جائیں اور بے شمار علوم کی نشر و اشاعت سے زبانیں اور قلمیں رک جائیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کاموں میں حکمت رکھی ہے جو بظاہر برے ہیں جس طرح اچھے کاموں میں اس کی حکمتیں اور اسرار ہیں اور اس کی قدرت کی طرح حکمت کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ (اس کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی حرام رزق کھائے جان بوجھ کر حرام رزق حاصل کرنا گناہ ہے حکمت خداوندی بیان ہوئی ہے ۱۲ ہزاروی)

محبت خداوندی کی ایک علامت یہ ہے کہ محبت کو چھپائے اور دعویٰ کرنے سے پرہیز کرے اور محبوب کی تعظیم، اجلال اور ہیبت کی وجہ سے وجد کو ظاہر کرنے سے بچے کیوں کہ اس کے راز کو ظاہر کرنا اس کی غیرت کے خلاف ہے اور محبت بھی محبوب کے اسرار میں سے ایک ہے اور بعض اوقات دعویٰ میں اصل بات سے زائد بات منہ سے نکل جاتی ہے اور یہ بہتان ہوگا جس کا نتیجہ آخرت میں برا ہے۔ اور دنیا میں بھی آزمائش ہوتی ہے ہاں بعض اوقات محب کو محبت کا نشہ اس قدر ہوتا ہے کہ وہ اس میں مدہوش ہو جاتا ہے اور اس کے احوال میں اضطراب پیدا ہوتا ہے اس وقت محبت ظاہر ہوتی ہے پس اگر اس قسم کا اظہار کسی تکلیف اور اختیار کے بغیر سرزد ہو تو وہ مجبور ہوگا کیوں کہ وہ مغلوب ہوا اور بعض اوقات آتشِ محبت شعلہ زن ہوتی ہے کہ کسی کو اس کی تاب نہیں ہوتی اور کبھی اس سے دل بہہ جاتا ہے تو اس بہاؤ کو روکا نہیں جا سکتا۔

پس جو شخص راز کو چھپانے پر قادر ہو تو وہ یوں کہتا ہے۔

وَقَالُوا قَرِيبٌ قُلْتُ مَا أَنَا صَانِعٌ
بِقُرْبِ شُعَاعِ الشَّمْسِ لَوْ كَانَ فِي حُجْرِي
فَمَا لِيَ مِنْهُ غَيْرُ ذِكْرٍ بِخَاطِرٍ
يُهَيِّجُ نَارَ الْحُبِّ وَالشَّوْقِ فِي صَدْرِي

اگرچہ وہ کہتے ہیں کہ دوست قریب ہے لیکن میں سورج کی شعاعوں کے قریب ہو کر کیا کروں اگرچہ وہ میرے کمرے میں ہوں میرے دل میں صرف اسی کا ذکر ہے اور میرے سینے میں محبت و شوق کی آگ شعلہ زن رہتی ہے۔

اور جو شخص اس راز کو چھپانے سے عاجز ہو وہ کہتا ہے۔

يُخْفِي فَيُبْدِي الدَّمْعُ أَسْرَارَهُ
وَيُظْهِرُ الْوَجْدَ عَلَيْهِ النَّفَسُ

وہ چھپاتا ہے لیکن آنسو اس کے اسرار کو ظاہر کر دیتے ہیں اور آہ بھرنا اس کے وجد کو ظاہر کرتا ہے۔

وہ یہ بھی کہتا ہے۔

وَمَنْ قَلْبُهُ مَعَ غَيْرِهِ كَيْفَ حَالُهُ
وَمَنْ سِرُّهُ فِي جَفْنِهِ كَيْفَ يَكْتُمُ

اور جس کا دل اس کے غیر کے ساتھ ہو اس کا حال کیا ہوگا اور جس کا راز اس کی پلکوں میں ہو وہ کیسے چھپائے گا۔

بعض عارفین فرماتے ہیں لوگوں میں سے وہ شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ دور ہوتا ہے جو اس کی طرف اشارہ زیادہ کرے گویا ان کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر چیز میں بناوٹ سے کام لے اور اس طرح ہر ایک کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔ ایسا آدمی محبین اور اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والوں کے نزدیک ناپسندیدہ اور غضب کے لائق ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ اپنے کسی بھائی کے پاس تشریف لے گئے جو محبت کا ذکر کرتا تھا تو آپ نے اسے امتحان میں مبتلا دیکھا تو فرمایا جو اس کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو محسوس کرے وہ اس سے محبت نہیں کرتا اس شخص نے کہا میں کہتا ہوں وہ شخص اللہ تعالیٰ کا محب نہیں جو اس کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کی لذت محسوس نہیں کرتا حضرت ذوالنون رحمہ اللہ نے فرمایا میں کہتا ہوں جو شخص محبت میں شہرت چاہتا ہے اسے اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں اس پر اس آدمی نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

سوال:-

محبت، مقامات کی انتہا ہے اس لیے اس کا ظاہر کرنا بہتر ہے تو اس کے اظہار کو برا کیوں قرار دیا گیا۔

جواب:-

جان لو کہ محبت قابل تعریف ہے اور اس کا ظاہر ہونا بھی محمود ہے البتہ بتکلف ظاہر کرنا برا ہے کیوں کہ اس میں دعویٰ اور تکبر ہے اور محب کا حق تو یہ ہے کہ اس کی پوشیدہ محبت افعال و احوال سے ظاہر ہو اقوال سے نہیں۔ اور مناسب یہ ہے کہ اس کی محبت قصد و ارادے کے بغیر ظاہر ہو اور وہ ایسے فعل کو بھی ظاہر نہ کرے جو محبت پر دلالت کرتا ہے بلکہ محب کو چاہیئے کہ صرف محبوب کو مطلع کرنے کا ارادہ کرے دوسروں کی اطلاع کا ارادہ محبت میں شرک ہے اور اس میں

خلل پیدا کرتا ہے جیسا کہ انجیل میں آیا ہے کہ جب تم صدقہ کرو تو اس طرح کرو کہ تمہارے ہاتھ کے عمل کا بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو اس کا بدلہ علانیہ طور پر وہ دے گا جو پوشیدہ باتوں کو دیکھتا ہے اور جب تم روزہ رکھو تو اپنے چہرے کو دھو لو اور سر میں تیل لگاؤ تاکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس کا علم نہ ہو پس قول اور فعل دونوں کو ظاہر کرنا مذموم ہے ہاں جب محبت کا نشہ غالب ہو تو زبان بولتی ہے اور اعضاء میں بے چینی پائی جاتی ہے تو اس صورت میں اس پر کوئی ملامت نہیں۔

منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی مجنون سے ایسا عمل دیکھا جس سے اپنے آپ کو ناواقف پایا اس نے یہ بات حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ سے عرض کی تو انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا اے بھائی! اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے چھوٹے بڑے، عقلمند اور مجنون سب طرح کے لوگ ہیں تم نے جو حالت دیکھی ہے وہ مجنون محبین کی حالت ہے۔

محبت کو ظاہر کرنا اس لیے بھی ناپسند ہے کہ محب اگر عارف ہے اور دائمی محبت اور لازمی شوق کے سلسلے میں فرشتوں کے احوال سے واقف ہے کہ وہ دن رات کسی کوتاہی کے بغیر اس کی تسبیح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور ان کو جو حکم دیا جاتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں تو اسے اپنے آپ سے اور محبت کے اظہار سے شرمندگی ہوتی ہے اور وہ قطعی طور پر جان لیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مملکت میں سب سے کمزور محب ہے اور اس کی محبت ناقص ہے۔

کسی صاحب کشف محب نے فرمایا کہ میں نے تیس سال تک دل اور اعضاء کے اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اس میں خوب محنت کی اور جس قدر طاقت تھی خرچ کی حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میرا مرتبہ ہے اور آسمانی نشانیوں کے مکاشفات سے متعلق کئی باتیں ذکر کیں، یہ ایک طویل قصہ ہے اس کے آخر میں فرمایا میں فرشتوں کی ایک صف میں پہنچا جن کی تعداد اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات کے برابر تھی میں نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہیں ہم تین لاکھ سال سے یہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں ہمارے دلوں میں اس کے سوا کسی کا خیال نہیں آیا اور نہ ہی ہم نے کسی اور کا ذکر کیا وہ بزرگ فرماتے ہیں دیہ سن کر مجھے اپنے اعمال سے بہت حیا آیا تو میں نے اپنے تمام اعمال ان لوگوں کو بخش دیئے جن کے لیے عذاب ثابت ہو گیا تھا تاکہ ان کے لیے جہنم میں آسانی ہو۔

تو نتیجہ یہ ہوا کہ جو شخص اپنے آپ کو پہچان لیتا ہے وہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے اور اس سے اس طرح حیا کرتا ہے جیسے حیا کرنے کا حق ہے تو اس کی زبان دعویٰ کرنے سے گنگ ہو جاتی ہے البتہ اس کی حرکات وسکنات اور کسی عمل کا اقدام یا اعراض وغیرہ اس کی محبت پر گواہی دیتے ہیں جیسے حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے وہ فرماتے ہیں ہمارے استاذ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ بیمار ہو گئے اور ہمیں ان کی بیماری کا سبب بھی معلوم نہ ہو سکا اور دوائی کے بارے میں بھی پتہ نہ چل سکا ہمیں ایک ماہر طبیب کے بارے میں بتایا گیا تو ہم ان کا قارورہ لے کر اس کے پاس گئے طبیب نے اسے دیکھا اور کچھ دیر تک دیکھتا رہا پھر کہا مجھے یہ کسی عاشق کا پیشاب نظر آتا ہے حضرت جنید رحمہ اللہ

فرماتے ہیں میں یہ بات سن کر گر پڑا اور بیہوش ہوگیا اور وہ قارورہ میرے ہاتھ سے گر پڑا۔
پھر میں حضرت سری رحمہ اللہ کے پاس آیا اور تمام بات بتادی وہ مسکرائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے وہ کس قدر پہچان رکھتا ہے میں نے کہا اے استاذ! کیا پیشاب سے بھی محبت کا پتہ چلتا ہے؟ فرمایا ہاں ــــــ
ایک مرتبہ حضرت سری رحمہ اللہ نے فرمایا تھا اگر میں چاہوں تو یوں کہوں کہ میری ہڈیوں پر میرے چمڑے کو اس کی محبت نے خشک کیا اور میرے جسم کو بھی اسی محبت نے کھینچا پھر ان پر بیہوشی طاری ہوگئی اور یہ بیہوشی اس بات کی دلیل تھی کہ انہوں نے یہ بات غلبۂ وجد میں اس وقت فرمائی جب بیہوشی آنے والی تھی ــــ تو محبت کی علامات اور اس کے نتیجے کا یہ بیان تھا۔
محبت کی علامات میں اُنس اور رضا بھی ہے جس کا بیان عنقریب ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ دین کے تمام محاسن اور مکارم اخلاق محبت کا ثمرہ ہیں اور اگر محبت کا ثمرہ نہ ہو تو وہ خواہش کی اتباع ہے اور یہ نہایت ہی بُرے اخلاق سے ہے ہاں بعض اوقات آدمی اللہ تعالیٰ سے اس کے احسانات کی وجہ سے محبت کرتا ہے اور بعض اوقات اس کا جلال و جمال باعثِ محبت ہوتا ہے اگرچہ اس کا احسان نہ ہو اور محبت کرنے والے ان دو قسموں سے باہر نہیں جاتے۔ اسی لیے حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے سلسلے میں بندے عام بھی ہیں اور خاص بھی، عام لوگوں نے یہ مرتبہ اس لیے پایا کہ وہ ہمیشہ اس کے احسانات اور نعمتوں کی کثرت کو دیکھتے ہیں تو وہ اسے راضی کئے بغیر نہیں رہ سکتے البتہ انعامات واحسانات کی کمی زیادتی سے ان کی محبت بھی کم اور زیادہ ہوتی ہے لیکن خاص لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر، قدرت علم حکمت اور سلطنت میں یکتائی کے باعث اس کی عظمت کے پیش نظر محبت کا مقام حاصل کیا۔
جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ اور اسمائے حُسنیٰ کی پہچان حاصل کرلی تو وہ اس سے محبت کئے بغیر نہ رہ سکے کیونکہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ اس بنیاد پر محبت کا مستحق ہے اس لیے وہ ان صفات کا اہل ہے اگرچہ ان سے تمام نعمتیں چلی جائیں۔
ہاں بعض لوگ اپنی خواہشات نفسانیہ اور شیطان لعین سے محبت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے لیکن اس کے باوجود ان کو دھوکہ ہوتا ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں حالانکہ ان لوگوں میں محبت کی ان علامات میں سے کوئی علامت نہیں پائی جاتی اور اگر ہوتی ہے تو وہ محض منافقت، ریاکاری اور شہرت کی وجہ سے ایسا دکھاتے ہیں اور ان کی غرض دنیا کا فوری نفع ہے جب کہ وہ اس کے خلاف ظاہر کرتا ہے جس طرح علماء سُوء اور بُرے قاری اللہ تعالیٰ کی زمین میں اس کے دشمن ہیں۔
حضرت سہل رحمہ اللہ جب کسی انسان سے کلام کرتے تو فرماتے اے دوست! اے محبوب! آپ سے عرض کیا گیا کہ بعض اوقات مخاطب دوست نہیں ہوتا تو آپ اسے کس طرح دوست کہتے ہیں؟ حضرت سہل رحمہ اللہ نے سوال کرنے

والے کے کان میں کہا کہ یہ دو حال سے خالی نہیں مومن ہوگا یا منافق ہے اگر مومن ہے تو اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور منافق ہے تو شیطان کا دوست ہے۔

حضرت ابوتراب نخشی رحمہ اللہ نے محبت کی علامات کے سلسلے میں چند اشعار کہے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

لَا تَخْدَعَنْ فَلِلْحَبِيبِ دَلَائِلُ
وَلَدَيْهِ مِنْ تُحَفِ الْحَبِيبِ رَسَائِلُ
مِنْهَا تَنَعُّمُهُ بِمُرِّ بَلَائِهِ
وَسُرُورُهُ فِي كُلِّ مَا هُوَ فَاعِلُ
فَالْمَنْعُ مِنْهُ عَطِيَّةٌ مَقْبُولَةٌ
وَالْفَقْرُ إِكْرَامٌ وَبِرٌّ عَاجِلُ
وَمِنَ الدَّلَائِلِ أَنْ تَرَى مِنْ عَزْمِهِ
طَوْعَ الْحَبِيبِ وَإِنْ أَلَحَّ الْعَاذِلُ
وَمِنَ الدَّلَائِلِ أَنْ يُرَى مُتَبَسِّمًا
وَالْقَلْبُ فِيهِ مِنَ الْحَبِيبِ بَلَابِلُ
وَمِنَ الدَّلَائِلِ أَنْ يُرَى مُتَفَهِّمًا
لِكَلَامِ مَنْ يَحْظَى لَدَيْهِ السَّائِلُ
وَمِنَ الدَّلَائِلِ أَنْ يُرَى مُتَقَشِّفًا
مُتَحَفِّظًا مِنْ كُلِّ مَا هُوَ قَائِلُ

دھوکہ نہ دے محبت کرنے والے کی کچھ علامات ہیں اور محبوب سے پہنچنے والے تحائف ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ محبوب کی طرف سے پہنچنے والی کڑوی تکلیف کو بھی برداشت کرے اور محبوب اس کے ساتھ جو سلوک کرے اس پر خوش ہو اگر وہ نعمت روک دے تو اسے مقبول عطیہ سمجھے اور فقر کو عزت اور فوری اچھائی خیال کرے محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ محبوب کی اطاعت کا عزم کرے اگرچہ ملامت گر بار بار ملامت کرے۔ محبت کی علامت یہ بھی ہے کہ ہونٹوں پر تبسم ہو اور دل محبوب کی یاد میں سخت غمزدہ ہو اور محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ اس شخص کی بات کو سمجھنے والا دکھائی دے جو اس کے پاس سائل کو ترجیح دے اور محبت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ تنگ دست نظر آئے اور اپنی گفتگو میں احتیاط برتنے والا ہو۔

اور حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ نے فرمایا۔

وَمِنَ الدَّلَائِلِ أَنْ تَرَاهُ مُشَمِّرًا
فِي خِرْقَتَيْنِ عَلَى شُطُوطِ السَّاحِلِ
وَمِنَ الدَّلَائِلِ حُزْنُهُ وَنَحِيبُهُ
جَوْفَ الظَّلَامِ فَمَا لَهُ مِنْ عَاذِلِ
وَمِنَ الدَّلَائِلِ أَنْ تَرَاهُ مُسَافِرًا
نَحْوَ الْجِهَادِ وَكُلِّ فِعْلٍ فَاضِلِ
وَمِنَ الدَّلَائِلِ زُهْدُهُ فِيمَا يَرَى
مِنْ دَارِ ذُلٍّ وَالنَّعِيمِ الزَّائِلِ۔

محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ تم محب کو چست دیکھو اور وہ پانی کے کناروں پر نظر آئے۔ اور وہ رات کے اندھیرے میں گریہ اور آہ و زاری کرے نیز وہ جہاد اور ہر اچھے کام کی طرف سفر کرے نیز ذلت والے گھر اور زائل ہونے والی نعمتوں سے بے رغبت ہو۔

وَمِنَ الدَّلَائِلِ اَنْ تَرَاهُ بَاكِيًا
اِنْ قَدْ رَآهُ عَلٰى قَبِيْحِ فَعَائِلِ
وَمِنَ الدَّلَائِلِ اَنْ تَرَاهُ مُسَلِّمًا
كُلَّ الْاُمُوْرِ اِلَى الْمَلِيْكِ
وَمِنَ الدَّلَائِلِ اَنْ تَرَاهُ رَاضِيًا
بِمَلِيْكِهٖ فِيْ كُلِّ حُكْمٍ نَازِلِ
وَمِنَ الدَّلَائِلِ ضُحْكُهُ بَيْنَ الْوَرٰى
وَالْقَلْبُ مَحْزُوْنٌ كَقَلْبِ الثَّاكِلِ

محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ تم اسے روتا ہوا دیکھو اگر وہ اپنے آپ کو بُرے کاموں میں دیکھے نیز یہ بھی محبت کی علامت ہے کہ وہ اپنے تمام امور کو اپنے مالک کے سپرد کر دے۔

نیز یہ کہ وہ اپنے مالک کی طرف سے آنے والے ہر حکم پر راضی ہو یہ بھی محبت کی علامت ہے کہ لوگوں کے سامنے ہنستا ہے لیکن اس کا دل اس شخص کے دل کی طرح غمگین ہوتا ہے جس کا بچہ گم ہو جائے۔

فصل ۱۲:

اللہ تعالیٰ سے اُنس کا معنیٰ

ہم نے ذکر کیا ہے کہ اُنس، خوف اور شوق محبت کے آثار میں سے ہیں لیکن یہ آثار مختلف ہیں محب کی نظر اور غلبۂ کیفیت کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں جب اس پردۂ غیب کے پیچھے سے انتہائے جمال تک اطلاع غالب ہو اور جلال کی حقیقت سے واقف ہونے سے اپنا قاصر ہونا سمجھ جائے تو دل اس کی طلب میں برانگیختہ ہوتا ہے اور اس کی طرف جوش مارتا ہے اس حالت کو شوق کہا جاتا ہے اور یہ امرِ غائب کی نسبت سے ہوتا ہے۔

اور جب اس پر قرب اور کشف سے حاصل ہونے والے مشاہدہ حضوری پر خوشی غالب ہو اور اس کی نظر صرف اس جمال کے مطالعہ تک محدود ہو جو حاضر اور واضح ہے اس کی طرف توجہ نہ ہو جس کا ادراک بعد میں ہوگا تو جو کچھ دیکھا ہے اس کی وجہ سے دل خوش ہوتا ہے اور اس خوشی کو اُنس کہتے ہیں اور اگر اس کی نظر عزت، استغناء، بے پرواہی اور زوال و بُعد کے امکان کے خطرے پر ہو تو اس شعور سے دل میں دکھ پیدا ہوتا ہے اور اس دکھ کا نام خوف ہے

تو یہ احوال ان ملاحظات کے تابع ہیں اور ملاحظات ان اسباب کے تابع ہیں جو ان ملاحظات کا تقاضا کرتے ہیں اور یہ بے شمار ہیں تو اُنس کا معنیٰ مطالعۂ جمال سے دل کا خوش ہونا ہے حتیٰ کہ جب یہ خوشی غالب ہو اور جو کچھ غائب ہے اس کا خیال نہ رہے اور نہ ہی خطرۂ زوال ہو تو اس کی لذت اور راحت بڑھ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ مشتاق ہیں انہوں نے جواب دیا نہیں شوق تو غائب چیز کا ہوتا ہے جب غائب، حاضر ہو جائے تو کس کا شوق ہوگا؟ تو یہ اس شخص کا قول ہے جو حاصل شدہ خوشی میں ڈوبا ہوا تھا مزید لطف و کرم جو ممکن ہے ان کی طرف توجہ نہ تھی اور جس آدمی پر اُنس غالب ہو اس کی خواہش تنہائی اور گوشہ نشینی کی طرف ہوتی ہے جیسا کہ حضرت

ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ پہاڑ سے اترے تو ان سے عرض کیا گیا آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے اُنس سے، یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سے اُنس کو غیر اللہ سے وحشت لازم ہوتی ہے بلکہ جو کام تنہائی میں رکاوٹ ہو وہ دل پر سب سے زیادہ گراں گزرتی ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا تو ایک عرصہ تک آپ لوگوں میں سے جس کی گفتگو سنتے آپ پر بیہوشی طاری ہو جاتی کیوں کہ محبت کی وجہ سے محبوب کا کلام اور ذکر میٹھا لگتا ہے لہٰذا دل سے اس کے غیر کی مٹھاس نکل جاتی ہے۔

اسی لیے کسی دانا نے اپنی دعا میں یوں کہا کہ اے وہ ذات جس نے اپنے ذکر سے مجھے مانوس کیا اور مخلوق سے وحشت میں ڈالا ـــــ

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ میرے مشتاق ہو جائیں اور مجھ سے اُنس حاصل کریں نیز میرے غیر سے متنفر ہو جائیں۔

حضرت رابعہ رحمہا اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ مقام کیسے پایا؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے بے مقصد بات کو چھوڑ دیا اور اس ذات سے اُنس حاصل کیا جو ہمیشہ رہے گا۔

حضرت عبد الواحد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ایک راہب کے پاس سے گزرا تو میں نے کہا اے راہب! کیا تمہیں تنہائی پسند ہے؟ اس نے کہا بھائی! اگر تم گوشہ نشینی کا مزہ چکھتے تو اپنے نفس سے بھی نفرت کرتے تنہائی عبادت کی جڑ ہے میں نے کہا اے راہب! تنہائی سے کم از کم کیا فائدہ پاتے ہو؟ اس نے کہا لوگوں کی خوشامد سے راحت اور ان کی شر سے سلامتی حاصل ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا اے راہب! بندہ اللہ تعالیٰ سے اُنس کی مٹھاس کب پاتا ہے؟ اس نے کہا جب دوستی صاف اور معاملہ خالص ہو میں نے پوچھا محبت کب صاف ہوتی ہے؟ اس نے کہا جب تمام افکار جمع ہو کر اطاعت میں ایک ہو جائیں۔

کسی دانا کا قول ہے کہ لوگوں پر تعجب ہے وہ کیسے تجھ سے بدل جاتے ہیں اور دلوں پر تعجب ہے وہ کیسے تجھے چھوڑ کر دوسروں سے اُنس حاصل کرتے ہیں۔

سوال:۔

اُنس کی علامت کیا ہے؟

جواب:۔

جان لو کہ اس کی خاص علامت یہ ہے کہ لوگوں کی مجلس سے اس کا دل تنگ ہو اور ان سے گھبراہٹ ہو نیز ذکر خداوندی کی شیرینی کا بہت زیادہ حریص ہو اس صورت میں اگر وہ ملے گا تو وہ جماعت میں تنہا خلوت میں مجتمع، وطن میں اجنبی، سفر میں مقیم، غائب ہونے کی حالت میں حاضر اور حاضری کی حالت میں غائب ہوتا ہے بدن سے میل جول کرتا ہے لیکن قلبی

طور پر تنہا ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مٹھاس میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ان لوگوں کے وصف میں فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہے جن پر حقیقتِ علم ہجوم کر گیا تو وہ روحِ یقین سے بہرہ ور ہوئے جس چیز کو دولت مند مشکل جانتے ہیں ان کے نزدیک وہ آسان ہے انہوں نے اس چیز سے اُنس حاصل کیا جس سے جاہلوں کو وحشت ہوتی ہے دنیا سے ان کا تعلق صرف جسمانی ہے اور ان کی ارواح محلِ اعلیٰ سے معلق ہیں یہ لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلفاء اور اس کے دین کے داعی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ سے اُنس کا یہی معنی ہے اور یہ اس کی علامت اور شواہد ہیں۔

بعض متکلمین نے اُنس، شوق اور محبت کا انکار کیا کیوں کہ ان کے خیال میں یہ تشبیہ (اللہ تعالیٰ کے مخلوق کے مشابہ ہونے) پر دلالت ہے حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ ظاہری آنکھوں سے نظر آنے والی چیزوں کے جمال کے مقابلے میں دل کی آنکھوں سے دیکھی جانے والی صفات کا جمال زیادہ مکمل ہوتا ہے اور معرفت کی لذت اربابِ قلوب پر زیادہ غالب ہوتی ہے۔

ان میں سے احمد بن غالب ہے جس کو غلام خلیل کے نام سے پہچانا جاتا ہے، اس نے حضرت جنید بغدادی اور حضرت ابوالحسن نوری رحمہما اللہ اور ایک جماعت پر محبت، شوق اور عشق کے حوالے سے اعتراض کیا حتیٰ کہ ان میں سے بعض نے مقام رضا کا انکار کیا اور کہا کہ صرف صبر ہی ہے رضا کا تصور نہیں ہو سکتا اور یہ تمام گفتگو ناقص و قاصر ہے یہ لوگ دین سے صرف چھلکے کو جانتے ہیں ان کے خیال میں صرف چھلکے کا وجود ہے کیوں کہ محسوسات اور جو کچھ دین کے طریقے سے خیال میں آتا ہے وہ محض چھلکا ہے اور یہ مطلوب مغز کے علاوہ ہے جس شخص کی رسائی اخروٹ کے چھلکے تک ہو وہ اخروٹ کو مکمل طور پر لکڑی خیال کرتا ہے اور اس کے نزدیک اس سے تیل کا نکلنا محال ہے تو ایسا شخص معذور ہے لیکن اس کا عذر قابلِ قبول نہیں اسی سلسلے میں کہا گیا ہے۔

اَلْاُنْسُ بِاللّٰهِ لَا يَحْوِيْهِ بَطَّالٌ وَلَيْسَ يُدْرِكُهٗ بِالْحَوْلِ مُحْتَالٌ وَالْآنِسُوْنَ رِجَالٌ كُلُّهُمْ نُجُبٌ وَكُلُّهُمْ صَفْوَةٌ لِلّٰهِ عُمَّالٌ۔

اللہ تعالیٰ سے اُنس اہلِ باطل کی سمجھ میں نہیں آسکتا اور حیلہ گر اس کا ادراک نہیں کر سکتا اُنس رکھنے والے تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ منتخب شریف اور باعمل لوگ ہیں۔

فصل ۱۱:

غلبۂ اُنس کا نتیجہ کشادگی اور محبت کا مفہوم

جب اُنس دائمی، غالب اور مستحکم ہو اور شوق کی پریشانی یا تبدیلی اور حجاب کا خوف اسے گدلا نہ کرے تو اس سے اقوال و افعال اور اللہ تعالیٰ سے مناجات میں کشادگی پیدا ہوتی ہے بعض اوقات بظاہر یہ برا ہوتا ہے کیوں کہ اس میں جرأت ہوتی ہے اور ہیبت کم ہوتی ہے لیکن جو شخص مقام اُنس میں ہوتا ہے اس سے یہ بات برداشت کی جاتی ہے اور جو آدمی اس

مقام میں نہیں ہوتا بلکہ فعل اور کلام میں ان لوگوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے تو وہ ہلاک ہوتا اور کفر کے قریب ہو جاتا ہے۔

اس کی مثال برخ اسود کی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس سے کہیں کہ وہ بنی اسرائیل کے لیے بارش مانگے اس وقت بنی اسرائیل سات سال قحط کا شکار ہو گئے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر ہزار آدمیوں کو لے کر باہر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ میں ان لوگوں کی دعا کیسے قبول کروں جب کہ ان پر ان کے گناہوں کا اندھیرا چھایا ہوا ہے ان کے باطن خبیث ہیں جو مجھے یقین کے بغیر پکارتے ہیں اور میری خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں میرے بندوں میں سے ایک بندے برخ کے پاس تشریف لے جائیں اور اس سے کہیں کہ وہ باہر نکلے تاکہ میں اس کی دعا قبول کروں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے برخ کے بارے میں پوچھا تو پتہ نہ چلا اچانک ایک دن آپ راستے میں جا رہے تھے کہ ایک سیاہ غلام آگے سے آ رہا تھا اس کی آنکھوں کے درمیان مٹی لگی ہوئی تھی جو سجدے کا نشان تھا اس کے اوپر ایک چادر تھی جسے گردن کے ساتھ باندھ رکھا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نورِ الٰہی سے اسے پہچان لیا اسے سلام کیا اور نام پوچھا اس نے عرض کیا کہ میرا نام برخ ہے آپ نے فرمایا ہم ایک مدت سے تجھے تلاش کر رہے ہیں آپ باہر تشریف لے جائیں اور ہمارے لیے بارش کی دعا مانگیں۔ چنانچہ برخ نے باہر نکل کر یوں دعا مانگی۔

یا اللہ! نہ تو تیرا یہ کام ہے اور نہ تیری بردباری پھر ایسا کیوں ہے؟ کیا تیرے چشمے کم ہو گئے ہیں یا ہواؤں نے تیری اطاعت سے منہ پھیر لیا ہے یا تیرے خزانے ختم ہو گئے ہیں یا گناہ گاروں پر تیرا غضب بڑھ گیا ہے؟ یا اللہ! کیا تو بخشنے والا نہیں ہے تو نے خطا کرنے والوں سے پہلے اپنی رحمت کو پیدا کیا اور مہربانی کا حکم دیا کیا تو ہمیں یہ بتاتا ہے کہ تجھ تک رسائی نہیں ہو سکتی یا مخلوق کے بھاگنے کے خوف سے ان کو جلد سزا دیتا ہے۔

وہ اس قسم کی باتیں کرتا رہا حتیٰ کہ بارش برسنا شروع ہو گئی اور بنی اسرائیل تر ہو گئے اللہ تعالیٰ نے نصف دن میں گھاس کو اگا کر اتنا بڑا کر دیا کہ وہ گھٹنوں تک پہنچ گئی فرماتے ہیں برخ واپس ہوا تو راستے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا میں اپنے رب سے کیسے جھگڑا اور اس نے کس طرح مجھ سے انصاف کیا اور فضل فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی طرف قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ برخ روزانہ تین مرتبہ ہنستا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ بصرہ میں چند چھپر آگ سے جل گئے لیکن درمیان میں ایک چھپر نہ جلا ان دنوں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بصرہ کے امیر تھے ان کو اس بات کی اطلاع کی گئی تو انہوں نے اس چھپر والے کو طلب فرمایا۔ وہ بوڑھا شخص آیا تو آپ نے فرمایا اے شیخ! کیا وجہ ہے تمہارا چھپر نہیں جلا اس نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ کو قسم دی تھی کہ وہ میرا چھپر نہ جلائے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

يَكُونُ فِي أُمَّتِي قَوْمٌ شَعِثَةٌ رُؤُوسُهُمْ دَنِسَةٌ ثِيَابُهُمْ لَوْ أَقْسَمُوا عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُمْ (۱)

میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے بال بکھرے ہوئے اور کپڑے میلے ہوں گے اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کرے گا۔

حضرت حسن رحمہ اللہ سے ہی روایت ہے کہ بصرہ میں آگ لگ گئی تو حضرت ابو عبیدہ بن خواص رحمہ اللہ آگ پر سے گزرتے ہوئے تشریف لائے امیر بصرہ نے ان سے کہا خیال کیجیے کہیں آگ میں جل نہ جائیں انہوں نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو قسم دی ہے کہ وہ مجھے نہیں جلائے گا فرمایا پھر آگ کو بھی قسم دو کہ بجھ جائے چنانچہ انہوں نے قسم دی تو وہ بجھ گئی۔

حضرت ابو حفص رحمہ اللہ ایک دن جا رہے تھے کہ سامنے سے ایک گنوار (دیہاتی) آیا جس کے ہوش و حواس قائم نہیں تھے حضرت ابو حفص نے پوچھا تجھے کیا پریشانی ہے؟ اس نے کہا میرا گدھا گم ہو گیا ہے اور میرے پاس دوسرا گدھا نہیں ہے راوی کہتے ہیں حضرت ابو حفص کھڑے ہوئے اور کہا اے اللہ! تیری عزت کی قسم! جب تک تو اس شخص کا گدھا واپس نہیں لائے گا میں یہاں سے ایک قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ چنانچہ اس کا گدھا اسی وقت ظاہر ہو گیا اور حضرت حفص رحمہ اللہ وہاں سے چل پڑے۔

اس قسم کی مثالیں اُنس والوں کے لیے جاری ہوتی ہیں دوسروں کو ان سے تشبیہ کا حق نہیں حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل اُنس خلوت میں اپنے کلام اور مناجات میں ایسی باتیں کہتے ہیں جو عام لوگوں کے نزدیک کفر ہیں اور ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا اگر عام لوگ یہ باتیں سنیں تو ان کو کافر قرار دیں۔ حالانکہ وہ ان باتوں سے اپنے معاملات میں ترقی پاتے ہیں ان سے یہ باتیں برداشت بھی کی جاتی ہیں اور یہ ان کے لائق بھی ہیں کسی شاعر نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے

قَوْمٌ تَخَالَجُهُمْ زَهْوٌ بِسَيِّدِهِمْ
وَالْعَبْدُ يَزْهُو عَلَى مِقْدَارِ مَوْلَاهُ
تَاهُوا بِرُؤْيَتِهِ عَمَّا سِوَاهُ لَهُ
يَا حُسْنَ رُؤْيَتِهِمْ فِي عِزِّ مَا تَاهُوا

وہ ایک قوم ہے جو اپنے مولا پر ناز کرتے ہیں اور بندہ اپنے مولیٰ کی قدر کے مطابق ناز کرتا ہے انہوں نے اس کو دیکھا تو سب کچھ چھوڑ دیا کیوں کہ اس کو دیکھنا ہی ان کے لیے باعث فخر ہے۔

اور اس بات کو بعید نہ جانو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کی ایک بات پر راضی ہوتا ہے جب کہ وہی دوسرے سے ناپسند ہوتی ہے لیکن یہ اس وقت ہوتا ہے جب ان کا مقام مختلف ہو۔

قرآن پاک میں ان معانی پر تنبیہات ہیں اگر تم سمجھو کیوں کہ قرآن پاک میں مذکور تمام واقعات اصحاب بصیرت و بصارت کے لیے تنبیہات ہیں کہ وہ ان سے عبرت پکڑیں اور ایسے لوگوں کے لیے یہ محض نام ہیں مثلاً سب سے پہلا قصہ حضرت آدم

(۱) الفردوس بماثور الخطاب جلد ۵ ص ۴۰۹ حدیث ۸۵۵۸

اور ابلیس لعین کا کیا نام نہیں دیکھتے کہ لفظ معصیت اور مخالفت میں دونوں شریک ہیں لیکن منتخب اور معصوم ہونے کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہے۔ ابلیس اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوا اور کہا گیا کہ وہ رحمت سے دور لوگوں میں سے ہے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ۔ (۱)	اور حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم سے (بظاہر) روگردانی کی تو لغزش واقع ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب فرمایا ان کی توبہ قبول فرمائی اور ہدایت دی

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک آدمی سے اعراض کرنے اور دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے ناراضگی کا اظہار فرمایا حالاں کہ بندہ ہونے میں دونوں برابر تھے لیکن دونوں کا حال مختلف تھا۔

ارشاد فرمایا۔

وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۔ (۲)	اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا اور وہ ڈرتا ہے تو آپ اس سے غفلت برتتے ہیں۔

اور دوسرے کے بارے میں فرمایا۔

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۔ (۳)	اور جو آپ سے بے نیاز ہوتا ہے آپ اس کی فکر میں ہیں۔

اسی طرح آپ کو ایک جماعت کے ساتھ بیٹھنے کا حکم دیا ارشاد فرمایا۔

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۔ (۴)	اور جب آپ کے پاس ہماری آیات پر ایمان لانے والے آئیں تو ان کو سلام کہیں۔

جب کہ دوسروں سے اعراض کا حکم دیا فرمایا۔

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ ۔ (۴)	اور جب ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لیں۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ طٰہٰ آیت ۱۲۱، ۱۲۲

(۲) قرآن مجید، سورۂ عبس آیت ۸

(۳) قرآن مجید سورۂ عبس آیت ۵

(۴) قرآن مجید، سورۂ انعام آیت ۵۴ تا ۶۸

یہاں تک کہ فرمایا۔

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔[1] — پس یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھو۔

اور ارشاد فرمایا۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ۔ (۲) — اور آپ اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ روک رکھیں جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں (اس کی عبادت کرتے ہیں)

اسی طرح کشادگی اور ناز بھی بعض بندوں سے برداشت کیا جاتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول بھی اسی انبساط (کشادگی) کی دلیل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاۗءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَاۗءُ ۔ (۳) — یہ سب تیری آزمائش ہے اس سے جس کو چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا گیا تو آپ نے عذر پیش کرتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ۔ (۴) — ان کا مجھ پر ایک الزام ہے۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ۔ (۵) — مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں اور میرا سینہ تنگ ہو جائے اور میری زبان رک جائے۔

اور انہوں نے یہ بھی کہا (ارشاد خداوندی ہے)

اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَّطْغٰى (۶) — ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا وہ سرکشی کرے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ انعام آیت ۵۴ تا ۶۸
(۲) قرآن مجید، سورۂ کہف آیت ۲۸
(۳) قرآن مجید، سورۂ اعراف آیت ۱۵۵
(۴) قرآن مجید، سورۂ شعراء آیت ۱۴
(۵) قرآن مجید، سورۂ شعراء آیت ۱۲، ۱۳
(۶) قرآن مجید، سورۂ طٰہٰ آیت ۴۵

حالاں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی شخص یہ باتیں کہتا تو بے ادبی شمار ہوتی کیوں کہ جو شخص مقام اُنس میں ہوتا ہے اس سے نرمی برتی جاتی ہے اور اس کی باتیں برداشت کی جاتی ہیں حضرت یونس علیہ السلام جب مقام قبض اور ہیبت میں تھے تو ان سے اس سے کم بات بھی برداشت نہ کی گئی پس ان کو مچھلی کے پیٹ میں تین اندھیروں میں قید میں ڈال دیا گیا اور قیامت تک ان کے حق میں یہ ندا دی گئی۔

لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَکَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَھُوَ مَذْمُوْمٌ۔ (۱)

اگر اس کے رب کی نعمت اس کی خبر کو نہ پہنچ جاتی تو ضرور میدان پر پھینک دیا جاتا الزام دیا ہوا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "عراء" سے مراد قیامت ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان (حضرت یونس علیہ السلام) کی اقتدا سے منع کیا گیا اور فرمایا گیا۔

فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ وَلَا تَکُنْ کَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰی وَھُوَ مَکْظُوْمٌ۔ (۲)

آپ اپنے رب کے حکم پر صبر کریں اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیں کہ اس نے پکارا تو وہ غصے میں بھرا ہوا تھا۔

ان اختلافات میں سے بعض اختلاف احوال و مقامات کے اعتبار سے ہیں اور بعض اس وجہ سے ہیں کہ ازل میں بندوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دے دی گئی اور ان کی قسمت میں تفاوت رکھا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ۔ (۳)

اور بے شک ہم نے بعض انبیاء کرام کو بعض پر فضیلت دی۔

اور ارشاد فرمایا۔

مِنْھُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ۔ (۴)

ان میں سے کسی سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور ان میں سے بعض کے درجات کو ہم نے بلند فرمایا۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان انبیاء کرام میں سے تھے جن کو فضیلت دی گئی اور اسی ناز کی وجہ سے انہوں نے اپنے اوپر سلام بھیجا فرمایا۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ قلم آیت ۴۹

(۲) قرآن مجید، سورۃ قلم آیت ۴۸

(۳) قرآن مجید، سورۃ اسراء آیت ۵۵

(۴) قرآن مجید، سورۃ بقرہ آیت ۲۵۳

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ أَمُوْتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا۔ (۱)

اور مجھ پر سلام ہو جس دن میری ولادت ہوئی جس دن میں انتقال کر جاؤں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

تو جب آپ نے مقام اُنس دیکھا تو جرأت کی اور ناز کے طور پر یہ بات فرمائی جب کہ حضرت زکریا علیہ السلام ہیبت اور حیاء کے مقام پر تھے تو انہوں نے یہ بات نہیں فرمائی بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔

وَسَلَامٌ عَلَيْهِ۔ (۲)

اور ان پر سلام ہو۔

اور دیکھئے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان سے جو سلوک کیا وہ کس طرح برداشت کیا گیا بعض علماء فرماتے ہیں کہ میں نے ارشاد خداوندی

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰى اَبِيْنَا مِنَّا۔ (۳)

جب انہوں نے کہا البتہ یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں۔

(اس آیت) سے لے کر بیس آیات تک جہاں یہ فرمایا گیا کہ

وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ۔ (۴)

اور وہ، حضرت یوسف علیہ السلام میں رغبت نہیں رکھتے تھے

(ان آیات میں) حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی چالیس سے زیادہ خطائیں شمار کی ہیں ان میں سے بعض دوسری بعض کے مقابلے میں بڑی ہیں۔ ایک ایک کلمہ میں تین تین چار چار خطائیں جمع ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا اور معاف کر دیا لیکن حضرت عزیر نے تقدیر کے بارے میں ایک سوال کیا تو ان سے برداشت نہ کیا گیا حتیٰ کہ دیوان نبوت سے ان کا نام مٹا دیا گیا۔

اسی طرح بلعم بن باعوراء جو اکابر علماء میں تھا اس نے دین کے بدلے میں دنیا کو کھایا تو اس سے یہ عمل برداشت نہ کیا گیا اور آصف، اسراف (زیادتی) کرنے والوں میں سے تھا اور اس کا گناہ اعضاء سے متعلق تھا تو اسے معاف کر دیا گیا۔

ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے عابدین کے سردار! اے زاہدین کی محبت کے بیٹے (تیری خالہ کا بیٹا آصف کب تک میری نافرمانی کرتا رہے گا میں بار بار بردباری سے پیش آرہا ہوں مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر میری ہوا کے کسی جھونکے نے اسے پکڑ لیا تو میں اس کے ساتھیوں کے لیے اسے مثال

(۱) قرآن مجید سورۂ مریم آیت ۳۳
(۲) قرآن مجید، سورۂ مریم آیت ۱۵
(۳) قرآن مجید سورۂ یوسف آیت ۸
(۴) قرآن مجید سورۂ یوسف آیت ۲۰

اور بعد والوں کے لیے عبرت بنا کر چھوڑوں گا۔ جب آصف، حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ نے وحی الٰہی کی خبر دی چنانچہ وہ باہر چلے گئے اور ریت کے ایک ٹیلے پر چڑھ کر اپنا منہ اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر عرض کیا اے میرے معبود! اے میرے آقا! تو تُو ہے اور میں میں ہوں اگر تو میری توبہ قبول نہیں کرے گا تو میں کیسے توبہ کروں گا اور اگر تو مجھے نہیں بچائے گا تو میں کیسے بچوں گا اور دوبارہ اس طرف لوٹ جاؤں گا اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اے آصف! تم نے سچ کہا تو تُو ہے اور میں میں ہوں تو، توبہ کی طرف متوجہ ہو میں نے تیری توبہ قبول کر لی اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں۔

حضرت آصف کا یہ کلام اسی طرح ہے جس طرح کوئی ناز سے بات کرے اور اللہ تعالیٰ سے اسی کی طرف بھاگے اور اسی کے ذریعے اس کو دیکھے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک بندہ جو ہلاکت کے کنارے پر پہنچ چکا تھا اسے بچانے کے لیے وحی بھیجی کہ تو نے کتنے ہی ایسے گناہ کیے کہ میں نے ان سے کمتر گناہ کے باعث ایک پوری امت کو ہلاک کر دیا۔

تو یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ جاریہ ہے کہ اس کی مشیئت ازلیہ کے مطابق بندوں کے درمیان فضیلت اور تقدیم و تاخیر وغیرہ کا سلسلہ رکھا گیا ہے قرآن مجید میں یہ واقعات مذکور ہیں تاکہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کے بارے میں جو پہلے گزر چکے ہیں اس کا طریقہ معلوم ہو کیوں کہ قرآن مجید میں جو کچھ ہے وہ ہدایت اور نور ہے نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو آگاہی ہے کبھی تو وہ بندوں کو اپنی تقدیس کی پہچان کراتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (۱)	آپ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ ایک ہے وہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور اس کا کوئی ہمسر بھی نہیں۔

بعض اوقات اس کے جلال کی صفات سے آگاہی ہوتی ہے جیسے وہ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ۔ (۲)	وہ بادشاہ ہے پاک سلامتی دینے والا امان بخشنے والا، حفاظت فرمانے والا عزت والا، عظمت والا، تکبر والا۔

کبھی وہ اپنے افعال کی پہچان کراتا ہے جو خوف پیدا کرتے یا امید دلاتے ہیں چنانچہ وہ اپنے دشمنوں اور اپنے انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق اپنے طریقے کو یوں بیان کرتا ہے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ اخلاص (مکمل)

(۲) قرآن مجید، سورۃ الحشر آیت ۲۳

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ۔ (۱)	کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسا کیا وہ ارم حد سے زیادہ طول والے (لمبے قد والے مراد ہیں)

اور ارشاد فرمایا۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ۔ (۲)	کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔

قرآن پاک میں یہی تین اقسام ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی تقدیس کی معرفت یا اس کی صفات و اسمائے مبارکہ کی معرفت یا اس کے افعال اور طریقے کی معرفت کی طرف راہنمائی کرنا۔

چونکہ سورۂ اخلاص تین اقسام میں سے ایک قسم پر مشتمل ہے اور وہ تقدیس ہے اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قرآن پاک کا تیسرا حصہ قرار دیا آپ نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْاِخْلَاصِ فَقَدْ قَرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ۔ (۳)	جس نے سورۂ اخلاص پڑھی اس نے قرآن پاک کا تیسرا حصہ پڑھا۔

کیوں کہ تقدیس کی انتہا یہ ہے کہ وہ تین امور میں یکتا ہو ایک یہ کہ اس سے اس کی کوئی نظیر اور شبیہ حاصل نہ ہو اس پر ارشاد خداوندی "لَمْ يَلِدْ" دلالت کرتا ہے دوسرا یہ کہ وہ خود اپنی مثل اور نظیر سے نہ ہو اس پر ارشاد خداوندی "وَلَمْ يُوْلَدْ" دلالت کرتا ہے تیسرا یہ کہ اس کی اصل و فرع نہ ہونے کے ساتھ ساتھ کوئی بھی اس کے درجہ میں نہ ہو اس پر "وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ" دلالت کرتا ہے اور ان تمام باتوں کو "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" میں جمع کیا گیا ہے اور یہ تمام سورت "لا الہ الا اللہ" کی تفصیل ہے۔

یہ اسرار قرآن ہیں اور قرآن میں ایسے اسرار بے انتہا ہیں

اور ہر خشک و تر چیز کا ذکر قرآن پاک ہے اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ثَوِّرُوا الْقُرْآنَ وَالْتَمِسُوْا غَرَائِبَهٗ فَفِيْهِ عِلْمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ۔	قرآن مجید سے روشنی حاصل کرو اور اس کے عجائب تلاش کرو کیوں کہ اس میں پہلوں اور پچھلوں کا علم ہے۔

بات اسی طرح ہے جس طرح انہوں نے فرمایا اور اس کی پہچان صرف اسی شخص کو ہو سکتی ہے جو اس کے ایک ایک

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ الفجر آیت ۶، ۷

(۲) قرآن مجید، سورۂ فیل آیت ۱

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۴۱۹ مرویات ابو ایوب

کلمے میں خوب غور کرے اور اس کا فہم بھی صاف ہو حتیٰ کہ اس کے لیے ہر کلمہ گواہی دے کہ وہ جبار و قاہر اور مالک و قادر ذات کا کلام ہے نیز وہ انسانی طاقت سے باہر ہے۔

اور اکثر اسرارِ قرآن واقعات اور خبروں کے ضمن میں ہیں لہٰذا تمہیں ان کے حصول کی حرص کرنا چاہیے تاکہ تمہارے لئے اس کے وہ عجائب منکشف ہوں جن کے سامنے وہ گھڑے ہوئے علوم، ہیچ معلوم ہوں جو اس سے خارج ہیں۔

معنیٰ اُنس کے سلسلے میں ہم یہ باتیں ذکر کرنا چاہتے تھے نیز وہ بے تکلفی جو اس کا نتیجہ ہے اور یہ کہ اس سلسلے میں بندوں کے درمیان تفاوت ہے ——— اللہ سبحانہ و تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

فصل ۱۲:

اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہونے کا مفہوم، حقیقت اور فضیلت

جاننا چاہیے کہ رضا محبت کے ثمرات میں سے ایک ثمر ہے اور یہ مقربین کا سب سے اعلیٰ مقام ہے اس کی حقیقت اکثر لوگوں پر مخفی ہے اس سلسلے میں جو مشابہت اور ابہام ہے وہ صرف ان لوگوں کے سامنے واضح ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ تاویل کا علم اور فہم عطا فرماتا اور دین کی سمجھ مرحمت فرماتا ہے منکر لوگوں نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ جو بات مرضی کے خلاف ہو اس پر آدمی راضی ہو پھر انہوں نے کہا کہ اگر ہر چیز پر راضی ہونا ممکن ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تو کفر اور گناہ پر راضی ہونا چاہیے یہ لوگ دھوکے میں پڑ گئے اور انہوں نے گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر راضی ہونے اور اعتراض و انکار کو چھوڑنے کو بھی اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو تسلیم کرنا قرار دیا۔

اگر یہ اسرار آدمی پر صرف ظاہری احکام شرع سننے سے کھل جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے یہ دعا نہ مانگتے۔

اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِیْلَ(۱) یا اللہ! ان کو دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطا فرما۔

سب سے پہلے ہم رضا کی فضیلت بیان کرتے ہیں پھر اہل رضا کے احوال کی حکایات پھر حقیقت رضا اس کے بعد خواہش کے خلاف رضا کے تصور کی کیفیت بیان کریں گے پھر ان امور کا بیان ہو گا جن کو رضا کی تکمیل قرار دیا جاتا ہے حالانکہ ان کا رضا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا جس طرح دعا کو چھوڑ دینا اور گناہوں پر خاموشی اختیار کرنا۔

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۲۶۶ مرویات ابن عباس

فصل ۱۲:

فضیلتِ رضا

آیات:

ارشادِ خداوندی ہے۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔ (۱)
اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ (۲)
اور نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کیا ہے۔

اور احسان کی انتہا اللہ تعالیٰ کا بندے سے راضی ہونا ہے اور یہ بندے کے اللہ تعالیٰ سے راضی ہونے کا ثواب ہے

اور ارشادِ خداوندی ہے۔

وَمَسَاکِنُ طَیِّبَۃً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔ (۳)
اور ہمیشہ رہنے والے باغات میں پاک گھر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا بہت بڑی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے "جنات عدن" کے مقابلے میں رضا کا مقام بڑھ کر فرمایا جیسے اپنے ذکر کو نماز سے اوپر قرار دیا ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔ (۴)
بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اس سے بھی بڑا ہے۔

تو جس طرح اس ذات کا مشاہدہ جس کا نماز میں ذکر ہوتا ہے نماز سے بڑا ہے تو جنت کے مالک کی رضا بھی جنت سے بڑھ کر ہے بلکہ یہ تو جنتیوں کا انتہائی مقصود ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَتَجَلّٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ فَیَقُوْلُ سَلُوْنِیْ فَیَقُوْلُوْنَ رِضَاکَ۔ (۵)
بیشک اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے تجلی فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا مجھ سے سوال کرو تو وہ کہیں گے ہم تیری رضا چاہتے ہیں۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ البینہ آیت ۸

(۲) قرآن مجید، سورۃ رحمٰن آیت ۶۰

(۳) قرآن مجید، سورۃ توبہ آیت ۷۲

(۴) قرآن مجید، سورۃ عنکبوت آیت ۴۵

(۵) تذکرۃ الموضوعات ص ۲۲۶ باب امور القیامۃ

تو دیدار کے بعد رضا کا سوال کرنا نہایت ہی فضیلت کا باعث ہے جہاں تک بندے کی رضا کا تعلق ہے تو ہم عنقریب اس کی حقیقت بیان کریں گے۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کا بندے سے راضی ہونا ہے تو اس کا معنی دوسرا ہے اور یہ اس بات کے قریب ہے جو ہم نے اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کے سلسلے میں لکھی ہے۔

اس کی حقیقت کا انکشاف جائز نہیں کیوں کہ اس بات کو سمجھنے سے لوگوں کے فہم قاصر ہیں اور جو اس پر قادر ہے اس کو بتانے کی ضرورت نہیں خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے بڑھ کر کوئی رتبہ نہیں انہوں نے رضا کا سوال اس لیے کیا کہ یہ دائمی دیدار کا سبب ہے گویا انہوں نے اسے سب سے بڑا مقصود اور انتہائی درجہ کی خواہش سمجھا جب وہ دیدار کی لذت سے کامیاب ہوئے اور جب ان کو سوال کرنے کی اجازت دی تو انہوں نے صرف اس کے دوام کا سوال کیا اور جان لیا کہ رضا کی وجہ سے پردہ ہمیشہ کے لیے اٹھ جائے گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ۔ (۱) اور ہمارے پاس مزید ہے۔

بعض مفسرین نے اس سلسلے میں فرمایا کہ اہل جنت کے پاس وقت مزید میں رب العالمین کی طرف سے تین تحفے آئیں گے ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدیہ ہوگا کہ جنت میں اس کی مثل ان کے پاس نہیں ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ۔ (۲) پس کسی نفس کو علم نہیں کہ ان کے لیے کون سی چیز مخفی رکھی گئی جو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

دوسرا تحفہ ان کے رب کی طرف سے ان کو سلام کا پہنچنا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ۔ (۳) ان پر سلام ہوگا جو رحمت والے رب کی طرف سے فرمایا ہوا۔

اور تیسرا تحفہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہوگا کہ میں تم سے راضی ہوں اور یہ ہدیہ اور سلام سے افضل ہوگا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ (۴) اور اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑا ہے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ قٓ آیت ۳۵

(۲) قرآن مجید، سورۂ السجدۃ آیت ۱۷

(۳) قرآن مجید، سورۂ یٰسین آیت ۵۸

(۴) قرآن مجید، سورۂ توبہ آیت ۷۲

یعنی وہ نعمتیں جن میں وہ ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی صورت میں اس کا فضل ہے جو بندے کی رضا کا نتیجہ ہے۔

احادیث:

روایات میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی ایک جماعت سے پوچھا کہ تم کیا ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم مومن ہیں آپ نے فرمایا تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہم آزمائش کے وقت صبر کرتے ہیں فراخی کے وقت شکر ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہتے ہیں آپ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم! تم مومن ہو۔ (۱)

ایک دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا۔

حُکَمَاءُ عُلَمَاءُ کَادُوْا مِنْ فِقْہِہِمْ اَنْ یَکُوْنُوْا اَنْبِیَاءَ۔ (۲)

اہل حکمت علماء ہیں قریب ہے کہ وہ اپنی سمجھ کی وجہ سے انبیاء کرام کے مقام تک پہنچ جائیں۔

ایک دوسری حدیث میں ہے۔

طُوْبٰی لِمَنْ ھُدِیَ لِلْاِسْلَامِ وَکَانَ رِزْقُہٗ کَفَافًا وَرَضِیَ بِہٖ۔ (۳)

اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس کو اسلام کی ہدایت دی گئی اور ضرورت کے مطابق رزق دیا گیا اور وہ اس پر راضی ہے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ رَضِیَ مِنَ اللّٰہِ بِالْقَلِیْلِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْہُ بِالْقَلِیْلِ مِنَ الْعَمَلِ۔ (۴)

جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے تھوڑے رزق پر راضی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے تھوڑے عمل پر راضی ہوتا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔

اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ تَعَالٰی عَبْدًا اِبْتَلَاہُ فَاِنْ صَبَرَ اِجْتَبَاہُ فَاِنْ

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کی آزمائش کرتا پس اگر وہ صبر کرے تو اسے چن لیتا

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۱ص ۱۵۳ حدیث ۱۱۳۳۶
(۲) البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۹۳ فصل فی قدوم الازد
(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۱۹ مرویات فضالہ ابن عبید۔
(۴) العلل المتناہیہ جلد ۲ ص ۲۳۱ حدیث ۱۳۴۷

رَضِیَ اِصْطَفَاہُ۔ (۱) ہے اور اگر وہ راضی ہو تو اسے منتخب بندہ بناتا ہے۔

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ میری امت کی ایک جماعت کے پر پیدا کرے گا چنانچہ وہ اپنی قبروں سے اُڑ کر جنت میں چلے جائیں گے اور جیسے چاہیں گے مزے اُڑائیں گے فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تم حساب دیکھ چکے ہو؟ وہ کہیں گے ہم نے حساب نہیں دیکھا فرشتے پوچھیں گے تمہارا تعلق کس امت سے ہے؟ وہ کہیں گے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے تعلق ہے فرشتے کہیں گے ہم تمہیں قسم دے کر کہتے ہیں کہ ہمیں بتائیے دنیا میں کیا عمل کرتے تھے وہ کہیں گے ہمارے اندر دو خصلتیں تھیں اس لیے ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس مقام تک پہنچے فرشتے پوچھیں گے وہ کیا خصلتیں ہیں؟ وہ کہیں گے جب ہم علیحدگی میں ہوتے تھے کہ تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے حیا کرتے تھے۔ اور تھوڑے مال پر راضی ہوتے تھے جو ہمارے لیے مقدر کیا گیا تھا فرشتے کہیں گے اس لیے تم اس بات کے مستحق تھے۔ (۲)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یَا مَعْشَرَ الْفُقَرَاءِ اَعْطُوا اللّٰہَ الرِّضَا مِنْ قُلُوْبِکُمْ تَظْفَرُوْا بِثَوَابِ فَقْرِکُمْ وَاِلَّا فَلَا۔ (۳)

اے فقراء کے گروہ! اگر تم اپنے دلوں سے اس چیز پر راضی ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہے تو اپنے فقر کا ثواب پاؤ گے ورنہ نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اخبار میں ہے کہ بنی اسرائیل نے ان سے عرض کیا کہ اپنے رب سے سوال کریں کہ وہ ہمیں ایسا کام بتائے جس کے کرنے سے وہ ہم پر راضی ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا الٰہی! جو کچھ یہ کہتے ہیں وہ تو نے سن لیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام! آپ ان سے فرما دیں کہ وہ مجھ سے راضی ہوں اور میں ان سے راضی ہوں۔

اس بات کی شہادت اس روایت سے ملتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَعْلَمَ مَا لَہٗ عِنْدَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَلْیَنْظُرْ مَا لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ عِنْدَہٗ فَاِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یُنْزِلُ الْعَبْدَ مِنْہُ حَیْثُ

جو شخص یہ بات معلوم کرنا چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے لیے کیا ہے تو وہ دیکھے کہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کے لیے کیا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اپنے ہاں وہ مقام

---

(۱) الفردوس بماثور الخطاب جلد اول ص ۲۵۱ حدیث ۹۷۱

(۲) الاحادیث الضعیفۃ الموضوعۃ جلد ۲ ص ۴۱ حدیث ۵۰۷

(۳) کنز العمال جلد ۶ ص ۴۸۵ حدیث ۱۶۶۵۵

أَنْزَلَهُ الْعَبْدُ مِنْ نَفْسِهٖ۔ (۱) دیتا ہے جو مقام بندے نے اپنے ہاں اللہ تعالیٰ کو دیا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار میں ہے کہ میرے اولیاء کو دنیا کی فکر سے کیا کام؟ دنیوی غم میرے ساتھ مناجات کی حلاوت ان کے دلوں سے ختم کر دیتا ہے اے داؤد علیہ السلام میں اپنے اولیاء سے اس لیے محبت کرتا ہوں کہ وہ رُوحانی ہوں اور کچھ غم نہ کریں۔

ایک روایت میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! کسی ایسے کام پر میری راہنمائی فرما جس میں تیری رضا ہے کہ میں اس پر عمل کروں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ میری رضا اس کام میں ہے جو آپ کو ناپسند ہو اور آپ ایسے عمل پر صبر نہیں کرتے آپ نے عرض کیا یا اللہ وہ کیا بات ہے فرمایا میری رضا اس بات میں ہے کہ آپ میرے فیصلے پر راضی ہوں (۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مناجات کے دوران بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اے میرے رب! مخلوق میں سے کون تجھے زیادہ پسند ہے؟ فرمایا وہ شخص کہ جب میں اس کے محبوب کو لے جاؤں تو وہ مجھ سے متفق ہو، عرض کیا مخلوق میں سے کس پر تو ناراض ہوتا ہے؟ فرمایا وہ لوگ جو کسی کام میں مجھ سے خیر طلب کرتے ہیں پھر جب میں فیصلہ کروں تو وہ میرے فیصلے پر ناراض ہوتے ہیں اور اس سے بھی سخت بات مروی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا مَنْ لَمْ يَصْبِرْ عَلٰى بَلَائِيْ وَلَمْ يَشْكُرْ نَعْمَائِيْ وَلَمْ يَرْضَ بِقَضَائِيْ فَلْيَتَّخِذْ رَبًّا سِوَائِيْ۔ (۳)

میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص میری آزمائش پر صبر نہیں کرتا اور میری نعمتوں پر شکر نہیں کرتا نیز میری قضا پر راضی نہیں ہوتا وہ میرے علاوہ کسی کو رب بنالے۔

اسی قسم کی حدیث قدسی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَدَّرْتُ الْمَقَادِيْرَ وَدَبَّرْتُ التَّدْبِيْرَ وَأَحْكَمْتُ الصُّنْعَ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا مِنِّيْ حَتّٰى يَلْقَانِيْ وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ مِنِّيْ حَتّٰى يَلْقَانِيْ۔ (۴)

میں نے سب مقداریں مقرر کیں تدبیر فرمائی اور اس کام کو مضبوط کیا پس جو راضی ہوا اس کے لیے میری طرف سے رضا ہے کہ وہ مجھ سے ملاقات کرے اور جو ناراض ہوا اس پر میری ناراضگی یہاں تک کہ وہ مجھ سے ملاقات کرے۔

---

(۱) تاریخ ابن عساکر جلد ۲ ص ۲۸۹ من اسمہ ابراہیم بن محمد

(۲) شعب الایمان جلد ۲ ص ۲۰۸ حدیث ۱۸۹۴

(۳) تاریخ ابن عساکر جلد ۶ ص ۱۲۸ من اسمہ سعید بن زیاد

(۴) تذکرۃ الموضوعات ص ۱۸۹ باب الاخلاق المحمودۃ

ایک مشہور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

خَلَقْتُ الْخَیْرَ وَالشَّرَّ فَطُوْبٰی لِمَنْ خَلَقْتُهٗ لِلْخَیْرِ وَاَجْرَیْتُ الْخَیْرَ عَلٰی یَدَیْهِ وَوَیْلٌ لِمَنْ خَلَقْتُهٗ لِلشَّرِّ وَاَجْرَیْتُ الشَّرَّ عَلٰی یَدَیْهِ وَوَیْلٌ ثُمَّ وَیْلٌ لِمَنْ قَالَ لِمَ وَکَیْفَ۔ (۱)

میں نے خیر شر کو پیدا کیا پس اس کے لیے خوشخبری ہے جسے میں نے خیر کے لیے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں پر خیر کو جاری کیا اور اس کے لیے خرابی ہے جسے میں نے شر کے لیے پیدا کیا اور ہلاکت پر ہلاکت ہے اس کے لیے جو "کیوں اور کیسے" کے چکر میں پڑتا ہے (یعنی چون وچرا کرتا ہے)

گذشتہ امتوں کے واقعات میں ہے کہ ایک نبی علیہ السلام نے دس سال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھوک، محتاجی اور جوؤں کی شکایت کی لیکن جو کچھ انہوں نے چاہا اس کا جواب نہ ملا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ کب تک شکایت کرتے رہو گے؟ ہمارے نزدیک تمہارا حال لوح محفوظ میں زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے کا اسی طرح لکھا ہوا ہے اور میری طرف سے اسی طرح لکھا گیا ہے میں نے دنیا کو پیدا کرنے سے پہلے تمہارے بارے میں اسی طرح فیصلہ کیا ہے کیا تم چاہتے کہ میں تمہارے لیے دنیا کی تخلیق کو بدل دوں

یا تم چاہتے کہ جو کچھ میں نے تمہارے لیے مقدر کیا ہے اسے بدل دوں پس جو کچھ تم چاہتے ہو وہ میرے چاہے ہوئے سے اوپر ہو مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اگر آپ کے دل میں دوبارہ یہ خیال آیا تو میں نبوت کے رجسٹر سے آپ کا نام نکال دوں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا کوئی چھوٹا بچہ آپ کے جسم پر چڑھتا اترتا آپ کی پسلیوں پر پاؤں رکھ کر سیڑھیوں کی طرح آپ کے سر کی طرف جاتا پھر پسلیوں کی طرف اترتا اور آپ نے سر جھکایا ہوتا نہ بولتے اور نہ سر اٹھاتے آپ کے کسی دوسرے صاحبزادے نے کہا ابا جان! آپ کو معلوم نہیں یہ کیا کرتا ہے اگر آپ اس کو روکیں تو اچھا ہے۔

آپ نے فرمایا اے بیٹے! جو کچھ میں دیکھتا ہوں وہ تم نہیں دیکھتے اور جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے میں نے ایک حرکت کی تو میں عزت والے مقام سے نیچے آگیا اور نعمتوں والی جگہ سے بدبختی کی جگہ آگیا مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے دوبارہ کوئی ایسا کام کیا تو معلوم نہیں کیا مصیبت آجائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دس سال تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی تو آپ

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۲ ص ۲۲۰، حدیث ۷۹۷ ۲

نے کبھی کسی کام کے بارے میں جو میں نے کیا یہ نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا اور نہ کسی کام کے بارے میں یہ فرمایا جو میں نے نہ کیا ہو کہ تم نے کیوں نہیں کیا ۔ اور جو ہوا اس کے بارے میں نہیں فرمایا کہ کاش ایسا نہ ہوتا اور جو کچھ نہ ہوا اس کے بارے میں نہیں فرمایا کہ کاش ایسا نہ ہوتا اور جو کچھ نہ ہوا اس کے بارے میں یہ نہ فرمایا کہ کاش ایسا ہو جاتا اور اگر آپ کے گھر والوں میں سے کوئی مجھ سے جھگڑتا تو آپ فرماتے ۔

دَعُوْهُ لَوْ قُضِيَ شَيْءٌ لَكَانَ ۔ اس کو چھوڑ دو اگر کسی کام کا فیصلہ ہو چکا ہوتا تو وہ کام ہو جاتا ۔ (۱)

اور مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد ! تم بھی ایک بات چاہتے ہو اور میں بھی چاہتا ہوں اور ہوگا وہی جو میں چاہتا ہوں اور اگر آپ میرے چاہے ہوئے کو تسلیم کریں تو میں آپ کی خواہش کے لیے کفایت کروں گا اور اگر میرے ارادے کے مطابق فیصلے کو قبول نہ کریں تو میں آپ کو آپ کی خواہش کے سلسلے میں مشقت میں ڈالوں گا ۔ پھر ہوگا وہی جو میں چاہتا ہوں ۔

آثار :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قیامت کے دن جنت کی طرف سب سے پہلے ان لوگوں کو بلایا جائے گا جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں ۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے سوائے تقدیر کے مواقع کے کوئی خوشی نہیں رہی آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کیا چاہتے ہیں ! فرمایا اللہ تعالیٰ جو فیصلہ فرمائے ۔

حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی نہ ہو اس کی بیوقوفی کا کوئی علاج نہیں ۔

حضرت فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر تم اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر نہیں کر سکتے تو اپنے نفس کی تقدیر پر بھی صبر نہیں کر سکتے ۔

حضرت عبد العزیز بن ابورواد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جَو کی روٹی سِرکے کے ساتھ کھانے اور اُونی کپڑے پہننے میں کوئی شان نہیں بلکہ شان اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے میں ہے ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں چنگاری چاٹوں حتیٰ کہ وہ مجھے جلادے جو کچھ جلانا ہے اور باقی چھوڑے جو چھوڑنا ہے تو یہ بات مجھے اس سے بات سے زیادہ پسند ہے کہ جو کچھ ہو چکا میں اس کے بارے میں کہوں کہ کاش ایسا نہ ہوتا یا جو کچھ نہیں ہوا اس کے بارے میں کہوں کہ کاش ایسا ہو جاتا ۔

---

(۱) مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۶ کتاب علامات النبوۃ

ایک شخص نے حضرت محمد بن واسع رحمہ اللہ کے پاؤں میں زخم دیکھ کر فرمایا مجھے اس زخم کی وجہ سے آپ پر رحم آتا ہے آپ نے فرمایا جب سے یہ زخم لگا ہے میں شکر کرتا ہوں کہ یہ میری آنکھ میں نہیں ہوا اسرائیلی روایات میں ہے کہ ایک عابد نے طویل عرصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تو اس کو خواب میں دکھایا گیا کہ فلاں عورت جو بکریاں چراتی ہے جنت میں تمہاری ساتھی ہوگی اس نے اس کے بارے میں پوچھ گچھ کی یہاں تک کہ اسے پالیا اس کو تین دن تک مہمان بنائے رکھا تاکہ اس کا عمل دیکھ سکے تو وہ رات کو کھڑا عبادت کرتا جب کہ وہ عورت سو جاتی وہ دن بھر روزہ رکھتا اور یہ روزے کے بغیر ہوتی اس نے پوچھا کیا تو اس کے علاوہ بھی کوئی عمل کرتی ہے؟ اس نے کہا یہی ہے جو تم نے دیکھا مجھے اس کے علاوہ کسی عمل کا پتہ نہیں وہ مسلسل کہتا رہا کہ یاد کرو حتیٰ کہ اس عورت نے کہا میرے اندر ایک خصلت ہے وہ یہ کہ جب میں سختی کی حالت میں ہوں تو اچھی حالت کی تمنا نہیں کرتی اور اگر بیمار ہوں تو صحت کی خواہش نہیں کرتی سورج میں ہوں تو سائے میں ہونے کی تمنا نہیں کرتی ۔ یہ سن کر عابد نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور کہا یہ چھوٹی سی خصلت ہے اللہ کی قسم یہ بہت بڑی خصلت ہے جس سے عبادت گزار بندے بھی عاجز ہیں۔

بعض بزرگ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ جب آسمان میں کوئی فیصلہ فرماتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ زمین والے اس پر راضی ہوں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایمان کی سر بلندی اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کرنا اور تقدیر پر راضی رہنا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ میں کس حال میں صبح اور شام کرتا ہوں سختی میں یا خوشحالی میں۔

ایک دن حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے حضرت رابعہ رحمہا اللہ کے پاس یوں کہا اے اللہ ہم سے راضی ہو جاؤ" حضرت رابعہ نے فرمایا کیا آپ کو اللہ تعالیٰ سے حیا نہیں آتا کہ اس سے رضا کا مطالبہ کر رہے ہیں انہوں نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہوں حضرت جعفر بن سلیمان ضبعی رحمہ اللہ نے پوچھا کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے کب راضی ہوتا ہے؟ حضرت رابعہ نے فرمایا جب وہ مصیبت پر بھی اسی طرح خوش ہو جس طرح وہ نعمت پر خوش ہوتا ہے۔

حضرت فضیل رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب بندے کے نزدیک منع اور عطا برابر ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہے۔

حضرت احمد بن ابو الحواری رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں سے اسی بات پر راضی ہو جاتا ہے جس بات پر غلام اپنے آقاؤں سے راضی ہوتے ہیں۔

حضرت احمد فرماتے ہیں میں نے پوچھا یہ کس طرح ہوتا ہے؟ فرمایا کیا مخلوق میں سے جو غلام ہیں ان کی مراد یہ نہیں ہوتی کہ ان کا مولیٰ ان پر راضی ہو؟ میں نے کہا ہاں ایسا ہی ہوتا ہے فرمایا بندوں سے اللہ تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ وہ اس سے راضی ہوں۔

حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں بندوں کو یقین میں سے اسی قدر حصہ ملتا ہے جس قدر ان کو رضا سے حصہ ملتا ہے اور رضا سے ان کا حصہ اسی قدر ہوتا ہے جس قدر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ بِحِكْمَتِهٖ وَجَلَالِهٖ جَعَلَ الرَّوْحَ وَالْفَرَحَ فِي الرِّضَا وَالْيَقِيْنِ وَ جَعَلَ الْغَمَّ وَالْحُزْنَ فِي الشَّكِّ وَالسُّخْطِ» (۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت وجلال سے خوشی اور راحت رضا اور یقین میں رکھی ہے اور غم وحزن کو شک اور ناراضگی میں رکھا ہے۔

فصل نمبر ۱۴:

رضا کی حقیقت اور خواہش کے خلاف اس کا تصور

جو لوگ کہتے ہیں کہ خواہش کے خلاف امور اور مختلف مصیبتوں میں صرف صبر ہو سکتا ہے رضا کا تصور نہیں ہو سکتا گویا وہ لوگ محبت کا انکار کرتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کا تصور اور تمام ہمت کا اس میں مستغرق ہونا ثابت ہو جائے تو اس بات میں کوئی پوشیدگی نہیں کہ محبت محبوب کے کاموں پر راضی ہونے کا باعث ہے اور یہ دو طریقوں سے ہوتا ہے۔

۱۔ تکلیف کا احساس ختم ہو جائے حتیٰ کہ اس پر کوئی تکلیف دِہ بات آئے تو اس کا احساس نہ ہو اور کوئی زخم پہنچے تو اس کا ادراک بھی نہ ہو اس کی مثال یہ ہے کہ لڑنے والے شخص کو غصے یا خوف کی حالت میں زخم پہنچے تو وہ محسوس نہیں کرتا حتیٰ کہ جب وہ خون دیکھتا ہے تو اسے زخم کا علم ہوتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی شخص کسی معمولی سے کام میں مشغول ہو جاتا ہے اور اس کے پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا ہے تو دل کی مشغولیت کی وجہ سے اسے اس کا احساس نہیں ہوتا۔ بلکہ جو شخص سینگی لگواتا (خون نکلواتا) ہے یا استرے سے سر منڈواتا ہے تو اس سے آدمی کو ایذا پہنچتی ہے لیکن جب دل ٹھکانے میں نہ ہو اور کسی دوسری طرف مشغول ہو تو خون نکالنے والا اور حجام فارغ ہو جاتا ہے لیکن اس کو پتہ نہیں چلتا۔ اور یہ سب باتیں اس لیے ہیں کہ جب دل کسی بات میں مشغول ہوتا ہے اور مکمل طور پر اس میں مستغرق ہوتا ہے تو دوسری کسی بات کا ادراک نہیں ہوتا۔

اسی طرح عاشق جو اپنے معشوق کے مشاہدے میں مکمل طور پر مستغرق ہوتا ہے یا اس کی محبت کا شکار ہوتا ہے تو بعض اوقات وہ اذیت محسوس کرتا ہے یا غمگین ہوتا ہے اگر وہ عشق میں مبتلا نہ ہو لیکن دل پر محبت کے بہت زیادہ غلبے کی وجہ سے اسے غم واندوہ کا ادراک نہیں ہوتا۔ یہ تو اس صورت میں ہے جب اسے تکلیف محبوب کے غیر کی طرف سے پہنچے تو جب محبوب کی طرف سے پہنچے تو کیا کیفیت ہوگی اور دل کا محبت اور عشق میں مشغول ہونا سب سے اہم

(۱)

مصروفیت ہے اور جب خفیف محبت کے باعث تھوڑی سی تکلیف کے سلسلے اس بات کا تصور ہو سکتا ہے تو بڑی محبت کے باعث بہت بڑی تکلیف کے سلسلے میں بھی اس کا تصور ہو سکتا ہے اس لیے کہ جس طرح تکلیف کا بڑھنا ممکن ہے اسی طرح محبت کا بڑھنا بھی ممکن ہے اور جس طرح آنکھ سے دکھائی دینے والی خوبصورت چیزوں کی محبت مضبوط ہوتی ہے اسی طرح ان خوبصورت چیزوں کی محبت بھی قوی ہوتی ہے جن کا ادراک باطنی نگاہ سے ہوتا ہے جو نورِ بصیرت سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال پر کسی دوسرے جلال و جمال کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ پس جس کے لیے یہ منکشف ہو جائے تو تعجب نہیں کہ وہ مدہوش ہو کر بے ہوش ہو جائے اور اس پر جو کچھ جاری ہو اس کا احساس نہ ہو سکے چنانچہ منقول ہے کہ حضرت فتح موصلی رحمہ اللہ کی زوجہ گر پڑیں تو ان کا ناخن ٹوٹ گیا اس پر وہ ہنس پڑیں پوچھا گیا کیا آپ کو تکلیف نہیں ہوتی؟

اس نے کہا اس کے ثواب کی لذت نے مجھ سے درد کی کڑواہٹ کو زائل کر دیا گیا ہے۔

حضرت سہل رحمہ اللہ کو ایک بیماری لاحق تھی تو آپ دوسروں کو لاحق اس بیماری کا علاج کرتے لیکن اپنا علاج نہیں کرتے تھے اس سلسلے میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اے دوست! محبوب کے مارنے سے درد نہیں ہوتا۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس درد کا ادراک ہو لیکن وہ اس پر راضی ہو بلکہ وہ اس میں رغبت رکھتا ہو اور عقل کی بنیاد پر اس کا ارادہ کرے اگرچہ اس کی طبیعت پر گراں گزرے جیسے کوئی شخص رگ کھلوانا اور خون نکلوانا چاہتا ہے تو وہ اس کا درد محسوس کرتا ہے لیکن وہ اس پر راضی ہوتا اور اس میں رغبت رکھتا ہے اور رگ کھولنے والے کا احسان مند ہوتا ہے۔ تو جس کو تکلیف پہنچتی ہے اس کا بھی یہی حال ہے۔

اسی طرح جو شخص نفع طلب کرتا ہے وہ سفر کی مشقت بھی برداشت کرتا ہے لیکن سفر کے نتائج کی محبت اس کے نزدیک سفر کی مشقت سے زیادہ خوشگوار ہوتی ہے اور وہ اس پر راضی ہوتا ہے تو جب اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی آزمائش پہنچے اور اسے یقین ہو کہ اس کے لیے جو ثواب رکھا گیا ہے وہ اس فوت شدہ چیز سے زیادہ ہے تو وہ اس پر راضی ہوتا ہے اس میں رغبت رکھتا ہے اور اس کو پسند کرتے ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔ اور یہ اس وقت ہے جب وہ ثواب اور احسان کا لحاظ رکھے جو اس مصیبت کے بدلے میں اسے ملتا ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ محبت غالب ہو اور اس کا مقصود محبوب کی مراد اور رضا کے سوا کچھ نہ ہو اور یہ سب باتیں مخلوق کی محبت میں مشاہدے میں آئی ہیں اور وصف کرنے والوں نے نظم و نثر میں اس بات کو بیان کیا ہے اور اس کا مطلب صرف آنکھ سے ظاہری صورت کے جمال کو دیکھنا ہے اور جمالِ ظاہری کا حال تو یہ ہے کہ وہ چمڑہ، گوشت اور خون ہے جس میں نجاست ملی ہوئی ہے اس کا آغاز ناپاک نطفہ ہے جب کہ اس کا انجام ناپاک مردار ہے درمیان میں وہ پاخانہ اٹھائے پھرتا ہے اور اگر دیکھنے والے کو دیکھو تو آنکھ خسیس ہے جو اکثر دھوکہ کھاتی ہے چھوٹی چیز کو بڑی اور بڑی کو چھوٹی سمجھتی ہے اسی طرح دور والی چیز کو قریب سمجھتی ہے اور بدصورت کو خوبصورت قرار دیتی ہے۔

تو جب اس حالت میں محبت کا غلبہ مقصود ہوتا ہے تو ازلی، ابدی جمال جس کے کمال کی کوئی انتہا نہیں اور اس کا ادراک بصیرت کی آنکھ سے ہوتا ہے نہ اس میں غلطی کا امکان ہے اور نہ ہی موت اس کے گرد بھٹکتی ہے بلکہ وہ موت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ رہتی اور اللہ تعالیٰ کے رزق پر خوش ہوتی ہے اور موت کی وجہ سے زیادہ تنبیہ اور کشف ہوتا ہے تو اس محبت میں ایسی کیفیت کا پیدا ہونا کیسے محال ہوگا۔

اگر اس بات کو غور و فکر کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ واضح ہے اس کا پایا جانا اور محبت کرنے والوں کے احوال و اقوال اس پر شاہد ہیں حضرت شفیق بلخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص سختی کا ثواب دیکھ لیتا ہے وہ اس سے نکلنے کی خواہش نہیں رکھتا۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سری سقطی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا محب کو تکلیف کا احساس ہوتا ہے؟ فرمایا نہیں میں نے کہا اگرچہ اسے تلوار سے مارا جائے؟ فرمایا ہاں اگرچہ اسے تلوار کے ساتھ ستر مرتبہ مارا جائے اور ضرب لگائی جائے۔

اور بعض بزرگوں نے فرمایا کہ میں ہر اس چیز سے محبت کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو حتیٰ کہ اگر وہ جہنم کو پسند کرتا تو میں جہنم میں داخل ہونے کو پسند کرتا۔

حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا جس کو بغداد کے محلہ شرقیہ میں ایک ہزار کوڑے مارے گئے تھے لیکن اس نے کوئی بات نہ کی پھر اسے قید خانے کی طرف لے جایا گیا تو میں اس کے پیچھے چلا میں نے پوچھا تمہیں کیوں مارا گیا؟ اس نے کہا اس لیے کہ میں عاشق ہوں میں نے پوچھا تم خاموش کیوں رہے؟ اس نے کہا اس لیے کہ میرا محبوب میرے سامنے تھا اور مجھے دیکھتا تھا میں نے کہا اگر تم سب سے بڑے محبوب کو دیکھو تو کیسا ہے؟ فرماتے ہیں یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور گر کر مر گیا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب اہل جنت اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے تو ان کی آنکھیں دلوں میں چلی جائیں گی اور آٹھ سو سال تک واپس نہیں آئیں گی تو ان دلوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو اس کے جمال و جلال کے درمیان پڑے ہوئے ہیں اور جب اس کے جمال کو دیکھتے ہیں تو پریشان ہوتے ہیں۔

حضرت بشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے سلوک کے آغاز میں جزیرہ عبادان کا ارادہ کیا تو میں نے وہاں ایک آدمی دیکھا جو نابینا بھی تھا، کوڑھی بھی اور مجنون بھی اور مرگی کا شکار تھا چیونٹیاں اس کے جسم کو کھا رہی تھیں میں نے اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور کچھ بولتا رہا جب اسے ہوش آیا تو اس نے کہا یہ کون فضول شخص ہے جو میرے اور میرے رب کے درمیان مداخلت کر رہا ہے اگر وہ میرا ایک ایک جوڑ کاٹ دے تو میری محبت میں اضافہ ہوگا۔ حضرت بشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اس کے بعد جب بھی بندے اور اس کے رب کے درمیان کوئی اذیت دیکھی تو مجھے برا معلوم

نہیں ہوا۔

حضرت ابوعمرو محمد بن اشعث رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل مصر کو چار مہینے تک غذا نہ ملی صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال کا دیدار کر کے بھوک کا ازالہ کرتے انہیں جب بھی بھوک لگتی آپ کا دیدار کر لیتے تو آپ کے جمال میں مشغولیت کی وجہ سے ان کو بھوک کی تکلیف محسوس نہ ہوتی بلکہ قرآن پاک میں اس سے بھی زیادہ معاملہ مذکور ہے یعنی مصر کی عورتوں نے جمال یوسفی پر فریفتہ ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ لیے لیکن ان کو احساس تک نہ ہوا۔

حضرت سعید بن یحییٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے بصرہ میں حضرت عطا بن مسلم کی سرائے میں ایک نوجوان کو دیکھا اس کے ہاتھ میں چھرا تھا، وہ بلند آواز سے پکار رہا تھا اور لوگ اس کے گرد جمع تھے۔ وہ کہتا تھا۔

يَوْمَ الْفِرَاقِ مِنَ الْقِيَامَةِ أَطْوَلُ وَالْمَوْتُ مِنْ أَلَمِ التَّفَرُّقِ أَجْمَلُ قَالُوا الرَّحِيلُ فَقُلْتُ لَسْتُ بِرَاحِلٍ لٰكِنْ مُهْجَتِيَ الَّتِي تَتَرَحَّلُ۔

جدائی کا دن قیامت سے بھی زیادہ لمبا ہے اور اس جدائی سے موت اچھی ہے انہوں نے کہا یہ کوچ کرنا ہے میں نے کہا میرا کوچ نہیں بلکہ یہ تو میری زندگی کا سفر ہے

پھر اس نے چھری سے اپنا پیٹ چیرا اور مر گیا میں نے اس کے بارے میں اور اس کے واقعہ سے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ بادشاہ کے ایک غلام پر عاشق تھا جو اس سے صرف ایک دن غائب رہا۔

مروی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھے زمین میں سب بڑی عبادت گاہ کے بارے میں بتائیے انہوں نے ایک آدمی بتایا کہ کوڑھ کی وجہ سے اس کے ہاتھ پاؤں کٹ چکے تھے اور بینائی بھی چلی گئی تھی انہوں نے سنا وہ کہہ رہا تھا یا اللہ! جب تک تُو نے چاہا مجھے ان چیزوں سے نفع دیا اور جب چاہا مجھ سے ان کو لے لیا۔ اے نیکی کا اچھا بدلہ دینے والے اور مطلب تک پہنچانے والے! اپنی ذات میں میری امید کو باقی رکھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کا ایک صاحبزادہ بیمار ہو گیا تو آپ کو اس کا بہت دکھ ہوا حتی کہ بعض لوگوں نے کہا ہمیں ڈر ہوا کہ کہیں اس بچے کی وجہ سے آپ کو کچھ ہو نہ جائے چنانچہ وہ صاحبزادے انتقال کر گئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے آپ کو اس وقت جس قدر خوشی تھی کبھی کسی کو نہ ہوئی ہوگی۔ آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا میرا غم اس پر رحمت و شفقت کی وجہ سے تھا جب اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا تو ہم راضی ہو گئے۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگل میں ایک شخص تھا جس کے پاس کتا، گدھا اور مرغ تھا، مرغ ان کو نماز کے لیے جگاتا گدھا ان کے لیے پانی لاتا اور ان کے خیمے اٹھا کر لے جاتا جب کہ کتا ان کی حفاظت کرتا فرماتے ہیں ایک لومڑی آئی اور مرغ کو اٹھا کر لے گئی ان لوگوں کو اس بات کا بہت دکھ ہوا وہ شخص نیک تھا کہنے لگا ہو سکتا ہے اس میں بھلائی ہو پھر بھیڑیا آیا اور اس نے گدھے کا پیٹ پھاڑ کر اسے ہلاک کر دیا گھر والوں کو اس کا دُکھ ہوا لیکن اس نے

کیا ہو سکتا ہے اس میں بھلائی ہو پھر اس کے بعد کتا مر گیا اس نے کہا ممکن ہے اس میں بہتری ہو، پھر ایک دن وہ اٹھے تو دیکھا کہ ان کے ارد گرد کے سب لوگوں کو قید کر لیا گیا اور وہ محفوظ رہے اس نے کہا وہ اس لیے پکڑے گئے کہ ان کے پاس کتوں گدھوں اور مرغوں کی آوازیں تھیں تو تقدیر خداوندی کے مطابق ان لوگوں کو ان حیوانات کی ہلاکت سے فائدہ ہوا۔

پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ لطف و کرم کو جان لیتا ہے وہ ہر حال میں اس کے فعل پر راضی ہوتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسے آدمی کے پاس سے گذرے جو اندھا بھی تھا، برص کی بیماری میں بھی مبتلا تھا، اپاہج بھی تھا اور دونوں طرف سے فالج زدہ بھی تھا کوڑھ کی وجہ سے اس کا گوشت بکھر چکا تھا اور وہ کہہ رہا تھا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس چیز سے بچایا جس میں اپنی مخلوق میں سے بے شمار لوگوں کو مبتلا کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا اے فلاں! وہ کونسی آزمائش ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تجھ سے دور رکھا؛ اس نے کہا اے روح اللہ! میں اس شخص سے بہتر ہوں جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت نہیں ڈالی جب کہ میرے دل میں ڈالی ہے آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا اپنا ہاتھ لاؤ اس نے ہاتھ پکڑایا تو اس کا چہرہ نہایت خوبصورت اور باقی شکل بھی اچھی ہو گئی اور اللہ تعالیٰ اس کی تمام تکلیف دور کر دی گیا چنانچہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت اختیار کر لی اور عبادت کرنے لگا۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو خارش تھی تو آپ نے اپنا پاؤں گھٹنے سے کٹوایا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ایک پاؤں لے لیا یا اللہ! تیری قسم ہے اگر تو ایک پاؤں لے گی تو دوسرا باقی بھی رکھا ہے اگر تو نے آزمائش میں ڈالا ہے تو عافیت بھی عطا فرمائی ہے پھر اس رات یہی وظیفہ پڑھتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ فقر اور مالداری دو سواریاں ہیں مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں کس پر سوار ہوتا ہوں اگر فقر ہو تو میں صبر کرتا ہوں اور اگر مالداری ہو خرچ کرتا ہوں۔

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ہر مقام سے ایک کیفیت حاصل کی سوائے رضا کے، اس سے مجھے خوشبو کا صرف ایک جھونکا ملا ہے اور اس کے باوجود اگر اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو جنت میں اور مجھے دوزخ میں بھیجے تو میں اس پر راضی ہوں گا۔

ایک اور عارف سے پوچھا گیا کیا آپ کو رضا کا انتہائی درجہ حاصل ہو گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا میں نے انتہائی درجہ نہیں پایا البتہ مجھے مقام رضا حاصل ہو گیا ہے اگر اللہ تعالیٰ مجھے جہنم کے اوپر پل بنا دے کہ تمام مخلوق میرے اوپر سے گذر کر جنت میں جائے پھر اپنی قسم کو پورا کرنے کے لیے مجھ سے ہی دوزخ کو بھر دے تو میں اس حکم کو پسند کروں گا اور اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم پر راضی ہوں گا۔

تو یہ ایسے شخص کا کلام ہے جسے معلوم ہے کہ محبت نے اس کے تمام فکر کو گھیر لیا حتیٰ کہ اسے آگ کی تکلیف کا

احساس تک نہ ہوا اور اگر احساس ہو بھی تو وہ محبوب کی رضا حاصل ہونے کے شعور کی لذت میں گم ہو جائے اور اس حالت کا غلبہ ذاتی طور پر محال نہیں ہے اگرچہ ہماری کمزور حالت سے دُور ہے لیکن یہ بات مناسب نہیں کہ کمزور محروم شخص قوت والے لوگوں کے احوال کا انکار کرے اور یہ خیال کرے کہ جس بات سے وہ عاجز ہے اولیاء کرام بھی اس سے عاجز ہیں۔

حضرت رودباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن جلاد دمشقی سے پوچھا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ میں چاہتا ہوں میرا جسم قینچی سے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور تمام مخلوق اس کی اطاعت کرے تو اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا اگر یہ بات اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی بزرگی کے پیش نظر ہے تو مجھے معلوم نہیں اور خوف اور لوگوں کی خیر خواہی کے طور پر ہے تو میں جانتا ہوں پھر ان پر بیہوشی طاری ہو گئی۔

حضرت عمران بن حصین رحمہ اللہ کے پیٹ میں تکلیف تھی آپ تیس سال تک پیٹھ کے بل لیٹے رہے نہ کھڑے ہو سکتے اور نہ بیٹھ سکتے آپ کی چارپائی کا بان کاٹ کر قضائے حاجت کے لیے جگہ بنائی گئی تھی حضرت مطرف اور ان کے بھائی حضرت علاء رحمہا اللہ ان کے پاس آئے اور ان کی اس حالت کو دیکھ کر رونے لگے فرمایا تم کیوں روتے ہو؟ حضرت مطرف نے فرمایا آپ کی اس حالت کو دیکھ کر روتے ہیں فرمایا تم نہ روؤ کیونکہ جو بات اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے وہ مجھے بھی زیادہ پسند ہے پھر فرمایا میں تم سے ایک بات بیان کرتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے نفع عطا فرمائے اور میرے مرنے تک کسی کو نہ بتانا فرشتے میرے پاس آتے ہیں اور میں ان سے مانوس ہوتا ہوں وہ مجھے سلام کرتے ہیں اور میں ان کا سلام سنتا ہے تو میں جان لیتا ہوں کہ یہ بیماری سزا نہیں بلکہ اس بہت بڑی نعمت کا سبب ہے پس جو شخص آزمائش کی حالت میں اس قسم کا مشاہدہ کرے وہ اس پر کیسے راضی نہیں ہوگا۔

حضرت مطرف رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم حضرت سوید بن منعبہ رحمہ اللہ کی عیادت کے لیے ان کے پاس گئے ہم نے دیکھا کہ ایک کپڑا پڑا ہوا ہے ہم نے سوچا اس کے نیچے کچھ نہیں حتی کہ کپڑا ہٹایا گیا تو ان کی زوجہ نے کہا آپ کے گھر والے آپ پر فدا ہوں آپ کو کیا کھلائیں پلائیں انہوں نے فرمایا ایک عرصہ سے لیٹا ہوا ہوں اور میری پیٹھ زخمی ہو گئی اور میں کمزور ہو گیا ہوں میں نے ایک عرصۂ دراز سے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے لیکن مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ اس کیفیت سے ایک ناخن کے برابر بھی کمی کر دوں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں تشریف لائے اور آپ کی بینائی چلی گئی تھی لوگ آپ کے پاس جوق در جوق آتے اور دعا کی درخواست کرتے آپ ان سب کے لیے دعا مانگتے اور آپ کی دعا قبول ہوتی تھی حضرت عبداللہ بن سائب رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں بھی آپ کے پاس حاضر ہوا اور ان دنوں میں لڑکا تھا میں نے ان کو اپنی پہچان کرائی تو انہوں نے مجھے پہچان لیا اور فرمایا تو اہل مکہ کا قاری ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں انہوں نے واقعہ ذکر کیا جس کے

آخر میں فرمایا کہ میں نے عرض کیا اے چچا جان! آپ لوگوں کے لیے دعا مانگتے ہیں اگر اپنے لیے بھی دعا مانگیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی بینائی لوٹا دے گا۔ یہ سن کر وہ مسکرائے اور فرمایا۔ اے بیٹے! میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کا فیصلہ میری بینائی سے زیادہ اچھا ہے۔

ایک صوفی کا بیٹا گم ہو گیا تین دن تک پتہ نہ چلا ان سے کہا گیا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو وہ آپ کی طرف لوٹا دے گا انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اعتراض کرنا میرے نزدیک بیٹے کے گم ہونے سے زیادہ سخت ہے۔

ایک عبادت گزار نے فرمایا کہ میں نے بہت بڑا گناہ کیا تو میں ساٹھ سال سے رو رہا ہوں انہوں نے اس گناہ سے توبہ کی قبولیت کے لیے بہت زیادہ عبادت کی پوچھا گیا وہ گناہ کیا ہے؟ فرمایا ایک دفعہ میں نے ایک کام کے بارے میں جو ہو گیا تھا، کہا کہ کاش ایسا نہ ہوتا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں اگر میرا جسم قینچیوں سے کاٹا جائے تو میرے لیے یہ بات اس سے بہتر ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے کسی فیصلے کے بارے میں کہوں کہ کاش ایسا نہ ہوتا۔

حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ کو بتایا گیا کہ یہاں ایک شخص ہے جس نے پچاس سال عبادت کی ہے وہ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے بتاؤ کہ کیا تم سیر ہو گئے جواب دیا نہیں پوچھا کیا تم اس سے مانوس ہوئے؟ کہا نہیں، پھر سوال کیا اس پر راضی ہو؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ پوچھا تو تمہیں اس سے صرف روزے اور نماز کا حصہ ملا ہے؟ جواب دیا جی ہاں فرمایا اگر مجھے تم سے شرم نہ آتی تو میں بتا دیتا کہ تمہارا معاملہ پچاس سال سے اندر سے خالی ہے یعنی تمہارے دل کا دروازہ نہیں کھلا کہ تم قلبی اعمال کے ذریعے قرب کے درجات تک ترقی کرتے تم اصحاب یمین کے طبقات میں شمار ہوتے ہو کیوں کہ تمہیں صرف ظاہری اعمال میں ترقی ہوئی ہے جو عام لوگوں کو ہوتی ہے۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ مارستان میں قید تھے تو ایک جماعت آپ کے پاس گئی انہوں نے اپنے سامنے پتھر جمع کر رکھے تھے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا آپ سے محبت کرنے والے ہیں چنانچہ آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو پتھر مارنے لگے وہ بھاگ نکلے فرمایا تمہیں کیا ہوا کہ تم مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو؟ اگر تم سچے ہو تو میری مصیبت پر صبر کرو۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ نے یہ شعر کہا۔

اِنَّ الْمَحَبَّةَ لِلرَّحْمٰنِ اَسْكَرَنِیْ	بے شک رحمٰن کی محبت نے مجھے نشے میں مبتلا کر دیا اور
وَهَلْ رَأَيْتَ مُحِبًّا غَيْرَ سَكْرَانِ	کیا تم نے ایسا محب دیکھا ہے جو نشے میں نہ ہو۔

شام کے کسی عبادت گزار نے کہا تم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتے ہوئے اس سے ملتا ہے اور شاید اس نے تکذیب بھی کی ہو کیوں کہ تم میں سے کسی کی انگلی سونے کی ہو تو وہ اس سے اشارہ کرتا ہے اور اگر اس میں کچھ خلل ہو تو اسے چھپاتا پھرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سونا مذموم ہے اور لوگ اس پر فخر کرتے ہیں اور آزمائش اہل آخرت

کے نزدیک زینت ہے اور وہ اس سے نفرت کرتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ بازار میں آگ لگ گئی تو حضرت سری رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ تمام بازار جل گیا اور آپ کی دوکان نہیں جلی آپ نے فرمایا" الحمد للہ" پھر فرمایا میں نے کیسے الحمد للہ کہا حالاں کہ میں بچا ہوں دوسرے مسلمان تو نہیں بچے چنانچہ آپ نے تجارت سے توبہ کرلی اور باقی ساری زندگی اس بات سے استغفار کرتے ہوئے دوکانداری چھوڑ دی کہ میں نے الحمد للہ کیوں کہا۔

اگر تم ان واقعات پر غور کرو تو قطعی طور پر جان لوگے کہ خواہشات کے خلاف بات پر رضا محال نہیں بلکہ وہ اہل دین کے مقامات میں سے ایک اہم مقام ہے اور جب یہ مخلوق کی محبت اور اس سے حصہ حاصل کرنے میں ممکن ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اُخروی فوائد میں بدرجہ اولیٰ ممکن ہے اور اس امکان کی دو وجہیں ہیں۔

۱۔ تکلیف پہنچنے پر راضی ہونا کیوں کہ اس پر ثواب کی توقع ہوتی ہے جیسے خون نکلوانے، رگ کٹوانے اور دوائی پینے پر آدمی شفا یابی کے انتظار میں راضی ہوتا ہے۔

۲۔ کسی دوسرے مقصد کے لیے رضا نہ ہو بلکہ اس لیے راضی ہو کہ یہ محبوب کی مراد اور رضا ہے اور بعض اوقات محبت اس لیے غالب ہوتی ہے کہ محبوب کی مراد میں محب کی مراد غوطہ زن ہوتی ہے پس اس کے نزدیک سب سے زیادہ لذیذ محبوب کے دل کی خوشی اور اس کی رضا نیز اس کے ارادے کا نفاذ ہے اگرچہ اس میں اس کی رُوح ہلاک کیوں نہ ہو جائے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

فَمَا لِجُرْحٍ اِذَا اَرْضَاكُمُ اَلَمٌ۔ جس زخم میں تمہاری خوشی ہو اس میں تکلیف کہاں۔

اور یہ بات احساسِ تکلیف کے باوجود ممکن ہے اور بعض اوقات محبت کا اس طرح غلبہ ہوتا ہے کہ تکلیف کے ادراک سے وہ مدہوش ہو جاتا ہے قیاس تجربہ اور مشاہدہ ایسی حالت کے وجود پر دلالت کرتا ہے لہٰذا جس آدمی میں یہ بات نہ پائی جائے اسے اس کا انکار نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ وہ اس سے اس لیے محروم ہے کہ اس میں اس کا سبب نہیں پایا جاتا اور وہ محبت کا زیادہ ہونا ہے اور جو شخص محبت کے ذائقے سے آگاہ نہیں وہ اس کے عجائبات کی پہچان نہیں رکھتا تو محبت کرنے والوں کے لیے بڑے بڑے عجائبات ہیں جو ہم نے بیان کیے ہیں۔

حضرت عمرو بن حارث رافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں موضع رقہ میں اپنے ایک دوست کے پاس مجلس میں تھا اور ہمارے ساتھ ایک نوجوان تھا جو گانے والی ایک لونڈی پر عاشق تھا اور وہ لونڈی بھی اسی مجلس میں تھی اس نے باجا بجایا اور گانا گایا۔

عَلَامَةُ ذُلِّ الْهَوٰى ۔ عَلَى الْعَاشِقِيْنَ الْبُكَا	عاشق کی ذلت کی پہچان رونا ہے خصوصاً جب عاشق کوئی
وَلَا سِيَّمَا عَاشِقٌ ۔ اِذَا لَمْ يَجِدْ مُشْتَكَىٰ	تدبیر نہ پائے۔

نوجوان نے کہا تو نے خوب کہا کیا تو مجھے مرنے کی اجازت دیتی ہے؟ اس نے کہا اگر تو سچا ہے تو مر جا چنانچہ اس نے تکیے پر سر رکھا اور منہ اور آنکھیں بند کر لیں ہم نے اسے حرکت دی تو وہ مر چکا تھا۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک بچے کی آستین پکڑے ہوئے اس کے سامنے گڑگڑاتا اور محبت کا اظہار کر رہا تھا بچہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہا یہ منافقت جو تم میرے سامنے ظاہر کر رہے ہو کب تک رہے گی؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس میں سچا ہوں حتیٰ کہ اگر تو مجھ سے مرنے کے لیے کہے گا تو میں مر جاؤں گا اس نے کہا اگر تو سچا ہے تو مر جا حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ شخص ایک طرف کو ہوا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں لوگوں نے دیکھا تو مرا ہوا تھا۔

حضرت سمنون محب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارے پڑوس میں ایک شخص تھا اور اس کی ایک لونڈی تھی جس سے وہ محبت کرتا تھا لونڈی بیمار ہو گئی تو وہ اس کے لیے حلوہ بنانے بیٹھا وہ ہنڈیا میں چمچہ پھیر رہا تھا کہ لونڈی نے درد کے مارے "آہ" کہا یہ سن کر وہ شخص بیہوش ہو گیا اور اس کے ہاتھ سے چمچہ گر پڑا اور وہ اپنے ہاتھ سے ہنڈیا کو حرکت دینے لگا حتیٰ کہ اس کی انگلیاں جل گئیں لونڈی نے کہا یہ کیا؟ اس نے کہا تمہارے آہ بھرنے سے یہ ہوا ہے۔

حضرت محمد بن عبداللہ بغدادی رحمہ اللہ سے منقول ہے فرماتے ہیں میں نے بصرہ میں ایک نوجوان کو بلند چھت پر دیکھا وہ لوگوں کو جھانک رہا تھا اور یوں کہتا تھا۔

مَنْ مَاتَ عِشْقًا فَلْيَمُتْ هٰكَذَا لَا خَيْرَ فِيْ عِشْقٍ بِلَا مَوْتٍ۔	جو شخص عشق میں مرنا چاہے وہ یوں مرے کیوں کہ عشق میں موت کے سوا کوئی بھلائی نہیں۔

پھر اپنے آپ کو گرا دیا تو لوگوں نے اسے مردہ حالت میں اٹھایا۔

اس قسم کی مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ جب مخلوق کی محبت اور اس کی تصدیق میں یہ باتیں ہو سکتی ہیں تو خالق کی محبت میں بدرجہ اولیٰ ہو سکتی ہیں کیوں کہ ظاہری بینائی کی نسبت باطنی بصیرت زیادہ صداقت پر مبنی ہے اور حضرتِ ربوبیت کا جمال ہر جمال سے کامل تر ہے بلکہ دنیا کا ہر جمال اسی جمال کی خوبیوں میں سے ایک ہے۔

ہاں جو آدمی بینائی سے محروم ہو وہ صورتوں کے جمال کا منکر ہوتا ہے جو قوتِ سماعت سے محروم ہو وہ خوش آوازی اور نغموں سے انکار کرتا ہے اور جس کو دل کی دولت حاصل نہ ہو وہ یقیناً ان لذتوں سے انکار کرتا ہے جو دل کے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتیں۔

فصل ۔:

دعا، رضا کے خلاف نہیں

دعا مانگنے والا مقامِ رضا سے باہر نہیں جاتا اسی طرح گناہوں کو بُرا جانتا مجرموں سے ناراض رہنا اور اسبابِ گناہ کو ناپسند

کرنا نیز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے ان کے ازالے کی کوشش کرنا بھی رضا کے خلاف نہیں۔ بعض اہل باطل اور دھوکے کے شکار لوگوں کو اس سلسلے میں مغالطہ لگا اور انہوں نے گمان کیا کہ گناہ فسق و فجور اور کفر اللہ تعالیٰ کی قضاء قدر سے ہیں پس ان باتوں پر راضی ہونا واجب ہے یہ بات تاویل سے جہالت اور اسرار شریعت سے غفلت کا نتیجہ ہے۔

جہاں تک دعا کا تعلق ہے تو اس کے ذریعے ہم عبادت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام نے کثرت سے دعا مانگی ہے جس طرح ہم نے دعاؤں کے بیان میں نقل کیا ہے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رضا کا اعلیٰ مقام حاصل تھا اور اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کی یوں تعریف فرماتا ہے۔

وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا۔ (۱) اور وہ امید و خوف کے ساتھ ہم سے دعا مانگتے ہیں۔

اور گناہوں سے نفرت کرلے اور ان پر راضی نہ ہونے کو بھی اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے عبادت قرار دیا ہے اور ان پر راضی ہونے کی مذمت فرمائی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا۔ (۲) وہ لوگ دنیا کی زندگی پر راضی ہوئے اور اس پر مطمئن ہو گئے۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ۔ (۳) اور وہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ رہنے (اور جہاد کے لیے نہ جانے) پر راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔

ایک مشہور حدیث میں ہے۔

مَنْ شَهِدَ مُنْكَرًا فَرَضِيَ بِهٖ فَكَاَنَّهٗ قَدْ فَعَلَهٗ۔ (۴) جو شخص برائی کے قریب گیا اور اس پر خوش ہوا گویا اس نے اس برائی کا ارتکاب کیا۔

اور ایک دوسری حدیث شریف میں ہے۔

اَلدَّالُّ عَلَى الشَّرِّ كَفَاعِلِهٖ۔ برائی کی راہ دکھانے والا برائی کرنے والے کی طرح ہے

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ انبیاء

(۲) قرآن مجید سورۂ یونس آیت ۷

(۳) قرآن مجید، سورۂ توبہ آیت ۹۳

(۴) مسند ابو یعلیٰ جلد ۶ ص ۱۸۲ حدیث ۶۷۵۲

(۵) الفردوس بماثور الخطاب جلد ۲ ص ۲۲۲ حدیث ۳۱۲۱

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک شخص برائی سے غائب رہتا ہے لیکن اس پر اتنا ہی گناہ ہوتا ہے جتنا جرم کرنے والے پر ہوتا پوچھا گیا یہ کس طرح ہوتا ہے؟ فرمایا اسے اس گناہ کی خبر پہنچتی ہے تو وہ اس پر راضی ہوتا۔

حدیث شریف میں ہے۔

لَوْاَنَّ عَبْدًا قُتِلَ بِالْمَشْرِقِ وَرَضِیَ بِقَتْلِهٖ اٰخَرُ بِالْمَغْرِبِ كَانَ شَرِيْكًا فِیْ قَتْلِهٖ۔ (۱)

اگر کوئی بندہ مشرق میں قتل ہو جائے اور دوسرا شخص مغرب میں اس کے قتل پر راضی ہو تو یہ اس قتل میں شریک ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اچھے کاموں میں رشک کرنے اور للچانے اور بُرے کاموں سے بچنے کا حکم دیا۔

ارشاد خداوندی ہے۔

فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۔ (۲)

پس للچانے والوں کو للچانا چاہیے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا حَسَدَ اِلَّا فِیْ اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَبُثُّهَا فِی النَّاسِ وَيُعَلِّمُهَا وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِی الْحَقِّ۔ (۳)

رشک صرف دو آدمیوں پر ہو سکتا ہے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا فرمائی اور وہ اسے لوگوں میں پھیلاتا ہے اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا پس وہ اسے راہ حق میں خرچ کرتا ہے۔

دوسری روایت میں اس طرح ہے۔

وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ اٰتَانِیَ اللّٰهُ مِثْلَ مَا اٰتٰى هٰذَا لَفَعَلْتُ مِثْلَ مَا يَفْعَلُ۔ (۴)

وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی اور وہ رات اور دن کی گھڑیوں میں اس کے ساتھ قیام کرتا ہے تو دوسرا شخص کہتا ہے اگر اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس کی مثل عطا فرمائے جو اس کو عطا کیا تو میں بھی اس کی طرح عمل کروں۔

---

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۷ ص ۲۶۶ کتاب الصلوٰۃ

(۲) قرآن مجید سورۂ مطففین آیت ۲۶

(۳) صحیح مسلم جلد اول ص ۲۷۲ کتاب صلاۃ المسافرین

(۴) ایضاً۔

کفار، اور فاسق و فاجر سے بُغض اور ان پر اعتراض و ناراضگی کے بارے میں قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں بے شمار شواہد پائے جاتے ہیں جیسے ارشاد خداوندی ہے۔

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکَافِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (۱)

مومن، مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصَارٰی اَوْلِیَاءَ (۲)

اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَکَذٰلِکَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظَّالِمِیْنَ بَعْضًا ۔ (۳)

اسی طرح ہم بعض ظالموں کو دوسرے بعض پر مسلط کرتے ہیں

حدیث شریف میں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اَخَذَ الْمِیْثَاقَ عَلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ اَنْ یَبْغَضَ کُلَّ مُنَافِقٍ وَعَلٰی کُلِّ مُنَافِقٍ اَنْ یَبْغَضَ کُلَّ مُؤْمِنٍ۔ (۴)

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر مومن سے وعدہ لیا کہ وہ ہر منافق سے بغض رکھے اور ہر منافق سے وعدہ لیا کہ ہر مومن سے بُغض رکھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ (۵)

آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس سے محبت کرتا ہے۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا وَ وَالَاهُمْ حُشِرَ مَعَهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ (۶)

جو شخص کسی قوم سے محبت کرے اور دوستی رکھے وہ قیامت کے دن اسی قوم کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ آل عمران آیت ۲۸

(۲) قرآن مجید، سورہ مائدہ آیت ۵۱

(۳) قرآن مجید، سورۂ انعام آیت ۱۲۹

(۴) الاسرار المرفوعۃ ص ۲۰، حدیث ۱۷

(۵) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۱۱ کتاب الادب۔

(۶) کنز العمال جلد ۹ ص ۴۱ حدیث ۲۴۷۳۰

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَوْثَقُ عُرَی الْاِیْمَانِ الْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ۔ (۱)

ایمان کی سب سے مضبوط رسی اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے لیے بُغض رکھنا ہے۔

اس بات کے شواہد ہم نے آداب صحبت کے بیان میں اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور بُغض کے ضمن میں بھی ذکر کئے ہیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بیان میں بھی ذکر کئے ہیں لہٰذا ہم دوبارہ ذکر نہیں کرتے۔

سوال:۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر رضا کے سلسلے میں آیات و احادیث آئی ہیں (۲) پس اگر گناہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے بغیر ہوں تو یہ بات محال ہے اور عقیدۂ توحید میں خلل کا باعث ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی قضا سے ہیں تو ان کو ناپسند کرنا اور اُن پر ناراض ہونا اللہ تعالیٰ کی قضا کو ناپسند کرنا ہے تو ایک ہی بات میں رضا اور کراہت کو کیسے جمع کیا جا سکتا ہے۔

جواب:۔

یہ بات ان لوگوں پر مشتبہ ہوتی ہے جو ضعیف اور اسرارِ علوم سے زیادہ واقف نہیں ہوتے حتیٰ کہ بعض لوگوں پر معاملہ مشتبہ ہوا تو انہوں نے برائیوں سے خاموشی کو مقامِ رضا خیال کیا اور اس کا نام حُسنِ خلق رکھا حالانکہ یہ محض جہالت ہے بلکہ رضا اور کراہت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جب یہ دونوں ایک چیز پر ایک ہی جہت سے آتے ہیں البتہ جب کراہت کسی اور وجہ سے ہو اور رضا دوسری وجہ سے ہو تو اس میں کوئی تضاد نہیں کیوں کہ بعض اوقات تمہارا دشمن مر جاتا ہے جو تمہارے دشمنوں کا بھی دشمن ہوتا ہے اور اس کی ہلاکت کی کوشش کرتا ہے تو اس کی موت کو تم اس لیے ناپسند کرتے ہو کہ تمہارے دشمن کا دشمن مر گیا لیکن اس لیے خوش ہوتے ہو کہ تمہارا دشمن مر گیا۔

اسی طرح گناہ کی دو وجہیں ایک کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فعل، اختیار اور ارادہ ہے پس وہ اس وجہ سے راضی ہوتا ہے کہ مالک اپنی ملک میں جو چاہے کرے اور وہ اپنے فعل پر راضی ہو۔ اور ایک رُخ بندے کی جانب ہے کہ وہ اس کا کسب اور وصف ہے نیز اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے اور اس سے بُغض رکھتا ہے کہ اس پر دُوری اور ناراضگی کے اسباب مسلط کئے اس اعتبار سے یہ منکر اور مذموم ہے اور یہ بات ایک مثال سے واضح ہوگی۔

ہم مخلوق میں سے ایک محبوب فرض کرتے ہیں جو اپنے عاشقوں کے سامنے کہتا ہے کہ میں محبت کرنے والوں اور

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۱ ص ۴۸ حدیث ۱۰۴۹۲

(۲) مسند امام احمد بن حنبل جلد اوّل ص ۱۶۸ مرویات ابو وقاص

بُغض رکھنے والوں میں تمیز کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے ایک سچا معیار اور بولنے والا میزان مقرر کرتا ہوں وہ اس طرح کہ میں فلاں شخص کے بارے میں قصد کرتا ہوں کہ اسے ایذا پہنچاؤں اور اسے ایسی مار ماروں کہ وہ مجھے گالی دینے پر مجبور ہو جائے۔ حتیٰ کہ جب وہ مجھے گالی دے گا تو میں اس سے نفرت کروں گا اور اسے اپنا دشمن سمجھوں گا جو شخص اس سے محبت کرے گا تو میں سمجھوں گا کہ وہ بھی میرا دشمن ہے اور جو آدمی اس سے نفرت کرے گا تو میں اسے اپنا محب اور دوست سمجھوں گا۔ پھر اس نے ایسا ہی کیا اور گالی دینے سے اس کی مراد حاصل ہو گئی جو نفرت کا باعث تھی۔ اور وہ نفرت حاصل ہو گئی جو دشمنی کا سبب تھی اس صورت میں جو شخص اس کا سچا عاشق ہے اور محبت کی شرائط کو جانتا ہے وہ یوں کہے کہ تم جو اس شخص کو ایذا پہنچانے، مارنے اور دُور کرنے کی تدبیر کر رہے ہو کہ اس سے بُغض و عداوت ہو تو میں اس بات پر راضی ہوں اور اس کو پسند کرتا ہوں کیوں کہ یہ تیری رائے، تیری تدبیر، تیرا فعل اور تیرا ارادہ ہے لیکن اس نے جو تجھے گالی دی ہے تو یہ اس کی طرف سے زیادتی ہے کیوں کہ اس کا فرض تھا کہ وہ صبر کرتا اور گالی نہ دیتا۔ لیکن اس سے تمہاری مراد یہی تھی کیوں کہ تم نے اس کو اسی لیے مارا کہ وہ تمہیں گالی دے جو ناراضگی کا باعث ہے تو اس اعتبار سے کہ یہ سب کچھ تمہاری تدبیر اور رضا کے مطابق ہوا میں اس پر راضی ہوں کیوں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو تمہاری تدبیر میں نقص واقع ہوتا اور تیری مراد حاصل نہ ہوتی اور مجھے تیری مراد کا پورا نہ ہونا پسند نہیں لیکن چوں کہ یہ اس شخص کا وصف اور کسب ہے اور تیرے جمال کے تقاضے کے خلاف دشمنی ہے کیوں کہ اس پر لازم تھا کہ وہ تجھ سے اس مار کو برداشت کرتا اور گالی کے ذریعے مقابلہ نہ کرتا تو اس حوالے سے مجھے یہ بات پسند نہیں گویا ناپسندیدگی اس وجہ سے ہے کہ یہ اس کا وصف ہے اس لیے نہیں کہ یہ تیری مراد اور تیری تدبیر کا تقاضا ہے ہاں اس کی گالی کی وجہ سے جو تم اس سے نفرت کرتے ہو تو میں اس پر راضی ہوں اور اس کو پسند کرتا ہوں کیوں کہ وہ تمہاری مراد ہے اور تمہاری موافقت میں، میں بھی اس سے نفرت کرتا ہوں اس لیے کہ محبت کی شرط یہ ہے کہ محبوب کے محبوب سے محبت کی جائے اور اس کے دشمن کو دشمن سمجھا جائے۔

اور اس کا تجھ سے نفرت کرنا مجھے اس لیے پسند ہے کہ تو نے خود اس بات کو چاہا کہ وہ تجھ سے نفرت کرے جب تو اسے اپنے آپ سے دُور کر دے اور اس پر بُغض کے اسباب مسلط کر دے لیکن ناپسند اس لیے کرتا ہوں کہ یہ اس بُغض رکھنے والے کا وصف، کسب اور فعل ہے اور میں اس سے ناراض ہوں کیوں کہ وہ تم سے ناراض ہے اور اس کی یہ بات مجھے اس لیے ناپسند ہے کہ یہ اس کا وصف ہے لیکن جب یہ سب کچھ تمہاری مراد ہے تو میں اس پر راضی ہوں۔

رضا اور کراہت میں تناقض اس صورت میں ہوتا ہے کہ وہ یوں کہے کہ تمہاری مراد ہونے کی وجہ سے یہ پسندیدہ ہے اور تمہاری مراد کی نسبت سے ہی ناپسند بھی ہے لیکن جب اس کا فعل اور مراد ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے غیر کا وصف اور کسب ہونے کی وجہ سے ناپسند ہو تو اس میں کوئی تناقض نہیں اس پر ہر وہ بات شاہد ہے جس میں نفرت

کسی اور وجہ سے ہو اور رضا کسی دوسری وجہ سے، اور اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے جب بندے پر شہوت اور گناہ کے اسباب مسلط کر دیئے حتیٰ کہ یہ بات اسے گناہ کی محبت تک لے گئی اور وہ محبت ارتکابِ گناہ تک لے جاتی ہے تو یہ اسی طرح ہے جیسے مذکورہ بالا مثال میں محبوب نے دوسرے شخص کو اتنا مارا کہ اس کی وجہ سے اسے غصہ آیا اور غصے کے نتیجے میں وہ گالیاں دینے لگا اور اللہ تعالیٰ نافرمان بندے پر جب ناراض ہوتا ہے تو اگرچہ اس کے گناہ میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر شامل ہوتی ہے لیکن یہ اسی طرح ہے جیسے گالی کھانے والے کو گالی دینے والے پر غصہ آتا ہے اگرچہ اس گالی میں خود اس گالی کھانے والے کی تدبیر و اختیار شامل ہوتا ہے کیونکہ اس کی مار گالی کا سبب بنی اور اللہ تعالیٰ جب بندے کے ساتھ یہ عمل کرتا ہے کہ گناہ کے اسباب اس پر مسلط کرتا ہے تو یہ اس بات کی دلالت ہے کہ پہلے سے اس کی مشیت میں اس شخص کو دور کرنا اور اس پر ناراضگی پائی جاتی ہے۔

پس جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اس پر واجب ہے کہ جس شخص سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے یہ بھی اس شخص سے نفرت کرے جس پر وہ غصہ فرمائے یہ بھی اس پر غصہ کرے اور جسے وہ اپنی بارگاہ سے دور کرے یہ بھی اسے اپنے آپ سے دور رکھے اگرچہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے قہر اور قدرت سے ہی اللہ تعالیٰ کی دشمنی اور مخالفت پر مجبور ہوا ہے لیکن وہ بارگاہ خداوندی سے دور کیا ہوا اور ملعون تو ہے اور جو شخص درجاتِ قرب سے دور کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے تمام افراد کے نزدیک قابلِ نفرت ہونا چاہیے کیوں کہ اس طرح محبوب سے موافقت ہو جاتی ہے کہ اس نے جس کو اپنے آپ سے دور کرنے کے ذریعے اس پر غضب فرمایا یہ بھی اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔

اس تقریر سے اللہ تعالیٰ کے لیے بغض، اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور کفار پر سختی کرنے نیز ان سے ناراض ہونے میں مبالغہ کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی رہنا اس لیے کہ وہ اس کا فیصلہ ہے، کے سلسلے میں وارد روایات موکد ہو گئیں۔

اور یہ روایات اس تقدیر کے راز سے مدد چاہتی ہیں جسے افشا کرنا صحیح نہیں وہ یہ کہ خیر اور شر دونوں مشیت اور ارادے میں داخل ہیں لیکن شر مکروہ مراد ہے جب کہ خیر پسندیدہ مراد ہے پس جو شخص کہتا ہے کہ شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے وہ جاہل ہے اور جو شخص یوں کہتا ہے کہ دونوں اسی کی طرف سے ہیں لیکن رضا اور کراہت کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں تو وہ بھی کوتاہی کرنے والا ہے اور اس سے پردہ اٹھانے کی اجازت نہیں لہٰذا سب سے بہتر بات یہی ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے اور شرعی آداب کو اختیار کیا جائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْقَدَرُ سِرُّ اللّٰهِ فَلَا تُفْشُوْهُ۔ (۱) تقدیر اللہ تعالیٰ کا راز ہے اسے ظاہر نہ کرو۔

---

(۱) الکامل لابن عدی جلد ۷، ص ۲۶۴۹ ترجمہ یحییٰ بن مسلم

اور یہ علم مکاشفہ سے متعلق ہے اور اس وقت ہماری مراد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہونا چاہیے اور گناہوں سے نفرت کی جائے باوجودیکہ دونوں کا تعلق قضائے الٰہی سے ہے، دونوں کو جمع کرنا ممکن ہے لہٰذا راز کو افشاء کرنے کی حاجت کے بغیر ہماری غرض پوری ہو گئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ مغفرت کے حصول اور گناہوں سے بچنے کی دعا کرنا اور تمام اسباب جو دین پر مدد کرتے ہیں قضائے خداوندی پر راضی رہنے کے خلاف نہیں اللہ تعالیٰ نے بندے کو حکم دیا کہ وہ دعا کرے تاکہ اس کے ذریعے اس سے صاف ذکر قلبی خشوع اور گڑگڑانا سامنے آئے اور یہ دل کے روشن ہونے کا سبب، کشف کی چابی اور مزید لطف و کرم کے مسلسل آنے کا سبب ہے جیسے پیاس کی صورت میں لوٹا اٹھانا اور پانی پینا اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہونے کے خلاف نہیں ہے اور پیاس کو دور کرنے کے لیے کسی ایسے سبب کو اختیار کرنا جسے مسبب الاسباب نے اس کے ساتھ مرتب فرمایا قضا پر راضی رہنے کے منافی نہیں ہے۔

اسی طرح دعا بھی ایک سبب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مرتب فرمایا اور اس کا حکم دیا اور ہم نے یہ بات بیان کی ہے کہ جس طرح سنت الٰہیہ جاری ہے اس کے مطابق اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے ہم نے یہ بات توکل کے بیان میں تفصیل سے بیان کر دی ہے اور یہ بھی رضا کے خلاف نہیں ہے کیوں کہ رضا ایک مقام ہے جو توکل سے ملا ہوا ہے۔

ہاں شکوہ کے طور پر مصیبت کا اظہار اور دل سے اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا رضا کے خلاف ہے البتہ شکر کے طریقے پر اور قدرت کے منکشف ہونے کے طور پر مصیبت کا اظہار رضا کے خلاف نہیں۔

کسی بزرگ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اچھے طرح راضی ہونا یہ ہے کہ وہ یہ نہ کہے کہ آج گرم دن ہے یعنی شکایت کے طور پر نہ کہے اور یہ گرمیوں کے موسم کی بات ہے سردیوں میں اس قسم کا کلام شکر کے طور پر ہے اور رشکوہ ہر حال رضا کے خلاف ہے کھانوں کی مذمت کرنا اور ان میں عیب نکالنا بھی قضائے الٰہی پر رضا کے خلاف ہے کیوں کہ صنعت کی مذمت صانع کی مذمت ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔

اور کسی شخص کا یہ کہنا کہ فقر مصیبت اور محنت ہے اور اہل و اولاد غم اور تھکاوٹ کا باعث ہیں اور کوئی پیشہ اختیار کرنا مشقت اور پریشانی ہے تو یہ تمام باتیں رضا میں خرابی پیدا کرتی ہیں بلکہ آدمی کو چاہیے کہ وہ تدبیر کو اس کے مدبر اور مملکت کو اس کے مالک کے سپرد کر دے اور وہ بات کہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی آپ نے فرمایا مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ میں مالداری کی حالت میں صبح کرتا ہوں یا فقر کی حالت میں کیوں کہ مجھے معلوم نہیں کہ ان میں کونسی بات میرے لیے بہتر ہے۔

فصل نمبر ۱۵

گناہوں کے مراکز سے بھاگنا اور گناہوں کی مذمت رضا کے خلاف نہیں

کمزور آدمی بعض اوقات یوں خیال کرتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شہر سے باہر جانے سے منع فرمایا جس میں طاعون پھیل جائے (۱)

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس شہر میں گناہ پھیل جائیں وہاں سے نکلنا بھی منع ہے کیوں کہ ان میں سے ہر ایک میں اللہ تعالیٰ کی قضا سے بھاگنا ہے اور یہ محال ہے۔

بلکہ جس شہر میں طاعون پھیلتا ہے اس سے نکلنا اس لیے منع ہے کہ اگر اس قسم کی اجازت کا دروازہ کھول دیا جائے تو تندرست لوگ وہاں سے چلے جائیں اور بیمار لوگ رہ جائیں جن کی تیمارداری کرنے والا کوئی نہ ہو تو تباہ و برباد ہو جائیں گے اور وہ کمزوری اور بیماری کی وجہ سے مر جائیں گے۔

اسی لیے بعض روایات کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بھاگنے کو میدان جنگ سے بھاگنے کی طرح قرار دیا ہے اور اگر یہ قضا سے بھاگنے کی صورت ہوتی تو جو آدمی اس وبا زدہ شہر کے قریب پہنچتا ہے اسے واپسی کا حکم نہ فرماتے ہم نے اس کا حکم توکل کے بیان میں لکھا ہے۔

اور جب ممانعت کی علت معلوم ہو گئی تو ظاہر ہوا کہ گناہوں والے شہر والے سے بھاگنا قضا سے بھاگنا نہیں بلکہ جس چیز سے بھاگنا ضروری ہے وہاں سے بھاگنا بھی قضا سے بھاگنا نہیں بلکہ جس چیز سے بھاگنا ضروری ہے وہاں سے بھاگنا بھی قضا ہے اسی طرح وہ مقامات اور اسباب جو گناہوں کی دعوت دیتے ہیں ان کی مذمت اس لیے کرنا کہ لوگوں کو نفرت ہو مذموم بات نہیں ہے پہلے بزرگ ہمیشہ اسی طرح کرتے تھے حتیٰ کہ ایک جماعت نے بغداد کی برائی بیان کرنے اور اس کو ظاہر کرنے پر اتفاق کیا تو حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے مشرق و مغرب کا چکر لگایا تو بغداد سے برا شہر نہ دیکھا پوچھا گیا وہ کیسے ؟ فرمایا اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کی حقارت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو معمولی بات سمجھا جاتا ہے اور جب آپ خراسان تشریف لے گئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے بغداد کو کیسے دیکھا ! آپ نے فرمایا میں نے وہاں (تین قسم کے لوگ دیکھے ہیں) سپاہی کو غصے کی حالت میں تاجر کو حسرت کا اظہار کرتے ہوئے اور قاری کو حیران دیکھا اس کو غیبت گمان کرنا مناسب نہیں

---

(۱) مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۳۱۵ کتاب الجنائز

(۲) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۳۴۲ مرویات جابر بن عبداللہ

کیوں کہ آپ نے کسی خاص آدمی کا ذکر نہیں کیا کہ اس سے اس شخص کو ضرر پہنچتا بلکہ آپ کا مقصد ان لوگوں کو ڈرانا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ مکہ مکرمہ جانے کے لیے باہر تشریف لاتے تو بغداد شریف میں ٹھہرتے حتیٰ کہ قافلہ سولہ دن میں تیار ہو جاتا اور آپ اس کی نگرانی کرتے اور وہاں ٹھہرنے کی وجہ سے سولہ دینار صدقہ کرتے ایک دن کے بدلے ایک دینار ہوتا۔

ایک جماعت نے عراق کی مذمت بھی کی ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہما بھی ان میں شامل ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے پوچھا تم کہاں رہتے ہو؟ اس نے کہا عراق میں رہتا ہوں آپ نے پوچھا وہاں کیا کرتے ہو؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جو شخص عراق میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے پیچھے کوئی مصیبت لگا دیتا ہے۔

ایک دن حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے عراق کا ذکر کیا تو فرمایا اس میں دس حصوں میں سے نو حصے برائی ہے اور اس میں لا علاج بیماری ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نیکی کے دس اجزا ہیں جن میں سے نو حصے شام میں اور دسواں حصہ عراق میں ہے جب کہ برائی کے دس حصے اس کے برخلاف ہیں۔

کسی محدث نے فرمایا کہ ہم ایک دن حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے پاس تھے استنے میں ایک صوفی آئے جنہوں نے عبا پہن رکھی تھی انہوں نے اسے اپنے پاس بٹھایا پھر اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہاں رہتے ہو؟ اس نے کہا بغداد میں رہتا ہوں آپ نے اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا ان میں سے کوئی ایک ہمارے پاس راہبوں کا لباس پہن کر آتا ہے پس جب ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ کہاں رہتے ہو؟ تو کہتا ہے ظالموں کے گھونسلے میں رہتا ہوں۔

حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ بغداد میں عبادت کرنے والا کھجوروں کے جھنڈ میں عبادت کرنے والے کی طرح ہے اور وہ فرماتے تھے کہ میں وہاں رہتا ہوں تو اس سلسلے میں میری اقتدا نہ کرو جو یہاں سے نکلنا چاہتا ہے نکل جائے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے تھے اگر ان بچوں کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوتا تو میں اس شہر سے نکلنے کو ترجیح دیتا کہا گیا کہ آپ کہاں سکونت پذیر ہونا چاہتے ہیں؟ فرمایا پہاڑوں (یا وادیوں) میں۔

کسی بزرگ سے بغداد والوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ان کے زاہد پکے زاہد ہیں اور ان کے شریر پکے شریر ہیں یہ اس بات پر دلالت ہے کہ جس شہر میں کثرت سے گناہ ہوتے ہوں اور نیکی کم ہو اور وہاں کوئی شخص پھنس جائے تو اس کے پاس وہاں ٹھہرنے کے لیے کوئی عذر نہیں بلکہ اسے وہاں سے ہجرت کرنی چاہیے ارشاد خداوندی ہے۔

اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِيۡهَا۔(۱) کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم وہاں ہجرت کرتے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ نساء آیت ۹۷

پس اگر وہ اہل و عیال یا علاقہ کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے تو اسے اس جگہ رہنے پر راضی نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اسے وہاں اطمینان حاصل ہو بلکہ ہمیشہ دل برداشتہ رہے اور یوں دعا مانگتا رہے۔

رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا۔ (۱) اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال دے جس کے رہنے والے ظالم ہیں۔

کیوں کہ جب ظلم عام ہوتا ہے تو مصیبت آتی ہے اور سب کو تباہ و برباد کرتی ہے تو وہ اطاعت گزار بندوں کو بھی اپنی گرفت میں لیتی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً۔ (۲) اور اس فتنہ سے (عذاب سے) ڈرو جو تم میں سے صرف ظالموں کو ہی نہیں پہنچے گا (بلکہ سب کو اپنی لپیٹ میں لے گا۔

تو دین کے نقصان کے اسباب میں سے کسی چیز میں مطلق رضا نہیں مگر جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کے فعل کی طرف ہو لیکن اس کی ذات کے حوالے سے رضا کی کوئی وجہ نہیں۔

تین مقامات والے لوگوں میں سے کون سے افراد افضل ہیں وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق میں موت کو پسند کرتا ہے دوسرا وہ جو اپنے مولیٰ کی عبادت کے لیے زندہ رہنا چاہتا ہے اور تیسرا ان دونوں باتوں میں سے کسی بات کو اختیار نہیں کرتا بلکہ اس بات پر راضی رہتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے پسند فرمائی ہے، اس سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

کسی عارف کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہوتا ہے وہ ان میں سے افضل ہے کیوں کہ وہ غیر ضروری باتوں سے محفوظ ہے ایک دن حضرت وہیب بن ورد، سفیان ثوری اور یوسف بن اسباط رحمہم اللہ اکٹھے ہو گئے حضرت ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا میں اس سے پہلے اچانک موت کو ناپسند کرتا تھا لیکن آج میں چاہتا ہوں کہ مر جاؤں حضرت یوسف بن اسباط رحمہ اللہ نے پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ مجھے فتنے کا خوف ہے پھر حضرت یوسف بن اسباط نے فرمایا کہ میں لمبی زندگی کو ناپسند نہیں کرتا حضرت سفیان رحمہ اللہ نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا ہو سکتا ہے میں کسی دن توبہ کروں اور نیک اعمال بجا لاؤں حضرت وہیب سے پوچھا گیا کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں کسی بات کو پسند نہیں کرتا بلکہ مجھے وہ بات پسند ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ نساء آیت ۷۵

(۲) قرآن مجید، سورۂ انفال آیت ۲۵

نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے فرمایا رب کعبہ کی قسم ! یہ روحانیت ہے۔

فصل ۱۶ :-

محبت کرنے والوں کے کچھ واقعات، اقوال اور مکاشفات

کسی عارف سے پوچھا گیا کہ آپ محب ہیں ؟ انہوں نے جواب دیا میں محب نہیں ہوں بلکہ محبوب ہوں کیوں کہ محب مشقت برداشت کرتا ہے ان سے مزید کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں آپ سات میں سے ایک ہیں انہوں نے جواب دیا میں پورا سات ہوں وہ فرماتے تھے جب تم مجھے دیکھو تو گویا تم نے چالیس ابدال دیکھ لیے عرض کیا گیا یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ آپ تو ایک ہیں ؟ انہوں نے فرمایا اس لیے کہ میں نے چالیس ابدال دیکھے اور ان میں سے ہر ایک کا ایک خلق اپنایا۔ ان سے پوچھا گیا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا ہے تو انہوں نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا اس آدمی پر تعجب نہیں جو حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھتا ہے تعجب تو اس شخص پر ہے جسے حضرت خضر علیہ السلام دیکھنا چاہیں اور وہ چھپ جائے۔

حضرت خضر علیہ السلام سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جب کبھی میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کوئی ایسا نہیں جسے میں نے نہ دیکھا ہو تو اسی زمانے میں ایک اور ولی کو دیکھا جس کو میں پہلے سے نہیں جانتا تھا۔

حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ گذارش کی گئی کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ فرمایا تو اس سلسلے میں ہمیں بھی کچھ بتائیں تو انہوں نے چیخ ماری اور فرمایا اس بات کو جاننا تمہارے شایان شان نہیں عرض کیا گیا اللہ تعالےٰ کے لیے آپ نے جو سخت سے سخت مجاہدہ کیا ہے اس کے بارے میں بتایئے تو انہوں نے فرمایا اس بات سے تمہیں آگاہ کرنا بھی جائز نہیں عرض کیا گیا اپنی شروع شروع کی ریاضت کے بارے میں بتائیں فرمایا ہاں یہ ٹھیک ہے میں نے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا تو اس نے سرکشی کی پس میں نے قسم کھائی کہ ایک سال تک پانی نہیں پیوں گا اور سال بھر تک آرام نہیں کروں گا تو نفس نے اسے پورا کر دیا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے بعض "ماہدات میں حضرت ابو یزید رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ نماز عشاء کے بعد صبح تک قدموں کے پنجوں کے بل بیٹھے ہوئے ہیں ایڑیوں سمیت تلووں کو زمین سے اٹھا رکھا ہے ٹھوڑی کو سینے سے لگایا ہوا ہے اور آنکھیں کھلی ہوتی ہیں جھپکتی بھی نہیں فرماتے ہیں پھر انہوں نے سحری کے وقت ایک طویل سجدہ کیا اس کے بعد بیٹھ گئے اور بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کیا۔

اے اللہ ! کچھ لوگوں نے تجھ سے سوال کیا تو تُو نے انہیں پانی اور ہوا پر چلنے کی طاقت دی وہ اس پر راضی ہو گئے لیکن میں ان باتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں کچھ لوگوں نے تیری بارگاہ میں عرض کیا تو تُو نے ان کے لیے زمین کو

لپیٹ دیا وہ اس پر راضی ہو گئے لیکن میں اس سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں پھر ایک اور جماعت نے تجھ سے طلب کیا تو تُو نے ان کو زمین کے خزانے عطا فرمائے وہ اس پر راضی ہو گئے لیکن میں اس سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں حتیٰ کہ انہوں نے کرامات اولیاء سے بیس سے زیادہ مقامات شمار کئے پھر میری طرف متوجہ ہو کر مجھے دیکھا اور فرمایا تم یحییٰ ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میرے آقا! فرمایا کس وقت سے تم یہاں موجود ہو؟ میں نے عرض کیا کافی دیر سے موجود ہوں تو وہ خاموش ہو گئے میں نے کہا اے میرے آقا مجھ سے کچھ بیان کریں فرمایا میں تجھ سے وہ بات بیان کرتا ہوں جو تیرے حال کے مناسب ہو وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سب سے نچلے فلک میں داخل کیا اور مجھے ملکوت سفلی میں پھرایا مجھے تمام زمینیں اور تحت الثریٰ دکھایا پھر اوپر والے فلک میں داخل کیا اور مجھے آسمانوں میں پھرایا اور اس میں تمام جنتیں عرش تک دکھائیں پھر اپنے سامنے کھڑا کر کے فرمایا جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس میں سے جو چاہتا ہے مانگ کہ میں تجھے عطا کروں میں نے عرض کیا اے میرے آقا! میں نے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس کو اچھا سمجھتا ہوں اور تجھ سے مانگوں فرمایا تو میرا سچا بندہ ہے تو نے صدقِ دل سے میرے لیے عبادت کی ہے میں تیرے ساتھ یہ کروں گا اور وہ کروں گا کئی باتوں کا ذکر کیا۔

حضرت یحییٰ فرماتے ہیں میں اس بات سے گھبرا گیا اور میرا دل بھر گیا اور مجھے تعجب ہوا میں نے کہا اے میرے آقا! آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی معرفت کا سوال کیوں نہیں کیا؟ حالاں کہ بادشاہوں کے بادشاہ نے آپ سے فرمایا کہ جو چاہتے ہیں پوچھیں، فرماتے ہیں اس پر حضرت ابو یزید رحمہ اللہ نے مجھ پر ایک چیخ ماری اور فرمایا چپ رہو مجھے اپنے نفس سے اللہ تعالیٰ پر غیرت آئی کہ اس کے سوا کوئی اور اسے نہ پہچانے۔

منقول ہے کہ حضرت ابو تراب نخشبی رحمہ اللہ اپنے ایک مرید کو پسند کرتے تھے چنانچہ آپ اسے اپنے قریب کرتے اور اس کی ضرورت کو پورا فرماتے مرید اپنی عبادت اور وجد میں مشغول رہتا ایک دن حضرت ابو تراب رحمہ اللہ نے اس سے پوچھا اگر تم ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ کو دیکھو تو کیسا ہے؟ اس نے کہا مجھے ان کے لیے فرصت نہیں۔

جب حضرت ابو تراب رحمہ اللہ نے بار بار یہی بات کہی کہ اگر تم حضرت ابو یزید رحمہ اللہ کو دیکھو تو کیسا ہے تو اس نے کہا میں ابو یزید کو کیا کروں گا میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے پس اس نے مجھے حضرت ابو یزید سے بے نیاز کر دیا ہے حضرت ابو تراب فرماتے ہیں اس وقت میری اپنی طبیعت بھی بگڑ گئی اور مجھے اپنے اوپر قابو نہ رہا میں نے کہا تُو اللہ تعالیٰ کے دیکھنے پر مغرور ہے اگر تو حضرت ابو یزید رحمہ اللہ کو ایک بار دیکھے تو اللہ تعالیٰ کو ستر بار دیکھنے سے زیادہ مفید ہوگا۔

فرماتے ہیں وہ مرید بہت حیران ہوا اور اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے انہوں نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ کو اپنے پاس دیکھتا ہے تو وہ تیری مقدار کے مطابق ظہور فرماتا ہے اور ابو یزید کو اللہ تعالیٰ کے پاس دیکھے گا کہ وہ ان کے لیے ان کی مقدار کے مطابق ظاہر ہوتا ہے تو اس نے میری بات کا راز پا لیا کہا مجھے ان کے پاس لے چلیں۔

حضرت ابو تراب نے تفصیل لکھتے ہوئے آخر میں لکھا ہے کہ ہم ایک ٹیلے پر جا کر کھڑے ہو گئے ان کی انتظار کرنے

لگے کہ وہ جنگل سے ہماری طرف تشریف لائیں گے اور آپ درندوں سے بھرپور جنگل میں رہا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ ہمارے پاس سے گزرے اور انہوں نے ایک پوستین اپنی پیٹھ پر ڈال رکھی تھی میں نے اس نوجوان سے کہا کہ یہ ابویزید ہیں ان کو دیکھو نوجوان نے ان کی طرف دیکھا تو بے ہوش ہو کر گر پڑا ہم نے اسے حرکت دی تو دیکھا کہ وہ مرچکا ہے چنانچہ ہم نے اسے دفن کیا میں نے حضرت ابویزید بسطامی رحمہ اللہ سے عرض کیا میرے آقا! آپ کے دیکھنے سے یہ نوجوان مر گیا۔ انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ تمہارا ساتھی سچا تھا اس کے دل میں ایک راز تھا کہ اس کا وصف اس پر منکشف نہ ہوا جب اس نے ہمیں دیکھا تو اس کا قلبی راز منکشف ہو گیا وہ اسے برداشت نہ کر سکا کیونکہ وہ کمزور مریدوں کے مقام پر تھا اس سے وہ ہلاک ہو گیا۔

اور جب زنگی (افریقی) بصرہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے لوگوں کو قتل کیا ان کے مال لوٹے تو حضرت سہل رحمہ اللہ کے مریدان کے پاس جمع ہوئے انہوں نے عرض کیا اگر آپ اللہ تعالیٰ سے ان کو دور کرنے کی دعا مانگیں تو اچھا ہے وہ خاموش رہے پھر فرمایا اس شہر میں اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ ظالموں کے خلاف بددعا کریں تو زمین پر کوئی ظالم نہ رہے سب اسی رات مر جائیں لیکن وہ ایسا نہیں کرتے پوچھا گیا کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں وہ ان کو بھی پسند نہیں۔ پھر انہوں نے قبولیت کے سلسلے میں چند باتیں بیان کیں جن کا ذکر ہمارے بس میں نہیں۔

حتیٰ کہ انہوں نے فرمایا اگر وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ قیامت قائم نہ کرے تو وہ اسے قائم نہیں کرے گا۔

تو یہ تمام امور ذاتی طور پر ممکن ہیں پس جس کو ان سے کچھ حصہ نہ ملے تو حتی الامکان تصدیق اور ایمان سے خالی نہیں رہنا چاہیے کیوں کہ قدرت وسیع ہے فضل عام ہے ملک و ملکوت کے عجائب بے شمار ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت ہے اس کی کوئی انتہا نہیں نیز اس کے منتخب بندوں پر اس کے فضل کی بھی کوئی حد نہیں۔

اسی لیے حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ نے فرمایا اگر تجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مناجات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خُلّت (خلیل ہونا) دیا جائے تو اس سے بھی زائد کا مطالبہ کرو کیوں کہ اس سے اوپر کئی گنا زیادہ ہے اگر تم کسی درجہ پر مطمئن ہو جاؤ گے تو اس سے حجاب میں ہو جاؤ گے اور اس قسم کی باتیں ان لوگوں کے لیے آزمائش ہیں جو ان جیسا مقام رکھتے ہیں کیوں کہ ان کے مختلف درجات ہیں۔

کسی عارف نے فرمایا کہ چالیس حوریں میرے سامنے کی گئیں میں نے ان کو دیکھا کہ وہ ہوا میں دوڑ رہی ہیں اور ان پر سونے، چاندی اور جواہرات کا لباس ہے جو چھن چھن کرتا ان کے ساتھ پھرتا ہے میں نے ان کو ایک نظر دیکھا تو مجھے چالیس دن سزا دی گئی پھر میرے سامنے اسی حوریں آئیں جو حسن و جمال میں ان سے بھی اوپر تھیں مجھے کہا گیا کہ ان کو دیکھو میں نے سجدہ کیا اور سجدے میں آنکھیں بند کر دیں تاکہ میں ان کی طرف نہ دیکھ سکوں میں نے کہا اے اللہ! میں تیرے سوا سب سے پناہ چاہتا ہوں مجھے اس کی حاجت نہیں میں مسلسل گڑگڑاتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مجھ سے پھیر دیا۔

تو مومن کو چاہیے کہ وہ اس قسم کے مکاشفات سے اس لیے انکار نہ کرے کہ وہ خود اس سے خالی ہے اگر

ہر مومن اسی بات پر ایمان لانا جس کا وہ تاریک نفس اور سخت دل سے مشاہدہ کرتا ہے تو ایمان کا میدان تنگ ہو جائے گا بلکہ یہ احوال اسی وقت ظاہر ہوتے ہیں جب آدمی کئی گھاٹیوں کو عبور کرتا اور کئی مقامات کو حاصل کر لیتا ہے ان میں سے ادنیٰ مقام اخلاص ہے نیز تمام ظاہری و باطنی اعمال سے نفسانی فوائد اور مخلوق کے ملاحظہ سے نفس کو نکالنا ہے پھر اپنے حال کو چھپاتے ہوئے لوگوں سے مخفی رہنا ہے حتیٰ کہ وہ گوشہ گمنامی کے قلعے میں بند ہو جائے۔ تو یہ باتیں ان لوگوں کے سلوک کا آغاز ہیں اور سب سے کم مقام ہے اور یہ بڑے بڑے متقی لوگوں میں بھی بہت کم پائی جاتی ہیں۔

اور جب مخلوق کی طرف توجہ کی کدورتوں سے دل صاف ہو جاتا ہے تو اس پر نورِ یقین کا فیضان ہوتا ہے اور مبادئ حق منکشف ہوتے ہیں اور تجربے اور سلوکِ طریقت کے بغیر اس کا انکار کرنا اسی طرح ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ لوہے پر نقشِ صورت ممکن نہیں اگرچہ اسے خوب رگڑ کر اور صاف کر کے شیشے کی طرح کر دیا جائے پس منکر کی نگاہ اس لوہے پر ہوتی ہے جو اس کے پاس ہے نہایت سیاہ ہے اور اس کے اوپر زنگ اور میل چڑھی ہوتی ہے اس پر کوئی صورت منقش نہیں ہوتی اس لیے اس نے اس وقت کے انکشاف کا بھی انکار کیا جب اس کا جوہر ظاہر ہو جائے تو اس بات کا انکار انتہائی درجہ کی جہالت اور گمراہی ہے۔

پس یہ ہر اس شخص کا حکم ہے جو کراماتِ اولیاء کا منکر ہے اور اس انکار پر اس کے پاس سوائے اس کی کوتاہ بینی کے کوئی دلیل نہیں اور جس کو اس نے دیکھا وہ بھی قاصر ہے تو قدرتِ خداوندی سے انکار کی یہ بہت بری دلیل ہے بلکہ تم پر اس شخص سے مکاشفہ کی خوشبو سونگھو گے جو اس راہ میں کچھ بھی چلتا ہے اگرچہ وہ راستے کی ابتدا ہی میں ہو جیسا کہ حضرت بشر رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ مقام کیسے پایا؟ انہوں نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا تھا کہ وہ میرے حال کو پوشیدہ رکھے کسی پر ظاہر نہ کرے۔

منقول ہے کہ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا تو کہا کہ وہ ان کے لیے دعا کریں انہوں نے دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری عبادت کو آسان کرے عرض کیا مزید دعا مانگیں فرمایا اللہ تعالیٰ اسے مخلوق سے پوشیدہ رکھے یہ بھی کہا گیا کہ ان کی دعا کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ خود آپ سے بھی اس کو پوشیدہ رکھے کہ آپ کی توجہ اس کی طرف نہ ہو۔

بعض بزرگوں سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھنے کا شوق ہوا ایک مرتبہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ یا اللہ مجھے ان کی زیارت کرا دے تا کہ میں ان سے وہ بات سیکھوں جو میرے لیے اہم ہے جب مجھے ان کی زیارت ہوئی تو مجھے کوئی بات نہ سوجھی صرف اتنا کہا اے ابوالعباس! مجھے کوئی چیز سکھا دیں کہ جب میں کہوں تو مخلوق کے دلوں سے پردے میں ہو جاؤں ان کے دلوں میں میری کوئی قدر نہ رہے اور کوئی شخص بھی نیکی اور دیانت سے مجھے نہ جانے انہوں نے فرمایا تم یوں کہو۔

یا اللہ! مجھ پر اپنا گاڑھا پردہ ڈال دے اور اپنے حجابات مجھ پر اتار دے مجھے اپنے غیب کے پردوں میں

کر دے اور مخلوق کے دلوں سے مجھے چھپا دے فرماتے ہیں پھر وہ غائب ہو گئے اور میں ان کو نہ دیکھ سکا اور نہ ہی اس کے بعد مجھے ان کا شوق ہوا میں روزانہ یہ کلمات کہتا۔

کہتے ہیں ان کلمات کی تاثیر اس قدر ہوئی کہ لوگ ان کو ذلیل کرتے اور توہین کرتے حتیٰ کہ ذمی (کافر) ان کے ساتھ مذاق کرتے اور ان کو بیگار میں پکڑ کر اپنا سامان ان پر رکھ دیتے۔ بچے ان کے ساتھ مذاق کرتے یعنی ان کے سکون اور راحت اسی ذلت اور پوشیدگی میں تھا۔

تو اولیاء کرام کا یہ حال ہے اور ان کو ایسے ہی لوگوں میں تلاش کرنا چاہیے جب کہ دھوکے میں مبتلا لوگ ان کو ایسے لوگوں میں تلاش کرتے ہیں جو پیوند لگی ہوئی گدڑیاں اور چادریں پہنے ہوئے ہوں اور علم و تقویٰ وغیرہ میں مشہور ہوں حالانکہ اولیاء کرام کے سلسلے میں غیرت خداوندی یہی ہے کہ وہ پوشیدہ رہیں جیسے حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَوْلِيَائِيْ تَحْتَ قِبَائِيْ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِيْ۔ میرے اولیاء کرام میری قبا کے نیچے ہیں میرے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔

❊ ❊ ❊

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِيْ طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهٗ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ۔ (۱) کئی لوگ بکھرے ہوئے بالوں اور گرد آلود چہروں والے دو چادروں میں ہوتے ہیں اور ان کی پرواہ نہیں کی جاتی اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان معانی کی خوشبو سے زیادہ تر وہی دل دور ہیں جو تکبر کرنے والے خود پسند اور اپنے علم و عمل پر نازاں ہیں لیکن جو لوگ شکستہ دل ہیں اور اپنے آپ کو اس قدر ذلت و رسوائی میں دیکھتے ہیں کہ اگر ان کو ذلیل کیا جائے تو ان کو احساس نہیں ہوتا جیسے غلام کا آقا اس سے بلند بیٹھتا ہے تو اسے ذلت کا احساس نہیں ہوتا تو ایسے لوگوں کے دلوں کو زیادہ قرب حاصل ہوتا ہے پس جب اسے ذلت کا احساس نہ ہو اور اس ذلت کی طرف توجہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کو اس کی خبر بھی نہ ہو بلکہ وہ اپنے آپ کو اس سے بھی کم درجے میں سمجھتا ہو کہ ہر قسم کی ذلت کو اپنے حق میں ذلت سمجھے بلکہ اپنے آپ کو اس سے بھی کم سمجھتا ہو حتیٰ کہ طبعی تواضع اس کی ذاتی صفت بن جائے تو اس قسم کے دل کے بارے میں امید کی جا سکتی ہے کہ وہ ان خوشبوؤں کے مبادی کی خوشبو سونگھے۔

اگر اس قسم کا دل نہ پایا جائے اور اس قسم کی روح سے بھی ہم محروم ہوں تو ہمارے لیے مناسب نہیں کہ جو لوگ اس کے اہل ہیں ان کے لیے اس کے امکان پر ایمان نہ رکھیں۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ کا دوست بننے پر قادر نہیں اسے ان

---

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۲۹ کتاب البر والصلۃ

لوگوں کا محب ہونا چاہیے اور ان پر ایمان رکھے امید ہے کہ جس سے محبت کرتا ہے اس کے ساتھ اٹھایا جائے۔
اس بات پر یہ روایت شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے پوچھا کھیتی کہاں اُگتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا مٹی میں، آپ نے فرمایا میں تم سے سچ کہتا ہوں حکمت بھی دل میں پیدا ہوتی ہے جو مٹی کی طرح ہوتا ہے اور ولایت خداوندی کے طلب گاروں نے ولایت کی شرائط کی طلب میں اپنے نفس کو اس قدر ذلیل کیا کہ نہایت درجے کی عاجزی اور خساست تک پہنچادیا۔ حتیٰ کہ منقول ہے کہ حضرت ابن کریبی رحمہ اللہ جو حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے استاذ تھے ان کو ایک شخص نے تین مرتبہ کھانے کے لیے بلایا اور تینوں مرتبہ واپس کر دیا وہ بار بار بلاتا اور آپ تشریف لاتے چوتھی مرتبہ وہ آپ کو اپنے گھر لے گیا اور پوچھا کہ آپ نے یہ سب کچھ کیسے برداشت کر لیا؟ آپ نے فرمایا میں تیس سال سے نفس کی ذلت پر راضی ہوں حتیٰ کہ میرا نفس کتے کی طرح ہو گیا ہے جسے دھتکارا جائے تو چلا جاتا ہے پھر بلا کر اس کے سامنے ہڈی ڈالی جائے تو لوٹ آتا ہے اگر تم مجھے پچاس مرتبہ بھی بلا کر واپس کر دو گے پھر بلاؤ گے تو میں تمہاری دعوت قبول کروں گا۔
آپ سے یہ بھی مروی ہے فرمایا میں ایک محلے میں گیا تو نیک بختی کے حوالے سے مجھے پہچانا گیا اس سے میرا دل پریشان ہو گیا تو میں حمام میں چلا گیا اور قصداً وہاں سے کسی کے عمدہ کپڑے اٹھا کر پہن لیے پھر اس کے اوپر اپنی گدڑی اتار کر اپنے کپڑے لے لیے اور مجھے خوب مارا پیٹا۔ اس کے بعد میں حمام کا چور معروف ہو گیا اور یوں میرے دل کو سکون حاصل ہوا۔
تو وہ لوگ اس طرح اپنے نفسوں کو مشقت و ریاضت میں مبتلا کرتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو مخلوق کی نظر سے بچائے حتیٰ کہ اپنے نفس سے بھی حجاب میں ہو جائیں اور اب ان کے دلوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب دوری پیدا نہ کرے اور نہ ہی کوئی چیز حائل ہو۔ دلوں کی دوری کا باعث اپنے آپ میں اور دوسروں میں مشغولیت ہے بلکہ اپنے نفس میں مشغول ہونا تو بہت بڑا حجاب ہے اسی لیے منقول ہے کہ بسطام کا ایک معزز شخص حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ کی مجلس سے کبھی جدا نہ ہوتا ایک دن اس نے عرض کیا میں تیس سال سے دن کو روزہ رکھ رہا ہوں کبھی اسے ترک نہیں کیا اور رات کو قیام کرتا ہوں سوتا نہیں لیکن جو کچھ آپ ذکر کرتے ہیں میں اس میں سے کچھ بھی اپنے دل میں نہیں پاتا حالاں کہ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور اس سے محبت بھی رکھتا ہوں حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ نے فرمایا اگر تم تین سو سال روزہ رکھو اور راتیں قیام میں گزارو تو بھی تم اس سے ایک ذرہ نہیں پا سکتے اس نے پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ تم اپنے نفس کی وجہ سے حجاب میں ہو۔ اس نے پوچھا اس کا کوئی علاج؟ فرمایا ہاں ہے اس نے عرض کیا آپ مجھے بتائیں میں اس پر عمل کروں آپ نے فرمایا حجام کے پاس جاؤ اور اپنا سر اور داڑھی منڈوا دو اور یہ لباس اتار کر ایک کمبل اوڑھ لو اپنے گلے میں اخروٹوں سے بھرا ہوا کپڑا لٹکا دو بچوں کو اپنے گرد جمع کر لو اور کہو کہ جو کوئی مجھے مارے گا اسے ایک اخروٹ دوں گا۔ بازار

میں جاؤ اور بازار میں ان سب کے پاس چکر لگاؤ جو وہاں موجود ہیں اور وہ جو تمہیں جانتے ہیں اس شخص نے کہا سبحان اللہ! آپ مجھے یہ مشورہ دیتے ہیں؟ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ نے فرمایا تمہارا "سبحان اللہ" کہنا شرک ہے اس نے پوچھا وہ کیسے! آپ نے فرمایا تم نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور پھر "سبحان اللہ" کہا تو نے اپنے رب کی تسبیح بیان نہیں کی اس نے کہا یہ کام تو میں نہیں کروں گا کچھ اور بتائیے آپ نے فرمایا سب سے پہلے یہی کام کرنا ہوگا اس نے کہا مجھے اس کی طاقت نہیں آپ نے فرمایا میں نے کہا تھا کہ تو اسے قبول نہیں کرے گا۔

تو حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ نے جو کچھ فرمایا یہ اس شخص کا علاج ہے جو اپنے آپ کو دیکھنے اور لوگوں کی توجہ کا طالب ہونے جیسی مرض میں مبتلا ہو اس بیماری سے صرف یہی علاج نجات دے سکتا ہے یا اس قسم کا کوئی دوسرا عمل ہو اور جو شخص علاج کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اس شخص کے لیے شفا کے امکان کا انکار کرے جو مرض کے بعد اس قسم کا علاج کرتا ہے یا وہ جو اس قسم کی بیماری میں بالکل مبتلا نہیں ہوتا اس لیے کہ صحت کا کم از کم درجہ اس کے امکان پر ایمان لانا ہے پس جو شخص اس قلیل مقدار سے بھی محروم ہو اس کے لیے ہلاکت ہے۔

یہ امور شریعت میں واضح ہیں لیکن اس کے باوجود اس شخص کے نزدیک بہت دشوار ہیں جو اپنے آپ کو علمائے شریعت میں شمار کرتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا یَسْتَکْمِلُ الْعَبْدُ الْاِیْمَانَ حَتّٰی تَکُوْنَ قِلَّۃُ الشَّیْئِ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ کَثْرَتِہٖ وَحَتّٰی یَکُوْنَ اَنْ لَا یُعْرَفَ اَحَبَّ مِنْ اَنْ یُعْرَفَ (۱)

بندے کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک قلیل چیز اس کے نزدیک اس کے کثیر سے زیادہ محبوب نہ ہو اور جب تک معروف ہونے کی نسبت معروف نہ ہونا اسے پسند نہ ہو۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ اسْتَکْمَلَ اِیْمَانُہٗ لَا یَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ وَلَا یُرَائِیْ بِشَیْئٍ مِنْ عَمَلِہٖ وَاِذَا عُرِضَ عَلَیْہِ اَمْرَانِ اَحَدُھُمَا لِلدُّنْیَا وَالْاٰخَرُ لِلْاٰخِرَۃِ

جس شخص میں تین باتیں پائی جائیں اس کا ایمان کامل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرے اس کا کوئی عمل دکھاوے کے لیے نہ ہو جب اس کے سامنے دو باتیں پیش کی جائیں ان میں

---

(۱) تذکرۃ الموضوعات ص ۱۷۸ باب ذم الدنیا

آثر امر الآخرۃ علی الدنیا۔ (۱)

سے ایک دنیا کے لیے ہو اور دوسری آخرت کے لیے تو وہ اُخروی بات کو دنیوی بات پر ترجیح دے۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يَكْمُلُ إِيْمَانُ عَبْدٍ حَتّٰى يَكُوْنَ فِيْهِ ثَلَاثُ خِصَالٍ إِذَا غَضِبَ لَمْ يُخْرِجْهُ غَضَبُهُ عَنِ الْحَقِّ وَإِذَا رَضِيَ لَمْ يُدْخِلْهُ رِضَاهُ فِيْ بَاطِلٍ وَإِذَا قَدَرَ لَمْ يَتَنَاوَلْ مَا لَيْسَ لَهُ (۲)

جب تک بندے میں تین خصلتیں نہ ہوں اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب اسے غصہ آئے تو غصہ اسے سچ بات کہنے سے نہ نکالے اور جب راضی ہو تو اس کی رضا اسے باطل میں نہ داخل کردے اور جب طاقت حاصل ہو تو جو چیز اس کی نہیں اسے نہ لے۔

ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا۔

ثَلَاثٌ مَنْ أُوْتِيَهُنَّ فَقَدْ أُوْتِيَ مِثْلَ مَا أُوْتِيَ آلُ دَاوُدَ الْعَدْلُ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَالْقَصْدُ فِي الْغِنٰى وَالْفَقْرِ وَخَشْيَةُ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ۔ (۳)

تین باتیں ایسی ہیں کہ جس کو دی گئیں اسے داؤد علیہ السلام کی طرح کا عطیہ ملا خوشی اور غصہ کی حالت میں انصاف کرنا مالداری اور محتاجی کی حالت میں میانہ روی اختیار کرنا اور پوشیدہ وظاہر (دونوں حالتوں میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان والوں کے لیے ان شرائط کا ذکر کیا ہے پس ایسے شخص پر تعجب ہے جو علم دین کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اس میں ان شرائط میں سے ایک ذرہ بھی نہیں پایا جاتا پھر اس کو علم وعقل سے اس قدر حصہ ملا ہے کہ جو مرتبہ ایمان لانے اور کئی مقامات طے کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ اس کا انکار کرتا ہے۔

روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میں اس شخص کو اپنا خلیل بناتا ہوں جو میرے ذکر میں کوتاہی نہ کرے اور اسے میرے علاوہ کسی کی فکر نہ ہو اور نہ ہی مخلوق میں سے کسی کو مجھ پر ترجیح دے اور اگر اسے آگ میں جلایا جائے تو وہ اس جلن سے تکلیف محسوس نہ کرے اور اگر اسے آروں سے چیرا جائے تو اس سے بھی درد محسوس نہ کرے۔

تو جس شخص کی محبت اس درجے کو بھی نہ پہنچی ہو تو اسے کس طرح پتہ چلے گا کہ محبت کے بعد کرامات اور مکاشفات میں

---

(۱) کنز العمال جلد ۱۵ ص ۸۱۷ حدیث ۴۳۴۴۷

(۲) المعجم الصغیر للطبرانی جلد اول ص ۶۱ من اسمہ احمد

(۳) کنز العمال جلد ۱۵ ص ۸۱۱ حدیث ۴۳۴۲۲

یہ سب چیزیں محبت کے بعد ہوتی ہیں اور محبت ایمان کے کامل ہونے کے بعد ہوتی ہے۔ اور ایمان کے مقامات اور کمی زیادتی کے اعتبار سے اس میں تفاوت شمار سے باہر ہے اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ اَعْطَاکَ مِثْلَ اِیْمَانِ کُلِّ مَنْ آمَنَ بِیْ مِنْ اُمَّتِیْ وَاَعْطَانِیْ مِثْلَ اِیْمَانِ کُلِّ مَنْ آمَنَ بِہٖ مِنْ وَلَدِ آدَمَ۔ (۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو میری امت کے تمام مومنوں کے ایمان کے برابر ایمان عطا فرمایا جو مجھ پر ایمان لاتے اور مجھے تمام اولادِ آدم کے برابر ایمان عطا فرمایا جو وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ کے تین سو اخلاق ہیں جو شخص توحید کے ساتھ ساتھ ان میں سے کسی ایک خلق کے ساتھ اس سے ملاقات کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ان میں سے کوئی خُلق مجھ میں بھی ہے آپ نے فرمایا اے ابوبکر وہ تمام اخلاق تم میں موجود ہیں۔ اور ان میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ خُلق سخاوت ہے۔ (۲)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

میں نے ایک ترازو دیکھا جو آسمان سے ٹکایا گیا اس کے ایک پلڑے میں مجھے رکھا گیا اور دوسرے پلڑے میں میری امت کو رکھا گیا تو میرا پلڑا بھاری ہو گیا نیز ایک پلڑے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رکھا گیا اور میری امت کو لاکر دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ والا پلڑا بھاری ہو گیا۔

ان سب باتوں کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں اس طرح استغراق تھا کہ آپ کے دل میں کسی اور کو خلیل بنانے کی گنجائش نہ تھی۔ آپ نے فرمایا۔

لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا مِنَ النَّاسِ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا وَلٰکِنْ صَاحِبُکُمْ خَلِیْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ (۴)

اگر میں لوگوں میں کسی کو خلیل بناتا تو حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو خلیل بناتا۔ لیکن تمہارا ساتھی اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے (اپنے بارے میں فرمایا)

---

(۱) العلل المتناہیۃ جلد اول ص ۱۰۴، حدیث ۲۹۳
(۲) تذکرۃ الموضوعات ص ۹۲ باب اوصافہ المتشابہۃ
(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۷۶، مرویات ابن عمر
(۴) صحیح بخاری جلد اول ص ۵۱۶ کتاب المناقب

خاتمہ — محبت سے متعلق متفرق مفید کلمات :

حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں محبت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا نام اور دوسرے لوگ کہتے ہیں ہمیشہ ذکر کرنا محبت ہے جب کہ کچھ حضرات فرماتے ہیں محبوب کو ترجیح دینا محبت ہے کچھ دیگر حضرات کے نزدیک دنیا میں باقی رہنے کو برا جاننا محبت کہلاتا ہے۔

ان تمام اقوال میں محبت کے نتائج کی طرف اشارہ ہے جب کہ نفس محبت کے سلسلے میں انہوں نے کچھ نہیں کہا اور بعض حضرات نے فرمایا کہ محبت ایک ایسا معنیٰ ہے جو محبوب کی طرف سے ہوتا ہے دل اس کے ادراک سے مغلوب ہوتے ہیں اور زبانیں اس کی تعبیر نہیں کر سکتیں۔

حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر محبت کو حرام کر دیا ہے جن کا اللہ تعالیٰ کے غیر سے تعلق ہو۔ اور فرمایا ہر محبت کا عوض ہوتا ہے جب عوض زائل ہو جائے تو محبت بھی زائل ہو جاتی ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا اظہار کرے اس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے ذلیل بننے سے بچے۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ ہمارے سامنے عارف اور محب کی صفت بیان کریں تو انہوں نے فرمایا اگر عارف کلام کرے تو ہلاک ہوتا ہے اور محب خاموش رہے تو ہلاک ہوتا ہے اور حضرت شبلی رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا السَّيِّدُ الْكَرِيْمُ
حُبُّكَ بَيْنَ الْحَشَا مُقِيْمُ
يَا رَافِعَ النَّوْمِ عَنْ جَفَانِيْ
اَنْتَ بِمَا مَرَّبِيْ عَلِيْمُ

اے کریم سردار! تیری محبت میرے دل میں قائم ہے اے میری پلکوں سے نیند کو دور کرنے والے جو کچھ مجھ پر گزرتا ہے تو اسے جانتا ہے۔

❊ ❊ ❊ ❊

کسی دوسرے شخص نے یوں کہا ہے۔

عَجِبْتُ لِمَنْ يَقُوْلُ ذَكَرْتُ اِلْفِيْ
وَهَلْ اَنْسٰى فَاَذْكُرُ مَا نَسِيْتُ
اَمُوْتُ اِذَا ذَكَرْتُكَ ثُمَّ اَحْيَا
وَلَوْلَا حُسْنُ ظَنِّيْ مَا حَيِيْتُ
فَاَحْيَا بِالْمُنٰى وَاَمُوْتُ شَوْقًا
فَكَمْ اَحْيَا عَلَيْكَ وَكَمْ اَمُوْتُ

اس شخص پر تعجب ہے جو کہتا ہے مجھے اپنا محبوب یاد آیا کیا میں بھول گیا تھا کہ اب، کہوں یاد آیا میں تیری یاد سے جتنا مرتا ہوں اگر میرا حسن ظن نہ ہو تو کیسے زندہ رہنا میری زندگی آرزوؤں سے ہے اور موت شوق کی کی وجہ سے تو ہی تیرے لیے کس قدر زندہ رہتا اور مرتا ہوں۔

شَرِبْتُ الْحُبَّ كَاساً بَعْدَ كَاسٍ
فَمَا نَفِدَ الشَّرَابُ وَمَا رَوِيْتُ
فَلَيْتَ خَيَالُهُ نُصُبٌ لِعَيْنِيْ
فَاِنْ قَصَّرْتُ فِيْ نَظَرِيْ عَمِيْتُ

میں نے محبت کے جام پر جام پیے پس نہ شراب ختم ہوئی اور نہ میں سیر ہوا کاش اس کا خیال میری آنکھوں کے سامنے ہو پھر کوتاہی کروں تو اندھا ہو جاؤں۔

٭ ٭ ٭ ٭

حضرت رابعہ عدویہ رحمہا اللہ نے ایک دن فرمایا کون ہے جو ہمیں ہمارے حبیب کا پتہ بتائے ان کی خادمہ نے عرض کیا کہ ہمارا حبیب تو ہمارے ساتھ ہے لیکن دنیا نے ہمیں اس سے علیحدہ کر رکھا ہے۔

حضرت ابن جلاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ جب میں کسی بندے کے دل کی طرف دیکھتا ہوں اور اس میں دنیا اور آخرت کی محبت نہیں پاتا تو اس کے دل کو اپنی محبت سے بھر دیتا ہوں اور اس کی حفاظت کا کفیل ہو جاتا ہوں۔

کہتے ہیں ایک دن حضرت سمنون رحمہ اللہ نے محبت کے سلسلے میں گفتگو کی تو ایک پرندہ آپ کے سامنے اترا وہ اپنی چونچ مسلسل زمین میں مارتا رہا حتیٰ کہ اس سے خون جاری ہو گیا اور وہ مر گیا۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اے میرے مولا! تو جانتا ہے کہ اپنی محبت کے ذریعے تو نے مجھے جو عزت عطا کی ہے مجھے اپنے ذکر سے مانوس کیا اور اپنی عظمت میں غور و فکر کے لیے مجھے فراغت عطا کی اس کے مقابلے میں جنت میرے نزدیک مچھر کے پر کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔

حضرت سری رحمہ اللہ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ عیش کرتا ہے اور جو آدمی دنیا کی طرف مائل ہوتا ہے وہ اپنی عقل کھو بیٹھتا ہے بیوقوف آدمی صبح و شام نکمی چیزوں کے لیے کوشش کرتا ہے اور عقل مند آدمی اپنے عیب تلاش کرتا ہے۔

حضرت رابعہ رحمہا اللہ سے پوچھا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی محبت کا کیا عالم ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں اس سے بہت زیادہ محبت کرتی ہوں لیکن خالق کی محبت نے مجھے مخلوق کی محبت سے روک رکھا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ فضیلت والا عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے راضی رہنا اور اس سے محبت کرنا۔

حضرت ابو یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں محب دنیا اور آخرت سے محبت نہیں کرتا وہ تو اپنے مولا سے مولا ہی کو چاہتا ہے۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا محبت لذت میں مدہوشی اور تعظیم میں حیرت کا نام ہے اور کہا گیا ہے کہ محبت یہ ہے کہ وہ تم سے تمہارے نشان کو مٹا دے حتیٰ کہ تمہارے اندر کوئی ایسی چیز نہ رہے جو تجھ سے تیری طرف رجوع کرتی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ محبت دل کا خوشی اور بشارت کے ساتھ محبوب کے قریب ہونا ہے۔ حضرت خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں محبت

تمام ارادوں کو ختم کرنا اور تمام صفات و حاجات کو جلا کر رکھ دینا ہے۔

حضرت سہل رحمہ اللہ سے محبت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی بندے کی مراد کو دیکھ کر اس کے دل کو اپنے مشاہدے کی طرف پھیر دے تو محبت ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ محب کا معاملہ چار منزلوں پر ہوتا ہے محبت، ہیبت، حیاء اور تعظیم اور ان میں سے افضل منزل تعظیم اور محبت ہے کیوں کہ یہ دو منزلیں اہل جنت کے ساتھ جنت میں باقی رہیں گی اور دوسری منزلیں اٹھالی جائیں گی۔

حضرت ہرم بن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں مومن جب اپنے رب عزوجل کو پہچان لیتا ہے تو اس سے محبت کرتا ہے اور جب وہ اس سے محبت کرتا ہے تو اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب اس کی طرف توجہ کی مٹھاس حاصل کر لیتا ہے تو دنیا کو خواہش کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور یہ لذت اسے دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی راحت پہنچاتی ہے۔

حضرت محمد بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ایک عبادت گزار عورت کو دیکھا وہ رو رہی تھی اور اس کے رخسار آنسوؤں سے تر تھے وہ اللہ تعالیٰ کے شوق اور اس سے ملاقات کی چاہت میں کہہ رہی تھی اللہ کی قسم میں دنیا سے تنگ آ چکی ہوں اگر موت مجھے خریدنے سے ملے تو میں اسے خرید لوں۔ حضرت محمد بن عبداللہ فرماتے ہیں میں نے اس سے پوچھا کیا تجھے اپنے عمل پر اطمینان ہے؟ اس نے کہا نہیں لیکن میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے بارے میں حسن ظن کی وجہ سے ایسا کہتی ہوں تمہارا کیا خیال ہے وہ مجھے اس محبت کے باوجود عذاب دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ مجھ سے پیٹھ پھیرنے والے لوگ اگر یہ جان لیں کہ میں ان کا انتظار کس طرح کرتا ہوں ان سے نرمی برتتا ہوں اور ان کے گناہ چھوڑنے کا مشتاق ہوں تو وہ میرے شوق میں مر جائیں اور میری محبت میں ان کے جسم کے جوڑ جدا جدا ہو جائیں اے داؤد علیہ السلام! میرا یہ ارادہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو مجھ سے پیٹھ پھیرتے ہیں تو میری طرف متوجہ ہونے والوں کے بارے میں میرا ارادہ کیا ہوگا؟ اے داؤد علیہ السلام! جو بندہ مجھ سے بے پرواہ ہو جائے وہ میرا زیادہ محتاج ہوتا ہے اور جب کوئی بندہ مجھ سے پیٹھ پھیرتا ہے تو میں اس پر زیادہ رحم کرتا ہوں اور جب کوئی بندہ میری طرف رجوع کرتا ہے تو وہ میرے نزدیک بہت معزز ہوتا ہے۔

حضرت ابو خالد صفار رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک نبی علیہ السلام کی کسی عابد سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا اے عابدین کے گروہ! تم ایسے طریقے پر عمل کرتے ہو جس پر ہم انبیاء کرام عمل نہیں کرتے تم خوف اور امید پر عمل کرتے ہو اور ہم محبت اور شوق پر عمل کرتے ہیں۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اے داؤد! میرا ذکر، ذکر کرنے والوں کے لیے ہے میری جنت اطاعت گزار لوگوں کے لیے ہے، میری زیارت مشتاق لوگوں کے لیے ہے اور میں خود محبت کرنے والوں کے لیے ہوں، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی فرمایا اے آدم! جو

اپنے محبوب سے محبت کرتا ہے وہ اس کے قول کو سچا جانتا ہے جو اپنے محبوب سے مانوس ہوتا ہے وہ اس کے فعل پر راضی ہوتا ہے اور جو اس کا شوق رکھتا ہے وہ اپنے سفر میں کوشش کرتا ہے۔

حضرت خواص رحمہ اللہ اپنے سینے پہ ہاتھ مار کر فرماتے ہائے اس کا شوق جو مجھے دیکھتا ہے اور میں اسے نہیں دیکھتا۔

حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت یونس علیہ السلام اس قدر روئے کہ نابینا ہو گئے انہوں نے اس قدر قیام کیا کہ کبڑے ہو گئے اور اس قدر نماز پڑھی کہ چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی۔ اور بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کیا یا اللہ! تیری عزت و جلال کی قسم اگر میرے اور تیرے درمیان آگ کا دریا ہوتا تو تیرے شوق کی وجہ سے میں اس میں گھس جاتا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی سنت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا۔

معرفت میرا سرمایہ اور عقل میرے دین کی اصل ہے، محبت میری بنیاد اور شوق میری سواری ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر میرا ہمنشین اور اعتماد میرا خزانہ ہے غم میرا رفیق اور علم میرا اسلحہ ہے، صبر میری چادر اور رضا میری غنیمت ہے عاجزی میرا فخر اور زہد میرا پیشہ ہے یقین میری قوت اور سچائی میری شفیع ہے اطاعت میری محبت اور جہاد میرا اخلاق ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے (۱)

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے فرمایا وہ ذات پاک ہے جس نے ارواح کو مجتمع لشکر بنایا عارفین کی ارواح جلالی اور قدسی ہیں اسی لیے وہ اللہ تعالیٰ کے مشتاق ہیں مومنوں کی روحیں روحانی ہیں اسی لیے وہ جنت کے شائق ہیں اور غافل لوگوں کی ارواح ہوائی ہیں اسی لیے وہ دنیا کی طرف مائل ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے لکام پہاڑ میں ایک شخص کو دیکھا جس کا رنگ گندمی تھا اور جسم کمزور تھا وہ ایک پتھر سے دوسرے پتھر کی طرف جا رہا تھا۔ اور کہتا تھا۔

اَلشَّوْقُ وَالْهَوٰى صَيَّرَانِيْ كَمَا تَرٰى۔ (۱)

(تیرے) شوق اور خواہش نے مجھے اس طرح کر دیا جس طرح تو دیکھ رہا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ شوق ایک آگ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کرام کے دلوں میں روشن کرتا ہے حتیٰ کہ اس کی وجہ سے ان کے دلوں کے خیالات، ارادے اور عوارض و حاجات سب کچھ جل جاتا ہے۔ محبت، اُنس، شوق اور رضا کے سلسلے میں اس قدر بیان کافی ہے اور ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی راہ راست کی توفیق دینے والا ہے۔

محبت، شوق، رضا اور اُنس کا بیان مکمل ہوا اس کے بعد نیت اخلاص اور صدق کا بیان ہو گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

---

(۱) تذکرۃ الموضوعات ص ۸۶ باب فضل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

۷۔ نیت و اخلاص کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

ہم اللہ تعالیٰ کی تعریف اس طرح کرتے ہیں جس طرح شکر گزار بندے کرتے ہیں اس پر اس طرح ایمان لاتے ہیں جس طرح اہل یقین ایمان لاتے ہیں اور اس کی توحید کا اقرار اس طرح کرتے ہیں جس طرح سچے لوگ اقرار کرتے ہیں۔

ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تمام جہانوں کا رب ہے آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے جنوں، انسانوں اور مقرب فرشتوں کو مکلف بنانے والا ہے کہ وہ خلوص کے ساتھ اس کی عبادت کریں۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ۔ (۱)

اور ان کو یہی حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے۔

تو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص دین ہی ہے جو سیدھا بھی ہے اللہ تعالیٰ شریک ٹھہرانے والوں کے شرک سے بہت بے نیاز ہے اور رحمت کاملہ اس کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو جو تمام رسولوں کے سردار ہیں اور تمام انبیاء کرام نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحاب پر رحمت ہو جو طیب و طاہر ہیں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد ـــــ

اہل دل لوگوں پر ایمانی بصیرت اور انوارِ قرآن کی وجہ سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ سعادت تک رسائی کے لیے علم و عبادت ضروری ہے پس علماء کے علاوہ تمام لوگ ہلاک ہونے والے ہیں اور تمام علماء ہلاک ہونے والے ہیں سوائے عمل کرنے والوں کے، اور مخلص لوگوں کے علاوہ تمام اہل عمل بھی ہلاک ہونے والے ہیں جب کہ مخلص لوگوں کو بھی بہت بڑا خطرہ ہے نیت کے بغیر عمل محض مشقت ہے اور اخلاص کے بغیر نیت ریاکاری ہے اور منافقت کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے اور گناہ کے برابر ہے جب کہ صدق کے بغیر اخلاص، گرد و غبار کے ذرات ہیں۔

ہر وہ عمل جو غیر اللہ کے ارادے سے کیا جائے اور نیت خالص نہ ہو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ

اور جو کچھ انہوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انہیں

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ بینہ آیت ۵

هَبَاءً مَنْثُوْرًا۔ (۱) باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا کہ کھڑکی کی دھوپ میں سے نظر آتے ہیں۔

تو جو شخص حقیقتِ نیت سے واقف نہ ہو اس کی نیت کیسے صحیح ہوگی یا جو شخص اخلاص کی حقیقت سے آگاہ نہ ہو وہ نیت کو صحیح کرنے میں مخلص کیسے ہوگا یا وہ شخص جو صداقت کے مفہوم سے آگاہی نہ رکھتا ہو وہ اپنے نفس سے صدق کا مطالبہ کیسے کرے گا لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ارادہ رکھتا ہو اس کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ نیت کا علم حاصل کرے تاکہ اس کو اس کی معرفت حاصل ہو۔ پھر صدق و اخلاص کی حقیقت سے آگاہ ہو کر عمل کے ذریعے نیت کو صحیح کرے کیونکہ بندے کی نجات اور چھٹکارے کا وسیلہ یہی دو باتیں ہیں (اخلاص اور صدق) لہٰذا ہم صدق اور اخلاص کے معانی کو تین بابوں میں ذکر کریں گے۔

پہلا باب :۔ نیت کی حقیقت اور معنیٰ

دوسرا باب :۔ اخلاص اور اس کے حقائق

تیسرا باب :۔ صدق اور اس کی حقیقت

پہلا باب

نیّت کا بیان

اس باب میں نیت کی فضیلت، حقیقتِ نیت، نیت کا عمل سے اچھا ہونا نفس سے متعلق اعمال کی تفصیل اور نیت کے اختیار سے نکلنے کا بیان ہوگا۔

فصل ۱ :

فضیلتِ نیت

ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔ (۲) اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے ہوئے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ فرقان آیت ۲۳

(۲) قرآن مجید، سورۂ انعام آیت ۵۲

یہاں ارادے سے مراد نیت ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ۔ (۱)

اعمال (کے ثواب) کا دارو مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی پس جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی ہو گی اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اسے حاصل کرنا مقصود ہو یا کسی عورت کی طرف کہ اس سے نکاح کرے تو وہ جس کی طرف ہجرت کرے گا اس کی ہجرت اسی کی طرف شمار ہو گی۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

أَكْثَرُ شُهَدَاءِ أُمَّتِي أَصْحَابُ الْفُرُشِ وَرُبَّ قَتِيلٍ بَيْنَ الصَّفَّيْنِ اَللهُ أَعْلَمُ بِنِيَّتِهِ۔ (۲)

میری امت کے اکثر شہداء بستر (پر فوت ہونے) والے ہوں گے اور دو فوجوں کے درمیان قتل ہونے والے اکثر لوگوں کی نیت کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللهُ بَيْنَهُمَا۔ (۳)

اگر وہ دونوں (میاں بیوی میں صلح کرانے والے) اصلاح کی نیت کریں تو اللہ تعالیٰ ان (میاں بیوی) کے درمیان اتفاق پیدا فرمائے گا۔

تو اللہ تعالیٰ نے نیت کو توفیق (باہم اتفاق) کا سبب بنایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ اللهَ تَعَالَى لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَإِنَّمَا يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ۔

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے

(۱) صحیح بخاری جلد اول ص ۲ باب کیف کان بدء الوحی
(۲) مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۳۹۷ مرویات عبداللہ بن مسعود
(۳) قرآن مجید، سورۂ نساء آیت ۳۵
(۴) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۸۵ مرویات ابوہریرہ

وہ دلوں کو اس لیے دیکھتا ہے کہ دل نیتوں کی جگہ ہیں۔

اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

بندہ اچھا عمل کرتا ہے تو فرشتے اسے مہر لگائے ہوئے صحیفوں (رجسٹروں) میں لے کر اوپر جاتے ہیں اور اس عمل کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس صحیفے کو ڈال دو اس میں جو عمل ہے اس میں میری رضا کی نیت نہیں کی گئی پھر فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس شخص کے لیے فلاں فلاں بات لکھ دو وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! اس نے تو یہ کام نہیں کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس نے اس کام کی نیت کی تھی۔ (۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلنَّاسُ اَرْبَعَةٌ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عِلْمًا وَمَالًا فَهُوَ يَعْمَلُ بِعِلْمِهٖ فِيْ مَالِهٖ فَيَقُوْلُ رَجُلٌ لَوْ آتَانِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِثْلَ مَا آتَاهُ لَعَمِلْتُ كَمَا يَعْمَلُ فَهُمَا فِي الْاَجْرِ سَوَاءٌ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَالًا وَلَمْ يُؤْتِهٖ عِلْمًا فَهُوَ يَتَخَبَّطُ بِجَهْلِهٖ فِيْ مَالِهٖ فَيَقُوْلُ رَجُلٌ لَوْ آتَانِيَ اللّٰهُ مِثْلَ مَا آتَاهُ عَمِلْتُ كَمَا يَعْمَلُ فَهُمَا فِي الْوِزْرِ سَوَاءٌ۔ (۲)

لوگ چار قسم کے ہیں ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے علم اور مال عطا فرمایا تو وہ اپنے مال میں علم کے مطابق عمل کرتا ہے دوسرا شخص کہتا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی مثل دیا ہوتا تو میں بھی اس کی طرح عمل کرتا بس ان دونوں کا اجر ایک جیسا ہے دوسرا وہ شخص ہے جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور علم نہیں دیا وہ اپنی جہالت کی وجہ سے مال کو فضول کاموں میں خرچ کرتا ہے تو ایک اور شخص کہتا ہے اگر اللہ تعالیٰ مجھے بھی مال دیتا تو میں بھی اس کی طرح کرتا تو یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے گئے تو فرمایا مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ ہیں کہ ہم جو بھی وادی طے کرتے ہیں یا ایسی جگہ کو پامال کرتے ہیں جس سے کفار کو غصہ آئے نیز ہم کوئی مال خرچ کرتے ہیں یا ہم بھوکے ہوتے ہیں تو وہ ان تمام باتوں میں ہمارے ساتھ شریک ہوتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ طیبہ ہی میں ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کیسے؟ وہ تو ہمارے ساتھ نہیں ہیں آپ نے فرمایا انہیں عذر نے روک رکھا ہے۔ (۳)

---

(۱)

(۲) سنن ابن ماجہ ص ۳۲۲، ابواب الزہد

(۳) سنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۹ ص ۲۴ کتاب السیر

تو وہ حُسنِ نیت کی وجہ سے شریک تھے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

مَنْ هَاجَرَ يَبْتَغِيْ شَيْئًا فَهُوَ لَهٗ۔ — جو شخص کسی چیز کی تلاش میں ہجرت کرتا ہے تو اس کے لیے وہی ہے۔

ایک شخص نے ہجرت کی اور ہمارے خاندان کی ایک خاتون سے شادی کی تو اس کا نام ام قیس کا مہاجر پڑ گیا۔ (۱)
اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہوا تو اس کا نام "قتیل حمار" (گدھے کے لیے قتل ہونے والا) قرار پایا کیوں کہ وہ ایک شخص سے اس لیے لڑا کہ اس کا سامان اور گدھا حاصل کرے تو اسی وجہ سے اسے قتل کیا گیا پس وہ اپنی نیت کی طرف منسوب ہوا۔ (۲)
حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔

مَنْ غَزَا وَهُوَ لَا يَنْوِيْ اِلَّا عِقَالًا فَلَهٗ مَا نَوٰى۔ (۳) — جو شخص ایک رسی حاصل کرنے کے لیے لڑا تو اس کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک شخص سے مدد طلب کی جو میرے ساتھ مل کر جہاد کر رہا تھا اس نے انکار کیا حتیٰ کہ میں اس کے لیے اجرت مقرر کروں میں نے اس کے لیے اجرت مقرر کی پھر میں نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فرمایا اس کے لیے دنیا اور آخرت میں وہی کچھ ہے جو تم نے اس کے لیے مقرر کیا۔ (۴)
اسرائیلی روایات میں ہے کہ ایک شخص بھوک کی حالت میں ریت کے ایک ٹیلے سے گزرا تو اس نے دل میں کہا اگر یہ ریت غلہ ہوتی تو میں اسے لوگوں میں تقسیم کر دیتا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی کی طرف وحی بھیجی کہ اس سے فرمائیں اللہ تعالیٰ نے تمہارا صدقہ قبول کر لیا اور تیری اچھی نیت کے بدلے میں اس قدر ثواب دیا کہ اگر یہ ریت غلہ ہوتی اور تم صدقہ کرتے تو تمہیں جس قدر ثواب ملتا کئی روایات میں آیا ہے۔

مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ — جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے لیکن اس پر عمل نہ کر

---

(۱) مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۱۰۱ کتاب الصلوٰۃ

(۲)

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۳۲۰ مرویات عبادہ بن صامت

(۴) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۲۳ مرویات یعلیٰ ابن امیہ

لَہٗ حَسَنَۃٌ۔ (۱)

سکے تو اس کے لیے نیکی کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی عنہ کی روایت میں ہے۔

مَنْ کَانَتِ الدُّنْیَا نِیَّتَہٗ جَعَلَ اللّٰہُ فَقْرَہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ وَفَارَقَہَا اَرْغَبَ مَا یَکُوْنُ فِیْہَا وَمَنْ تَکُنِ الْاٰخِرَۃُ نِیَّتَہٗ جَعَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی غِنَاہُ فِیْ قَلْبِہٖ وَجَمَعَ عَلَیْہِ ضَیْعَتَہٗ وَفَارَقَہَا اَزْھَدَ مَا یَکُوْنُ فِیْہَا» (۲)

جو شخص دنیا کی نیت کرے اللہ تعالیٰ اس کا فقر اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور جس وقت اسے دنیا کی زیادہ رغبت ہوتی ہے اس وقت اسے دنیا سے جدا کرتا ہے اور جو شخص آخرت کی نیت کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے، اس کا سامان اس کے لیے جمع کر دیتا ہے اور جب دنیا سے اسے جدا کرتا ہے تو وہ دنیا سے بہت زیادہ بے رغبت ہوتا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کا ذکر فرمایا جو جنگل میں دھنسا دیئے جائیں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں زبردستی لائے ہوئے اور اجرت پر آنے والے بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ان سب کا حشر ان کی نیتوں پر ہوگا۔ (۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

اِنَّمَا یَقْتَتِلُ الْمُقْتَتِلُوْنَ عَلَی النِّیَّاتِ۔ (۴)

لڑنے والے اپنی نیتوں پر لڑتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا الْتَقَی الصَّفَّانِ نَزَلَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ تَکْتُبُ الْخَلْقَ عَلٰی مَرَاتِبِہِمْ فُلَانٌ یُقَاتِلُ لِلدُّنْیَا فُلَانٌ یُقَاتِلُ حَمِیَّۃً فُلَانٌ یُقَاتِلُ عَصَبِیَّۃً اَلَا فَلَا تَقُوْلُوْا فُلَانٌ قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَمَنْ قَاتَلَ

جب دو لشکر باہم مقابل ہوتے ہیں تو فرشتے اترتے ہیں اور مخلوق کو درجہ بدرجہ لکھتے ہیں کہ فلاں آدمی دنیا کے لیے لڑتا ہے فلاں شخص غیرت کی خاطر لڑتا ہے فلاں آدمی قومی عصبیت میں لڑتا ہے سنو! یہ نہ کہو کہ فلاں اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو گیا پس جو شخص اس لیے

---

(۱) صحیح مسلم جلد اول ص ۷۸، کتاب الایمان

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۱ ص ۲۹۶ حدیث ۱۱۶۹۰

(۳) المستدرک جلد ۴ ص ۴۳۱ کتاب الفتن

(۴) میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۶۹ ترجمہ ۶۲۸۴

لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ۔ (۱)

لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی بلند ہو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں (لڑنے والا) ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔

يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ۔ (۲)

ہر بندے کو اسی (نیت) پر اٹھایا جائے گا جس پر اس کا انتقال ہوا۔

حضرت احنف رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ۔

جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ باہم مقابل ہوتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔

عرض کیا گیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) قاتل (کا جہنم میں جانا) تو ٹھیک ہے مقتول کیوں جائے گا؟

آپ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّهٗ اَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهٖ۔ (۳)

کیوں کہ اس نے اپنے مقابل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

مَنْ تَزَوَّجَ امْرَاَةً عَلٰى صَدَاقٍ وَهُوَ لَا يَنْوِيْ اَدَاءَهٗ فَهُوَ زَانٍ وَمَنْ اَدَانَ دَيْنًا وَهُوَ لَا يَنْوِيْ قَضَاءَهٗ فَهُوَ سَارِقٌ۔ (۴)

جو شخص کسی عورت سے مہر پر نکاح کرے اور اس کی ادائیگی کی نیت نہ ہو تو وہ زانی ہے اور جو آدمی قرض لے اور اس کو ادا کرنے کی نیت نہ ہو تو وہ چور ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ تَطَيَّبَ لِلّٰهِ تَعَالٰى جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرِيْحُهٗ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَمَنْ تَطَيَّبَ لِغَيْرِ اللهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرِيْحُهٗ

جو شخص اللہ تعالیٰ (کی رضا جوئی) کے لیے خوشبو لگائے تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ مہک رہی ہو گی اور جو آدمی غیر خدا کی

---

(۱)

(۲) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۸۷ کتاب الجنۃ

(۳) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۸۹ کتاب الفتن

(۴) الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۶۰۲ کتاب البیوع

اَنْتَنُ مِنَ الْجِيْفَةِ۔ (۱)

خاطر خوشبو لگائے وہ قیامت کے دن یوں آئے گا کہ اس کی بُو مردار سے زیادہ بدبودار ہو گی۔

آثار :

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بہترین عمل فرائض خداوندی کو ادا کرنا اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء سے بچنا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں نیت کا سچا ہونا ہے

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ عنہ کو لکھا کہ جان لیں! بندے کو اللہ تعالیٰ کی مدد اس کی نیت کے مطابق ملتی ہے جس کی نیت کمل ہو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد بھی کمل ہوتی ہے اور اگر نیت میں کمی ہو تو اسی کے مطابق مدد بھی کم ملتی ہے۔

بعض بزرگوں کا قول ہے کہ اکثر چھوٹے اعمال کو نیت بڑا کر دیتی ہے اور کئی بڑے کام نیت کی وجہ سے چھوٹے ہو جاتے ہیں۔

حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ نیکو کار کہ اس کی نیت تقویٰ کی ہوتی ہے اگر اس کے تمام اعضاء بھی دنیا سے متعلق ہو جائیں تو کسی دن اس کی نیت اسے اچھی نیت کی طرف لوٹا دے گی اور جاہل کا حال اس کے خلاف ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلے لوگ، عمل کے لیے نیت سیکھتے تھے جس طرح وہ عمل سیکھتے تھے۔

بعض علماء نے فرمایا عمل سے پہلے اس کے لیے نیت سیکھو اور جب تک تم نیکی کی نیت میں رہو گے تم بھلائی پر رہو گے۔

ایک طالب علم علماء کے پاس جا کر کہتا کہ کون ہے جو مجھے ایسے عمل کی راہ بتائے کہ اس کے باعث میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے لیے عامل رہوں کیوں کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ رات اور دن میں مجھ پر کوئی ایسا وقت آئے جس میں میں اللہ تعالیٰ کے لیے عمل نہ کرتا ہوں۔ اس سے کہا گیا تم نے اپنی حاجت کو پا لیا جس قدر ممکن ہو نیکی کرو پس جب تم تھک جاؤ یا اس کو چھوڑ دو تو اس عمل کی نیت کرو کیوں کہ نیت کرنے والا بھی عمل کرنے والے کی طرح نیک عمل کر رہا ہوتا ہے۔

اسی طرح بعض اسلاف نے فرمایا کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں اور تمہارے گناہ تمہارے علم سے مخفی ہیں لیکن تمہیں چاہیے کہ صبح و شام توبہ کرو اللہ تعالیٰ درمیان والے گناہ بخش دے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس آنکھ کے لیے خوشخبری ہے جو سو جائے اور گناہ کا ارادہ نہ کرے اور بے گناہی پر جاگے۔

---

(۱) مصنف عبدالرزاق جلد ۴ ص ۳۱۹ حدیث ۹۳۲۴۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگ قیامت کے دن اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔
حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ جب یہ آیت کریمہ پڑھتے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ۔ (۱)

اور ہم، تمہیں ضرور بضرور آزمائیں گے حتیٰ کہ ہم، تم میں سے مجاہدین کی پہچان کرا دیں اور تمہارے اچھے لوگوں کی آزمائش کریں۔

تو حضرت فضیل رحمہ اللہ رو پڑے اور اس آیت کو بار بار پڑھتے ہوئے فرماتے (یا اللہ!) اگر تو نے ہماری آزمائش کی تو ہم رُسوا ہو جائیں گے اور ہماری پردہ دری ہو جائے گی۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل جنت جنت میں اور جہنمی جہنم میں اپنی نیتوں کی وجہ سے ہمیشہ رہیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تورات میں لکھا ہوا ہے کہ جس عمل سے میری رضا مطلوب ہو وہ تھوڑا بھی زیادہ ہوتا ہے اور جس سے میرا غیر مقصود ہو وہ زیادہ بھی تھوڑا ہوتا ہے۔

حضرت بلال بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں بندۂ مومن آدمی جیسا قول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے قول کو نہیں چھوڑتا حتیٰ کہ وہ اس کے عمل کو دیکھتا ہے اور جب عمل کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ نہیں چھوڑتا یہاں تک کہ اس کے تقویٰ کو دیکھتا ہے اور اگر وہ پرہیز گاری اختیار کرے تو اسے نہیں چھوڑتا یہاں تک کہ اس کی نیت کو دیکھے۔ پس اگر اس کی نیت صحیح ہو تو اس لائق ہے کہ اس کے دوسرے کام بھی صحیح ہوں۔

تو اعمال کا ستون نیتیں ہیں عمل تو نیت کا محتاج ہے تاکہ وہ اس (نیت) کے ذریعے بہتر ہو جائے۔ جب کہ نیت ذاتی طور پر بہتر ہے اگرچہ کسی رکاوٹ کی وجہ سے عمل مشکل ہو جائے۔

فصل ۲:

حقیقتِ نیّت

جاننا چاہیے کہ نیت، ارادہ اور قصد مترادف الفاظ ہیں جو ایک ہی معنیٰ کے لیے آتے ہیں اور یہ ایک قلبی حالت و صفت ہے جس کو علم و عمل نے گھیر رکھا ہے علم پہلے ہوتا ہے کیوں کہ وہ اس کی اصل اور شرط ہے اور عمل نیت کے بعد ہوتا ہے کیوں کہ وہ اس کے تابع اور اس کی فرع ہے کیوں کہ ہر عمل یعنی ہر حرکت و سکون اختیاری ہے اور وہ تین باتوں یعنی علم ارادے اور قدرت سے پورا ہوتا اس لئے کہ انسان اسی چیز کا ارادہ کرتا ہے جس کا اسے علم ہوتا ہے لہٰذا علم ضروری ہے

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ محمد، آیت ۳۱

اور جب تک ارادہ نہ ہو عمل نہیں کرتا لہٰذا ارادہ ضروری ہے اور ارادے کا مطلب یہ ہے کہ دل ایسے کام کے لیے برانگیختہ ہو جسے وہ اپنی غرض کے موافق سمجھتا ہے چاہے فی الحال ہو یا مستقبل میں ــــــ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرح پیدا فرمایا کہ بعض امور اس کے موافق اور غرض کے مناسب ہوتے ہیں اور کچھ امور اس کے مخالف ہوتے ہیں، پس وہ موافق و مناسب کاموں کو اپنی طرف کھینچنے اور نقصان دہ باتوں کو جو اس کے نفس کے خلاف ہیں دور کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو مضر اور نفع بخش چیز کا ادراک حاصل کرنا اس کے لیے ضروری ہے تاکہ نفع بخش کو حاصل کرے اور نقصان دہ سے بھاگے۔ کیوں کہ جو شخص غذا کو نہیں دیکھتا اور نہ اس کی پہچان رکھتا ہے اس کے لیے اس کا کھانا ممکن نہیں ہوتا اور جو آگ کو نہ دیکھے اس کے لیے اس سے بھاگنا ممکن نہیں ہوتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور معرفت کو پیدا فرمایا اور اس کے لیے اسباب بنائے اور وہ ظاہری و باطنی اسباب ہیں (اور اس وقت) ان سے ہماری غرض نہیں۔

پھر اگر وہ غذا کو دیکھ لے اور جان لے کہ یہ اس کے موافق ہے تو پھر بھی اسے کھانے کے لیے اتنی بات کافی نہیں جب تک اس کی طرف میلان رغبت اور ایسی خواہش نہ ہو جو اس کی طرف برانگیختہ کرتی ہو کیوں کہ مریض غذا کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ اس کے موافق ہے لیکن رغبت اور میلان نہ ہونے کی وجہ سے اس کے لیے اس تک پہنچنا ممکن نہیں ہوتا۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف میلان رغبت اور ارادہ پیدا فرمایا یعنی اس کے نفس میں شوق اور دل میں توجہ رکھ دی۔

پھر یہ بات بھی کافی نہیں کتنے ہی لوگ کھانے کو دیکھتے ہیں اس میں رغبت بھی رکھتے ہیں اور اس کو کھانے کا ارادہ بھی ہوتا ہے لیکن وہ اپاہج ہونے کی وجہ سے اس سے عاجز ہوتے ہیں لہٰذا آدمی کے لیے قدرت اور متحرک اعضاء پیدا کیے گئے تاکہ اس تک پہنچنا مکمل ہو اعضاء طاقت کے بغیر حرکت نہیں کر سکتے اور طاقت ارادے کی منتظر ہوتی ہے یعنی دل میں یہ خیال پکا ہو کہ یہ چیز اس کے موافق ہے جب پختہ و مصمم معرفت حاصل ہو جاتی ہے کہ یہ کام موافق ہے اور اس کا کرنا ضروری ہے نیز کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہوتی جو اس سے پھیر دے تو ارادہ برانگیختہ ہوتا اور میلان ثابت ہوتا ہے پس جب ارادے میں حرکت پیدا ہوتی تو قدرت اعضاء کو متحرک کرنے کے لیے حرکت میں آتی ہے پس قدرت ارادے کی خادم ہے ارادہ اعتقاد و معرفت کے تابع ہے لہٰذا نیت اس صفت کا نام ہوا جو اعتقاد اور قدرت کے درمیان ہے اور یہ ارادہ اور نفس کا رغبت و میلان کی بنیاد پر غرض کے موافق کام کی طرف برانگیختہ ہونا ہے چاہے وہ فی الحال موافق ہو یا مستقبل میں ہو۔

پس پہلا محرک وہ غرض ہے جو مطلوب ہے اور اسی کو باعث کہا جاتا ہے اور یہ غرض یا باعث وہ مقصد ہے جس کی نیت کی گئی اور برانگیختگی قصد اور نیت کا نام ہے اور قدرت کا اعضاء کو حرکت دینے کے ذریعے ارادے کی خدمت کے لیے برانگیختہ ہونا عمل ہے البتہ بعض اوقات قدرت کا عمل کے لیے برانگیختہ کرنا ایک باعث کی بنیاد پر ہوتا ہے اور کبھی اس کے دو باعث ہوتے ہیں جو ایک فعل میں جمع ہوتے ہیں اور جب اس کے دو باعث ہوں تو بعض اوقات ایک باعث بھی قدرت کو برانگیختہ

کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے اور بعض اوقات دونوں الگ الگ اس کام سے قاصر ہوتے ہیں جب تک جمع نہ ہوں۔ اور بعض اوقات ایک بھی کافی ہوتا ہے لیکن دوسرا اس کا معاون ہوتا ہے لہٰذا اس سے چار اقسام پیدا ہوئیں ہم ان میں سے ہر ایک کا نام اور مثال بیان کرتے ہیں۔

(۱) ایک باعث تنہا ہو جیسے انسان پر درندہ حملہ آور ہوتا ہے تو وہ اسے دیکھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اس بات کا محرک صرف یہ ہے کہ وہ درندے سے بھاگ جانا چاہتا ہے وہ درندے کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ نقصان پہنچانے والا ہے تو اس کے دل میں بھاگنے کا خیال پیدا ہوتا ہے تو اس رغبت کے مطابق قدرت کام کرتی ہے پس کہا جاتا ہے کہ اس کی نیت درندے سے بھاگنا ہے اس اٹھنے کا کوئی دوسرا مقصد نہیں اس کو خالص نیت کہتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کو خالص عمل کہا جاتا ہے کیوں کہ اس کی غرض ایک ہی ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ عمل غیر کی مشارکت سے خالص ہے۔

۲۔ کسی عمل کے دو باعث ہوں لیکن دونوں الگ الگ مستقل ہوں محسوسات میں سے اس کی مثال یہ ہے کہ دو آدمی کسی چیز کو اٹھانے پر ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ لیکن اگر ان میں سے ایک بھی اسے اٹھانا چاہے تو اٹھا سکتا ہو۔ اس سلسلے میں مثال یہ ہے کہ کسی شخص کا قریبی رشتہ دار جو محتاج ہو وہ اس سے اپنی حاجت کے سلسلے میں سوال کرے اور یہ اس کی قرابت اور فقر کی وجہ سے اُس کی حاجت کو پورا کرے اور اسے معلوم ہے کہ اگر وہ محتاج نہ بھی ہوتا تو یہ اس کی حاجت کو قرابت کی وجہ سے پورا کرتا اور اگر قرابت نہ ہوتی تو محض فقر کی وجہ سے پورا کرتا اور دل میں اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ اگر اس کا کوئی مالدار رشتہ دار حاضر ہو تو اس کی حاجت کو پورا کرنے میں بھی رغبت رکھے گا اور اگر اجنبی فقیر ہو تو اس میں بھی رغبت ہوگی۔

اسی طرح ڈاکٹر کسی شخص کو کھانا چھوڑنے کا حکم دیتا ہے اور یوم عرفہ (نو ذوالحجہ) کا دن آجاتا ہے پس وہ روزہ رکھتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اگر نو ذوالحجہ کا دن نہ ہوتا تو وہ پرہیز کی وجہ سے کھانا چھوڑ دیتا ہے اور اگر پرہیز کا مسئلہ نہ ہوتا تو یوم عرفہ کی وجہ سے کھانا ترک کرتا۔

اور اب دونوں سبب جمع ہیں پس وہ اس کام کی طرف بڑھتا ہے اور دوسرا سبب پہلے سبب کا رفیق بنتا ہے تو اس صورت کو ہم مرافقت کہتے ہیں کیوں کہ دونوں سبب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

۳۔ دونوں سبب الگ الگ کافی نہ ہوں لیکن جب جمع ہو جائیں تو طاقت کو برانگیختہ کر سکتے ہوں اس کی مثال محسوس چیزوں میں یہ ہے کہ دو کمزور آدمی ایک چیز کو مل کر اٹھاتے ہیں جس کو دونوں الگ الگ نہیں اٹھا سکتے ہمارے موضوع سے متعلق اس کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص کا مالدار رشتہ دار اس کا قصد کرکے اس سے ایک درہم مانگے اور وہ اسے نہ دے لیکن کوئی اجنبی مانگے تو اسے دے دے پھر غریب رشتہ دار مانگے تو اسے دے دے تو اس صورت میں اس کے ارادے کا باعث قرابت اور فقر دونوں کا مجموعہ ہے اسی طرح ایک شخص لوگوں کے سامنے ثواب اور تعریف کی غرض سے صدقہ

کرتا ہے اور اگر وہ اسے تنہائی میں ملتا تو محض ثواب کا حصول اسے صدقہ دینے پر برانگیختہ نہ کرتا اور اگر مانگنے والا فاسق ہوتا کہ اسے دینے سے ثواب نہ ہوتا تو محض دکھاوا اسے دینے پر مجبور نہ کرتا اور اگر دانوں باتیں جمع ہو جائیں تو ان سے دل کو تحریک ہوتی اس جنس کو ہم مشارکت کہتے ہیں۔

۴۔ دو سببوں میں سے ایک مستقل ہے جو تنہا بھی کارگر ہو سکتا ہے لیکن دوسرا مستقل نہیں ہے لیکن جب اسے پہلے کے ساتھ ملایا جائے تو اس کا مددگار بن کر آسانی پیدا کر دیتا ہے محسوسات میں اس کی مثال یہ ہے کہ بوجھ اٹھانے میں کمزور آدمی، طاقتور کی مدد کرے اگر طاقتور آدمی اکیلا بھی اٹھانا چاہے تو اٹھا سکتا ہے لیکن کمزور آدمی تنہا نہیں اٹھا سکتا۔ لیکن اس کی وجہ سے کام آسان ہو جاتا ہے اور کمزور شخص اس آسانی میں موثر ہوتا ہے۔

ہمارے موضوع سے متعلق اس کی مثال اس طرح ہے کہ ایک آدمی نماز کا وظیفہ بھی کرتا ہے اور صدقہ دینے کا عادی بھی ہے اب اتفاق سے کچھ لوگ آ گئے تو ان کو دیکھنے کی وجہ سے کام آسان ہو گیا اور وہ دل سے جانتا ہے کہ اگر وہ تنہا ہوتا تو بھی اس کے عمل میں کوتاہی نہ ہوتی اور وہ اس بات کو بھی جانتا ہے کہ اگر اسے اطاعت کا خیال نہ بھی ہوتا تو بھی محض ریاکاری اسے اس عمل پر مجبور نہ کرتی تو اس قسم کی نیت میں کسی قدر آمیزش ہو جاتی ہے اس جنس کو معاونت کہتے ہیں۔

تو دوسرا باعث رفیق ہوتا ہے یا شریک یا معین، اور ہم اس بات کو اخلاص کے باب میں بیان کریں گے اس وقت ہمارا مقصود نیتوں کی اقسام بیان کرنا ہے کیوں کہ عمل نیت کے تابع ہوتا ہے اس کا ذاتی حکم نہیں ہوتا بلکہ متبوع کا حکم ہی اس کا حکم ہوتا ہے۔

فصل ۳:

مومن کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے کا کیا مطلب ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ۔ (۱) مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے

جاننا چاہیے کہ بعض اوقات اس ترجیح کے بارے میں یہ گمان ہوتا ہے کہ نیت ایک پوشیدہ چیز ہے جس پر صرف اللہ تعالیٰ ہی مطلع ہے اور عمل ظاہر ہے جب کہ پوشیدہ عمل کو فضیلت حاصل ہوتی ہے اور یہ صحیح بات ہے لیکن یہ بات مراد نہیں ہے کیوں کہ اگر کوئی شخص دل سے ذکر کرنے کی نیت کرے یا مسلمانوں کی بھلائی کے بارے میں غور و فکر کرے تو

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۶ ص ۱۸۵، ۱۸۶ حدیث ۵۹۴۲

عموم حدیث کی وجہ سے تفکر کی بجائے نیت بہتر ہونی چاہیے۔

اور کبھی یہ گمان کیا جاتا ہے کہ ترجیح کا سبب یہ ہے کہ نیت عمل کے آخر تک رہتی ہے جب کہ عمل کو دوام نہیں ہوتا لیکن یہ بات بھی کمزور ہے کیوں کہ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ کثیر عمل، تھوڑے عمل کے مقابلے میں بہتر ہے حالاں کہ یہ بات نہیں کیوں کہ نماز کے افعال کی نیت بعض اوقات دائمی نہیں ہوتی بلکہ چند لمحات پر مشتمل ہوتی ہے جب کہ اعمال میں دوام ہوتا ہے اور عموم اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہو۔

بعض اوقات اس کا مطلب یوں بیان کیا جاتا ہے کہ محض نیت اس عمل سے بہتر ہے جو نیت سے خالی ہو اور بات یہی ہے لیکن اس کا مراد ہونا بعید ہے کیوں کہ نیت کے بغیر یا غفلت کے ساتھ عمل میں کوئی خیر نہیں یا اور محض نیت بہتر ہے اور ظاہر ترجیح ان امور میں ہوتی ہے جو اصل خیر میں مشترک ہوں۔

بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر عبادت نیت اور عمل سے مشترک ہوتی ہے اور نیت بھی ایک قسم کی نیکی ہے جب کہ عمل بھی ایک نیکی ہے تو عمل کی نسبت نیت سب سے بہتر نیکی ہے یعنی ہر ایک کا مقصود میں اثر ہوتا ہے لیکن عمل کی نسبت، نیت کا اثر زیادہ ہوتا ہے پس مطلب یہ ہوا کہ مومن کی نیت جو تمام عبادات میں ہے اس کے عمل سے بہتر ہے جبکہ عمل بھی ایک اطاعت ہے غرض یہ ہے کہ بندے کو نیت اور عمل دونوں کا اختیار ہے اور یہ دونوں عمل ہیں لیکن ان دونوں میں سے نیت بہتر ہے۔ تو حدیث شریف کا یہ مفہوم ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ نیت عمل سے کس طرح بہتر ہے اور اس کی عمل پر ترجیح کا کیا سبب ہے تو اس بات کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو دین کے مقصود اور اس کے طریقے کی سمجھ رکھتا ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ مقصود تک پہنچنے کا طریقہ کیا ہے؟ وہ بعض اثرات کو دوسرے بعض پر قیاس کرے حتیٰ کہ مقصود کی نسبت سے زیادہ ترجیح والے اثرات ظاہر ہوں پس جو شخص کہتا ہے کہ روٹی، پھل سے بہتر ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ جسمانی غذا ہونے کے اعتبار سے روٹی بہتر ہے اور اس بات کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے۔ جو اس بات کو سمجھے کہ غذا کا مقصد صحت اور بقا ہے اور غذاؤں کے مختلف اثرات ہیں وہ ہر اثر کو سمجھے اور بعض کو بعض پر قیاس کرے۔

پس عبادات دلوں کی غذائیں ہیں اور مقصود دلوں کی شفا اور بقا ہے نیز یہ کہ آخرت میں سلامت رہیں، سعادت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے لطف اندوز ہوں غرضیکہ مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے سعادت مندی کا حصول ہے اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے لطف اندوز وہی شخص ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے عرفان پر دنیا سے رخصت ہو اور اس سے محبت وہی شخص کرتا ہے جو اس کی معرفت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اُنس بھی اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو اس کا طویل ذکر کرتا ہے پس اُنس، دوام ذکر کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور معرفت، دوام فکر سے حاصل ہوتی ہے اور معرفت کے بعد محبت ضرور آتی ہے اور دائمی ذکر و فکر کے لیے دل اسی وقت فارغ ہوتا ہے جب دنیوی مشاغل

سے فارغ ہو اور مشاغل سے فراغت اسی وقت ہوتی ہے جب خواہشات سے علیحدگی ہو حتیٰ کہ وہ نیکی کی طرف مائل ہو اور اس کا ارادہ کرے شر سے نفرت کرے اور بغض رکھے جب کہ نیکیوں اور عبادات کی طرف میلان اس وقت ہوتا ہے جب معلوم ہو کہ آخروی سعادت کا دارومدار اسی بات پر ہے جس طرح عقل مند آدمی پچھنے لگوانے اور خون نکلوانے کی طرف مائل ہوتا ہے کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ ان دونوں کاموں میں سلامتی ہے۔

اور جب اصل میلان معرفت سے حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی مواظبت (ہمیشگی) کی ضرورت ہوتی ہے جو عمل سے حاصل ہوتی ہے کیوں کہ دل کی صفات اور ارادے کے تقاضے کے مطابق مواظبت عمل کے ذریعے غذا کی جگہ اختیار کرتی ہے حتیٰ کہ قلبی صفت مضبوط ہو جاتی ہے پس جو شخص علم یا اقتدار کا خواہش مند ہوتا ہے ابتداء میں اس کا میلان کمزور ہوتا ہے پس اگر وہ میلان کے تقاضے کے پیچھے چلے اور علم میں تیز اقتدار کو بڑھانے اور اس کے لیے مطلوبہ اعمال میں مشغول ہو تو اس کا میلان پکا اور راسخ ہو جاتا ہے اور اس سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے اور اگر وہ میلان کے تقاضے کے خلاف چلے تو میلان کمزور پڑ جاتا ہے اور ٹوٹ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات زائل ہو جاتا ہے اور مٹ جاتا ہے اسی طرح ان تمام صفات، نیکیوں اور عبادات کا معاملہ ہے جن سے آخرت کا ارادہ کیا جاتا ہے اور تمام برائیوں سے دنیا کا ارادہ کیا جاتا ہے آخرت مقصود نہیں ہوتی اور نفس کا اخروی بھلائیوں کی طرف میلان اور دنیوی مفاسد سے اس کو پھیرنا ہی دل کو ذکر و فکر کے لیے فارغ کرتا ہے اور یہ بات اسی وقت پختہ ہوتی ہے جب نیک کاموں پر مواظبت ہو اور اعضاء سے گناہوں کے ارتکاب کو ترک کیا جائے کیونکہ اعضاء اور دل کے درمیان ایک تعلق ہے حتیٰ کہ یہ ایک، دوسرے سے متاثر ہوتے ہیں تم دیکھتے ہو کہ جب کوئی عضو زخمی ہوتا ہے تو اس سے دل کو تکلیف پہنچتی ہے اور جب کسی عزیز کی موت پر دل کو رنج پہنچتا ہے یا کسی خوف ناک بات سے دل غمگین ہوتا ہے تو اس سے اعضاء بھی متاثر ہوتے ہیں بدن کانپتا ہے اور رنگ بدل جاتا ہے البتہ فرق یہ ہے کہ دل اصل اور متبوع ہے گویا وہ امیر اور حاکم ہے اور اعضاء خدام کی طرح ہیں۔

اعضاء دل کے خادم ہیں کیوں کہ ان کی صفات اس میں پختہ ہوتی ہیں پس دل ہی مقصود ہے اور اعضاء آلات ہیں جو مقصود تک پہنچاتے ہیں۔

اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ لَهَا سَائِرُ الْجَسَدِ (1)

بے شک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ ٹھیک ہوتا ہے تو اس کے لیے تمام جسم ٹھیک رہتا ہے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا مانگی۔

---

(1) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۸ کتاب المساقات۔

اَللّٰھُمَّ اَصْلِحِ الرَّاعِیَ وَالرَّعِیَّۃَ۔ (۱) یا اللہ! نگران اور رعایا دونوں کو درست کردے۔

آپ نے راعی (نگران) سے دل مراد لیا اور ارشاد خداوندی ہے۔

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَاؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ (۲) اللہ تعالیٰ تک ان (جانوروں) کا گوشت ہرگز نہیں پہنچتا لیکن اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

اور تقویٰ دل کی صفت ہے ـــــ اسی اعتبار سے ضروری ہے کہ دل کے اعمال مطلقاً اعضاء کی حرکات سے افضل ہوں پھر یہ بھی ضروری بات ہے کہ ان سب میں سے نیت افضل ہو کیوں کہ یہ دل کا نیکی کی طرف میلان اور ارادہ ہے اور اعضاء کے ذریعے اعمال سے ہماری غرض دل کو نیکی کے ارادے کا عادی بنانا اور اس کی طرف میلان کو پکا کرنا ہے تاکہ وہ دنیوی خواہشات سے فارغ ہو اور ذکر و فکر کی طرف متوجہ ہو پس غرض کے حوالے سے وہ لازماً بہتر ہے جیسے کسی شخص کے معدے میں درد ہو تو اس کا علاج یوں کرتے ہیں کہ سینے پر لیپ کرتے ہیں اور دوائی پلاتے ہیں جو معدے تک پہنچتی ہے تو لیپ کی نسبت دوائی پلانا بہتر ہے کیوں کہ لیپ سے مقصود بھی یہی ہوتا ہے کہ اس کا اثر معدے تک پہنچے وہ زیادہ بہتر اور زیادہ نفع بخش ہے۔

پس نیکیوں کی تاثیر کو بھی اسی طرح سمجھنا چاہیے کیوں کہ ان سے دل کو بدلنا اور صفات میں تبدیلی لانا مقصود ہوتا ہے اعضاء میں تبدیلی مقصد نہیں تمہیں یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ پیشانی کو زمین پر رکھنے کی غرض پیشانی اور زمین کو جمع کرنا ہے بلکہ عادت یہی ہے کہ اس سے دل میں صفتِ تواضع پختہ ہوتی ہے کیوں کہ جس شخص کے دل میں تواضع پائی جاتی ہو جب وہ اعضاء کو تواضع کی صورت دے گا تو اس سے دل میں تواضع پختہ ہو جائے گی اور جس آدمی کے دل میں یتیم بچے پر نرمی کرنے کی صفت موجود ہو جب وہ اس بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے اور اسے بوسہ دیتا ہے تو دل میں پائی جانے والی نرمی مضبوط ہو جاتی ہے اسی وجہ سے نیت کے بغیر عمل بالکل فائدہ نہیں دیتا کیوں کہ جو شخص یتیم بچے کے سر پہ ہاتھ پھیرے اور اس کا دل غافل ہو یا وہ اپنے خیال میں کپڑے پر ہاتھ پھیر رہا ہے تو اس کے اعضاء کا اثر دل تک نہیں پہنچے گا کہ اسے پختہ کردے اسی طرح جو شخص غفلت میں سجدہ کرتا ہے اور اس کا دل دنیوی خیالات میں مصروف ہے تو اس کی پیشانی سے اور اسے زمین پہ رکھنے سے دل پر کوئی اثر نہیں ہوگا جس سے تواضع پختہ ہو جائے اس لیے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور مقصود کی نسبت سے جس عمل کا وجود و عدم برابر ہو وہ عمل باطل ہوتا ہے پس کہا جاتا ہے کہ نیت کے بغیر عبادت باطل ہے اور جب غفلت میں کرے تو یہی صورت ہوتی ہے۔

---

(۱) الاسرار المرفوعۃ ص ۶۷ حدیث ۲۲۵

(۲) قرآن مجید، سورۃ الحج آیت ۳۷

اور جب عبادت سے ریاکاری یا کسی دوسرے شخص کی تعظیم مقصود ہو تو اس کا وجود معدوم کی طرح نہیں ہوتا بلکہ برائی میں اضافہ ہوتا ہے یعنی جس صفت کی تاکید مطلوب تھی وہ حاصل نہ ہوئی بلکہ جس کا قلع قمع مقصود تھا اس کی تاکید ہوئی۔ اور یہ ریاکاری ہے جو دنیا کی طرف میلان ہے۔

اس اعتبار سے نیت عمل سے بہتر ہے اور اسی بات سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا معنیٰ سمجھ آتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ۔ (۱)

جو شخص نیکی کا ارادہ کرے لیکن اس پر عمل نہ کر سکے اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔

کیوں کہ دل کا ارادہ ہی نیکی کی طرف جھکاؤ اور میلان اور خواہش نیز دنیوی محبت سے انحراف ہے اور یہ تمام نیکیوں کی انتہا ہے عمل کے ساتھ اس کی تکمیل اس کی تاکید میں اضافہ کرتی ہے پس قربانی کا خون بہانے کا مقصد خون اور گوشت نہیں بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ دل دنیا کی محبت سے پھر جائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دیتے ہوئے مال خرچ کیا جائے اور یہ صفت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب نیت اور ارادہ پختہ ہو اگرچہ عمل کے راستے میں کوئی رکاوٹ آ جائے لہٰذا اللہ تعالیٰ تک تمہارے (جانوروں) کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے اور تقویٰ یہاں ہے (یعنی دل میں ہے) اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ قَوْمًا بِالْمَدِينَةِ قَدْ شَرَكُونَا فِي جِهَادِنَا۔ (۱)

بے شک مدینہ طیبہ میں ایک جماعت ہے جو ہمارے ساتھ جہاد میں شریک ہیں۔

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے —— کیوں کہ ان کے دلوں میں بھلائی کا سچا ارادہ پایا جاتا ہے۔ وہ مال و جان خرچ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں طلب شہادت اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے میں رغبت بھی رکھتے ہیں جس طرح یہ باتیں ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں جو جہاد کے لیے باہر نکلے ان میں فرق صرف یہ ہے کہ یہ اپنے جسموں کے ذریعے جہاد میں شریک نہیں ہیں کیوں کہ ان کو خاص رکاوٹیں درپیش ہیں جن کا تعلق ایسے اسباب سے ہے جو دل سے خارج ہیں اور مطلوب تو صرف ان صفات کو پختہ کرنا ہے۔

ان معانی کے اعتبار سے ان تمام احادیث کی سمجھ آ جائے گی جو ہم نے نیت کی فضیلت کے ضمن میں ذکر کی ہیں تو ان کو ان معانی کے مطابق کریں تاکہ ان کے اسرار تم پر واضح ہوں ہم دوبارہ ذکر کر کے بات کو لمبا کرنا نہیں چاہتے۔

---

(۱) صحیح مسلم جلد اول ص ۸۷ کتاب الایمان

(۲) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۹ ص ۲۴ کتاب السیر

فصل نمبر ۴:

نیت سے متعلق اعمال کی فضیلت

اگرچہ اعمال کی بے شمار اقسام ہیں مثلاً فعل، قول، حرکت، سکون، حصول نفع دفع ضرر، فکر اور ذکر وغیرہ لیکن بنیادی طور پر ان کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ عبادات (۲) گناہ (۳) مباح امور (جائز کام)

پہلی قسم یعنی گناہوں میں نیت کی وجہ سے کوئی تبدیلی نہیں آتی لہٰذا کسی جاہل کو حدیث شریف "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) سے یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ نیت سے گناہ، نیکی میں بدل جائے گا جیسے ایک شخص کسی آدمی کی دلجوئی کے لیے کسی دوسرے کی غیبت کرے یا کسی کے مال سے فقیر کو کھانا کھلائے یا حرام مال سے کوئی مدرسہ یا مسجد یا سرائے بنائے اور اس کا ارادہ اچھا ہو یہ سب جہالت کی باتیں ہیں نیت اس کو ظلم و زیادتی یا گناہ ہونے سے نکالنے میں مؤثر نہیں ہوگی بلکہ شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بُرے کام سے اچھا ارادہ کرنا مزید شر ہے اگر وہ یہ بات جانتا ہے تو وہ شریعت کا دشمن ہے اور جہالت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے تو جہالت کے باعث گناہ گار ہوگا کیوں کہ ہر مسلم پر طلب علم فرض ہے اور اچھے کاموں کا اچھا ہونا شریعت سے معلوم ہوتا ہے تو کسی شر کا خیر ہونا کیسے ممکن ہوگا یہ بات نہایت بعید ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ شہوت خفی اور باطنی خواہش دل میں یہ بات ڈالتی ہے کیوں کہ جب دل طلب جاہ و مرتبہ اور لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی طرف جھکتا ہے اور تمام نفسانی فوائد حاصل کرنا چاہتا ہے تو شیطان کو موقع مل جاتا ہے کہ جاہل آدمی کو دھوکہ دے۔

اسی لیے حضرت سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جہالت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں ہوتی آپ سے پوچھا گیا اے ابو محمد! کیا آپ کے نزدیک جہالت سے زیادہ سخت بھی کوئی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں جہالت کی خبر نہ ہونا آپ نے بجا فرمایا کیوں کہ جب جہالت سے غفلت ہو تو سیکھنے کا دروازہ مکمل طور پر بند ہوتا ہے جس شخص کا یہ خیال ہو کہ وہ عالم ہے تو وہ کیسے سیکھے گا! اسی طرح علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت سب سے افضل ہے اور علم کی بنیاد، علم کے بارے میں علم کا ہونا ہے جیسے جہالت کی بنیاد جہالت سے جاہل رہنا ہے کیوں کہ جو شخص علمِ نافع اور نقصان دِہ علم میں امتیاز نہیں کر سکتا وہ ان خود ساختہ علوم میں مشغول ہوتا ہے جن پر لوگ اوندھے پڑے ہوئے ہیں اور وہ حصول دنیا کے وسائل ہیں۔ یہی بات جہالت کا مادہ اور فسادِ عالم کا منبع ہے۔

مقصود یہ ہے کہ جو شخص جہالت کی وجہ سے گناہ کے ذریعے نیکی حاصل کرنا چاہتا ہے وہ معذور نہیں ہے ہاں (اس وقت معذور تھا) جب اسلام کا ابتدائی دور تھا۔ اور ابھی تک حصول علم کی مہلت نہ ملی ارشاد خداوندی ہے۔

فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ (۱) — اہل علم سے پوچھو اگر تم علم نہیں رکھتے ۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يُعْذَرُ الْجَاهِلُ عَلَى الْجَهْلِ وَلَا يَحِلُّ لِلْجَاهِلِ اَنْ يَسْكُتَ عَلٰى جَهْلِهٖ وَلَا لِلْعَالِمِ اَنْ يَسْكُتَ عَلٰى عِلْمِهٖ ۔ (۲) — جاہل، جہالت کی وجہ سے معذور نہیں سمجھا جائے گا اور جاہل کو اپنی جہالت پر اور عالم کو اپنے علم پر خاموشی اختیار کرنا جائز نہیں (مطلب یہ ہے کہ جاہل سیکھے اور عالم سکھائے)

جو لوگ حرام مال سے مساجد اور مدارس بنا کر بادشاہوں کا قرب حاصل کرتے ہیں وہ ان علماء سوء کے قریب قریب ہیں جو بیوقوف اور شر پسند لوگوں کو سکھاتے ہیں جو فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں ان کا کام صرف اور صرف یہ ہے کہ علماء سے لڑیں بیوقوف لوگوں کو گمراہ کریں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کریں دنیوی مال و متاع جمع کریں اور بادشاہوں، یتیموں اور مساکین کا مال حاصل کریں یہ لوگ جب علم حاصل کرتے ہیں تو وہ راہ خداوندی کے ڈاکو بن جاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے شہر میں دجال کا نائب بن جاتا ہے دنیا پر کتوں کی طرح جھک پڑتے ہیں اور خواہشات کی پیروی کرتے ہیں یہ لوگ تقویٰ سے دور رہتے ہیں اور ان کو دیکھ کر لوگوں کو گناہ کی جرأت ہوتی ہے پھر یہ علم ان جیسے لوگوں تک نسل در نسل پہنچتا ہے اور وہ بھی اس علم کو برائی اور اتباعِ خواہش کا آلہ اور وسیلہ بناتے ہیں یہ سلسلہ مسلسل چلتا ہے اور اس سب خرابی کا وبال اس معلم پر ہوتا ہے جو ایسے لوگوں کی نیت اور ارادے کی خرابی کو دیکھنے کے باوجود انہیں سکھاتا ہے اور اس کے طرح طرح کے گناہوں کو جو قول، فعل اور کھانے پینے اور لباس سے متعلق ہیں، آنکھوں سے دیکھا اور اس کو تعلیم دینا ترک نہ کیا اس طرح کا عالم دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے لیکن اس کے آثارِ شر دنیا میں ہزار دو ہزار سال تک پھیلتے رہتے ہیں اور وہ شخص اچھا ہے جس کی موت کے ساتھ ہی اس کے گناہوں کا خاتمہ ہو جائے پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ اس قسم کے علماء جہالت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور اس سے میرا ارادہ علم دین کو پھیلانا ہے اب اگر وہ اس علم کو فساد پھیلانے میں استعمال کرتا ہے تو اس کا قصور ہے میرا نہیں میں نے تو صرف یہ ارادہ کیا تھا کہ اس سے بھلائی پر مدد حاصل کرے تو اس کا یہ قول جاہ و اقتدار کی محبت لوگوں کو اپنا تابع بنانا اور علم کی بلندی سے دوسروں پر فخر کرنا ہے وہ ان باتوں کو اپنے دل میں اچھا سمجھتا ہے اور اس محبتِ اقتدار کے واسطے سے شیطان اسے دھوکہ دیتا ہے۔

لیکن معلوم نہیں وہ اس بات کا کیا جواب دے گا کہ اگر وہ کسی ڈاکو کو تلوار دے اور اس کے لیے گھوڑا اور دیگر سامان تیار کرے کہ اس کے ذریعے وہ اپنے مقصود پر مدد حاصل کرے اور اب یہ شخص کہے کہ میں نے مال خرچ کیا اور سخاوت

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ انبیاء آیت ۷

(۲) مجمع الزوائد جلد اول ص ۱۶۲، ۱۶۵ کتاب العلم

کی اور اللہ تعالیٰ کی عمدہ صفات کو اپنایا اور اس سے میری غرض یہ تھی کہ وہ اس تلوار اور گھوڑے کے ذریعے راہِ خداوندی میں جہاد کرے اور غازی کے لیے یہ سامان تیار کرنا بہت بڑی عبادت ہے اب اگر اس نے اس قوت کو ڈاکہ زنی میں استعمال کیا تو وہ خود گناہ گار ہے۔

تو اس بات پر فقہاء کا اجماع ہے کہ یہ کام (ڈاکو کی اس طرح مدد کرنا) حرام ہے حالانکہ سخاوت اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ پسندیدہ صفت ہے حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالَىٰ ثَلٰثَمِائَةِ خُلُقٍ مَنْ تَقَرَّبَ إِلَيْهِ بِوَاحِدٍ مِنْهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَأَحَبُّهَا إِلَيْهِ السَّخَاوَةُ۔

بے شک اللہ تعالیٰ کی تین سو صفات ہیں جو شخص ان میں سے ایک کے ذریعے بھی قرب حاصل کرے جنت میں جائے گا اور ان میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ سخاوت ہے

تو کیا وجہ ہے کہ اس سخاوت کو حرام کیا اور اس ظالم ڈاکو کے قرینۂ حال کو دیکھنا ضروری قرار دیا پس جب اس کی عادت ظاہر ہو گئی کہ وہ تلوار کے ذریعے برائی پر مدد حاصل کرتا ہے تو مناسب یہی ہے کہ اس سے تلوار چھیننے کی کوشش کی جائے نہ یہ کہ اپنی طرف سے تلوار دے کر اس کی مدد کی جائے تو علم بھی ایک ہتھیار ہے جس کے ذریعے شیطان اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف لڑائی لڑی جاتی ہے اور بعض اوقات اس سے دشمنانِ خدا کو مدد پہنچتی ہے جیسے خواہشاتِ انسانی میں پس جو شخص ہمیشہ دین پر دنیا کو اور آخرت پر خواہشات کو ترجیح دیتا ہو اور وہ کم علمی کی وجہ سے اس مقصود کے حصول سے عاجز ہو تو اس کی امداد کس طرح جائز ہو گی کہ اسے کس قسم کا علم دیا جائے جس کے ذریعے خواہشات تک پہنچنا ممکن ہو۔

بلکہ ہمارے اسلاف کا طریقہ یہ تھا کہ جو لوگ ان کے پاس آتے جاتے تھے وہ ان کے حالات کی چھان بین کیا کرتے تھے اگر وہ ان میں نوافل کے سلسلے میں کوتاہی دیکھتے تو اس بات کو برا جانتے اور ان کی تعظیم چھوڑ دیتے۔ اور اگر وہ ان میں کوئی گناہ یا حرام کو حلال سمجھتا دیکھ لیتے تو ان سے قطع تعلق کرتے اور اپنی مجالس سے ان کو نکال دیتے ان کو تعلیم دینا تو درکنار ان سے گفتگو بھی نہ کرتے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایک مسئلہ سیکھتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا بلکہ اس کو دوسرے مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے وہ تو برائی کا آلہ طلب کر رہا ہے اور تمام علماء سلف نے بدکار عالم سے پناہ مانگی ہے بدکار جاہل سے نہیں منقول ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک شخص کئی سال تک آتا رہا پھر اتفاقاً آپ نے اس سے منہ پھیر لیا اس کا بائیکاٹ کیا اور اس سے گفتگو کرنا چھوڑ دیا وہ اس تبدیلی کا سبب بار بار پوچھتا لیکن آپ نہ بتاتے بالآخر کافی اصرار کے بعد آپ نے فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ تو نے اپنی دیوار کو سڑک کی جانب

---

(۱) تذکرۃ الموضوعات ص ۱۲ باب اوصافہ المتشابہۃ

سے گارا لگایا ہے اور قدِ آدم کے برابر مٹی لی ہے اور وہ مسلمانوں کے راستے کا کنارہ ہے لہٰذا تو علم کو منتقل کرنے کے لائق نہیں ہے تو اسلاف طالبانِ علم کی نگرانی اس طرح کرتے تھے۔

اس قسم کی مثالیں غبی اور شیطان کے پجاری لوگوں پر مخفی رہتی ہیں اگرچہ ان کے اوپر چادریں ہوں اور ان کی آستینیں کھلی ہوں زبان دراز مقرر ہوں اور بہت زیادہ علم رکھتے ہوں لیکن یہ علم دنیا سے ڈرانے اور روکنے نیز آخرت کی ترغیب اور اس کی دعوت پر مشتمل نہ ہو بلکہ اس علم کا تعلق مخلوق سے ہو اس کے ذریعے دنیوی حرام مال جمع کرتے ہیں، لوگوں کو اپنے پیچھے لاتے ہیں اور ساتھیوں سے آگے بڑھ بڑھ کر بیٹھتے ہیں۔

تو نتیجہ یہ ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے" نیکیوں اور محض جائز امور کے ساتھ خاص ہے گناہ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں کیوں کہ نیت اور ارادے کی وجہ سے نیکی گناہ میں بدل جاتی ہے اور مباح کام نیت کی بنیاد پر گناہ اور عبادت دونوں سے بدل سکتا ہے لیکن گناہ، نیت کی وجہ سے نیکی میں کبھی نہیں بدلتا۔ ہاں اس میں نیت کا دخل ہوتا ہے یعنی جب اس میں کئی خبیث نیتیں شامل ہوں تو اس کا گناہ بڑھ جاتا ہے اور سزا بھی زیادہ ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے توبہ کے بیان میں ذکر کیا ہے۔

دوسری قسم — اعمال کی دوسری قسم عبادات پر مشتمل ہے تو عبادات کا نیت سے دو طرح کا تعلق ہوتا ہے ایک ان کا صحیح قرار پانا اور دوسرا ان کی فضیلت کا دو چند ہو جانا عبادت کی صحت کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت مقصود ہو کسی غیر کی نہیں اگر دکھاوے کی نیت ہوگی تو یہ گناہ قرار پائے گا اور فضیلت میں اضافے کی صورت یہ ہے کہ ایک عبادت میں کئی اچھی نیتیں پائی جائیں اس طرح ہر نیت کا الگ ثواب ملے گا کیوں کہ ہر نیت مستقل نیکی ہے اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا بڑھتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے (۱)

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مسجد میں بیٹھتا ہے تو یہ بیٹھنا ایک کارِ ثواب ہے اور ممکن ہے اس کئی نیتیں جمع ہوں حتیٰ کہ متقی لوگوں کے اعمال کی فضیلت حاصل ہو جائے اور اس کے ذریعے مقربین کے درجہ تک پہنچ جاتے پہلی نیت یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور اس میں داخل ہونے والا اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کی نیت کرے اور اس بات کی امید رکھے جس کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وعدہ فرمایا ہے آپ نے فرمایا۔

مَنْ قَعَدَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَدْ زَارَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَحَقٌّ عَلَى الْمَزُوْرِ اِكْرَامُ زَائِرِهٖ۔ (۲)

جو شخص مسجد میں بیٹھتا ہے اس نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی اور جس کی زیارت (یا ملاقات) کی جائے اس پر لازم ہے کہ زیارت کرنے والے کی عزت افزائی کرے۔

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۹۶ مرویات ابوہریرہ (۲)

دوسری نیت یہ کہ نماز کے بعد نماز کے انتظار میں ہے تو وہ نماز کا منتظر ہی شمار ہو گا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کا یہی مطلب ہے فرمایا۔

وَرَابِطُوا۔ (۱) اور (نمازوں کی) حفاظت کرو۔ (یا اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرو)

تیسری نیت کان، آنکھ اور دیگر اعضاء کو حرکات اور ترددات سے روک کر رہبانیت اختیار کرنا ہے کیوں کہ مسجد میں اعتکاف روزے کی طرح رکنے کا نام ہے اور یہ ایک قسم کی رہبانیت ہے

اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رَهْبَانِيَّةُ اُمَّتِيْ اَلْقُعُوْدُ فِي الْمَسَاجِدِ۔ (۲) میری امت کی رہبانیت مساجد میں بیٹھنا ہے۔

چوتھی نیت اپنی ہمت کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر محدود کرنا ہے اور آخرت کی فکر کے سلسلے میں راز کا پیچھا کرنا اور مسجد میں گوشہ نشینی کے ذریعے ان مشاغل کو دور کرنا جو اس کے راستے میں رکاوٹ ہیں۔

پانچویں نیت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے یا سننے اور اس کی یاد کے لیے علیحدگی اختیار کرنا ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے

مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى اَوْ يُذَكِّرُ بِهٖ كَانَ كَا لْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ (۳) جو شخص صبح کے وقت مسجد میں جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے یا اس کے ذکر کی تلقین کرے وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔

چھٹی نیت یہ ہے کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے ذریعے علم کا فائدہ پہنچائے کیوں کہ مسجد ایسے لوگوں سے خالی نہیں ہوتی جو اپنی نماز میں بھول جاتے ہیں یا ایسا کام کرتے ہیں جو جائز نہیں پس یہ ان کو اچھے کام کا حکم دے اور دین کی طرف راہنمائی کرے تاکہ وہ اس بھلائی میں شریک ہو جو وہ سیکھیں اور یوں اس کی نیکیوں میں اضافہ ہو۔

ساتویں نیت یہ کہ کسی دینی بھائی سے استفادہ کرے کیوں کہ یہ غنیمت اور اخروی گھر کے لیے ذخیرہ ہے اور مسجد میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو دیندار اور اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے والے ہیں۔

آٹھویں نیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہوئے اور اس بات کے خوف سے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے گھر میں ایسا کام نہ ہو جائے جس سے اس گھر کی عزت میں فرق پڑتا ہے، وہ گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ آل عمران آیت ۲۰۰

(۲) تذکرۃ الموضوعات ص ۳۷ باب فضل المسجد

(۳) المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۸ ص ۱۱۱، ۱۲۱ حدیث ۷۴۷۳

فرماتے ہیں جو شخص مسجد میں بکثرت آتا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سات خصلتوں میں سے ایک خصلت عطا فرماتا ہے یا کوئی بھائی ملتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے بارے استفادہ ہوتا ہے یا رحمت نازل ہوتی ہے یا عجیب علم حاصل ہوتا ہے یا ایسا کلمہ سیکھتا ہے جو راہ راست کی راہنمائی کرتا ہے یا اسے کسی بات سے دُور رکھتا ہے یا وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور حیاء کرتے ہوئے گناہوں کو ترک کر دیتا ہے تو نیتوں کو بڑھانے کا یہ طریقہ ہے اور اسی پر تمام عبادات اور جائز امور کو قیاس کرو۔ کیوں کہ ہر عبادت میں کئی نیتوں کا احتمال ہوتا ہے اور بندۂ مومن کے دل میں اسی قدر نیتیں حاضر ہوتی ہیں جس قدر طلب خیر کے لیے وہ کوشش کرتا ہے اور غور و فکر کرتا ہے تو اس طرح اعمال ستھرے ہوتے ہیں اور نیکیاں بڑھتی ہیں۔

تیسری قسم یعنی مباحات ــــ ہر مباح کام ایک یا زیادہ نیتوں کا احتمال رکھتا ہے جس کے ذریعے وہ مباح کام عمدہ عبادات میں سے ہو جاتے ہیں اور ان کے ذریعے بلند درجات حاصل ہوتے ہیں وہ شخص کتنے بڑے نقصان میں ہے جو ان سے غافل ہے اور ان کاموں کو جانوروں کی طرح غفلت سے بجا لاتا ہے بندے کے لیے مناسب نہیں کہ کسی خطرے، لحظے اور قدم کو حقیر جانے کیوں کہ ان تمام کاموں کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا کہ کیوں کیا تھا؟ اور اس کا مقصود کیا تھا؟

یہ بات صرف ان مباح امور کے بارے میں ہے جن میں کراہت نہ ہو اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حَلَالُهَا حِسَابٌ وَحَرَامُهَا عِقَابٌ۔ (۱)	اس (مال) کے حلال میں حساب ہے اور حرام میں عذاب۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ الْعَبْدَ لَيُسْأَلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى عَنْ كُحْلِ عَيْنَيْهِ وَعَنْ فُتَاتِ الطِّيْنَةِ بِإِصْبَعِهِ وَعَنْ لَمْسِهِ ثَوْبَ أَخِيْهِ۔ (۲)	قیامت کے دن بندے سے ہر چیز کے بارے میں پوچھا جائے گا حتیٰ کہ آنکھ کے سرمے انگلی سے مٹی کریدنے اور اپنے بھائی کا کپڑا چھونے کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔

ایک دوسری روایت میں ہے۔

مَنْ تَطَيَّبَ لِلّٰهِ تَعَالٰى جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرِيْحُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَمَنْ تَطَيَّبَ لِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	جو شخص اللہ تعالیٰ (کی رضا جوئی) کے لیے خوشبو لگائے وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کی خوشبو کستوری سے بھی زیادہ ہوگی اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کے

---

(۱) الفردوس بماثور الخطاب جلد ۵ ص ۲۸۳ حدیث ۸۱۹۲

(۲) تذکرۃ الموضوعات ص ۲۴۲ باب امور القیامۃ

وَرِیْحُهٗ اَنْتَنُ مِنَ الْجِیْفَۃِ۔ غیر کے لیے خوشبو لگائے وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کی بُو مردار کی بدبو سے زیادہ ہوگی۔[1]

تو خوشبو کا استعمال جائز ہے لیکن اس میں نیت ضروری ہے (تاکہ ثواب حاصل ہو)

سوال:

خوشبو تو اپنی ذات کے لیے لگائی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے لگانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب:

جو شخص جمعۃ المبارک کے دن یا کسی اور وقت خوشبو لگاتا ہے تو اس کے بارے میں کئی باتوں کا تصور ہو سکتا ہے مثلاً یہ کہ لذاتِ دنیا سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے یا اس کے ذریعے وہ لوگوں پر کثرتِ مال کے ساتھ تکبر کا اظہار کرتا ہے تاکہ اس کے ساتھی اس سے حسد کریں یا وہ لوگوں کو دکھانا چاہتا ہے تاکہ اس طرح لوگوں کے دلوں میں اس کی دھاک بیٹھ جائے اور اچھی خوشبو کے ساتھ اس کا ذکر کیا جائے یا وہ اجنبی عورتوں کے دلوں میں محبوب ہو جائے جب وہ ان کی طرف دیکھنے کو جائز سمجھتا ہو اور اس کے علاوہ بے شمار امور ہیں اور ان تمام باتوں میں خوشبو لگانے والا گناہ گار ہوتا ہے اور انہی صورتوں میں یہ خوشبو قیامت کے دن مردار سے بھی زیادہ بدبودار ہوگی البتہ پہلا ارادہ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا، گناہ نہیں ہے لیکن اس سے سوال ضرور ہوگا اور جس سے حساب میں جھگڑا ہوا اسے عذاب دیا گیا اور جو آدمی دنیا میں مباح چیزوں کو استعمال کرتا ہے اگرچہ اسے قیامت کے دن عذاب نہیں ہوگا لیکن اسی حساب سے اس کے لیے اُخروی نعمتیں کم ہو جائیں گی۔

غور کیجئے کتنے بڑے نقصان کی بات ہے کہ آدمی فنا ہونے والی نعمتوں کی جلدی کرے اور اس کے بدلے میں اُخروی نعمتوں میں کمی کے ذریعے نقصان اٹھائے۔

لیکن اچھی نیتیں یہ ہیں کہ ان سے جمعہ کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنا مقصود ہو[2] مسجد کی تعظیم کی نیت کی جاتی ہو اللہ تعالیٰ کے گھر کا احترام مطلوب ہو جو شخص مسجد میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لیے جاتا ہے وہ اچھی خوشبو لگاتا ہے اور اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کو راحت پہنچانا چاہتا ہے تاکہ وہ اس کے پاس بیٹھ کر خوشبو سے سکون حاصل کریں یا وہ اپنے آپ سے بدبو کو دور کرتا ہے کیوں کہ اس سے دوسروں کو ایذا پہنچتی ہے۔ یہ مقصد بھی ہوتا ہے کہ غیبت کا دروازہ بند کر دیا جائے کیوں کہ وہ بدبو کی وجہ سے غیبت کرتے ہیں اور یوں وہ گناہ گار ہوتے ہیں کیوں کہ جو

---

(۱) مصنف عبدالرزاق جلد ۴ ص ۳۱۹ حدیث ۹۳۳)

(۲) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۳ ص ۲۴۲ کتاب الجمعہ

شخص غیبت کرتا ہے اور یہ اس سے بچانے پر قادر ہے (لیکن نہ بچائے) تو یہ بھی اس گناہ میں شریک ہوگا جسے کہا گیا ہے

اِذَا تَرَحَّلْتَ عَنْ قَوْمٍ وَقَدْ قَدَرُوْا اَنْ لَا تُفَارِقَهُمْ فَالرَّاحِلُوْنَ هُمْ۔

جب تم کسی قوم سے کوچ کر چکو اور وہ اس بات پر قادر ہوں کہ تم ان سے جدا نہ ہو (یعنی روک سکیں اور نہ روکیں تو) پس وہی کوچ کرنے والے ہیں

٭ ٭ ٭

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ (۱)

اور ان (بتوں) کو گالی نہ دو جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہیں اس طرح وہ جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے دشمنی کرتے ہوئے اس کی توہین کریں گے۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بُرے کام کا سبب بھی بُرا ہوتا ہے خوشبو لگانے سے اپنے دماغ کے علاج کا ارادہ بھی کیا جائے تاکہ اس سے اس کی ذہانت اور ذکاوت زیادہ ہو اور غور و فکر کے ذریعے دین کے مشکل مسائل کو حل کرنا آسان ہو۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا جس کی خوشبو اچھی ہو اس کی عقل میں اضافہ ہوتا ہے۔

یہ اور اس طرح کی دیگر نیتوں سے کوئی فقیہ عاجز نہیں ہو سکتا جب آخرت کی تجارت اور طلب خیر اس کے دل پر غالب ہو البتہ جب اس کے دل پر دنیوی نعمتوں کا غلبہ ہو تو اس قسم کی نیتیں ذہن میں نہیں آتیں اور اگر کوئی ذکر بھی کرے تو بھی اس کے دل میں اس قسم کی نیتوں کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا اگر نیت ہو بھی تو بھی محض ایک خیال کے طور پر ہوتی ہے حالانکہ اس بات کا نیت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

مباح امور بے شمار ہیں اور ان میں نیتوں کا شمار کرنا ممکن نہیں اسی ایک پر باقی سب کو قیاس کرلو اسی لیے بعض اسلاف عارفین نے فرمایا کہ میں ہر کام میں نیت کو پسند کرتا ہوں حتیٰ کہ کھانے، پینے، سونے اور بیت الخلاء میں داخل ہونے کے لئے بھی اور ان سب باتوں میں اللہ تعالیٰ کا قرب مقصود ہو کیوں کہ یہ سب باتیں بدن کے باقی رہنے اور دل کو بدن کے معاملات سے فارغ کرنے کا سبب ہیں اور یہ بات دین پر مددگار ہوتی ہے پس جو شخص اس لیے کھانا کھائے کہ عبادت پر طاقت حاصل ہو جماع کا مقصد اپنے دین کی حفاظت اور بیوی کے دل کو خوش کرنا نیز نیک اولاد تک رسائی ہو جو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور یوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت زیادہ ہو تو وہ کھانا کھانے اور نکاح میں اللہ تعالیٰ کا مطیع ہوگا۔

نفس کو سب سے زیادہ کھانے اور جماع سے تعلق ہوتا ہے اور ان دونوں باتوں میں بھلائی کی نیت اس شخص

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ انعام آیت ۱۰۸

کے لیے مشکل نہیں جس کے دل میں آخرت کا خیال زیادہ ہو اسی لیے جب آدمی کا مال ضائع ہو جائے تو اسے اچھی نیت کر لینی چاہیے۔ وہ یوں کہے کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے اور جب سنے کہ کوئی شخص اس کی غیبت کرتا ہے تو دل میں خوش ہو کہ اس وجہ سے وہ اس کے گناہ اٹھا رہا ہے اور اُس شخص کی نیکیاں میرے نامۂ اعمال میں منتقل ہوں گی لیکن یہ نیت زبان سے نہیں بلکہ خاموشی کے ذریعے ہونی چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے۔

بندہ کا حساب ہوگا تو کسی آفت کے آجانے سے تمام اعمال بیکار ہو جائیں گے حتیٰ کہ وہ جہنم کا مستحق ہو جائے گا پھر اس کے لیے نیک اعمال صالحہ کا دفتر کھولا جائے گا جس سے اس کے لیے جنت واجب ہو گی وہ تعجب کرتے ہوئے کہے گا اے اللہ! یہ اعمال میں نے کبھی نہیں کئے تو جواب دیا جائے گا یہ ان لوگوں کے اعمال ہیں جنہوں نے تیری غیبت کی تجھے اذیت پہنچائی اور تجھ پر ظلم کیا۔ (۱)

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے۔

بندہ قیامت کے دن ایسے اعمال لائے گا جو پہاڑوں جیسے ہوں گے اگر وہ اس کے لیے خالص ہوں تو وہ جنت میں داخل ہو جائے لیکن وہ اس صورت میں آئے گا کہ اس نے کسی پر ظلم کیا گیا ہو گا کسی کو گالی دی ہو گی اور کسی کو مارا ہو گا

پس ہر ایک کو اس کی نیکیوں میں سے بدلہ دیا جائے گا حتیٰ کہ اس کی کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی تو فرشتے کہیں گے اس کی نیکیاں تو ختم ہو گئیں اور مطالبہ کرنے والے ابھی باقی ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان لوگوں کے گناہ اس پر ڈال دو پھر اسے جہنم کا پروانہ لکھ دو۔ (۲)

خلاصہ یہ ہوا کہ تمہیں کسی عمل کو حقیر جاننے سے بہت زیادہ پرہیز کرنا چاہیے تم اس کے دم ہو گئے اور شر سے بچ نہیں سکتے اور حساب و سوال کے دن تمہارے پاس جواب تیار نہیں ہو گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر مطلع ہے اور تمہیں دیکھ رہا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۔ (۳)

وہ زبان سے کوئی بات نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے ایک خط لکھا تو اسے پڑوسی کی دیوار کی مٹی سے خشک کرنے لگا لیکن میں نے اچھا

---

(۱) الفردوس بماثور الخطاب جلد اول ص ۱۹۷ حدیث ۲۴۷

(۲) حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۱۸۰ ترجمہ ۲۹

(۳) قرآن مجید، سورۂ ق آیت ۱۸

نہ سمجھا پھر میں نے کہا یہ تو مٹی ہے اور مٹی کی کیا حیثیت ہے؟ جب میں نے اس پر مٹی ڈالی تو مجھے غیبی آواز آئی۔

سَيَعْلَمُ مَنِ اسْتَخَفَّ بِتُرَابِ مَا يَلْقَىٰ غَدًا مِنْ سُوْءِ الْحِسَابِ۔ جو شخص مٹی کو معمولی سمجھتا ہے اسے عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کل قیامت کے دن اس سے کیا سلوک ہوگا

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے ساتھ ایک شخص نے نماز پڑھی تو اس نے دیکھا کہ آپ کا کپڑا اُلٹا تھا اس نے آپ کو بتایا آپ نے اسے درست کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا پھر روک لیا اور اسے ٹھیک نہ کیا اس شخص نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا میں نے اسے اللہ تعالیٰ کے لیے پہنا ہے اس لیے میں نہیں چاہتا کہ اس کے غیر کے لیے اسے درست کروں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت کے دن ایک شخص دوسرے آدمی سے اُلجھے گا اور کہے گا میرا اور تیرا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے وہ کہے گا اللہ کی قسم میں تجھے نہیں جانتا وہ کہے گا ہاں تُو نے میری دیوار سے ایک اینٹ لی تھی اور میرے کپڑے سے ایک دھاگہ لیا تھا۔

یہ اور اس قسم کی مثالیں ڈرنے والوں کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہیں اگر تم عقل اور حوصلہ رکھتے ہو اور دھوکے کے شکار لوگوں میں سے نہیں ہو تو اس وقت اپنے نفس کی نگرانی کرو اور نہایت باریکی سے اپنا حساب کتاب کرو اس سے پہلے کہ تمہارا حساب وکتاب کیا جائے اپنے احوال کی نگرانی کرو اور تمہاری حرکات و سکنات سوچے سمجھے بغیر نہیں ہونی چاہئیں تم سوچ لیا کرو کہ حرکت کیوں کرتے ہو؟ تمہارا ارادہ کیا ہے اور اس کے باعث تمہیں دنیا سے کیا ملے گا؟ اور آخرت سے کیا جاتا رہے گا اور تم دنیا کو آخرت پر کس لیے ترجیح دیتے ہو؟ پس جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ اس عمل کا باعث محض دینی ہے تو وہ کام کر گزرو جس کا تمہارے دل میں خیال آیا ورنہ رک جاؤ پھر اس رکنے میں بھی اپنے دل کی نگرانی کرو کیوں کہ کسی فعل کو چھوڑنا بھی ایک فعل ہے پس اس کے لیے نیت کا صحیح ہونا ضروری ہے لہٰذا اس ترکِ فعل کا داعی خفی خواہش نہیں ہونی چاہیے جس پر اطلاع نہیں ہوتی۔ اور تمہیں ظاہری امور اور نیکیوں کی شہرت سے دھوکہ نہ ہو باطن اور اسرار میں غور کرو تاکہ تم دھوکے کے مقام سے نکل جاؤ حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں مروی ہے کہ آپ اُجرت پر گارے کی دیوار بناتے تھے اور اس کے بدلے میں آپ کو ایک روٹی دی جاتی کیوں کہ آپ ہاتھ کی کمائی کے علاوہ نہیں کھاتے تھے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو کھانے کی دعوت نہ دی حتیٰ کہ آپ فارغ ہوئے تو ان لوگوں کو تعجب ہوا کیوں کہ آپ سخاوت اور زہد میں مشہور تھے اور ان کا خیال تھا کہ کھانے کے ساتھ تواضع کرنا بہتر ہے آپ نے فرمایا میں ایک قوم کے لیے اجرت پر کام کرتا ہوں اور وہ مجھے ایک روٹی دیتے ہیں تاکہ مجھے ان کے لیے کام کرنے پر قوت حاصل ہو اگر تم بھی میرے ساتھ کھاؤ تو نہ تمہیں کفایت کرے گی اور نہ مجھے لیکن میرے عمل میں کمزوری آ جائے گی تو صاحب بصیرت شخص اس طرح نور الٰہی سے باطن میں دیکھتا ہے کیوں کہ آپ کا عمل سے کمزور ہو جانا فرائض میں نقصان کا باعث تھا

جب کہ کھانے کی دعوت نہ دینا فضیلت میں کمی تھی اور فرائض کے ساتھ فضائل (نوافل) کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے پاس گیا اور وہ کھانا کھا رہے تھے انہوں نے مجھ سے گفتگو نہ کی حتیٰ کہ جب انگلیاں چاٹ لیں تو فرمایا اگر میں نے یہ کھانا قرض کے طور پر نہ لیا ہوتا تو مجھے یہ بات پسند ہوتی کہ تم میرے ساتھ کھاؤ۔

حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص کسی کو کھانے کی دعوت دیتا ہے لیکن وہ اسے کھلانا نہیں چاہتا اب اگر وہ دعوت کو قبول کر لے تو اس دعوت دینے والے پر دو گناہ ہیں اور اگر وہ نہ کھائے تو اس پر ایک گناہ ہے یعنی ایک گناہ منافقت ہے اور دوسرا اپنے مسلمان بھائی کو ایسے کام کے لیے پیش کرنا ہے کہ اگر وہ جان لے تو اسے یہ ناپسند ہو۔

تو بندے کو اسی طرح تمام اعمال میں نیت کا خیال رکھنا چاہیے کوئی کام بھی کرے اس میں نیت ضروری ہے اگر اس وقت نہ ہو تو ٹھہر جائے کیوں کہ نیت اختیار میں نہیں ہوتی۔

فصل ۳

نیت اختیاری چیز نہیں

جان لو کہ جاہل شخص جب ان تمام باتوں کو سنتا ہے جو ہم نے نیت کے اچھا ہونے کے سلسلے میں بطور وصیت ذکر کی ہیں اور بتایا کہ زیادہ نیتیں ہونی چاہیں اور اس کے ساتھ ساتھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کو بھی سنتا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (۱) اعمال (کے ثواب) کا دارو مدار نیتوں پر ہے۔

تو وہ دل میں کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے پڑھانے، یا تجارت کرنے یا کھانے کی نیت کرتا ہوں اور اسے نیت سمجھتا ہے حالاں کہ یہ بات نہیں یہ تو حدیثِ نفس ہے یا زبانی کلام ہے یا فکر ہے یا خیالات کی منتقلی ہے۔ ان سب میں نیت کنارہ کش ہے نیت اس بات کا نام ہے کہ نفس اس کام کی طرف برانگیختہ، متوجہ اور مائل ہو جس میں انسان کی غرض ظاہر ہوتی ہے چاہے وہ فوری غرض ہو یا اس کا تعلق مستقبل سے ہو اور اگر میلان نہ ہو تو محض ارادے سے فعل کا حصول اور ایجاد ممکن نہیں بلکہ یہ پیٹ بھرے ہوئے آدمی کے اس قول کی طرح ہے کہ میں کھانے کی خواہش کی نیت کرتا ہوں اور اس کی طرف مائل ہوتا ہوں یا کوئی بے فکر شخص کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ فلاں شخص سے عشق و محبت کروں اور دل سے اسے عظیم سمجھوں تو یہ بات محال ہے بلکہ دل کا کسی بات کی طرف پھرنا اس کی طرف متوجہ ہونا اور مائل ہونا اس وقت تک نہیں ہو سکتا

---

(۱) صحیح بخاری جلد اول ص ۲ کتاب بدء الوحی

جب تک اس کے اسباب حاصل نہ ہوں اور اس بات پر کبھی وہ قادر ہوتا ہے اور کبھی اسے یہ طاقت حاصل نہیں ہوتی اور نفس، فعل کی طرف اسی وقت برانگیختہ ہوتا ہے جب نفس کے موافق و مناسب غرض پیدا ہو اور جب تک آدمی کا یہ اعتقاد نہ ہو کہ اس کی غرض کسی فعل سے وابستہ ہے اس وقت تک اس کا ارادہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور یہ ان امور میں سے ہے کہ جن کے اعتقاد پر وہ ہر وقت قادر نہیں ہوتا اور جب اس کا اعتقاد ہو تو دل اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے بشرطیکہ دل فارغ ہو اور کسی دوسری زیادہ مضبوط غرض میں مصروف نہ ہو اور یہ بات ہر وقت ممکن نہیں ہوتی پھر رغبت دینے والی اور پھیرنے والی چیزوں کے لیے بہت سے اسباب ہیں جن سے وہ امور جمع ہوتے ہیں اور یہ اجتماع اشخاص، احوال اور اعمال کے حوالے سے مختلف ہوتا ہے پس جب نکاح کی خواہش غالب ہو اور اولاد کے سلسلے میں کوئی دینی یا دنیوی صحیح غرض نہ ہو تو وہ بچے کی نیت سے جماع نہیں کر سکے گا بلکہ شہوت کی نیت کے بغیر جماع نہیں ہو سکے گا کیوں کہ نیت غرض پر موقوف ہے اور اس کا باعث تو شہوت ہے وہ اولاد کی نیت کیسے کرے گا اور جب اس کے دل پر یہ بات غالب نہ ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سنتِ نکاح کو قائم کرنے کی بہت زیادہ فضیلت ہے (۱)

تو نکاح سے اتباعِ سنت کی نیت کرنا ممکن نہ ہو گا ہاں یہ کہ وہ زبان سے یا دل سے کہے اور وہ حدیث نفس ہے نیت نہیں ہے۔

ہاں اس نیت کو حاصل کرنے کا طریقہ ہے کہ پہلے شریعت پر ایمان مضبوط ہو اور اس بات پر ایمان مضبوط ہو کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ کرے گا اسے زیادہ ثواب ملے گا اور اپنے دل سے ان تمام باتوں کو دور کر دے جو اولاد سے نفرت کا باعث ہیں مثلاً زیادہ بوجھ اور طویل تھکاوٹ وغیرہ۔

جب وہ یہ کام کرے گا تو ہو سکتا ہے ثواب کی غرض سے اس کے دل میں اولاد کی رغبت پیدا ہو اور وہ رغبت اس کو حرکت دے اور اس کے اعضاء عقدِ نکاح کے لیے حرکت میں آئیں۔

پس جب زبان کو حرکت دینے والی قدرت، دل پر غالب اس باعثِ عقد کی اطاعت کرتے ہوئے قبول عقد کے لیے برانگیختہ ہو تو وہ نیت کرنے والا ہو گا اور اگر یہ صورت نہ ہو تو اولاد کے قصد کے سلسلے میں جو بات وہ دل میں رکھتا ہے اور اس کو بار بار دہراتا ہے وہ وسوسہ اور ہذیان (بخار کی حالت میں بے مقصد گفتگو) ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بزرگوں کی ایک جماعت نے نیت نہ ہونے کی وجہ سے بعض عبادات سے پہلوتہی کی وہ فرماتے تھے کہ ہماری نیت حاضر نہ تھی حتی کہ حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی اور فرمایا میری نیت موجود نہ تھی اور ان میں سے ایک اپنے بالوں میں کنگھی کرنا چاہتے تھے تو انہوں نے بیوی کو آواز دی کہ کنگھی لاؤ اس نے کہا شیشہ لاؤں؟ وہ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا ہاں، اس سلسلے میں ان سے پوچھا گیا تو فرمایا کنگھی کے لیے تو میری نیت تھی لیکن شیشے کے لیے نیت حاضر نہ تھی اس لیے میں نے توقف کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے مہیا کر دیا۔

حضرت حماد بن سلیمان جو علمائے کوفہ میں سے ایک تھے جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے عرض کیا گیا کہ آپ ان کے جنازے میں تشریف نہیں لے جاتے؟ فرمایا اگر میری نیت ہوتی تو میں ایسا کرتا اسی طرح ان بزرگوں میں سے کسی ایک سے کسی نیک عمل کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ فرماتے اگر اللہ تعالیٰ نے اس کی نیت عطا فرمائی تو میں ایسا کروں گا۔

حضرت طاؤس رحمہ اللہ نیت کے بغیر حدیث بیان نہ فرماتے آپ سے حدیث بیان کرنے کا مطالبہ ہوتا لیکن آپ بیان نہ کرتے اور (جب نیت ہوتی تو) سوال کئے بغیر بیان کرنا شروع کر دیتے۔ اس سلسلے میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میں نیت کے بغیر بیان کروں؟ جب میری نیت ہوگی تو میں بیان کروں گا۔

منقول ہے کہ حضرت داؤد بن محبر رحمہ اللہ نے جب کتاب العقل تصنیف فرمائی تو حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ان کے پاس آئے کتاب طلب کی پھر ایک صفحہ دیکھنے کے بعد واپس کر دی انہوں نے پوچھا کیا ہوا؟ فرمایا اس میں ضعیف اسناد ہیں حضرت داؤد بن محبر نے فرمایا میں نے اسے اسناد کے طریقے پر نہیں لکھا امتحان کی نگاہ سے اس کا جائزہ لیں میں نے اسے عمل کی نگاہ سے دیکھا اور نفع اٹھایا حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا مجھے واپس کریں تاکہ میں اسے اس نگاہ سے دیکھوں جس نگاہ سے آپ نے اسے دیکھا ہے چنانچہ وہ اسے پکڑ کر دیر تک کھڑے رہے پھر فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے میں نے اس سے نفع اٹھالیا۔

حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے عرض کیا گیا کہ ہمارے لیے دعا کیجئے انہوں نے فرمایا جب نیت حاضر ہوگی تو دعا کروں گا۔

ایک بزرگ نے فرمایا میں ایک مہینے سے ایک شخص کی بیمار پرسی کے لیے نیت تلاش کر رہا ہوں لیکن مجھے نہیں مل رہی۔

حضرت عیسیٰ بن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ کے ساتھ گیا حتیٰ کہ جب وہ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو میں واپس لوٹ گیا ان کے بیٹے نے ان سے کہا کہ کیا آپ ان کو عشاء کے کھانے کی دعوت نہیں دیتے فرمایا اس وقت میری نیت میں نہیں ہے اور یہ اس لیے ہے کہ نیت نظر کے تابع ہوتی ہے جب نظر بدل جاتی ہے تو نیت میں بھی تبدیلی آجاتی ہے اور وہ لوگ نیت کے بغیر عمل کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ نیت عمل کی رُوح ہے اور سچی نیت کے بغیر عمل ریا کاری اور تکلیف ہے اور یہ غضب کا سبب ہے قرب کا نہیں۔ اور وہ لوگ اس بات کو بھی جانتے تھے کہ نیت اس بات کا نام نہیں کہ کوئی شخص اپنی زبان سے کہے کہ میں نے نیت کی بلکہ وہ دل کا ابھار ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل کشادگی کے قائم مقام ہے بعض اوقات یہ آسان ہوتا ہے اور کبھی مشکل۔

ہاں جس شخص کے دل پر دین کا معاملہ غالب ہو اس پر اکثر حالات میں نیک امور کے لیے نیت کو حاضر کرنا آسان ہوتا ہے اس کا دل کسی نہ کسی طور پر اصل بھلائی کی طرف مائل ہوتا ہے لہٰذا وہ عام بھلائیوں کی طرف بھی اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور جس آدمی

کا دل دنیا کی طرف مائل ہو اور اس پر دنیا غالب آجائے اس کے لیے یہ بات آسان نہیں ہوتی بلکہ فرائض میں بھی نیت کو حاضر کرنا بڑی جدوجہد کے ساتھ ہوتا ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جہنم کو یاد کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے عذاب سے ڈراتا ہے یا جنتی نعمتوں کا ارادہ ہوتا ہے تو اس سلسلے میں نفس کو ترغیب دیتا ہے اس سلسلے میں کبھی ایک کمزور سا ارادہ پیدا ہوتا ہے تو اسے نیت و رغبت کی مقدار کے مطابق ثواب ملتا ہے۔

لیکن وہ اطاعت جو اللہ تعالیٰ کی بزرگی کے پیش نظر ہوتی ہے کہ وہی عبادت و اطاعت کے لائق ہے یہ جذبہ ایسے شخص کو حاصل نہیں ہوتا جو دنیا کی طرف راغب ہو اور یہ سب سے اعلیٰ اور عمدہ نیت ہے روئے زمین پر ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اس کو سمجھ سکیں استعمال کرنا تو دور کی بات ہے۔

نیت کی اقسام:

عبادات میں لوگوں کی نیتوں کی کئی اقسام ہیں کیوں کہ بعض لوگ خوف کی وجہ سے عمل کرتے ہیں وہ جہنم سے بچ جائیں گے۔ بعض لوگ امید کے باعث عمل کرتے ہیں اور یہ جنت کی رغبت ہے اگرچہ اس قسم کی نیت اس نیت کے مقابلے میں کم درجے پر ہے جو محض اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے جلال کی تعظیم اور عبادت کے لیے کی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود یہ اچھی نیتوں میں سے ہے کیوں کہ یہ اس بات کی طرف میلان ہے جس کا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے اگرچہ وہ ان چیزوں میں سے ہے جن سے دنیا میں الفت ہوتی ہے اور سب سے غالب باعث شرمگاہ اور پیٹ ہے اور ان کی خواہش کو پورے کرتے کہ جگہ جنت ہے پس جنت کے لیے عمل کرنے والا اپنے پیٹ اور شرمگاہ کے لیے عمل کرتا ہے جس طرح برا مزدور ہوتا ہے۔

ایسے لوگوں کا درجہ سیدھے سادے لوگوں کا درجہ ہے اور یہ اپنے عمل کی وجہ سے مقصود کو پالیں گے کیوں کہ اکثر اہل جنت سیدھے سادے لوگ ہوں گے۔

لیکن عقل مند لوگوں کی عبادت اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر سے تجاوز نہیں کرتی وہ اس کے جمال و جلال سے محبت کرتے ہیں اعمال تو محض تاکید کے لیے ہوتے ہیں اور جنت میں نکاح یا کھانے کی طرف توجہ سے ان لوگوں کا مقام بلند ہے وہ ان باتوں کا قصد نہیں کرتے بلکہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اسے صبح و شام پکارتے ہیں اور چوں کہ لوگوں کو ان کی نیتوں کے مطابق ثواب ملے گا اس لیے یہ لوگ لازماً اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔ اور ان لوگوں پر ہنسیں گے جو حوروں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس طرح حوروں کو دیکھ کر لطف اندوز ہونے والے ان لوگوں پر ہنسیں گے جو مٹی سے بنی ہوئی صورتوں کے چہروں کو دیکھ کر لطف اٹھاتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہنسیں گے کیوں کہ جمال ربوبیت اور حوروں کے جمال میں اس سے زیادہ تفاوت ہے جس قدر حوروں کے جمال اور مٹی سے بنی ہوئی صورت کے درمیان فرق ہے بلکہ جانوروں والی صفات رکھنے والے شہوت پرست لوگوں کا خوبصورت چہروں والوں سے

میل جول رکھنا تاکہ اپنی خواہش کو پورا کریں اور جمال الٰہی سے اعراض کرنا اسی طرح ہے جس طرح گبریلا (کالا کیڑا جو گوبر میں ہوتا ہے) اپنے جوڑے کو عظیم سمجھتا اور اس سے مانوس ہوتا ہے اور عورتوں کے جمال کو دیکھنے سے اعراض کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ کے جمال و جلال کو دیکھنے سے اکثر دل اندھے ہیں اور یہ اس گبریلے کی طرح ہیں جو عورتوں کے جمال کو دیکھنے سے اندھا ہے اسے اس بات کا بالکل شعور نہیں اور نہ ہی وہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اگر اسے عقل ہوتی اور اس کے سامنے عورتوں کا ذکر ہوتا تو وہ ان لوگوں کی عقل کو اچھا سمجھتا جو ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور یہ لوگ ہمیشہ مختلف رہیں کیوں کہ ہر گروہ اس بات پر خوش ہوتا ہے جو اس کے پاس ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی لیے پیدا فرمایا۔

منقول ہے کہ حضرت احمد بن حضرویہ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا سب لوگ مجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں لیکن حضرت ابو یزید مجھ سے صرف میرا سوال کرتے ہیں۔ اور حضرت ابو یزید رحمہ اللہ نے خواب میں اپنے رب کی زیارت کی تو انہوں نے عرض کیا یا اللہ! تجھ تک پہنچنے کا کونسا راستہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے نفس کو چھوڑ کر میری طرف آؤ۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا گیا تو ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کسی دعویٰ پر دلیل نہیں مانگی البتہ ایک بات کی دلیل مانگی ہے میں نے ایک دن کہا کہ جنت کے نقصان سے بڑھ کر کونسا نقصان ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے دیدار کے نقصان سے بڑھ کر کونسا نقصان ہے۔

غرض یہ ہے کہ ان نیتوں کے درجات مختلف ہیں اور جس شخص کے دل پر ان میں سے کوئی دلیل غالب ہو بعض اوقات اس کے لیے اس سے منہ پھیرنا آسان نہیں ہوتا اور ان حقائق کی معرفت سے ایسے اعمال و افعال پیدا ہوتے ہیں جس کا فقہائے ظاہر بھی انکار نہیں کرتے۔

پس ہم کہتے ہیں کہ جس شخص کے لیے مباح کام میں نیت ظاہر ہو لیکن کسی نفل کے لیے نیت نہ ہو تو مباح کام زیادہ بہتر ہے اور فضیلت اسی کی طرف منتقل ہو جائے گی اور اس کے حق میں نفل نقصان کا باعث ہوگا کیوں کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے یہ معاف کرنے کی طرح ہے کیوں کہ یہ انتقام لینے سے افضل ہے لیکن بعض اوقات معاف کرنے کی نیت نہیں ہوتی البتہ انتقام لینے کی نیت ہوتی ہے تو یہ بات افضل ہے۔

اسی طرح وہ کھانے پینے اور سونے کی نیت رکھتا ہے تاکہ اپنے نفس کو آرام پہنچائے اور مستقبل میں اسے عبادت پر قوت حاصل ہو اور اس وقت روزے اور نماز کی نیت حاضر نہیں ہوتی تو کھانا اور سونا ہی افضل ہے بلکہ اگر اسے مسلسل عبادت کرنے سے ملال ہو، رغبت کم ہو اور خوشی خوشی عبادت نہ کر سکے اور وہ جانتا ہو کہ کچھ دیر کھیل کود اور گفتگو میں گزارنے سے سرور لوٹ آئے گا تو اس کے لیے کھیلنا اس نماز سے افضل ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے

نفس کو تھوڑے سے کھیل کے ساتھ راحت دیتا ہوں تو یہ کھیل میرے لیے حق پر مددگار ہوتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں دلوں کو آرام دیا کرو کیوں کہ جب ان پر زبردستی کی جائے تو وہ اندھے ہو جائیں گے یہ وہ حقائق ہیں جن کا ادراک جید علماء کو ہی ہو سکتا ہے۔

محض تھوڑے قسم کے لوگوں کو نہیں بلکہ ماہر حکیم بعض اوقات گرمی کے شکار مریض کا علاج گوشت سے کرتا ہے حالاں کہ وہ بھی گرم ہے۔ اور جس شخص کو طب کا علم نہ ہو وہ اس بات کو بعید جانتا ہے جب کہ علاج کرنے والا پہلے اس کی قوت کو بحال کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ علاج بالضد کو برداشت کر سکے اور جو شخص شطرنج کھیلنے میں ماہر ہو کبھی رخ اور گھوڑا مفت میں چھوڑ دیتا ہے تاکہ اس حیلے سے غلبہ پائے لیکن جو کھیلنے میں زیادہ ماہر نہ ہو اسے اس پر تعجب ہوتا ہے اور وہ اس پر ہنستا ہے اسی طرح جو شخص لڑائی کے فن سے واقف ہو بعض اوقات وہ اپنے مقابل سے بھاگتا ہے اور اس سے پیٹھ پھیرتا ہے اور اسی طرح وہ ایسی تدبیر اختیار کرتا ہے جس سے مقابل کو تنگ جگہ پر آنے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے اور یہ موقعہ پاکر یکدم اس پر حملہ آور ہوتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا طریقہ بھی اسی طرح ہے یہ شیطان سے لڑائی اور دل کا علاج ہے جو شخص صاحب بصیرت ہو اور اسے توفیق دی گئی ہو تو وہ اس میں نہایت لطیف حیلے اختیار کرتا ہے جن کو کمزور لوگ عقل سے بعید سمجھتے ہیں پس مرید کے لیے مناسب نہیں کہ جو کچھ وہ اپنے شیخ سے دیکھتا ہے دل میں اس سے انکار چھپائے رکھے اور طالب علم کو بھی اپنے استاذ پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے بلکہ اسی حد تک توقف کرے جہاں تک اس کی بصیرت کی رسائی ہو اور ان کی جو بات سمجھ میں نہ آئے وہ ان کے سپرد کر دے حتیٰ کہ ان کے مقام تک پہنچ جائے اور اس پر اسرار منکشف ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اچھی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

دوسرا باب

اخلاص، اسکی فضیلت، حقیقت اور درجات

فصل ۱:

فضیلتِ اخلاص

ارشاد خداوندی ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ — اور ان کو یہی حکم دیا گیا کہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے اس

لَهُ الدِّیْنَ۔ (۱) — کی بندگی کریں۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ۔ (۲) — سُنو! اللہ تعالیٰ کے لیے ہی خالص دین ہے۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰہِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَھُمْ لِلّٰہِ۔ (۳) — مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی (اپنی) اصلاح کی اور اللہ تعالیٰ (کی رسی) کو مضبوطی سے پکڑا اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖ اَحَدًا۔ (۴) — پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ اچھا عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کریں اور چاہیں کہ لوگ ان کی تعریف کریں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ثَلَاثٌ لَا یُغِلُّ عَلَیْھِنَّ قَلْبُ رَجُلٍ مُسْلِمٍ اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰہِ وَالنَّصِیْحَۃُ لِلْوُلَاۃِ وَلُزُوْمُ الْجَمَاعَۃِ۔ (۵) — تین کام ایسے ہیں جن پر مومن کا دل خیانت نہیں کرتا خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرنا حکمرانوں کی خیر خواہی اور جماعت سے وابستگی۔

حضرت مصعب بن سعد اپنے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں میرے باپ کو خیال ہوا کہ ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض دوسرے صحابہ کرام پر فضیلت ہے جو ان سے کم درجہ ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

---

(۱) قرآن، سورۃ البینۃ آیت ۵

(۲) قرآن مجید، سورۃ الزمر آیت ۳

(۳) قرآن مجید، سورۃ النساء آیت ۱۴۶

(۴) قرآن مجید، سورۃ کہف آیت ۱۱۰

(۵) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۸۰ مرویات جبیر بن مطعم

إِنَّمَا نَصَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ بِضُعَفَائِهَا وَدَعْوَتِهِمْ وَإِخْلَاصِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ[1] اللہ تعالیٰ نے اس امت کے کمزور لوگوں، ان کی دعا، اخلاص اور نماز کے ذریعے امت کی مدد فرمائی۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى الْإِخْلَاصُ سِرٌّ مِنْ سِرِّي اسْتَوْدَعْتُهُ قَلْبَ مَنْ أَحْبَبْتُ مِنْ عِبَادِي۔ (۲)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے جو میں نے اپنے ان بندوں کے دلوں میں بطور امانت رکھا ہے جن سے مجھے محبت ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

عمل کی کمی کی فکر نہ کرو اس کی قبولیت کی فکر کرو کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

أَخْلِصِ الْعَمَلَ يُجْزِكَ مِنْهُ الْقَلِيلُ۔ (۳)

اپنے عمل کو خالص کرو تھوڑا بھی کافی ہوگا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ عَبْدٍ يُخْلِصُ لِلّٰهِ الْعَمَلَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا إِلَّا ظَهَرَتْ يَنَابِيعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ عَلَى لِسَانِهِ۔ (۴)

جو بندہ چالیس دن خالص اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرے اللہ تعالیٰ حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر ظاہر کر دیتا ہے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قیامت کے دن سب سے پہلے تین قسم کے لوگوں سے سوال ہوگا۔ ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا اللہ تعالیٰ پوچھے گا تجھے جو علم حاصل ہوا اس کے سلسلے میں تو نے کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں رات کی ساعتوں اور دن کے اطراف میں اس کے لیے کمر بستہ رہتا تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ کہیں فلاں شخص عالم ہے تو یاد رکھو یہ بات کہی گئی — دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھ پر انعام کیا تو نے کیا کیا؟ وہ جواب دے گا اے میرے رب! میں رات

---

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۳ ص ۳۴۵ کتاب صلاۃ الاستسقاء

(۲)

(۳) المستدرک للحاکم جلد ۴ ص ۳۰۶ کتاب الرقاق

(۴) الترغیب والترہیب جلد اول ص ۵۶ مقدمۃ الکتاب

کی گھڑیوں اور دن کے اوقات میں صدقہ کرتا تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ تمہارا ارادہ یہ تھا کہ کہا جائے فلاں شخص سخی ہے سنو! یہ بات کہی گئی اور تیسرا شخص جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا گیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا اے میرے رب! مجھے جہاد کا حکم دیا گیا تو میں لڑا حتیٰ کہ قتل کر دیا گیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے بلکہ تمہارا ارادہ یہ تھا کہ کہا جائے فلاں شخص بہت بہادر ہے سنو! یہ بات کہی گئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ران پر ایک لکیر کھینچی اور فرمایا اے ابوہریرہ! یہ وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن جہنم میں سب سے پہلے ان پر آگ بھڑکائی جائے گی (۱)

اس حدیث کے راوی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو وہ رو پڑے حتیٰ کہ قریب تھا ان کی روح پرواز کر جاتی پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ارشاد خداوندی ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ۔ (۲)

جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتے ہیں ہم ان کو اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے اور ان کے لیے ان میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

اسرائیلی روایات میں ہے کہ ایک عابد نے طویل عرصہ تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی پھر اس کے پاس کچھ لوگ آئے اور انہوں نے کہا یہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر درخت کی پوجا کرتے ہیں اس پر اسے غصہ آیا اور اس نے کلہاڑا اپنے کاندھے پر رکھ کر درخت کو کاٹنے کا ارادہ کیا راستے میں شیطان ایک بزرگ کی صورت میں ملا اس نے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ عابد نے جواب دیا میں نے اس درخت کو کاٹنے کا ارادہ کیا ہے شیطان نے کہا تجھے اس سے کیا غرض ہے تم عبادت اور نفس کی مشغولیت چھوڑ کر دوسرے کاموں میں مشغول ہوتے ہو عابد نے کہا یہ بھی میرے لیے عبادت ہے شیطان نے کہا میں تجھے یہ درخت کاٹنے نہیں دوں گا چنانچہ دونوں لڑ پڑے اور عابد نے اسے زمین پر دے مارا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا شیطان نے کہا مجھے چھوڑو میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں وہ اٹھ کھڑا ہوا شیطان نے اس سے کہا اے فلاں! اللہ تعالیٰ نے یہ کام تم پر فرض نہیں کیا اور نہ ہی تو اس کی پوجا کرتا ہے اور دوسرے کا گناہ تجھ پر نہیں ہوگا روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار انبیاء کرام ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان لوگوں کی طرف ان کو بھیج دیتا اور ان کو حکم دیتا کہ درخت کو کاٹ دیں۔

---

(۱) جامع ترمذی ص ۳۴۳، ۳۴۴، ابواب الزھد

(۲) قرآن مجید، سورۂ ہود آیت ۱۵

عابد نے کہا میں اسے ضرور کاٹوں گا اس نے پھر لڑنے کا ارادہ کیا تو عابد اس پر غالب آگیا اس نے اور اسے پچھاڑ دیا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا ابلیس عاجز آیا تو اس نے کہا چلو ہم ایک اور بات کرتے ہیں جس سے ہم دونوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر اور نفع بخش ہے عابد نے پوچھا وہ کیا؟ اس نے کہا مجھے چھوڑ دیں میں تمہیں بتاتا ہوں اس نے چھوڑ دیا تو شیطان نے کہا تم ایک فقیر شخص ہو تمہارے پاس کچھ نہیں تم لوگوں پر بوجھ ہو وہ تمہاری خبر گیری کرتے ہیں شاید تم چاہتے ہو گے کہ اپنے بھائیوں سے اچھا سلوک کرو، پڑوسیوں کی غمخواری کرو خود سیر ہو کر کھاؤ اور لوگوں سے بے نیاز ہو جاؤ؛ اس نے کہا ہاں یہ بات تو ہے۔ شیطان نے کہا تو یہ کام چھوڑ دو اور واپس چلے جاؤ میں ہر رات تمہارے سرہانے کے پاس دو دینار رکھ دوں گا جب صبح اٹھو تو ان کو اٹھا لو اور اپنے اوپر نیز اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو نیز اپنے بھائیوں پر صدقہ کرو یہ تمہارے لئے اور مسلمانوں کے لیے اس درخت کے کاٹنے سے زیادہ نفع بخش ہو گا کیوں کہ اس کی جگہ دوسرا درخت لگا دیا جائے گا۔ اور اس کے کاٹنے سے ان لوگوں کو کوئی نقصان نہ ہو گا اور نہ ہی اس سے تمہارے مسلمان بھائیوں کو کوئی فائدہ ہو گا۔

عابد نے شیطان کی گفتگو کے بارے میں سوچ بچار کی اور کہنے لگا شیخ نے سچ کہا میں کوئی نبی نہیں ہوں کہ مجھ پر اس کو کاٹنا لازم ہو اور نہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے کاٹنے کا حکم دیا ہے کہ میں اس عمل کو چھوڑنے کی وجہ سے گناہ گار کہلاؤں گا جو کچھ اس نے ذکر کیا ہے اس میں زیادہ نفع ہے چنانچہ اس نے شیطان سے عہد و پیمان اور قسم لی پھر عابد اپنے عبادت خانے کی طرف لوٹ آیا اور رات گزاری صبح ہوئی تو دیکھا کہ اس کے سرہانے دو دینار پڑے ہوئے ہیں اس نے ان کو اٹھا لیا دوسرے دن بھی اسی طرح ہوا لیکن تیسرے دن اور اس کے بعد اس نے کچھ نہ دیکھا تو وہ غصے میں آگیا اور کلہاڑا کاندھے پر رکھ لیا راستے میں شیطان بزرگ آدمی کی شکل میں ملا تو پوچھا کہاں جا رہے ہو اس نے کہا اس درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں اس نے کہا اللہ کی قسم تم جھوٹ بولتے ہو تم اس پر قادر نہیں ہو اور نہ تم اس کام کو کر سکتے ہو۔

چنانچہ عابد نے اس کو پکڑ کر پہلے کی طرح گرانا چاہا تو اس نے کہا اب ایسا نہیں ہو سکتا چنانچہ شیطان نے اس پکڑ کر پچھاڑ دیا تو یوں معلوم ہوا جیسے اس کے سامنے چڑیا پڑی ہوئی ہو شیطان اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا اور کہا اپنے اس ارادے سے باز آجاؤ ورنہ تمہیں ذبح کر دوں گا عابد نے دیکھا کہ اب وہ اس سے نہیں لڑ سکتا تو کہا اے فلاں! تو مجھ پر غالب آگیا مجھے چھوڑ دے اور بتا کہ یہ کیسے ہو گیا پہلے میں تم پر غالب آیا اور اب تم مجھ پر غالب آگئے اس نے کہا پہلی مرتبہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے لیے غصہ آیا تھا اور تم آخرت کی نیت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے سامنے مسخر کر دیا اور اس مرتبہ تمہیں اپنی ذات اور دنیا کے لیے غصہ آیا تو میں نے تمہیں پچھاڑ دیا اس حکایت نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تصدیق کر دی ارشاد خداوندی ہے۔

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ (شیطان نے کہا) مگر (میں) تیرے مخلص بندوں کو قابو نہیں

الْمُخْلَصِيْنَ (۱) کر سکوں گا۔

کیوں کہ انسان کو شیطان سے صرف اخلاص بچا سکتا ہے۔

اسی لیے حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ اپنے آپ کو مارتے اور فرماتے اے نفس! اخلاص اختیار کر تاکہ تو چھٹکارا پائے حضرت یعقوب مکفوف رحمہ اللہ فرماتے تھے مخلص وہ شخص ہے جو اپنی نیکیوں کو اس طرح چھپاتا ہے جس طرح اپنے گناہوں کو چھپاتا ہے۔

حضرت سلیمان رحمہ اللہ فرماتے تھے اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس کا ایک قدم بھی صحیح ہو جائے اور اس سے صرف اللہ تعالیٰ کا ارادہ کرے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جس کی نیت صحیح ہو جائے اللہ تعالیٰ اسے اس کی ان باتوں میں کفایت کرتا ہے جو اس کے اور لوگوں کے درمیان ہیں۔

کسی ولی نے اپنے بھائی کو لکھا اپنے اعمال میں خالص نیت رکھو تمہیں تھوڑا عمل بھی کفایت کرے گا۔ حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عمل کرنے والوں پر سب سے زیادہ سخت، نیت کو خالص کرنا ہے اور حضرت مطرف رحمہ اللہ فرماتے تھے جو شخص خالص نیت رکھتا ہو اس کے لیے اجر بھی صاف ہوتا ہے اور جس کی نیت میں اختلاط ہو اس کے لیے اسی قسم کا اجر ہوتا ہے۔

کسی بزرگ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا آپ نے اپنے اعمال کو کیسا پایا؟ انہوں نے فرمایا میں نے جو عمل بھی اللہ تعالیٰ کے لیے کیا اس کا اجر پایا حتیٰ کہ انار کا ایک دانا جو راستے سے ہٹایا اور ہماری ایک بلی مر گئی تھی اس کو بھی میں نے اپنی نیکیوں میں پایا اور میری ٹوپی میں ایک ریشمی دھاگہ تھا میں نے اس کو برائیوں کے پلڑے میں پایا اور میرا ایک گدھا جس کی قیمت ایک سو دینار تھی، مر گیا تو میں نے اس کا ثواب نہ دیکھا میں نے کہا بلی کی موت نیکیوں کے پلڑے میں ہے اور گدھے کی موت اس میں نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ وہ وہاں بھیجا گیا جہاں تو نے اسے بھیجا کیوں کہ جب تجھے کہا گیا کہ گدھا مر گیا ہے تو تو نے کہا اللہ تعالیٰ کی لعنت میں گیا پس اس میں تیرا اجر باطل ہو گیا اگر تم کہتے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں گیا تو تم اسے اپنی نیکیوں میں پاتے۔

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے ایک صدقہ لوگوں کے سامنے دیا تو ان کا میری طرف دیکھنا مجھے پسند آیا تو میں نے دیکھا کہ نہ تو مجھے اس کا ثواب ملا اور نہ ہی اس پر عذاب ہوا۔

حضرت سفیان رحمہ اللہ نے جب یہ بات سنی تو فرمایا یہ تو ان کا اچھا مال ہے کہ عذاب نہ ہو یہ تو عین احسان ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخلاص، اعمال کو عیبوں سے ممتاز کر دیتا ہے جس طرح دودھ، گوبر اور خون میں سے صاف نکل آتا ہے کہا گیا ہے کہ ایک شخص عورتوں کا لباس پہن کر عورتوں کے اجتماع میں جاتا تھا شادی بیاہ ہو یا غمی کا

اجتماع ، اتفاق سے ایک دن وہ عورتوں کے اجتماع میں گیا تو وہاں ایک موتی چوری ہو گیا آواز دی گئی کہ دروازہ بند کر کے تفتیش کرو وہ ایک ایک کی تلاشی لینے لگی حتیٰ کہ اس شخص اور اس کے ساتھ عورت کی باری آئی اس نے اخلاص کے ساتھ دعا مانگی کہ یا اللہ! آج اگر اس ذلت سے چھٹکارا عطا فرما دے تو آئندہ ایسا کام نہیں کروں گا تو وہ موتی اس عورت کے پاس سے مل گیا اور انہوں نے آواز دی کہ موتی مل گیا اب کسی کی تلاشی نہ لینا۔

صوفیاء کرام میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں میں حضرت ابو عبید تستری رحمہ اللہ کے ساتھ کھڑا تھا وہ نو ذوالحجہ کے دن عصر کے بعد زمین میں ہل چلا رہے تھے اتنے میں ان کا کوئی ابدال بھائی آیا اور اس نے آہستہ سے کچھ کہا حضرت ابو عبید رحمہ اللہ نے فرمایا ”نہیں“ اس پر وہ بادلوں کی طرح زمین کو چھوتا ہوا چلا گیا حتیٰ کہ میری نگاہ سے غائب ہو گیا میں نے حضرت ابو عبید رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اس نے آپ کو کیا کہا تھا؟ انہوں نے فرمایا اس نے مجھے کہا تھا کہ میرے ساتھ حج کرو میں نے کہا نہیں، وہ بزرگ فرماتے ہیں میں نے پوچھا آپ نے انکار کیوں کیا؟ فرمایا میری نیت نہیں تھی اور میں نے نیت کی تھی کہ شام تک اس زمین کا کام مکمل کروں گا۔ تو مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ اگر میں اس ابدال کی خاطر اس کے ساتھ حج کے لیے جاؤں تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا نشانہ بنوں گا۔ کیوں کہ اس طرح میں اللہ تعالیٰ کے لیے کئے جانے والے عمل میں اس کے غیر کو شریک کرنے والا ہوں گا تو میں جو کام کر رہا ہوں وہ میرے نزدیک ستر حجوں سے زیادہ بڑا ہے۔

کسی دوسرے بزرگ سے منقول ہے فرماتے ہیں میں سمندر کے راستے جہاد کے لیے نکلا تو ہم میں ایک نے توشہ دان پیش کیا میں نے کہا میں اسے خرید لیتا ہوں یہ مجھے جہاد میں کام آئے گا جب میں فلاں شہر میں داخل ہوں گا تو اسے بیچ کر نفع حاصل کروں گا چنانچہ میں نے وہ توشہ دان خرید لیا اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا آسمان سے دو آدمی اترے اور ان میں سے ایک نے دوسرے ساتھی سے کہا کہ جہاد کرنے والوں کے نام لکھو چنانچہ وہ اسے لکھواتا کہ فلاں شخص سیر کے لیے نکلا ہے فلاں دکھاوے کے لیے آتا ہے فلاں تاجر ہے اور فلاں اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے پھر میری طرف دیکھا اور کہا لکھو فلاں تاجر بن کر نکلا ہے میں نے کہا خدا کا خوف کرو میں کب تجارت کے لیے نکلا ہوں میرے پاس تو تجارت کا سامان بھی نہیں ہے جس کی تجارت کروں گا میں تو صرف جہاد کے لیے نکلا ہوں اس نے کہا اے شیخ! تم نے گذشتہ رات ایک توشہ دان خریدا تم چاہتے ہو کہ اس سے نفع حاصل کرو فرماتے ہیں میں نے رونے لگا اور میں نے کہا مجھے تاجر نہ لکھو اس نے دوسرے ساتھی کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا خیال ہے اس نے کہا لکھو فلاں شخص جہاد کے لئے نکلا لیکن اس نے راستے میں توشہ دان خریدا تاکہ اس کو نفع پہنچے اللہ تعالیٰ جو فیصلہ مناسب سمجھے گا فرمائے گا۔

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر تم خلوص کے ساتھ علیحدگی میں دو رکعتیں پڑھو تو یہ بات تمہارے لیے ستر یا سات سو احادیث عمدہ اسناد کے ساتھ لکھنے سے بہتر ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ ایک ساعت کا اخلاص ہمیشہ کی نجات کا باعث ہے لیکن اخلاص بہت کم پایا جاتا ہے۔

اور کہا جاتا ہے کہ علم بیج ہے، عمل کھیتی ہے اور اس کا پانی اخلاص ہے۔ اور بعض بزرگوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو ناپسند کرتا ہے تو اسے تین باتیں عطا کرتا ہے اور تین باتوں سے روک دیتا ہے اسے صالحین کی صحبت تو عطا کرتا ہے لیکن وہ ان کی کوئی بات قبول نہیں کرتا اسے اچھے اعمال کی توفیق دیتا ہے لیکن اس سے اخلاص کو روک دیتا ہے اسے حکمت عطا فرماتا ہے لیکن اس میں سچائی سے محروم رکھتا ہے۔

حضرت موسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں بندوں کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کو صرف اخلاص مطلوب ہے حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو عقل مند ہیں جب وہ عقل مند ہیں تو عمل کرتے ہیں اور جب عمل کرتے ہیں تو اس میں اخلاص ہوتا ہے اور اخلاص ان کو نیکیوں کی تمام اقسام کی دعوت دیتا ہے۔

حضرت محمد بن سعید مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمام معاملہ دو بنیادی باتوں کی طرف لوٹتا ہے ایک اس کا فعل تمہارے ساتھ ہے اور دوسرا تمہارا فعل اس کے ساتھ ہے جو کچھ وہ کرے اس پر راضی ہو جا اور جو عمل تو کرے اس میں اخلاص کو اختیار کر۔ اگر یہ دونوں باتیں ہو جائیں تو دونوں جہانوں میں کامیابی پائے گا۔

فصل ۲:

حقیقتِ اخلاص

ہر چیز میں ملاوٹ ممکن ہے جب وہ ملاوٹ سے پاک صاف ہو تو اسے خالص کہتے ہیں اور جس فعل سے وہ عمل صاف ہوتا ہے اس کو اخلاص کہتے ہیں ارشاد خداوندی ہے۔

وَنُسْقِيكُمْ مِّمَّا فِي بُطُونِهَا مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِينَ۔ (۱)

اور ہم تمہیں ان جانوروں کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان سے دودھ پلاتے ہیں جو خالص ہے اور پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے۔

دودھ کا خالص ہونا یہ ہے کہ اس میں خون اور گوبر بلکہ کسی ایسی چیز کی آمیزش نہ ہو جو اس میں مل سکتی ہے اخلاص کی ضد شرک کرنا ہے پس جو شخص مخلص نہیں ہوتا وہ مشرک ہوتا ہے لیکن شرک کے کئی درجات ہیں۔

شرک کے درجات:

توحید میں اخلاص کے مقابل الوہیت میں شریک ٹھہرانا ہے شرک خفی بھی ہوتا ہے اور جلی بھی اسی طرح اخلاص کا معاملہ ہے اور اخلاص نیز اس کی ضد دونوں دل پر وارد ہوتے ہیں لہٰذا اس کا محل دل ہے اور ان کے ورود کا تعلق قصد و نیت

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ نحل آیت ۶۶

سے ہے اور نیت کی حقیقت ہم بیان کر چکے ہیں اور یہ بھی کہ نیت، باعثِ عمل موافق ہوتی ہے پس جب باعثِ عمل صرف ایک ہو تو اس کی وجہ سے جو فعل صادر ہو گا وہ اخلاص ہو گا اور اس کا تعلق نیت سے ہے پس جو شخص صدقہ کرے اور اس کی نیت اور غرض ریاکاری ہو تو وہ اس حوالے سے مخلص ہے لیکن عرفِ عام یہ ہے کہ اخلاص کا اطلاق اس عمل پر ہوتا ہے جس میں مقصود صرف اللہ تعالیٰ کا قرب ہو اور اس میں کسی قسم کی آمیزش نہ ہو۔ جس طرح الحاد صرف میلان کا نام ہے لیکن عرف میں حق سے دوسری جانب کے میلان کو الحاد کہتے ہیں پس جس فعل کا باعث محض ریا ہو وہ باعث ہلاکت ہے اور ہماری گفتگو اس سے متعلق نہیں ہے کیوں کہ ریا سے متعلق ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اس سلسلے میں ادنیٰ بات وہ ہے جس کا حدیث شریف میں ذکر آیا ہے کہ قیامت کے دن ریاکار کو چار ناموں سے پکارا جائے گا۔ اے ریاکار، اے دھوکے باز، اے مشرک اور اے کافر ــــ (۱)

اس وقت ہماری گفتگو اس سلسلے میں ہے کہ انسان کا مقصد قربِ خداوندی ہی ہو لیکن اس میں کوئی دوسرا باعث مثلاً ریاکاری یا نفسانی فوائد وغیرہ شامل ہو جائیں ــــ

اس کی مثال اس طرح ہے کہ کوئی شخص تقربِ خداوندی کے لیے روزہ رکھے لیکن اس میں پرہیز کا فائدہ بھی حاصل کرنا چاہتا ہو یا وہ غلام آزاد کرتا ہے اور اس میں یہ ارادہ بھی ہے کہ اس کے اخراجات اور بداخلاقی سے جان چھوٹ جائے گی یا حج کرتا ہے تاکہ حرکتِ سفر کی وجہ سے مزاج صحیح ہو جائے یا شہر میں پائی جانے والے کسی شر سے بچ جائے گا یا اس کے گھر میں کوئی دشمن ہے جس سے بھاگنا بھی مقصود ہے یا بیوی بچوں یا کسی دوسرے کام سے تھک گیا ہے اور کچھ دن آرام کرنا چاہتا ہے یا وہ جہاد کرتا ہے تاکہ فنِ لڑائی میں مہارت ہو اور لشکر وغیرہ تیار کرنے کا طریقہ سیکھ جائے یا کوئی آدمی رات کے وقت نماز پڑھتا ہے اور اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اپنے آپ سے اونگھ کو دور کرے گھر والوں یا سامان کی حفاظت کرے یا علم حاصل کرتا ہے تاکہ اس کے لیے ضروری مال حاصل کرنا آسان ہو جائے یا خاندان میں اسے عزت حاصل ہو یا علم کی عزت کے باعث طمع کرنے والوں سے اس کی زمین اور مال محفوظ رہے یا کوئی شخص درس و تدریس اور وعظ میں مصروف ہوتا ہے کہ خاموشی کی تکلیف سے جان چھوٹ جائے اور لذتِ حدیث سے خوشی حاصل ہو یا وہ علماء اور صوفیاء کی خدمت کرتا ہے تاکہ لوگوں کے نزدیک اس کی عزت زیادہ ہو یا دنیا میں اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔

یا کوئی شخص قرآن مجید اس لیے لکھتا ہے کہ بار بار کی کتابت سے اس کا خط اچھا ہو جائے یا کوئی آدمی پیدل حج کرتا ہے تاکہ کرایہ بچ جائے یا وضو اس لیے کرتا ہے کہ بدن صاف ہو جائے یا ٹھنڈک حاصل ہو یا غسل کرتا ہے کہ

---

(۱) الجامع لاحکام القرآن جلد اول ص ۱۹ مقدمۃ الکتاب

اچھی خوشبو ہو یا حدیث روایت کرتا ہے تاکہ عمدہ اور اعلیٰ سند کا علم ہو یا مسجد میں اعتکاف بیٹھتا ہے تاکہ گھر کے کرائے میں تخفیف ہو یا روزہ رکھتا ہے تاکہ کھانے پکانے کے تردد سے بچ جائے یا اس لیے کہ دوسرے کاموں کے لیے فراغت حاصل ہو جائے۔

یا کوئی شخص کسی سائل کو صدقہ اس لیے دیتا ہے کہ وہ اس کے مانگنے سے عاجز آ گیا ہے یا کسی مریض کی عیادت اس لیے کرتا ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی بھی کی جائے۔ یا جنازے کے ساتھ اس لیے جاتا ہے کہ لوگ اس کے جنازے کے ساتھ بھی جائیں یا ان کاموں میں سے کوئی کام اس لیے کرتا ہے تاکہ بھلائی کے ساتھ اس کی پہچان ہو اور اس کا ذکر کیا جائے اور لوگ اسے اچھی نگاہ سے دیکھیں۔

پس جب عمل کا باعث تقربِ خداوندی ہو لیکن اس کے ساتھ ان امور میں سے بھی کوئی بات ملی ہوئی ہو تاکہ ان امور کی وجہ سے اس کے لیے عمل آسان ہو جائے تو اس کا عمل اخلاص کی حد سے نکل گیا اور اب وہ خالص رضائے الٰہی کے لیے نہیں ہے بلکہ اس میں شرکت پائی گئی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (حدیث شریف میں ہے) کہ میں شرکت سے تمام شرکاء سے بڑھ کر بے نیاز ہوں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ وہ تمام دنیوی فوائد جن سے نفس کو راحت پہنچتی ہے اور ان کی طرف دل مائل ہوتا ہے وہ کم ہوں یا زیادہ جب وہ عمل میں پائے جائیں تو وہ عمل صاف اور خالص نہیں رہتا اس کا اخلاص زائل ہو جاتا ہے اور انسان کی حالت تو یہ ہے کہ وہ مفاداتِ دنیوی سے مربوط ہے اور خواہشات کے سمندر میں غوطہ زن ہے بہت کم اس کا فعل یا عبادت اس قسم کے فوری فوائد اور غرض سے جدا ہوتی ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ جس شخص کی زندگی کا ایک لمحہ بھی خالص رضائے الٰہی کے لیے میسر ہو گیا اس نے نجات پائی اور یہ بات اس لیے ہے کہ خلوص بہت نادر ہے اور ان آمیزشوں سے دل کا صاف ہونا بہت مشکل ہے۔

بلکہ خالص تو وہ ہے جس کا باعث صرف اللہ تعالیٰ کے قرب کی طلب ہو اور اگر عمل کا باعث صرف یہی امور ہوں تو ایسے عامل کا معاملہ کس قدر سخت ہوگا یہ بات مخفی نہیں ہے لیکن ہمارے پیشِ نظر وہ صورتیں ہیں کہ جب مقصد اصلی اللہ تعالیٰ کے قرب کا حصول ہو اور اس کے ساتھ یہ امور مل جائیں پھر یہ آمیزش یا تو موافقت کے رتبہ میں ہو گی یا بطور شرکت ہو گی یا مدد و اعانت کے طور پر ہو گی۔ جس طرح نیت کے بیان میں گزر چکا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ باعثِ نفسی، باعثِ دینی کی طرح ہو گا یا اس سے قوی ہو گا یا کمزور ہو گا۔ اور ہر ایک کا الگ حکم ہے جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ عمل ان تمام امور کی آمیزش سے خالص ہو یہ آمیزش کم ہو یا زیادہ، حتیٰ کہ صرف تقربِ خداوندی مقصود ہو اس کے سوا عمل کا کوئی باعث نہ ہو اور یہ بات اسی شخص سے متصور ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت

کرتا ہے اس کا عاشق زار ہے اور آخرت کی فکر میں اس قدر ڈوبا ہوا ہے کہ اس کے دل میں محبتِ دنیا کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے حتیٰ کہ اسے کھانے پینے سے بھی محبت نہیں ہے بلکہ اس سلسلے میں اس کی رغبت اسی قدر ہے جس قدر قضائے حاجت کی رغبت ہے کہ یہ ایک فطری ضرورت ہے لہٰذا وہ کھانے کی خواہش اس لیے نہیں رکھتا کہ یہ کھانا ہے بلکہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر طاقت حاصل ہو۔ اور وہ تمنا کرے کہ کیا اچھا ہو وہ بھوک کی آفت سے محفوظ ہو جائے کہ اسے کھانے کی ضرورت نہ پڑے۔

پس اس کے دل میں ضرورت سے زائد چیزوں کے لیے کوئی جگہ نہ ہو اور بقدر ضرورت مطلوب ہو کیوں کہ یہ اس کے دین کی ضرورت ہے۔ اس کو صرف فکرِ الٰہی ہو پس اس قسم کا شخص اگر کھاتا یا پیتا ہے یا قضائے حاجت کے لیے جاتا ہے تو تمام حرکات و سکنات میں اس کا عمل خالص اور نیت صحیح ہوتی ہے۔

مثلاً وہ سو جاتا ہے تاکہ آرام حاصل ہو اور اس کے بعد عبادت پر قدرت ہو تو اس کا سونا بھی عبادت ہے اور اس سلسلے میں اسے مخلصین کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور جس شخص کی حالت اس طرح نہ ہو اس پر اعمال کے سلسلے میں اخلاص کا دروازہ بند ہوتا ہے ہاں کبھی کبھی کھلتا ہے اور جس طرح ایسا شخص جس پر اللہ تعالیٰ اور آخرت کی محبت غالب ہو اس کی عام حرکات بھی یہی صفت ہو جاتی ہیں اور وہ اخلاص بن جاتی ہیں اسی طرح جس شخص کے نفس پر دنیا بلندی اور اقتدار یا کوئی دوسری بات جس کا اللہ تعالیٰ سے تعلق نہ ہو، غالب آجائے تو اس کی تمام حرکات میں بھی یہی صفت آجاتی ہے لہٰذا اس کی عبادات نماز اور روزہ وغیرہ بہت کم محفوظ رہتی ہیں۔

پس اخلاص سے اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ نفسانی خواہشات کو توڑ چھوڑ دیا جائے اور دنیا کی طمع کو ختم کر کے صرف آخرت کو پیش نظر رکھا جائے یعنی وہی دل پر غالب ہو اس وقت اخلاص آسان ہوگا کتنے ہی اعمال ایسے ہیں جن میں انسان تھکاوٹ برداشت کرتا ہے اور اس کے خیال میں یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتا ہے حالانکہ وہ اس سلسلے میں دھوکے کا شکار ہوتا ہے کیوں کہ ان میں آفت کی وجہ اسے معلوم نہیں ہوتی جیسے کہ کسی بزرگ کے بارے میں منقول ہے انہوں نے فرمایا میں نے تیس سال کی نمازیں جو میں پہلی صف میں پڑھتا تھا، قضا کیں یوں کہ ایک دن کسی عذر کی وجہ سے مجھے تاخیر ہو گئی اور میں نے دوسری صف میں نماز پڑھی اس سے مجھے لوگوں کے سامنے شرمندگی ہوئی کہ انہوں نے مجھے دوسری صف میں دیکھا اس سے مجھے معلوم ہوا کہ جب لوگ مجھے پہلی صف میں دیکھتے تھے تو اس سے مجھے خوشی ہوئی تھی اور یہ بات میرے لیے راحتِ قلبی کا سبب تھی لیکن مجھے اس کی خبر نہ تھی اور یہ ایک باریک خفیہ بات ہے کہ اس جیسی باتوں سے بہت کم اعمال محفوظ ہوتے ہیں اور اس بات سے صرف انہی لوگوں کو آگاہی ہو سکتی ہے جن کو اللہ تعالیٰ اس بات کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اور جو لوگ اس سے غافل ہیں وہ قیامت کے دن اپنی تمام نیکیوں کو گناہوں کی شکل میں پائیں گے اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی سے وہی لوگ مراد ہیں۔

وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا۔ (۱)

اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ چیز ظاہر ہوئی جس کا وہ خیال نہیں رکھتے تھے اور ان کے لیے وہ برائیاں ظاہر ہوئیں جو انہوں نے کمائی تھیں۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ (۲)

آپ فرما دیجیے کیا میں تمہیں ان لوگوں کی خبر دوں جو اعمال کے اعتبار سے بہت خسارے میں ہیں وہ لوگ جن کی کوشش دنیوی زندگی میں بیکار گئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

اور اس فتنے کا زیادہ شکار علماء ہیں کیوں کہ ان میں سے اکثر اپنے علم کو پھیلانے سے غلبے کی لذت دوسروں کو پیچھے لانے کی خوشی اور حمد و ثناء سے سرور محسوس کرتے ہیں۔ اور شیطان ان کو دھوکے میں ڈالتے ہوئے کہتا ہے تمہاری غرض تو دین خداوندی کو پھیلانا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے مخالفوں کو دور کرنا ہے اور واعظین لوگوں اور بادشاہوں کی خیر خواہی اور وعظ و نصیحت کا اللہ تعالیٰ پر احسان جتاتے ہیں اور اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ لوگ ان کی بات کو قبول کرتے ہیں اور ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور واعظ دعویٰ کرتا ہے کہ میری خوشی کا باعث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی نصرت میرے لیے آسان کر دی اور اگر اس کا کوئی ہمعصر اس سے اچھا وعظ کرتا ہو اور لوگ اس سے ہٹ کر اس کی طرف متوجہ ہو جائیں تو یہ بات اسے بُری لگتی ہے اور وہ غمگین ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے وعظ کا باعث دین ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام دوسرے کے سپرد کر دیا اس کے باوجود شیطان اسے تنہا نہیں چھوڑتا اور کہتا ہے تیرے غم کا سبب یہ ہے کہ تجھ سے ثواب چلا گیا تو اس لئے غمگین نہیں کہ لوگ تجھے چھوڑ کر دوسری طرف چلے گئے۔ کیوں کہ اگر وہ تیری بات سے نصیحت حاصل کرتے تو تجھے ثواب ہوتا اور تیرا ثواب کے چلے جانے پر غمگین ہونا اچھا ہے اور اس بیچارے کو معلوم نہیں کہ اس کا حق کے لیے جھکاؤ اور تبلیغ کا کام اپنے سے افضل کے سپرد کرنا زیادہ ثواب کا باعث ہے اور تنہا تبلیغ کے مقابلے میں اس صورت میں ثواب زیادہ ہو گا۔ تو بتائیے اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر غمگین ہوتے تو کیا یہ غم اچھا ہوتا یا بُرا؟ اور کسی بھی دین دار آدمی کو اس بات میں شک نہیں کہ اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسا کرتے تو یہ بات قابلِ تعریف نہ ہوتی کیوں کہ ان کا حق کے

---

(۱) قرآن مجید سورۂ زمر آیت ۴۷، ۴۸

(۲) قرآن مجید سورۂ کہف آیت ۱۰۳

سامنے جھک جانا اور قوم کا معاملہ اپنے سے افضل کے سپرد کر دینا خود لوگوں کے مسائل کی ذمہ داری اٹھانے سے بہتر تھا اور اس میں ثواب بھی زیادہ ہے بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس بات پر خوش ہوئے کہ جو شخصیت ان سے افضل ہے اس نے تن تنہا اس ذمہ داری کو اٹھایا علماء کو کیا ہوا کہ وہ اس بات پر خوش نہیں ہوتے بعض اوقات کچھ اہل علم شیطان کے دھوکے میں آجاتے ہیں اور دل میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی ہم سے افضل عالم پیدا ہوا تو ہمیں خوشی ہوگی لیکن امتحان سے پہلے یہ بات کہنا محض جہالت اور دھوکہ ہے کیوں کہ نفس اس قسم کے وعدوں میں فوراً جھک جاتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ معاملہ درپیش نہیں ہوتا لیکن جب وہ معاملہ آجاتا ہے تو اس میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اور اپنے خیال سے رجوع کر لیتا ہے اپنا وعدہ پورا نہیں کرتا اور اس بات کی معرفت اسی شخص کو ہو سکتی ہے جو شیطان اور نفس کے مکر و فریب کو جانتا ہے اور اس سلسلے میں اسے کافی تجربہ ہوتا ہے۔

پس حقیقتِ اخلاص کی معرفت اور اس پر عمل ایک گہرا سمندر ہے اس میں سب لوگ ڈوب جاتے ہیں اکا دکا ہی محفوظ رہتے ہیں قرآن مجید کی اس آیت میں اس استثناء کا ذکر ہے ارشاد خداوندی ہے۔

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ۔ (۱) مگر تیرے مخلص بندے (میرے قابو میں نہیں آئیں گے)

تو بندے کو چاہیئے کہ ان باریک امور کی خوب چھان بین کرے ورنہ وہ نادانستہ طور پر شیطان کے پجاریوں میں شامل ہو جائے گا۔

فصل ۳:

اخلاص کے بارے میں بزرگوں کے اقوال

حضرت سوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخلاص اس بات کا نام ہے کہ خود اخلاص پر بھی نظر نہ رہے کیوں کہ جو شخص اپنے اخلاص میں اخلاص کو دیکھتا ہے اس کا اخلاص بھی اخلاص کا محتاج ہے انہوں نے جو کچھ فرمایا وہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اپنے عمل کو خود پسندی سے بھی پاک صاف رکھا جائے کیوں کہ اخلاص کی طرف توجہ اور اس پر نظر بھی خود پسندی ہے اور یہ بھی آفات میں سے ایک آفت ہے خالص عمل وہ ہے جو تمام آفات سے پاک ہو اور یہ ایک آفت ہے۔

حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں" اخلاص یہ ہے کہ بندے کی حرکت و سکون سب کچھ خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو" آپ کا یہ قول جامع ہے اور پوری غرض کو گھیرے ہوئے ہے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کے قول کا بھی یہی مطلب ہے آپ نے فرمایا اخلاص، اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیت کو سچا کرنے کا نام ہے۔

---

(۱) قرآن مجید سورہ ص آیت ۸۳

حضرت سہل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ نفس پر سب سے سخت بات کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "اخلاص"، کیوں کہ اس میں نفس کا اپنا کوئی حصہ نہیں ہے۔

حضرت رویم رحمہ اللہ فرماتے ہیں عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل کرنے والا دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں اس عمل کا عوض طلب نہ کرے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نفسانی مقاصد دنیوی ہوں یا اُخروی وہ آفت ہیں اور جو شخص اس لیے عبادت کرے کہ جنت میں نفسانی خواہشات سے بہرہ ور ہو وہ آفت زدہ ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عمل سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہونی چاہیے اور یہ صدیقین کے اخلاص کی طرف اشارہ ہے جسے مطلق اخلاص کہتے ہیں۔

لیکن جو شخص جنت کی امید اور جہنم کے خوف سے عبادت کرتا ہے وہ فوری طور پر ملنے والے فوائد کے حوالے سے مخلص ہے ورنہ وہ پیٹ اور شرمگاہ کی خواہش کو پورا کرنے والا ہے اور عقل مند لوگوں کا سچا مطلوب تو فقط اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور کسی قائل کا یہ قول اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کی حرکت کسی نہ کسی مقصد کے لیے ہوتی ہے مقاصد واغراض سے پاک ہونا تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور جو اپنے لیے یہ دعویٰ کرے وہ کافر ہے حضرت ابو بکر باقلانی رحمہ اللہ نے ان لوگوں کو کافر قرار دیا جو ہر قسم کی غرض سے پاک ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ آپ نے جو فرمایا وہ حق ہے لیکن لوگوں نے اغراض سے پاک ہونے کا مطلب یہ لیا ہے کہ ان اغراض سے پاک ہو جن کو لوگ اغراض کہتے ہیں اور وہ جنتی خواہشات ہیں محض معرفت، مناجات اور دیدار الٰہی سے لطف اندوز ہونا تو ان لوگوں کی غرض ہے اور لوگوں کے نزدیک یہ باتیں غرض شمار نہیں ہوتیں بلکہ وہ اس بات پر تعجب کرتے ہیں۔

اور یہ وہ لوگ ہیں کہ اطاعت، مناجات اور بارگاہ خداوندی کی دائمی حاضری جیسی اہم نعمت جو ان کے پاس ہے اگر اس کے بدلے میں ان کو جنت کی تمام نعمتیں بھی دی جائیں تو وہ اسے حقیر جانیں اور اس کی طرف متوجہ نہ ہوں پس ان کی حرکت بھی کسی غرض کے لیے ہوتی ہے اور عبادت کا بھی ایک مقصد ہوتا ہے اور وہ فقط ذاتِ معبود ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ انسان ہمیشہ اپنے خالق کی طرف دیکھے اور یوں مخلوق کو دیکھنا بھول جائے ۔۔۔ اس قول میں صرف ریا کی آفت کی طرف اشارہ ہے اسی لیے بعض بزرگوں نے فرمایا عمل میں اخلاص یہ ہے کہ شیطان اس پر مطلع نہ ہو ورنہ وہ اسے بگاڑ دے گا اور نہ فرشتوں کو اس کا علم ہو کہ وہ اسے لکھیں۔ یہ محض پوشیدہ رکھنے کی طرف اشارہ ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اخلاص وہ چیز ہے جو مخلوق سے پوشیدہ اور ملاوٹ سے پاک ہو۔ یہ قول تمام مقاصد کو جامع ہے۔

حضرت محاسبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ رب کے معاملے سے مخلوق کو نکال دے۔ اس قول میں محض

ریا کی نفی کی طرف اشارہ ہے اسی طرح حضرت خواص رحمہ اللہ نے فرمایا جو شخص ریاست (اقتدار اور دوسروں پر برتری) کا پیالہ پیتا ہے وہ بندگی کے اخلاص سے نکل جاتا ہے ۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حواریوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ کس کا عمل خالص ہے؟ آپ نے فرمایا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرتا ہے اسے یہ بات پسند نہیں ہوتی کہ اس پر کوئی اس کی تعریف کرے تو یہ بھی ریا کو چھوڑنے کی بات ہے آپ نے اس بات کو خاص طور پر اس لیے ذکر فرمایا کہ اخلاص میں خلل کا یہ سب سے مضبوط سبب ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخلاص، عمل کے کدورتوں سے پاک ہونے کا نام ہے۔ حضرت فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کو چھوڑنا ریا ہے اور ان کے لیے عمل کرنا شرک ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ان دونوں مصیبتوں سے بچائے ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اخلاص دائمی مراقبہ (اعمال کی حفاظت) اور نفسانی اغراض کو بھولنے کا نام ہے ۔

یہ کامل بیان ہے ورنہ اس سلسلے میں بے شمار اقوال ہیں لیکن حقیقت واضح ہو جانے کے بعد زیادہ باتیں نقل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اور اس سلسلے میں شافی بیان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے آپ سے اخلاص کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

اَنْ تَقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ ثُمَّ تَسْتَقِیْمُ کَمَا اُمِرْتَ۔ (۱)	تم کہو کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر اس پر استقامت اختیار کرو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا۔

یعنی اپنے نفس اور خواہش کے پجاری نہ بنو اور صرف اپنے رب کی عبادت کرو اور اس کی عبادت میں اسی طرح سیدھی راہ پر رہو جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے غیر سے نظر کو دور ہٹا دے اور یہی سچا اخلاص ہے ۔

فصل ۴ :

اخلاص میں پائی جانے والی آفات اور آمیزشوں کے درجات

وہ آفات جو اخلاص کو مکدر کر دیتی ہیں ان میں سے بعض واضح ہیں اور بعض پوشیدہ ہیں اور بعض واضح ہونے کے باوجود کمزور ہیں جب کہ بعض پوشیدہ ہونے کے باوجود قوی و مضبوط ہیں اور پوشیدہ و ظاہر ہونے کے حوالے سے ان کے درجات کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے اور اخلاص کو سب سے زیادہ خراب کرنے والی چیز ریاکاری ہے تو اس سلسلے میں

---

(۱) سنن ابن ماجہ ص ۲۹۳، ابواب الفتن۔

مثال بیان کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص خلوص سے نماز پڑھ رہا ہو تو شیطان اس کو آفت میں مبتلا کرتا ہے ہے کہ جب کچھ لوگ اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہوں یا اس کے پاس کوئی شخص آئے تو شیطان کہتا ہے اچھی طرح نماز پڑھو تاکہ دیکھنے والا تمہیں تعظیم کی نگاہ سے دیکھے اور تجھے اچھا سمجھے نہ تو تجھے حقارت کی نگاہ سے دیکھے اور نہ تمہاری غیبت کرے، اب یہ شخص شیطان کی بات سن کر اپنے اعضاء میں خشوع ظاہر کرے اور اچھے طریقے سے نماز ادا کرے تو یہ واضح ریا ہے حتیٰ کہ ابتدائی مریدین پر بھی مخفی نہیں ہوتا۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ مرید اس آفت کو سمجھ گیا اور اس نے اس سے بچاؤ کی راہ اختیار کرلی اور وہ شیطان کی اطاعت نہیں کرتا اور نہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے بلکہ پہلے کی طرح نماز کو جاری رکھتا ہے تو اب شیطان کسی خیر کے بہانے سے اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے تیری اتباع اور اقتداء کی جاتی ہے اور تجھے دیکھا جاتا ہے تو جو عمل کرتا ہے لوگ اس سے اثر لیتے ہیں اور تیری اقتداء کرتے ہیں اگر تو اچھا عمل کرے گا تو ان کے عمل کا ثواب بھی پائے گا۔ اور اگر برا کرے گا تو ان کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا لہٰذا اس آدمی کے سامنے اچھا کردہ سکتا ہے وہ خشوع وخضوع اور اچھی طرح عبادت کرنے میں تیری اقتداء کرے۔ یہ درجہ پہلے درجے کی نسبت کچھ پوشیدہ ہے اور بعض اوقات اس صورت میں وہ لوگ بھی دھوکے کا شکار ہو جاتے ہیں جو پہلی صورت میں نہیں ہوتے یہ بھی عین ریاکاری ہے اور اس سے اخلاص باطل ہو جاتا ہے کیوں کہ اگر وہ خشوع اور حسن عبادت کو اچھا سمجھتا ہے کہ دوسرے کے لیے اسے چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتا تو خلوت میں اس کو اپنانے پر راضی کیوں نہیں ہوتا اور یہ بات ممکن نہیں کہ اپنے نفس کے مقابلے میں دوسرے کے نفس کو زیادہ عزیز سمجھے پس یہ محض دھوکہ ہے بلکہ پیشوا تو وہ شخص ہے جو اپنے آپ سیدھے راستے پر ہو اور اس کا دل روشن ہو پھر یہ نور دوسروں تک پہنچے اور اس کو ثواب حاصل ہو۔ لیکن یہ تو محض منافقت اور دھوکہ ہے پس جو شخص اس کی اقتداء کرے گا اسے ثواب حاصل ہوگا لیکن خود اس سے اس بات کی بازپرس ہوگی کہ اس نے دھوکہ کیا اور جو کچھ اس میں ظاہر نہ تھا اس سے اپنے آپ کو موصوف بتایا۔

تیسرا درجہ پہلے دونوں درجوں سے بھی زیادہ دقیق ہے کہ اس سلسلے میں بندہ اپنی آزمائش کرے اور شیطان کے مکر وفریب سے آگاہ ہو اور جان لے کہ خلوت کی صورت میں عبادت کی کیفیت کا کچھ اور ہونا اور کسی کے سامنے دوسری کیفیت کا ہونا محض ریا ہے اور اس بات کو بھی جان لے کہ اخلاص اس چیز کا نام ہے کہ خلوت میں نماز لوگوں کے سامنے والی نماز کی طرح ہو اسے اپنے آپ سے بھی حیا آئے اور اپنے رب سے بھی حیا کرے کہ خلوت میں جو خشوع پایا جاتا ہے لوگوں کے سامنے اس سے زائد خشوع ہو پھر خلوت میں اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو اور اپنی نماز کو اس طریقے پر اچھا بنائے جس طریقے کو لوگوں کے سامنے پسند کرتا تھا۔ اور لوگوں کے سامنے بھی اسی طریقے پر نماز پڑھے تو یہ باریک قسم کی ریاکاری ہے کیوں کہ اس نے علیحدگی میں نماز کو اس لیے اچھا کیا کہ لوگوں کے سامنے بھی اسی طرح اچھا بنائے تو اب خلوت اور مجمع دونوں میں اس کی توجہ مخلوق کی طرف ہوگی بلکہ اخلاص تو یہ ہے کہ اس کی نماز کی طرف جانوروں اور انسانوں کا دیکھنا برابر ہو گویا اس

کا دل برداشت نہیں کرتا کہ لوگوں کے سامنے نماز بری طرح ادا کرے پھر اپنے دل میں شرماتا ہے کہ کہیں ریاکاروں میں سے نہ ہو جائے اور وہ خیال کرتا ہے کہ جب خلوت اور مجلس کی نماز ایک جیسی ہو جائے گی تو ریاکاری ختم ہو جائے گی۔

لیکن یہ بات صحیح نہیں بلکہ ریاکاری کا زوال اس وقت ہوگا کہ خلوت اور اجتماع دونوں صورتوں میں مخلوق پیش نظر نہ ہو جس طرح جمادات کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ تو یہ شیطان کے خفیہ فریب ہیں۔

چوتھا درجہ سب سے زیادہ باریک اور خفی ہے کہ لوگ اسے نماز میں دیکھیں اور شیطان یہ بات کہنے سے عاجز آجائے کہ ان کے لیے خشوع اختیار کرو کیوں کہ شیطان اس بات کو جانتا ہے کہ وہ شخص یہ بات سمجھ چکا ہے اس لیے شیطان کہتا ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال میں غور کرو اور دیکھو تم کس کے سامنے کھڑے ہو اور اس بات سے حیا کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو دیکھے اور تمہارا دل اس سے غافل ہو اس خیال کے آنے سے اس کا دل حاضر ہوتا ہے اور اعضاء میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور وہ اسے عین اخلاص سمجھتا ہے حالاں کہ یہ تو خالص مکر اور دھوکہ ہے اگر اس کا خشوع اللہ تعالیٰ کے جلال کو دیکھتے ہوئے ہوتا تو تنہائی میں بھی یہ خطرہ ہوتا اور یہ حالت دوسروں کے دیکھنے کے ساتھ خاص نہ ہوتی اس آفت سے محفوظ ہونے کی علامت یہ ہے کہ یہ خیال تنہائی میں بھی اس کے دل میں جما رہے جس طرح مجلس میں رہتا ہے اور دوسروں کی موجودگی اس خیال کی حاضری کا سبب نہ ہو جس طرح جانوروں کی موجودگی اس خیال کا باعث نہیں ہوتی پس جب تک وہ انسانی مشاہدے اور جانور کے مشاہدے میں فرق کرتا ہے اخلاص کی صفائی سے خارج رہے گا اور اس کا باطن شرک خفی یعنی ریا سے ملوث رہے گا اور یہ شرک انسان کے دل میں سیاہ چیونٹی کے سخت اندھیری رات میں سخت پتھر پر چلنے سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔(۱)

شیطان سے وہی شخص بچ سکتا ہے جو گہری نظر رکھتا ہو اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور اس کی توفیق سے سعادت مند ہو ورنہ شیطان ہر وقت ان لوگوں کی تاک میں رہتا ہے جو عبادت خداوندی میں مستعد ہوتے ہیں وہ ان سے ایک لحظہ کے لیے بھی غافل نہیں ہوتا اور ان کو ہر حرکت میں ریاکاری پر ابھارتا ہے حتیٰ کہ آنکھوں میں سرمہ لگانے مونچھیں کاٹنے، جمعہ کے دن خوشبو لگانے اور کپڑے پہننے میں ریاکاری کرتے ہیں یہ امور مخصوص اوقات میں سنت ہیں اور نفس کے لیے ان میں ایک خفی غرض ہے کیوں کہ لوگ ان کاموں کو دیکھتے ہیں اور طبیعت ان سے مانوس ہوتی ہے اس لیے شیطان ان کاموں کے کرنے کی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سنت ہے اس لیے ایسے چھوڑنا نہیں چاہیے اور نفس کو اس تقریر سے اس لیے ترغیب ہوتی ہے کہ اس میں خفیہ شہوتیں موجود ہیں یا اس میں کچھ آمیزش ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ اخلاص کی حد سے نکل جاتا ہے اور جو ان تمام آفات سے محفوظ نہ ہو وہ خالص نہیں بلکہ جو شخص ایسی مسجد میں طواف کرتا ہے جس کی تعمیر اور صفائی وغیرہ عمدہ ہے تو اس

---

(۱) المستدرک للحاکم جلد ۲ ص ۲۹۱ کتاب التفسیر

سے طبیعت مانوس ہوتی ہے اور شیطان اس سلسلے میں اسے رغبت دیتا ہے اور اعتکاف کے فضائل کثرت سے بیان کرتا ہے اور بعض اوقات اس کا محرک مخفی مسجد کی خوبصورتی کی وجہ سے اس سے مانوس ہونا اور اس میں طبیعت کا آرام پانا ہے اور یہ بات اس وقت واضح ہوتی ہے جب ایک مسجد، دوسری کے مقابلہ میں زیادہ خوبصورت ہو اور اس وجہ سے اس کی طرف میلان ہو اور ان سب صورتوں میں طبیعت کی آمیزش اور نفس کی کدورت ملی ہوتی ہے اور یہ بات اخلاص کو باطل کر دیتی ہے جس طرح خالص سونے میں کھوٹ ملی ہوئی ہو تو اس کے بیسے درجات ہیں۔ بعض اوقات کھوٹ غالب ہوتی ہے اور بعض کھوٹ کم ہوتی ہے لیکن جلد معلوم ہو جاتی ہے اور کبھی نہایت دقیق ہوتی ہے تجربہ کار آدمی کے سوا کسی کو پتہ نہیں چلتا۔

لیکن دل کی کھوٹ شیطان کا مکر وفریب اور نفس کا خبث اس سے بھی زیادہ پوشیدہ اور دقیق ہوتا ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ عالم کی دو رکعتیں جاہل کی ایک سال کی عبادت سے افضل ہیں اور اس سے وہ عالم مراد ہے جو اعمال کی باریک و دقیق آفات کی بصیرت رکھتا ہو تاکہ ان آفات سے اپنے اعمال کو صاف کر سکے کیونکہ جاہل کی نظر ظاہری عبادت پر ہوتی ہے اور اسی سے وہ دھوکہ کھاتا ہے جس طرح ایک دیہاتی جو دینار کو دیکھتا ہے کہ سرخ اور گول ہے حالانکہ وہ کھوٹا اور نکما سا دینار ہوتا ہے جب کہ تھوڑا سا خالص سونا جس کو تجربہ کار شخص پرکھتا ہے اس دینار سے بہتر ہے جس کو غبی اور ناواقف شخص اچھا سمجھتا ہے۔

پس عبادات میں تفاوت کا بھی یہی مسئلہ ہے بلکہ یہ اس سے بھی زیادہ سخت اور بڑا ہے اور جس قدر آفات اعمال میں داخل ہوتی ہیں وہ شمار سے باہر ہیں لہٰذا ہم نے جو مثال بیان کی ہے اس سے نفع حاصل کرنا چاہیے سمجھدار آدمی کے لیے تھوڑی سی گفتگو بھی کافی ہے جب کہ غبی شخص کو لمبی چوڑی باتوں سے بھی فائدہ نہیں لہٰذا تفصیل میں جانا بے فائدہ ہے۔

فصل ۵:

مخلوط عمل کا حکم اور ثواب

جان لو جب عمل اللہ تعالیٰ کے لیے خالص نہ ہو بلکہ اس میں دکھاوا یا نفس کی اغراض شامل ہوں تو اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا اس سے ثواب ملے گا یا عذاب ہوگا۔؟ یا کچھ بھی نہیں ہوگا ثواب نہ عذاب۔ لیکن جس عمل میں ریاکاری ہی مقصود ہو وہ قطعی طور پر نقصان دہ ہے اور وہ ناراضگی اور عذاب کا سبب ہے اور جو عمل اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہو وہ باعث ثواب ہے اختلاف صرف مخلوط عمل میں ہے احادیث کے ظاہر سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس عمل کا ثواب نہیں ہوگا اور اس سلسلے میں روایات میں تعارض ہے (۱)

(۱) سنن ابو داؤد میں ہے ایک شخص نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا یا رسول اللہ ایک شخص جہاد کرتا ہے لیکن وہ سامانِ دنیا کا خواہشمند ہے آپ نے فرمایا اس کا جہاد نہیں (سنن ابی داؤد جلد اول ص ۳۴۱ کتاب الجہاد

ہمارے خیال میں باعثِ عمل کی طاقت کو دیکھا جائے اگر دینی اور نفسانی باعث برابر ہوں یعنی ان کا قیام اور سقوط مساوی ہو تو اس سلسلے میں ثواب و عذاب کچھ نہ ہوگا اور اگر دکھاوے کا سبب غالب اور قوی ہو تو یہ عمل نفع نہ دے گا بلکہ باعثِ نقصان و عذاب ہوگا۔ ہاں اس صورت میں عذاب اس عذاب سے ہلکا ہوگا جو محض ریا کی صورت میں ہوتا ہے اور اس عمل میں تقربِ خداوندی کی نیت بالکل نہیں ہوتی اور اگر کسی دوسرے باعث کے مقابلے میں تقربِ خداوندی غالب ہو تو جس قدر باعثِ دینی زیادہ ہوگا اسی قدر ثواب بھی ملے گا۔ کیوں کہ ارشادِ خداوندی ہے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۔ (۱)

پس جو شخص ذرہ بھر نیکی کرتا ہے وہ اسے دیکھ لے گا (اس کا ثواب پائے گا) اور جو ذرہ بھر برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔

اور ارشادِ خداوندی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا۔ (۲)

بے شک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر نیکی ہو تو اسے بڑھا دیتا ہے۔

لہٰذا نیکی کا ارادہ ضائع نہیں ہوگا بلکہ اگر ریا کا قصد غالب ہو تو اس کے مساوی ثواب ضائع ہو جائے گا اور جو زائد ہے باقی رہ جائے گا اور اگر قصدِ ریا مغلوب ہو تو اس کے سبب سے اتنا عذاب ساقط ہو جائے گا جو محض قصد فاسد سے ہوتا ہے۔

اس بات کی تحقیق اس طرح ہے کہ اعمال کی تاثیر دلوں میں ہوتی ہے کہ جس صفت سے وہ صادر ہوتے ہیں وہ اسے پکا کرتے ہیں پس جو چیز ریا کی دعوت دیتی ہے وہ مہلکات میں سے ہے اور اس مہلک کی غذا اور قوت اس کے مطابق عمل کرنا ہے اور خیر کا داعیہ نجات دینے والے امور میں سے ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا اس صفت کو مضبوط کرتا ہے جب یہ دونوں متضاد صفات دل میں اکٹھی ہو جائیں اور پھر ریا کے تقاضے کے مطابق عمل کرے تو یہ صفت مضبوط ہو جائے گی اور تقربِ خداوندی کے تقاضے کے مطابق عمل کرے تو یہ قوت بھی مضبوط ہو جائے گی اور ان دونوں میں سے ایک مہلک ہے اور دوسری نجات دینے والی ہے اب اگر دونوں کی تقویت برابر ہو تو دونوں مساوی ہو جائیں گی مثلاً کسی شخص کو گرم چیزیں نقصان دیتی ہیں جب وہ گرم چیز کھانے کے بعد ٹھنڈی چیز کھائے جس کی طاقت گرم چیز کی طاقت کے برابر ہو تو ان دونوں کو کھانے کے بعد اس طرح ہوگا کہ گویا اس نے دونوں چیزیں نہیں کھائیں اور اگر ان میں سے ایک

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ زلزال آیت ۷، ۸

(۲) قرآن مجید، سورۃ النساء آیت ۴۰

غالب ہو تو وہ اثر سے خالی نہ ہوگی۔ تو جس طرح کھانے، پانی اور دواؤں میں سے ذرہ بھر بھی ضائع نہیں ہوتا اور سنتِ الٰہیہ کے مطابق جسم پر اس کا اثر ضرور ہوتا ہے اسی طرح خیر و شر کا کوئی ذرہ بھی ضائع نہیں ہوتا اور دل کو روشن یا تاریک کرنے اور اللہ تعالیٰ سے قرب یا دوری کے سلسلے میں اس کی تاثیر ہوتی ہے پس جب ایسا عمل کرے جو اسے بالشت بھر اللہ تعالیٰ کے قریب کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ عمل بھی ہو جو دُوری کا باعث ہے تو وہ پہلی حالت کی طرف لوٹ آئے گا اور اسے نہ تو کوئی فائدہ ہوگا اور نہ ہی نقصان۔

اور اگر ایسا عمل ہو جو دو بالشت قریب کرتا ہے اور دوسرا عمل ایک بالشت دُور کرتا ہے تو ظاہر بات ہے کہ ایک بالشت کی فضیلت باقی رہے گی۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

أَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا(۱) برائی کے پیچھے نیکی لاؤ وہ اسے مٹا دے گی۔

جب محض ریا کو اخلاص محض مٹا دیتا ہے تو جس صورت میں دونوں جمع ہوں تو وہ ضرور ایک دوسرے کو دُور کریں گے۔

اور اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ جو شخص حج کے لیے جائے اور اس کے پاس تجارت کا مال بھی ہو تو اس کا حج صحیح ہوگا اور اس پر اسے ثواب بھی ملے گا اگرچہ اس میں نفسانی غرض شامل ہوگئی۔ ہاں ممکن ہے کہا جائے کہ اعمالِ پر ثواب اس وقت ملے گا جب وہ مکہ مکرمہ پہنچ جائے اور تجارت حج پر موقوف نہیں ہے پس وہ خالص ہے البتہ سفر حج مشترک ہے اور جب تجارت کی نیت ہو تو اس (سفر) کا ثواب نہیں ملے گا لیکن بہتر بات یہ ہے کہ کہا جائے جب محرک اصلی حج ہی ہے اور تجارت کی غرض بطور مددگار اور تابع کے ہے تو نفسِ سفر بھی ثواب سے خالی نہ ہوگا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ غازی جب کفار سے لڑیں اور مال غنیمت حاصل ہو اور دوسری صورت میں غنیمت حاصل نہ ہو تو وہ ان دونوں صورتوں میں فرق نہیں پاتے لیکن یہ بات بھی عقل سے بعید ہے کہ یہ فرق ان کے ثواب کو بالکل ضائع کر دیتا ہے بلکہ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ جب جہاد کا باعث اصلی اور محرکِ قوی اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی بلند کرنا ہو اور غنیمت میں رغبت تابع ہو تو اس سے ثواب ضائع نہ ہوگا ہاں اس کا ثواب اُس کے ثواب کے مساوی نہیں ہوگا جس کا دل غنیمت کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتا کیوں کہ غنیمت کی طرف توجہ بہر حال نقصان ہے۔

سوال:

آیات و احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ریا سے ثواب ضائع ہو جاتا ہے اور طلبِ غنیمت، تجارت اور تمام نفسانی اغراض اسی معنی میں ہیں حضرت طاؤس اور دیگر تابعین رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۱۵۸ مرویات ابوذر

اس شخص کے بارے میں پوچھا جو نیکی کرتا ہے یا آپ نے فرمایا صدقہ کرتا ہے تو پسند کرتا ہے کہ اس کی تعریف کی جائے اور اسے اجر ملے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواب نہ دیا حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا۔ (۱)

پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اچھا عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی ایک کو شریک نہ ٹھہرائے۔

اور اس شخص نے تعریف اور اجر دونوں کا ارادہ کیا تھا۔ (۲)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ نے فرمایا۔

اَدْنَى الرِّيَا شِرْكٌ۔ (۳)

تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

يُقَالُ لِمَنْ اَشْرَكَ فِىْ عَمَلِهٖ خُذْ اَجْرَكَ مِمَّنْ عَمِلْتَ لَهٗ۔ (۴)

جو شخص اپنے عمل میں شرک کرتا ہے (قیامت کے دن) اس سے کہا جائے گا کہ تو نے جس کے لیے عمل کیا ہے اسی سے اجر طلب کر۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ (ایک حدیث قدسی) روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں شرکت سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں جو شخص میرے لیے عمل کرے اور اس میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کرے تو میں اپنا حصہ بھی اپنے شریک کے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ایک شخص غیرت کے تحت لڑتا ہے دوسرا بہادری دکھانے کے لیے لڑتا ہے اور تیسرا شخص جنت میں اپنا مکان دیکھنے کے لیے لڑتا ہے (تو مجاہد فی سبیل اللہ کون ہے؟)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الْعُلْيَا

جو شخص اس لیے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی بلند ہو

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ کہف آیت ۱۱۰

(۲) الدر المنثور جلد ۴ ص ۲۵۵ تحت آیت فمن کان یرجو لقاء ربہ

(۳) المستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۲۷۲ کتاب معرفۃ الصحابۃ

(۴) الترغیب والترہیب جلد اول ص ۶۹ مقدمۃ الکتاب

فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ۔ (۱) تو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں (مجاہد) ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم کہتے ہو فلاں شخص شہید ہے اور ہو سکتا ہے اس نے اپنے جانور کے بورے چاندی سے بھر لیے ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ هَاجَرَ يَبْتَغِيْ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا فَهُوَ لَهٗ۔ (۲) جو شخص دنیا کی کوئی چیز حاصل کرنے کے لیے ہجرت کرے تو اس کے لیے وہی کچھ ہوگا۔

جواب:

ہم کہتے ہیں یہ احادیث ہماری مذکورہ تقریر کے خلاف نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو شخص صرف دنیا چاہتا ہو جیسا کہ ابھی حدیث ہجرت میں گزرا اور یہی (دنیا) اس کے ارادے پر غالب ہو اور ہم نے ذکر کیا کہ یہ گناہ اور زیادتی ہے یہ بات نہیں کہ طلب دنیا حرام ہے بلکہ دینی کاموں کو طلبِ دنیا کا آلہ بنانا حرام ہے کیوں کہ اس میں ریا اور عبادت کو اپنی جگہ سے تبدیل کرنا ہے۔

لیکن لفظ شرکت جہاں کہیں وارد ہوا مطلق برابری کے معنیٰ میں آیا ہے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب دو ارادے مساوی ہوں تو ساقط ہو جاتے ہیں اور نفع نقصان کچھ بھی نہیں ہوتا لہٰذا اس پر ثواب کی امید نہیں رکھنی چاہیئے۔

پھر انسان حالتِ شرکت میں ہمیشہ خطرے میں رہتا ہے اسے معلوم نہیں کہ دونوں باتوں میں سے کونسی بات اس کے ارادے پر زیادہ غالب ہوگی پس بعض اوقات وہ اس کے لیے وبال بن جاتی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۔ (۳) پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ اچھے کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

مطلب یہ ہے کہ شرکت کے ہوتے ہوئے ملاقاتِ خداوندی کی امید نہ رکھے کیوں کہ شرکت کا سب سے مضر نتیجہ یہ ہے کہ عمل ساقط ہو جائے۔

---

(۱) صحیح بخاری جلد اول ص ۴۰۳ کتاب الجہاد

(۲) مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۱۰۱ کتاب الصلوٰۃ

(۳) قرآن مجید، سورۂ کہف آیت ۱۱۰

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ منصب شہادت جہاد میں اخلاص کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور یہ بات کہنا بعید از عقل ہے کہ جس شخص کا دینی ارادہ اس انداز کا ہو کہ وہ اسے محض جہاد کی رغبت دے اگرچہ غنیمت حاصل نہ ہو اور کفار کی دونوں قسم کی جماعتوں یعنی تونگر اور مفلس (دونوں) سے لڑ سکتا ہو پس وہ مالدار جماعت کی طرف مائل ہو تا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی بلند ہو اور غنیمت بھی حاصل ہو تو اسے ثواب بالکل نہیں ملے گا اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ معاملہ اس انداز کا ہو کیوں کہ یہ دین میں حرج کا باعث ہے اور اس سے مسلمان مایوسی کا شکار ہوتے ہیں کیوں کہ اس قسم کے ضمنی آمیزشوں سے انسان کبھی بھی خالی نہیں ہوتا ہاں نادر صورتیں مستثنیٰ ہیں اور اس قسم کی بات ثواب میں کمی پیدا کرتی ہے عمل کو بالکل ضائع نہیں کرتی۔

ہاں اس میں انسان کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے کیوں کہ بعض اوقات وہ خیال کرتا ہے کہ قوی سبب تقرب خداوندی کا قصد ہے حالاں کہ اس کے دل میں نفسانی اغراض غالب ہوتی ہیں اور یہ بات نہایت خفی ہوتی ہے پس اجر کا حصول صرف اخلاص کی بنیاد پر ہوتا ہے اور انسان اگرچہ بہت زیادہ احتیاط کرے اسے اپنے نفس سے اخلاص کا یقین بہت کم ہوتا ہے۔

اسی لیے مناسب ہے کہ وہ ہمیشہ خوب کوشش کرے اور قبول و رد کے درمیان متردد رہے اور اس بات کا خوف رکھے کہ کہیں اس کی عبادت میں ایسی آفت نہ آجائے جس کا وبال ثواب کے مقابلے میں زیادہ ہو ارباب بصیرت جو خوف رکھنے والے تھے وہ اسی طرح کرتے تھے۔ اور ہر صاحب بصیرت کو اسی طرح کرنا چاہیے۔ اسی لیے حضرت سفیان نے فرمایا میں اپنے ظاہر ہونے والے عمل پر اعتماد نہیں کرتا۔

حضرت عبدالعزیز بن رواد رحمہ اللہ نے فرمایا میں اس گھر (بیت اللہ شریف) کا ساٹھ سال مجاور رہا اور میں نے ساٹھ حج کیے لیکن میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے جو عمل بھی کیا اس میں اپنے نفس کا محاسبہ کیا تو شیطان کا حصہ اللہ تعالیٰ کے حصے سے زیادہ پایا کاش میرا حساب برابر ہو نفع نہ ہو تو نقصان بھی نہ ہو۔

لیکن اس کے باوجود آفت اور ریا کے خوف سے عمل کو چھوڑنا مناسب نہیں کیوں کہ شیطان کی انتہائی آرزو یہی ہے مقصود تو یہ ہے کہ اخلاص نہ جانے پائے اور جب عمل کو چھوڑے گا تو عمل اور اخلاص دونوں چلے جائیں گے۔

منقول ہے کہ ایک فقیر حضرت ابو سعید خراز رحمہ اللہ کی خدمت کیا کرتا اور ان کے اعمال میں مدد کرتا ایک دن حضرت ابو سعید رحمہ اللہ نے حرکات کے سلسلے میں اخلاص کا ذکر کیا تو فقیر ہر حرکت میں دل کی نگرانی کرنے لگا اور اخلاص کو تلاش کرتا۔ چنانچہ اس کے لیے حاجات کی تکمیل بھی مشکل ہو گئی جس سے شیخ کو نقصان ہوا انہوں نے فقیر سے پوچھا کہ کام کیوں نہیں کرتے تو اس نے بتایا کہ میں نفس سے حقیقت اخلاص طلب کرتا ہوں اور میرا نفس اخلاص سے عاجز ہے لہٰذا میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔

حضرت ابو سعید رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا اس طرح نہ کرو کیوں کہ اخلاص عمل کو ختم نہیں کرتا لہٰذا ہمیشہ عمل کرو اور اخلاص کی کوشش کرو میں نے تم سے یہ نہیں کہا کہ عمل چھوڑ دو میں نے تو صرف یہ کہا کہ عمل میں اخلاص پیدا کرو۔

حضرت فضیل رحمہ اللہ نے فرمایا لوگوں کی وجہ سے عمل کو چھوڑ نا ریا ہے اور مخلوق کو دکھانے کے لیے عمل کرنا شرک ہے۔

تیسرا باب

صدق اور اس کی فضیلت و حقیقت

فصل ۱:

فضیلتِ صدق

ارشاد خداوندی ہے۔

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (۱)

کچھ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ سچ کر دیا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ اِلَى الْبِرِّ وَالْبِرَّ يَهْدِيْ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الرَّجُلَ يَصْدُقُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا وَاِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ اِلَى الْفُجُوْرِ وَالْفُجُوْرَ يَهْدِيْ اِلَى النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا۔ (۲)

بے شک سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ صدیق (بہت سچ بولنے والا) لکھ دیا جاتا ہے اور بلاشبہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی مسلسل جھوٹ بولتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کذّاب (بہت جھوٹ بولنے والا) لکھا جاتا ہے۔

فضیلتِ صدق کے بارے میں اتنی بات کافی ہے کہ لفظ صدّیق، صدق سے مشتق ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی تعریف میں لفظ صدیق ذکر فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ

اور کتاب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیجیے بیشک

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ احزاب آیت ۲۳

(۲) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۰۰، کتاب الادب

صِدِّیقًا نَّبِیًّا۔ (۱) آپ سچے نبی تھے۔

اور فرمایا۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا (۲) اور کتاب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کیجیے آپ وعدے کے سچے اور رسول، نبی ہے۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا۔ (۳) اور کتاب میں حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر کریں بیشک آپ سچے نبی تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں وہ نفع حاصل کرتا ہے سچائی، حیا، اچھے اخلاق اور شکر۔

حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے سچائی کا معاملہ کرتا ہے وہ لوگوں سے دور رہتا ہے۔

حضرت ابو عبداللہ رملی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت منصور دینوری رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا تو میں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا؟ فرمایا اس نے مجھے بخش دیا اور مجھ پر رحم فرمایا اور مجھے وہ کچھ عطا فرمایا جس کی مجھے امید نہ تھی۔ میں نے پوچھا اللہ تعالیٰ کی طرف بندہ کس چیز کے ذریعے اچھی طرح متوجہ ہوتا ہے؟ فرمایا سچ کے ساتھ اور سب سے بری چیز جس کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ جھوٹ ہے۔

حضرت ابو سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں سچ کو اپنی سواری اور حق کو اپنی تلوار بناؤ اور اللہ تعالیٰ ہی تمہاری طلب کی غایت ہونا چاہیے۔

ایک شخص نے کسی دانا آدمی سے کہا میں نے کوئی سچا آدمی نہیں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا اگر تو خود سچا ہوتا تو سچے لوگوں کو پہچان لیتا۔

حضرت محمد بن علی کتانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم نے اللہ تعالیٰ کے دین کو تین باتوں یعنی حق، صدق اور عدل پر استوار پایا پس حق اعضاء پر ہوتا ہے، عدل دلوں پر اور سچ عقلوں پر ہوتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ارشاد خداوندی ہے۔

---

(۱) قرآن مجید سورۂ مریم آیت ۴۱

(۲) قرآن مجید سورۂ مریم آیت ۵۴

(۳) قرآن مجید سورۂ مریم آیت ۵۶

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ ۔ (۱)	اور قیامت کے دن تم ان لوگوں کے چہروں کو سیاہ دیکھو گے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کیا لیکن بیر سچے نہ تھے۔
اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد علیہ السلام! جو شخص دل سے میری تصدیق کرتا ہے میں مخلوق کے سامنے علانیہ طور پر اس کو سچا کرتا ہوں۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ کی مجلس میں ایک شخص نے چیخ ماری اور اپنے نفس کو دجلہ میں ڈال دیا حضرت شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا اگر یہ شخص سچا ہوا تو اللہ تعالیٰ اسے نجات دے گا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی اور اگر جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے غرق کرے گا جس طرح فرعون کو غرق کیا بعض بزرگوں نے فرمایا کہ فقہاء اور علماء کا ان باتوں پر اتفاق ہے کہ اگروہ صحیح ہو جائیں تو آدمی نجات پالیتا ہے اور وہ تینوں باتیں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر پوری ہوتی ہیں۔ اسلام جو بدعت اور خواہش سے خالص ہو، اعمال میں اللہ تعالیٰ کے لیے صدق اور پاکیزہ کھانا۔

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے تورات کے حاشیے میں بیس حروف ایسے پائے جن کو بنی اسرائیل کے نیک لوگ اکٹھے ہو کر پڑھا کرتے تھے وہ الفاظ یہ ہیں۔

علم سے بڑھ کر کوئی خزانہ نافع نہیں، بردباری سے زیادہ نفع بخش کوئی مال نہیں، غصے سے بڑھ کر کوئی نسب ہلکا نہیں، عمل سے زیادہ بہتر کوئی ساتھی نہیں جہالت سے برا کوئی دوست نہیں، تقویٰ سے بڑھ کر کوئی عزت نہیں خواہش کو چھوڑنے سے زیادہ کوئی کرم نہیں، فکر سے زیادہ افضل کوئی عمل نہیں صبر سے اعلیٰ کوئی نیکی نہیں تکبر سے زیادہ رسوا کوئی برائی نہیں، نرمی سے زیادہ نرم کوئی دوا نہیں، بیوقوفی سے زیادہ دردناک کوئی بیماری نہیں، حق سے بڑھ کر عادل کوئی رسول نہیں کوئی دلیل سچائی سے بڑھ کر خیر خواہ نہیں، طمع سے بڑھ کر کوئی فقر ذلیل تر نہیں مال جمع کرنے سے بڑھ کر کوئی بدبخت مالداری نہیں صحت سے زیادہ اچھی کوئی زندگی نہیں، عفت سے زیادہ محافظ کوئی معیشت نہیں خشوع سے زیادہ اچھی کوئی عبادت نہیں، قناعت سے بہتر کوئی زہد نہیں خاموشی سے زیادہ حفاظت کرنے والا کوئی نگران نہیں اور کوئی غائب چیز موت سے بڑھ کر قریب نہیں۔

حضرت محمد بن سعید مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تم اللہ تعالیٰ کو سچائی کے ساتھ طلب کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ میں ایک ایسا آئینہ دے گا کہ تم دنیا اور آخرت کے عجائب میں سے ہر چیز دیکھو گے۔

حضرت ابو بکر وراق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سچائی کی حفاظت کرو اور اپنے اور مخلوق کے درمیان نرمی اختیار کرو حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا بندہ اپنے امور کی اصلاح کے لیے

---

(۱) قرآن مجید سورۂ زمر آیت ۶۰

کوئی راستہ پاتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔

قَدْ يَقِيْنَا مِنَ الذُّنُوْبِ حَيَا وَنَحْنُ نَطْلُبُ — ہم گناہوں کے باعث حیران ہیں ہم سچائی چاہتے ہیں

الصِّدْقَ مَا اِلَيْهِ سَبِيْلٌ فَدَعَاوِیْ — لیکن اس کی طرف کوئی راستہ نہیں ہمارے لیے عشق

الْهَوٰى تَخِفُّ عَلَيْنَا وَخِلَافُ الْهَوٰى — کا دعویٰ آسان ہے لیکن خواہش کی خلاف ورزی بہت

عَلَيْنَا ثَقِيْلٌ۔ — مشکل ہے۔

حضرت سہل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ہمارے اس معاملے کی اصل کیا ہے آپ نے فرمایا صدق، سخاوت اور شجاعت، عرض کیا گیا اضافہ فرمائیے فرمایا تقویٰ، حیا اور حلال غذا ــــــ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

قَوْلُ الْحَقِّ وَالْعَمَلُ بِالصِّدْقِ۔ — سچی بات اور سچائی کے ساتھ عمل۔

ارشاد خداوندی ہے۔

لِيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ (۱) — تاکہ وہ سچوں سے ان کے سچ کے بارے میں پوچھے۔

حضرت جنید رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ جو لوگ اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہیں ان کے رب کے ہاں ان سے اس صداقت کے بارے میں سوال ہوگا اور یہ پُرخطر معاملہ ہے۔

فصل ۲:

صدق کی حقیقت، معنیٰ اور مراتب

جان لو! صدق چھ معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

(۱) گفتگو میں صدق (۲) نیت و ارادہ میں صدق (۳) عزم میں صدق (۴) ارادے کو پورا کرنے میں صدق (۵) عمل میں صدق (۶) تمام مقامات دین کی تحقیق میں صدق۔

پس جو شخص ان تمام معانی میں صدق سے موصوف ہو وہ صدیق ہے کیوں کہ وہ صدق میں انتہائی درجہ تک پہنچتا ہے پھر صادقین کے بھی بہت سے درجات ہیں پس جس شخص میں کسی خاص چیز میں صدق پایا جائے وہ اسی چیز کی نسبت سے صادق کہلائے گا۔

پہلا صدق:۔ یہ زبان کا صدق ہے اور یہ صرف خبریں دینے میں یا ان باتوں میں ہوتا ہے جو خبروں میں شامل ہوں

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ احزاب آیت ۸

اور ان سے آگاہی ہو اور خبر یا تو ماضی سے متعلق ہوتی ہے یا مستقبل سے اور اس میں وعدے کو پورا کرنا اور اس کی خلاف ورزی کرنا بھی داخل ہے ہر بندے پر لازم ہے کہ اپنے الفاظ کی حفاظت کرے لہٰذا سچی بات ہی کہے صداقت کی اقسام میں سے سب سے زیادہ مشہور اور ظاہر یہی قسم ہے پس جو شخص خلاف حقیقت خبر دینے سے اپنی زبان کی حفاظت کرے وہ سچا ہے۔

لیکن اس صدق کے دو کمال ہیں ایک کنایات سے بچنا کیوں کہ کہا گیا ہے کہ کنایات میں جھوٹ کے لیے کھلا میدان ہے کیوں کہ یہ بھی جھوٹ کے قائم مقام ہیں اس لیے کہ جھوٹ میں یہی بات ممنوع ہے کہ جو بات جس طرح ہے اس کے خلاف سمجھائی جائے۔ لیکن اس کی ضرورت پڑتی ہے اور بعض اوقات مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے مثلاً بچوں اور عورتوں وغیرہ کو ادب سکھانے، دشمنوں کے ساتھ لڑائی اور ان کو مملکت کے اسرار پر اطلاع سے احتراز کرنے ظالموں سے بچاؤ وغیرہ کے سلسلے میں اگر کوئی شخص جھوٹ بولنے پر مجبور ہو تو سچائی کے باقی رہنے کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے وہ گفتگو کرے جس کا حق نے اس کو حکم دیا اور وہی دین کا تقاضا ہے اس سلسلے میں وہ سچا ہو گا اگرچہ بظاہر اس کا کلام خلافِ حقیقت سمجھا جاتا ہے۔ کیوں کہ صدق ذاتی طور پر مراد نہیں ہوتا بلکہ حق پر دلالت اور اس کی طرف دعوت مقصود ہوتی ہے لہٰذا اس کی صورت کو دیکھنے کی بجائے اس کے معنیٰ کو دیکھا جائے۔

ہاں ایسی جگہوں میں جہاں تک ممکن ہو سکے کنایات کی طرف رجوع کیا جائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر کی طرف تشریف لے جانا چاہتے تو اسے چھپاتے (۱) تاکہ یہ خبر دشمنوں تک نہ پہنچ جائے اس طرح وہ آپ کا قصد کریں گے اور یہ بات جھوٹ نہ ہوتی کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَيْسَ بِكَذَّابٍ مَنْ اَصْلَحَ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَقَالَ خَيْرًا اَوْ نَمٰى خَيْرًا۔ (۲)

وہ شخص جھوٹا نہیں جو دو آدمیوں کے درمیان صلح کراتے ہوئے اچھی بات کہے یا نیکی کو بڑھائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین جگہوں میں مصلحت کے موافق بات کرنے کی اجازت دی ہے (۱) وہ شخص جو دو آدمیوں کے درمیان صلح کرائے (۲) جس کی دو بیویاں ہوں اور (۳) وہ شخص جو لڑائی کی مصلحتوں کو پیش نظر رکھے یہاں سچائی نیت کی طرف پھر جاتی ہے پس جب اس کی نیت صحیح اور قصد درست ہو اور محض بھلائی کا ارادہ ہو تو وہ صادق و صدیق ہو گا اس کے الفاظ کچھ بھی ہوں پھر اس میں بھی کنایہ کا استعمال زیادہ بہتر ہے اور اس کا طریقہ جس طرح بعض بزرگوں سے منقول ہے اس طرح ہے کہ ظالم ان کی تلاش میں تھے اور وہ گھر میں موجود تھے انہوں نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ

---

(۱) صحیح بخاری جلد اول ص ۴۱۳ کتاب الجہاد

(۲) المعجم الصغیر للطبرانی جلد اول ص ۱۰۲ باب من اسمہ اسماعیل

اپنی انگلی سے دائرہ کھینچو اور دائرے میں انگلی رکھ کر کہو کہ وہ یہاں نہیں ہیں اس طرح وہ جھوٹ سے اور ظالم کے ظلم دونوں سے بچ جاتے اور ان کی بات بھی سچ تھی لیکن ظالم سمجھا کہ وہ گھر میں نہیں ہیں۔

تو کلام میں سب سے پہلا کمال تو یہ ہے کہ صریح جھوٹ اور کنایات دونوں سے بچے البتہ ضرورت کے وقت استعمال کرے۔ اور دوسرا کمال یہ ہے کہ ان الفاظ میں سچائی کے معنی کی رعایت کرے جن کے ذریعے اپنے رب سے مناجات کرتا ہے مثلاً وہ کہتا ہے میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا پس اگر اس کا دل اللہ تعالیٰ سے پھرا ہوا اور دنیا کی امیدوں اور خواہشات میں مشغول ہو تو یہ جھوٹ ہے اسی طرح وہ کہتا ہے "اِیَّاکَ نَعْبُدُ"، (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) اور کہتا ہے "اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ" (میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں) تو اگر وہ حقیقتِ عبودیت سے متصف نہ ہو اور اس کا مطلوب اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ اور ہو تو اس کا کلام سچا نہ ہوگا اور اگر قیامت کے دن اس سے مطالبہ کیا گیا کہ اپنے اس قول کی سچائی ثابت کرو تو وہ اس کو ثابت کرنے سے عاجز ہوگا کیوں کہ یہ شخص تو اپنے نفس کا بندہ تھا یا دنیا کی پوجا کرتا تھا یا خواہشات کا پجاری تھا اور اپنے قول میں سچا نہ تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔

اور آدمی جس چیز کا پابند ہو جائے اسی کا بندہ کہلاتا ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "اے دنیا کے بندو!" اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَعِسَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ تَعِسَ عَبْدُ الدِّرْھَمِ وَعَبْدُ الْحُلَّۃِ وَعَبْدُ الْخَمِیْصَۃِ۔(۱)

دینار کا بندہ ہلاک ہوا درہم کا بندہ ہلاک ہوا لباس اور جُبّے کا بندہ ہلاک ہو۔

تو جس شخص کا دل جس چیز کی قید میں تھا اس کو اسی کا بندہ فرمایا اللہ تعالیٰ کا سچا بندہ تو وہ ہے جو سب سے پہلے غیر خدا سے آزاد ہو کر مطلق آزاد ہو جاتا ہے جب یہ آزادی آئے گی تو دل فارغ ہو جائے گا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بندگی آجائے گی اور اس سے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی محبت میں مشغول ہو جائے گا اور اس کا ظاہر و باطن اطاعتِ خداوندی کی قید میں مقید ہو جائے گا اب اس کی مراد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوگی پھر یہ مقام طے کرنے کے بعد بندہ اس سے بھی بلند مقام پر پہنچ جاتا ہے جسے حریت کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے خود بخود ارادہ کرنے سے بھی آزاد ہو جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جو کچھ چاہتا ہے وہ قریب کرنے کا ہو یا دور کرنے کا، اسی پر قناعت کرتا ہے اور اب اس کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے ارادے میں فنا ہو جاتا ہے یہ بندہ غیر اللہ سے آزاد ہو جاتا ہے پھر اپنے نفس سے بھی آزاد ہو جاتا ہے اور اپنے نفس سے بھی نیست و نابود ہو جاتا ہے اور اپنے آقا و مولیٰ کے لیے موجود رہتا ہے اگر وہ اسے حرکت دے تو حرکت کرتا ہے اور اگر وہ اسے ٹھہرنے کا حکم دے تو ٹھہر جاتا ہے اگر کسی آزمائش میں ڈالے تو اس پر راضی رہتا ہے۔ اور

---

(۱) سنن ابن ماجہ ص ۳۱۵، ابواب الزھد

اب اس میں طلب، التماس اور اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح ہوتا ہے جس طرح غسل دینے والے کے سامنے میت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے بندگی میں صدق کی انتہا یہ ہے پس سچا بندہ وہی ہے جس کا وجود اپنے مالک و مولیٰ کے لیے ہوتا ہے اپنے نفس کے لیے نہیں اور یہ صدیقین کا درجہ ہے۔

غیر خدا سے آزادی سچے لوگوں کا درجہ ہے اس کے بعد عبودیت خداوندی حاصل ہوتی ہے اس سے پہلے بندہ نہ صادق کہلا سکتا اور نہ ہی صدیق ——— قول میں صدق کا یہ مطلب ہے۔

دوسرا صدق:

یہ صدق ارادے اور نیت سے متعلق ہے اور یہ اخلاص کی طرف لوٹتا ہے یعنی حرکات و سکنات کا باعث صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے اگر اس میں کوئی نفسانی غرض بھی آجائے تو صدقِ نیت باطل ہو جاتا ہے اور ایسے شخص کو جھوٹا کہنا صحیح ہے جس طرح ہم نے اخلاص کی فضیلت کے ضمن میں تین آدمیوں کے سلسلے میں حدیث نقل کی ہے یعنی عالم، سخی اور شہید سے سوال ہوگا کہ تم نے کیا عمل کیا تو وہ کہیں گے ہم نے فلاں فلاں عمل کیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا ہے تمہارا ارادہ، یہ تھا کہ تمہیں عالم کہا جائے(۱)

تو اللہ تعالیٰ یوں نہیں فرمائے گا کہ تو نے عمل نہیں کیا بلکہ اسے اس کے ارادے اور نیت کے حوالے سے جھٹلائے گا۔

بعض حضرات نے فرمایا قصد میں توحید کی صحت صدق ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (۲) اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

حالانکہ انہوں نے کہا کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور یہ سچ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے زبانی کلام کو نہیں جھٹلایا بلکہ قلبی پوشیدہ بات کے اعتبار سے جھٹلایا اور تکذیب خبر کے حوالے سے ہوتی ہے اور یہ قول قرینۂ حال سے خبر دینے کو متضمن ہے کیوں کہ کہنے والا اپنا عقیدہ زبان سے بتا رہا ہے تو دل میں پوشیدہ بات ہر حال کی دلالت کی بنیاد پر جھٹلایا گیا تو دل کی بات کو جھٹلایا تلفظ کو نہیں جھٹلایا۔ تو صدق کا ایک معنیٰ خلوصِ نیت کی طرف لوٹتا ہے اور وہ اخلاص ہے پس ہر صادق کا مخلص ہونا ضروری ہے۔

تیسرا صدق:

عزم کا صدق ہے کیوں کہ بعض اوقات انسان کسی عمل کا پختہ ارادہ (عزم) کرتا ہے اور دل میں کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا فرمایا تو میں تمام مال صدقہ کر دوں گا یا یہ کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں دشمن کے مقابل ہوا تو اس سے

---

(۱) جامع ترمذی ص ۲۴۲، ۴۴۴، ابواب الزھد

(۲) قرآن مجید، سورۂ منافقون آیت ۱

لڑوں گا۔ اگر میں قتل بھی ہو جاؤں تو مجھے اس کی پرواہ نہ ہوگی اور اگر اللہ تعالیٰ مجھے حکومت دے تو میں انصاف کروں گا اور ظلم کرنے نیز مخلوق کی طرف میلان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

تو یہ عزم و ارادہ کبھی دل میں ہوتا ہے اور نہایت پختہ اور سچا ہوتا ہے لیکن بعض اوقات اس میں دوسری طرف میلان اور تردد ہوتا ہے نیز ایسی کمزوری ہوتی ہے جو عزم میں صدق کے مقابل اور اس کی ضد ہوتی ہے تو یہاں صدق پورا ہونے اور قوی ہونے کا نام ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں کی شہوت و خواہش سچی ہے اور اس مریض کی خواہش جھوٹی ہے اور یہ بات اس وقت کہی جاتی ہے جب اس خواہش کا سبب قوی اور ثابت نہ ہو یا کمزور ہو اور بعض اوقات لفظ صدق بول کر یہ معنیٰ مراد لیا جاتا ہے اور صادق و صدیق وہ شخص ہے جس کا عزم صمیم تمام نیکیوں میں قوت تامہ کے ساتھ ہوتا ہے اس میں کسی قسم کا میلان، تردد اور کمزوری نہیں ہوتی اور اس کا نفس ہمیشہ نیک کاموں پر پختہ ارادہ رکھتا ہے جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اگر لوگ میری گردن کاٹنے کے لیے مجھے آگے کریں تو یہ بات مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اس قوم کا امیر بنوں جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود ہوں —— تو آپ نے اپنے دل میں پختہ ارادہ اور سچی محبت پائی کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں امیر نہیں بنیں گے اور اس بات کو آپ نے قتل کا ذکر کرکے پکا کیا۔

عزائم کے سلسلے میں صدیقین کے مراتب مختلف ہیں کبھی اس قدر عزم پایا جاتا ہے کہ اس کی کوئی انتہا نہیں حتیٰ کہ وہ قتل پر بھی راضی ہو جاتا ہے لیکن اگر اپنی رائے پر چھوڑا جائے تو اپنے آپ کو قتل کے لیے پیش نہ کرے اور اگر اس سے قتل کی گفتگو کی جائے تو اس کا عزم نہیں ٹوٹے گا بلکہ صادقین مومنین میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر ان کو اختیار دیا جائے کہ تمہیں قتل کیا جائے یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تو ان کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے مقابلے میں اپنی زندگی زیادہ پسند ہوگی۔

چوتھا صدق :

عزم کو پورا کرنے کا صدق ہے کیوں بعض اوقات نفس فی الحال عزم کرلیتا ہے کیوں کہ وعدے اور عزم میں کوئی مشقت نہیں ہوتی اور اس میں محنت بھی کم ہوتی ہے لیکن جب حقیقت کا سامنا ہوتا ہے اور قدرت حاصل ہو جاتی ہے اور شہوت کا زور ہوتا ہے تو عزم ختم ہو جاتا ہے اور خواہشات غالب آجاتی ہیں پس وہ اس عزم کو پورا نہیں کرسکتا یہ بات صدق کے خلاف ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔

---

(۱) قرآن مجید سورۃ احزاب آیت ۲۳

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر نہ ہوئے یہ بات ان پر گراں گزری اور انہوں نے فرمایا یہ پہلا جہاد تھا جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوئے لیکن میں آپ کی خدمت سے غائب تھا اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی غزوہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شرکت کا موقعہ دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آئندہ سال وہ غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انکے سامنے آگئے تو فرمایا اے ابو عمرو! کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا جنت کی ہوا کتنی اچھی ہے اور وہ مجھے اُحد کی طرف سے آرہی ہے چنانچہ انہوں نے لڑائی لڑی اور درجۂ شہادت پایا اور ان کے جسم میں اسّی سے زیادہ زخم پائے گئے یہ زخم تلوار، تیر اور نیزے کے زخم تھے۔ چنانچہ ان کی بہن نضر رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے بھائی کو صرف کپڑوں سے پہچانا۔ (۱)

اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔

رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔ (۲)

وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے کو سچ کر دکھاتے ہیں۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اُحد کے دن شہید ہو کر منہ کے بل گرے ہوئے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس کھڑے ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بھی ان کے پاس تھا آپ نے یہ آیت پڑھی۔ (۳)

رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ۔ (۴)

کچھ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب سے کیا ہوا وعدہ سچ کر دکھایا پس ان میں سے کوئی اپنی ذمہ داری کو پورا کر چکا اور کوئی منتظر ہے۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

"شہداء چار قسم کے ہیں ایک وہ مومن جس کا ایمان کھرا ہے اس نے دشمن کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ یہ وہ شہید ہے کہ قیامت کے دن لوگ اس کی طرف سر اٹھائیں گے یہ فرما کر آپ نے سر اٹھایا حتیٰ کہ آپ کی مبارک

---

(۱) جامع ترمذی ص ۴۶۱، ابواب التفسیر

(۲) قرآن مجید، سورۃ احزاب آیت ۲۳

(۳) حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۱۰۸ ترجمہ ۱۲

(۴) قرآن مجید، سورۃ احزاب آیت ۲۳

ٹوپی گر گئی راوی کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ٹوپی مراد ہے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ٹوپی؟۔

(فرمایا) دوسرا وہ شخص جس کا ایمان کھرا ہے جب وہ دشمن کے مقابل ہوتا ہے تو گویا اس نے ببول کے درخت کا کانٹا مارا اس پر ایک کاری تیر آکر لگتا ہے تو وہ شہید ہو جاتا ہے پس یہ دوسرے درجہ میں ہے۔

تیسرا شخص وہ ہے جس کے عمل میں نیکی اور برائی مخلوط ہے وہ دشمن سے مقابلہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے حتیٰ کہ شہید ہو جاتا ہے یہ تیسرے درجہ میں ہے اور چوتھا شخص وہ ہے جس نے اپنے نفس پر زیادتی کی وہ دشمن کے مقابلے میں آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے حتیٰ کہ شہید ہو جاتا ہے تو یہ چوتھے درجہ میں ہے (۱)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں دو آدمی لوگوں کی ایک مجلس میں آئے اور کہنے لگے اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال دیا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے لیکن انہوں نے بخل سے کام لیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدُوا اللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ (۲)	اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال دیا تو ہم ضرور بضرور صدقہ کریں گے اور لازماً نیک لوگوں میں سے ہو جائیں گے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا کہ یہ عہد ایسی چیز تھی جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں روشن کیا انہوں نے زبان سے کچھ نہیں کہا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُوْنَ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَا اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۔ (۳)	ان میں سے بعض نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے (مال) عطا فرمائے تو ہم ضرور بضرور صدقہ کریں گے اور نیکو کار لوگوں میں سے ہو جائیں گے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا فضل عطا فرمایا تو انہوں نے اس میں بخل سے کام لیا اور پھر گئے اس حال میں کہ وہ منہ پھیرنے والے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ملاقات کے دن تک ان کے دلوں میں منافقت ڈال دی کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کی اور وہ جھوٹ بولتے تھے۔

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۲۲ مروبات عمر بن خطاب

(۲) قرآن مجید، سورۃ توبہ آیت ۷۵ (۳) قرآن مجید سورۃ توبہ آیت ۷۵ تا ۷۷

تو اللہ تعالیٰ نے عزم کو وعدہ قرار دیا اور اس کی خلاف ورزی کو جھوٹ سے تعبیر کیا جب کہ اس کی تکمیل کو صدق بتایا۔ یہ صدق تیسرے قسم کے صدق سے زیادہ سخت ہے کیوں کہ بعض اوقات نفس، عزم پر تیار ہو جاتا ہے لیکن جب پورا کرنے کا وقت آتا ہے تو اسباب اور قدرت کے حاصل ہونے کے باوجود اسے پورا نہیں کرتا کیوں کہ اس وقت خواہشات کا غلبہ ہوتا ہے اسی لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے استثناء کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کسی قوم کا امیر بننے کی بجائے مجھے یہ بات پسند ہے کہ مجھے قتل کرنے کے لیے آگے کیا جائے بشرطیکہ قتل کے وقت میرا نفس مجھے کوئی ایسی بات نہ بتا دے جو اس وقت نہیں ہے۔ کیوں کہ میں اس بات سے بے خوف نہیں ہوں کہ یہ کام مجھے بھاری محسوس ہو اور میرا عزم بدل جائے آپ نے اس بات میں عزم کو پورا کرنے کی شدت کی طرف اشارہ فرمایا۔

حضرت ابوسعید خزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے دو فرشتے اترے اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ صدق کیا ہے؟ میں نے کہا وعدے کو پورا کرنا انہوں نے فرمایا تم نے سچ کہا پھر وہ آسمان کی طرف چلے گئے۔

پانچواں صدق:

یہ اعمال کا صدق ہے یعنی انسان کوشش کرے حتیٰ کہ اس کے ظاہری اعمال ایسی بات پر دلالت نہ کریں کہ اس کے دل میں جو کچھ ہے وہ ظاہر کے خلاف ہے یہ کوشش اعمال کو چھوڑنے سے نہ ہو بلکہ باطن کو ظاہر کی تصدیق کی طرف کھینچنے سے ہو اور یہ بات ترک ریا کے خلاف ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کیوں کہ ریا کار تو یہی چاہتا ہے کہ اس کے ظاہر سے باطن کی اچھی صفات سمجھی جائیں ــــــ

لیکن کئی نمازی، نماز میں خشوع و خضوع کی صورت میں کھڑے ہوتے ہیں اور ان کا مقصد دوسروں کو دکھانا نہیں ہوتا لیکن ان کا دل نماز سے غافل ہوتا ہے پس جو شخص اسے دیکھتا ہے وہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا دیکھتا ہے لیکن باطنی طور پر وہ خواہشات میں سے کسی خواہش کے سامنے بازار میں کھڑا ہوتا ہے پس یہ اعمال زبانِ حال سے باطن کی خبر دیتے ہیں اور وہ اس میں جھوٹا ہوتا ہے اس سے اعمال میں صدق کی باز پرس ہوگی اسی طرح کوئی شخص سکون و وقار سے چل رہا ہوتا ہے حالاں کہ اس کا باطن سکون اور وقار سے موصوف نہیں ہوتا پس یہ اپنے عمل میں سچا نہیں ہوتا اگرچہ اس کی توجہ مخلوق کی طرف نہ ہو۔ اور نہ وہ ان کو دکھا رہا ہو۔ تو اس قسم کی خرابی سے نجات کی صورت یہی ہے کہ ظاہر و باطن ایک جیسا ہو بلکہ باطن، ظاہر سے بہتر ہے۔

اسی خوف سے بعض لوگوں نے ظاہر کو خراب رکھا اور برے لوگوں کا لباس اختیار کیا تاکہ ظاہر کی وجہ سے ان کو اچھا نہ سمجھا جائے اس طرح ظاہر کی باطن پر دلالت کے اعتبار سے وہ جھوٹے ہوں گے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اگر ظاہر کا باطن کے خلاف ہونا قصد و ارادے سے ہو تو وہ ریا ہے اور اس سے اخلاص ختم ہو جاتا ہے۔

اور قصد کے بغیر تو اس سے صدق فوت ہو جاتا ہے اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِّنْ عَلَانِیَتِیْ وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَۃً۔ (۱)

یا اللہ! میرے باطن کو میرے ظاہر سے اچھا کر دے اور میرے باطن کو اچھا بنا دے۔

حضرت یزید بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر بندے کا باطن اور ظاہر برابر ہو جائیں تو یہ نصف ہے اور اگر اس کا اندر، اس کے ظاہر سے افضل ہو تو یہ فضل ہے اور اگر اس کے باطن کے مقابل اس کا ظاہر افضل ہو تو یہ ظلم ہے اور انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

إِذَا السِّرُّ وَالْإِعْلَانُ فِي الْمُؤْمِنِ اسْتَوٰى
فَقَدْ عَزَّ فِي الدَّارَيْنِ وَاسْتَوْجَبَ الثَّنَا
فَإِنْ خَالَفَ الْإِعْلَانُ سِرًّا فَمَا لَهٗ
عَلٰى سَعْيِهٖ فَضْلٌ سِوَى الْكَدِّ وَالْعَنَا
فَمَا خَالِصُ الدِّيْنَارِ فِي السُّوْقِ نَافِقٌ
وَمَغْشُوْشُهُ الْمَرْدُوْدُ لَا يَقْتَضِي الْمُنَا

جب مومن کا اندر اور باہر ایک جیسا ہو تو وہ دونوں جہانوں میں معزز اور تعریف کا مستحق ہوتا ہے اور ظاہر، باطن کے خلاف ہو تو اسے اپنی کوشش سے سوائے تھکاوٹ کے کچھ حاصل نہیں ہوتا خالص دینار کا بازار میں رواج ہوتا ہے جب کہ کھوٹ والا دینار مردود ہو جاتا ہے اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

حضرت عطیہ بن عبدالغافر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب مومن کا باطن اس کے ظاہر کے موافق ہو تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اس پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے یہ میرا سچا بندہ ہے۔

اور حضرت معاویہ بن قرہ رحمہ اللہ نے فرمایا کوئی شخص مجھے ایسے آدمی کے بارے میں بتائے جو رات کو روتا ہے اور دن کو ہنستا ہے۔

حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو جب کسی بات کا حکم دیا جاتا تو وہ اس پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے ہوتے اور جب ان کو کسی کام سے روکا جاتا تو وہ اسے سب سے زیادہ چھوڑنے والے ہوتے اور میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کا باطن، اس کے ظاہر سے اس قدر مشابہ ہو جس قدر یہ وصف حضرت حسن رحمہ اللہ کو حاصل تھا۔

حضرت ابو عبدالرحمن بن زاہد رحمہ اللہ کہتے تھے اے میرے اللہ! میں نے اپنے اور لوگوں کے درمیان معاملہ امانت کے ساتھ کیا لیکن اپنے اور تیرے درمیان والے معاملے میں خیانت کی اور آپ رو پڑتے۔

حضرت ابو یعقوب نہر جوری رحمہ اللہ نے فرمایا صدق یہ ہے کہ ظاہر و باطن ایک دوسرے کے موافق ہوں ـــــ پس

---

(۱) جامع ترمذی ص ۵۱۶، ابواب الدعوات

باطن کا ظاہر کے مساوی ہونا صدق کی انواع میں سے ایک قسم ہے۔

چھٹا صدق:

یہ سب سے اعلیٰ اور معزز درجہ ہے اور یہ مقاماتِ دین میں صدق ہے جس طرح خوف، امید، تعظیم، زہد، رضا، توکل، محبت اور باقی تمام امور دینیہ میں صدق کا پایا جانا ان امور کی کچھ بنیادیں ہیں جہاں ان کا ظہور ہوتا ہے وہاں یہ نام بولے جاتے ہیں پھر ان کی حقیقت کو پا لے۔ اور جب کوئی چیز غالب آجائے اور اس کی حقیقت کامل ہو تو اس سے موصوف شخص کو صادق کہا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے فلاں شخص لڑائی کا سچا ہے اور کہا جاتا ہے یہ سچا خوف ہے اور یہی خواہش و شہوت سچی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۔	بے شک وہ مومن جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا وہی لوگ سچے ہیں۔ (۱)

اور ارشاد فرمایا۔

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا۔ (۲)	لیکن نیکی اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا عزیز مال رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دے اور اور گردنیں چھڑانے میں خرچ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور مصیبت و سختی میں نیز جہاد کے وقت صبر کرنے والے، یہی لوگ سچے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہی آیت پڑھی عرض کیا گیا ہم نے آپ سے ایمان کے بارے میں پوچھا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارے میں

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ حجرات آیت ۱۵

(۲) قرآن مجید، سورۂ بقرہ آیت ۱۷۷

پوچھا تو آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی (۱)

ہم خوف کے سلسلے میں ایک مثال بیان کرتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتا ہے اسے خوف کہا جاتا ہے لیکن یہ سچا خوف نہیں ہے یعنی حقیقت کے درجہ تک نہیں پہنچا کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب وہ بادشاہ سے ڈرتا ہے یا سفر کے دوران ڈاکوؤں کا خوف ہوتا ہے تو کس طرح اس کا رنگ پیلا پڑ جاتا ہے اور اس پر کپکپاہٹ طاری ہو جاتی ہے بلکہ زندگی تلخ ہو جاتی ہے کھانا پینا مشکل ہو جاتا ہے اور اس کی سوچ تقسیم ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اس سے اس کے اہل و عیال بھی نفع اٹھا نہیں سکتے۔ بعض اوقات وہ خوف کی وجہ سے اپنے وطن کو چھوڑ دیتا ہے اور اُنس کی جگہ وحشت اور راحت کی جگہ تھکاوٹ اور مشقت برداشت کرتا ہے اور خطرات کو سینے سے لگاتا ہے اور یہ سب کچھ خوف کے باعث ہوتا ہے پھر کیا بات ہے کہ جہنم سے ڈرنے کے باوجود گناہ کے ارتکاب کی صورت میں اس بیان میں سے کوئی بات ظاہر نہیں ہوتی اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَمْ اَرَ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا۔ (۲)

میں نے جہنم کی طرح کوئی چیز نہیں دیکھی کہ اس سے بھاگنے والا سو جاتا ہے اور جنت کی مثل بھی کوئی چیز نہیں دیکھی کہ اس کو طلب کرنے والا سو جاتا ہے۔

پس ان امور میں حقیقت کو پہچاننا بہت مشکل ہے اور ان مقامات کی کوئی انتہا نہیں کہ ان کو مکمل طور پر حاصل کر سکیں لیکن ہر بندے کو اس سے اس کے حسب حال حصہ ملتا ہے ضعیف ہو یا قوی ــ جب حال قوی ہو تو اسے اس میں صادق کہا جاتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی تعظیم نیز اس سے خوف کی کوئی انتہا نہیں اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ میں آپ کو آپ کی اصل صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں تو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا آپ کو اس کی طاقت نہیں آپ نے فرمایا نہیں بلکہ دکھاؤ انہوں نے وعدہ کیا کہ چاندنی رات میں جنت البقیع میں دکھاؤں گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آسمان کے کناروں کو ڈھانپ رکھا تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیہوش ہو کر گر پڑے جب افاقہ ہوا تو حضرت جبریل علیہ السلام اپنی اصل صورت پر لوٹ آئے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی اس طرح بھی ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا اگر آپ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو دیکھیں تو کیا ہو؟ عرش معلیٰ ان کے کاندھے پر ہے اور ان کے پاؤں سب سے نچلی زمین میں

---

(۱) الدر المنثور جلد اول ص ۱۶۹ تحت آیت لیس البران تولوا وجوھکم

(۲)

اترے ہوئے ہیں اور اس کے باوجود جب عظمتِ خداوندی سے وہ سکڑتے ہیں تو چھوٹی چڑیا کی طرح ہو جاتے ہیں۔

تو دیکھو حضرت اسرافیل علیہ السلام پر کس قدر ہیبت چھا جاتی ہے کہ وہ اس حد تک پہنچ جاتے ہیں اور تمام فرشتوں کا یہ حال نہیں کیوں کہ معرفت کے لحاظ سے ان میں تفاوت ہے پس تعظیم میں صدق یہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

شب معراج میں گزرا تو حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں میں اس طرح تھے جیسے پرانی چادر جو اونٹ کی پیٹھ پر ڈالی جاتی ہے اور ایسا خوف خداوندی کی وجہ سے تھا (۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح ڈرتے تھے لیکن وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف کو نہیں پہنچ سکے اسی سبب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم اس وقت تک حقیقتِ ایمان تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تم، سب لوگوں کو دینِ خداوندی میں احمق نہ جانو۔

حضرت مطرف رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر شخص اپنے اور اپنے رب کے درمیان والے معاملات میں احمق ہے البتہ بعض بیوقوف دوسرے بعض کے مقابلے میں کمتر ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يَبْلُغُ عَبْدٌ حَقِيقَةَ الْإِيمَانِ حَتَّى يَنْظُرَ إِلَى النَّاسِ كَالْأَبَاعِرِ فِي جَنْبِ اللّٰهِ ثُمَّ يَرْجِعَ إِلَى نَفْسِهِ فَيَجِدَهَا أَحْقَرَ حَقِيرٍ۔ (۲)	بندہ اس وقت حقیقتِ ایمان کو پاتا ہے جب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اونٹوں کی طرح جانے پھر اپنے نفس کی طرف رجوع کرے اور اسے سب سے زیادہ حقیر پائے۔

تو ان تمام مقامات میں صادق آدمی بہت کم ملتا ہے پھر درجاتِ صدق کی کوئی انتہا نہیں اور کبھی بندہ بعض امور میں سچا ہوتا ہے بعض میں نہیں اگر وہ سب امور میں صادق ہو تو وہ حقیقی صدیق ہے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں تین باتوں میں مضبوط ہوں اور ان کے علاوہ امور میں کمزور ہوں میں جب سے اسلام میں آیا ہوں میں نے نماز پڑھتے وقت کبھی نہیں سوچا کہ کب فارغ ہوں گا اور جب میں کسی جنازے کے ساتھ جاتا ہوں تو اس کو دفن کرنے تک یہی سوچتا ہوں کہ یہ کیا کہے گا اور اس سے کیا کہا جائے گا اور میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بات بھی فرماتے ہوئے سنا اس کے بارے میں یقین کیا کہ یہ حق ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے خیال میں یہ تمام خصلتیں صرف نبی میں جمع ہو سکتی ہیں۔

پس یہ ان امور میں صدق ہے کتنے ہی جلیل القدر صحابہ کرام نے نماز ادا کی اور جنازوں کے ساتھ گئے لیکن اس مقام تک نہ پہنچے۔

---

(۱)

پس یہ صدق کے درجات اور معانی ہیں مشائخ عظام سے حقیقتِ صدق کے بارے میں جو کلمات منقول ہیں وہ عام طور پر انفرادی معانی کے لیے ہیں ہاں حضرت ابو بکر وراق رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ صدق تین ہیں۔ توحید میں صدق، اطاعت میں صدق اور معرفت میں صدق۔

توحید میں صدق عام مومنوں کے لیے ہوتا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ۔ (۱) اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی لوگ سچے ہیں۔

اور صدقِ اطاعت علماء اور پرہیز گار لوگوں کے لیے ہوتا ہے اور معرفت کی صداقت ان اولیاء کرام کے لیے ہوتی ہے جو زمین کے اوتاد (میخیں) ہیں اور یہ تمام اقسام پھر پھر کر ان امور میں آجاتی ہیں جو ہم نے چھٹی قسم میں ذکر کی ہیں لیکن انہوں نے وہی اقسام لکھی ہیں جن میں صدق ہوتا ہے لیکن وہ بھی تمام اقسام کو محیط نہیں۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صدق، مجاہدے کا نام ہے نیز یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر کسی کو اختیار نہ کرو جس طرح اس نے تمہارے مقابلے میں دوسرے کو ترجیح نہیں دی اور ارشاد فرمایا۔

هُوَ اجْتَبٰىكُمْ۔ (۲) اس نے تمہیں چن لیا۔

کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں جب میں کسی بندے سے محبت کرتا ہوں تو اسے مصائب میں مبتلا کرتا ہوں جن کی تاب پہاڑ بھی نہیں لا سکتے۔ تاکہ میں دیکھوں کہ اس کا صدق کس قسم کا ہے اگر میں اسے صبر کرنے والا پاتا ہوں تو اسے اپنا ولی اور حبیب بناتا ہوں اور اگر وہ واویلا کرتا ہے اور مخلوق سے میری شکایت کرتا ہے تو میں اسے ذلیل و رسوا کرتا ہوں اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتا۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ صدق کی علامات مصائب اور عبادات کو چھپانا اور مخلوق کے اس پر مطلع ہونے کو ناپسند کرنا ہے۔

صدق اور اخلاص کا بیان مکمل ہوا اس کے بعد مراقبہ اور محاسبہ کا بیان ہوگا —— اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے حمد و ستائش ہے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ الحدید آیت ۱۹
(۲) قرآن مجید، سورۂ الحج آیت ۷۸

۸۔ مراقبہ اور محاسبہ کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو ہر نفس کے عمل کا نگہبان اور ہر کاسب کے کسب کا نگران ہے دلوں میں پوشیدہ وسوسوں پر مطلع ہے اور بندوں کے قلبی خطرات کا حساب کرنے والا ہے آسمان میں ایک ذرے کے برابر بھی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں وہ حرکت کرے یا پرسکون ہو، وہ گٹھلی کے سوراخ اور اس کی جھلی کے برابر اور کم یا زیادہ تمام اعمال کا محاسبہ کرنے والا ہے اگر وہ عمل پوشیدہ ہو بندوں کی عبادات اگرچہ تھوڑی ہوں قبول کر کے ان پر فضل فرماتا ہے اور ان کے گناہوں کو معاف کرتا ہے اگرچہ زیادہ ہوں وہ ان کا محاسبہ اس لیے فرماتا ہے تاکہ ہر نفس کو اپنے عمل کا علم ہو جائے اور وہ دیکھے کہ اس نے آگے کیا بھیجا اور پیچھے کیا چھوڑا۔

اسے معلوم ہو جائے کہ اگر دنیا میں اس کی نگرانی اور محاسبہ نہ ہو تو وہ قیامت کے دن بدبختی کا شکار ہو کر ہلاک ہو جائے اور اگر محاسبہ اور مراقبہ کے بعد وہ اپنے فضل و کرم سے اس کی اس معمولی پونجی کو قبول نہ فرمائے تو ہر نفس نقصان اٹھائے اور خسارے میں رہے۔

تو وہ ذات پاک ہے جس کی نعمت تمام بندوں کو کافی اور شامل ہے اور اس کی رحمت نے دنیا اور آخرت میں تمام مخلوق کو ڈھانپ لیا تو اس کے فضل کی خوشبوؤں سے دل، ایمان کے لیے کھل گئے اور اس کی توفیق کی برکت سے اعضاء عبادات سے مقید اور مودب ہو گئے نیز اس کے حسن ہدایت سے دلوں سے جہالت کے اندھیرے چھٹ گئے اور اس کی تائید و مدد سے شیطان کے مکر و فریب ٹوٹ گئے اور دور ہو گئے اس کے لطف و کرم سے نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا اور اس کے آسان کرنے سے عبادات آسان ہو گئیں۔

پس عطا و جزا، قرب و بُعد اور نیک بختی و بدبختی سب اسی کی طرف سے ہے انبیاء کرام کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی منتخب آل پر جو منصب سیادت پر فائز ہیں اور آپ کے صحابہ کرام پر جو متقی قائد ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد ارشاد خداوندی ہے۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ — اور ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو میں تولیں گے

فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ — تو کسی نفس پر کچھ بھی زیادتی نہ ہوگی اور اگر کوئی عمل رائی کے

حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۔ (۱)

دانے کے برابر بھی ہو گا تو ہم اسے لے آئیں گے اور حساب کرنے کے لیے ہم کافی ہیں۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا۔ (۲)

اور (جب) نامہ اعمال رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے وہ اس سے ڈر رہے ہوں گے جو اس میں لکھا ہے وہ کہیں گے ہائے افسوس! اس نوشتے کو کیا ہوا نہ اس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا اور نہ بڑا مگر اس کو شمار کیا اور انہوں نے جو عمل کیا اسے سامنے پائیں گے اور تمہارا رب کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا اَحْصٰهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۔ (۳)

جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا تو ان کو ان کے اعمال کی خبر دے گا اللہ تعالیٰ نے اس (عمل) کو یاد رکھا لیکن انہوں نے بھلا دیا اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ (۱)

جس دن لوگ باہر نکلیں گے گروہ در گروہ تا کہ وہ ان کے عمل ان کو دکھائے پس جس نے کی ہو گی نیکی ایک ذرہ کے برابر وہ اس کو دیکھے گا اور جس نے کی ہو گی برائی ایک ذرہ کے برابر وہ اس کو دیکھے گا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ انبیاء آیت ۴۷

(۲) قرآن مجید، سورۂ کہف آیت ۴۹

(۳) قرآن مجید سورۂ مجادلہ آیت ۶

(۴) قرآن مجید، سورۂ زلزال آیت ۶، ۷، ۸

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ (۱)

پھر ہر نفس کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۔ (۲)

جس دن ہر نفس اپنے اچھے عمل کو سامنے پائے گا اور برے عمل کو بھی (اور) چاہے گا کہ اس (برے عمل) کے اور اس (شخص) کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ۔ (۳)

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتیں بھی جانتا ہے پس اس سے ڈرو۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ارباب بصیرت نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ ان کا منتظر ہے اور عنقریب ان سے حساب میں جھگڑا ہو گا اور ان سے ذرے کے برابر خطرات کا بھی حساب ہو گا انہیں یقین ہو گیا کہ ان خطرات سے نجات کی یہی صورت ہے کہ ہمیشہ اپنا محاسبہ کریں اور سچے دل سے نگرانی کریں اپنے نفس سے ہر سانس اور حرکت کا مطالبہ اور خطرات و لحظات کا محاسبہ کریں جو شخص محاسبہ سے پہلے خود اپنا محاسبہ کرتا ہے قیامت کے دن اس کا حساب آسان ہو گا اور سوال کے وقت وہ جواب دے سکے گا اور اس کا انجام بھی اچھا ہو گا اور جو آدمی اپنا محاسبہ نہیں کرتا وہ ہمیشہ حسرت کا شکار رہے گا اور حشر کے میدان میں اسے زیادہ دیر رکنا پڑے گا نیز اس کی برائیاں اسے ذلت اور غضب میں مبتلا کر دیں گی۔

جب ان پر یہ بات منکشف ہو گئی تو انہیں معلوم ہو گیا کہ ان خرابیوں سے نجات صرف اطاعتِ خداوندی کے ذریعے ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو صبر اور نگہداشت کا حکم دیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا۔ (۴)

اے ایمان والو! صبر کرو صبر میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرو۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ بقرہ آیت ۲۸۱

(۲) قرآن مجید، سورۃ آل عمران آیت ۳۰

(۳) قرآن مجید، سورۃ بقرہ آیت ۲۳۵

(۴) قرآن مجید، سورۃ آل عمران آیت ۲۰۰

تو انہوں نے اپنے نفسوں کی نگہداشت اس طرح کی کہ پہلے ان سے شرطیں باندھیں پھر ان کی نگرانی کی پھر محاسبہ کیا اس کے بعد ان کو سزا دی پھر مجاہدہ کیا پھر ان کو جھڑکا۔

تو ان کے لیے نفس کی نگہداشت کے چھ مرحلے اور مقامات ہیں تو ان سب کی تشریح کرنا اور حقیقت و فضیلت بیان کرنا ضروری ہے اس سلسلے میں اعمال کی تفصیل بیان کرنا بھی لازمی ہے اور اس کی اصل محاسبہ ہے لیکن ہر حساب شرط رکھنے اور حفاظت کرنے کے بعد ہوتا ہے اور حساب کے بعد اگر نقصان والی صورت ہو تو جھڑک اور عذاب ہوتا ہے ہم توفیق خداوندی سے ان مقامات کی تشریح کرتے ہیں۔

فصل ۱:

نگہداشت کا پہلا مقام ـــــ باہم شرط رکھنا

جو لوگ مل کر تجارت کرتے ہیں اور ان کا سامان مشترک ہوتا ہے حساب کے وقت ان کا مقصد نفع کی سلامتی ہے تو جس طرح ایک تاجر اپنے شریک سے مدد طلب کرتا ہے اور وہ اسے مال دیتا ہے تاکہ یہ تجارت کرے اور پھر وہ اس سے حساب کرتا ہے اسی طرح عقل راہِ آخرت کی تاجر ہے اور اس کا مطلب اور نفع نفس کا تزکیہ ہے کیوں کہ یہی کامیابی کا باعث ہے ارشاد خداوندی ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (۱) کامیاب ہوا جس نے اس کو پاک کیا اور ناکام ہوا جس نے اُسے خاک میں ملا دیا۔

اور اس کی فلاح اچھے اعمال کے ذریعے حاصل ہوتی ہے

اور عقل اس تجارت میں نفس سے مدد طلب کرتی ہے کیوں کہ وہ اس (نفس) کو استعمال کرتی اور اسے مسخر کر کے اس کا تزکیہ کرتی ہے جس طرح تاجر اپنے شریک سے مدد طلب کرتا ہے اور اسی طرح اپنے غلام سے مدد لیتا ہے کہ وہ اس کے مال میں تجارت کرے۔

تو جس طرح شریک اس کا فریق بن جاتا ہے کہ نفع کے بارے میں اس سے جھگڑا کرتا ہے تو پہلے وہ اس سے شرائط طے کرنے کا محتاج ہوتا ہے پھر اس کی نگرانی کرتا ہے تیسرے مرحلے میں اس سے حساب کرتا ہے اور چوتھے مرحلے میں اس پر ناراض ہوتا ہے اور جھڑکتا ہے۔ اسی طرح عقل پہلے نفس سے شرائط طے کرتی ہے اور اسے کچھ ذمہ داریوں کا پابند بناتی ہے اسے کامیابی کے راستے دکھاتی ہے اور ان راستوں پر چلنے کی تاکید کرتی ہے پھر کسی وقت بھی ان کی نگرانی سے غافل نہیں ہوتی کیوں کہ اگر وہ اسے کھلی چھٹی دے دے تو اس سے خیانت اور اصل سرمایہ کے ضیاع کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا جس طرح خائن غلام کو مال دے کر اسے خالی میدان دے دیا جائے تو وہ اسی طرح کرتا ہے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ شمس آیت ۹، ۱۰

پھر فراغت کے بعد اس کا محاسبہ کرنا اور مقررہ شرائط کو پیدا کرنے کا مطالبہ کرنا مناسب ہے اس تجارت کا فائدہ فردوس اعلیٰ (جنت) کی صورت میں ملتا ہے اور انبیاء کرام اور شہدائے عظام کی معیت میں سدرۃ المنتہیٰ تک رسائی ہوتی ہے۔

لہٰذا دنیوی نفع کی نسبت اس نفع کی گہرائی میں جانا بہت ضروری ہے کیوں کہ دنیا کا نفع اُخروی نعمتوں کے مقابلے میں بہت حقیر ہے۔

پھر یہ بات بھی ہے کہ دنیا کا نفع ختم ہو جاتا ہے اور ایسے مال کا کیا فائدہ جو دائمی نہ ہو اس سے وہ شر ہی اچھی ہے جو دائمی نہ ہو۔ کیوں کہ جو شر دائمی نہیں ہوتی اس کے ختم ہونے سے دائمی خوشی حاصل ہوتی ہے اور برائی بھی ختم ہو جاتی ہے لیکن جو بھلائی باقی نہ رہے اس کے منقطع ہونے پر ہمیشہ کے لیے افسوس ہوتا ہے اور بھلائی الگ چلی جاتی ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے۔

اَشَدُّ الْغَمِّ عِنْدِیْ فِیْ سُرُوْرٍ یَتَیَقَّنُ عَنْهُ صَاحِبُهٗ اِنْتِقَالًا۔

میرے نزدیک اس خوشی کے حصول میں زیادہ غم (پوشیدہ) ہے جس کے حاصل کرنے والے کو اس کے چلے جانے کا یقین ہو۔

لہٰذا ہر وہ محتاط شخص جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے نفس کے محاسبہ سے غافل نہ ہو اور اس کی حرکات و سکنات اور خطرات اور لطف اندوزی کے گرد گھیرا تنگ کر دے کیوں کہ زندگی کا ہر سانس ایک ایسا نفیس جوہر ہے جس کی کوئی قیمت نہیں اس سے ایسے خزانے خریدے جا سکتے ہیں جن کی نعمتیں کبھی بھی ختم نہ ہوں تو ایسے سانسوں کو ضائع کرنا یا ایسے کاموں میں صرف کرنا جو ہلاکت کا باعث ہیں بہت بڑا نقصان ہے جو ہلاکت خیز ہے اور کوئی بھی سمجھدار آدمی ایسا سودا نہیں کرتا۔

بندہ جب صبح کے وقت نماز فجر سے فارغ ہو جائے ایک گھڑی اپنے دل کو نفس کے ساتھ شرائط طے کرنے کے لیے فارغ کرے اور نفس سے کہے کہ میری تمام پونجی یہی زندگی ہے اگر یہ ضائع ہو گئی تو میرا تمام مال ضائع ہو جائے گا اور تجارت اور اس کے نفع کی طلب سے مایوسی ہو گی۔ اس نئے دن میں مجھے اللہ تعالیٰ نے مہلت دی ہے اور میری موت میں تاخیر فرمائی ہے اور اس کے ذریعے مجھ پر انعام فرمایا اگر وہ مجھے موت دے دیتا تو میں تمنا کرتا کہ وہ مجھے دوبارہ دنیا میں صرف ایک دن بھیج دے تاکہ میں اس میں اچھا عمل کروں۔

تو اے نفس! تم یوں سمجھو کہ تمہیں موت آگئی تھی اور اب تمہیں دوبارہ بھیجا گیا ہے تو آج کے دن کو ضائع کرنے سے بچو، کیوں کہ ہر سانس ایک جوہر ہے جو انمول ہے۔

اے نفس! جان لو کہ دن رات میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے ــــ کہ ہر بندے کے لیے

دن اور رات میں چوبیس خزانے ایک قطار میں پھیلائے جاتے ہیں پھران میں سے ایک خزانہ اس کے لیے کھولا جاتا ہے وہ اسے دیکھتا ہے کہ وہ اس کی نیکیوں کے نور سے بھرا ہوا جو عمل اس نے اس وقت کیا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ بہت زیادہ خوش ہوتا ہے کیوں کہ یہ انوار جبار بادشاہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔

اگر وہ سرور دوزخ والوں پر تقسیم کیا جائے تو یہ خوشی جہنم کی تکلیف کے احساس کے وقت ان کو مدہوش کر دے (اور انہیں اس کا احساس نہ ہو) اور اس کے لیے ایک دوسرا سیاہ تاریک خزانہ کھولا جاتا ہے اس کی بدبو پھیلتی ہے اور اس کا اندھیرا ڈھانپ لیتا ہے اور یہ وہ وقت ہے جس میں اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس سے اسے اس قدر خوف و دہشت کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ اگر اسے اہل جنت پر تقسیم کیا جائے تو ان پر اس کی نعمتیں اور خوشی میں پریشانی داخل ہو جائے اس کے لیے ایک اور خزانہ بھی کھولا جاتا ہے۔ جو خالی ہوتا ہے جس میں نہ تو کوئی خوشی کا سامان ہوتا ہے اور نہ پریشانی کا، یہ وہ گھڑی ہے جس میں وہ سویا رہا یا غافل رہا یا دنیا کے کسی جائز کام میں مشغول رہا اسے اس کے خالی ہونے کا خوف ہوتا ہے اسے اس میں اس طرح نقصان اور خسارہ ہوتا ہے جیسے کسی بڑے نفع پر قادر شخص اور بڑے بادشاہ کو نقصان ہوتا ہے کیوں کہ اس نے اس میں سستی کی حتیٰ کہ وہ وقت ہاتھوں سے نکل گیا تمہیں یہی نقصان اور حسرت کافی ہے۔

اسی طرح اس پر زندگی بھر کے خزانے کھولے جاتے ہیں تو وہ اپنے آپ سے کہتا ہے کہ آج محنت کرو اور اپنے خزانے کو بھر دو اور اسے ان خزانوں سے خالی نہ رکھو جو تمہاری سلطنت کا باعث ہیں۔ سستی، آرام طلبی اور کاہلی کی طرف نہ جاؤ اس طرح تم علیین کے درجات سے محروم ہو جاؤ گے جو دوسروں کو حاصل ہوں گے اور تمہارے پاس افسوس کے سوا کچھ نہیں رہے گا جو تمہارے ساتھ چمٹی رہے گی، اگرچہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ لیکن نقصان اور حسرت کی تکلیف برداشت نہیں کر سکو گے اگرچہ وہ جہنم کے عذاب سے کم ہے۔

بعض بزرگ فرماتے ہیں یہ ٹھیک ہے کہ گناہ گار کی بخشش ہوگی لیکن کیا وہ نیکی کرنے والوں کو حاصل ہونے والے ثواب سے محروم نہیں ہوگا انہوں نے اس کے نقصان اور حسرت کی طرف اشارہ کیا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذَٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ۔ — جس دن تم سب کو اکٹھا کرے گا جمع ہونے کے دن وہ دن (کافروں کے لیے) نقصان اٹھانے کا دن ہے۔ (۱)

یہ تو اوقات کے حوالے سے نفس کو نصیحت ہے پھر اسے اس کے سات اعضاء آنکھ، کان، زبان، پیٹ، شرمگاہ، ہاتھ

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ تغابن آیت ۹

اور پاؤں کے حوالے سے وصیت کرے اور ان کو اس کے حوالے کردے کیوں کہ اس تجارت میں یہ اعضاء نفس کے خادم ہیں اور تجارت کے امور ان کے ذریعے مکمل ہوتے ہیں اور جہنم کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لیے ایک حصہ مقرر ہے اور یہ دروازے اس شخص کے لیے متعین ہوں گے جو ان اعضاء کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے پس اپنے نفس کو وصیت کرے کہ وہ ان کو گناہوں سے محفوظ رکھے۔

آنکھ ـــــ آنکھ کو غیر محرم کی طرف دیکھنے، کسی مسلمان کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنے یا کسی مسلمان کو حقارت کی نظر سے دیکھنے سے بچائے بلکہ ہر فضول بات جس کی ضرورت نہ ہو، سے بچائے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ جس طرح فضول کلام کے بارے میں پوچھے گا اسی طرح بندے سے فضول نظر کے بارے میں بھی سوال کرے گا۔

پھر جب ان باتوں سے نظر کو پھیر لے تو صرف اسی پر قناعت نہ کرے بلکہ اسے ان کاموں میں مشغول رکھے جو اس کی تجارت اور اس کا نفع ہے اور یہ وہ امور ہیں جن کے لیے نظر کو پیدا کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صنعتوں کے عجائب کو عبرت کی نگاہ سے دیکھے اور اچھے اعمال کو اس نیت سے دیکھے کہ ان کی اقتدا کرے قرآن پاک اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نظر کرے اور کتبِ حکمت کا مطالعہ کرے تاکہ ان سے نصیحت اور فائدہ حاصل کرے ـــــ اسی طرح ایک ایک عضو کے بارے میں نفس کو تفصیل بتا دے بالخصوص زبان اور پیٹ کے بارے میں زیادہ تاکید کرے۔

زبان ـــــ فطری طور پر زبان چلتی رہتی ہے اور حرکت کرنے میں اسے کوئی مشقت نہیں ہوتی لیکن اس کی خطائیں مثلاً غیبت، جھوٹ، چغلی، اپنی پاکیزگی بیان کرنا، مخلوق اور کھانے کی چیزوں کی برائی بیان کرنا، لعن طعن کرنا، دشمنوں کے لیے بددعا کرنا اور گفتگو میں جھگڑا کرنا اور اس کے علاوہ جو کچھ ہم نے زبان کی آفات کے بیان میں ذکر کیا ہے بہت بڑے جرم ہیں۔

زبان ان آفات کے درپے رہتی ہے حالاں کہ اسے ذکر و تذکیر، تکرارِ علم، تعلیم، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے اور ان کے درمیان صلح کرانے اور اس کے علاوہ نیکیوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے لہٰذا اپنے نفس پر شرط رکھے کہ وہ دن بھر زبان کو ذکر کے علاوہ حرکت میں نہیں لائے گا کیوں کہ مومن کا بولنا ذکر، دیکھنا عبرت اور خاموشی فکر کے لیے ہوتی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ۔ (۱)

وہ زبان سے کوئی بات نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک تیار محافظ نہ بیٹھا ہو۔

پیٹ ـــــ اسے حرص چھوڑنے پر مجبور کرے نیز یہ کہ وہ حلال کھانا اور وہ بھی تھوڑا سا کھائے شبہے والی چیزوں

---

(۱) قرآن مجید سورۃ ق آیت ۱۸

اور خواہشات سے بچے اور ضرورت کی مقدار پر اکتفا کرے اور نفس کو بتادے کہ اگر اس نے اس سلسلے میں مخالفت کی تو وہ پیٹ کی خواہشات سے بالکل منع کرکے سزا دے گا تاکہ جس قدر اس نے خواہشات سے زیادہ حاصل کیا وہ جاتا رہے اسی طرح ہر عضو کے بارے میں نفس پر شرط رکھے ان تمام کا احاطہ بہت طویل ہے اور اعضاء کے گناہ اور اطاعت پوشیدہ نہیں ہے۔

پھر اسے ان فرائض کی نصیحت کرے جو دن رات میں بار بار آتے ہیں پھر نوافل کے بارے میں جن پر قادر ہو اور زیادہ سے زیادہ ادا کر سکے ان نوافل کی تفصیل، کیفیت اور اسباب کے ذریعے ان کی استعداد سے متعلق سب کچھ بتادے۔

یہ وہ شرائط ہیں جن کی روزانہ ضرورت پڑتی ہے لیکن جب آدمی روزانہ یہ شرائط بیان کرنے کی عادت بنالے اور نفس ان سب کو پورا کرنے میں اس کی بات مان لے تو اب شرائط بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی اور اگر بعض باتوں میں اطاعت کرے تو باقی امور میں شرط رکھنے کی ضرورت باقی رہے گی۔

لیکن ہر روز کوئی نیا کام سامنے آتا ہے اور کوئی نہ کوئی واقعہ درپیش ہوتا ہے اور اس سلسلے میں اس پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور جو آدمی دنیا کی کوئی ذمہ داری اٹھاتا ہے مثلاً حکومت کرتا ہے یا تجارت یا تدریس میں مشغول ہوتا ہے ان کے ساتھ یہ معاملہ زیادہ ہوتا ہے کیونکہ کوئی دن ایسے جدید واقعہ سے خالی نہیں ہوتا جس میں اسے حق خداوندی کو پورا کرنے کی حاجت نہ ہو۔ لہٰذا اس پر لازم ہے کہ نفس کو استقامت اور اطاعتِ حق کی تاکید کرے اور اسے بیکار رہنے کے انجام سے بھی ڈرائے اور اسے اس طرح نصیحت کرے جس طرح ایک بھاگے ہوئے سرکش غلام کو نصیحت کی جاتی ہے کیونکہ فطری طور پر نفس عبادات سے بھاگتا ہے اور بندگی سے انحراف کرتا ہے لیکن وعظ و تادیب اس پر اثر کرتی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ۔ (۱) — اور آپ یاد دلاتے رہیں کیونکہ یاد دلانا مومنوں کو فائدہ دیتا ہے۔

یہ تمام باتیں نفس کی نگہداشت کا پہلا مرحلہ ہے اور عمل سے پہلے محاسبہ یہی ہے محاسبہ کبھی عمل کے بعد ہوتا ہے اور کبھی عمل سے پہلے تاکہ ڈرایا جائے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ۔ (۲) — اور جان لو اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتیں بھی جانتا ہے پس اس سے ڈرو۔

---

(۱) قرآن مجید سورۃ الذاریات آیت ۵۵ (۲) قرآن مجید، سورۃ بقرہ آیت ۲۳۵

یہ محاسبہ مستقبل کے حوالے سے ہے۔
کثرت اور مقدار میں زیادتی اور نقصان کی معرفت کے لیے جو غور کیا جاتا ہے وہ محاسبہ ہے پس اگر بندہ اپنے دن بھر کے اعمال کو سامنے رکھے تاکہ اسے کمی بیشی کا پتہ چلے تو یہ بھی محاسبہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوا۔ (۱)

اے ایمان والو! جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد کے لیے) چلو تو تحقیق کر لو۔

ارشاد خداوندی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا۔ (۲)

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تصدیق کرو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ۔ (۳)

بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم اس کے نفسانی وسوسوں کو جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بطور تنبیہ اور ڈراتے ہوئے ذکر فرمایا تاکہ وہ مستقبل میں پرہیز کرے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

إِذَا أَرَدْتَ أَمْرًا فَتَدَبَّرْ عَاقِبَتَهُ فَإِنْ كَانَ رُشْدًا فَامْضِهِ وَإِنْ كَانَ غَيًّا فَانْتَهِ عَنْهُ۔ (۴)

جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو اس کے انجام کے بارے میں سوچو اگر وہ اچھا ہے تو اسے کرو اور اس کا نتیجہ غلط (گمراہی) ہے۔ تو اس سے بچو۔

کسی دانا کا قول ہے کہ اگر عقل کو خواہش پر غالب رکھنا چاہتے ہو تو خواہشات کی پیروی اس وقت تک نہ کرو جب تک اس کا انجام نہ دیکھ لو کیوں کہ دل میں ندامت کا ٹھہرنا، خواہش کے پورا نہ ہونے سے زیادہ برا ہے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ نساء آیت ۹۴
(۲) قرآن مجید، سورۂ حجرات آیت ۶
(۳) قرآن مجید، سورۂ ق آیت ۱۶
(۴) کنز العمال جلد ۳ ص ۱۰۱ حدیث ۵۶۷۹

حضرت لقمان حکیم نے فرمایا جب مومن اپنے انجام پر نظر رکھتا ہے تو وہ ندامت سے محفوظ رہتا ہے۔
حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا۔

اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْاَحْمَقُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰهِ۔ (۱)

سمجھ دار آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرتا ہے جب کہ بیوقوف اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرتا اور اللہ تعالیٰ پر تمنا کرتا ہے۔

لفظ "دَانَ" کا معنیٰ محاسبہ کرنا حساب کرنا ہے اور "یوم الدین" حساب کے دن کو کہا جاتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

اَئِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ۔ (۲)

تو کیا ہمیں جزا، سزا دی جائے گی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے نفس کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا حساب لیا جائے اور وزن کئے جانے سے پہلے اپنے اعمال کا خود وزن کرو اور بہت بڑی پیشی کے لیے تیار ہو جاؤ۔

اور آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ شدت کے حساب سے پہلے راحت کے وقت میں اپنے نفس کا احتساب کرو۔

اور آپ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ کی کتاب میں آپ محاسبے کے بارے میں کیا پاتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ زمین کے حساب کرنے والے کو آسمان کے حساب کرنے والے کی طرف سے ہلاکت ہے آپ نے اپنا درہ اٹھایا اور فرمایا ہاں مگر وہ جو اپنا احتساب خود کرے (وہ محفوظ رہے گا) حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے امیر المومنین اسی کے ساتھ تورات میں یہ بات (استثناء) بھی مذکور ہے اور درمیان میں کوئی دوسرا کلمہ نہیں کہ مگر وہ اپنا احتساب کرے ان سب باتوں میں اس طرف اشارہ ہے کہ مستقبل کے لیے بھی محاسبہ ہوتا ہے۔

اسی لیے فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کا احتساب کرتا ہے وہ موت کے بعد کے لیے عمل کرتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کے سلسلے میں پہلے وزن کر کے خوب سوچے اور غور و فکر کے بعد ان پر ان پر عمل پیرا ہو۔

نگہداشت کا دوسرا مقام ـــــ مراقبہ

جب آدمی اپنے نفس کو وصیت کرلے اور مذکورہ بالا شرائط کا اسے پابند بنالے تو اب اعمال شروع کرتے

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۲۴ مرویات شداد بن اوس

(۲) قرآن مجید، سورۃ صافات آیت ۵۲

وقت نفس کی خوب حفاظت کرے اور حفاظت کی نگاہ سے دیکھے کیوں کہ اگر اسے کھلی چھٹی دے تو وہ خراب اور سرکش ہو جائے گا اب ہم مراقبہ کی فضیلت اور اس کے بعد اس کے درجات ذکر کرتے ہیں۔

مراقبہ کی فضیلت :

حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ۔ (۱) — اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔

اُعْبُدِ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔ (۲) — اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ (۳) — تو کیا وہ ہر نفس کے اعمال کی نگہداشت رکھتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى۔ (۴) — کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔

اور ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔ (۵) — بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ رٰعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ (۶) — اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں کا خیال رکھتے ہیں اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں۔

حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ نے ایک شخص سے فرمایا اللہ تعالیٰ کو دیکھتے رہا کرو اس نے عرض کیا اس کی وضاحت فرمائیں

---

(۱) صحیح بخاری جلد اول ص ۱۲ کتاب الایمان

(۲) ایضاً

(۳) قرآن مجید، سورۂ رعد آیت ۳۳

(۴) قرآن مجید، سورۂ علق آیت ۱۴

(۵) قرآن مجید، سورۂ النساء آیت ۱

(۶) قرآن مجید، سورۂ المعارج آیت ۳۲، ۳۳

تو آپ نے فرمایا ہمیشہ اس طرح رہو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔

حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب میرا سردار میرا نگہبان ہے تو مجھے کسی اور کی پرواہ نہیں۔

حضرت ابو عثمان مغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس راستے میں انسان جو چیزیں اپنے اوپر لازم کرتا ہے ان میں سے افضل محاسبہ اور مراقبہ ہے نیز اپنے عمل کی سیاست کو علم کے مطابق کرنا ہے۔

حضرت ابن عطار رحمہ اللہ فرماتے ہیں سب سے بہترین عبادت ہر وقت مراقبۂ حق کو اختیار کرنا ہے۔

حضرت جریری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارا معاملہ دو ضابطوں پر مبنی ہے ایک اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے نفس کا مراقبہ اور دوسرا علم کو اپنے ظاہر پہ قائم کرنا۔

حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو حفص رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا جب تم لوگوں میں بیٹھو تو اپنے نفس اور دل کو وعظ کرنے والے بنو اور ان کا تمہارے پاس جمع ہونا تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے کہ وہ تمہارے ظاہر کو اور اللہ تعالیٰ تمہارے باطن کو دیکھتا ہے۔

منقول ہے کہ اس گروہ کے مشائخ میں سے ایک بزرگ کا ایک نوجوان شاگرد تھا وہ بزرگ اس کی تعظیم کرتے اور اسے مقدم کرتے تھے ان کے کسی مرید نے پوچھا کہ آپ اس کی عزت کیسے کرتے ہیں جب کہ یہ نوجوان ہے اور ہم عمر رسیدہ ہیں؟ اس بزرگ نے کچھ پرندے منگوائے اور ان سب کو ایک ایک پرندہ اور ایک ایک چھری دے دی اور فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک اس پرندے کو وہاں ذبح کرے جہاں کوئی دیکھتا نہ ہو اس نوجوان کو بھی اسی طرح پرندہ دیا اور اس سے بھی وہی بات فرمائی۔

اب ان میں سے ہر ایک ذبح کیا ہوا پرندہ لے کر واپس آیا لیکن وہ نوجوان زندہ پرندہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے واپس آیا، بزرگ نے پوچھا کہ دوسروں کی طرح تم نے اسے کیوں ذبح نہ کیا؟ اس نے کہا مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی جہاں کوئی دیکھتا نہ ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ تو مجھے ہر جگہ دیکھتا ہے۔

تو ان سب نے اس کے مراقبے کو پسند کیا اور کہا کہ تو واقعی عزت و احترام کے لائق ہے۔

منقول ہے کہ حضرت زلیخا رضی اللہ عنہا جب حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ خلوت میں گئیں تو انہوں نے اپنے بت کا چہرہ ڈھانپ لیا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تمہیں کیا ہوا تم ایک پتھر کے دیکھنے سے حیا کرتی ہو (حالاں کہ وہ دیکھ نہیں سکتا) لیکن میں جبار بادشاہ کے دیکھنے سے حیا نہ کروں۔

ایک نوجوان کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ اس نے ایک لونڈی کو اپنے قریب کرنا چاہا تو اس نے کہا تمہیں حیا نہیں آتا؟ اس نے پوچھا کس سے حیا کروں، ہمیں تو صرف ستارے دیکھ رہے ہیں لونڈی نے کہا پھر ستاروں والا کہاں گیا (یعنی ستاروں کو پیدا کرنے والا تو دیکھتا ہے)

ایک شخص نے حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ میں نگاہیں پست کرنے پر کسی چیز سے مدد حاصل کروں؟ انہوں نے فرمایا یہ عقیدہ رکھو کہ تمہیں دیکھنے والے کی نظر تم تک اس سے پہلے پہنچتی ہے کہ تمہاری نظر کسی دوسرے تک پہنچے حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس شخص کا مراقبہ پکا ہوتا ہے جو اپنے رب سے حاصل ہونے والے حصے کے فوت ہو جانے کا خوف رکھتا ہے۔

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں جنت عدن جنت الفردوس میں سے ہے اور وہاں ایسی حوریں ہیں جو جنت کے گلاب سے پیدا کی گئی ہیں پوچھا گیا وہاں کون رہے گا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جنت عدن میں وہ لوگ ہوں گے جو گناہوں کا ارادہ کریں تو میری عظمت کو یاد کر کے میرا لحاظ کرتے ہیں اور وہ لوگ جن کی کمر میرے خوف کی وجہ سے جھک گئی مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے میں زمین والوں کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں پھر جب ان لوگوں کو دیکھتا ہوں جو میری رضا کی خاطر بھوکے پیاسے رہتے ہیں تو لوگوں سے عذاب کو پھیر دیتا ہوں۔

حضرت محاسبی رحمہ اللہ سے مراقبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اس کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا علم ہو۔

حضرت مرتعش رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراقبہ یہ ہے کہ ہر لحظہ اور ہر کلمے پر غیب کو ملاحظہ کرتے ہوئے باطن کا خیال رکھے۔

ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا تم ظاہر پر مقرر ہو اور میں باطن کو دیکھتا اور اس کی نگرانی کرتا ہوں۔

حضرت محمد بن علی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنا مراقبہ اس ذات کے لیے کر جس کی نظر سے تو غائب نہیں اور اس کا شکر ادا کر جس کی نعمتیں تجھ سے منقطع نہ ہوں اس کی عبادت کر جس سے تو بے نیاز نہیں ہو سکتا اپنا خشوع وخضوع اس کے لیے اختیار کر جس کی بادشاہی اور ملک سے تو باہر نہیں نکل سکتا۔

حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے بڑھ کر کسی چیز سے دل مزین نہیں ہوتا کہ بندہ اس بات کا یقین رکھے کہ وہ جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ اسے دیکھتا ہے۔

کسی بزرگ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر پوچھی گئی ارشاد خداوندی ہے۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ۔ (۱)	اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

انہوں نے فرمایا اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے رب کو دیکھتے ہیں اپنے نفس کا احتساب کرتے ہیں اور اپنی آخرت کے لیے

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ بینہ آیت ۸

سامان اختیار کرتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ بندے کو جنت کیسے حاصل ہوتی ہے؟ انہوں نے فرمایا پانچ باتوں سے جنت حاصل ہوتی ہے۔

(۱) ایسی استقامت جس میں ٹیڑھا پن نہ ہو (۲) ایسا اجتہاد جس میں بھول نہ ہو (۳) ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کو سامنے دیکھنا (مراقبہ) (۴) تیاری کے ساتھ موت کا انتظار (۵) اور نفس کا احتساب کرنا اس سے پہلے کہ اس کا محاسبہ ہو۔

کہا گیا ہے۔

إِذَا مَا خَلَوْتَ يَوْمًا فَلَا تَقُلْ
خَلَوْتُ وَلٰكِنْ قُلْ عَلَيَّ رَقِيْبٌ
وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ يَغْفُلُ سَاعَةً
وَلَا أَنَّ مَا تُخْفِيْهِ عَنْهُ يَغِيْبُ
أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْيَوْمَ أَسْرَعُ ذَاهِبٌ
وَأَنَّ غَدًا لِلنَّاظِرِيْنَ قَرِيْبٌ

اور جب کسی دن تو تنہا ہو تو یہ نہ کہہ کہ میں تنہا ہوں بلکہ یوں کہہ کہ وہ (اللہ تعالیٰ) مجھے دیکھ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ایک گھڑی بھی غافل نہ سمجھ اور نہ یہ کہ جو کچھ تو اس سے چھپاتا ہے وہ اس سے غائب ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ آج کا دن کتنی جلدی گزر جا رہا ہے اور کل کا دن دیکھنے والوں کے لیے قریب ہے۔

حضرت حمید الطویل نے حضرت سلیمان بن علی رحمہما اللہ سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے انہوں نے فرمایا اگر تم تنہائی میں گناہ کرتے ہوئے یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے تو تم نے بہت بڑی بات پر جرأت کی اور اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ وہ تمہیں دیکھ نہیں رہا تو تم نے اس کا انکار (کفر) کیا۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمہیں اس ذات کو نگاہ میں رکھنا چاہیئے کہ کوئی چھپنے والی چیز اس سے چھپ نہیں سکتی۔ اور اس ذات سے امید رکھو جو وفا کی مالک ہے اور اس سے ڈرو جو سزا دینے کا مالک ہے۔

حضرت فرقد سنجی رحمہ اللہ نے فرمایا منافق دیکھتا ہے کہ کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا اگر اس کا خیال ہو کہ اسے کوئی نہیں دیکھتا تو وہ برائی کی راہ اختیار کرتا ہے اور لوگوں کا خیال رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کا لحاظ نہیں کرتا۔

حضرت عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی طرف گیا ہم راستے میں ایک جگہ اترے تو پہاڑ سے ایک چرواہا آپ کے پاس آیا آپ نے فرمایا اے چرواہے! اس ریوڑ میں سے ایک بکری مجھ پر بیچ دو اس نے کہا میں کسی کا غلام ہوں، آپ نے فرمایا اپنے مالک سے کہہ دینا کہ اسے بھیڑیئے نے کھا لیا ہے۔ اس نے عرض کیا تو اللہ تعالیٰ کہاں ہے (وہ تو دیکھتا ہے) فرماتے ہیں (یہ سن کر) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رو پڑے پھر دوسرے دن اس غلام کو مالک سے خرید کر آزاد کر دیا اور فرمایا دنیا میں تجھے اس کلمے نے آزاد کر دیا اور مجھے امید ہے کہ یہ تیری آخرت کی آزادی کا باعث بھی ہوگا۔

فصل ۲ :

مراقبہ کی حقیقت اور اس کے درجات

مراقبہ کی حقیقت یہ ہے کہ نگرانی کرنے والے کا لحاظ کیا جائے اور اپنی پوری توجہ کو اس کی طرف پھیرا جائے جو شخص کسی دوسرے کی وجہ سے کسی بات سے پرہیز کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں کا خیال اور لحاظ کرتا ہے اور اس مراقبہ سے مراد دل کی حالت ہے جو معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور اس حالت کے نتیجے میں اعضاء اور دل میں کچھ اعمال پیدا ہوتے ہیں پس حالت تو یہ ہے کہ دل رقیب (نگران) کا خیال کرتا ہے اس کے ساتھ مشغول ہو اس کی طرف متوجہ ہو اس کو دیکھتا رہے اور اسی کی طرف رجوع کرے۔

اور اس حالت سے جو معرفت حاصل ہوتی ہے وہ اس بات کا علم حاصل ہونا ہے کہ اللہ تعالیٰ دل کی باتوں پر مطلع ہے اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے بندوں کے اعمال اس کے سامنے ہیں ہر نفس جو کچھ کرتا ہے وہ اس سے واقف ہے اس کے حق میں دل کا راز کھلا ہے جس طرح مخلوق کے لیے جسم کا ظاہر کھلا ہوتا ہے بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ کھلا ہے اور جب شک زائل ہو جائے اور یہ معرفت یقین میں بدل جائے اور دل پر غالب ہو کر اسے دبا دے تو اسے رقیب کا خیال رکھنے کی طرف لے جاتی ہے اور اس کی ہمت اور توجہ کو اسی طرف پھیر دیتی ہے لیکن بہت سے علم بلاشبہ دل پر غالب نہیں آتے۔

جو لوگ اس معرفت کا نام یقین رکھتے ہیں وہ مقربین ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں ایک صدیقین ہیں اور دوسرے اصحاب یمین، لہٰذا ان کے مراقبہ کے بھی دو درجے ہیں۔

پہلا درجہ :

یہ صدیقین مقربین کا مراقبہ ہے اور یہ تعظیم اور بڑائی کا مراقبہ ہے یعنی دل اس بڑائی کو دیکھنے میں اچھی طرح مصروف ہو اور ہیبت کے نیچے دبا ہوا ہو، اور اس میں کسی دوسری طرف توجہ کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ ہم اس مراقبے کے اعمال کی تفصیل میں نہیں جاتے کیوں کہ یہ دل کے ساتھ خاص ہے جہاں تک اعضاء کا تعلق ہے تو وہ مباح چیزوں کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے چہ جائیکہ ممنوعات کی طرف توجہ کریں اور جب فرمانبرداری اور عبادات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو گویا اسی مقصد کے لیے استعمال ہو رہے ہیں۔

تو یہاں ان اعضاء کو درست راستوں پر رکھنے کے لیے کسی تدبیر وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ نگران راہ راست پر ہو تو رعایا خود بخود درست راہ پر رہتی ہے اور دل حاکم و نگران ہے تو جب وہ اپنے معبود کی طرف متوجہ ہو گیا تو تمام اعضا کسی تکلف کے بغیر درستگی اور استقامت کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

یہی وہ شخص ہے جس کا صرف ایک فکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُسے باقی تمام فکروں سے بچالیا اور جو آدمی اس درجے پر پہنچ جائے وہ مخلوق سے غافل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اسے پاس بیٹھے ہوئے آدمی کا بھی پتہ نہیں چلتا حالانکہ اس کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں اور جو کچھ کہا جارہا ہے اسے نہیں سنتا حالانکہ وہ بہرہ نہیں ہوتا کبھی اس کا بیٹا اس کے پاس سے گزرتا ہے لیکن اسے پتہ نہیں چلتا حتیٰ کہ بعض بزرگوں کے ساتھ یہ معاملہ ہوا اور کسی نے ان کو عتاب کیا تو انہوں نے اس سے فرمایا جب تم میرے پاس سے گزرو تو مجھے حرکت دے دینا۔

اور یہ بات بعید نہیں ہے کیوں کہ تم دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کے دلوں میں اس کی مثال پاؤ گے حتیٰ کہ ان کے خادم ان کے درباروں میں ان کی طرف اس قدر متوجہ ہوتے ہیں کہ ان کو اپنی خبر تک نہیں ہوتی۔

بلکہ بعض اوقات دنیا کے ادنیٰ کام میں مشغولیت کی وجہ سے تمام توجہ اس طرف مبذول ہو جاتی ہے اور آدمی اس میں ڈوب جاتا ہے اور چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ مقصود مقام سے تجاوز کر جاتا ہے اور جس کام کے لیے اٹھا تھا اسے بھول جاتا ہے۔

حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اس زمانے میں کسی ایسے آدمی کو جانتے ہیں جو اپنی حالت میں مشغول ہو کر مخلوق سے بے خبر ہو انہوں نے فرمایا میں صرف ایک آدمی کو جانتا ہوں جو عنقریب آئے گا زیادہ دیر نہ گزری کہ عتبہ غلام داخل ہوا حضرت عبدالواحد بن زید نے اس سے پوچھا اے عتبہ! کہاں سے آرہے ہو اس نے کہا فلاں جگہ سے، اور اس کا راستہ بازار کی طرف سے تھا پوچھا راستے میں کس سے ملاقات ہوئی؟ اس نے کہا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ایک عورت کے پاس سے گزرے اسے دھکا لگا اور وہ منہ کے بل گر گئی آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے فرمایا میں نے سمجھا یہ دیوار ہے۔

اور ایک بزرگ کے بارے میں منقول ہے وہ فرماتے ہیں میں ایک جماعت کے پاس سے گزرا وہ تیر اندازی کر رہے تھے اور ایک شخص ان سے دور بیٹھا ہوا تھا میں اس کے پاس گیا اور اس سے گفتگو کرنا چاہی تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے ذکر میں زیادہ لذت ہے میں نے پوچھا تم تنہا ہو اس نے کہا میرے ساتھ میرا رب اور دو فرشتے ہیں میں نے پوچھا ان لوگوں میں سے سبقت لے جانے والا کون ہے؟ فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ بخش دے میں نے پوچھا راستہ کہاں ہے انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا پھر وہ اٹھ کر چلے گئے اور فرمایا (اے اللہ!) تیری مخلوق تجھ سے زیادہ غافل ہے تو یہ ایسے شخص کی گفتگو ہے جو اللہ تعالیٰ کے مشاہدے میں مستغرق ہو اسی سے کلام کرے اور اسی سے سنے اسے اپنی زبان اور اعضا کی حفاظت کی ضرورت نہیں رہتی کیوں کہ یہ لوگ اسی چیز کے ساتھ حرکت کرتے ہیں جو ان میں پائی جاتی ہے۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ حضرت ابوالحسین نوری رحمہ اللہ کے پاس تشریف لے گئے تو ان کو حالت اعتکاف میں نہایت دل جمعی اور خاموشی سے بیٹھا ہوا دیکھا کہ ان کے جسم میں کسی قسم کی حرکت نہیں ہے انہوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ مراقبہ اور

سکون کہاں سے سیکھا فرمایا ہمارے پاس ایک بلی تھی اس سے سیکھا ہے وہ جب شکار کا ارادہ کرتی تو بلوں کے پاس گھات لگا کر بیٹھتی اور اس کا ایک بال بھی حرکت نہ کرتا۔

حضرت ابو عبد اللہ بن خفیف رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں مصر سے رملہ جانے کے لیے نکلا تاکہ وہاں ابو علی رودباری رحمہ اللہ سے ملاقات کروں تو عیسیٰ بن یونس مصری نے جو معروف زاہد تھے مجھے فرمایا کہ مقام صور میں ایک نوجوان اور ایک بوڑھا شخص مراقبہ کی حالت میں ہیں اگر آپ ان کو ایک نظر دیکھ لیں تو شاید ان سے آپ کو نفع حاصل ہو۔ فرماتے ہیں میں مقام صور میں داخل ہوا اور میں بھوکا اور پیاسا تھا۔ میری کمر میں ایک کپڑا بندھا ہوا تھا لیکن میرے کاندھوں پر کچھ بھی نہ تھا۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو وہاں دو آدمیوں کو دیکھا جو قبلہ رخ بیٹھے ہوئے تھے میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا میں نے ان کو دوسری اور تیسری بار سلام کیا لیکن مجھے جواب سنائی نہ دیا میں نے کہا میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے سلام کا جواب دیں تو جوان نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور میری طرف دیکھ کر کہا اے ابن خفیف دنیا بہت تھوڑی ہے اور اس تھوڑی میں سے بھی تھوڑی رہ گئی ہے۔

اے ابن خفیف! تجھے کتنی تھوڑی مشغولیت ہے کہ تو ہماری ملاقات کے لیے فارغ ہوا فرماتے ہیں اس نے مجھ پر مکمل طور پر اثر کیا پھر وہیں سر جھکا لیا میں ان دونوں کے پاس ٹھہرا رہا حتیٰ کہ ہم نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھی اور میری بھوک پیاس سب کچھ چلا گیا۔

جب عصر کا وقت ہوا تو میں نے کہا مجھے کچھ نصیحت کریں تو انہوں نے سر اٹھا کر فرمایا اے ابن خفیف! ہم مصیبت کے مارے ہوئے لوگ ہیں ہمارے پاس نصیحت کے لیے زبان نہیں ہے فرماتے ہیں میں تین دن تک ان کے پاس رہا اور اس دوران میں نے نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ ہی میں سویا اور میں نے ان کو بھی کوئی چیز کھاتے پیتے نہیں دیکھا تیسرا دن ہوا تو میں نے دل میں کہا میں ان کو قسم دیتا ہوں کہ مجھے کوئی نصیحت کریں شاید ان کی نصیحت سے مجھے کوئی نفع حاصل ہو۔ نوجوان نے سر اٹھایا اور فرمایا اے ابن خفیف! ان لوگوں کی مجلس اختیار کرو جن کو دیکھنے سے تمہیں خدا یاد آ جائے اور ان کی ہیبت تمہارے دل پر چھا جائے وہ تجھے عمل کی زبان سے نصیحت کریں قول کی زبان سے نہیں۔ ہمارے پاس سے چلے جاؤ —— تو یہ ان مراقبہ کرنے والوں کا درجہ ہے جن کے دلوں پر بزرگی اور تعظیم کا غلبہ ہوتا ہے اور ان میں کسی غیر کی گنجائش نہیں ہوتی۔

تیسرا درجہ:

یہ ان لوگوں کا مراقبہ ہے جو اصحاب یمین متقی ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو اس بات کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن پر مطلع ہے لیکن ملاحظہ جلال سے وہ مدہوش نہیں ہوتے بلکہ ان کے دل حد اعتدال پر رہتے ہیں اور احوال و اعمال کی طرف توجہ کی گنجائش بھی نہیں رہتی۔

لیکن وہ اعمال کے ساتھ مکمل تعلق کے باوجود مراقبہ سے غافل نہیں رہتے لیکن ان پر اللہ تعالیٰ سے حیا کا غلبہ ہوتا ہے

اس لئے وہ کسی بھی کام کو کرنے سے پہلے ثابت قدمی اختیار کرتے ہیں اور ہر ایسے کام سے اجتناب کرتے ہیں جس کے باعث قیامت کے دن ذلت و رسوائی ہو۔

وہ دنیا میں ہی یوں سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر مطلع ہے لہٰذا وہ اس کے انتظار کے محتاج نہیں ہوتے۔

ان دونوں درجوں میں اختلاف مشاہدے کے ذریعے معلوم ہوتا ہے جب تم علیحدگی میں کوئی عمل کر رہے ہو اور کوئی بچہ یا عورت آجائے اور تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ اس سے آگاہ ہو چکا ہے تو تمہیں اس سے حیا آتا ہے اور اس کے ساتھ اچھی طرح بیٹھ جاتے ہو اور اپنے حالات کا خیال رکھتے ہو لیکن اس کا سبب بزرگی اور تعظیم نہیں ہے بلکہ حیا کی وجہ سے ایسا کرتے ہو۔ اس لیے کہ اس کا مشاہدہ اگرچہ تمہیں مدہوش نہیں کرتا اور نہ ہی تم مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوتے ہو لیکن اس کی وجہ سے تمہارے حیا کو حرکت ہوتی ہے۔

اور بعض اوقات تمہارے پاس کوئی بادشاہ یا کوئی بزرگ شخصیت آتی ہے تو تم اس کی تعظیم کی طرف مکمل طور پہ متوجہ ہو جاتے ہو حتیٰ کہ اپنی تمام مصروفیت چھوڑ دیتے ہو اور یہ چھوڑنا حیا کی وجہ سے نہیں ہوتا۔

تو اسی طرح اللہ تعالیٰ کے مراقبہ کے سلسلے میں بندوں کے درجات بھی مختلف ہیں لہٰذا جو شخص اس درجے میں ہو وہ اپنی تمام حرکات و سکنات اور خطرات و لحظات کی نگرانی کرے بلکہ تمام اختیارات کی حفاظت کرے اور ان امور میں دو نظریں ہوتی ہیں ایک نظر عمل سے پہلے اور دوسری نظر عمل کے دوران۔

عمل سے پہلے نظر یہ ہے کہ وہ دیکھے کہ جو کچھ اس کے سامنے ظاہر ہوا یا دل میں عمل کے لیے حرکت پیدا ہوئی ہے کیا وہ اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہے یا وہ نفسانی خواہش اور شیطان کی پیروی میں ہے تو اس سلسلے میں اچھی طرح غور کرے حتیٰ کہ نورِ حق کے ذریعے یہ بات واضح ہو جائے۔

اگر وہ کام اللہ تعالیٰ کے لیے ہو تو اسے کرے اور اگر غیرِ خدا کے لیے ہو تو اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہوئے اس کام سے رک جائے۔

پھر اپنے نفس کو ملامت کرے کہ اس نے اس میں رغبت کی اس کا قصد کیا اور اس کی طرف جھکا اور اسے اس کے فعل کی برائی سمجھا دے اور بتائے کہ اس (نفس) نے اپنی رسوائی کے لیے یہ کوشش کی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اسے محفوظ نہ رکھتا تو وہ خود اپنے آپ سے دشمنی کرنے والا ہوتا۔

حقیقت حال کی وضاحت تک یہ توقف ضروری ہے اور اس سے کسی کے لیے بھی فرار کی گنجائش نہیں کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ بندے کے لیے اس کی ہر حرکت کے تین دفتر (رجسٹر) کھولے جائیں گے اگرچہ وہ حرکت چھوٹی ہی ہو ایک دفتر یہ کہ کیوں کیا؟ دوسرا یہ کہ کس طرح کیا؟ اور تیسرا یہ کہ کس کے لیے کیا؟

مطلب یہ ہے کہ تو نے یہ کام کیوں کیا؟ کیا تجھ پر اپنے آقا کے لیے اس کا کرنا لازم تھا یا اپنی خواہشات کے تحت اس کی

طرف مائل ہوا۔ اگر اس سے بچ گیا کہ اپنے آقا کے لیے (اللہ تعالیٰ کے لیے) اسے کرنا مطلوب تھا تو دوسرا سوال ہوگا کہ کیسے کیا؟ کیوں کہ ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کے لیے شرط اور حکم ہے اس کی مقدار، وقت اور صفت سے آگاہی علم کے بغیر نہیں ہوتی تو اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے یہ عمل کس طریقے سے کیا؟ یقینی علم کے ساتھ یا جہالت کے ساتھ یا گمان اور اندازے کے ساتھ؟ اگر اس سوال سے بھی محفوظ رہا تو تیسرا دفتر کھلے گا اور اخلاص کے بارے میں سوال ہوگا اور اس سے پوچھا جائے گا کس کے لیے عمل کیا؟ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور لا الٰہ الا اللہ پر عمل کرنے کے لیے؟ اگر یہ صورت ہے تو تیرا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر واجب ہو گیا اور اگر اپنے جیسی مخلوق کو دکھانے کے لیے یہ عمل کیا ہے تو ثواب بھی اسی سے طلب کر اگر دنیا کا مال حاصل کرنے کے لیے کیا ہے تو ہم تمہارا دنیوی حصہ تمہیں دے چکے ہیں اور اگر غفلت اور بھول کے طور پر کیا ہے تو تیرا اجر بھی گیا عمل بھی ضائع ہو گیا اور کوشش بھی برباد ہو گئی اور اگر میرے غیر کے لیے یہ کام کیا تو میرا عذاب اور ناراضگی لازم ہو گئی کیوں کہ تو میرا بندہ تھا میرا رزق کھاتا اور میری نعمتوں سے نفع حاصل کرتا تھا پھر تو نے دوسروں کے لیے عمل کیا کیا تو نے میرا یہ قول نہیں سنا۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ۔ (۱)

بے شک تم اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پوجتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ۔ (۲)

بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو تم پوجتے ہو وہ تمہارے لیے رزق کے مالک نہیں ہیں پس اللہ تعالیٰ کے پاس رزق تلاش کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

تجھے کیا ہوا تو نے میری یہ بات نہیں سنی۔

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ۔ (۳)

سنو! صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

پس جب بندے کو معلوم ہو جائے کہ اس سے یہ سوالات ہوں گے اور جھڑکیوں کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ اپنے نفس سے مطالبہ کرتا ہے اس سے پہلے کہ اس سے پوچھا جائے اور سوال کے لیے جواب تیار رکھتا ہے۔ لیکن جواب درست ہونا چاہیے اور کوئی کام شروع سے کرے یا دوبارہ کرے اس کے لیے پہلے سے غور و فکر ہونا چاہیے بلکہ پلک اور

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ اعراف آیت ۱۹۴

(۲) قرآن مجید، سورۂ عنکبوت آیت ۱۷

(۳) قرآن مجید، سورۂ زمر آیت ۳

انگلی کو سوچ و بچار کے بعد حرکت دے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

اِنَّ الرَّجُلَ لَيُسْئَلُ عَنْ كُحْلِ عَيْنَيْهِ وَ عَنْ فَتِّ الطِّيْنِ بِاِصْبَعَيْهِ وَعَنْ لَمْسِهٖ ثَوْبَ اَخِيْهِ۔ (۱)

بے شک آدمی سے اس کی آنکھوں کے سرمے انگلیوں سے گارا توڑنے اور اپنے بھائی کے کپڑوں کو چھونے کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اسلاف میں سے کوئی شخص اگر صدقہ کرنا چاہتا تو وہ غور و فکر کرتا اور سوچتا اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتا تو صدقہ کر دیتا۔

حضرت حسن رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو کسی چیز کا ارادہ کرتے وقت رک جاتا ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہو تو کر گزرتا ہے اور اگر غیر خدا کے لیے ہو تو ٹھہر جاتا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ان کو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

جب کسی بات کا ارادہ کرو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو (۲)

حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

مومن توقف کرنے والا اور غور و فکر کرنے والا ہوتا ہے وہ ارادہ کرتے وقت توقف کرتا ہے رات کے وقت لکڑیاں چننے والے کی طرح نہیں ہوتا تو مراقبے کے سلسلے میں یہ پہلی نظر اور سوچ و بچار ہے۔ اور اس سے بچاؤ کے لیے علم متین (مضبوط علم) اعمال کے اسرار کی حقیقی معرفت اور نفس و شیطان کے مکر و فریب سے آگاہی ضروری ہے۔

جب تک آدمی اپنے نفس، اپنے رب اور اپنے دشمن شیطان کی پہچان حاصل نہ کرے اور اسے معلوم نہ ہو کہ نفس کی خواہش کے مطابق کونسا کام ہے اور جب تک وہ اپنی نیت، ارادے، فکر اور حرکات و سکنات کے سلسلے میں خواہش اور محبت و رضائے خداوندی کے درمیان تمیز نہ کرے اس مراقبہ میں محفوظ نہیں ہو سکتا بلکہ اکثر لوگ ان کاموں میں جہالت کے مرتکب ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور ان کا خیال یہ ہے کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

اور تمہیں یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ جاہل جس بات کو سیکھنے پر قادر ہوتا ہے اس میں اس کا عذر قبول کیا جائے گا ہرگز نہیں بلکہ علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے یہی وجہ ہے کہ عالم کی دو رکعتیں، غیر عالم کی ہزار رکعات سے بہتر ہیں کیوں کہ وہ نفوس

---

(۱) حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۲۶ مقدمۃ الکتاب

(۲) سنن ابن ماجہ ص ۳۱۲، ابواب الزھد

کی آفات، شیطان کی مکاریوں اور دھوکے کے مقامات سے واقف ہوتا ہے۔ لہٰذا ان سے بچتا ہے۔

جب کہ جاہل کو اس بات کی پہچان نہیں ہوتی پس وہ کیسے بچے گا؟ لہٰذا جاہل ہمیشہ مشقت میں مبتلا رہتا ہے اور شیطان اس سے خوش خوش رہتا ہے ہم جہالت اور غفلت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کیوں کہ یہ ہر بدبختی کی جڑ اور ہر نقصان کی بنیاد ہے۔

تو ہر بندے کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ جب وہ کسی عمل کا ارادہ کرے اور اپنے اعضاء کو کوشش میں لگانا چاہے تو اس وقت تک عمل میں جلدی نہ کرے جب تک نورِ علم کے ذریعے اس پر واضح نہ ہو جائے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے لیے ہے پھر اسے کرنا چاہیے۔ اور اگر وہ نفس کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے ہے تو بچنا چاہیے اور وہ اپنے دل کو اس کے بارے میں سوچنے اور اس کا ارادہ کرنے پر جھڑک دے کیوں کہ باطل کام میں پہلے خطرے کو دور نہ کیا جائے تو اس سے رغبت پیدا ہوتی ہے رغبت ارادے کو جنم دیتی ہے اور ارادہ عزم صمیم کا باعث بنتا ہے اور عمل تباہی اور غضب خداوندی کا سبب ہوتا ہے۔

لہٰذا شروع ہی سے شر کے مادے کی بیخ کنی کی جائے اور یہ دل کا خیال ہوتا ہے باقی سب باتیں اس کے بعد آتی ہیں اور جب آدمی پر یہ بات مشکل ہو جائے اور واقعہ منکشف نہ ہو بلکہ تاریکی میں ہو تو نورِ علم کے ساتھ اس میں غور و فکر کرے اور شیطان کے مکر و فریب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہیے جو خواہش کے ذریعے سامنے آتا ہے اور اگر خود سوچ و بچار نہ کر سکے تو علماء دین کے نور سے روشنی حاصل کرے اور گمراہ کرنے والے دنیا دار علماء سے اس طرح بھاگے جس طرح شیطان سے بھاگتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ بھاگے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس عالم کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھیں جس پر دنیا کی محبت کا نشہ غالب ہے وہ تمہیں میری محبت سے الگ کر دے گا ایسے علماء میرے بندوں کو لوٹنے والے لٹیرے ہیں۔

تو جو دل دنیا کی محبت اور سخت حرص کی وجہ سے اندھیرے میں ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے پردے میں ہوتا ہے کیوں کہ دلوں کے انوار حضرت ربوبیت سے چمکتے ہیں تو جو شخص اس سے پیٹھ پھیر کر اس کے دشمن کی طرف متوجہ ہو اور اس سے اللہ تعالیٰ کو بغض اور دشمنی ہو یعنی وہ دنیاوی خواہشات کا عاشق ہو وہ انوار ربوبیت سے کب تجلّی حاصل کر سکتا ہے۔

تو مرید کا پہلا ارادہ اچھی طرح علم حاصل کرنا ہے یا کسی ایسے عالم کو تلاش کرے جو دنیا سے منہ پھیرنے والا ہے یا اس میں اس کی رغبت کم ہو بشرطیکہ ایسا شخص نہ ملے جو بالکل رغبت نہیں رکھتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْبَصَرَ النَّافِذَ عِنْدَ   شبہات کے وقت چشم بینا اور خواہشات کے ہجوم

دُرُودِ الشُّبُهَاتِ وَالْعَقْلَ الْكَامِلَ عِنْدَ هُجُومِ الشَّهَوَاتِ (۱) — کے وقت عقل کامل کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔

آپ نے ان دو چیزوں کو جمع فرمایا اور یہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں کیوں کہ جس شخص کے پاس خواہشات سے روکنے والی عقل نہ ہو اس کے پاس شبہات کو پرکھنے والی نگاہ بھی نہیں ہوتی۔

اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ قَارَبَ ذَنْبًا فَارَقَهُ عَقْلٌ لَا يَعُودُ إِلَيْهِ أَبَدًا۔ (۲) — جو شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اس سے عقل یوں جدا ہو جاتی ہے کہ کبھی بھی اس کی طرف نہیں لوٹتی۔

تو انسان کو جس عقل کے ذریعے سعادتمندی حاصل ہے وہ کس قدر ہے گناہوں کے ذریعے اسے بھی مٹانے کا قصد کرتا ہے۔

اس زمانے میں اعمال کی آفات کی پہچان بالکل مٹ چکی ہے اور تمام لوگوں نے ان علوم کو چھوڑ دیا اور خواہشات کی بنیاد پر لوگوں کے درمیان جو جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں ان میں پڑ کر اس کا نام فقہ رکھ دیا ہے اور یہ علم جو دین کی فقہ تھا اسے تمام علوم سے خارج کر دیا اور دینوی فقہ میں مشغول ہو گئے جس کا مقصد صرف اتنا تھا کہ دلوں کے شغل کو دور کرکے دین کی فقہ کے لیے فارغ ہوں تو اس فقہ کے واسطے سے دینوی فقہ دین بنی تھی۔

حدیث شریف میں ہے۔

أَنْتُمُ الْيَوْمَ فِي زَمَانٍ خَيْرُكُمْ فِيهِ الْمُسَارِعُ وَسَيَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ خَيْرُكُمْ فِيهِ الْمُتَثَبِّتُ۔ (۳) — آج تم ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے وہ شخص بہتر ہے جو عمل میں جلدی کرتا ہے اور عنقریب تم پر ایسا زمانہ آئے گا کہ تم میں سے وہ شخص بہتر ہو گا جو توقف کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے عراقیوں اور شامیوں سے لڑنے میں توقف کیا کیوں کہ ان پر یہ معاملہ مشتبہ ہو گیا تھا۔ جیسے حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت اسامہ حضرت محمد بن مسلمہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

اور جو شخص کو شبہ کے وقت توقف نہ کرے وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اپنی رائے کو پسند کرنے والا ہو گا اور یہ ان لوگوں میں سے ہو گا جن کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

---

(۱) تذکرۃ الموضوعات ص ۱۸۸ باب الاخلاق المحمودہ

(۲) تذکرۃ الموضوعات ص ۱۶۹ باب الاخلاق المحمودہ

(۳)

فَاِذَا رَاَیْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَهَوًی مُتَّبَعًا وَاِعْجَابَ کُلِّ ذِیْ رَاْیٍ بِرَاْیِهٖ فَعَلَیْكَ بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ۔ (۱)

جب تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت اور خواہش کی پیروی کی جاتی ہے نیز ہر رائے دینے والا اپنی رائے کو ہی پسند کرتا ہے تو اس وقت تمہیں اپنی فکر کرنی چاہیے۔

اور جو شخص تحقیق کے بغیر شبہ میں پڑتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کی مخالفت کرتا ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔ (۲)

اور جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو۔

اور اس نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث شریف کی بھی مخالفت کی آپ نے فرمایا۔

اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ۔ (۳)

اپنے آپ کو گمان سے بچاؤ کیوں کہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔

اس سے وہ گمان مراد لیا جو دلیل کے بغیر ہو جیسے عوام میں سے بعض لوگ اشتباہ کے وقت اپنے دل سے فتویٰ لے کر گمان کے پیچھے چلتے ہیں چوں کہ یہ کام مشکل بھی ہے اور عظیم بھی اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یوں دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنِیْ اِتِّبَاعَهٗ وَاَرِنِی الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنِیْ اِجْتِنَابَهٗ وَلَا تَجْعَلْهُ مُتَشَابِهًا عَلَیَّ فَاَتَّبِعَ الْهَوٰی۔

یا اللہ مجھ پر حق کو واضح فرما کر مجھے اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور باطل کو میرے سامنے واضح کر کے مجھے اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما اور اسے میرے لیے مشتبہ نہ بنانا تاکہ میں خواہش کی پیروی کروں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

امور تین قسم کے ہیں ایک وہ بات ہے جس کا اچھا ہونا ظاہر ہے اس کی اتباع کرو دوسرا وہ جس کی خرابی (گمراہی) واضح ہے اس سے بچو اور تیسری قسم کا کام وہ ہے جس میں تمہیں شبہ پڑتا ہے اسے اس کے عالم کے حوالے کر دو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا اس طرح تھی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَقُوْلَ فِی الدِّیْنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ۔ (۴)

یا اللہ! میں دین میں علم کے بغیر کوئی بات کرنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

---

(۱) حلیۃ الاولیاء جلد ۲ ص ۲۱۹ ترجمہ ۲۳۸

(۲) قرآن مجید، سورۂ اسراء آیت ۳۶

(۳) صحیح بخاری جلد اوّل ص ۳۸۴ کتاب الوصایا

(۴) تذکرہ الموضوعات ص ۲۲، کتاب العلم

تو اللہ تعالیٰ کا بندوں پر سب سے بڑا انعام علم اور حق کا واضح ہونا ہے اور ایمان بھی ایک قسم کا علم اور کشف ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بندوں پہ احسان رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ (۱) اور یہ آپ پہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

اور اس سے علم مراد ہے۔ نیز ارشاد فرمایا۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۲) اور اہل علم سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى۔ (۳) بے شک ہدایت ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔

اور فرمایا۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (۴) پھر اس کا بیان ہمارے ذمہ ہے۔

اور فرمایا۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ۔ (۵) اور سیدھی راہ اللہ تعالیٰ ہی بتاتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

خواہش نفس، نابینائی کی شریک ہے اور حیرانگی کے وقت توقف کرنا توفیق کی بات ہے اور غم کو ٹالنے والی بہترین چیز یقین ہے جھوٹ کا انجام پشیمانی ہے اور سچ میں سلامتی ہے بہت سے بیگانے اپنوں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور غریب وہ ہے جس کا کوئی حبیب نہ ہو اور صدیق وہ ہے جس کا اندر اس کی تصدیق کرے بدظنی کے باعث کسی دوست کو کھو نہ دینا بہترین عادت کرم ہے حیا ہر اچھی بات کا باعث ہے اور سب سے مضبوط رسی تقویٰ ہے اور سب سے مستحکم سبب جسے تو اختیار کرے وہ سبب ہے جو تیرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے دنیا میں سے تیرا حصہ وہی ہے جس کے ذریعے تو اپنی آخرت کو درست کرے رزق کی دو قسمیں ہیں ایک رزق وہ ہے جسے تو تلاش کرتا ہے اور دوسرا وہ جو تجھے تلاش کرتا ہے اگر تو اس کے پاس نہ جائے تو وہ تیرے پاس آئے گا۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ نساء آیت ۱۱۳
(۲) قرآن مجید، سورۂ النحل آیت ۴۳
(۳) قرآن مجید، سورۂ اللیل آیت ۱۲
(۴) قرآن مجید، سورۂ القیامۃ آیت ۱۹
(۵) قرآن مجید، سورۂ النحل آیت ۹

اگر تو اس چیز پر پہنچنے والی مصیبت پر واویلا کرتا ہے جو تجھ تک پہنچی ہے تو جو تجھ تک نہیں پہنچی اس پر واویلا نہ کر۔
اور جو چیز نہیں ہوئی اسے اس پر قیاس کر جو ہو چکی ہے کیوں کہ تمام امور ایک جیسے ہیں انسان اس چیز کے حصول پر خوش ہوتا ہے جو جانے والی نہ ہو اور جسے کبھی نہیں پا سکتا اس کے نہ ملنے پر ناراض ہوتا ہے تجھے دنیا سے جو کچھ ملے اس پر زیادہ خوش نہ ہو اور جو کچھ تجھے نہ مل سکا اس پر افسوس نہ کر۔ تجھے اس پر خوش ہونا چاہیے جو آگے بھیجا اور اس پر افسوس کرنا چاہیے جو تم نے پیچھے چھوڑا۔ تجھے آخرت کے لیے مشغول ہونا چاہیے اور موت کے بعد کے بارے میں فکر مند ہونا چاہیے ۔
ان تمام کلمات کو نقل کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ حیرت کے وقت توقف کرنا توفیق کی بات ہے۔
تو مراقبہ کرنے والے کی پہلی نظر اس بات پر ہونی چاہیے کہ اس کا ارادہ اور حرکت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے یا خواہش کے تابع ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ اسْتَكْمَلَ إِيْمَانَهُ لَا يَخَافُ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَلَا يُرَائِي بِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِهِ وَإِذَا عَرَضَ لَهُ أَمْرَانِ أَحَدُهُمَا لِلدُّنْيَا وَالْآخَرُ لِلْآخِرَةِ آثَرَ الْآخِرَةَ عَلَى الدُّنْيَا۔ (۱)

تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں پائی جائیں اس کا ایمان مکمل ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے معاملات میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا اپنے کسی عمل میں ریاکاری نہیں کرتا اور جب اس کے سامنے دو باتیں پیش ہوں ایک کا تعلق دنیا سے ہو اور دوسری آخرت سے متعلق ہو تو وہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتا ہے۔

اور جب کوئی عمل ایسا معلوم ہو کہ وہ مباح (جائز) ہے لیکن اس کا کوئی مقصد نہیں تو اسے چھوڑ دے کیوں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ۔ (۲)

انسان کے حُسنِ اسلام سے ہے کہ بے فائدہ کام کو چھوڑ دے۔

دوسری نظر، مراقبے کی دوسری نظر عمل شروع کرتے وقت ہوتی ہے وہ یہ کہ کیفیتِ عمل کا طالب ہو تاکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کو پورا کر سکے۔ اس کو پورا کرنے میں نیت اچھی ہو اور اس کی صورت کو مکمل کر کے حتی الامکان اسے کامل بنائے اور یہ بات اسے ہر حالت میں لازم ہوتی ہے کیوں کہ وہ کسی بھی حالت میں حرکت و سکون سے خالی نہیں ہوتا جب وہ ان تمام حالتوں میں اللہ تعالیٰ کو سامنے رکھے گا تو، نیت، حُسنِ عمل اور رعایتِ ادب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قادر ہو گا مثلاً

---

(۱) کنز العمال جلد ۱۵ ص ۸۱۰ حدیث ۴۳۲۴۷
(۲) مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۱۸ کتاب الادب

جب وہ بیٹھے تو اسے چاہیے کہ قبلہ رُخ ہو کر بیٹھے کیوں کر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

خَیْرُ الْمَجَالِسِ مَا اسْتُقْبِلَ بِهِ الْقِبْلَةُ۔(۱) بہترین مجلس وہ ہے جس میں قبلہ کی طرف رُخ ہو۔

اور چوکڑی مار کر نہ بیٹھے کیوں کہ بادشاہوں کے سامنے اس طرح نہیں بیٹھتے اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ اس پر مطلع ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میں ایک دفعہ چوکڑی مار کر بیٹھا تو میں نے ایک غیبی آواز سنی کہ بادشاہوں کے سامنے اس طرح بیٹھتے ہیں؟ اس کے بعد میں کبھی بھی چوکڑی مار کر نہیں بیٹھا۔

اور اگر سوئے تو قبلہ رُخ ہو کر دائیں ہاتھ پر سوئے، اور ان تمام آداب کا خیال رکھے جن کا ذکر ہم ان کے مقام پر کر چکے ہیں یہ سب باتیں مراقبے میں شامل ہیں۔

بلکہ قضائے حاجت کے وقت آداب کا خیال رکھنا بھی مراقبے کو پورا کرنا ہے۔

تو انسان تین حال سے خالی نہیں ہوتا عبادت میں مصروف ہو گا یا گناہ میں یا کسی مباح کام میں تو عبادت میں اس کا مراقبہ نیت کا خالص ہونا، عبادت کو مکمل کرنا، آداب کا خیال رکھنا اور عبادت کو آفات سے بچانا ہے۔

اگر گناہ میں مشغول ہو تو اس کا مراقبہ توبہ کرنا، نادم ہونا باز رہنا، حیا کرنا اور غور و فکر میں مشغول ہونا ہے اگر کسی مباح (جائز) کام میں مصروف ہے (جس کا کرنا ضروری نہیں ہے) تو اس صورت میں آداب کا لحاظ کرنا نعمتوں کے ملنے پر منعم کا شکر ادا کرنا ہے۔

بندہ کسی بھی حالت میں ہو، مصیبتوں اور آزمائشوں سے خالی نہیں ہوتا لہٰذا اسے ان پر صبر کرنا چاہیے اسی طرح اسے نعمت ضرور ملتی ہے تو اس پر اسے شکر ادا کرنا چاہیے یہ تمام باتیں مراقبے سے تعلق رکھتی ہیں۔

بلکہ بندے پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضہ عائد ہوتا ہے وہ یا تو کوئی فعل ہو گا جس کی ادائیگی اس پر لازم ہو گی یا کوئی ممنوع بات ہو گی جس کا چھوڑنا ضروری ہو گا یا کوئی مستحب کام ہو گا جس کی اسے ترغیب دی جاتی ہے تاکہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت حاصل کرنے میں جلدی کرے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے بندوں سے سبقت لے جائے یا وہ کام مباح ہو گا جس میں اس کے جسم اور دل کی اصلاح اور عبادت خداوندی پر مدد ہو گی۔

ان میں سے ہر ایک کی کچھ حدود ہیں جن کی رعایت ضروری ہے اور وہ دائمی مراقبے سے ہوتی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ۔ (۲) اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کر جائے اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔

---

(۱) المستدرک للحاکم جلد ۴ ص ۲۷۰ کتاب الادب (۲) قرآن پاک سورۃ طلاق آیت ۱

توبندے کو ہر وقت ان تین قسموں سے متعلق اپنے نفس کا خیال رکھنا چاہیے جب فرائض سے فارغ ہو اور نوافل پر قادر ہو تو اسے سب سے بہتر عمل تلاش کرنا چاہیے تاکہ اس میں مشغول ہو۔ کیوں کہ جو شخص زیادہ نفع حاصل کر سکے لیکن حاصل نہ کرے وہ نقصان اٹھاتا ہے اور زیادہ نفع، نفلی اعمال کے زیادہ ہونے سے حاصل ہوتا ہے اسی لیے بندہ اپنی دنیا سے آخرت کا حصہ وصول کرتا ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا۔ (۱) اور دنیا سے اپنا حصہ لینا نہ بھول۔

اور یہ سب کچھ ایک ساعت کے صبر سے ہو سکتا ہے کیوں کہ ساعتیں تین ہیں ایک وہ ساعت ہے جو گزر چکی ہے اسی میں کوئی تھکاوٹ نہیں وہ مشقت میں گزری یا آرام میں، دوسری ساعت وہ ہے جو ابھی آئے گی بندے کو اس بات کا علم نہیں کہ اس میں زندہ رہے گا یا نہیں؟۔ اور اسے اس بات کا علم بھی نہیں کہ اس ساعت میں اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں کیا فیصلہ فرمائے گا اور تیسری ساعت وہ ہے جس میں بندہ موجود ہے اسے اس میں اپنے نفس سے مجاہدہ کرنا اور اپنے رب کو سامنے رکھنا چاہیے اگر اسے آئندہ ساعت نہ بھی ملی تو اس کے فوت ہونے پر افسوس نہ ہوگا اور اگر آنے والی ساعت حاصل ہو گئی تو اس سے بھی اپنا حق وصول کرے گا جس طرح پہلی ساعت سے حصہ حاصل کیا اور اپنی عمر کی امید پچاس سال نہ ٹھہرائے اس طرح وہ اتنی لمبی مدت میں مراقبہ سے گھبرا جائے گا بلکہ یوں سمجھے کہ اس کا وقت پورا ہو چکا ہے اور یہ اس کے آخری سانس ہیں ہو سکتا ہے یہ اس کے آخری سانس ہوں اور اسے علم نہ ہو اور جب اس بات کا امکان ہے کہ یہ اس کے آخری سانس ہوں تو اسے ایسے طریقے پر ہونا چاہیے جس میں اسے موت آجائے تو وہ اسے ناپسند نہ کرے بلکہ اس کے تمام احوال اسی طریقے پر رہیں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ ظَاعِنًا إِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ تَزَوُّدٍ لِمَعَادٍ أَوْ مَرَمَّةٍ لِمَعَاشٍ أَوْ لَذَّةٍ فِيْ غَيْرِ مُحَرَّمٍ۔ (۲)

مومن صرف تین باتوں کی طمع رکھتا ہے آخرت کے لیے سامان کی معاش کی درستگی کی یا حلال چیز کی لذت کی۔

اور اسی طرح کی ایک دوسری حدیث بھی ان سے مروی ہے۔

عَلَى الْعَاقِلِ أَنْ تَكُوْنَ لَهُ أَرْبَعُ سَاعَاتٍ سَاعَةٌ يُنَاجِيْ فِيْهِ رَبَّهُ وَسَاعَةٌ يُحَاسِبُ فِيْهَا نَفْسَهُ وَسَاعَةٌ يَتَفَكَّرُ فِيْهَا فِيْ

عقل مند آدمی کے لیے چار ساعتیں ہونی چاہیں ایک ساعت میں اپنے رب سے مناجات کرے دوسری ساعت میں اپنے نفس کا احتساب کرے تیسری میں

---

(۱) قرآن پاک سورہ قصص آیت ،،

(۲) الترغیب والترہیب جلد ۳ ص ۱۸۸، ۱۸۹ کتاب القضاء

صُنْعِ اللّٰہِ وَسَاعَۃٍ یَخْلُوْ فِیْھَا لِلْمَطْعَمِ وَ الْمَشْرَبِ۔ (۱)

اللہ تعالیٰ کی تخلیق وصنعت میں غور کرے اور چوتھی ساعت میں کھانے پینے کے لیے فارغ ہو۔

کیوں کہ یہ ساعت (کھانے پینے والی ساعت) باقی تین ساعتوں پر مددگار ہوگی پھر جس ساعت میں کھانے پینے میں مشغول ہو وہ بھی افضل عمل سے خالی نہیں ہونی چاہیے اور وہ ذکر وفکر ہے مثلاً اس نے جو کھانا حاصل کیا اس میں اتنے عجائب ہیں کہ اگر ان میں غور وفکر کرے اور ان کو سمجھے تو یہ اعضاء کے بہت سے اعمال سے افضل ہے۔

اور اس سلسلے میں لوگوں کی کئی قسمیں ہیں۔

ایک قسم ان لوگوں پر مشتمل ہے جو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی صنعت کے عجائبات کو دیکھتے ہیں پھر یہ کہ حیوانات کی زندگی اس سے کس طرح مربوط ہے اسباب کے سلسلے میں تقدیر خداوندی کی کیفیت کیا ہے نیز یہ کہ خواہشات کو پیدا کیا جو اس کا باعث ہے اور اس خواہش کے لوازم جو مسخر ہیں ان کو پیدا کیا جیسا کہ ہم نے ان میں سے بعض باتیں شکر کے بیان میں ذکر کی ہیں یہ عقل مند لوگوں کا مقام ہے۔

ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو غصے اور ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس میں صرف مجبوری کی حالت کو پیش نظر رکھتے ہیں وہ اس سے بے نیاز ہونا چاہتے ہیں لیکن وہ دیکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں نفس خواہش کی وجہ سے مجبور ہیں یہ زاہد لوگوں کا مقام ہے۔

تیسری قسم ان لوگوں سے متعلق ہے جو صانع کی صنعت کو دیکھتے ہیں اور اس سے خالق کی صفات کی طرف ترقی کرتے ہیں ان کا غذاؤں کو دیکھنا فکر کے دروازے کو کھولتا ہے اور یہ سب سے اعلیٰ مقام ہے یہ عارفین کا مقام اور محبین کی علامت ہے کیوں کہ جب کوئی محب، اپنے محبوب کی کاریگری اس کی کتاب اور تصنیف کو دیکھتا ہے تو وہ صنعت کو بھول جاتا ہے اور اس کا دل صانع (بنانے والے) میں مشغول ہو جاتا ہے۔

بندہ جس چیز میں بھی غور وفکر کرتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی صنعت موجود ہوتی ہے اب اگر اس کے لیے ملکوت کے دروازے کھل جائیں تو صانع کی طرف دیکھنے کی بہت گنجائش ہے لیکن یہ بہت ہی کمیاب ہے۔

اور چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے جو ان کھانوں کو حرص اور رغبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں چنانچہ جو کچھ انہیں ملا اس پر کف افسوس ملتے ہیں اور جو کچھ حاصل ہوا اس پر خوش ہوتے ہیں جو کچھ ان کی خواہش کے مطابق نہیں ہوتا اسے چھوڑ دیتے ہیں اس میں عیب نکالتے ہیں اور اس کے فاعل کی برائی بیان کرتے ہیں یعنی پکانے والے کی مذمت کرتے ہیں اور انہیں معلوم نہیں کہ پکانے والے کو جو قدرت اور علم حاصل ہوا وہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے

---

(۱) الترغیب والترہیب جلد ۳ ص ۱۸۸، ۱۹۰ کتاب القضاء

بغیر اس کی مخلوق میں سے کسی چیز کی مذمت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ناشائستہ کلمات کہتا ہے اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ۔ (۱)

زمانے کو گالی نہ دو کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی زمانے کو پیدا کرنے والا ہے۔

یہ مراقبے کا دوسرا درجہ ہے اس میں اعمال کے دوام کی نگہداشت ہوتی ہے اس کی تشریح بہت طویل ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس سے اصول کو مضبوط کرنے والے کے لیے راستے سے آگاہی ہے۔

فصل ۳:

نگہداشت کا تیسرا مقام ——— عمل کے بعد نفس کا محاسبہ

اس کی فضیلت کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ (۲)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ہر نفس کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے کیا آگے بھیجا ہے

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ گذشتہ اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے اسی لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ محاسبہ کیا جائے اور وزن کئے جانے سے پہلے وزن کرو۔"

حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی نصیحت کیجیے آپ نے پوچھا کیا تم نصیحت طلب کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا جی ہاں آپ نے فرمایا۔

إِذَا هَمَمْتَ بِأَمْرٍ فَتَدَبَّرْ عَاقِبَتَهُ فَإِنْ كَانَ رُشْدًا فَامْضِهِ وَإِنْ كَانَ غَيًّا فَانْتَهِ عَنْهُ۔

جب کسی کام کا ارادہ کرو تو اس کے انجام میں غور و فکر کرو اگر وہ درست ہو تو اسے کر گزرو اور اگر گمراہی ہو تو اس سے رک جاؤ۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ عقل کے لیے چار ساعتیں ہونی چاہیں (اور) ایک ساعت میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ

اے ایمان والو! تم سب بارگاہ خداوندی میں توبہ کرو

---

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۳۷ کتاب الالفاظ من الادب

(۲) قرآن مجید، سورۂ حشر آیت ۱۷

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (۱) تاکہ کامیابی حاصل کرو۔

اور توبہ یہ ہے کہ عمل کے ندامت کے ساتھ اسے دیکھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنِّي لَاَسْتَغْفِرُ اللهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ۔ (۲)

بے شک میں دن میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔ (۳)

بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں جب انہیں شیطان کی طرف سے کوئی ٹھیس پہنچتی ہے تو وہ ہوشیار ہو جاتے ہیں اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ جب رات ہو جاتی تو آپ اپنے پاؤں پر دُرہ مارتے اور اپنے آپ سے پوچھتے کہ آج تم نے کیا عمل کیا ہے؟

حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے شریک کی نسبت خود اپنے نفس کا محاسبہ شدت سے نہ کرے اور دو شریک کام کے بعد ایک دوسرے سے حساب کرتے ہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصال کے وقت ان سے فرمایا کہ مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں پھر فرمایا میں نے کیا کہا ہے؟ انہوں نے وہی بات دہرائی کہ آپ نے یہ فرمایا ہے۔

آپ نے فرمایا (نہیں بلکہ) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زیادہ مجھے کوئی عزیز نہیں —— تو دیکھئے کس طرح انہوں نے عمل کے بعد غور و فکر کیا اور ایک بات کو دوسری بات سے بدل دیا۔

اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب نماز میں پرندے نے ان کی توجہ دوسری طرف مبذول کر دی تو انہوں نے اپنا باغ اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ کر دیا (۴)

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ نور آیت ۳۱

(۲) مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۲۰۸ کتاب الادعیۃ

(۳) قرآن مجید، سورۂ اعراف آیت ۲۰۱

(۴)

اس کی وجہ ندامت اور اس (صدقہ) کے عوض (ثواب) کی امید تھی حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے لکڑیوں کا ایک گٹھا اٹھایا تو ان سے کہا گیا اے ابو یوسف! آپ کے بیٹے اور غلام اس کام کے لیے کافی تھے، انہوں نے فرمایا میں اپنے نفس کا تجربہ کرنا چاہتا تھا کہ کہیں وہ انکار تو نہیں کرتا۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں مومن اپنے نفس پر حاکم ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے اور ان لوگوں کا حساب آسان ہوگا جو دنیا میں اپنے نفسوں کا محاسبہ کرتے ہیں اور قیامت کے دن ان لوگوں کا حساب سخت ہوگا جنہوں نے اس کام کو حساب کے بغیر لیا پھر انہوں نے محاسبہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا مومن کے سامنے اچانک کوئی بات آتی ہے اور وہ اسے اچھی لگتی ہے تو وہ کہتا ہے قسم بخدا! تو مجھے اچھی لگتی ہے اور تو میری ضرورت بھی ہے لیکن کیا کروں تیرے اور میرے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی گئی ہے یہ عمل سے پہلے حساب ہے ـــــ پھر فرمایا کہ بعض اوقات اس سے کوتاہی ہو جاتی ہے تو وہ اپنے نفس کی طرف رجوع کرتا ہے اور کہتا ہے اس سے تیرا کیا ارادہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم اس سلسلے میں میرا عذر قبول نہیں کیا جائے گا اور اللہ کی قسم میں آئندہ کبھی بھی یہ کام نہیں کروں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا حتیٰ کہ آپ ایک باغ میں تشریف لے گئے میرے اور آپ کے درمیان ایک دیوار حائل تھی میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے اور اس وقت آپ باغ کے اندر تھے اسے عمر بن خطاب تو امیر المومنین ہے، کیا خوب! اللہ کی قسم تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہوگا ورنہ وہ تجھے عذاب دے گا۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (۱) ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں

اس آیت کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مومن ہمیشہ اپنے نفس کو جھڑکتا رہتا ہے کہ اس کلام سے میرا کیا ارادہ تھا؟ اس کھانے سے کیا مقصود تھا؟ میرے اس پینے سے کیا ارادہ تھا؟ اور بدکار آدمی زندگی بسر کرتا اور کام کرتا رہتا ہے کبھی بھی اپنے نفس کو عتاب نہیں کرتا۔

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو اپنے نفس سے کہتا ہے کیا تو فلاں گناہ والا نہیں ہے؟ کیا تو فلاں عمل والا نہیں؟ پھر اسے لگام ڈال کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کا پابند کر دیتا ہے تو یہ شخص فائدے میں رہتا ہے ـ اور یہ نفس کا محاسبہ اور عتاب ہے جیسا کہ اپنے مقام پر آئے گا۔

حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں مومن شخص اپنے نفس کا محاسبہ ظالم بادشاہ اور بخیل شریک سے بھی

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ القیامۃ آیت ۲

زیادہ کرتا ہے۔

حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اپنے نفس کو جنت میں اس طرح دیکھا کہ میں اس کے پھل کھا رہا ہوں اس کی نہروں سے پانی پیتا ہوں۔

اور وہاں کی کنواریوں سے گلے ملتا ہوں پھر میں نے اپنے نفس کو جہنم میں یوں دیکھا کہ اس کی کڑوی غذا تھوہر کھا رہا ہوں اور پیپ پیتا ہوں نیز اس کے طوق اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں میں نے اپنے نفس سے کہا اے نفس! تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں دوبارہ دنیا میں جا کر اچھے کام کرنا چاہتا ہوں میں نے کہا تم امین ہو پس عمل کرو۔

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حجاج بن یوسف کو دیکھا اس نے خطبہ دیتے ہوئے کہا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنا محاسبہ کرتا ہے اس سے پہلے کہ محاسبہ کسی اور کے ہاتھ میں چلا جائے اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو اپنے عمل کی لگام پکڑتا ہے اور دیکھتا ہے کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنے ماپ تول میں نظر کرتا ہے وہ مسلسل کہتا رہا حتی کہ میں رو پڑا۔

احنف بن قیس رحمہ اللہ کے ایک مرید نے بیان کیا کہ میں ان کی مجلس میں رہتا تھا وہ رات کو اکثر نماز کی جگہ دعا مانگتے تھے وہ چراغ کے پاس آ کر اس میں انگلی رکھتے حتی کہ آگ کی تپش محسوس ہوتی پھر اپنے نفس سے فرماتے اے حنیف! آج تم نے جو عمل کیا اس کی کیا وجہ تھی؟ آج تم نے جو عمل کیا اس پر تجھے کس نے ابھارا؟۔

فصل ۴:

عمل کے بعد محاسبہ کی حقیقت

جان لو! جس طرح بندے کے لیے ضروری ہے کہ وہ دن کے شروع میں ایک وقت مقرر کرے جس میں اپنے نفس کو حق کی وصیت کرے اور اس سے اس بات کی ذمہ داری کی پابندی رکھے اسی طرح دن کے آخر میں بھی ایک وقت مقرر ہونا چاہیے جس میں وہ اپنے نفس سے مطالبہ اور اس کی تمام حرکات و سکنات پر محاسبہ کرے جس طرح تاجر لوگ دنیا میں اپنے شریکوں کے ساتھ حساب کتاب کے لیے سال کے آخر میں یا مہینے یا دن کے آخر میں ایک وقت مقرر کرتے ہیں اور وہ دنیوی حرص کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں نیز اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں دنیوی مال تلف نہ ہو جائے حالانکہ اس کا فوت ہو جانا ان کے لیے بہتر ہے اور اگر یہ ان کو حاصل ہو تو بھی چند دن ہی باقی رہتا ہے تو عقلمند آدمی اپنے نفس سے اس بات کا حساب کیسے نہیں کرے گا جس سے دائمی بدبختی اور نیک بختی کا تعلق ہے۔

اس میں سستی، غفلت، ذلت و رسوائی اور عدم توفیق کی وجہ سے ہوتی ہے ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔
شریک کے ساتھ حساب کتاب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اصل مال اور نفع و نقصان کا جائزہ لے تاکہ اس کے لیے کمی

زیادتی واضح ہو اگر مال میں اضافہ ہوا تو اسے وصول کرے اور اس کا شکریہ ادا کرے اور اگر نقصان ہو تو اس سے نقصان بھرنے اور مستقبل میں اس کے تدارک کا مطالبہ کرے۔ اسی طرح دین کے حوالے سے اصل مال فرائض اور نفع نوافل ہیں اور اس کا نقصان گناہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

اس تجارت کا موسم پورا دن ہوتا ہے اور عمل کرنے والا نفس امارہ ہے لہٰذا پہلے اس سے فرائض کے بارے میں پوچھے اگر اس نے اس طرح ادائیگی کر دی جس طرح چاہیے تھا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اسی طرح ادائیگی کرتے رہنے کی رغبت دے اور اگر اس نے بالکل ادا نہیں کئے تو اس سے قضا کا مطالبہ کرے اگر اس نے ناقص طور پر ادائیگی کی ہو تو اسے نوافل کے ذریعے نقصان کو پورا کرنے کا پابند بنائے۔

اور اگر اس نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہو تو اسے (نفس کو) سزا دینے اور جھڑکنے میں مشغول ہو تاکہ اس کی کوتاہی کا اچھی طرح تدارک کرے جس طرح تاجر اپنے شریک کے ساتھ کرتا ہے۔

اور جس طرح وہ دنیا میں ایک ایک پیسے کا حساب کر کے کمی یا زیادتی کے راستوں کی حفاظت کرتا ہے حتیٰ کہ اسے اس میں کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا تو اسے چاہیے کہ نفس کے معمولی سے نقصان اور مکر و فریب سے بھی بچے کیوں کہ یہ بڑا دھوکے باز اور مکار ہے لہٰذا پہلے اس سے تمام دن کی گفتگو کا صحیح جواب طلب کرے اور اپنے نفس سے اس بات کا خود حساب لے جس کا حساب قیامت کے دن دوسرے لیں گے

اسی طرح نظر بلکہ دل کے خیالات اور وسوسوں، اٹھنے، بیٹھنے کھانے پینے، سونے حتیٰ کہ خاموشی کا حساب بھی لے کہ اس نے خاموشی کیوں اختیار کی تھی اور سکون کے بارے میں پوچھ گچھ کرے کہ اس کا کیا مقصد تھا جب ان تمام باتوں کا علم ہو جائے جو نفس پر واجب تھیں اور اس کے نزدیک صحیح طور پر ثابت ہو جائے کہ کس قدر واجب کی ادائیگی ہوئی ہے تو اس قدر کا حساب ہو گیا اب باقی نفس کے ذمہ لکھ لے اس پر لازم کر دے اور اسے دل کے کاغذ پر لکھ دے جیسے اپنے شریک کے ذمہ باقی حساب کو دل پر بھی لکھتا ہے اور حساب و کتاب کے رجسٹر میں بھی۔

پھر جب نفس قرضدار ٹھہرا تو ممکن ہے کہ اس سے قرض وصول کرے کچھ تو تاوان کے ذریعے اور کچھ اسی کی واپسی سے اور بعض کے حوالے سے اسے سزا دے اور یہ سب کچھ حساب کی تحقیق کے بعد ہی ممکن ہے تاکہ جس قدر واجب باقی ہے اس کی تمیز ہو سکے جب یہ بات معلوم ہو جائے تو اب اس سے مطالبہ اور تقاضا کرنا چاہیے اسے چاہیے کہ نفس سے ایک ایک دن گھڑی گھڑی کر کے تمام عمر کا حساب تمام ظاہری اور باطنی اعضا کے حوالے سے کرے جیسے حضرت توبہ بن صمہ رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ رقہ کے مقام پر تھے اور اپنے نفس کا محاسبہ کیا کرتے تھے انہوں نے ایک دن حساب لگایا تو ان کی عمر ساٹھ سال تھی دنوں کا حساب کیا تو وہ اکیس ہزار پانچ سو تھے انہوں نے چیخ ماری اور فرمایا ہائے افسوس اپنے حقیقی بادشاہ سے اکیس ہزار پانچ سو گناہوں کے ساتھ ملاقات کروں گا۔ اور جب روزانہ دس ہزار گناہ ہوں تو کیا

صورتِ حال ہوگی پھر وہ غش کھا کر گر پڑے اور معلوم ہوا کہ وفات پا گئے ہیں لوگوں نے سنا کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا اے شخص! فردوسِ اعلیٰ کی طرف چلا جا۔۔۔۔

اسی طرح ہر وقت نفس سے سانسوں کا حساب بھی کیا جائے نیز دل کے گناہ اور اعضاء سے سرزد ہونے والی نافرمانیوں پر بھی احتساب کرے اگر آدمی ہر گناہ پر اپنے گھر میں ایک پتھر پھینکے تو تھوڑی سی مدت میں اس کا گھر پتھروں سے بھر جائے گا۔ لیکن وہ گناہوں کو یاد رکھنے میں سستی کرتا ہے جب کہ دو فرشتے اسے یاد رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے شمار کرتا ہے اور انسان بھول جاتے ہیں۔

فصل نمبر ۵ :

چوتھی نگہداشت ۔۔۔۔ کوتاہی پر نفس کو سزا

جب آدمی اپنے نفس کا احتساب کرے اور پھر گناہ کے ارتکاب اور حقِ خداوندی میں کوتاہی سے محفوظ نہ ہو تو اس کے لیے مناسب نہیں کہ نفس کو کھلی چھٹی دے دے کیوں کہ اسے مہلت دینے کی صورت میں گناہوں کا ارتکاب آسان ہو جائے گا نفس ان سے مانوس ہو جائے گا اور ان کا ترک مشکل ہو گا۔ اور یہ اس کی ہلاکت کا سبب ہے بلکہ اسے چاہیے کہ اس کو تنبیہ کرتا رہے جب نفس کی خواہش کے مطابق کوئی مشتبہ لقمہ کھائے اور اسے چاہیے کہ نفس کو بھوک کے ذریعے سزا دے اور اگر کسی غیر محرم کو دیکھے تو آنکھ کو روکنے کے ذریعے سزا دے اسی طرح جسم کے ہر عضو کو خواہشات کی تکمیل سے روکنے کے ذریعے سزا دے آخرت کے راستے پر چلنے والے لوگوں کا یہی طریقہ تھا۔

حضرت منصور بن ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک عبادت گزار آدمی نے کسی عورت سے بات کی حتیٰ کہ اس نے اس کی ران پر ہاتھ رکھ دیا پھر اسے ندامت ہوئی تو اس نے اپنا ہاتھ آگ پر رکھ دیا حتیٰ کہ وہ جل کر کباب ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی اپنے عبادت خانے میں عبادت کیا کرتا تھا ایک طویل عرصہ تک وہ اسی حالت میں رہا ایک دن باہر جھانکا تو ایک عورت پر نظر پڑی چنانچہ وہ اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا اور اس کا قصد کیا اپنا پاؤں باہر نکالا کہ اس کی طرف جائے تو رحمتِ خداوندی سے مدد ملی اور کہنے لگا میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اس کی خواہش دب گئی اور اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ فرمایا وہ پشیمان ہوا اور جب اپنا پاؤں عبادت خانے کی طرف واپس کرنے لگا تو سوچا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو پاؤں گناہ کے ارادے سے باہر نکلا اب وہ میرے ساتھ عبادت خانے میں واپس آئے اللہ کی قسم ایسا کبھی بھی نہیں ہو گا۔

چنانچہ اس نے وہ پاؤں باہر ہی لٹکتا چھوڑ دیا حتیٰ کہ بارشوں ہواؤں، برف اور دھوپ کی وجہ سے وہ کٹ کر گر پڑا اور اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور بعض کتب میں اس بات کا ذکر آیا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ سے منقول ہے فرماتے ہیں میں نے ابن کریبی سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ایک رات میں جنبی ہو گیا اور مجھے غسل کی ضرورت پڑ گئی رات ٹھنڈی تھی میں نے محسوس کیا کہ میرا دل اس میں تاخیر کر رہا ہے اور کوتاہی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ صبح ہو جائے اور میں پانی گرم کر کے حمام میں جاؤں اور نفس پر مشقت نہ ڈالوں۔

میں نے کہا تعجب کی بات ہے میرا زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے اور اس کا مجھ پر حق واجب ہوا اور میں جلدی کرنے کی بجائے توقف اور تاخیر کر رہا ہوں میں نے قسم کھائی کہ میں اسی گدڑی میں غسل کروں گا اور یہ بھی قسم کھائی کہ میں نہ تو اسے اتاروں گا اور نہ نچوڑوں گا اور نہ ہی اسے دھوپ میں خشک کروں گا۔

منقول ہے کہ غزوان اور ابو موسیٰ دونوں ایک جہاد میں تھے کہ ایک عورت سامنے آگئی غزوان نے اس کی طرف دیکھا پھر اپنی آنکھ پر اس قدر زور سے طمانچہ مارا کہ آنکھ پھر آگئی (روشنی چلی گئی) اور فرمایا تو اسی چیز کو دیکھتی ہے جو تیرے لیے نقصان دہ ہے کسی بزرگ نے ایک عورت کی طرف ایک نگاہ کی تو اپنے اوپر لازم کر دیا کہ وہ زندگی بھر ٹھنڈا پانی نہیں پئیں گے اور چنانچہ وہ گرم پانی پیتے تھے تاکہ نفس پر عیش تلخ رہے۔

حسان بن ابو سنان رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ایک مالا خانے کے پاس سے گزرے اور کہنے لگے یہ کب بنا ہے پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ایسے کام کے بارے میں پوچھتا ہے جو بے مقصد ہے میں تجھے ایک سال روزہ رکھنے کی سزا دوں گا چنانچہ انہوں نے سال بھر روزہ رکھا۔

حضرت مالک بن ضیغم رحمہ اللہ فرماتے ہیں رباح قیسی عصر کے بعد آئے اور میرے والد کے بارے میں پوچھا ہم نے کہا وہ تو سوئے ہوئے ہیں فرمایا اس وقت سو رہے ہیں؟ یہ سونے کا وقت ہے پھر واپس پھر گئے ہم نے ان کے پیچھے ایک آدمی بھیجا اور پوچھا کیا آپ کے لیے ان کو جگا دیں؟ قاصد واپس آیا اور کہنے لگا وہ تو میری بات سمجھنے سے زیادہ اہم بات میں مشغول ہیں میں نے دیکھا کہ وہ قبرستان میں چلے گئے اور اپنے نفس کو عتاب کیا اور فرمایا۔ کیا تم نے یہ کہا کہ کیا یہ سونے کا وقت ہے؟ کیا یہ بات کہنا تم پر لازمی تھا آدمی جب چاہے سوئے تمہیں کیا معلوم کہ یہ سونے کا وقت نہیں ہے جس بات کا علم نہیں اس کے بارے میں گفتگو کرتے ہو میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتا ہوں جسے کبھی نہیں توڑوں گا کہ سال بھر تک سونے کے علاوہ زمین پر پیٹھ نہیں لگاؤں گا البتہ یہ کہ کوئی مرض حائل ہو جائے یا عقل زائل ہو جائے تو الگ بات ہے تجھے شرم نہیں آتی کب تک تو لوگوں کو جھڑکتا رہے گا اور اپنی گمراہی سے باز نہیں آئے گا۔ راوی فرماتے ہیں وہ رونے لگے اور انہیں میری موجودگی کا علم نہ ہوا میں نے یہ بات دیکھی تو انہیں چھوڑ کر واپس آگیا۔

حضرت تمیم داری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ وہ ایک رات سوئے اور تہجد کے لیے نہ اٹھ سکے تو اس کوتاہی کی سزا کے طور پر وہ ایک سال تک نہ سوئے اور رات کو قیام کرتے رہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک دن ایک شخص چلا اور وہ کپڑے اتار کر کے گرم ریت پر خوب لوٹا اور اپنے نفس سے کہنے لگا اے رات کے مردار اور دن کے بیکار چکھو اور جہنم کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے وہ اسی حالت میں تھا کہ اس کی نگاہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی اور آپ ایک درخت کے سائے میں آرام فرما تھے۔ وہ حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ مجھ پر میرا نفس غالب ہو گیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تم نے کیا اس کے علاوہ کوئی دوسرا علاج نہ تھا! سنو! تمہارے لیے آسمان کے دروازے کھل گئے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کا اظہار فرماتا ہے اس کے بعد آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا اپنے بھائی سے کچھ توشہ لے لو تو ایک صحابی نے کہا اے فلاں! میرے لیے دعا کرو میرے لیے دعا کرو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سب کے لیے دعا کرو چنانچہ اس نے یوں دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلِ التَّقْوٰی زَادَھُمْ وَاجْمَعْ عَلَی الْھُدٰی اَمْرَھُمْ۔

یا اللہ! تقویٰ ان کا سامان بنا دے اور ان سب کے معاملے کو ہدایت پر جمع کر دے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے یا اللہ! اس کو راہ راست پر رکھ تو اس نے کہا یا اللہ ان سب کا ٹھکانہ جنت میں بنا دے (۱)

حضرت حذیفہ بن قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص سے پوچھا گیا کہ تم اپنے نفس کی خواہشات کے سلسلے میں کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا روئے زمین پر مجھے اپنے نفس سے زیادہ کسی چیز سے نفرت نہیں تو میں اس کی خواہشات کو کیسے پورا کر سکتا ہوں۔

حضرت ابن سماک، حضرت داؤد طائی رحمہما اللہ کے وصال کے بعد ان کے پاس پہنچے اور وہ اپنے گھر میں مٹی پر پڑے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا اے داؤد! تو نے اپنے نفس کو اس کے قید ہونے سے پہلے قید کر دیا اور اس کو عذاب ہونے سے پہلے عذاب میں مبتلا کیا آج تم اس کی طرف سے ثواب دیکھو گے جس کے لیے ایسا کرتے تھے۔

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک شخص نے ایک عرصہ تک عبادت کی پھر اسے کوئی حاجت پیش آئی تو وہ ستر ہفتے اس طرح کھڑا رہا کہ وہ ہر ہفتے میں گیارہ کھجوریں کھاتا تھا۔ پھر اپنی حاجت کا سوال کیا لیکن اس کی حاجت پوری نہ ہوئی چنانچہ اس نے اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہا یہ تیری وجہ سے ہوا اگر تجھ میں کوئی بھلائی ہوتی تو تیری حاجت پوری ہو جاتی اس وقت ایک فرشتہ نازل ہوا اور اس نے کہا اے ابن آدم! تیری یہ ساعت تیری گذشتہ عبادت سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ نے تیری حاجت کو پورا کر دیا ہے۔

---

(۱) کنز العمال جلد ۳ ص ۷۱۱، ۷۱۸ حدیث ۸۹۷۴

حضرت عبداللہ بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم ایک جہاد میں شریک تھے جب دشمن سر پر آگیا تو لوگوں میں چیخ و پکار شروع ہوگئی وہ سخت ہوا کا دن تھا لوگ اسی حالت میں میدان جنگ کی طرف چل پڑے تو میں نے اپنے سامنے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے نفس سے مخاطب تھا اور کہہ رہا تھا اے میرے نفس کیا میں فلاں فلاں جنگ میں شریک نہیں ہوا تو تُو نے کہا اپنے اہل وعیال کی طرف چل میں نے تیری بات مانی اور واپس لوٹ گیا کیا میں فلاں جنگ میں شریک نہیں ہوا اور اس میں بھی تم نے وہی بات کہی اور اہل وعیال کی یاد دلائی تو میں نے تیری بات مانی اور واپس لوٹ گیا اللہ کی قسم! آج میں تجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کروں گا اس کی مرضی ہے وہ تجھے پکڑے یا چھوڑ دے ——

راوی کہتے ہیں میں نے دل میں کہا کہ آج میں اس شخص کی نگرانی کروں گا میں اسے دیکھتا رہا لوگوں نے دشمن پر حملہ کیا تو وہ سب سے آگے تھا پھر دشمن ان لوگوں پر حملہ آور ہوئے تو وہ بکھر گئے لیکن وہ شخص اپنی جگہ کھڑا رہا حتیٰ کہ وہ کئی مرتبہ اِدھر اُدھر ہوئے لیکن یہ ثابت قدمی سے لڑتا رہا اللہ کی قسم وہ اسی حالت میں رہا حتیٰ کہ وہ شہید ہوکر گر پڑا تو میں نے اس پر اور اس کی سواری پر ساٹھ یا اس سے بھی زیادہ زخم شمار کئے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے متعلق حدیث ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ جب ایک پرندے نے نماز میں ان کی توجہ کو ہٹایا جو ان کے باغ میں تھا تو انہوں نے اس کے کفارے کے طور پر اپنا باغ صدقہ کردیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر رات اپنے پاؤں پر درہ مارا کرتے تھے اور فرماتے آج تو نے کیا عمل کیا ہے؟

حضرت مجمع رحمہ اللہ سے منقول ہے انہوں نے اپنا سر چھت کی طرف اٹھایا تو ان کی نظر ایک عورت پر پڑی تو انہوں نے قسم کھائی کہ وہ جب تک دنیا میں موجود ہیں آسمان کی طرف نظر نہیں اُٹھائیں گے۔

حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ ہمیشہ رات کے وقت اپنی انگلی جلتے ہوئے چراغ پر رکھتے اور اپنے نفس سے فرماتے کہ تم نے فلاں دن فلاں عمل کیوں کیا؟

حضرت وہیب بن ورد رحمہ اللہ کو اپنے نفس کی کوئی بات بری معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنے سینے کے کچھ بال اکھیر دیئے حتیٰ کہ جب سخت تکلیف محسوس ہوئی تو فرمانے لگے میں تو تیری بھلائی چاہتا ہوں۔

حضرت محمد بن بشر نے حضرت داؤد طائی (رحمہما اللہ) کو دیکھا کہ وہ افطاری کے وقت نمک کے بغیر روٹی کھا رہے تھے فرمایا اگر نمک کے ساتھ کھاتے تو کیا حرج تھا؟ انہوں نے جواب دیا میرا نفس ایک سال سے مجھ سے نمک کا مطالبہ کررہا ہے اور جب تک حضرت داؤد دنیا میں رہے انہوں نے نمک نہیں چکھا۔

تو محتاط لوگ اس طرح اپنے نفسوں کو سزا دیتے تھے اور تعجب کی بات ہے کہ تم اپنے غلام، لونڈی اور اپنی بیوی بچوں سے کوئی بداخلاقی یا کسی کام میں کوتاہی دیکھتے ہو تو ان کو سزا دیتے ہو اور تمہیں اس بات کا ڈر ہے کہ اگر ان سے درگزر کیا جائے تو یہ لوگ ہاتھ سے نکل جائیں گے اور سرکشی کریں گے لیکن اپنے نفس کو چھوڑ دیتے ہو حالانکہ وہ تمہارا

بہت بڑا دشمن ہے اور اس کی سرکشی کا نقصان تمہارے اہل وعیال کی سرکشی کے نقصان سے زیادہ ہے وہ تو زیادہ سے زیادہ تیری زندگی میں تجھے پریشان کریں گے اور اگر تم سمجھدار ہوتے تو معلوم ہوتا کہ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے اور اس میں دائمی نعمتیں ہیں جن کی انتہاء نہیں اور نیز انفس ہی تو تجھ پر آخرت کی زندگی کو مکدر کرتا ہے لہٰذا دوسروں کی نسبت یہ سزا کا زیادہ مستحق ہے۔

فصل ۶:

پانچویں نگہداشت ـــــ مجاہدہ

جب نفس کا احتساب کر لیا اور دیکھا کہ وہ گناہ سے الگ ہو گیا ہے تو اب چاہیے کہ گذشتہ گناہوں پر اسے سزا دے اور دیکھے اگر وہ کسی مستحب کام میں سستی کرتا ہے یا کسی وظیفہ میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کی تادیب اس طرح کرے کہ اس پر وظائف کا بوجھ ڈال دے اور یہ اس گذشتہ نقصان کو پورا کرنا اور کوتاہی کا تدارک ہے اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرنے والے اسی طرح عمل کرتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز عصر رہ گئی تو انہوں نے اپنی وہ زمین صدقہ کر دی جس کی قیمت دو لاکھ درہم تھی۔

اگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نماز باجماعت رہ جاتی تو آپ وہ پوری رات عبادت میں گزارتے۔

ایک مرتبہ نماز مغرب میں تاخیر ہو گئی حتی کہ دو ستارے نکل آئے تو آپ نے دو غلام آزاد فرمائے۔ ابن ابی ربیعہ رحمہ اللہ سے فجر کی دو رکعتیں رہ گئیں تو انہوں نے ایک غلام آزاد کیا۔

اور ان بزرگوں میں سے بعض اپنے نفس پر ایک سال روزہ رکھنا یا پیدل حج کرنا یا اپنا تمام مال صدقہ کرنا لازم کر دیتے یہ تمام کام نفس کی نگہداشت اور حصول نجات کے لیے کرتے تھے۔

اگر تم کہو کہ میرا نفس مجاہدے اور دائمی وظائف کے بارے میں میری بات نہیں مانتا تو اس کے علاج کی کیا صورت ہوگی؟ تو میں کہتا ہوں اسے وہ احادیث سناؤ جو مجتہدین (عبادت میں کوشش کرنے والوں کے حق میں آئی ہیں (۱) اور علاج کے لیے زیادہ نفع بخش اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی ایسے بندے کی صحبت اختیار کرو جو عبادت میں خوب کوشش اور مجاہدہ کرتا ہے۔ اس کی باتیں ملاحظہ کرو اور ان کو اپنے پلے باندھو۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں جب مجھے عبادت کرتے ہوئے کچھ کوتاہی محسوس ہوتی ہے تو میں حضرت محمد بن واسع رحمہ اللہ کے حالات دیکھتا ہوں اور ایک ہفتہ تک اس پر عمل کرتا ہوں۔

---

(۱) الترغیب والترہیب جلد اول ص ۹ ۴۳ کتاب النوافل

لیکن یہ علاج مشکل ہے کیوں کہ اس زمانے میں ایسے لوگ نہیں ملتے جو پہلے لوگوں کی طرح عبادت میں کوشاں ہوں۔ لہٰذا مشاہدے کو چھوڑ کر سننے کی طرف رجوع کرے کیوں کہ ان کے احوال سننے سے بڑھ کر کوئی بات نفع نہیں دیتی۔ ان کی خبروں کا مطالعہ کرے اور انہوں نے جو مجاہدہ کیا اسے دیکھے کہ اب ان کی محنت ختم ہوگئی اور اب دائمی نعمتوں اور ثواب کا حصول ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ تو ان کی ملک کتنی بڑی ہے اور اس شخص پر کس قدر افسوس ہے جو ان کے پیچھے نہیں چلتا اور چند روزہ خواہشات سے نفع اٹھانے کی کوشش کرتا ہے جو زندگی کو مکدر کر دیتی ہیں پھر اسے موت آ لے گی اور وہ اس کے اور اس کی خواہشات کے درمیان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حائل ہو جائے گی۔ ہم اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

ہم ان مجاہدہ کرنے والوں کی فضیلت کے اوصاف اور فضائل کا ذکر کرتے ہیں جو مریدین کی رغبت کو متحرک کرے گی اور وہ اس کوشش میں ان کے پیچھے چلیں گے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

رَحِمَ اللّٰهُ قَوْمًا يَحْسَبُهُمُ النَّاسُ مَرْضٰى وَمَا هُمْ بِمَرْضٰى۔ (۱)

اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم فرمائے جن کو لوگ بیمار خیال کرتے ہیں حالانکہ وہ بیمار نہیں ہیں۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عبادت میں کوشش کی وجہ سے بیمار (لاغر اور کمزور) نظر آتے ہیں ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ۔ (۲)

اور وہ لوگ جو دیتے ہیں وہ چیز جو دیتے ہیں اس حال میں ان کے دل ڈرتے ہیں۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ نیک اعمال کرتے ہیں پھر بھی ڈرتے ہیں کہ شاید وہ عذاب خداوندی سے نجات حاصل نہ کر سکیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

طُوْبٰى لِمَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ (۳)

اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس کی عمر لمبی اور اعمال اچھے ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے میرے ان بندوں کا کیا حال ہے جو عمل میں کوشش کرتے ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں یا اللہ! تو نے انہیں ایک چیز سے ڈرایا ہے پس وہ اس سے ڈرتے ہیں اور تو نے ان کو ایک بات کا شوق دلایا تو وہ اس کے مشتاق ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر میرے بندے مجھے دیکھ لیں تو کیسا ہوگا؟

---

(۱)

(۲) قرآن مجید، سورۂ مومنون آیت ۶ (۳) الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۲۵۴ کتاب التوبۃ

وہ کہتے ہیں اس صورت میں وہ زیادہ کوشش کریں گے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے بہت سے لوگوں کو پایا اور ان میں سے کچھ حضرات کی مجلس اختیار کی وہ دنیا کی کسی چیز پر جو ان کے پاس آتی تھی، خوش نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی انہیں دنیا کے چلے جانے پر افسوس ہوتا تھا اور ان کے نزدیک یہ دنیا اس مٹی سے بھی زیادہ حقیر تھی جسے تم اپنے پاؤں سے روندتے ہو ان میں سے ایک پوری زندگی گزار لیتا لیکن اس کے لیے نہ تو کپڑے کو تہہ لگائی جاتی اور نہ وہ اپنے گھر والوں کو کھانا تیار کرنے کے لیے کہتا نہ اس کے سونے کے لیے زمین پر کوئی چیز بچھائی جاتی میں نے دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے تھے جب رات چھا جاتی تو وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے اپنے چہروں کو بچھا دیتے اور ان کے آنسو ان کے رخساروں پر جاری ہوتے اور وہ آخرت کی نجات کے بارے میں اپنے رب سے مناجات کرتے تھے جب وہ اچھا کام کرتے تو اس پر خوش ہوتے اور اس کا شکر ادا کرنے میں جدوجہد کرتے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی قبولیت کا سوال کرتے اور جب کوئی برا عمل کرتے تو اس سے غمگین ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کا سوال کرتے اللہ کی قسم! وہ ہمیشہ اسی حالت میں رہے اور قسم بخدا انہوں نے گناہوں سے سلامتی اور نجات مغفرت کے بغیر نہیں پائی۔

منقول ہے کہ کچھ لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ آپ کی بیمار پرسی کے لیے آئے تھے ان میں ایک دبلا پتلا نوجوان تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے نوجوان! تمہاری یہ حالت کیسے ہوئی! اس نے عرض کیا امیر المومنین! کچھ بیماریوں نے یہ حالت بنادی ہے آپ نے فرمایا میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ سچ سچ بتاؤ اس نے کہا اے امیر المومنین میں نے دنیا کا مٹھاس چکھا تو میں نے اس کو کڑوا پایا اور اس کی تروتازگی اور حلاوت میری نظروں میں حقیر ہوگئی اور اس طرح میرے نزدیک اس کا سونا اور پتھر ایک جیسے ہو گئے اور گویا میں اپنے رب کے عرش کو دیکھ رہا ہوں اور لوگوں کو جنت و جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہے اس دن سے میں دن کو پیاسا اور رات کو بیدار رہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ثواب و عذاب کے مقابلے میں اس حالت کی کوئی حیثیت نہیں جس میں میں ہوں۔

حضرت ابونعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ روٹی کے ٹکڑے بھگو کر پیتے اور روٹی نہ کھاتے ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا روٹی چبانے اور ان چورہ شدہ ٹکڑوں کو پینے کے درمیان پچاس آیات پڑھنے کا وقت ہوتا ہے (اور یہ وقت روٹی کھانے میں صرف ہو جاتا ہے)

ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ کی چھت میں ایک شہتیر ٹوٹا ہوا ہے فرمایا اے بھتیجے! میں نے بیس سال سے مکان کی چھت کی طرف نہیں دیکھا۔

تو وہ لوگ جس طرح فضول کلام کو ناپسند کرتے تھے اسی طرح وہ فضول نظر کو بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

حضرت محمد بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم صبح سے عصر تک حضرت احمد بن رزین رحمہ اللہ کی خدمت میں بیٹھے رہے تو انہوں نے دائیں بائیں نہیں دیکھا ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آنکھیں اس لیے پیدا کی ہیں کہ ان سے بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دیکھے تو جو شخص عبرت کے حصول کے بغیر دیکھتا ہے اس کے ذمہ ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت مسروق رحمہ اللہ کی بیوی کہتی ہیں کہ حضرت مسروق کو جب بھی دیکھا گیا تو لمبی نماز کی وجہ سے ان کی پنڈلیاں سوجی ہوئی ہوتی تھیں وہ فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم میں ان کے پیچھے بیٹھتی تو ان کی یہ حالت دیکھ کر رو پڑتی۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر تین باتیں نہ ہوتیں تو میں ایک دن بھی زندہ رہنا پسند نہ کرتا ایک دوپہر کے وقت پیاسا رہنا دوسرا رات کے درمیان اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرنا اور تیسری بات یہ کہ ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا جو اچھی باتوں کو اس طرح چھانتے ہیں جس طرح اچھی کھجوریں چھانٹی جاتی ہیں۔

حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ عبادت میں خوب کوشش کرتے وہ گرمی میں روزہ رکھتے حتیٰ کہ ان کا جسم سبز اور زرد ہو جاتا حضرت علقمہ بن قیس رحمہما اللہ ان سے فرماتے کہ آپ اپنے نفس کو کیوں تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں؟ وہ فرماتے میں اس کی عزت و احترام چاہتا ہوں آپ کا دستور تھا کہ مسلسل روزے رکھتے حتیٰ کہ جسم زرد ہو جاتا اور نماز پڑھتے حتیٰ کہ گر پڑتے حضرت انس بن مالک اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کاموں کا حکم نہیں دیا فرمایا میں ایک مملوک غلام ہوں عاجزی اور مسکینی کی کسی بات کو عمل میں لائے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔

اور بعض عبادت گزار ہر دن ایک ہزار رکعات پڑھتے یہاں تک کہ وہ بیٹھے اور اسی حالت میں ایک ہزار رکعتیں پڑھ لیتے۔ جب عصر کی نماز پڑھتے تو ٹانگیں کھڑی کر کے بیٹھے پھر فرماتے مخلوق پر تعجب ہے انہوں نے کیسے تیرے بدلے میں کسی دوسری چیز کا ارادہ کیا؟ مخلوق پر تعجب ہے وہ تیرے ماسوا سے کیسے مانوس ہو گئی۔

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ کو نماز سے بہت محبت تھی وہ کہا کرتے تھے یا اللہ اگر تو نے کسی کو اجازت دی ہے کہ وہ قبر میں تیرے لیے نماز پڑھے تو مجھے بھی اجازت دے کہ میں قبر میں تیرے لیے نماز پڑھوں گا۔

حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سری سقطی رحمہ اللہ سے بڑھ کر کسی کو عبادت گزار نہیں دیکھا انہیں اٹھانوے سال کے عرصہ میں مرض الموت کے علاوہ بستر پر نہیں دیکھا گیا۔

حضرت حارث بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک جماعت ایک راہب کے پاس سے گزری تو انہوں نے اسے دیکھا کہ وہ عبادت میں خوب کوشش کر رہا ہے تو انہوں نے اس سلسلے میں اس سے بات چیت کی اس نے کہا جو کچھ معاشِ بد احوال مخلوق پر آنے والے ہیں اور وہ ان سے غافل ہیں ان کے مقابلے میں یہ کچھ بھی نہیں وہ اپنی نفسانی لذتوں پر جھک گئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بہت بڑا حصہ ملے گا اسے بھول گئے یہ بات سن کر سب لوگ رو پڑے۔

حضرت ابو محمد مغازلی رحمہ اللہ سے منقول ہے فرماتے ہیں حضرت ابو محمد جریری رحمہ اللہ مکہ مکرمہ میں ایک سال رہے اس دوران نہ وہ سوئے اور نہ کسی سے کلام کیا انہوں نے کسی ستون یا دیوار کے ساتھ ٹیک بھی نہیں لگائی اور اپنے پاؤں بھی نہیں پھیلائے حضرت ابوبکر کتانی رحمہ اللہ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے انہیں سلام پیش کرنے کے بعد فرمایا اے ابو محمد! آپ اس اعتکاف پر کس طرح قادر ہوئے؟ انہوں نے فرمایا وہ علم جس نے میرے باطن میں سچائی پیدا کی اس نے میرے ظاہر پر بھی مدد کی ہے یہ سن کر حضرت کتانی سوچتے سوچتے آگے چلے گئے۔

بعض بزرگوں سے منقول ہے فرماتے ہیں میں حضرت فتح موصلی رحمہ اللہ کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے رو رہے ہیں حتیٰ کہ میں نے دیکھا ان کے آنسو ان کی انگلیوں کے درمیان سے نکل رہے ہیں جب میں ان کے قریب گیا تو دیکھا کہ ان آنسوؤں میں زردی ہے میں نے پوچھا اے فتح! آپ خون کے آنسو کیوں روتے ہیں اللہ کی قسم آپ بتائیں۔ انہوں نے فرمایا اگر تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم نہ دی ہوتی تو میں تمہیں نہ بتاتا ہاں میں خون کے آنسو روتا ہوں میں نے پوچھا آپ اس طرح کیوں روتے ہیں فرمایا رونا اس لیے ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے فرائض میں کوتاہی کر رہا ہوں اور خون کے آنسو اس لیے روتا ہوں کہ جس بات پر آنسو نکل رہے ہیں کہیں وہ صحیح ہی نہ ہو جائے۔

فرماتے ہیں میں نے بعد میں انہیں خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا اس نے مجھے معاف فرما دیا میں نے پوچھا آپ کے آنسوؤں سے متعلق کیا ہوا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے قریب کیا اور فرمایا اے فتح! آنسو بہانے کا کیا مقصد تھا؟ میں نے عرض کیا اس لیے کہ مجھ سے واجب کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی۔ فرمایا خون کس مقصد کے تحت تھا؟ میں نے عرض کیا اس ڈر سے کہ کہیں آنسو غیر مقبول نہ ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا۔ اے فتح! ان سب باتوں سے تیری کیا مراد تھی مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے چالیس سال سے تیرے دونوں محافظ فرشتوں نے جو نامہ اعمال بھیجا ہے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

کہا گیا ہے کہ ایک جماعت نے سفر کا ارادہ کیا تو وہ راستے سے ہٹ گئے چنانچہ وہ ایک راہب کے پاس پہنچے جو لوگوں سے الگ تھلگ گوشہ نشینی اختیار کیے ہوئے تھا۔

انہوں نے اسے آواز دی تو اس نے عبادت خانے سے ان کو جھانکا انہوں نے کہا اے راہب! ہم راستہ بھول چکے ہیں ہمیں راستہ بتائیں اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا تو لوگ اس کا ارادہ سمجھ گئے انہوں نے کہا اے راہب! ہم آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں آپ جواب دیں گے؟ اس نے کہا پوچھو لیکن زیادہ سوال نہ کرنا کیونکہ نہ دن واپس آتا ہے اور نہ زندگی لوٹ کر آئے گی اور موت جلدی کر رہی ہے لوگوں کو اس کی بات پسند آئی انہوں نے پوچھا اے راہب! کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں لوگوں کا حشر کس چیز پر ہوگا؟ اس نے کہا ان کی نیتوں پر، انہوں نے کہا ہمیں کوئی نصیحت کریں اس نے کہا اپنے سفر کے مطابق زاد راہ حاصل کرو کیونکہ بہترین توشہ وہ ہے جو مقصود تک

پہنچائے پھر ان کو راستہ بتایا اور اپنا سر عبادت خانے کے اندر کر دیا۔

حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں چین کے عبادت گزاروں میں سے ایک عبادت گزار کے عبادت خانے سے گزرا تو میں نے آواز دی اے راہب! اس نے مجھے جواب نہ دیا میں نے دوبارہ آواز دی تو بھی جواب نہ دیا تیسری مرتبہ آواز دی تو وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا اے فلاں! میں راہب نہیں ہوں راہب تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی بلندی سے ڈرے اس کی کبریائی کی تعظیم کرے اس کی طرف سے پہنچنے والی آزمائش پر صبر کرے اس کے فیصلے پر شکر کرے اس کی نعمتوں پر اس کی تعریف کرے اس کی عظمت کے سامنے تواضع کرے اس کی عزت کے سامنے ذلت اختیار کرے اس کی قدرت کے سامنے جھک جائے اس کے خوف کے سامنے دم نہ مارے اور اس کے حساب و عذاب کے بارے میں سوچے۔ دن کو روزہ رکھے اور رات کو عبادت کے ساتھ قیام کرے دوزخ کی یاد اور اللہ تعالیٰ سے سوال اسے بیدار رکھے ایسا شخص راہب ہوتا ہے۔

میں تو ایک کاٹنے والا کتا ہوں میں نے اپنے آپ کو اس عبادت خانے میں بند کر دیا ہے تاکہ لوگوں کو نہ کاٹوں میں نے کہا اے راہب! معرفت خداوندی کے بعد لوگوں کو اس سے کس چیز نے دور کر دیا ہے؟ اس نے کہا اے میرے بھائی! لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے دنیا کی محبت اور اس کی زینت نے الگ کر رکھا ہے کیوں کہ یہ گناہوں کی جگہ ہے سمجھدار وہ ہے جو اسے دنیا سے نکال پھینکے اپنے رب کے ہاں اپنے گناہ سے توبہ کرے اور ایسی باتوں کی طرف متوجہ ہو جو اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔

حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ آپ کنگھی کر لیں انہوں نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ میں فارغ ہوں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے یہ رکوع کی رات ہے پھر وہ تمام رات رکوع میں گزارتے اور دوسری رات آتی تو فرماتے یہ سجدے کی رات ہے پھر وہ پوری رات سجدے میں گزار دیتے کہا گیا کہ جب حضرت عتبہ غلام تائب ہوئے تو وہ کھانے پینے کے لیے آمادہ نہ ہوتے ان کی ماں نے ان سے کہا اگر تم اپنے نفس پر کچھ نرمی کرو تو کیا حرج ہے؟ انہوں نے فرمایا میں آرام ہی تو چاہتا ہوں مجھے تھوڑی سی مشقت کر لینے دیں پھر میں طویل مدت عیش کروں گا۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو سوائے حالتِ سجدہ کے وہ نہیں سوئے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگ رات کو چلنے کی تعریف صبح کے وقت کرتے ہیں اور مرنے کے وقت تقویٰ کی تعریف کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں بزرگانِ دین میں سے جب کوئی چالیس برس کا ہوتا تو اپنا بستر لپیٹ دیتا یعنی وہ تمام رات نہ سوتا۔

حضرت کہمس بن حسن رحمہ اللہ ہر دن ایک ہزار رکعات پڑھتے پھر اپنے نفس سے فرماتے اے تمام برائیوں کی پناہ گاہ اٹھو۔

جب آپ کمزور ہو گئے تو پانچ سو رکعات پر اکتفا کر لیا پھر روتے ہوئے کہنے لگے میرا نصف عمل چلا گیا۔

حضرت ربیع بن خثیم رحمہ اللہ کی صاحبزادی ان سے پوچھتی تھی ابا جان! کیا بات ہے میں دیکھتی ہوں کہ لوگ سوتے ہیں اور آپ آرام نہیں فرماتے؟ وہ جواب دیتے اے بیٹی! تیرے باپ کو رات کے حملے کا ڈر ہے۔

جب حضرت ربیع کی والدہ نے ان کا رونے اور جاگنے کا حال دیکھا تو آواز دی اے بیٹے! شاید تو نے کسی کو قتل کیا ہے انہوں نے کہا ہاں اے ماں اسی طرح ہے۔ ماں نے پوچھا وہ کون ہے؟ تاکہ ہم اس کے گھر والوں کو تلاش کر کے ان سے معافی مانگیں اللہ کی قسم اگر ان کو تمہاری اس حالت کا علم ہو جائے تو وہ تمہیں معاف کر دیں گے اور تجھ پر رحم کھائیں گے انہوں نے فرمایا اماں جان یہ میرا نفس ہے۔

حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ کے بھانجے حضرت عمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اپنے ماموں حضرت بشر سے سنا وہ میری ماں سے فرما رہے تھے اے میری بہن! میرا پیٹ اور پسلیاں مجھ سے ٹکرائی ہیں تو میری ماں نے کہا بھائی! اگر تم اجازت دو تو میں تمہارے لیے ایک مٹھی میدے کا حریرہ بنا دوں اس کے پینے سے طاقت آ جائے گی انہوں نے فرمایا مجھے یہی تو ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے یہ آٹا کہاں سے آیا؟ تو مجھے معلوم نہ ہو کہ میں کیا جواب دوں یہ سن کر میری ماں اور ماموں دونوں رونے لگے۔ اور میں بھی ان کے ساتھ روتا تھا۔

یہی (مذکورہ بالا) حضرت عمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میری ماں نے جب حضرت بشر کو دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے ان کا سانس لینا مشکل ہو گیا ہے تو انہوں نے کہا بھائی جان! کاش میں تمہاری ماں سے پیدا نہ ہوتی اللہ کی قسم! تیری حالت دیکھ کر میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے میں نے سنا وہ جواب میں فرماتے ہیں میں بھی یہی کہتا ہوں کہ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی اور اگر جنا تھا تو مجھے دودھ نہ پلاتی حضرت عمر فرماتے ہیں میری ماں ان کو دیکھ کر دن رات روتی رہتی تھیں۔

حضرت ربیع فرماتے ہیں میں حضرت اویس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے ان کو نماز فجر سے فراغت کے بعد بیٹھا ہوا پایا پھر وہ بھی بیٹھے رہے اور میں بھی ان کے ساتھ بیٹھا رہا اور میں نے دل میں کہا کہیں میری وجہ سے ان کی تسبیح میں حرج نہ ہو وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے یہاں تک کہ انہوں نے ظہر کی نماز پڑھی اور عصر تک نماز پڑھتے رہے پھر عصر کی نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ بیٹھ گئے مغرب کی نماز تک بیٹھے رہے اور پھر مغرب کی نماز ادا کی پھر وہیں بیٹھے رہے حتیٰ کہ نماز عشاء ادا کی پھر اسی جگہ ٹھہرے رہے یہاں تک کہ فجر کی نماز پڑھی پھر بیٹھے تو نیند آنے لگی آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔

یا اللہ! میں زیادہ سونے والی آنکھوں اور نہ سیر ہونے والے پیٹ سے تیری پناہ چاہتا ہوں ——

حضرت ربیع فرماتے ہیں میں نے کہا ان سے مجھے یہی کافی ہے پھر میں واپس چلا گیا۔

ایک شخص نے حضرت اویس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو پوچھا اے ابو عبداللہ! کیا بات ہے میں آپ کو ایک بیمار آدمی کی طرح

دیکھتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا اویس کو کیا ہوا کہ وہ بیمار نہ ہو بیماروں کو کھانا ملتا ہے اور اویس کھانا نہیں کھاتا اور بیمار آدمی سوتا ہے لیکن اویس نہیں سوتا۔

حضرت احمد بن حرب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس شخص پر تعجب ہے جو جانتا ہے کہ اس کے اوپر جنت آراستہ ہے اور اس کے نیچے جہنم کی آگ جل رہی ہے پھر وہ ان کے درمیان کیسے سو جاتا ہے۔

ایک عابد بزرگ نے فرمایا کہ میں حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ عشاء کی نماز پڑھ چکے ہیں میں ان کے انتظار میں بیٹھ گیا انہوں نے ایک کمبل لپیٹا اور لیٹ گئے انہوں نے رات بھر پہلو نہ بدلا حتی کہ صبح ہو گئی اور موذن نے اذان دی وہ جلدی جلدی نماز کی طرف اٹھے لیکن وضو نہ کیا میرے دل میں یہ بات کھٹکی اور میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ رات بھر لیٹے رہے پھر وضو نہیں فرمایا۔

انہوں نے فرمایا میں رات بھر کبھی جنت کے باغوں میں اور کبھی جہنم کی وادیوں میں پھرتا رہا تو کیا ایسی صورت میں نیند آتی ہے؟

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے کئی آدمیوں کو دیکھا ان میں سے ایک نماز پڑھتا تو اس قدر تھک جاتا کہ بستر پر گھٹنوں کے بل چل کر آتا۔

کہا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ نے چالیس سال اس طرح گزارے کہ انہوں نے بستر پر پہلو نہ رکھا اور ان کی ایک آنکھ میں پانی اتر آیا تو انہوں نے بیس سال اسی طرح گزار دیئے اور ان کے گھر والوں کو علم نہ ہو سکا۔

کہا گیا ہے کہ حضرت سمنون رحمہ اللہ روزانہ پانچ سو رکعات پڑھتے تھے۔ اور حضرت ابوبکر مطوعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں جوانی میں روزانہ دن رات میں اکتیس ہزار یا چالیس ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھا کرتا تھا۔ راوی کو تعداد میں شک ہے

حضرت منصور بن معتمر رحمہ اللہ کی حالت یہ تھی کہ جب تم ان کو دیکھو تو کہو کہ اس شخص کو کوئی مصیبت پہنچی ہے آنکھیں جھکی ہوئی آواز پست اور آنکھیں تر رہتی تھیں اگر ذرا حرکت دو تو چار چار آنسو نکلیں ان کی ماں نے کہا اپنے نفس سے یہ کیا معاملہ کر رہے ہو کہ ساری رات روتے رہتے ہو اے بیٹے شاید تم نے کوئی قتل کیا ہے وہ جواب دیتے اے ماں! میں خوب جانتا ہوں جو کچھ میں نے اپنے نفس کے ساتھ کیا ہے۔

حضرت عامر بن عبداللہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ رات کی بیداری اور دوپہر کی پیاس پر کیسے صبر کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا اس طرح کہ میں دن کے کھانے کو رات پر اور رات کی نیند کو دن پر ٹال دیتا ہوں اور یہ کوئی بڑی بات نہیں۔

وہ فرمایا کرتے تھے میں نے جنت کی مثل کوئی چیز نہیں دیکھی جس کا طلب گار ہو سویا رہے اور دوزخ جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی کہ اس سے بھاگنے والا بھی سویا رہے اور ان کی عادت تھی کہ جب رات آجاتی تو فرماتے جہنم کی گرمی نیند کو لے گئی پھر وہ صبح تک نہ سوتے اور جب دن کا وقت آتا تو فرماتے جہنم کی گرمی نیند کو اڑا کر لے گئی اور اس طرح وہ شام تک نہ

سوتے پھر جب رات آتی تو فرماتے جو ڈرتا ہے وہ رات کے وقت ہی چل دیتا ہے اور صبح کے وقت لوگ رات کے چلنے کو اچھا سمجھتے ہیں۔

کسی بزرگ نے فرمایا کہ میں نے چار مہینے حضرت عامر بن عبد القیس رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کی تو میں نے ان کو رات یا دن میں سوتا ہوا نہیں دیکھا۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں میں نے فجر کی نماز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی جب انہوں نے سلام پھیرا تو دائیں طرف پھر گئے اور آپ پر کچھ غم کا اثر تھا آپ طلوع آفتاب تک وہاں ٹھہرے رہے پھر اپنا ہاتھ پلٹ کر فرمایا اللہ کی قسم! میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو دیکھا ہے اور آج ان کی مثل کوئی نہیں ہے وہ یوں صبح کرتے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے چہروں پر گرد و غبار ہوتی اور رنگ پیلا پڑ چکا ہوتا وہ تمام رات اللہ تعالیٰ کے لیے سجدے اور قیام میں گزارتے کتاب اللہ کی تلاوت کرتے کبھی قیام کرتے تو کبھی سجدہ جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تو اس طرح ہلتے جس طرح آندھی والے دن درخت ہلتا ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے حتیٰ کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے اور یہ لوگ غفلت میں رات گزارتے ہیں ان کی مراد وہ لوگ تھے جو ان کے اردگرد تھے۔

حضرت ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ نے اپنے گھر کی مسجد میں ایک ڈنڈا لٹکا رکھا تھا اس کے ذریعے آپ اپنے نفس کو ڈراتے تھے اور آپ اپنے نفس سے فرماتے اٹھو اللہ کی قسم! ورنہ میں تمہیں اس قدر گھسیٹوں گا کہ تم تھک جاؤ گے میں نہیں تھکوں گا۔ اور جب ان پر سستی طاری ہوتی تو ڈنڈا لے کر اپنی پنڈلیوں پر مارتے اور فرماتے تو میرے جانور کی نسبت مار کھانے کے زیادہ لائق ہے اور فرماتے تھے کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ خیال کیا ہو گا کہ انہوں نے ہی دین کو اختیار کیا اور ان کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں قسم بخدا! ہم بھی اس میں اس طرح شرکت کریں گے کہ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے بعد بھی کچھ لوگ ہیں۔

حضرت صفوان بن سلیم رحمہ اللہ کے زیادہ دیر قیام کی وجہ سے ان کی پنڈلیاں جواب دے گئی تھیں اور وہ عبادت میں اس قدر کوشش تک پہنچ گئے تھے کہ اگر ان سے کہا جاتا کہ قیامت کل ہے تو ان کی عبادت میں کوئی اضافہ نہ ہوتا اور جب سردی کا موسم آتا تو وہ چھت پر لیٹ جاتے تاکہ سردی لگے اور جب گرمی کا موسم ہوتا تو گھر کے اندر لیٹ جاتے تاکہ گرمی محسوس ہو اور نیند نہ آئے ان کا وصال ہوا تو وہ سجدے کی حالت میں تھے وہ فرمایا کرتے تھے۔ یا اللہ! مجھے تیری ملاقات پسند ہے تو میری ملاقات کو پسند فرما۔

حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں ایک دن صبح اٹھا اور میری عادت تھی کہ صبح کے وقت میں پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو سلام کیا کرتا تھا تو ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ چاشت کی

نماز پڑھ رہی تھیں۔
اسی میں انہوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔
فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہم احسان فرمایا اور ہمیں تپش کے عذاب سے بچایا۔ (۱)

آپ روتی ہوئی دعا مانگ رہی تھیں اور یہ آیت بار بار پڑھتی تھیں میں کھڑا رہا حتی کہ تھک گیا اور آپ اسی حالت میں تھیں میں نے یہ حالت دیکھی تو بازار چلا گیا میں نے سوچا اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس آؤں گا جب میں اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس لوٹا تو ابھی بھی آپ یہ آیت بار بار پڑھتیں، روتیں اور دعا مانگ رہی تھیں۔

حضرت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب حضرت عبدالرحمن بن اسود حج کر کے واپس ہمارے پاس تشریف لائے تو ان کے ایک پاؤں میں کچھ تکلیف تھی تو وہ ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے حتی کہ وہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صالحین کی علامت یہ ہے کہ شب بیداری کی وجہ سے ان کے رنگ زرد پڑ جاتے ہیں رونے کی وجہ سے ان آنکھوں کی بینائی کمزور ہو جاتی ہے اور روزے کی وجہ سے ان کے ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں ان پر خشوع و خضوع کرنے والوں کی طرح غبار ہوتی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے تہجد پڑھنے والوں کے چہرے حسین ہوتے ہیں انہوں نے فرمایا اس لیے کہ وہ اپنے رب کے لیے تنہائی اختیار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے نور کا لباس پہنا دیتا ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ میں موت سے صرف اس لیے ڈرتا ہوں کہ وہ میرے اور رات کی عبادت کے درمیان حائل ہو جائے گی۔ حضرت عامر بن عبدالقیس رحمہ اللہ بارگاہ خداوندی میں یوں دعا کیا کرتے تھے یا اللہ! تو نے مجھے پیدا کیا تو مجھ سے مشورہ نہیں لیا اور تو مجھے موت دے گا تو اس کی خبر بھی نہیں دے گا تو نے میرے ساتھ دشمن پیدا کیا اور اسے خون کی طرح جاری کیا تو نے اسے طاقت دی کہ وہ مجھے دیکھتا ہے لیکن میں اسے نہیں دیکھ سکتا پھر تو نے فرمایا رک جاؤ تو یا اللہ! جب تک تو مجھے نہ روکے میں کیسے رک سکتا ہوں۔ یا اللہ! دنیا میں غم اور پریشانی ہے اور آخرت میں عذاب و سزا ہے راحت اور خوشی کہاں ہے؟

حضرت جعفر بن محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں حضرت عتبہ غلام رات کو تین چیخوں میں گزار دیتے تھے جب عشاء کی نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا سر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھ کر چیخ مارتے اور اپنا سر گھٹنوں کے درمیان رکھ کر غور و فکر کرتے جب رات کا دوسرا تہائی گزر جاتا تو پھر ایک چیخ مارتے اور گھٹنوں میں سر دے کر فکر کرتے پھر جب سحری کا وقت ہوتا تو ایک چیخ لگاتے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ طور آیت ۲۷

حضرت جعفر بن محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں میں نے ایک بصری سے یہ بات بیان کی تو اس نے کہا آپ اس کی چیخ کی طرف دھیان نہ دیں بلکہ اس بات کو دیکھیں جو دو چیخوں کے درمیان ہے اور اس کی وجہ سے وہ چیخ مارتے ہیں۔

حضرت قاسم بن راشد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت زمعہ رحمہ اللہ ہمارے پاس محصب میں ٹھہرے ہوئے تھے ان کی بیوی اور بیٹیاں بھی ساتھ تھیں وہ رات کو اٹھتے اور دیر تک نماز پڑھتے جب سحری کا وقت ہوتا تو بلند آواز سے پکارتے اے سونے والے سوارو! کیا تم رات بھر سوئے رہو گے اور اٹھ کر چلو گے نہیں تو وہ لوگ جلدی جلدی اٹھ بیٹھتے تو کسی سے رونے کی آواز آتی کوئی دعا مانگ رہا ہوتا کوئی قرآن پاک پڑھ رہا ہوتا کوئی وضو کر رہا ہوتا جب صبح ہوتی تو وہ بلند آواز سے پکارتے لوگ صبح کے وقت چلنے کو اچھا سمجھتے ہیں۔

کسی دانا کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا تو انہوں نے اسے پہچان لیا اس نے ان کے سینوں کو کھول دیا تو انہوں نے اس کی اطاعت کی اس پر توکل کیا تو خلق اور امر کو اس کے حوالے کر دیا ان کے دل یقین کی صفائی کی کانیں حکمت کے گھر، عظمت کے صندوق اور قدرت کے خزانے بن گئے وہ لوگوں کے درمیان آتے جاتے ہیں لیکن ان کے دل ملکوت میں پھرتے ہیں اور غیب کے پردوں میں پناہ لیتے ہیں پھر وہ لوٹتے ہیں اور ان کے ساتھ لطائف کے کچھ فوائد ہوتے ہیں جن کا وصف کوئی بھی بیان نہیں کر سکتا وہ لوگ باطنی خوبی میں ریشم کی طرح خوبصورت ہیں اور ظاہر میں رومال ہیں ان کی تواضع کی وجہ سے جو چاہے ان کو استعمال کرے یہ وہ طریقہ جس تک پہنچنا تکلف کے ذریعے ممکن نہیں یہ تو محض فضل خداوندی ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

ایک نیک اور صالح بزرگ سے منقول ہے فرماتے ہیں میں بیت المقدس کے کسی پہاڑ میں چل رہا تھا کہ میں وہاں ایک وادی میں اتر گیا وہاں میں نے ایک بڑی گونج سنی وہ پہاڑ بہت بڑی آواز کے ساتھ اس کا جواب دے رہے تھے میں آواز کے پیچھے چلا تو دیکھا کہ ایک باغ ہے جو درختوں سے ڈھانپا ہوا ہے اور وہاں ایک شخص کھڑا بار بار یہ آیت کریمہ پڑھ رہا ہے۔

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۔ (۱)	جس دن ہر نفس اپنے اچھے اور برے عمل کو سامنے پائے گا وہ چاہے گا کہ اس کے اور برے عمل کے درمیان بہت فاصلہ ہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے۔

وہ فرماتے ہیں میں اس کے پیچھے بیٹھ کر اس کا کلام سننے لگا وہ یہ آیت بار بار پڑھتا تھا کہ اچانک اس نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑا میں نے کہا ہائے افسوس! یہ میری بدبختی کی وجہ سے ہوا پھر میں نے اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کیا

(۱) قرآن مجید، سورۂ آل عمران آیت ۳۰

جب ایک گھڑی اسے افاقہ ہوا تو میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا میں جھوٹوں کے مقام سے تیری پناہ چاہتا ہوں میں اہل باطل کے اعمال سے تیری پناہ کا طالب ہوں میں غافل لوگوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ پھر کہا ڈرنے والوں کے دل تیرے لیے جھک گئے، کوتاہی کرنے والوں کی توقع تیری طرف مائل ہوتی ہے تیری عظمت کے سامنے عارفین کے دل جھک جاتے ہیں پھر اپنے دونوں ہاتھ جھاڑے اور کہا مجھے اس دنیا سے کیا سروکار ہے اور دنیا کا مجھ سے کیا تعلق ہے اے دنیا اپنے ہم جنس لوگوں کے پاس جا جو تجھے بلاتے اور پسند کرتے ہیں اپنی آسائشیں ان کے پاس لے جا اور ان کو ہی دھوکہ دے پھر کہا گذشتہ زمانے کے لوگ کدھر گئے وہ مٹی میں بوسیدہ ہو گئے اور وہ چند روز میں فنا ہو جاتے ہیں۔

میں نے اسے آواز دی کہ اے بندۂ خدا میں دن بھر سے تیرے پیچھے کھڑا ہوں اور تیری فراغت کا منتظر ہوں اس نے کہا وہ شخص کیسے فارغ ہو سکتا ہے جو زمانے سے آگے جانا چاہتا ہے اور زمانہ اس سے آگے بڑھتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں موت اس کے نفس پر سبقت نہ کر جائے یا وہ شخص کیسے فارغ ہو گا جس کا وقت گزر گیا اور گناہ باقی رہ گئے پھر فرمایا تو ان گناہوں کے لیے ہے اور میں ہر شدت کے اترنے کی توقع کرتا ہوں پھر کہا مجھ سے ایک گھڑی الگ ہو جاؤ اس کے بعد اس نے قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ پڑھی۔

وَبَدَا لَهُمْ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ۔ اور ان کے لیے وہ بات ظاہر ہو گی جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا۔ (۱)

پھر دوسری چیخ ماری جو پہلی سے بھی زیادہ سخت تھی اور بیہوش ہو کر گر پڑا میں نے سوچا اس کی رُوح پرواز کر گئی ہے میں اس کے قریب ہوا تو دیکھا کہ وہ تڑپ رہا ہے پھر اسے افاقہ ہوا تو وہ کہہ رہا تھا میں کون ہوں؛ میرا دل کیا ہے! اپنے فضل سے میری برائی معاف کر دے اپنی رحمت میں مجھے چھپا لے اپنے کرم سے میرے گناہ معاف فرما دے جب میں تیرے سامنے کھڑا ہوں گا۔

میں نے کہا اس ذات کی قسم جس کی تو اپنے نفس کے لیے امید رکھتا ہے اور اس پر تیرا اعتماد ہے مجھ سے کچھ گفتگو کرو اس نے کہا اس سے کلام کرو جس کے کلام سے تمہیں کوئی نفع بھی ہو اور اس سے گفتگو کا ارادہ ترک کر دو جسے اس کے گناہوں نے تنگ کر رکھا ہو میں اس جگہ ایک عرصہ سے جب سے اللہ تعالیٰ نے چاہا ابلیس سے لڑتا ہوں اور وہ مجھ سے لڑ رہا ہے میں نے تمہارے سوا کوئی مدد گار نہیں پایا جو مجھے اس حالت سے نکالے تم مجھ سے الگ رہو تم سے دھوکہ ہوا تم نے میری زبان کو بیکار کر دیا اور میرے دل کا تھوڑا سا حصہ تمہارے ساتھ گفتگو کی طرف مائل ہو گیا میں تمہارے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں پھر میں امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنی ناراضگی سے مجھے بچائے گا اور اپنی رحمت سے مجھ پر فضل فرمائے گا

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ زمر آیت ۴۷

یہ بزرگ فرماتے ہیں میں نے کہا یہ شخص اللہ تعالیٰ کا ولی ہے مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے اسے باتوں میں مشغول رکھا تو کہیں اسی مقام پر مجھ پر عذاب نہ آجائے پس میں اسے چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں ایک سفر میں جا رہا تھا کہ آرام کے لیے میں ایک درخت کی طرف گیا میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جو میری طرف آرہے تھے انہوں نے مجھ سے کہا اے فلاں! کھڑے ہو جاؤ موت ابھی نہیں مری پھر وہ سامنے کی طرف چل دیئے میں ان کے پیچھے چلا تو سنا وہ کہہ رہے تھے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ (۱) ہر نفس نے موت کو چکھنا ہے۔

یا اللہ! مجھے موت میں برکت عطا فرما میں نے کہا اور موت کے بعد؟ فرمایا جس کو موت کا یقین ہو وہ خوف کی وجہ سے دامن اٹھا کر چلتا ہے اور اس کے لیے دنیا میں کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا پھر وہ کہنے لگے۔

اے وہ ذات! جس کے لیے چہرے جھکتے ہیں اپنے دیدار کے ذریعے میرے چہرے کو روشن کردے اپنی محبت سے میرے دل کو بھر دے اور کل قیامت کے دن اپنے سامنے جھڑک کی ذلت سے مجھے بچا اب مجھے تجھ سے شرم آتی ہے اور تجھ سے روگردانی کے ارتکاب سے میں باز آیا۔

پھر فرمایا اگر تیری بردباری نہ ہوتی تو موت کے پاس بھی میری گنجائش نہ ہوتی اور اگر تو معاف نہ کرتا تو میرے بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی پھر وہ بزرگ مجھے چھوڑ کر چلے گئے، مجاہدے کے سلسلے میں یہ اشعار ہیں۔

نَحِيْلَ الْجِسْمِ مُكْتَئِبَ الْفُؤَادِ تَرَاهُ بِقِمَّةٍ أَوْ بَطْنِ وَادِيْ يَنُوْحُ عَلٰى مَعَاصٍ فَاضِحَاتٍ يُكَدِّرُ ثِقْلُهَا صَفْوَالرُّقَادِ فَإِنْ هَاجَتْ مَخَاوِفُهُ وَزَادَتْ فَدَعْوَتُهُ أَغِثْنِيْ يَا عِمَادِيْ فَأَنْتَ بِمَا أُلَاقِيْهِ عَلِيْمٌ كَثِيْرُ الصَّفْحِ عَنْ زَلَلِ الْعِبَادِ	دُبلا پتلا جسم اور غمگین دل تو اسے پہاڑوں کی چوٹیوں یا وادیوں کے دامن میں دیکھے گا رسوا کرنے والے جرموں پر روتا ہے ان کا بوجھ اس کی راحت بھری نیند کو خراب کر دیتا ہے اگر خوف میں جوش پیدا ہو تو وہ پریشان ہو کر دعا مانگتا ہے اے میرے سہارے میری مدد فرما تو میری مصیبتوں سے آگاہ ہے اور بندوں کی لغزشوں کو بہت معاف کرنے والا ہے۔

❖ ❖ ❖

اور یہ بھی کہا گیا ہے۔

أَلَذُّ مِنَ التَّلَذُّذِ بِالْغَوَانِيْ — گانے بجانے والی عورتیں جب اچھی حالت میں آئیں

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ آل عمران آیت ۱۸۵

إِذَا أَقْبَلْنَ فِي حَالِ حِسَابِ
تُمِيتُ فَتَرَى مِنْ أَهْلٍ وَمَالٍ
يَسِيحُ إِلَى مَكَانٍ مِنْ مَكَانٍ
لِيَخْمِلَ ذِكْرَهُ وَيَعِيشُ فَرْدًا
وَيَظْهَرُ فِي الْعِبَادَةِ بِالْأَمَانِي
تَلَذُّذُهُ التِّلَاوَةَ أَيْنَ وَلَّى
وَذِكْرٌ بِالْفُؤَادِ وَبِاللِّسَانِ
وَعِنْدَ الْمَوْتِ يَأْتِيهِ بَشِيرٌ
يُبَشِّرُ بِالنَّجَاةِ مِنَ الْهَوَانِ
فَيُدْرِكُ مَا أَرَادَ وَمَا تَمَنَّى
مِنَ الرَّاحَاتِ فِي غُرَفِ الْجِنَانِ

توان کی لذت سے یہ لذت بڑھ کر ہے وہ اہل و مال سے بھاگ کر اللہ تعالیٰ کی طلب میں رہتا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہے تاکہ اس کے ذکر میں ہو اور کل (قیامت) کی زندگی کو یاد کرے اور اس کی خواہشات عبادت میں ظاہر ہوں وہ جہاں بھی اسے تلاوت کا ذوق ہوتا ہے نیز دل اور زبان سے ذکر خداوندی کرتا ہے موت کے وقت اس کے پاس خوشخبری دینے والا آتا ہے جو ذلت سے نجات کی خوشخبری دیتا ہے پس وہ اپنی مراد اور تمنا کو پاتا ہے اور یہ تمنا جنت کے بالا خانوں میں آرام و سکون ہے۔

حضرت کرز بن وبرہ رحمہ اللہ ہر دن تین بار قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے اور عبادات میں انتہائی درجے کا مجاہدہ فرماتے ان سے کہا گیا کہ آپ نے اپنے نفس کو مشقت میں ڈال دیا فرمایا دنیا کی عمر کتنی ہے؟ عرض کیا گیا سات ہزار سال فرمایا قیامت کا دن کتنا بڑا ہوگا؟ کہا گیا پچاس ہزار سال کا ہوگا فرمایا تو تم میں سے کوئی شخص کیسے اس بات سے عاجز ہے کہ سات دن عمل کرے تاکہ اس دن کے عذاب سے بے خوف ہو جائے مطلب یہ کہ اگر تم دنیا میں زندہ رہو اور سات ہزار سال عبادت کرو اور اس طرح ایک دن سے چھوٹ جاؤ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے تو تمہارے لیے نفع زیادہ ہوگا اور اس صورت میں اسے رغبت ہونی چاہیے اور کیسے نہیں ہوگا جب کہ عمر تھوڑی ہے اور آخرت کی کوئی انتہا نہیں تو نفس کی نگہداشت اور حفاظت کے سلسلے اسلاف صالحین کا طریقہ یہ تھا لہٰذا جب تمہارا نفس تم سے سرکش ہو جائے اور عبادت کی پابندی سے رُک جائے تو ان لوگوں کے حالات کا مطالعہ کیا کرو کیوں کہ اب ان جیسے لوگ ناپید ہو گئے ہیں اور اگر ایسے لوگوں کی زیارت نصیب ہو جو ان بزرگوں کی اقتدا کرتے ہیں تو یہ دل کے لیے نفع بخش اور اقتدا کا زیادہ باعث ہے کیوں کہ خبر، دیکھنے کی طرح نہیں ہوتی اور اگر تم اس بات سے عاجز ہو تو ان لوگوں کے حالات سننے سے غفلت نہ برتو اگر اونٹ نہ ملے تو بکری پر ہی گزارہ کر لو اب تمہیں اختیار ہے کہ ان لوگوں کی اقتدا کرو اور ان کی جماعت میں شامل ہو جاؤ جو عقل مند اور دانا ہیں اور دین کی بصیرت رکھتے ہیں یا اپنے زمانے کے جاہلوں غافلوں کے پیچھے چلو لیکن یہ بات ہرگز پسندیدہ نہیں کہ تم ان جاہلوں بے وقوفوں میں شامل ہو اور غبی لوگوں سے مشابہت پر قناعت کرو اور یوں عقل مند لوگوں کی مخالفت کرو اگر تمہارا دل تمہیں بتائے کہ یہ مضبوط لوگ ہیں اور ان کی پیروی کی مجھے

طاقت نہیں ہے تو ان عورتوں کی طرف دیکھو جنہوں نے عبادت میں مجاہدے کئے اور اپنے نفس سے کہو کر تجھے اس بات سے غیرت نہیں آئے گی کہ تو عورتوں سے بھی کم ہو یہ تو نہایت ذلت کی بات ہے کہ مرد ہو کر دینی اور دینوی معلامات میں عورت سے کم رہے۔

فصل ۸:

عبادت گزار خواتین

اب ہم عبادت میں محنت کرنے والی کچھ خواتین کے حالات ذکر کرتے ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت حبیبہ عدویہ رحمہا اللہ جب عشا کی نماز پڑھ کر فارغ ہوتیں تو اپنی چھت پر کھڑی ہو جاتیں اور اپنا کرتہ اور دوپٹہ خوب کس کر باندھ لیتیں پھر بارگاہ خداوندی میں عرض کرتیں۔

"یا اللہ! ستارے چلے گئے، آنکھیں سوگئیں، بادشاہوں کے دروازے بند ہو گئے، ہر محب اپنے محبوب کے پاس تنہائی میں چلا گیا اور میں تیرے سامنے کھڑی ہوں"

پھر آپ نماز کی طرف متوجہ ہو جاتیں جب فجر طلوع ہوتی تو آپ عرض کرتیں۔

یا اللہ! رات چلی گئی دن روشن ہو گیا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تو نے میری رات (کی عبادت) کو قبول کیا تاکہ میں اپنے آپ کو مبارک دوں یا تو نے رد کر دیا تو میں تعزیت کروں۔ مجھے تیری عزت کی قسم جب تک تو مجھے باقی رکھے گا تیری بارگاہ میں میرا یہی طریقہ ہوگا اور تیری عزت کی قسم اگر تو مجھے اپنے دروازے سے جھڑک بھی دے تو میں نہیں ہٹوں گی کیونکہ میں تیرے جُود و کرم سے بخوبی واقف ہوں۔

ایک بوڑھی خاتون کے بارے میں منقول ہے کہ وہ رات بھر عبادت کرتی تھیں اور وہ نابینا تھیں جب سحری کا وقت ہوتا تو ایک درد بھری آواز سے کہتیں عبادت گزار لوگوں نے تیرے لیے رات کی تاریکی کو برداشت کیا وہ تیری رحمت فضل اور مغفرت کی طرف سبقت کرتے ہیں یا اللہ! میں تیرے ہی نام پر تجھ سے سوال کرتی ہوں کسی دوسرے کے نام پر نہیں کہ تو مجھے سبقت کرنے والوں کی جماعت میں سے پہلے لوگوں میں کر دے اور مجھے اپنے ہاں اعلیٰ علیین میں مقربین کے درجے میں جگہ دے اور اپنی عبادت کے صدقے مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

فجر تک روتیں اور دعا مانگتی رہتیں۔

حضرت یحییٰ بن بسطام رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں شعوانہ (نامی خاتون) کے ہاں حاضر ہوتا اور اس کے رونے اور آہ وزاری کو دیکھتا میں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ جب یہ تنہا ہوں تو ہم ان کے پاس جا کر کہیں کہ وہ اپنے نفس سے نرمی کا سلوک کریں اس نے کہا جیسے آپ کی مرضی، فرماتے ہیں پھر ہم ان کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اگر آپ اپنے نفس سے

نرمی برتیں اور اس رونے کو کم کر دیں تو یہ بات آپ کی مراد پر زیادہ معاون ہوگی، فرماتے ہیں وہ رونے لگیں پھر کہا اللہ کی قسم! میں چاہتی ہوں کہ اتنا روؤں کہ تمام آنسو ختم ہو جائیں پھر میں خون کے آنسو روؤں یہاں تک کہ میرے جسم کے کسی حصے میں بھی خون کا ایک قطرہ باقی نہ رہے میں کب روتی ہوں میں کب روتی ہوں وہ بار بار یہ الفاظ کہتی رہیں حتیٰ کہ ان پر غشی طاری ہوگئی۔

حضرت محمد بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھ سے ایک عبادت گزار خاتون نے بیان کیا وہ فرماتی ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں جنت میں داخل کی گئی ہوں وہاں کیا دیکھتی ہوں کہ تمام جنتی اپنے دروازوں پر کھڑے ہیں میں نے کہا اہل جنت کو کیا ہوا کہ وہ اس طرح کھڑے ہیں؟ کسی کہنے والے نے مجھے بتایا کہ یہ سب اس خاتون کو دیکھنے کے لیے باہر آئے ہیں جس کی آمد پر جنتوں کو سجایا گیا ہے میں نے کہا وہ خاتون کون ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ وہ ایک سیاہ فام لونڈی ہے جو مقام ایلہ کی رہنے والی ہے اور اسے شوانہ کہا جاتا ہے میں نے کہا وہ تو میری بہن ہیں فرماتی ہیں میں اسی حالت میں تھی کہ وہ ایک اونٹنی پر سوار ہوا میں اڑتی ہوئی پہنچ گئی جب میں نے اسے دیکھا تو میں نے آواز دی اے میری بہن! میرا تم سے جو تعلق ہے اس کا تمہیں علم ہے اگر تم اپنے مولا کی خدمت میں میرے لیے دعا کرو کہ وہ مجھے بھی تمہارے ساتھ ملا دے تو اچھا ہے وہ میری طرف دیکھ کر مسکرائیں اور کہا کہ ابھی تمہارے آنے کا وقت نہیں ہوا لیکن میری طرف سے دو باتیں یاد رکھیں ایک یہ کہ اپنے دل کو غمگین رکھنا اور دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنی خواہش پر مقدم رکھنا جب تمہیں موت آئے گی تو تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے پاس ایک رومی لونڈی تھی اور وہ مجھے پسند تھی ایک رات وہ میرے پاس سوئی ہوئی تھی جب میں بیدار ہوا تو دیکھا وہاں نہ تھی میں اسے تلاش کرنے کے لیے اٹھا تو دیکھا کہ وہ حالت سجدہ میں کہہ رہی ہے۔

یا اللہ! تجھے مجھ سے جو محبت ہے اس کے صدقے میں میرے گناہ معاف کر دے میں نے کہا یہ نہ کہو کہ اپنی محبت کے صدقے میں، بلکہ یوں کہو کہ مجھے تجھ سے جو محبت ہے اس کے صدقے میں میرے گناہ بخش دے اس نے کہا اے میرے آقا! اس طرح نہیں بلکہ وہی مجھ سے محبت رکھتا ہے اس نے مجھے شرک سے نکال کر اسلام کی دولت سے مالا مال کیا اور اسی محبت کی وجہ سے جو اسے مجھ سے ہے وہ مجھے بیدار رکھتا ہے جب کہ بے شمار لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہاشم قرشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یمن کی ایک خاتون جس کو سریہ کہا جاتا تھا ہمارے ہاں آکر ٹھہری میں رات کے وقت اس کی فریاد اور آہ و زاری سنا کرتا تھا ایک دن میں نے خادم سے کہا ذرا جھانک کر دیکھو یہ خاتون کیا کرتی ہیں فرماتے ہیں اس نے جھانکا تو دیکھا کہ وہ کچھ بھی نہیں کرتیں البتہ اپنی نظر آسمان کی طرف سے نہیں ہٹاتیں اور قبلہ رخ بیٹھی ہوئی ہیں اور کہہ رہی ہیں۔

(یا اللہ!) تو نے سریر کو پیدا کیا پھر اپنی نعمت سے اسے غذا دی اور ایک حال سے دوسرے حال میں رکھا تیری طرف سے پہنچنے والی تمام حالتیں اس کے لیے اچھی ہیں اور تیری طرف سے پہنچنے والی تمام آزمائشیں خوبصورت ہیں اور اس کے باوجود یہ اپنے آپ کو تیری ناراضگی کے لیے پیش کرتی ہے کہ اس نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر تیری نافرمانی کی کیا تو جانتا ہے کہ اس نے یہ گمان کیا ہوگا کہ تو اس کے بُرے افعال کو نہیں دیکھتا حالاں کہ تو جاننے والا خبر رکھنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ایک رات وادی کنعان سے نکلا جب وادی کے اوپر گیا تو دیکھا کہ ایک سیاہ چیز میری طرف آرہی ہے اور وہ یہ آیت پڑھ رہی ہے۔

وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ (۱)	اور ان کے لیے وہ بات ظاہر ہوگئی جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا۔

اور وہ چیز رو رہی ہے جب وہ سیاہ چیز میرے قریب آئی تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک عورت ہے جس پر اُونی جبہ ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک ڈولچی ہے اس نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ جو مجھ سے خوفزدہ نہیں ہوئے میں نے کہا میں ایک اجنبی ہوں اس نے کہا اے فلاں! کیا اللہ تعالیٰ کی موجودگی میں بھی اجنبیت اور غربت ہوتی ہے؟ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں اس کی بات سن کر رو پڑا اس نے کہا تو کیوں روتا ہے میں نے کہا بیماری کے لیے دوا مل گئی ہے زخم ہو گیا تھا اب جلدی ٹھیک ہو جائے گا۔ اس نے کہا اگر تم سچے ہو تو رونے کا کیا مطلب؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے کیا سچا آدمی نہیں روتا؟ اس نے کہا نہیں میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا اس لیے کہ رونا دل کا آرام ہے میں اس کی بات پر متعجب ہو کر خاموش ہو گیا۔

حضرت احمد بن علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم نے حضرت عفیرہ کے پاس جانے کی اجازت چاہی تو انہوں نے ہمیں اجازت نہ دی ہم دروازے پر کھڑے رہے جب اسے علم ہوا تو وہ ہمارے لیے دروازہ کھولنے آئیں میں نے سنا وہ کہہ رہی تھیں۔

یا اللہ! میں اس شخص سے تیری پناہ چاہتی ہوں جو آکر مجھے تیرے ذکر سے روک دے پھر اس نے دروازہ کھولا اور ہم اندر داخل ہوئے ہم نے کہا اے اللہ کی بندی! ہمارے لیے دعا کر اس نے کہا اللہ تعالیٰ میرے گھر میں تمہاری مہمانی مغفرت سے کرے پھر کہا حضرت عطاء سلمی رحمہ اللہ چالیس سال تک ٹھہرے وہ آسمان کی طرف نہیں دیکھتے تھے ان سے ایک نگاہ میں خیانت ہو گئی تو وہ بیہوش ہو کر گر پڑے چنانچہ ان کے پیٹ کا کوئی پردہ پھٹ گیا کاش عفیرہ اپنا سر اٹھائے اور نافرمانی نہ کرے اور کاش اگر اس سے نافرمانی سرزد ہو تو دوبارہ نہ کرے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورہ زمر آیت ۴۷

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں ایک دن بازار میں گیا اور میرے ساتھ ایک حبشی لونڈی تھی میں نے اسے بازار کے ایک کنارے پر ٹھہرا دیا اور خود اپنے کام کے لیے چلا گیا میں نے کہا میری واپسی تک یہاں سے نہ ہٹنا فرماتے ہیں میں واپس آیا تو وہ وہاں نہ تھی میں گھر آ گیا اور مجھے بہت غصہ آ رہا تھا اس نے مجھ دیکھا تو میرے غصے کو بھانپ گئی کہنے لگی اے میرے آقا مجھ پر جلدی نہ کرنا آپ نے مجھے ایسی جگہ ٹھہرایا جہاں میں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ دیکھا تو مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ جگہ زمین میں نہ دھنس جائے وہ بزرگ فرماتے ہیں مجھے اس کی بات بہت اچھی لگی اور میں نے کہا تو آزاد ہے اس نے کہا آپ نے اچھا نہیں کیا میں آپ کی خدمت کرتی تھی تو مجھے دو اجر ملتے تھے لیکن اب ان میں سے ایک اجر سے میں محروم ہو گئی۔

حضرت ابن علاء سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میری ایک چچا زاد بہن تھی وہ عبادت گزار تھی اور قرآن مجید کی تلاوت بہت زیادہ کرتی تھی۔ جب وہ کسی ایسی آیت پر پہنچتی جس میں جہنم کا ذکر ہوتا تو وہ رو پڑتی مسلسل رونے کی وجہ سے اس کی بینائی چلی گئی۔ اس کے چچا زاد بھائیوں نے آپس میں کہا چلو چل کر اس کو زیادہ رونے پر ملامت کریں فرماتے ہیں جب ہم اس کے پاس پہنچے تو ہم نے کہا اے بریرہ! کیسی ہو؟ اس نے کہا مہمان ہیں جو اجنبی زمین میں پڑے ہیں اس انتظار میں ہیں کہ کب بلاوا آئے اور ہم اسے قبول کریں ہم نے کہا یہ رونا کب تک رہے گا تمہاری بینائی تو زائل ہو گئی اس نے کہا اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں میری آنکھوں کے لیے بھلائی ہے تو دنیا میں ان سے جو کچھ چلا گیا اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے بھلائی نہیں ہے تو اس سے بھی زیادہ رونے کی ضرورت ہے، پھر اس نے منہ پھیر لیا حضرت ابن العلاء فرماتے ہیں آنے والوں نے کہا چلئے اللہ کی قسم! یہ ایسی حالت میں ہے جس میں ہم نہیں ہیں۔

حضرت معاذہ عدویہ رحمہا اللہ کا طریقہ مبارکہ تھا کہ جب دن نکلتا تو کہتیں یہ میری موت کا دن ہے اور وہ شام تک کھانا، کھاتیں پھر جب رات آتی تو کہتیں یہ وہ رات ہے جس میں میں مر جاؤں گی چنانچہ وہ صبح تک نماز میں مشغول رہتیں۔

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ایک رات حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ کے ہاں ٹھہرا وہ اپنے محراب میں کھڑی ہوئیں تو میں مکان کے ایک کونے میں کھڑا ہو گیا وہ سحری تک کھڑی رہیں سحری کا وقت ہوا تو میں نے کہا جس نے ہمیں اس رات میں کھڑا ہونے کی قوت دی اس کا شکر کس طرح ادا کیا جائے انہوں نے فرمایا اس کا شکر یوں ادا کرو کہ کل دن کو روزہ رکھو۔

حضرت شعوانہ رحمہا اللہ یوں دعا کیا کرتی تھیں یا اللہ! مجھے تیری ملاقات کا بہت شوق ہے اور مجھے تیری طرف سے جزا کی بہت بڑی امید ہے تو وہ کریم ہے کہ تیرے ہاں امید واروں کی امیدیں نہیں ٹوٹتیں اور نہ شوق رکھنے والوں کا شوق باطل ہوتا ہے۔ یا اللہ! اگر میری موت کا وقت قریب آ چکا ہے اور میرے عمل نے مجھے تیرے قریب نہیں کیا تو مجھے اپنے گناہ کا اعتراف ہے جس کا سبب میری بیماریاں ہیں اگر تو معاف کر دے تو تجھ سے بڑھ کر اس کے

لائق کون ہے اور اگر تو عذاب دے تو تجھ سے زیادہ عدل کرنے والا کون ہے یا اللہ! میں نے اپنے نفس کی طرف نظر کی تو اس پر ظلم کیا اب اس کے لیے تیری اچھی نظر باقی ہے اگر وہ اس سے سعادت مندی حاصل نہ کر سکے تو اس کے لیے ہلاکت ہے۔

یا اللہ! تو نے میری زندگی میں ہمیشہ مجھ سے اچھا سلوک کیا اب میری موت کے بعد اس حسن سلوک کو منقطع نہ کرنا مجھے اس ذات سے امید ہے جس نے میری زندگی میں مجھ پر احسانات کئے کہ وہ میری موت کے وقت مجھے بخش دے گا۔
یا اللہ! میں اپنی موت کے بعد تیرے حُسن نظر سے کس طرح ناامید ہو جاؤں جب کہ میری زندگی میں تو نے ہمیشہ اچھا سلوک فرمایا، یا اللہ! اگر میرے گناہوں نے مجھے ڈرایا ہے تو مجھے جو تجھ سے محبت ہے اس نے مجھے اطمینان دلایا ہے یا اللہ میرے ساتھ ایسا معاملہ کر جو تیری شان کے لائق ہے اور اس شخص پر اپنا فضل لوٹا دے جسے اس کی جہالت نے دھوکے میں ڈالا ہے الٰہی! اگر تو نے مجھے رسوا کرنا ہوتا تو تو مجھے ہدایت نہ دیتا اور اگر تو نے مجھے ذلیل کرنا ہوتا تو میری پردہ پوشی نہ فرماتا تو نے جس سبب سے مجھے ہدایت عطا فرمائی اس سے مجھے بہرہ ور فرما اور میری پردہ پوشی کے سبب کو دائمی کر دے یا اللہ! میں نے جس حاجت میں عمر کاٹی ہے میں نہیں خیال کرتی کہ تو اسے رد کر دے گا یا اللہ! اگر میں نے گناہ نہ کیا ہوتا تو مجھے تیرے عذاب سے ڈر نہ ہوتا اور اگر مجھے تیرے کرم کی پہچان نہ ہوتی تو میں تیرے ثواب کی امید نہ کرتی۔

حضرت خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم حضرت رحلہ عابدہ کے پاس گئے اور وہ روزے رکھ رکھ کر سیاہ ہو چکی تھیں اور اس قدر روتی تھیں کہ آنکھوں کی بینائی چلی گئی تھی اور نماز پڑھتے پڑھتے وہ چلنے پھرنے سے عاجز ہو گئی تھیں وہ بیٹھ کر نماز پڑھتی تھیں ہم نے انہیں سلام کیا پھر اللہ تعالیٰ کے عفو و درگزر کا کچھ بیان کیا تاکہ ان پر معاملہ آسان ہو جائے انہوں نے یہ بات سن کر ایک چیخ ماری پھر فرمایا مجھے اپنے نفس کا علم ہے اور اس نے میرے دل کو زخمی کر دیا ہے اور جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے اللہ کی قسم میں چاہتی ہوں کہ کاش مجھے اللہ تعالیٰ نے پیدا نہ کیا ہوتا اور میرا ذکر نہ ہوتا پھر وہ نماز کی طرف متوجہ ہو گئیں ــــــ

(اے قاری!) اگر تو اپنے نفس کی حفاظت کرنے والے لوگوں میں سے ہے تو تجھے چاہیئے کہ عبادت میں خوب محنت کرنے والے مردوں اور عورتوں کے حالات کا مطالعہ کیا کر تاکہ تیرا شوق بھی بڑھے اور تیری حرص زیادہ ہو، اپنے زمانے کے لوگوں کو نہ دیکھ کیوں کہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ۔ (۱) — اور اگر تو زمین کے اکثر لوگوں کی اطاعت کرے گا تو وہ تجھے گمراہ کر دیں گے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ انعام آیت ۱۱۶

عبادت میں خوب محنت کرنے والے لوگوں کے واقعات بے شمار ہیں عبرت والوں کے لیے اس قدر کافی ہے جو ہم نے ذکر کیا اور اگر تو اس سے بھی زیادہ حالات معلوم کرنا چاہتا ہے تو "حلیۃ الاولیاء" (کتاب) کا مطالعہ کر یہ کتاب صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد والے لوگوں کے حالات پر مشتمل ہے اس کتاب کے مطالعہ سے تمہیں پتہ چلے گا کہ تم اور تمہارے زمانے کے لوگ اہل دین سے کس قدر دور ہیں۔ پھر اگر تمہارا نفس اپنے زمانے کے لوگوں کی طرف نظر کرنے کا مشورہ دے اور یہ دلیل دے کہ اسی زمانے میں بھلائی ہے کیوں کہ اس میں مددگار زیادہ ہیں علاوہ ازیں اگر زمانے والوں کی مخالفت کرو گے تو لوگ تمہیں مجنون کہیں گے اور تم سے مذاق کریں گے لہٰذا ان کے ساتھ ہر طرح کی موافقت کرو اب تمہیں مصیبت بھی پہنچی تو وہ تمہارے ساتھ شریک ہوں گے اور جب مصیبت میں سب مبتلا ہوں تو اچھی لگتی ہے تو تمہیں نفس کی اس دلیل سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے اور نہ ہی اس کے دام تزویر میں پھنسنا چاہیئے بلکہ تم اس سے کہو کہ بتاؤ اگر کوئی بڑا سیلاب آجائے جو تمام شہر والوں کو غرق کر دے اور وہ حقیقت حال سے بے خبری کی وجہ سے وہاں ہی ٹھہرے رہیں اور بچاؤ کی کوئی تدبیر اختیار نہ کریں جب کہ تم ان سے جدا ہو کر کشتی کے ذریعے ڈوبنے سے بچ سکتے ہو تو کیا تمہارے دل میں یہ خیال آئے گا کہ مصیبت جب سب پر آئے تو خوشی خوشی برداشت ہو جاتی ہے یا تم ان کی موافقت چھوڑ دو گے ان کے احتیاط نہ کرنے کو بیوقوفی سمجھتے ہو اور خود اپنا بچاؤ اختیار کرتے ہو تو جب تم ڈوبنے کے خوف سے ان کی موافقت چھوڑ دیتے ہو حالاں کہ ڈوبنے کا عذاب ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ہوتا تو اس عذاب سے کیوں نہیں بچتے جو دائمی ہوگا اور ہر وقت اس کے مستحق ہوتے جاتے ہو یہ بات صحیح نہیں کہ جب مصیبت عام ہو تو اچھی معلوم ہوتی ہے جہنمیوں کو یہ مہلت کہاں ملے گی کہ وہ عموم و خصوص کی طرف متوجہ ہو سکیں اور کفار بھی اپنے زمانے کے لوگوں کی موافقت کی وجہ سے ہلاک ہوئے جب انہوں نے کہا۔

اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰٓی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ۔ (۱)

بے شک ہم نے اپنے باپ دادے کو ایک طریقے پر پایا اور ہم ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

جب تم اپنے نفس کو جھڑکنے میں مشغول ہو اور اسے مجاہدہ کی تلقین کرو اور وہ تمہاری بات نہ مانے تو تم پر لازم ہے کہ اس کو جھڑکنے سے باز نہ رہو اور اسے بتاتے رہو کہ یہ نافرمانی تیرے حق میں بری ہے ہو سکتا ہے وہ سرکشی سے باز آجائے۔

فصل ۹:

چھٹی نگہداشت —— نفس کو جھڑکنا اور اس پر غصہ کرنا

جان لو کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے پہلو میں ہے اور اسے یوں پیدا کیا گیا کہ وہ برائی کا حکم

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ زخرف آیت ۲۳

دبتا ہے شر کی طرف مائل ہے اور نیکی سے بھاگتا ہے اور تمہیں اس کو پاک اور سیدھا رکھنے کا حکم دیا گیا ہے نیز یہ کہ تم اسے زبردستی کی زنجیروں میں جکڑ کر اس کے رب اور خالق کی عبادت کی طرف لے جاؤ اسے خواہشات اور لذات سے روکو اگر تم اسے کھلی چھٹی دو گے تو وہ سرکش ہو جائے گا اور یوں بھاگ جائے گا کہ پھر تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا اور اگر تم اسے مسلسل جھڑکتے رہو ڈانٹ ڈپٹ اور ملامت کرتے رہو تو یہی نفس، ملامت کرنے والا نفس (نفس لوامہ) بن جائے گا جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے اور اس بات کی امید ہے کہ پھر وہ نفس مطمئنہ بن جائے جس کو پکارا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ سے راضی ہو اور وہ اس سے راضی ہو۔ لہٰذا تم ایک ساعت بھی اپنے نفس کو وعظ و نصیحت کرنے اور عتاب و جھڑک سے غافل نہ رہو اور جب تک اپنے نفس کو نصیحت نہ کر لو دوسروں کو نصیحت کرنے میں مشغول نہ ہو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے ابن مریم! اپنے نفس کو نصیحت کیجئے اگر اس نے نصیحت مان لی تو پھر لوگوں کو نصیحت کرنا ورنہ مجھ سے حیا کرنا ارشاد خداوندی ہے۔

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ۔ اور نصیحت کیجئے بے شک نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔ (۱)

اس کا طریقہ یہ ہے کہ نفس کی طرف متوجہ ہو کر اسے اس کی جہالت اور اس کا غبی ہونا بتاؤ اور یہ کہ وہ ہمیشہ اپنی دانائی اور ہدایت کو زیادہ خیال کرتا ہے اور جب اسے بیوقوف کہا جائے تو بہت برا مناتا ہے پس تم اسے کہو اے نفس! تو کتنا بڑا جاہل ہے جو دانائی اور ہوشیاری کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ تو لوگوں میں سے سب سے زیادہ بے وقوف اور ناسمجھ ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیرے سامنے جنت بھی ہے اور دوزخ بھی اور عنقریب تو ان میں سے ایک میں جائے گا تو تو کیوں خوش ہوتا ہے، ہنستا ہے اور لہو و لعب میں مشغول ہے حالانکہ تو اس بڑے کام کے لیے مطلوب ہے ہو سکتا ہے آج یا کل تجھے موت آ جائے تو میں دیکھتا ہوں کہ تو موت کو دور سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے قریب جانتا ہے کیا تو نہیں جانتا کہ جو چیز یقیناً آنے والی ہو وہ قریب ہی ہوتی ہے اور جو دور ہو وہ آنے والی نہیں ہوتی کیا تو نہیں جانتا کہ موت اچانک آئے گی اور اس سے پہلے کوئی قاصد نہیں آئے گا اور نہ ہی کوئی وعدہ ہوگا اور یہ بات بھی نہیں کہ وہ ایک وقت میں آتی ہے دوسرے وقت میں نہیں گرمی کے موسم میں آتی ہے اور سردیوں میں نہیں یا سردیوں میں آتی ہے اور گرمیوں میں نہیں نہ وہ رات دن میں تمیز کرتی ہے اور نہ بچپن اور جوانی کا امتیاز ہوتا ہے بلکہ ہر نفس کے لیے موت کا اچانک آنا ممکن ہے اور اگر موت اچانک نہ آئے تو بیماری اچانک آتی ہے پھر وہ موت تک پہنچاتی ہے تو تمہیں کیا ہوا کہ موت کی تیاری نہیں کرتے حالاں کہ وہ ہر قریب چیز کی نسبت تمہارے زیادہ قریب ہے کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں غور نہیں کرتے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ الذاریات آیت ۵۵

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ۔ (۱)

لوگوں کے لیے حساب قریب آگیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی مگر وہ اسے کھیل میں مشغول ہو کر سنتے ہیں اور ان کے دل بھی کھیل میں مصروف ہیں۔

اے نفس! اگر گناہ پر تیری جرأت اس عقیدے کی بنیاد پر ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے نہیں دیکھتا تو تیرا کفر کتنا بڑا ہے اور اگر تو جانتا ہے کہ وہ تجھ پر مطلع ہے تو تو کس قدر بے حیا ہے تجھے کیا ہوا اگر تیرا کوئی غلام بلکہ تیرا کوئی بھائی تیرے سامنے ایسا کام کرے جسے تو ناپسند کرتا ہے تو تو اس پر کس قدر غضبناک اور ناراض ہوتا ہے تو کس جسارت کے تحت تو اللہ تعالیٰ کے غضب، ناراضگی اور سخت عتاب کو دعوت دیتا ہے اے نفس! تیرا کیا خیال ہے تو اس کے عذاب کو برداشت کرلے گا ہرگز نہیں اپنے دل سے اس خیال کو دور رکھ اگر تیری اکڑ اس کے سخت عذاب سے تجھے غافل رکھتی ہے تو اپنے نفس کا تجربہ کر ایک ساعت سورج کے دھوپ میں کھڑا ہو یا حمام کے قریب بیٹھ یا اپنی انگلی کو آگ کے قریب کر تجھے اپنی طاقت کا علم ہو جائے گا کیا تو اللہ تعالیٰ کے کرم اور فضل سے دھوکہ کھا رہا ہے اور یہ کہ وہ تیری عبادت سے بے نیاز ہے تو دنیا کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کے کرم پر اعتماد کیوں نہیں کرتا جب دشمن تیرے درپے ہوتا ہے تو اسے دور کرنے کے لیے حیلے کیوں کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کے کرم کے حوالے کیوں نہیں کرتا اور جب تجھے کوئی دنیوی خواہش پیش آتی ہے جو درہم اور دینار کے بغیر پوری نہیں ہوتی تو تجھے کیا ہوا اس وقت تیرا دم کیوں نکلتا ہے تو مختلف طریقوں سے اس کی طلب اور حصول کی کوشش کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے کرم کے حوالے کیوں نہیں کرتا کہ وہ تجھے کوئی خزانہ بتائے یا اپنے کسی بندے کو مسخر کردے اور وہ تیری کسی محنت کے بغیر تیری ضرورت قدموں میں لاکر رکھ دے کیا تیرا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں کریم ہے دنیا میں نہیں ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ بدلتا نہیں ہے اور دنیا و آخرت کا رب ایک ہی ہے اور انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے اس نے کوشش کی۔

اے نفس! تیرا نفاق اور جھوٹے دعوے بڑے عجیب ہیں تو زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتا ہے جب کہ نفاق کا اثر تجھ پر ظاہر ہے کیا تیرے مولا اور سردار نے تجھے نہیں فرمایا۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ (۱)

اور زمین پر چلنے والے ہر جانور کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ انبیاء آیت (۱، ۲، ۳)

(۲) قرآن مجید، سورۂ ہود آیت ۶

اور آخرت کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۔ (۱) اور انسان کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے کمایا۔

تو اللہ تعالیٰ نے دنیوی معاملات کو خاص طور پر اپنے ذمہ لیا ہے اور تجھے اس کی سعی سے الگ رکھا لیکن تو نے اپنے افعال سے اسے جھوٹا قرار دیا کہ تو اس (دنیا) پر مدہوش اور فریفتہ آدمی کی طرح گرتا ہے جب کہ آخرت کا معاملہ تیری محنت کے سپرد کیا ہے اور تو اس سے اس طرح منہ پھیرتا ہے جس طرح مغرور اور حقیر جاننے والا کرتا ہے یہ ایمان کی علامات نہیں ہیں اگر ایمان محض زبانی ہوتا تو منافق جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں کیوں جاتے۔

اے نفس! تجھ پر افسوس ہے تو آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اور تیرا خیال یہ ہے کہ جب مر جائے گا تو تجھے رہائی مل جائے گی اور تیری جان چھوٹ جائے گی ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

اے نفس! تیرا خیال ہے کہ تجھے بیکار چھوڑا جائے گا، کیا تو مادہ منویہ نہ تھا پھر جما ہوا خون بنا تو اس نے تجھے ٹھیک ٹھیک بنایا تو کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو (دوبارہ) زندہ کرے۔

اگر تیرا یہی عقیدہ ہے تو تجھ سے بڑھ کر کافر اور جاہل کون ہے؟ کیا تو غور و فکر نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے کس چیز سے بنایا تجھے نطفے سے بنا کر تجھے مناسب طریقے پر ٹھیک کیا پھر تیرے لیے راستے کو آسان کیا پھر تجھے موت دے کر قبر میں پہنچائے گا کیا تو اس کے اس قول کو جھٹلاتا ہے کہ پھر جب وہ چاہے گا تو تجھے اٹھائے گا۔

اے نفس اگر تو اسے جھٹلاتا نہیں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ پرہیز نہیں کرتا اگر کوئی یہودی تجھے اس کھانے کے بارے میں جو تیرے لیے زیادہ لذیذ ہے یہ کہے کہ یہ تیری بیماری کے لیے نقصان دہ ہے تو تو اس سے صبر کر لیتا ہے اور اسے چھوڑ دیتا ہے اور اپنے نفس کو مشقت میں ڈال دیتا ہے کیا انبیاء کرام جن کو معجزات سے تائید حاصل ہے ان کا قول اور اللہ تعالیٰ کا اپنی کتب میں ارشاد، تیرے نزدیک یہودی کے قول سے کم تاثیر رکھتا ہے جو اندازے اور گمان سے بات کرتا ہے اور اس کی عقل ناقص اور علم میں کمی ہے۔

تعجب کی بات ہے اگر کوئی بچہ تمہیں کہہ دے کہ تمہارے کپڑوں میں بچھو ہے تو تم اس کپڑوں کو اتار پھینکتے ہو اور کسی دلیل و برہان کا مطالبہ نہیں کرتے تو کیا انبیاء کرام، علماء عظام، حکماء اور اولیاء کرام کا قول تمہارے نزدیک اس بچے کی بات سے کم وقعت رکھتا ہے حالانکہ وہ بچہ نادان ہے یا جہنم کی گرمی، اس کے طوق، عذاب گرز، تھوہر، پیپ، گرم ہوا، سانپ اور بچھو تمہارے نزدیک اس دنیا کے بچھو کے مقابلے میں معمولی ہیں جس کی تکلیف ایک دن یا اس سے بھی کم ہوتی ہے۔

یہ عقل مند لوگوں کے طور طریقے نہیں ہیں بلکہ اگر جانوروں پر تمہاری حالت ظاہر ہو تو وہ تجھ پر ہنسیں اور تیری عقل کا مذاق اڑائیں ——— اے نفس! اگر تجھے ان تمام باتوں کی پہچان ہے اور تو ایمان بھی رکھتا ہے تو پھر عمل میں کوتاہی کیوں

کرتا ہے جب کہ موت تیرے انتظار میں ہے ہوسکتا ہے وہ کسی مہلت کے بغیر تجھے اچانک اٹھالے تو موت کے جلدی آنے سے کس طرح بے خوف ہے۔

اگر تجھے سو سال کی مہلت مل بھی جائے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ جو شخص گھاٹی کے دامن میں جانور کو چارہ دیتا ہے وہ راستہ کاٹے بغیر اسی طرح سفر طے کرے گا؛ اگر تیرا یہ خیال ہے تو تُو بہت بڑا جاہل ہے۔

تمہارا کیا خیال ہے اگر ایک شخص اس لئے سفر کرتا ہے کہ وہ فقہ سیکھے اب وہ دوسرے ملک میں کئی سال بیکار رہتا ہے اور اپنے نفس سے وعدہ کرتا ہے جب وہ گھر کی طرف لوٹنے والا ہوگا تو اس (آخری) سال فقہ سیکھے گا تو تجھے اس شخص کی عقل پر ہنسی نہیں آئے گی کہ وہ تھوڑی سی مدت میں فقہ حاصل کرنے کی طمع رکھتا ہے یا اس کا خیال ہے کہ وہ فقہ سیکھے بغیر محض اللہ تعالیٰ کے کرم سے فقہاء کرام کا منصب پائے گا۔ پھر یہ کہ آخری عمر کی کوشش نفع دے گی اور وہ بلند درجات پائے گا حالاں کہ ہوسکتا ہے آج کا دن تیری زندگی کا آخری دن ہو تو اب اس میں کیوں مشغول نہیں ہوتا اگر تجھے مہلت کا پروانہ مل بھی گیا ہو تو جلدی کرنے میں کیا رکاوٹ ہے اور لیت ولعل سے کام لینے میں کیا حکمت ہے یہی بات ہے کہ تو اپنی خواہشات کی مخالفت سے عاجز ہے کیوں کہ اس میں تھکاوٹ اور مشقت ہے کیا تو اس دن کا منتظر ہے جب خواہشات کی مخالفت مشکل نہ ہو اللہ تعالیٰ نے ایسا دن پیدا نہیں فرمایا اور نہ ہی پیدا کرے گا۔ اور جنت اسی صورت میں حاصل ہوتی ہے جب آدمی مشکل باتوں کو اپنائے اور یہ مشکل امور نفس پر کبھی بھی آسان معلوم نہیں ہوتے اس کا وجود محال ہے۔

کیا تم غور نہیں کرتے کہ تم کب سے اپنے نفس سے وعدہ کر رہے ہو کہ کل عمل کروں گا کل عمل کروں گا اور وہ کل آج میں بدل گیا تو تم اس کو کس طرح پاسکتے ہو کیا تم نہیں جانتے کہ جو کل آیا اور چلا گیا وہ کل گذشتہ کے حکم میں ہوگیا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تم آج عمل کرنے سے عاجز ہو تو کل زیادہ عاجز ہوگے کیوں کہ خواہش اس درخت کی طرح ہے جو زمین میں پختہ ہوچکا ہے اور بندہ اس کو اکھاڑنے سے عاجز ہے جب وہ کمزوری کی وجہ سے اسے اکھاڑ نہیں سکتا اور اسے مؤخر کردیتا ہے تو وہ اس آدمی کی طرح ہوجاتا ہے کہ جو درخت کو اکھاڑنے سے جوانی میں عاجز ہو اور اسے دوسرے سال تک مؤخر کردے حالاں کہ وہ جانتا ہے کہ جوں جوں وقت گزرے گا درخت زیادہ مضبوط اور پکا ہوجائے گا اور اکھاڑنے والا زیادہ کمزور ہوجائے گا تو جو شخص جوانی میں اس پر قادر نہیں ہوتا وہ بڑھاپے میں اسے نہیں اکھاڑ سکتا بلکہ بڑھاپے کی محنت ایک تھکاوٹ ہی ہے اور بھیڑیئے کو تہذیب سکھانا تکلف دینا ہے تو لکڑی ٹیڑھی ہوسکتی ہے جب خشک ہوجائے اور زیادہ وقت گزر جائے تو اب اس بات کو قبول نہیں کرتی۔

اے نفس! جب تو ان واضح باتوں کو قبول نہیں کرتا اور ٹال مٹول کی طرف مائل رہے تو پھر اپنے آپ کو عاقل کیوں کہتا ہے اس حماقت سے بڑھ کر کونسی حماقت ہوسکتی ہے۔

شاید تم یہ کہو کہ مجھے استقامت سے خواہشات کی لذت پر حرص اور مشقتوں اور تکالیف پر کم صبر کی وجہ سے رکاوٹ ہے تو تو کس قدر غبی ہے اور تیرا عذر کتنا برا ہے اگر تو اس بات میں سچا ہے تو ایسی خواہشات کے ساتھ حصول نعمت کی طلب کر جو دائمی خرابیوں سے پاک اور صاف ہے اور اس سلسلے میں تمہارا مقصود جنت ہی ہونا چاہیے اگر تو اپنی خواہشات کو دیکھتا ہے تو ان کی مخالفت کی طرف بھی نظر کر بعض اوقات ایک لقمے کے باعث بہت سے لقموں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔

اس بیمار کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس کو ڈاکٹر نے تین دن ٹھنڈا پانی پینے سے منع کیا تاکہ وہ صحت مند ہو جائے اور پھر عمر بھر پی سکے اور اس نے اسے بتا دیا کہ اگر وہ ٹھنڈا پانی پیئے گا تو وہ ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے گا جو دیر تک رہے گی اور وہ زندگی بھر یہ پانی نہیں پی سکے گا تو خواہش کو پورا کرنے میں عقل کا تقاضا کیا ہو گا کیا وہ تین دن صبر کرکے عمر بھر اس سے نفع اندوز ہو یا وہ تین دن صبر نہ کرنے کے خوف سے اسی وقت پی لے حتیٰ کہ وہ تین سو اور تین ہزار دن یہ تکلیف برداشت کرے۔

ابدی زندگی جس میں اہل جنت کو نعمتیں حاصل ہوں گی اور جہنمی عذاب میں مبتلا ہوں گے، کے مقابلے میں تمہاری تمام عمر کو جو نسبت حاصل ہے وہ ان تین دنوں سے بھی کم ہیں جو تمہاری عمر کے مقابلے میں ہیں اگرچہ تمہاری عمر کتنی طویل کیوں نہ ہو۔

کاش کوئی بتا دے کہ خواہشات سے پرہیز کی تکلیف زیادہ ہے اور اس کی مدت طویل ہے یا جہنم میں جانے کی تکلیف زیادہ ہے تو جو شخص دنیا میں مجاہدے کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی تکلیف کیسے برداشت کرے گا۔

تم جو اپنے نفس پر شفقت میں سستی کرتے ہو تو اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں یا تو وہ خفیہ کفر ہے یا ظاہر بیوقوفی ———

جہاں تک پوشیدہ کفر کا تعلق ہے تو وہ یوم حساب پر ایمان میں کمزوری اور ثواب و عذاب کی عظمت کی پہچان کا نہ ہونا ہے۔

اور واضح بیوقوفی یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے کرم اور عفو و درگزر پر اعتماد کرتے ہو لیکن اس کے راستے میں تکلیف برداشت کرنے، عذاب دینے میں مہلت اور اس کی عبادت سے بے نیاز ہونے کی طرف توجہ نہیں کرتے ہو اس کے ساتھ ساتھ تم روٹی کے ایک لقمے یا مال کے ایک دانے یا ایک بات جو مخلوق سے سنتے ہو، کے سلسلے میں اس پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اپنی غرض تک پہنچنے کے لیے تمام حیلے اور اسباب استعمال کرتے ہو۔

اور ان حیلوں اور اسباب کی وجہ سے تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حماقت کا لقب ملتا ہے آپ نے فرمایا۔

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْاَحْمَقُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللهِ الْاَمَانِيَّ۔ (۱)	سمجھدار شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرتا ہے جبکہ بیوقوف وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لے جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے آرزوؤں کی تمنا کرتا ہے۔

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۲۴ مرویات شداد بن اوس

اے نفس! تجھے دنیا کی زندگی سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوئی دھوکہ ہونا چاہیے تو اپنی فکر کر دوسروں کا معاملہ تیرے لیے اہم نہیں ہے زندگی کو ضائع نہ کر سانس معدود ہیں جب ایک سانس چلا جاتا ہے تو تجھ سے کچھ کم ہی ہوتا ہے بیماری سے پہلے صحت کو، مصروفیت سے پہلے فراغت کو، محتاجی سے پہلے مال داری کو، بڑھاپے سے پہلے جوانی کو اور موت سے پہلے زندگی کو غنیمت جان۔

جس قدر تو آخرت میں رہے گا اس کے مطابق تیاری کر۔ اے نفس! کیا تو سردیوں کے لیے اس مدت کے مطابق تیاری نہیں کرتا اس مدت کے لیے رزق، لباس، لکڑیاں اور باقی تمام سامان اکٹھا کرتا ہے اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ نہیں کرتا کہ وہ کسی جبے، اون اور لکڑی کے بغیر تجھ سے سردی کی تکلیف دور کر دے حالانکہ وہ اس پر قادر ہے۔

اے نفس! کیا تیرا خیال یہ ہے کہ جہنم کے زمہریر (جہنم کے ٹھنڈے طبقے) میں سردی کم ہوگی اور موسم سرما کے مقابلے میں اس کا وقت بھی تھوڑا ہوگا۔

یا تمہارا خیال یہ ہے کہ اس کی شدت اس سے کم ہوگی ہرگز نہیں ایسا نہیں ہوگا اور نہ ہی شدت اور سردی کے اعتبار سے ان کے درمیان کوئی مناسبت ہے کیا تمہارا خیال ہے کہ بندہ کسی محنت کے بغیر اس سے نجات پالے گا ہرگز نہیں مثلاً سردیوں کے موسم کی شدت جیسے، آگ اور دیگر اسباب کے بغیر دور نہیں ہوگی اسی طرح جہنم کی گرمی اور ٹھنڈک سے بچنے کے لیے توحید کے قلعے اور عبادات کی خندق کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے تمہیں قلعہ بند ہونے کا طریقہ سکھا دیا اور اس کے اسباب کو آسان کر دیا یہ نہیں کہ وہ قلعے کے بغیر تجھ سے عذاب کو دور کر دے جیسے اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے آگ کو پیدا کیا اور اس کے ذریعے سردی کی ٹھنڈک کو دور کر دیا اور تجھے لوہے اور پتھر کے درمیان سے آگ نکالنے کا طریقہ بتایا یہاں تک کہ تو اپنے آپ سے سردیوں کی ٹھنڈک کو دور کرتا ہے اور جس طرح جبہ اور لکڑیاں وغیرہ خریدنے سے تیرا خالق و مالک بے نیاز ہے بلکہ تو یہ چیزیں اپنے لیے خریدتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو تیرے آرام کے لیے پیدا کیا ہے تو اسی طرح عبادات اور مجاہدات سے بھی اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے وہ تو صرف تیرے لیے نجات کا راستہ ہے پس جو شخص نیکی کرے گا تو اپنے لیے کرے گا اور جو برائی کرے گا تو اس کا نقصان بھی خود اسے برداشت کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

اے نفس! جہالت سے باہر نکل اور آخرت کو دنیا پر قیاس کر تم سب پیدائش اور قیامت کے دن اٹھنے میں ایک نفس کی طرح ہو اور جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اسی طرح دوبارہ لوٹائیں گے اور جس طرح اس نے تمہیں پیدا کیا اسی طرح تم لوٹو گے اور اللہ تعالیٰ کی سنت میں کوئی تبدیلی یا اس کا پھر جانا نہیں پاؤ گے۔

اے نفس! میں دیکھتا ہوں کہ تو دنیا سے محبت کرتا ہے اور اسی سے مانوس ہے اس سے جدائی تجھ پر شاق گزرتی ہے اور تو اس کے قریب ہو رہا ہے تو اپنے اندر اس کی محبت کو پکا کر رہا ہے جان لے کہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور ثواب سے غافل ہے اسی طرح قیامت کی ہولناکیوں اور احوال سے بھی بے خبر ہے اور تو موت پر ایمان نہیں رکھتا جو تجھے تیری محبوب چیزوں سے جدا کر دے گی بتاؤ اگر کوئی شخص بادشاہ کے گھر میں داخل ہو کر وہ دوسری طرف سے نکل جائے گا اور وہ وہاں کسی خوبصورت چہرے پر یہ سوچ کر نظر ڈالے کہ اس کا دل مکمل اسی کی طرف متوجہ ہو جائے گا تو کیا یہ شخص عقل مند لوگوں میں شمار ہوگا یا بیوقوفوں میں ؟ ۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ دنیا بادشاہوں کے بادشاہ کا گھر ہے اور تمہیں تو صرف اس سے گزرنے کی اجازت ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ گزرنے والوں کو مرنے کے بعد ملے گا ۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔

إِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِي رُوْعِيْ أَحْبِبْ مَنْ أَحْبَبْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ وَاعْمَلْ مَاشِئْتَ فَإِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهِ وَعِشْ مَاشِئْتَ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ ۔ (۱)

بے شک حضرت جبریل علیہ السلام نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ جس سے محبت کرنا چاہتے ہیں کریں وہ آپ سے جدا ہونے والی چیز ہے اور جو عمل چاہیں کریں اس کا بدلہ دیا جائے گا اور جب تک چاہیں زندہ رہیں بالآخر دنیا سے جانا ہے ۔

اے نفس تجھے معلوم نہیں کہ جو شخص دنیوی لذتوں کی طرف متوجہ ہوتا اور ان سے مانوس ہوتا ہے حالانکہ موت اس کے پیچھے ہے تو انہیں چھوڑتے وقت اسے بہت زیادہ حسرت ہوتی ہے اور وہ غیر شعوری طور پر ہلاک کرنے والی زہر کو اپنا توشہ بناتا ہے ۔

یا تو ان لوگوں کو نہیں دیکھتا جو پہلے گزر گئے انہوں نے بلند و بالا مکانات بنائے پھر ان کو چھوڑ کر چلے گئے اور اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کی زمین اور مکانات کا وارث ان کے دشمنوں کو بنایا کیا تو ان کو نہیں دیکھتا کہ کس طرح وہ ان چیزوں کو جمع کرتے ہیں جن کو کھاتے نہیں اور ایسی عمارتیں بناتے ہیں جن میں رہائش پذیر نہیں ہوتے اور ایسی چیزوں کی امید رکھتے ہیں جن کو حاصل نہیں کر سکتے ۔

ہر شخص ایک بلند محل بناتا ہے جو آسمان کی طرف جاتا ہے جب کہ اس کا ٹھکانہ زمین میں کھودی ہوئی قبر ہے کیا دنیا میں کوئی شخص اس سے بڑا بیوقوف ہے ؟ ایک شخص اپنی دنیا تعمیر کرتا ہے حالانکہ وہ یقیناً اس سے کوچ کرنے والا ہے اور اپنی آخرت کو خراب کرتا ہے حالانکہ قطعی طور پر اس نے اس کی طرف جانا ہے اے نفس ! کیا تجھے ایسے بیوقوفوں کی بیوقوفی پر

---

(۱) العلل المتناہیہ جلد ۲ ص ۸۰۴ حدیث ۱۳۸۱

ان کی مدد کرتے ہوئے حیا نہیں آتا۔

فرض کرو کہ تم بصیرت نہیں رکھتے کہ ان باتوں کی طرف راہنمائی حاصل کرو لیکن تم فطری طور پر کسی طرف مائل ہونا اور کسی کی مشابہت چاہتے ہو تو انبیاء کرام، علماء عظام اور عقلمند لوگوں کی عقل اور ان لوگوں کے عقل جو دنیا پر اوندھے گرے ہوئے ہیں، کے درمیان مقابلہ کرو اور تمہارے نزدیک جو زیادہ عقل مند ہوں اس کے پیچھے چلو اگر تم عقل اور سمجھداری کی اقتدا اور اتباع کرنا چاہتے ہو۔

اے نفس! تیرا معاملہ کتنا عجیب اور تیری جہالت کتنی سخت ہے تیری سرکشی کس قدر ظاہر ہے تو کس طرح ان واضح اور روشن باتوں سے اندھا ہو چکا ہے اے نفس! شاید تجھے جاہ و مرتبہ کی چاہت نے نشے میں ڈال دیا ہے اور تو اس بات کو سمجھنے سے مدہوش ہو چکا ہے یا تو اس بات کو نہیں سمجھتا کہ جاہ و مرتبہ صرف اس بات کا نام ہے کہ بعض لوگوں کے دل تیری طرف مائل ہوں تو تم فرض کر لو کہ زمین پر جو لوگ بھی ہیں وہ تمہیں سجدہ کرتے اور تیری اطاعت کرتے ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ پچاس سال بعد نہ تو زمین پر رہے گا اور نہ وہ جنہوں نے تجھے سجدہ کیا اور تیری پوجا کی اور عنقریب ایک وقت آئے گا کہ نہ تیرا ذکر باقی رہے گا اور نہ تیرا ذکر کرنے والوں کی یاد باقی رہے گی جس طرح تجھ سے پہلے بادشاہوں کے ساتھ ہوا۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَهَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا۔ (۱)	کیا تو ان میں سے کسی ایک کا احساس کرتا ہے یا ان کی آہٹ سنتا ہے۔

تو پھر تو اے نفس! کس طرح ہمیشہ رہنے والی چیز کے بدلے میں بیچتا ہے جو پچاس سال سے زیادہ نہیں رہے گی اگر باقی رہے بھی تو؟

اور یہ بھی اس صورت میں ہے جب تو زمین کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہو اور مشرق و مغرب تیری اطاعت کریں حتی کہ گردنیں تیرے سامنے جھک جائیں اور تمام اسباب تیرے لیے منظم ہو جائیں اور جس صورت میں اپنے محلے کا بلکہ اپنے گھر کا معاملہ بھی تیرے قبضے میں نہ ہو اور تیری نحوست و بدبختی کے باعث ایسا ہو تو اس صورت میں آخرت کو چھوڑنا کس قدر غلطی اور بیوقوفی ہے۔

اے نفس! اگر تو اپنی جہالت کی وجہ سے آخرت میں رغبت کی خاطر دنیا کو نہیں چھوڑتا اور تو بصیرت کے اعتبار سے اندھا ہو چکا ہے تو یہی سوچ کر اسے چھوڑ دے کہ دنیا کے شرکاء خسیس ہیں اور اس میں مشقت زیادہ ہے نیز یہ جلد فنا ہونے والی ہے جب دنیا کی کثرت نے تجھے چھوڑ دیا تو اس کے قلیل کو تو کیوں نہیں چھوڑتا اگر دنیا تیرے موافق ہو تو خوش کیوں

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ مریم آیت ۹۸

ہوتا ہے تمہارا شہر یہودیوں اور مجوسیوں کی ایسی جماعت سے خالی نہیں ہے جو دنیوی مال کے ذریعے تجھ سے آگے بڑھے ہوئے ہیں اور ان کے پاس دنیوی نعمتیں اور زینت تیرے مقابلے میں زیادہ ہے تو دنیا پر تف ہے کہ اس کے ذریعے یہ خسیس لوگ بھی تجھ سے سبقت لے گئے تو کس قدر جاہل ہے تیری قیمت کس قدر ہلکی ہے اور تیری رائے کس قدر گری ہوئی ہے کہ تو انبیاء کرام اور صدیقین کی جماعت میں ہونا نہیں چاہتا جو اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں اور تمام جہانوں کے رب کی ہمسائیگی میں ہمیشہ ہمیشہ رہتے ہیں تو ان لوگوں سے منہ موڑ کر بیوقوف جاہل لوگوں کی جوتیوں میں بیٹھنا چاہتا ہے حالانکہ یہ بھی چند دن کی بات ہے تو تجھ پر افسوس ہے کہ تیری دنیا اور دین دونوں برباد ہو گئے۔

اے نفس! اب تو جلدی کر کیوں کہ موت سر پر آپہنچی ہے اور ڈرانے والا آموجود ہوا ہے تیرے مرنے کے بعد تیری طرف سے کون نماز پڑھے گا؟ تیرے انتقال کے بعد تیری طرف سے کون روزہ رکھے گا؟ اور تیرے مرنے کے بعد تیری طرف سے کون اللہ تعالیٰ کو راضی کرے گا۔

اے نفس! تیری پونجی صرف چند دن ہیں اگر ان میں تجارت کرے اکثر دنوں کو تو نے ضائع کر دیا اگر تو اس ضائع ہونے والے پر زندگی بھر روتا رہے تب بھی تیرے نفس کے حق میں تھوڑا ہے تو اب باقی کو ضائع کرنے اور پرانی عادت کو اپنائے رکھنے کی صورت میں کیا حال ہوگا؟

اے نفس! کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ موت کا تجھ سے وعدہ کیا گیا ہے قبر تیرا گھر اور مٹی تیرا بچھونا ہے کیڑے تیرے ساتھی ہیں اور بہت بڑا خوف سامنے ہے۔

اے نفس! کیا تجھے معلوم نہیں کہ مردوں کا لشکر شہر کے دروازے پر تیرا منتظر ہے ان سب نے پکی قسم کھائی ہے کہ وہ تجھے ساتھ لیے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے۔ اے نفس! کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ صرف ایک دن دنیا میں واپس آنا چاہتے ہیں تاکہ گذشتہ کوتاہی کا تدارک کرسکیں اور تجھے یہ بات حاصل ہے تیری زندگی کا ایک دن اگر تمام دنیا کے بدلے میں بیچا جائے تو وہ اسے ضرور خریدیں گے اگر اس پر قادر ہوں۔ اور تو غفلت اور بے کاری میں اپنے دنوں کو ضائع کر رہا ہے اے نفس! تجھ پر افسوس ہے کیا تجھے حیا نہیں آتی تو لوگوں کے لیے اپنے ظاہر کو مزین کرتا ہے اور باطنی طور پر بڑے بڑے گناہوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے لڑتا ہے پھر یہ کہ تو مخلوق سے حیا کرتا ہے لیکن خالق سے حیا نہیں کرتا۔

اے کمبخت! کیا وہ تجھے دیکھنے والوں میں سے سب سے ہلکا معلوم ہوتا ہے تو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور خود گھٹیا کاموں میں ملوث ہے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور خود اس سے بھاگتا ہے اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہے لیکن خود اسے بھول جاتا ہے۔ جب تو خود پاک نہیں ہے تو دوسروں کی پاکیزگی کی طمع کیوں کرتا ہے۔

اے نفس! اگر تجھے اپنی صحیح پہچان ہو جائے تو تو یہی گمان کرے کہ لوگوں کو جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تیری نحوست ہے

اے نفس! تو نے اپنے آپ کو شیطان کا گدھا بنا لیا ہے وہ جہاں چاہتا ہے تجھے لے جاتا ہے اور تیرا مذاق اڑاتا ہے اس کے باوجود تو اپنے عمل پر خوش ہوتا ہے۔

اور اس میں وہ آفات ہیں کہ تو ان سے بچ جائے تو یہ بھی نفع ہے اور تو اپنے اعمال پر کیسے خوش ہوتا ہے حالاں کہ تیری خطائیں اور لغزشیں بہت زیادہ ہیں اللہ تعالیٰ نے شیطان کی ایک خطا کی وجہ سے اس پر لعنت بھیجی ہے اور وہ اس سے پہلے دو لاکھ سال اس کی عبادت کر چکا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو ایک خطا کی وجہ سے جنت سے باہر آنا پڑا حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور منتخب تھے اے نفس! تو کس قدر غدار، بے حیا، جاہل اور گناہوں پر جرأت کرنے والا ہے کمبخت تو معاہدہ کر کے اسے توڑ دیتا ہے اور وعدہ کر کے دھوکہ دیتا ہے۔

اے کمبخت نفس! تو ان خطاؤں کے باوجود اپنی دنیا بسانے پر لگا ہوا ہے گویا کہ تو یہاں سے کوچ نہیں کرے گا کیا تو قبرستان والوں کو نہیں دیکھتا کہ وہ کیسے تھے! انہوں نے بہت سامان جمع کیا، مضبوط محل بنائے اور بہت دور کی امید رکھی لیکن ان کا جمع شدہ مال تباہ و برباد ہو گیا مکانات قبروں میں بدل گئے اور ان کی امیدیں دھوکے میں بدل گئیں۔

اسے نفس! تجھے کیا ہو گیا ہے کیا تو عبرت حاصل نہیں کرتا ان کے حالات کو دیکھتا نہیں کیا تیرا خیال یہ ہے کہ ان کو آخرت کی طرف بلایا گیا ہے اور تو ہمیشہ یہیں رہے گا۔ ہرگز ایسا نہیں ہو گا تیرا وہم نہایت بیہودہ اور برا ہے تو صرف اپنی عمر ضائع کر رہا ہے اور تیری پیدائش سے اب تک یہ سلسلہ جاری ہے تو زمین پر اپنے لیے عمارت بناتا ہے لیکن تھوڑی ہی مدت بعد زمین کے اندر تیری قبر ہو گی کیا تجھے اس بات کا ڈر نہیں کہ جب جان گلے میں آ کر رک جائے گی اور تیرے رب کے رسول (فرشتے) تیرے پاس آئیں گے ان کے رنگ سیاہ اور چہرے تیوری چڑھے ہوں گے وہ تجھے عذاب کی خبر دیں گے۔ کیا اس وقت تجھے ندامت فائدہ دے گی یا تجھ سے غم قبول کیا جائے گا یا تیرے رونے پر ترس کھایا جائے گا۔

اے نفس! بہت تعجب کی بات ہے تو ان سب باتوں کے باوجود بصیرت اور دانائی کا دعویٰ کرتا ہے تیری دانائی تو یہ ہے کہ تو ہر دن مال کے زیادہ ہونے پر خوش ہوتا ہے لیکن عمر کے کم ہونے پر غمگین نہیں ہوتا حالاں کہ مال کی زیادتی کیا فائدہ دے گی جب کہ عمر کم ہو رہی ہو۔

اے نفس! تو آخرت سے منہ پھیرتا ہے حالاں کہ وہ تیری طرف بڑھ رہی ہے اور تو دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے حالاں کہ وہ تجھ سے منہ پھیرتی ہے اور کتنے ہی لوگ ہیں جنہوں نے کل پر کام رکھا تو پورا نہ ہوا اور ان کی کتنی آرزوئیں پوری نہ ہوئیں۔ تو اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں اور پڑوسیوں میں اس بات کو دیکھتا ہے۔ اے نفس! تو دیکھتا ہے کہ ان کو اس بات پر افسوس ہوتا ہے لیکن تو پھر بھی اپنی جہالت سے باز نہیں آتا اے مسکین نفس! اس دن سے بچ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے کہ وہ اس بندے کو ہرگز نہیں چھوڑے گا جس کو دنیا میں کسی کام کے کرنے کا حکم

دیا اور کسی کام سے روکا حتیٰ کہ اس سے اس کے عمل کے بارے میں سوال ہوگا وہ عمل چھوٹا ہو یا بڑا ظاہر ہو یا پوشیدہ ، تو اے نفس ! دیکھ کس بدن کے ساتھ تو اس کے سامنے کھڑا ہوگا اور کس زبان کے ساتھ جواب دے گا نیز سوال کا جواب تیار کر اور جواب بھی صحیح ہو زندگی کے باقی دنوں میں جو چھوٹے چھوٹے ہیں بڑے دنوں کے لیے عمل کر ، ختم ہونے والے گھر میں باقی رہنے والے گھر کے لیے ، غم اور تھکاوٹ والے گھر میں نعمتوں اور ہمیشہ رہنے والے گھر کے لیے عمل کر اس سے پہلے کہ تو عمل نہ کر سکے اب عمل کر لے دنیا سے خود اپنے اختیار کے ساتھ آزاد لوگوں کی طرح نکل جا اس سے پہلے کہ تو مجبور ہو کر نکلے دنیوی تر و تازگی اگر تیری مددگار ہے تو اس پر خوش نہ ہو کیوں کہ اکثر خوش ہونے والا نقصان اٹھاتا ہے اور بہت سے نقصان اٹھانے والوں کو شعور نہیں ہوتا اس شخص کے لیے خرابی ہے جو خرابی میں مبتلا ہے لیکن اسے شعور نہیں وہ ہنستا اور خوش ہوتا ہے کھیل کود میں مبتلا ہے اور مذاق کرتا ہے ، کھاتا اور پیتا ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے کہ وہ اہل جہنم سے ہے ۔

اے نفس ! تو دنیا کو عبرت کی نگاہ سے دیکھ اور اس کے لیے مجبوروں کی طرح کوشش کر اسے اپنے اختیار سے چھوڑ اور آخرت کی طلب میں سبقت کر ان لوگوں میں سے نہ ہو جا جو اس چیز کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہیں جو ان کو دی گئی اور باقی عمر میں زیادتی کے خواہاں ہیں وہ لوگوں کو منع کرتے ہیں اور خود باز نہیں آتے اے نفس ! جان لے دین کا کوئی عوض اور ایمان کا کوئی بدل نہیں اور نہ ہی جسم کا کوئی نائب ہے جس شخص کی سواری دن اور رات ہوں تو وہ اسے لے چلتے ہیں اگرچہ وہ نہ چلے ۔

اے نفس ! اس نصیحت کو قبول کر اور اس سے فائدہ حاصل کر کیوں کہ جو شخص اس نصیحت سے منہ پھیرتا ہے وہ جہنم پر راضی ہوتا ہے اور میں تجھے اس پر راضی نہیں دیکھتا اور نہ یہ کہ تو اس نصیحت پر کان نہ دھرے ۔ اگر دل کی سختی تجھے اس وعظ کی قبولیت سے روکتی ہے تو دائمی تہجد اور شب بیداری کے ذریعے اس پر مدد طلب کر اگر یہ نہ ہو سکے تو مسلسل روزے رکھ اگر اس سے بھی ختم نہ ہو تو لوگوں سے میل جول اور گفتگو کم کر دے اگر اس سے بھی نہ جائے تو رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور یتیموں پر نرمی اختیار کر اور اگر اس سے بھی زائل نہ ہو تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل پر مہر اور تالا لگا دیا ہے اور گناہوں کی تاریکی دل کے ظاہر اور باطن پر خوب چھا گئی ہے ۔

اب اپنے نفس کو دوزخی جان اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو اس کے لائق لوگوں کو بھی پیدا فرمایا اور جہنم کو پیدا کیا تو اس کے مناسب لوگ بھی پیدا کیے تو جس کو جس جگہ کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے لیے آسان کر دی گئی ہے ۔

اگر اب تیرے اندر وعظ و نصیحت کی گنجائش نہ رہے تو اپنے آپ سے ناامید ہو جا اور ناامیدی بہت بڑا گناہ ہے ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں اب تیرے لیے نہ تو ناامیدی کا راستہ ہے اور نہ ہی امید کا ، بلکہ بھلائی کے تمام راستے

تجھ پر بند ہو چکے ہیں اور یہ دھوکہ ہے امید نہیں۔

اب تو دیکھ کہ کیا تجھے اس مصیبت پر دکھ ہوتا ہے جس میں تو مبتلا ہے اور کیا اپنے نفس پر رحم کھاتے ہوئے تیری آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں اگر آنسو بہتے ہیں تو ان کا منبع بحر رحمت ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابھی تجھ میں امید کی جگہ باقی ہے لہٰذا رونا دھونا اپنا وطیرہ بنالے اور سب سے زیادہ رحم کرنے والی ذات سے مدد مانگ سب سے زیادہ کریم کی بارگاہ میں شکایت کر اس سے مسلسل مدد مانگ اور اس شکایت کی طوالت سے تھک نہ جانا۔

شاید وہ تیرے ضعف پر رحم فرمائے اور تیری فریاد کو پہنچے کیوں کہ تیری مصیبت بہت بڑی ہے اور تیری آزمائش سخت ہوگئی ہے نافرمانی بڑھ گئی ہے اور کوئی حیلہ باقی نہیں رہا اور بیماریاں تیرے پاس سکون پاتی ہیں اب نہ کوئی مقام طلب ہے نہ مدد کی جگہ نہ راہ فرار ہے اور نہ کوئی ٹھکانہ صرف اپنے مولیٰ کے ہاں پناہ لے سکتا ہے لہٰذا آہ و زاری کے ساتھ اس کے حضور حاضر ہو جا اور اپنی جہالت اور گناہوں کی کثرت کی مقدار خشوع و خضوع کا مظاہرہ کرتے ہوئے تضرع اور گڑگڑانے کی راہ اختیار کر کیوں کہ وہ عاجزی کرنے اور گڑگڑانے والے پر رحم کرتا ہے اور مجبور طالب کی مدد فرماتا اور اس کی دعا کو قبول کرتا ہے آج تو اس کی طرف مجبور اور اس کی رحمت کا محتاج ہے تجھ پر راستے تنگ اور بند ہو گئے ہیں تمام اسباب منقطع ہو چکے ہیں اور نصیحت نے تجھ پر کوئی اثر نہیں کیا اور نہ ہی جھڑک نے تیرے اندر توڑ پھوڑ کی تو جس سے طلب کرتا ہے وہ کریم ہے جس سے مانگتا ہے وہ جود و سخا کا منبع ہے جس سے مدد طلب کی جا رہی ہے وہ رؤف و رحیم ہے لہٰذا اس کی رحمت کشادہ، کرم فیض سے بھرپور اور عفو و درگزر عام ہے تم یوں کہو۔

"اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے اے رحمٰن، اے رحیم، اے حلیم اے عظیم، اے کریم! میں بار بار گناہ کا مرتکب ہوا میں نے بہت زیادہ جرأت کی میں نے دیر تک گناہ کئے اور مجھے حیا نہ آئی یہ گڑگڑانے والے مسکین، مفلس فقیر کمزور حقیر اور ہلاک ہونے والے ڈوبنے والے کا مقام ہے۔

میری مدد میں جلدی فرما اور میری پریشانی کو دور کر دے مجھے اپنی رحمت کے آثار دکھا دے اور اپنے عفو و مغفرت کی ٹھنڈک کا مزا چکھا دے مجھے گناہوں سے بچنے کی قوت عطا فرما اے ارحم الراحمین"

اے نفس! اس سلسلے میں تو اپنے باپ آدم علیہ السلام کی اقتدا کر حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین میں اتارا گیا تو کچھ عرصہ آپ یوں رہے کہ آنسو نہیں تھمتے تھے ساتویں دن اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف نظر رحمت فرمائی تو آپ غمگین اور پریشان تھے اور آپ نے سر جھکایا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا اے آدم علیہ السلام! میں آپ کو کیسی مشقت میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے عرض کیا اے میرے رب میری مصیبت بہت بڑی ہے مجھے میری خطاؤں نے گھیر لیا ہے اور ان کے باعث میں اپنے رب کی بادشاہی سے باہر آگیا ہوں۔ اب میں عزت کے بعد ذلت کے مقام پر آگیا ہوں۔ سعادت کے بعد بدبختی کی جگہ پر اور راحت کے بعد تھکاوٹ کی جگہ پر عافیت کے بعد آزمائش کے مقام پر ہمیشہ رہنے

والے مقام کے بعد مٹ جانے والی جگہ پر اور دائمی زندگی کے مقام میں رہنے کے بعد موت اور فنا کی جگہ پر آگیا ہوں تو میں کس طرح اپنے گناہ پر نہ روؤں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے آدم علیہ السلام! کیا میں نے تجھے اپنے لیے منتخب نہیں کیا تجھے اپنے گھر میں نہیں اتارا اپنی کرامت و عزت کے ساتھ تجھے خاص نہیں کیا اپنی ناراضگی سے تجھے نہیں بچایا کیا میں نے تجھے اپنے دست قدرت سے پیدا نہیں کیا اور تجھ میں اپنی روح نہیں پھونکی میں نے فرشتوں سے تجھے سجدہ کرایا پھر تم نے میری حکم عدولی کی میرے عہد کو بھلادیا اور میری ناراضگی مول لی۔

مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے اگر میں تمام زمین کو آپ جیسے لوگوں سے بھردوں اور وہ سب میری عبادت کریں اور میری تسبیح بیان کریں پھر میری نافرمانی کریں تو میں ان کو گناہ گاروں کی جگہ اتاروں گا، اس پر حضرت آدم علیہ السلام تین سو سال تک روتے رہے۔

حضرت عبید اللہ بجلی رحمہ اللہ بہت رویا کرتے تھے وہ رات بھر روتے اور کہتے یا اللہ! میں وہ شخص ہوں جس کی عمر بڑھی تو گناہ بھی زیادہ ہوگئے میں ہی وہ آدمی ہوں کہ جب میں نے ایک خطا کو چھوڑنے کا ارادہ کیا تو دوسری خواہش سامنے آگئی۔

ہائے عبید! تمہاری پہلی خطا پرانی نہ ہوئی اور تو دوسری کا طالب ہوگیا اے عبید! اگر آگ تیرا مقام اور ٹھکانہ ہوا تو کیا کرے گا، اے عبید! ہوسکتا ہے گرز تیرے سر کے لیے بنے ہوں اے عبید! طالبین کی حاجات پوری ہوگئیں لیکن شاید تیری حاجت پوری نہ ہو۔

حضرت منصور بن عمار رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ایک رات کوفہ میں ایک عبادت گزار سے سنا وہ اپنے رب سے مناجات کرتے ہوئے کہہ رہا تھا اے میرے رب مجھے تیری عزت کی قسم میں نے تیری نافرمانی سے تیری مخالفت کا ارادہ نہیں کیا اور جب تیری نافرمانی کی تو تیرے مقام سے ناواقف ہوتے ہوئے نہیں کی اور نہ ہی اپنے نفس کو تیرے عذاب کے لیے پیش کرنا مقصود تھا میں تیری نظر کو حقیر بھی نہیں جانتا تھا۔ لیکن میرے نفس نے اس کام کو میرے سامنے اچھا کرکے پیش کیا میری بدبختی نے اس معاملے میں مدد کی اور مجھ پر جو تیری پردہ پوشی ہے اس سے دھوکہ ہوا تو میں نے اپنی جہالت کی وجہ سے تیری نافرمانی کی اور اپنے عمل سے تیری مخالفت کی اب تیرے عذاب سے مجھے کون بچائے گا یا میں کس کی رسی کو پکڑوں گا اگر تیری رسی مجھ سے ٹوٹ جائے۔

بڑی خرابی تو یہ ہے کہ کل قیامت کے دن تیرے سامنے کھڑا ہونا ہوگا جب ہلکے پھلکے لوگوں سے کہا جائے گا تم گزر جاؤ اور زیادہ بوجھ والوں سے کہا جائے گا کہ اترو تو کیا میں کم بوجھ والوں کے ساتھ گزر جاؤں گا یا زیادہ بوجھ والوں کے ساتھ نیچے اتار دیا جاؤں گا ہائے میرے لیے خرابی ہے جب میری عمر زیادہ ہوگئی تو گناہ بھی بڑھ گئے تو میں کہاں تک توبہ کروں گا اور کب تک دوبارہ گناہ کرتا جاؤں گا۔ کیا وہ وقت نہیں آیا کہ میں اپنے رب سے حیا کروں؟

تو ان لوگوں کا اپنے مالک سے مناجات کا یہ طریقہ تھا اور اس طرح وہ اپنے نفس کو جھڑکتے تھے وہ مناجات کے ذریعے اپنے رب کی رضا چاہتے تھے اور نفس کو جھڑکنے کا مقصد اسے تنبیہ کرنا اور رعایتِ نفس مقصود تھی تو جو شخص نفس کو جھڑکنے اور اللہ تعالیٰ سے مناجات میں سستی کرتا ہے وہ اپنے نفس کی رعایت اور خیال کرنے والا نہیں ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہ ہو ——— اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کے لیے حمد ہے اور ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل واصحاب پر درود (وسلام) ہو۔

۹۔۔۔ فکر اور عبرت کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کی انتہائے عزت کا کوئی کنارہ نہیں اور نہ ہی اس کی عظمت تک وہم و فہم کی رسائی ہو سکتی ہے بلکہ اس کی کبریائی کے سامنے طالبین کے دل حیران ہیں جب بے چارگی اپنے مطلوب کے حصول کے لیے حرکت کرتی ہے تو اس کے جلال کے پردے اس کو پیچھے دھکیل دیتے ہیں اور جب وہ مایوس ہو کر لوٹتی ہے تو جمال کے پردوں سے آواز آتی ہے صبر کرو صبر کرو پھر اس سے کہا جاتا ہے بندگی کی ذلت میں فکر طلب کرو کیوں کہ جلال ربوبیت میں فکر کرو گی تو اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں کرو گی۔

اور اگر تم اپنی صفات میں فکر کے علاوہ کچھ طلب کرو تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات کی طرف نظر دوڑاؤ کہ وہ کس طرح تسلسل کے ساتھ تمہیں مل رہی ہیں اور ہر نعمت پر نئے سرے سے شکر ادا کرو اور تقدیر کے سمندر میں غور کرو کہ کس طرح عالمین پر خیر و شر، نفع و نقصان، تنگی و آسانی کامیابی اور خسارہ، جوڑ توڑ، لپیٹنا اور پھیلانا، ایمان اور کفر، پہچان اور انکار کو جاری کیا۔ اگر تم اپنی نظر افعال سے ذات کی طرف لے جاؤ گے تو تم ظلم و زیادتی کرتے ہوئے بشری طاقت سے تجاوز کرنے والے ہو گے اس کی چمک کے لیے عقلیں خوب کوشش کرتی اور ان کے پیچھے مجبوراً اندھی گرتی ہیں۔

اور ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت ہو جو تمام اولاد آدم کے سردار ہیں اگرچہ آپ نے اس سیادت پر فخر نہیں فرمایا ایسی رحمت جو قیامت کے میدانوں میں آپ کے لیے سامان اور ذخیرہ ہو اور آپ کے آل و اصحاب پر بھی رحمت ہو کہ ان میں سے ہر ایک آسمان دین کا بدر منیر تھا اور مسلمان جماعتوں کے قائد تھے بہت زیادہ سلام ہو۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد ۔۔۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک ساعت کا غور و فکر سال بھر کی عبادت سے اچھا ہے (۱) اور قرآن پاک میں غور و فکر اور عبرت حاصل کرنے کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ انوار خداوندی کی چابی یہی تفکر ہے اور بصیرت کے دھارے بھی اسی سے پھوٹتے ہیں یہ علوم کے لیے مچھلی کے جال کی طرح ہے اور معارف مفاہیم کے لیے شکار گاہ ہے اکثر لوگ اس کی فضیلت اور رتبہ سے واقف ہیں لیکن اس کی حقیقت اور فوائد، اس کی ابتداء، راستوں اور کیفیت سے واقف نہیں ہیں اور ان کو معلوم نہیں کہ فکر کی کیا صورت ہے کس میں غور و فکر کرنا ہے اور کیوں کرنا ہے اور اس سے کیا مطلوب ہے کیا بذات خود یہ مراد ہے یا اس سے کوئی نفع لینا مقصود ہے اگر کسی نفع

---

(۱) کنز العمال جلد ۳ ص ۱۰۹ حدیث ۵۷۱۱

کے لیے ہے تو وہ نفع کیا ہے کیا اس کا تعلق علوم سے ہے یا احوال سے یا دونوں سے؟ ان تمام باتوں کو ظاہر کرنا بہت مشکل ہے اب ہم پہلے فکر کی فضیلت ذکر کریں گے پھر اس کی حقیقت اور فائدہ اس کے بعد اس کے مقامات کا ذکر ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

فصل ۱:

تفکر کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں بے شمار جگہ غور و فکر اور تدبر کا حکم دیا اور تفکر کرنے والوں کی تعریف فرمائی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا۔ (۱)

وہ لوگ جو کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے اس کو بے کار پیدا نہیں فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے بارے میں غور و فکر کرنے لگی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَفَکَّرُوْا فِیْ خَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَتَفَکَّرُوْا فِی اللّٰہِ فَاِنَّکُمْ لَنْ تَقْدِرُوْا قَدْرَہٗ۔ (۲)

اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بارے میں غور و فکر کرو لیکن اللہ تعالیٰ کے بارے میں نہ کرو کیوں کہ تم اس کی قدر پر قادر نہیں ہو گے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ غور و فکر میں مصروف تھے۔ آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا کہ تم باتیں نہیں کرتے؟ انہوں نے عرض کیا ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں غور و فکر کر رہے ہیں فرمایا اسی طرح کیا کرو اس کی مخلوق میں فکر کرو لیکن اس کے بارے میں فکر نہ کیا کرو کیوں کہ اس مغرب میں ایک زمین ہے جس کی روشنی سفیدی ہے اور اس کی سفیدی روشنی ہے وہاں سورج چالیس دن چلتا ہے اس جگہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے جو پلک جھپکنے کی مقدار بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ آل عمران آیت ۱۹۱

(۲) کنز العمال جلد ۳ ص ۱۰۸ حدیث ۵۷۰۶

شیطان ان سے کدھر ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ان کو معلوم ہی نہیں کہ شیطان پیدا بھی ہوا ہے یا نہیں، صحابہ کرام نے عرض کیا وہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں؟ آپ نے فرمایا ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے یا نہیں۔ (۱)

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک دن میں اور حضرت عبید بن عمیر، حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہم) کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے ہم سے گفتگو فرمائی اور ہمارے اور ان کے درمیان پردہ تھا ام المومنین نے فرمایا اے عبید! تمہیں ہمارے پاس آنے سے کس چیز نے روکا ہے انہوں نے عرض کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی نے آپ نے فرمایا۔

زُرْغِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا۔ (۲) کبھی کبھی ملا کرو اس طرح محبت بڑھتی ہے۔

حضرت ابن عمیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ ہمیں تعجب خیز (اور پسندیدہ ترین) بات جو آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھی ہو بتائیں فرماتے ہیں ام المومنین رونے لگیں اور فرمایا آپ کا ہر معاملہ عجیب تھا۔ ایک رات آپ میرے پاس تشریف لائے حتی کہ ہم دونوں کے جسم نے ایک دوسرے کو چھوا پھر فرمایا مجھے اجازت دو کہ اپنے رب عزوجل کی عبادت کروں، پھر آپ مشکیزے کی طرف تشریف لے گئے اور اس سے وضو فرمایا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے آپ اس قدر روئے کہ داڑھی مبارک تر ہو گئی پھر سجدہ کیا حتی کہ زمین تر ہو گئی اس کے بعد دائیں پہلو پر آرام فرما ہو گئے حتی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر نماز فجر کی اطلاع کی اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کیوں رو رہے ہیں اللہ تعالی نے آپ کے وسیلہ سے آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف کر دیتے ہیں آپ نے فرمایا اے بلال! میں کیوں نہ روؤں آج رات مجھ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ۔ (۳)

بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے آنے جانے میں عقل مند لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

پھر فرمایا اس شخص کے لیے خرابی ہے جو اس آیت کریمہ کو پڑھے اور اس میں غور و فکر نہ کرے۔ (۴)

---

(۱) الدر المنثور جلد ۶ ص ۱۳۰ تحت آیت وان الی ربک المنتہی

(۲) الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۳۶۶

(۳) قرآن مجید، سورۂ آل عمران آیت ۱۹۱

(۴) کنز العمال جلد اول ص ۵۰۰ حدیث ۲۰۷۶

حضرت اوزاعی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ان آیات میں غور و فکر کی انتہا کیا ہے؟
انہوں نے فرمایا کہ ان کو پڑھا اور سمجھا جائے۔
حضرت محمد بن واسع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بصرہ کا ایک شخص حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی عبادت کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا وہ دن بھر گھر کے ایک کونے میں غور و فکر میں مصروف رہتے تھے۔
حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک ساعت کا تفکر رات بھر قیام کرنے سے بہتر ہے، حضرت فضیل رحمہ اللہ نے فرمایا تفکر ایک شیشہ ہے جو تجھے تیری نیکیاں اور برائیاں دکھاتا ہے۔
حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ بہت زیادہ تفکر کرتے ہیں آپ نے فرمایا غور و فکر عقل کا مغز ہے۔
اور حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اکثر اس شعر سے مثال دیتے تھے۔

إِذَا الْمَرْءُ كَانَتْ لَهُ فِكْرَةٌ فَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ عِبْرَةٌ۔

جب کسی شخص کو فکر کی عادت ہو تو اس کے لیے ہر چیز میں عبرت کا سامان ہوتا ہے۔

حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے روح اللہ! کیا اس وقت زمین پر آپ کی مثل کوئی ہے؟ فرمایا ہاں ہے وہ شخص جس کا بولنا ذکر، خاموشی فکر اور دیکھنا عبرت ہو وہ میری مثل ہے۔
(یاد رہے کہ کوئی شخص کسی بھی نبی کی مثل نہیں ہو سکتا یہ اس شخص کی فضیلت کا ذکر ہے ۱۲ ہزاروی)
حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس آدمی کے کلام میں حکمت نہ ہو اس کا کلام لغو ہوتا ہے اور جس کی خاموشی میں غور و فکر نہ ہو اس کی خاموشی بھول ہے اور جو دیکھ کر سبق نہ سیکھے وہ محض کھیل ہے۔
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (۱)

عنقریب میں اپنی آیات سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے پھرتے ہیں۔

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ میں ان کو اپنی آیات میں غور و فکر کرنے سے روک دوں گا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَعْطُوا أَعْيُنَكُمْ مِنَ الْعِبَادَةِ۔

اپنی آنکھوں کو عبادت میں سے حصہ دو۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! عبادت میں ان کا کیا حصہ ہے!
آپ نے فرمایا۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ اعراف آیت ۱۴۶

اَلنَّظْرُ فِی الْمُصْحَفِ وَالتَّفَکُّرُ فِیْهِ وَالْاِعْتِبَارُ عِنْدَ عَجَائِبِهٖ۔ (۱)

قرآن پاک میں نظر کرنا پھر اس میں غور و فکر کرنا اور اس کے عجائب سے عبرت حاصل کرنا۔

ایک عورت مکہ مکرمہ کے قریب جنگل میں رہتی تھی اس نے کہا اگر متقی لوگ اپنے فکر کے ذریعے اس چیز کو دیکھیں جو ان کے لیے غیب کے پردوں میں آخرت کی بھلائی کے طور پر ذخیرہ کی گئی ہے تو ان کو دنیا کا عیش کبھی صاف نظر نہ آئے اور نہ ہی ان کی آنکھوں کو دنیا میں قرار ہو۔

حضرت لقمان دیر تک تنہا بیٹھے رہتے ان کا مالک گزرتا تو کہتا اے لقمان! تم ہمیشہ تنہا بیٹھتے ہو اگر لوگوں کے ساتھ بیٹھو تو اس میں زیادہ دل لگے گا تو حضرت لقمان فرماتے زیادہ دیر کی تنہائی فکر میں سمجھ زیادہ پیدا کرتی ہے اور زیادہ فکر جنت کے راستے کی راہنمائی کرتا ہے۔

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص زیادہ غور و فکر کرتا ہے وہ جان جاتا ہے اور جب علم حاصل ہوتا ہے وہ عمل کرتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور و فکر کرنا عبادت سے افضل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ایک دن حضرت سہل بن علی رحمہ اللہ سے پوچھا اور انہوں نے ان کو حالت فکر میں دیکھا تھا، آپ کہاں تک پہنچے؟ انہوں نے فرمایا پل صراط پر (پہنچ گیا ہوں)

حضرت بشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت میں غور و فکر کریں تو وہ کبھی بھی اس کی نافرمانی نہ کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں دو رکعتیں جو فکر کے ساتھ ہوں پوری رات کے ایسے قیام سے بہتر ہیں جس میں دل حاضر نہ ہو۔

حضرت ابو شریح رحمہ اللہ چل رہے تھے کہ اچانک بیٹھ گئے اور چادر منہ پر لے کر رونے لگے آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا میں نے اپنی عمر کے چلے جانے، عمل کی کمی اور موت کے قریب آنے میں غور و فکر کیا (تو رونے لگا)

حضرت ابو سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنی آنکھوں کو رونے اور دلوں کو غور و فکر کے عادی بناؤ۔

وہی فرماتے ہیں دنیا کے بارے میں فکر، آخرت سے حجاب اور ارباب اختیار کے لیے سزا ہے اور آخرت کے بارے میں غور و فکر حکمت پیدا کرتا اور دلوں کو زندہ رکھتا ہے۔

حضرت حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں فکر سے علم بڑھتا ہے، ذکر سے محبت بڑھتی ہے اور تفکر سے خوف زیادہ ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اچھی باتوں کے بارے میں سوچنا ان پر عمل کی دعوت دیتا ہے اور برائی پر

---

(۱) کنزالعمال جلد اول ص ۵۱۰ حدیث ۲۲۶۲

ندامت اسے چھوڑنے کی دعوت دیتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی کتاب میں فرمایا۔

میں ہر حکمت والے کی بات قبول نہیں کرتا لیکن میں اس کے قصد اور خواہش کو دیکھتا ہوں جب اس کا ارادہ اور خواہش میرے لیے ہو تو میں اس کی خاموشی کو تفکر اور کلام کو حمد بنا دیتا ہوں اگرچہ وہ کلام نہ کرے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں عقل مند لوگ ہمیشہ ذکر کے ساتھ فکر اور فکر کے ساتھ ذکر کے عادی ہوتے ہیں حتیٰ کہ جب ان کے دل بولتے ہیں تو وہ حکمت کی باتیں کرتے ہیں۔

حضرت اسحٰق بن خلف فرماتے ہیں حضرت داؤد طائی (رحمہما اللہ) ایک روشن رات میں مکان کی چھت پر تھے آسمان کی طرف دیکھ کر رو رہے تھے وہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی میں فکر کرنے لگے حتیٰ کہ وہ اپنے پڑوسی کے گھر میں گر پڑے مالک مکان اپنے بستر سے ننگا اٹھ کھڑا ہوا اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اس نے خیال کیا کہ کوئی چور ہے جب اس نے حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ کو دیکھا تو واپس جا کر تلوار رکھ دی اور کہنے لگا آپ کو چھت سے کس نے پھینکا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔

حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں سب سے بہتر اور اعلیٰ مجلس وہ ہے جب آدمی توحید کے میدان میں فکر کے ساتھ بیٹھتا ہے اور معرفت کی بادِ نسیم سے لطف اندوز ہوتا ہے محبت کے سمندر سے محبت کا پیالہ پیتا ہے اور حسنِ ظن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتا ہے پھر فرمایا ان مجالس کا کیا کہنا یہ کتنی اعلیٰ ہیں وہ شراب کس قدر لذیذ ہے اور جس کو یہ عطا ہوئی وہ نہایت ہی خوش نصیب اور مبارک باد کا مستحق ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں خاموشی کے ذریعے کلام پر اور فکر کے ذریعے استنباط پر مدد حاصل کرو۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ کاموں میں اچھی طرح نظر کرنا دھوکے سے نجات ہے رائے میں پختگی کوتاہی اور ندامت سے سلامتی ہے، دیکھنا اور فکر کرنا احتیاط اور دانائی کو ظاہر کرتا ہے دانا لوگوں کا باہمی مشورہ نفس میں پختگی اور بصیرت میں قوت ہے، ارادہ کرنے سے پہلے سوچ و بچار کرو کام کے سر پر آ جانے سے پہلے غور و فکر کرنا چاہیے اور شروع کرنے سے پہلے مشورہ کرنا ضروری ہے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ فضائل چار ہیں ایک حکمت ہے اور اس کا مادہ فکر ہے دوسری فضیلت عفت ہے اور وہ شہوت میں اعتدال ہے تیسری فضیلت قوت ہے اور یہ غصے میں اعتدال سے ظاہر ہوتی ہے اور چوتھی فضیلت عدل ہے جو نفسانی قوتوں کو اعتدال میں رکھنے سے قائم ہوتا ہے۔

تو فکر کے سلسلے میں علماء کرام کے یہ اقوال ہیں لیکن ان میں سے کسی نے اس کی حقیقت اور راستوں کو بیان نہیں کیا۔

فصل ۲

فکر کی حقیقت اور اس کا نتیجہ

جان لو کہ فکر کا معنی دل میں دو معرفتوں کو حاضر کرنا ہے تاکہ اس سے تیسری معرفت حاصل ہو اور اس کی مثال یہ ہے کہ جو شخص فوری نفع کی طرف مائل ہوتا ہے اور دنیوی زندگی کو ترجیح دیتا ہے اور معلوم کرنا چاہتا ہے کہ دنیا کی نسبت آخرت کو ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے تو اس کے لیے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ کسی دوسرے سے سنے کہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے اور یوں وہ حقیقتِ امر کی بصیرت حاصل کئے بغیر اس کی بات مان لے اور اس کی تصدیق کرے اور اس کی طرح یہ بھی آخرت کو ترجیح دیتے ہوئے عمل کرے اسے تقلید کہتے ہیں یہ معرفت نہیں ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اسے اس بات کی معرفت حاصل ہو کہ جو چیز باقی رہتی ہے اسے ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے۔ پھر وہ اس بات کو جان لے کہ آخرت زیادہ باقی رہنے والی ہے تو اسے ان دو معرفتوں سے ایک تیسری معرفت حاصل ہوگی وہ یہ کہ آخرت ترجیح کے زیادہ لائق ہے لیکن آخرت کے ترجیح کے زیادہ لائق ہونے کی معرفت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک پہلی دو باتوں کی معرفت حاصل نہ ہو تو دل میں پہلی دو قسم کی معرفتوں کا حصول تیسری معرفت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے جسے فکر، اعتبار، تذکر، تامل، نظر اور تدبر کہا جاتا ہے۔

تدبر، تامل اور تفکر تینوں مترادف ہیں اور ان تینوں کا معنی ایک ہی ہے ان کے نیچے کئی معانی نہیں ہیں۔

لیکن تذکر، اعتبار اور نظر کے مختلف معانی ہیں اگرچہ اصل مسمّٰی ایک ہے جیسے صارم، مہند اور سیف ایک ہی چیز (تلوار) کے نام ہیں لیکن ان کے اعتبارات مختلف ہیں۔ تلوار کو صارم اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ وہ کاٹتی ہے، مہند اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک جگہ (ہند) کی طرف منسوب ہے جب کہ لفظ سیف تلوار کے لیے مطلقاً استعمال ہوتا ہے کسی زائد صفت کا اعتبار نہیں ہوتا۔

اسی طرح اعتبار (یا قیاس) یہ ہے کہ دونوں قسم کی معرفت کے وجود کے بعد تیسری معرفت کی طرف عبور کرتے ہیں اور اگر (تیسری معرفت کی طرف) عبور نہ ہو اور صرف دو معرفتوں سے ہی واقفیت ہو سکے تو اسے تذکر کہتے ہیں اعتبار نہیں کہتے اسے نظر اور تفکر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تیسری قسم کی معرفت کی طلب ہوتی ہے تو جو شخص تیسری معرفت طلب نہ کرے اسے ناظر نہیں کہتے پس ہر متفکر، متذکر بھی ہوتا ہے لیکن ہر متذکر، متفکر نہیں ہوتا۔

تذکار (بار بار ذکر) کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دل پر معارف کا تکرار ہو جاتا ہے تاکہ وہ پکے ہو جائیں اور دل سے مٹ نہ جائیں۔

اور تفکر کا فائدہ علم کو بڑھانا اور ایسی معرفت حاصل کرنا ہے جو پہلے سے حاصل نہیں ہے تو تذکر اور تفکر میں یہ فرق ہے۔

معارف جب دل میں جمع ہو جائیں اور ان میں خاص ترتیب قائم ہو جائے تو یہ ایک اور معرفت کا فائدہ دیتے ہیں تو گویا معرفت کا نتیجہ معرفت ہے پھر جب اس کے ساتھ ایک اور معرفت ملتی ہے تو مزید معرفت حاصل ہوتی ہے اسی طرح یہ نتائج بڑھتے چلے جاتے ہیں، علوم بھی بڑھتے ہیں اور فکر بھی بڑھتی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہوتی اور یہ معرفت یا تو موت سے ختم ہوتی ہے یا کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے تو ختم ہوتی ہے یہ صورت ان لوگوں کے لیے ہے جو علوم سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور انہیں تفکر کے راستے کی راہنمائی بھی حاصل ہوتی ہے۔

لیکن عام کو زیادہ علوم سے روک دیا گیا ہے کیوں کہ ان کے پاس اصل مال ہی نہیں ہے۔ اور اصل مال وہ معارف ہیں جن کے ذریعے علوم ثمر آور ہوتے ہیں۔ جیسے ایک شخص کے پاس سامان نہ ہو تو وہ نفع حاصل کرنے پر قادر نہیں ہوتا اور بعض اوقات اس کے پاس سامان ہوتا ہے لیکن وہ اچھی طرح تجارت نہیں کر سکتا پس اس کو نفع نہیں ہوتا اسی طرح بعض اوقات اس کے پاس معارف ہوتے ہیں جو علوم کا اصل سرمایہ ہے لیکن ان کو اچھی طرح استعمال نہیں کر سکتا اور نہ ہی کو اچھی طرح ترتیب دے کر جوڑ سکتا ہے کہ نتائج تک پہنچے۔

معارف کے استعمال اور اس سے نفع حاصل کرنے کی معرفت کا طریقہ بعض اوقات دل میں پائے جانے والے نورِ خداوندی سے حاصل ہوتا ہے جو فطری ہوتا ہے جیسے انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل تھا اور یہ طریقہ بہت کمیاب ہے۔ اور بعض اوقات سیکھنے اور علم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اور یہ زیادہ ہے۔

پھر بعض اوقات متفکر کو یہ معارف حاصل ہوتے ہیں اور وہ نتیجہ خیز بھی ہوتے ہیں لیکن اسے ان کے حصول کی کیفیت کا شعور نہیں ہوتا اور وہ اسے بیان بھی نہیں کر سکتا کیوں کہ بیان کرنے کی مہارت نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو اس بات کا علم حقیقی حاصل ہے کہ آخرت کو ترجیح دینا اولیٰ ہے لیکن اگر اس کی معرفت کا سبب پوچھا جائے تو وہ بیان نہیں کر سکتے۔ حالانکہ پہلی دو معرفتوں کے بغیر تیسری معرفت حاصل نہیں ہوتی ایک معرفت یہ کہ جو چیز زیادہ باقی رہتی ہے وہ ترجیح کے زیادہ لائق ہوتی ہے اور دوسری معرفت یہ کہ دنیا کے مقابلے میں آخرت زیادہ باقی رہنے والی ہے اس طرح اسے ایک تیسری معرفت حاصل ہو جاتی ہے وہ یہ کہ آخرت کو ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے۔

تو نتیجہ یہ ہوا کہ حقیقتِ تفکر کے لیے پہلے دو معرفتوں کا ہونا ضروری ہے تاکہ تیسری معرفت تک پہنچ سکیں۔

فکر کا نتیجہ علوم، احوال اور اعمال ہیں لیکن اس کا خاص نتیجہ علم ہے دوسری کوئی چیز نہیں۔ ہاں جب دل میں علم حاصل ہو جائے تو دل کی حالت بدل جاتی ہے اور جب دل کی حالت بدل جائے تو اعضاء سے صادر ہونے والے اعمال بھی بدل جاتے ہیں تو عمل، حال کے تابع حال علم کے تابع اور علم، فکر کے تابع ہوتا ہے گویا تمام بھلائیوں کی ابتداء اور چابی فکر ہے اسی سے فکر کی فضیلت واضح ہوتی ہے اور یہ ذکر اور تذکر سے بہتر ہے کیوں کہ فکر، ذکر بھی ہے اور اس سے زائد بھی، اور دل کا ذکر اعضاء کے عمل سے بہتر ہے بلکہ عمل کا شرف اسی لیے ہے کہ اس میں ذکر ہے لہذا

تفکر تمام اعمال سے افضل ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ ایک ساعت کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے پھر کہا گیا کہ حال وہ ہے جو ناپسندیدہ امور سے پسندیدہ باتوں کی طرف، اور رغبت و حرص سے زہد اور قناعت کی طرف منتقل ہوتا ہے ـــــ کسی نے کہا کہ حال وہ ہے جو مشاہدہ اور تقویٰ پیدا کرتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا۔ شاید وہ تقویٰ اختیار کریں یا ان کے لیے ذکر (کی حالت) پیدا ہو۔ (۱)

اور جب فکر کے ذریعے حال کی تبدیلی کی کیفیت معلوم کرنا چاہو تو اس کی مثال وہ ہے جو ہم نے امر آخرت کے سلسلے میں ذکر کی ہے کیوں کہ اس کے بارے میں فکر سے ہمیں اس بات کی معرفت حاصل ہوتی ہے کہ آخرت کو ترجیح دینا اولیٰ ہے اور جب یہ معرفت ہمارے دلوں میں یقین بن کر راسخ ہوتی ہے تو ہمارے دلوں میں آخرت کی طرف رغبت کی تبدیلی آتی ہے اور دنیا سے بے رغبتی ہو جاتی ہے حال سے ہماری یہی مراد ہے کیوں کہ اس معرفت کے حصول سے پہلے دل کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ دنیا سے محبت کرتا ہے اور اس کی طرف مائل ہوتا ہے، آخرت سے نفرت کرتا ہے اور اس سے کوئی رغبت نہیں ہوتی اس معرفت سے دل کی حالت بدلتی ہے تیز ارادے اور رغبت میں بھی تبدیلی آتی ہے پھر ارادے کی تبدیلی سے اعضا کے عمل میں بھی تبدیلی آتی ہے اور وہ دنیا کو چھوڑ کر اعمالِ آخرت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو یہاں پانچ درجات ہیں۔

۱۔ ـــــ تذکر ـــــ دل میں دو معرفتوں کا حاصل ہونا۔

۲۔ ـــــ تفکر ـــــ ان دونوں سے جو معرفت مقصود ہے اسے طلب کرنا

۳۔ ـــــ حصولِ معرفت ـــــ مطلوبہ معرفت کا حاصل ہونا اور اس سے دل کا روشن ہو جانا۔

۴۔ دل کی حالت کا بدل جانا ـــــ نور معرفت سے دل پہلی حالت سے بدل جاتا ہے۔

۵۔ اعضا کا دل کے تابع ہو جانا ـــــ اس نئی حالت سے اعضاء دل کی خدمت اور اتباع میں لگ جاتے ہیں۔

جس طرح پتھر کو لوہے پر مارا جائے تو اس سے آگ نکلتی ہے اور اس سے وہ جگہ روشن ہو جاتی ہے اور آنکھ کو بھی دکھائی دینے لگتا ہے جب کہ اس سے پہلے وہاں کچھ نظر نہیں آرہا تھا اور اب اعضاء عمل کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

اسی طرح نور معرفت یعنی فکر کی صورت حال ہے جب یہ فکر دو معرفتوں کو جمع کرتی ہے جیسے لوہا اور پتھر اکٹھے ہوتے ہیں اور اب ان دونوں کے درمیان ایک خاص ترکیب ہوتی ہے جس طرح پتھر کو لوہے پر ایک خاص طریقے سے مارتے ہیں تو جیسے لوہے سے آگ نکلتی ہے اسی طرح نور معرفت پیدا ہوتا اور اس نور کی وجہ سے دل میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ طٰہٰ آیت ۱۱۳

اس چیز کی طرف مائل ہو جاتا ہے جس کی طرف پہلے مائل نہ تھا یہ ایسے ہی ہے جیسے آگ کی روشنی سے نگاہ میں تبدیلی آتی ہے اور آدمی وہ چیز دیکھتا ہے جو پہلے نظر نہیں آرہی تھی پھر قلبی حالت کے مطابق اعضا عمل کے لیے برانگیختہ ہوتے ہیں جس طرح ایک شخص اندھیرے کی وجہ سے کوئی کام نہیں کر سکتا تھا اور اب وہ دکھائی دینے کی وجہ سے کام کرنے لگتا ہے۔

تو فکر کا نتیجہ علوم اور احوال ہیں، علوم کی کوئی انتہا نہیں اور وہ احوال جو دل پر بدل بدل کر آتے ہیں ان کو بھی شمار نہیں کیا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص فکر کے تمام فنون اور راہوں اور جن امور میں فکر کرتا ہے ان کو شمار کرنا چاہے تو ایسا نہیں کر سکتا کیوں کہ فکر کی گذرگاہیں بے شمار ہیں اور اس کے ثمرات غیر متناہی ہیں۔

ہاں ہم اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ فکر کی ان گذرگاہوں کو ضبط کریں جو اہم دینی علوم کے اعتبار سے ہیں نیز ان کی اضافت ان احوال کی طرف ہے جو سالکین کے مقامات ہیں۔ اور یہ ایک اجمالی ضبط ہے کیوں کہ اس کی تفصیل تمام علوم کی تشریح کا تقاضا کرتی ہے اور یہ سب باب گویا ان علوم میں سے بعض کی شرح ہیں کیوں کہ یہ ان علوم پر مشتمل ہیں جو مخصوص افکار سے حاصل ہوئے لہٰذا ہم اجمالی طور پر اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں تاکہ فکر کی گذرگاہوں سے واقفیت حاصل ہو۔

فصل ۳:

فکر کی گذرگاہیں

فکر بعض اوقات ایسے امر میں ہوتا ہے جو دین سے متعلق ہوتا ہے اور کبھی غیر دین میں جاری ہوتا ہے ہماری غرض اس فکر سے ہے جو دین سے متعلق ہوتا ہے لہٰذا ہم دوسری قسم کو چھوڑ دیتے ہیں اور دین سے ہماری مراد وہ بات ہے جو بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوتی ہے۔

تو بندے کے تمام افکار یا تو خود اس کے اپنے احوال اور صفات سے متعلق ہوتے ہیں یا معبود اور اس کی صفات و افعال سے ان کا تعلق ہوتا ہے۔

جن افکار کا تعلق بندے سے ہوتا ہے وہ ان کاموں سے متعلق ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ہیں یا ان کے بارے میں فکر ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں ان دو قسموں کے علاوہ فکر کی ضرورت نہیں ہوتی اور جن افکار کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے ان کی بھی دو صورتیں ہیں یا تو وہ اس کی ذات وصفات اور اسمائے حسنیٰ کے حوالے سے ہوں گے یا اس کے افعال، اس کی زمین و آسمان میں بادشاہی اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں اور ان کے درمیان میں ہے اس سے متعلق ہوگا۔

فکر کا ان اقسام میں بند ہونا ایک مثال سے واضح ہوتا ہے وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والوں اور اس کی ملاقات کا شوق رکھنے والوں کی حالت، عاشقوں کی حالت جیسی ہوتی ہے اس لیے ہم ایک شیدائی عاشق کو مثال

بتاتے ہوئے کہتے ہیں۔
عشق میں ڈوبے ہوئے عاشق کی فکر دو باتوں سے تجاوز نہیں کرتی یا تو وہ فکر اس کے معشوق سے متعلق ہوتی ہے یا اس کا تعلق اس کی اپنی ذات سے ہوتا ہے اگر وہ اپنے معشوق کے بارے میں فکر کرتا ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں یا وہ اس کے ذاتی حسن و جمال میں فکر کرتا ہے تاکہ اس کے مشاہدے سے لذت حاصل کرے یا اس کے نہایت لطیف اور عمدہ افعال میں فکر کرتا ہے جو اس کے اخلاق اور صفات پر دلالت کرتے ہیں تاکہ اس سے لذت میں اضافہ ہو اور محبت مضبوط ہو۔
اگر وہ اپنی ذات میں فکر کرتا ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں یا تو اس کی فکر ان صفات سے متعلق ہوتی ہے جو اسے محبوب کی نظر سے گرا دیتی ہیں یہ فکر اس لیے ہوتی ہے کہ ان باتوں سے اجتناب کرے یا ان صفات کے بارے میں غور و فکر کرتا ہے جو اسے محبوب کے قریب کرتی ہیں اور اس کی محبت کا ذریعہ بنتی ہیں تاکہ ان صفات سے موصوف ہو۔
اگر ان اقسام سے باہر کسی چیز میں غور کرتا ہے تو وہ عشق کی حد سے خارج ہے اور نقصان کا باعث ہے کیوں کہ کامل عشق وہ ہوتا ہے جس میں عاشق ڈوبا رہے اور وہ اس کے دل پر اس طرح چھایا رہے کہ کسی دوسرے کی گنجائش باقی نہ رہے۔
تو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے اس کی نظر اور فکر اس کے محبوب سے آگے نہ بڑھے جب اس کا تفکر ان چار اقسام میں محصور ہوگا تو وہ محبت کی تقاضے سے بالکل باہر نہیں ہوگا۔

فکر کی پہلی قسم:

یعنی جب آدمی اپنی صفات اور ذاتی افعال میں فکر کرتا ہے تاکہ اچھے اور برے افعال کے درمیان تمیز ہو سکے تو یہ فکر علم معاملہ سے تعلق رکھتی ہے جو اس کتاب کا مقصود ہے کیوں کہ دوسری کا تعلق علم مکاشفہ سے ہوتا ہے پھر تمام افعال چاہے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں یا نہ، ان کی دو قسمیں ہیں یا تو وہ ظاہری عبادات اور گناہ ہوتے ہیں یا باطنی صفات ہوتی ہیں چاہے وہ نجات دینے والی ہوں یا ہلاک کرنے والی، اور ان صفات کا محل دل ہے۔ ان کی تفصیل ہم ہلاک کرنے والے اور نجات دینے والے کاموں کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں۔
پھر عبادات اور گناہ کا تعلق یا تو سات اعضا سے ہوتا ہے یا وہ تمام جسم کی طرف منسوب ہوتے ہیں جیسے میدان جنگ سے بھاگ جانا، والدین کی نافرمانی کرنا، حرام جگہ پر ٹھہرنا، ان تمام ناپسندیدہ امور میں تین باتوں کے حوالے سے غور و فکر واجب ہوتا ہے۔

۱۔ اس بارے میں سوچنا کہ آیا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مکروہ ہے یا نہیں؟ کیوں کہ کئی چیزوں کی کراہیت ظاہر نہیں ہوتی لیکن باریک بینی سے اس کا ادراک ہوتا ہے۔
۲۔ اس بارے میں سوچ و بچار کرنا کہ اگر وہ مکروہ ہے تو اس سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟

۴- کیا وہ فی الحال اس مکروہ بات سے موصوف ہے تو اسے چھوڑ دے یا اسے مستقبل میں اس سے واسطہ پڑے گا تو اس سے بچے یا گذشتہ احوال میں وہ اس سے ملوث ہو چکا ہے تو اب اس کے تدارک کی ضرورت ہو گی۔

اسی طرح تمام محبوب باتیں بھی ان اقسام میں تقسیم ہوتی ہیں پس جب یہ اقسام جمع ہو جائیں تو ان اقسام میں فکر کے راستے ایک سو سے زیادہ ہو جاتے ہیں اور آدمی کو ان میں فکر کی ضرورت ہوتی ہے ان سب میں فکر کرے یا اکثر میں، ان تمام اقسام کی علیحدہ علیحدہ تفصیل نہایت طویل ہے لیکن ان کو چار قسموں میں منحصر کیا جا سکتا ہے اطاعت، نافرمانی، ہلاک کرنے والی صفات اور نجات دینے والی صفات۔

اب ہم ان میں سے ہر نوع کی ایک مثال ذکر کرتے ہیں تاکہ مرید اس پر باقی مثالوں کو قیاس کر لے اور اس کے لیے فکر کا دروازہ کھل جائے نیز راستہ کشادہ ہو جائے۔

پہلی قسم:

(گناہ) انسان کو چاہیے کہ ہر دن صبح سویرے اپنے تمام (سات) اعضاء کا جائزہ لے اور پھر پوری تفصیل کے ساتھ مکمل بدن کو دیکھے کہ کیا وہ فی الحال گناہ میں ملوث تو نہیں؟ اگر ایسا ہے تو اسے چھوڑ دے یا وہ کل (گذشتہ) اس میں مبتلا تھا تو اسے چھوڑے اور ندامت کے ذریعے تدارک کرے یا وہ گناہ اسے آج دن کو پیش آنے والا ہے تو اس سے بچنے اور دور رہنے کے لیے تیار ہو جائے۔

زبان کو دیکھے اور کہے کہ یہ غیبت کر سکتی ہے جھوٹ بول سکتی ہے اپنی پاکیزگی بیان کر سکتی ہے دوسروں کا مذاق اڑا سکتی ہے، دوسروں کی بات کاٹ سکتی ہے مزاح کر سکتی ہے اور غیر ضروری باتوں میں مشغول ہو سکتی ہے اور اس طرح کے دیگر ناپسندیدہ کام کر سکتی ہے تو سب سے پہلے اپنے دل میں اس بات کو بٹھائے کہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں اور غور و فکر کرے کہ قرآن و سنت میں اس پر سخت عذاب کی شہادت موجود ہے پھر وہ اپنے حالات میں غور کرے کہ کس طرح وہ غیر شعوری طور پر ان باتوں کو اپنا لیتا ہے پھر سوچے کہ ان سے بچنے کا طریقہ کیا ہے اور یہ بات بھی جان لے کہ جب تک علیحدگی اور تنہائی اختیار نہیں کرے گا بات نہیں بنے گی یا یہ کہ وہ متقی اور نیک لوگوں کی مجلس اختیار کرے تاکہ جب وہ ایسی ناپسندیدہ باتیں کرنے لگے تو وہ اسے روک دیں ورنہ جب وہ دوسرے لوگوں کے پاس بیٹھے تو منہ میں کنکریاں رکھ لے تاکہ اسے یاد رہے کہ خاموش رہنا ہے تو بچاؤ اختیار کرنے کا یہ حیلہ ہے۔

کان کے بارے میں سوچے کہ غیبت، جھوٹ، فضول گفتگو، لہو ولعب اور بدعت وغیرہ (پر مبنی گفتگو) اس تک پہنچتی ہے وہ زید اور عمرو وغیرہ سے یہ باتیں سنتا ہے لہٰذا وہ تنہائی اختیار کرکے یا برائی سے روکتے ہوئے ان باتوں سے بچ سکتا ہے۔

پیٹ کے بارے میں بھی سوچ و بچار کرے کہ وہ کھانے پینے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے یا تو وہ حلال کھانا زیادہ کھاتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مکروہ ہے اور شہوت کو قوت دیتا ہے۔

جو اللہ تعالیٰ کے دشمن شیطان کا ہتھیار ہے یا وہ حرام یا مشکوک کھانا کھاتا ہے پس اسے چاہیے کہ دیکھے کہ یہ کھانا، لباس، اور مکان وغیرہ کہاں سے آئے ہیں اور اس کا کسب کیا ہے؟ نیز حلال کے راستوں اور ان میں داخل ہونے کے طریقوں کے بارے میں سوچے۔ پھر غور کرے کہ حلال مال کمانے اور حرام سے بچنے کے لیے کیا حیلہ اختیار کیا جائے۔ اور دل میں اس بات کو اچھی طرح بٹھا دے کہ حرام کھانے کی وجہ سے تمام عبادات ضائع ہو جاتی ہیں نیز حلال کھانا ہی تمام عبادات کی بنیاد ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ عَبْدٍ فِي ثَمَنِ ثَوْبِهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ۔ (۱)

اللہ تعالیٰ اس بندے کی نماز قبول نہیں فرماتا جس کے کپڑے کی قیمت میں ایک درہم بھی حرام کا ہو۔

اسی طرح وہ اپنے تمام اعضاء کے بارے میں غور و فکر کرے اس قدر تفصیل کافی ہے جب غور و فکر سے ان احوال میں حقیقی معرفت حاصل ہو جائے تو دن بھر مراقبہ (نگرانی) میں مشغول رہے حتیٰ کہ اس کے اعضاء ان تمام خرابیوں سے محفوظ رہیں۔

دوسری قسم:

یہ عبادات اور نیکیاں ہیں تو سب سے پہلے فرائض کے بارے میں غور کرنا چاہیے کہ وہ ان کو کس طرح ادا کرتا ہے اور ان کو کیسے نقصان اور کوتاہی سے بچاتا ہے یا کیسے ان کی کمی کو نوافل کی کثرت سے پورا کرتا ہے۔ پھر ایک ایک عضو کو دیکھے اور ان افعال کے بارے میں فکر کرے جو ان اعضاء سے متعلق ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہیں مثلاً وہ یوں کہے کہ آنکھ کو اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہیوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ لگائے اور آنکھوں کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں استعمال کرے نیز قرآن و سنت کو دیکھے اور کہے کہ میں اپنی آنکھ کو مطالعۂ قرآن میں مشغول رکھ سکتا ہوں پھر میں ایسا کیوں نہیں کرتا۔

میں فلاں عبادت گزار اور نیک آدمی کو تعظیم کی نگاہ سے دیکھ کر اس کے دل کو خوش کر سکتا ہوں نیز فاسق کو بنظر حقارت دیکھ کر اسے اس کے گناہ سے دور رکھ سکتا ہوں پھر میں ایسا کیوں نہیں کرتا؟

اسی طرح کان کے بارے میں کہے کہ میں مظلوم کی بات سن سکتا ہوں یا حکمت و علم کی باتیں سن سکتا ہوں قرأت اور ذکر بھی خوب اچھی طرح سن سکتا ہوں تو پھر کیا وجہ ہے کہ میں نے اسے بیکار چھوڑ رکھا ہے حالانکہ

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۹۸ مرویات شیخ من بنی سلیم

اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی ہے اور اس کی یہ امانت مجھے اس لیے ملی ہے کہ میں اس کا شکر ادا کروں تو مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا نہیں کرتا اور اسے ضائع کر رہا ہوں یا بیکار چھوڑ رکھا ہے۔

اسی طرح زبان کے بارے میں بھی فکر کرے اور کہے کہ میں تعلیم و وعظ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہوں نیز نیک لوگوں کے دلوں میں محبوب بن سکتا ہوں، فقراء کے احوال کے بارے میں پوچھ سکتا ہوں کسی نیک شخص کے دل کو خوش کر سکتا ہوں اور کسی عالم سے اچھی بات کر سکتا ہوں اور اچھی بات بھی صدقہ ہے۔

یوں ہی اپنے مال کے بارے میں غور و فکر کرے اور کہے کہ میں فلاں مال صدقہ کرنے پر قادر ہوں کیوں کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور جب مجھے حاجت ہوگی تو اللہ تعالیٰ مجھے اس طرح کا مال عطا فرما دے گا اور اگر اس وقت میں حاجت مند ہوں تو اس مال کی نسبت اس ثواب کا زیادہ محتاج ہوں جو مجھے اس ایثار کی وجہ سے ملے گا۔

اسی طرح تمام اعضاء، پورے بدن، مال، بلکہ جانوروں، غلاموں اور اولاد کے بارے میں سوچ و بچار کرے کیونکہ یہ سب کچھ اس کے اسباب اور آلات ہیں اور وہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قادر ہے لہٰذا وہ نہایت دقیق فکر کے ذریعے ان سے عبادت و اطاعت کے ممکنہ طریقے نکالے اور اس بات کے بارے میں غور و فکر کرے جو اسے ان عبادات کی طرف جلدی لے جاتی ہے نیز اس سلسلے میں خلوص نیت کی بھی فکر کرے

اور اس کے استحقاق کا جہاں جہاں گمان

ہو اسے طلب کرے تاکہ اس کے ذریعے اس کے اعمال پاک اور صاف ہوں۔ باقی عبادات کو بھی اسی پر قیاس کر لو۔

تیسری قسم:

یہ وہ صفات ہیں جو ہلاکت میں ڈالتی ہیں اور ان کا محل دل ہے لہٰذا جو کچھ ہم نے مہلکات کے باب میں بیان کیا ہے اس کے ذریعے ان کی معرفت حاصل کرے اور یہ صفات شہوت کا غلبہ، غصہ، بخل، تکبر، ریاکاری، خود پسندی، حسد، بدگمانی، غفلت اور غرور وغیرہ ہیں اپنے دل سے ان کا بوجھ ختم کرے اور اس کا خیال ہو کر اس کا دل ان سے پاک ہے تو اس کے امتحان کی کیفیت کے بارے میں غور کرے اور علامات کے ذریعے اس بات کی شہادت طلب کرے۔ کیوں کہ نفس ہمیشہ اچھی بات کا وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ جب تواضع کا دعویٰ کرے یا یہ کہ وہ تکبر سے پاک ہے تو اس کا تجربہ یوں کیا جائے کہ لکڑیوں کا ایک گٹھا لے کر بازار میں جائے جس طرح پہلے لوگ اپنے نفسوں کی آزمائش کرتے تھے اور جب وہ بردباری کا دعویٰ کرے تو دوسرے آدمی کو غصہ دلائے پھر غصہ پی جانے کے ذریعے اپنی آزمائش کرے ——— اسی طرح دیگر صفات میں ہے۔

یہ تو اس سلسلے میں تفکر ہے کہ آیا میں ان صفاتِ مکروہ سے موصوف ہوں یا نہیں؟

اور اس کی علامات ہم نے مہلکات کے بیان میں ذکر

کی ہیں جب ان میں سے کسی صفت کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس میں پائی جاتی ہے تو اب اس بات پر غور کرے جس کے ذریعے اس صفت کی برائی اس پر واضح ہو جائے اور اسے پتہ چل جائے کہ جہالت اور غفلت کی وجہ سے یہ مکروہ صفت پیدا ہوئی ہے نیز اس کا سبب باطنی خبث ہے۔ مثلاً وہ دیکھتا ہے کہ عمل کرنے کے بعد خود پسندی کا شکار ہو جاتا ہے تو غور کرے اور کہے کہ میرا عمل تو میرے بدن اور اعضاء کے ذریعے ہے نیز مجھے اس کی قدرت حاصل ہے اور میرے ارادے سے ایسا ہوا ہے اور یہ سب کچھ میرے اختیار میں نہیں ہے یہ تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور مجھ پر فضل فرمایا ہے۔ اسی نے مجھے بھی پیدا کیا اور وہی میرے اعضاء میری طاقت اور میرے ارادے کا خالق ہے وہی ذات ہے جس نے اپنی قدرت سے میرے اعضاء، ارادے اور طاقت کو حرکت دی تو میں کس طرح اپنے عمل یا اپنے نفس پر شیخی مار سکتا ہوں میرا نفس خود بخود تو قائم نہیں ہے۔

اور جب اپنے نفس میں تکبر محسوس کرے تو سمجھ جائے کہ یہ حماقت ہے اور اب اپنے نفس سے کہے کہ کیوں اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے بڑا تو وہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑائی حاصل ہو۔ اور اس بات کا علم موت کے بعد ہوگا۔ کتنے ہی کافر ہیں جو مرتے وقت کفر سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے بن کر دنیا سے رخصت ہوتے ہیں اور کتنے ہی مسلمان ہیں جن کی حالت مرتے وقت بدل جاتی ہے اور وہ بدبخت ہو کر مرتے ہیں جب معلوم ہو جائے کہ تکبر ہلاکت میں ڈالنے والا ہے اور یہ بے وقوفی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے تو اس کے ازالے کے لیے علاج کی فکر کرے یعنی تواضع کرنے والے لوگوں جیسے اعمال کرے اور جب کھانے کی خواہش اور حرص پائے تو سوچے کہ یہ تو جانوروں کی صفت ہے اور اگر کھانے اور جماع کی خواہش میں کمال ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی صفات ہوتیں جیسے علم اور قدرت ہے — اور جانور اس صفت سے موصوف نہ ہوتے اور جب اس پر حرص غالب ہو گی تو وہ جانوروں کے زیادہ مشابہ اور فرشتوں سے زیادہ دور ہو گا۔ اسی طرح غضب کے بارے میں اپنے نفس سے بات چیت کرے اور پھر اس کے علاج کے بارے میں غور و فکر کرے ہم نے یہ تمام باتیں ان ابواب میں بیان کر دی ہیں تو جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے لیے فکر کا راستہ کشادہ ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان بیانات سے استفادہ کرے۔

چوتھی قسم:

وہ باتیں جو نجات دیتی ہیں اور وہ توبہ، گناہوں پر ندامت، مصیبت پر صبر، نعمتوں پر شکر، خوف، امید دنیا سے بے رغبتی، اخلاص، عبادت میں صداقت، اللہ تعالیٰ کی محبت اور تعظیم اس کے افعال پر راضی رہنا، اس کی طرف شوق اور اس کے لیے خشوع و خضوع ہے اور یہ تمام باتیں ہم نے کتاب کے اس حصے میں ذکر کی ہیں اور ان کے اسباب و علامات کا بھی ذکر کیا ہے پس بندے کو روزانہ اپنے دل میں فکر کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والی ان صفات

میں سے مجھے کس صفت کی حاجت ہے جب ان میں سے کسی ایک کی حاجت ہو تو جان لے کہ یہ تو نتائج اور پھل ہیں جو علوم کے بغیر حاصل نہیں ہوتے اور علوم، افکار کا نتیجہ ہیں۔

پھر جب اپنے نفس کے لیے توبہ اور ندامت کے احوال حاصل کرنا چاہے تو پہلے اپنے گناہوں کی چھان بین کرے اور ان کو دل میں جمع کرکے بڑا سمجھے پھر اس سزا اور تنبیہ کو دیکھے جو اس سلسلے میں شریعت میں آئی ہے اور دل میں ٹھان لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لے رہا ہے تاکہ اسے ندامت ہو، اور جب وہ دل سے شکر کے حال کو برانگیختہ کرنا چاہے تو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسانات اور نعمتوں کو دیکھے نیز یہ کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں پر پردہ ڈال کر اسے رسوا ہونے سے بچا لیا۔ یہ سب باتیں ہم نے شکر کے بیان میں ذکر کی ہیں وہاں مطالعہ کیا جائے۔

اور جب محبت اور شوق کا ارادہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال اس کی عظمت اور اس کی کبریائی میں غور و فکر کرے اور اس مقصد کے لیے اس کے حکمتوں کے عجائب اور عمدہ صنعتوں کو دیکھے۔ اس کا تھوڑا سا بیان ہم فکر کی دوسری قسم میں کریں گے اور جب خوف کے حال کا ارادہ کرے تو پہلے اپنے ظاہری اور باطنی گناہوں کو دیکھے پھر موت اور اس کی سختیوں اور اس کے بعد منکر نکیر کے سوالات، عذاب قبر، قبر کے سانپوں بچھوؤں اور کیڑوں مکوڑوں پر نظر کرے پھر سوچے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو کیا ہولناک صورت ہوگی پھر جب میدان محشر میں تمام لوگ ایک ہی مقام پر کھڑے ہوں گے تو کس قدر خوف طاری ہوگا اس کے بعد حساب کا جھگڑا اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی باز پرس اور اس کے بعد پل صراط کی باریک اور تیزی ہے۔

اور اس بات کا خطرہ کہ کس طرف پھیرا جائے گا اگر بائیں طرف پھیرا گیا تو جہنم میں جائے گا اور دائیں طرف پھیرا گیا تو جنتی ہوگا۔

قیامت کے ہولناک منظر پر نظر کرنے کے بعد جہنم اور اس کے طبقات کا نقشہ دل میں لائے جہنم کے گرز اور اس کا خوفناک منظر، بیڑیاں، زنجیریں، تھوہڑ (کڑوی خوراک) اور پیپ نیز طرح طرح کے عذاب، اور اس پر جو فرشتے مقرر ہیں ان کی ڈراؤنی شکل کو سامنے رکھے یہ بھی سوچے کہ جب چمڑے پک جائیں گے تو ان کو دوسرے چمڑوں سے بدل دیا جائے گا اور جب اہل جہنم وہاں سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو ان کو دوبارہ وہاں داخل کر دیا جائے گا اور جب وہ اسے دور سے دیکھیں گے تو اس کی چیخ و پکار سنیں گے اسی طرح وہ باتیں جو قرآن پاک میں جہنم کے بارے میں مذکور ہیں ان سب کو پیش نظر رکھے۔

اور جب امید کی حالت کا حصول مطلوب ہو تو جنت اور اس کی نعمتوں پر نظر دوڑائے اس کے درختوں، نہروں، حوروں اور غلمان، دائمی نعمتوں اور ہمیشہ کی بادشاہی کو سامنے رکھے۔

غرضیکہ ایسے علوم جو پسندیدہ احوال کے حصول یا بُری صفات سے بچنے کا ذریعہ ہیں ان کو حاصل کرنے کے لیے

غور و فکر کا یہ طریقہ ہے اور ہم نے ان میں سے ہر حالت کے بارے میں مستقل باب مقرر کیا ہے جس کی مدد سے فکر کی تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے سب کا ذکر ایک جگہ نہیں ہے اور اس کے لیے غور و فکر کے ساتھ تلاوت قرآن پاک سے بڑھ کر کوئی بات نفع بخش نہیں ہے کیوں کہ قرآن پاک تمام مقامات و احوال کا جامع ہے اور اس میں تمام جہانوں کے لیے شفا ہے نیز قرآن پاک میں وہ باتیں بھی ہیں جو خوف، امید، صبر، شکر، محبت، شوق اور باقی تمام احوال پیدا کرتی ہیں۔

نیز اس میں بری صفات سے زجر اور جھڑک بھی مذکور ہے تو بندے کو چاہیے کہ قرآن پاک پڑھے اور جس آیت میں غور و فکر کی ضرورت ہو اسے بار بار پڑھے اگرچہ ایک سو بار پڑھنا پڑے قرآن پاک کی ایک آیت سوچ سمجھ کر اور غور و فکر کے ساتھ پڑھنا غور و فکر اور سمجھ کے بغیر پورے ختم قرآن سے بہتر ہے۔

تو آیات میں غور و فکر کے لیے توقف کرے اگرچہ ایک رات ہی گزر جائے کیوں کہ ہر آیت کے تحت بے شمار اسرار ہیں اور ان سے آگاہی اسی وقت ہو سکتی ہے جب صدق معاملہ کے بعد صاف دل سے نہایت باریکی کے ساتھ غور و فکر کرے اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں بھی غور و فکر کرے کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں اور آپ کا ہر کلمہ حکمت کے دریاؤں میں سے ایک دریا ہے اور کوئی شخص ان میں اس طرح غور کرے جس طرح چاہیے تو زندگی بھر اس کا غور و فکر ختم نہ ہو۔ (۱) ایک ایک آیت اور حدیث کی شرح نہایت طویل ہے مثلاً حضور علیہ السلام کی اس حدیث کو دیکھئے۔ آپ نے فرمایا۔

إِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رُوْعِيْ أَحْبِبْ مَنْ أَحْبَبْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ وَعِشْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهٖ۔ (۲)

بے شک حضرت جبریل علیہ السلام میرے دل میں یہ بات ڈال کہ جس سے محبت کرنا چاہیں کریں بالآخر اس سے جدا ہونا ہے اور جب تک چاہیں زندہ رہیں بالآخر آپ نے جانا ہے اور جو عمل چاہیں کریں بے شک اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

بے شک یہ کلمات تمام اولین و آخرین کو جامع ہیں اور زندگی بھر غور و فکر کرنے والوں کو کفایت کرتے ہیں جب وہ ان کے معانی سے واقف ہو جائیں اور وہ ان کے دل پر یقین کی طرح چھا جائیں اور یہ معانی ان کے اور دنیا کی طرف توجہ کے درمیان حائل ہو جائے تو علوم معاملہ اور بندے کی صفات میں غور و فکر کا یہ طریقہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہوں یا غیر پسندیدہ۔

---

(۱) الضعفاء الکبیر للعقیلی جلد ۲ ص ۲۱ حدیث ۴۲۷

(۲) العلل المتناہیۃ جلد ۲ ص ۸۰۳ حدیث ۱۳۸۱

راہ سلوک میں ابتدا کرنے والے کو چاہیے کہ ہر وقت ان افکار میں ڈوبا رہے حتیٰ کہ اپنے دل کو اخلاق محمودہ اور مقامات شریفہ سے آباد کرے اور اس کا ظاہر و باطن مکروہات سے پاک رہے۔

اور یہ بات بھی یاد رہے کہ ان امور میں فکر کرنا اگرچہ تمام عبادات سے افضل ہے لیکن انتہائی مقصود یہ نہیں بلکہ جو شخص ان فکروں میں مشغول ہوتا ہے وہ صدیقین کے مطالب سے پردے میں رہتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال میں فکر کے ذریعے لذتوں کا حصول ہے۔ اور اس میں دل اس طرح ڈوب جائے کہ اپنے آپ کو فنا کر دے اپنے نفس، احوال اور مقامات سب کو بھول جائے اور محبوب کی فکر میں ڈوب جائے بلکہ وہ یوں ہو جائے جس طرح کوئی شخص حیران و پریشان اپنے نفس سے غافل ہوتا ہے اور عشاق کی لذت کی انتہا یہی ہے۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ باطن کو آباد کرنا ہے تاکہ قرب و وصال کی صلاحیت پیدا ہو جب آدمی اپنی تمام عمر نفس کی اصلاح میں فنا کر دے تو قرب کی لذت کب حاصل ہو گی؟ اسی لیے حضرت خواص رحمہ اللہ جنگلوں میں پھرتے تھے حسین بن منصور حلاج رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا آپ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں جنگلوں کے چکر کاٹ کر توکل کے سلسلے میں اپنے حال کی اصلاح کرتا ہوں حضرت حسین بن منصور نے فرمایا آپ نے اپنی عمر اپنے باطن کی تعمیر اور آبادی میں صرف کر دی توحید میں کب فنا ہوں گے؟

تو ایک ذات حق میں فنا ہونا طالبین کا آخری مقصد ہے اور صدیقین کی لذت کی انتہا ہے ہلاک کرنے والی صفات سے بچنا نکاح کی عدت سے نکلنے کی طرح ہے جب کہ نجات دینے والی صفات اور تمام عبادات سے موصوف ہونا ایسے ہے جیسے کوئی عورت خاوند کے لیے تیار ہوتی ہے وہ اپنے چہرے کو دھوتی ہے اور بالوں کو کنگھی کرتی ہے تاکہ اپنے خاوند سے ملاقات کے قابل ہو سکے اگر وہ زندگی بھر رحم کی صفائی اور چہرے کی زینت میں ہی مصروف رہے تو یہ بات اس کے لیے محبوب کی ملاقات میں حائل رہے گی۔

اگر تم اہل مجالس میں سے ہو تو دین کے طریقے کو اس طرح سمجھنا چاہیے اور اگر تم شریر غلام کی طرح ہو جو مار کے خوف یا اجرت کی طمع میں حرکت کرتا ہے تو ظاہری اعمال کے ذریعے بدن کو تھکانا چھوڑ دو کیوں کہ تمہارے اور تمہارے دل کے درمیان ایک موٹا پردہ ہے اور جب تم اعمال کا حق پورا کرو گے تو جنتی لوگوں میں سے ہو گے لیکن ہم نشینی کے لیے اور لوگ ہی ہوں گے جب تمہیں معلوم ہو گیا کہ بندے اور اس کے رب کے درمیان معاملہ کے علوم میں فکر کا میدان کیا ہے تو اب صبح و شام اسے اپنی عادت بنالے اور اپنے نفس نیز اس کی ان صفات سے غافل نہ ہو جو اللہ سے دور کر دیتی ہیں اور وہ جو اس کے قریب کرتی ہیں۔ بلکہ ہر مرید کے پاس ایک کاپی ہونی چاہیے جس پر ہلاک کرنے والے امور اور نجات دینے والی صفات سب کا ذکر ہو نیز تمام گناہوں اور عبادات کا بھی تذکرہ ہو اور وہ روزانہ اس کے ساتھ اپنے نفس کا موازنہ کرے۔

ہلاک کرنے والے امور میں سے دس باتوں کو سامنے رکھنا کافی ہے اگر وہ ان سے بچ گیا تو ان کے علاوہ سے بھی

بچ جائے گا اور وہ بخل، تکبر، خود پسندی، ریاکاری، حسد، سخت غصہ، کھانے کی حرص، جماع کی حرص، مال کی محبت، اور جاہ و مرتبے کی محبت ہے۔

اور نجات دینے والی صفات میں سے بھی دس باتوں کو سامنے رکھے گناہوں پر ندامت، مصیبت پر صبر، اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہونا اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا، خوف اور امید کے درمیان راستہ اختیار کرنا، دنیا سے بے رغبتی، عمل میں اخلاص مخلوق کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا اور اس کے سامنے خشوع و خضوع کا اظہار کرنا۔

تو یہ بیس خصلتیں ہیں جن میں سے دس مذموم اور دس محمود ہیں تو جب ایک بری بات چلی جائے تو اس پر لکیر کھینچ دے اور اس کے بارے میں فکر کو چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اسے اس سے بچالیا اور اس سے دل کو پاک کر دیا اور اس بات کا یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد کے بغیر ایسا نہیں ہو سکتا تھا اور اگر وہ اپنے آپ کو اپنے نفس کے حوالے کر دے تو چھوٹی سی برائی کو مٹانے پر قادر نہیں ہو سکتا۔

اب وہ باقی نو کی طرف متوجہ ہو اسی طرح کرتا رہے حتیٰ کہ تمام پر لکیر پھیر دے۔

اسی طرح نفس سے نجات دینے والی صفات کے ساتھ متصف ہونے کا مطالبہ کرے جب ان میں سے کسی ایک سے موصوف ہو جائے مثلاً توبہ اور ندامت اختیار کرے تو اس پر لکیر پھیر دے اور دوسری صفات میں مشغول ہو جائے یہ بات اس مرید کے لیے ہے جو کوشش کے مراحل میں ہو۔

لیکن جو لوگ صالحین میں شمار ہوتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ اپنی کاپیوں پر ظاہری گناہ بھی لکھ دیں جیسے شبہ والی چیز کھانا، زبان کو غیبت کے لیے استعمال کرنا، چغلی کھانا، دوسرے کی بات کاٹنا، اپنی تعریف کرنا، دشمنوں سے دشمنی اور دوستوں سے دوستی کرتے ہوئے حد سے بڑھ جانا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں مخلوق کے ساتھ منافقت سے پیش آنا کیوں کہ عام طور پر جو لوگ نیک لوگوں میں شمار ہوتا ہیں ان کے اعضاء ان گناہوں سے محفوظ نہیں ہوتے اور جب تک اعضاء گناہوں سے پاک نہ ہوں دل اور اس کی تطہیر میں مشغولیت ممکن نہیں بلکہ لوگوں میں سے ہر گروہ پر ایک خاص قسم کا گناہ غالب ہوتا ہے۔

پس ان کو چاہیے کہ ان گناہوں کے درپے ہوں اور ان میں غور و فکر کریں جن گناہوں سے محفوظ ہیں ان کی فکر نہ کریں۔

مثلاً ایک متقی عالم عام طور پر اپنے علم کا اظہار کرتا رہتا ہے وہ شہرت چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ چار دانگ عالم میں اس کا نام ہو چاہے تدریس کے حوالے سے ہو یا وعظ کی وجہ سے، اور جو شخص اس قسم کی بات کے درپے ہوتا ہے وہ ایک بہت بڑے فتنے کے پیچھے جاتا ہے جس سے صرف صدیقین لوگ ہی نجات پاتے ہیں اگر اس کی بات مقبول ہو اور دلوں پر اچھی طرح اثر کرتی ہو تو وہ خود پسندی اور تکبر کا شکار ہوتا ہے اس میں زینت اور بناوٹ

پیدا ہوتی ہے اور یہ تمام چیزیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں اور اگر اس کی بات کو رد کیا جاتا ہے تو وہ نہ ماننے والے سے نفرت کرتا ہے اس پر اسے غصہ آتا ہے اور کینہ پیدا ہوتا ہے اور یہ غصہ اس غصے سے زیادہ ہوتا ہے جو دوسروں کا کلام نہ ماننے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور شیطان اس کو بہکاتا ہے کہ تمہیں تو غصہ صرف اس لیے آیا کہ اس شخص نے حق بات کو رد کیا اور اس کا انکار کیا ہے۔

اگر وہ اپنے کلام کے رد اور کسی دوسرے عالم کے کلام کے رد ہونے میں فرق کرتا ہے تو وہ مغرور ہے اور شیطان کا آلۂ کار بھی۔ پھر جب لوگوں کے ماننے کی وجہ سے اسے خوشی ہوتی ہے، اپنی تعریف پر خوش ہوتا ہے اور اپنے کلام کے رد ہونے پر نفرت اور غصے کا اظہار کرتا ہے تو اب وہ الفاظ کی ادائیگی میں تکلف اور بناوٹ کو اختیار کرتا ہے اور الفاظ میں حسن پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کی وجہ اس بات کی حرص ہوتی ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں اور اللہ تعالیٰ تکلف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

اور بعض اوقات شیطان اسے یوں دھوکہ دیتا ہے کہ تمہارا یہ تکلف اور اچھے الفاظ استعمال کرنا اس لیے ہے کہ حق پھیلے اور دلوں میں جاگزیں ہو اور یہ دین کی سربلندی کے لیے ہے۔ پس اگر وہ اپنی اس خوش الفاظی اور لوگوں کی تعریف پر زیادہ خوش ہوتا ہے اور کسی دوسرے عالم کی لوگ تعریف کریں تو اس قدر خوشی نہیں ہوتی تو یہ شخص دھوکے میں ہے اور جاہ و مرتبہ کی حرص رکھتا ہے اگرچہ اس کا گمان یہی ہو کہ اس کا مطلب محض دین ہے۔

اور جب یہ باتیں اس کے دل میں پیدا ہوتی ہیں تو اس کے ظاہری جسم پر بھی ظاہر ہوتی ہیں حتیٰ کہ جو شخص اس کی تعظیم کرتا ہے اور اس کی فضیلت کا معتقد ہے یہ اس کا زیادہ احترام کرتا ہے اور اس کی ملاقات سے زیادہ خوش ہوتا ہے جب کہ کسی دوسرے عالم کے معتقد کی آؤ بھگت اس طرح نہیں کرتا اگرچہ وہ دوسرا عالم اس اعتقاد کے زیادہ لائق ہو اور بعض اوقات اہل علم ایک دوسرے سے اس قدر غیرت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ عورتوں کی طرح ہو جاتے ہیں چنانچہ اگر ان میں سے کسی ایک کے شاگرد دوسرے کے پاس چلے جائیں تو اسے تکلیف ہوتی ہے اگرچہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس دوسرے عالم سے دینی فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

یہ سب باتیں ان ہلاک کرنے والے امور کا نتیجہ ہیں جو دل کے اندر پوشیدہ ہیں اور عالم اس دھوکے میں ہوتا ہے کہ وہ ان سے بچا ہوا ہے اور بیان مذکورہ بالا علامات سے ظاہر ہوتے ہیں تو عالم کا فتنہ بہت بڑا ہے وہ یا تو بادشاہ ہوتا ہے یا ہلاک ہونے والا، اسے عوام کی طرح بچ جانے کی طمع نہیں ہوتی لہٰذا جو شخص اپنے اندر ان صفات کو محسوس کرے اس پر گوشہ نشینی اور تنہائی نیز گمنامی لازم ہے اور جب اس سے مسئلہ پوچھا جائے تو فتویٰ دینے سے گریز کرے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں مسجد شریف میں بہت سے صحابہ کرام ہوتے تھے اور وہ سب کے سب مفتی تھے لیکن وہ فتویٰ ایک دوسرے پر ٹال دیتے تھے اور اگر کوئی فتویٰ دیتا بھی تو اس کی خواہش یہی ہوتی کہ کوئی دوسرا مجھے

اس سے بچا لیتا تو اچھا تھا۔

اور اس وقت انسانی شیطانوں سے بچے کیوں کر وہ کہتے ہیں تم ایسا مت کرو کیوں کہ اگر یہ دروازہ (گوشہ نشینی کا دروازہ) کھل گیا تو لوگوں سے علوم مٹ جائیں گے تو ان کو یوں جواب دے کہ دین اسلام کو میری ضرورت نہیں ہے یہ مجھ سے پہلے بھی بھر پور تھا اور میرے بعد بھی اسی طرح رہے گا اور اگر میں مر گیا تو اسلام کے ارکان مٹ نہیں جائیں گے، کیوں کہ دین مجھ سے بے نیاز ہے البتہ میں اپنے دل کی اصلاح کے سلسلے میں اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بات کہ میرے بیٹھ جانے سے علم مٹ جائے گا محض ایک خیال ہے جو انتہائی درجہ کی جہالت پر دلالت کرتا ہے کیوں کہ اگر سب لوگ قید خانہ میں قید کر دیئے جائیں اور ان کو بیڑیاں ڈال کر ڈرایا جائے کہ اگر تم علم حاصل کرو گے تو آگ میں ڈالے جاؤ گے تو بلند مرتبے اور ریاست کی محبت ان کو اس بات پر مجبور کرے گی کہ وہ بیڑیاں توڑ کر اور دیواریں گرا کر ان سے باہر نکلیں اور طلب علم میں مشغول ہو جائیں کیوں کہ جب تک شیطان مخلوق کے دل میں جاہ و مرتبے کی محبت ڈالتا رہے گا علم مٹ نہیں سکتا اور شیطان قیامت تک اپنے عمل میں کوتاہی نہیں کرے گا بلکہ ایسے لوگ علم کے پھیلانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِأَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَهُمْ۔ (۱)	بے شک اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد ایسے لوگوں سے کراتا ہے جن کا (آخرت یا دین میں) کوئی حصہ نہیں۔

اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔

وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ (۲)	اور بے شک اللہ تعالیٰ کسی فاجر شخص کے ذریعے اس دین کی مدد فرماتا ہے۔

لہٰذا کسی عالم دین کو اس قسم کے دھوکوں میں آکر لوگوں کے ساتھ مخلوط نہیں ہونا چاہیے اس طرح اس کے دل میں جاہ و مرتبے اور مال کی محبت بڑھے گی اور اس سے دل میں اس طرح منافقت پیدا ہو گی جس طرح پانی سبزی کو اگاتا ہے (۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَا ذِئْبَانِ ضَارِيَانِ أُرْسِلَا فِيْ زَرِيْبَةِ غَنَمٍ بِأَكْثَرَ إِفْسَادًا فِيْهَا مِنْ حُبِّ	دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑے جائیں وہ اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جس قدر مسلمان آدمی کے

---

(۱) مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۳۰۲ کتاب الجہاد

(۲) صحیح بخاری جلد اول ص ۴۳۱ کتاب الجہاد

(۳) تذکرہ الموضوعات ص ۱۷۷ باب ذم الدنیا

بِالْجَاهِ وَالْمَالِ فِي دِيْنِ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ (۱) دین کو مال اور مرتبے کی خواہش سے نقصان ہوتا ہے۔
اور دل سے مرتبے کی خواہش اسی صورت میں نکل سکتی ہے جب وہ لوگوں سے دُور رہے اور ان کے ساتھ میل جول سے بھاگے نیز ہر اس چیز کو چھوڑ دے جس سے ان کے دلوں میں اس کا مرتبہ بڑھتا ہو۔ تو عالم کو چاہیے کہ وہ دل کی ان مخفی صفات کو تلاش کرنے کی فکر کرے اور ان سے نجات کا راستہ ڈھونڈے متقی عالم کا یہی وظیفہ ہے۔

اور ہمارے جیسے لوگوں کو چاہیے کہ ہم ان باتوں کے بارے میں فکر کریں جن سے قیامت پر ہمارا ایمان مضبوط ہو کیوں کہ اگر پہلے بزرگ ہمیں دیکھتے تو وہ یقیناً یہی بات کہتے کہ یہ لوگ حساب و کتاب کے دن پر ایمان نہیں رکھتے۔
ہمارے اعمال، ان لوگوں کے اعمال نہیں ہیں جو جنت اور جہنم پر ایمان رکھتے ہیں کیوں کہ جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بھاگتا ہے اور جو آدمی کسی چیز کی امید رکھتا ہے وہ اسے طلب کرتا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ جہنم سے بچنے کے لیے شبہ والی چیزوں اور حرام کو چھوڑنا پڑتا ہے نیز گناہوں کو بھی ترک کرنا پڑتا ہے حالاں کہ ہم ان کاموں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور جنت کی طلب نوافل کی کثرت سے ہوتی ہے جب کہ ہم فرائض میں کوتاہی کرتے ہیں تو علم کے نتیجہ سے ہمیں یہی کچھ حاصل ہوا کہ دنیا کی حرص میں لوگ ہماری اقتدا کریں اور یوں کہیں کہ اگر دنیا بری ہوتی تو ہماری نسبت علماء کرام اس سے اجتناب کے زیادہ لائق تھے تو کاش ہم عوام کی طرح ہوتے کہ جب ہمیں موت آتی تو ہمارے ساتھ ہمارے گناہ بھی ختم ہو جاتے پس اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہم کتنے بڑے فتنے میں مبتلا ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہماری بھی اصلاح فرمائے اور ہمارے ذریعے دوسروں کی اصلاح بھی فرمائے اور ہمیں مرنے سے پہلے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ وہی ذات ہم پر مہربان کریم اور انعام و اکرام کرنے والی ہے۔
تو علم معاملہ میں علماء کرام اور صالحین کے افکار کی گزر گاہیں یہ ہیں جب وہ ان سے فارغ ہوتے ہیں تو نفس کی طرف ان کی توجہ نہیں رہتی اور اب وہ اللہ تعالیٰ کے جلال اور عظمت میں فکر کی طرف بڑھتے ہیں۔ اور دل کی آنکھ سے اس کے مشاہدے سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور یہ بات اسی وقت پوری ہوتی ہے جب وہ تمام ہلاک کرنے والے امور سے جدا ہو جائے اور نجات دینے والی صفات سے موصوف ہو۔
اگر اس سے پہلے اس میں کچھ ظاہر ہوگا تو اس میں کچھ خرابی ہوگی گدلا ہوگا اور جلد ختم ہونے والا ہوگا وہ چمکنے والی بجلی کی طرح ہوگا جو زیادہ دیر نہیں ٹھہرتی۔ نیز وہ اس عاشق کی طرح ہوگا جو اپنے معشوق کے ساتھ تنہائی اختیار کرتا ہے لیکن اس کے کپڑوں کے نیچے سانپ اور بچھو ہوں جو اسے مسلسل کاٹ رہے ہوں اس پر مشاہدے کی لذت پریشان کن ہوتی ہے۔ اور اچھی طرح لذت کا حصول اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے کپڑوں کے نیچے سے سانپوں اور بچھوؤں کو نہ

---

(۱) المعجم الکبیر جلد ۱۹ ص ۹۶ حدیث ۱۸۹

نکال دے اور یہ بری عادات سانپ اور بچھو ہیں یہ ایذا بھی پہنچاتی ہیں اور پریشان بھی کرتی ہیں اور قبر میں بچھوؤں اور سانپوں کے ڈسنے سے اس قدر تکلیف نہیں ہوتی جتنی تکلیف ان کے ڈسنے سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندے کے نفس میں پائی جانے والی اچھی اور بری صفات میں فکر کے راستوں سے متعلق آگاہی کے سلسلے میں اتنی بات کافی ہے۔

دوسری قسم:

اللہ تعالیٰ کے جلال اس کی عظمت اور اس کی کبریائی کے بارے میں غور و فکر کرنا ـــــ اس میں دو مقام ہیں اعلیٰ مقام یہ ہے کہ اس کی ذات و صفات اور اس کے اسمائے گرامی کے معانی میں غور و فکر کیا جائے لیکن اسے منع کیا گیا ہے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخلوق میں غور کرو لیکن اس کی ذات میں فکر نہ کرو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں عقل حیران رہتی ہے اور سوائے صدیقین کے کسی کی نگاہ وہاں تک نہیں پہنچ سکتی پھر وہ بھی ہمیشہ اسے دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتے۔

بلکہ تمام مخلوق کی نگاہیں جلال خداوندی کی نسبت سے اس طرح ہیں جس طرح سورج کی نسبت سے چمگادڑ کی آنکھ ہوتی ہے کیوں کہ وہ تو اس کی طاقت بالکل نہیں رکھتی بلکہ دن کو تو وہ چھپی رہتی ہے اور رات کے وقت سورج کی اس روشنی کو دیکھتی ہے جو زمین پر باقی ہوتی ہے۔

صدیقین کا حال اس طرح ہے جس طرح انسانوں کا سورج کو دیکھنا ہوتا ہے وہ سورج کو دیکھ تو سکتا ہے اس کی طرف نظر کو گاڑ نہیں سکتا اور اگر وہ اسے مسلسل دیکھتا رہے تو بینائی کے جانے کا خطرہ ہوتا ہے ہو سکتا ہے اس کی آنکھیں چندھیا جائیں یا بینائی منتشر ہو جائے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھنا حیرت، دہشت اور عقل کا اضطراب پیدا کرتی ہے لہذا زیادہ بہتر یہی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں فکر کے لیے راستے نہ کھولے کیوں کہ اکثر عقلیں اس کو برداشت نہیں کر سکتیں۔

بلکہ ایک معمولی سی مقدار جس کی وضاحت بعض علماء کرام نے کی ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے، جہتوں اور کناروں سے منزہ ہے نہ تو وہ عالم میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے۔ عالم سے ملا ہوا بھی نہیں اور جدا بھی نہیں۔ کئی لوگوں کی عقلیں حیران ہو گئیں حتیٰ کہ انہوں نے اس کا انکار کر دیا کیوں کہ وہ اسے سننے اور اس کی معرفت کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

بلکہ ایک گروہ تو اس سے بھی کمتر کو برداشت نہ کر سکا یعنی جب ان سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ اس کا سر، پاؤں ہاتھ، آنکھ یا کوئی دوسرا عضو ہو اور یہ کہ وہ جسم ہو جس کی کوئی مقدار اور حجم ہو۔ تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا اور یہ خیال کیا کہ یہ بات عظمت و جلال خداوندی کے لیے عیب ہے حتیٰ کہ عوام میں سے بعض بیوقوفوں نے کہا کہ یہ تو ہندوستان کے تربوز کا وصف ہے معبود (اللہ) کا وصف نہیں ہے کیوں کہ اس بے چارے کو یہی گمان تھا کہ ان اعضاء میں ہی

جلالت و عظمت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان صرف اپنے آپ کو جانتا ہے اور اسی کو عظیم سمجھتا ہے اور جو کوئی اس کی صفات میں اس کے مساوی نہ ہو اس میں عظمت نہیں جانتا۔

ہاں اس کی انتہائی اس قدر ہے کہ وہ اپنے نفس کو اچھی صورت والا، تخت پر بیٹھا ہوا دیکھے اس کے سامنے نوکر چاکر ہوں جو اس کے حکم کی تعمیل کر رہے ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہی کچھ تصور کرتا ہے اور اسی کو باعثِ عظمت سمجھتا ہے بلکہ اگر مکھی کے پاس عقل ہوتی اور اسے کہا جاتا کہ تمہارے خالق کے دو پر، ہاتھ اور پاؤں نہیں ہیں اور نہ ہی وہ اڑ سکتا ہے تو وہ بھی خالق کا انکار کر دیتی۔

اور وہ کہتی کہ میرا خالق کیسے مجھ سے ناقص ہو سکتا ہے کیا وہ ایسا ہوگا کہ اس کے پر کٹے ہوئے ہوں یا وہ شل ہو جو اڑ نہ سکتا ہو یا میرے پاس ایسا سامان اور قدرت ہو جو اس کے پاس نہ ہو اور پھر بھی وہ میرا خالق اور مصور ہو۔

عام لوگوں کے عقلیں بھی اس عقل کے قریب قریب ہیں اور بے شک انسان بے خبر، ناشکرا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے کسی نبی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو میری صفات کی خبر نہ دینا ورنہ وہ میرا انکار کر دیں گے بلکہ ان کو میرے بارے میں اسی قدر بتانا جو وہ سمجھتے ہیں۔

تو جب اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں غور کرنا خطرناک ہے تو شریعت کے ادب اور اصلاحِ خلق کا تقاضا ہے کہ وہ اس میں غور و فکر نہ کرے لیکن ہم دوسرے مقام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ وہ یہ کہ اس کے افعال قدرت صنعتوں کے عجائبات اور مخلوق کے معاملات میں اس کی صنعت عجیبہ میں غور کیا جائے۔ کیوں کہ یہ باتیں اس کے جلال، کبریائی، تقدس اور بلندی پر دلالت کرتی ہیں اسی طرح اس کے علم و حکمت کے کمال اور اس کی مشیت و قدرت کے نفاذ پر بھی دلالت کرتی ہیں لہٰذا اس کی صفات کے آثار پر غور کرے کیوں کہ ہم اس کی صفات کو (براہ راست) نہیں دیکھ سکتے جیسا کہ ہم سورج کے چمکنے کے وقت براہ راست زمین کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہم چاند اور ستاروں کے نور سے سورج کی روشنی کی عظمت کو دیکھتے ہیں کیوں کہ زمین کا نور سورج کی روشنی کے آثار میں سے ہے اور آثار پر غور کرنے سے موثر پر دلالت حاصل ہوتی ہے چاہے وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ وہ خود موثر کو دیکھنے کے برابر نہیں ہوتی۔

دنیا میں جو کچھ موجود ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار میں سے ایک اثر ہے اس کے انوارِ ذات میں سے ایک نور ہے بلکہ عدم سے بڑھ کر کوئی اندھیرا نہیں ہے اور وجود سے زیادہ واضح کوئی نور نہیں ہے تمام اشیاء کا وجود اس کے انوارِ ذات میں سے ایک نور ہے کیوں کہ تمام اشیاء اس کی قیوم ذات کے ساتھ قائم ہیں جیسے جسموں کا نور سورج کی روشنی سے قائم ہے اور جب سورج کا کچھ حصہ ظاہر ہوتا ہے تو طریقہ یہ ہے کہ پانی کا ایک تھال رکھا جائے حتیٰ کہ تم اس میں سورج کو دیکھو اب اسے دیکھنا ممکن ہوتا ہے تو پانی ایک واسطہ ہے جو سورج کی روشنی کو قدرے کم کر دیتا ہے حتیٰ کہ اسے دیکھنا آسان ہو جاتا ہے اسی طرح یہ افعال واسطہ ہیں جن میں فاعل کی صفات کی جھلک موجود ہوتی ہے تو ہم نورِ ذات

سے حیران نہیں ہوتے کیوں کہ افعال کے واسطے سے ہم اس سے قدرے دور ہو گئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں یہی راز ہے۔

آپ نے فرمایا۔

تَفَكَّرُوْا فِيْ خَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَتَفَكَّرُوْا فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ۔ (۱)

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں غور و فکر کرو لیکن اس کی ذات میں تفکر نہ کرو۔

فصل ۴:

مخلوقِ خدا میں تفکر کی کیفیت

جان لو! اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ بھی موجود ہے وہ اللہ تعالیٰ کا فعل اور اس کا پیدا کردہ ہے اور ہر ذرہ چاہے وہ جوہر یا عرض، صفت یا موصوف اس میں عجائب و غرائب ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی حکمت، قدرت، جلال اور عظمت کا ظہور ہوتا ہے اور ان کا شمار کرنا ناممکن ہے کیوں کہ اگر سمندر اس کے لیے سیاہی بن جائے تو ایک فیصد بھی پورا نہ ہو اور سمندر اس سے پہلے ختم ہو جائے۔ تاہم، ہم بطور نمونہ کچھ ذکر کرتے ہیں تاکہ اسے باقی کے لیے مثال قرار دیا جا سکے۔

دو قسم کی مخلوق:

مخلوق کی دو قسمیں ہیں ایک وہ مخلوق ہے جس کی اصل سے ہم واقف نہیں ہیں لہٰذا ہم اس میں غور و فکر نہیں کر سکتے اور کتنی ہی موجودات ہیں جن کو ہم نہیں جانتے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (۲)

اور وہ پیدا کرتا ہے جسے تم نہیں جانتے۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ۔

وہ ذات پاک ہے جس نے زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں کے اور تمہارے بھی جوڑے پیدا کئے اور ان سے بھی جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (۳)

اور ہم تمہیں اس صورت میں پیدا کرتے ہیں جس کو تم نہیں جانتے۔

---

(۱) قرآن مجید سورۂ نحل آیت ۸

(۲) قرآن مجید، سورۂ یٰسین آیت ۳۶

(۳) قرآن مجید، سورہ واقعہ آیت ۶۱

دوسری قسم کی مخلوق وہ ہے جس کی اصل کا اجمالی علم ہوتا ہے لیکن تفصیل معلوم نہیں ہوتی تو ہمارے لیے اس کی تفصیل میں غور و فکر کرنا ممکن ہے پھر اس کی دو صورتیں ہیں ایک وہ جس کا ادراک ہم حواس سے کرتے ہیں اور دوسری وہ ہے جس کا ادراک آنکھ سے نہیں ہو سکتا۔

جس مخلوق کا ادراک آنکھ سے نہیں ہو سکتا وہ مثلاً فرشتے، جن، شیطان، عرش اور کرسی وغیرہ ہیں۔ ان اشیاء میں فکر کا میدان تنگ اور نہایت گہرا ہے۔

اب ہم اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو ذہنوں کے زیادہ قریب ہے اور یہ وہ اشیاء ہیں جو آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہیں سات آسمان اور سات زمینیں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان پر مشتمل ہے۔

آسمان اپنے ستاروں، سورج، چاند، ان کی حرکت اور طلوع و غروب میں ان کی گردش کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ زمین کا مشاہدہ اس کے پہاڑوں، نہروں، دریاؤں، حیوانات، نباتات اور ان چیزوں کے ساتھ ہوتا ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہیں۔ اور وہ جوہر ہے جو بادلوں، بارشوں، برف گرج چمک، ٹوٹنے والے ستارے اور تیز ہوائیں ہیں۔

تو یہ وہ اجناس ہیں جو آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان دیکھی جاتی ہیں۔ پھر ان میں سے ہر جنس کی کئی انواع ہیں پھر ہر نوع کی کئی اقسام ہیں اور ہر قسم کی کئی شاخیں ہیں اور صفات، ہیئت، اور ظاہری و باطنی معانی کے اختلاف کی وجہ سے اس کی تقسیم کا سلسلہ کہیں رکتا نہیں۔ اور یہ تمام فکر کے میدان ہیں۔ زمین و آسمان کے جمادات و نباتات حیوانات، فلک اور ستاروں میں سے ایک ذرہ بھی اللہ تعالیٰ کے حرکت دیئے بغیر حرکت نہیں کر سکتا۔

ان کی حرکت میں ایک حکمت ہو یا دو دس ہوں یا ہزار یہ سب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہیں۔ اور اس کے جلال و کبریائی پر دلالت کرتی ہیں۔ یہی اس وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں اور علامات ہیں قرآن پاک میں ان نشانیوں پر غور و فکر کی ترغیب دی گئی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ - (۱)

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے بدلنے میں عقل مند لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں

اور جیسے ارشاد خداوندی ہے۔

وَمِنْ اٰيَاتِهٖ - (۲)

اور یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے۔

یعنی قرآن مجید، شروع سے آخر تک اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے اب ہم بعض نشانیوں میں غور و فکر کی کیفیت بیان

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ آل عمران آیت ۱۹۰

(۲) قرآن مجید، سورۂ روم آیت ۲۵

کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک انسان ہے جو نطفے سے پیدا ہوا اور آدمی کے سب سے زیادہ نزدیک اس کا نفس ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے عجائبات ہیں جو اس کی عظمت پر دلالت کرتے ہیں اور یہ اس قدر زیادہ ہیں۔ کہ ان میں سے ایک فیصد سے آگاہی پر ہی تمام زندگی ختم ہو جائے۔ اور تم اس سے غافل رہو تو اے وہ شخص جو اپنے نفس سے غافل اور بے خبر ہے تُو دوسروں کی پہچان کس طرح کیسے کر سکتا ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے نفس میں غور و فکر کا حکم دیا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے۔

وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ (۱)

اور وہ تمہارے اندر ہے کیا تم نہیں دیکھتے۔

اور اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ تم ایک گندے نطفہ سے پیدا ہوئے ہو۔

ارشاد خداوندی ہے۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَکْفَرَہٗ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَہٗ فَقَدَّرَہٗ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗ ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ ثُمَّ اِذَا شَاءَ اَنْشَرَہٗ۔ (۲)

انسان ہلاک ہو وہ کس قدر ناشکرا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے کس چیز سے پیدا کیا پانی کی ایک بوند سے پیدا کیا پھر اسے اندازے سے رکھا پھر اس کا راستہ آسان کر دیا پھر اسے موت دے کر قبر میں پہنچایا پھر جب چاہے گا اسے اٹھائے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَا اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ۔ (۳)

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر تم انسان ہو جو پھیل گئے۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَمْ یَکُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی ثُمَّ کَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰی۔ (۴)

کیا وہ (انسان) پانی کی ایک بوند نہ تھا جو (رحم مادر میں) ٹپکایا جاتا ہے پھر اس سے وہ لوتھڑا بنا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا اور اعضاء درست کیے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ الذاریات آیت ۲۱

(۲) قرآن مجید، سورۃ عبس آیت ۱۷ تا ۲۲

(۳) قرآن مجید سورۃ روم آیت ۲۰

(۴) قرآن مجید، سورۃ القیامۃ آیت ۳۷، ۳۸

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ (۱)

کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہیں کیا پھر ہم نے اس پانی کو ایک معلوم مقدار تک ایک جگہ نہیں ٹھہرایا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ۔ (۲)

کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا تو اب وہ کھلم کھلا جھگڑالو ہے۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ۔ (۳)

بلاشبہ ہم نے ہی انسان کو ایک مخلوط نطفہ سے پیدا فرمایا۔

پھر بتایا کہ کس طرح اس نے نطفہ کو جما ہوا خون، جمے ہوئے خون کو گوشت کا لوتھڑا اور اس لوتھڑے کو ہڈیاں بنایا۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً۔ (۴)

اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا پھر ہم نے اسے پانی کی ایک بوند بنا کر ایک محفوظ مقام پر رکھا پھر ہم نے نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے نطفہ (مادہ منویہ) کا بار بار ذکر اس لیے نہیں کیا کہ اس لفظ کو سنایا جائے اور اس کے معنیٰ میں غور نہ کیا جائے تو اب نطفہ کو دیکھو یہ گندے اور ناپاک پانی کا ایک قطرہ ہے اگر اس کو ایک گھڑی چھوڑ دیا جائے تاکہ اسے ہوا لگے تو وہ خراب ہو کر بو دینے لگتا ہے اور کس طرح تمام پالنے والوں کے پالنہار نے اسے مردوں کی پیٹھوں اور عورتوں کی چھاتیوں سے نکالا اور کس طرح مرد اور عورت کو اکٹھا کیا اور ان کے دلوں میں محبت ڈالی اور کس طرح محبت اور شہوت کے سلسلے میں ان کو جمع کیا اور پھر جماع کی حرکت سے مرد سے نطفے کو نکالا اور پھر حیض کے خون کو کس طرح رگوں کے اندر سے کھینچ کر رحم میں جمع کیا پھر اس نطفے سے کس طرح بچے کو پیدا کیا۔ اور اسے حیض کا خون کھلایا اور پلایا

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ مرسلات آیت ۲۰ تا ۲۲

(۲) قرآن مجید سورۃ یٰسین آیت ۷۷

(۳) قرآن مجید، سورۃ الدھر آیت ۲

(۴) قرآن مجید، سورۃ مومنون آیت ۱۲، ۱۳، ۱۴

حتیٰ کہ وہ بڑھا اور اس کی پرورش ہوئی اور بڑا ہوا اور پھر کس طرح اس نطفے کو جو سفید چمکدار تھا جما ہوا سرخ خون بنا دیا پھر اسے گوشت کا لوتھڑا کس طرح بنایا پھر اس نطفے کے اجزاء کو ہڈیوں، پٹھوں، رگوں، ریشوں اور گوشت میں تقسیم کر دیا حالاں کہ وہ ٹکڑے تو ایک جیسے تھے۔

پھر گوشت، پٹھوں، اور رگوں سے ظاہری اعضاء کی ترکیب فرمائی سر کو گول بنایا کان کو سوراخ کی شکل میں رکھا اسی طرح آنکھ ناک، منہ اور باقی تمام سوراخوں کا معاملہ ہے۔

پھر کس طرح باطنی اعضاء بنائے گئے مثلاً دل، معدہ جگر، تلی، پھیپھڑے، رحم، مثانہ اور آنتیں بنائیں ہر ایک کی شکل مقدار اور عمل مخصوص معین ہے پھر ان میں سے ہر ایک عضو کو دوسری اقسام میں تقسیم فرمایا۔ شلاً آنکھ کو سات طبقوں میں تقسیم کیا ہر طبقے کا وصف خاص ہے اور اس کی شکل بھی مخصوص ہے اگر اس کا کوئی ایک طبقہ مفقود ہو جائے یا اس کی کوئی ایک صفت زائل ہو جائے تو آنکھ دیکھنا چھوڑ دیتی ہے۔

اگر ہم ایک ایک عضو کے عجائب کا وصف بیان کرنا شروع کریں تو تمام عمر اسی میں گزر جائے۔

اب ہڈیوں کو دیکھو یہ سخت اور مضبوط جسم ہیں اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کو نرم اور پتلے نطفے سے بنایا پھر ان کو بدن کے قائم ہونے کا ذریعہ بنایا ان کو مختلف مقدار اور مختلف شکلوں پر رکھا کوئی ہڈی چھوٹی ہے تو کوئی بڑی کوئی لمبی ہے تو کوئی گول، کوئی اندر سے خالی ہے اور کوئی ٹھوس ہے اسی طرح کوئی چوڑی ہے اور کوئی پتلی ہے۔

اور جب انسان اپنے تمام بدن اور بعض اعضاء کے ساتھ حرکت کا حاجتمند ہے اور وہ اپنی حاجات کے لیے ادھر ادھر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایک ہڈی نہیں بنائی بلکہ بہت سی ہڈیاں بنا کر ان کے درمیان جوڑ رکھے ہیں تاکہ ان کے ساتھ حرکت آسان ہو اور ان میں سے جس سے جو حرکت مطلوب ہے اسی کے مطابق اسے شکل دی ہے پھر ان جوڑوں کو ملایا اور اس کا طریقہ یوں رکھا کہ ایک ہڈی کے کنارے پر ریشہ رکھا جس کو دوسری ہڈی سے ملا دیا جس طرح ایک چیز سے باندھا جاتا ہے پھر ایک طرف کی ہڈی کے کونے زائد باہر نکلے ہوئے ہیں اور دوسری ہڈی میں اس کے موافق گڑھا بنا دیا تاکہ وہ زائد حصے اس میں داخل ہو کر خوب برابر ہو جائیں۔

اب انسان کی حالت یہ ہو گئی کہ جب وہ بدن کے کسی حصے کو حرکت دینا چاہتا ہے تو اسے کوئی رکاوٹ نہیں ہوئی اگر یہ جوڑ نہ ہوتے تو اس کے لیے ایسا کرنا مشکل ہو جاتا۔

پھر دیکھو کہ سر کی ہڈیوں کو کس طرح پیدا کیا ان کو کیسے جمع کر کے ایک دوسری کے ساتھ جوڑا اسے پچپن ہڈیوں سے مرکب کیا جن میں سے ہر ایک کی شکل و صورت دوسری سے مختلف ہے ان کو ایک دوسرے سے اس طرح ملایا کہ ٹھیک ٹھیک گول سر بن گیا ان میں سے چھ ہڈیاں کھوپڑی کے ساتھ خاص ہیں چودہ ہڈیاں اوپر والے جبڑے کی اور دو نیچے والے جبڑے کی ہیں اور باقی ہڈیاں دانت ہیں۔

بعض دانت چوڑے ہیں جو پیسنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور بعض تیز ہیں جو کاٹنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور یہ انیاب، اضراس اور ثنایا ہیں (دانتوں کے نام ہیں) پھر گردن کو سر کی سواری بنایا اور اسے سات منکوں سے مرکب کیا جو اندر سے خالی ہیں اور گول ہیں ان میں کچھ گھٹاؤ بڑھاؤ ہے تاکہ ایک دوسرے سے جڑ سکیں اس کی حکمت کی وجہ طویل ہے پھر گردن کو پیٹھ سے اوپر رکھا اور پیٹھ کو گردن کے نچلے حصے سے لے کر سرین کی ہڈی کے آخر تک چوبیس منکے رکھے ہیں اور سرین کی ہڈی کو تین مختلف اجزاء سے مرکب کیا چنانچہ اس کی نچلی جانب سے ریڑھ کی ہڈی ملی ہوئی ہے اور وہ بھی تین اجزاء سے مرکب ہے پھر پیٹھ کی ہڈیاں، سینے کی ہڈیوں اور کاندھوں کی ہڈیوں سے ملائیں پھر ہاتھوں کی ہڈیاں ہیں زیر ناف کی ہڈیاں، سرین کی ہڈیاں، رانوں اور پنڈلیوں کی ہڈیاں اور پاؤں کی انگلیوں کی ہڈیاں ہیں ہم ان سب کے شمار سے کلام کو طول دینا نہیں چاہتے انسانی بدن میں ہڈیوں کا مجموعہ دو سو اڑتالیس ہڈیوں پر مشتمل ہے چھوٹی چھوٹی ہڈیاں جن سے جوڑوں کے گڑھوں کو پُر کیا گیا ہے اس کے علاوہ ہیں تو دیکھو کس طرح یہ سب کچھ ایک نرم اور پتلے نطفے سے پیدا کیا گیا ہے۔

ہڈیوں کی تعداد ذکر کرنے سے ہمارا مقصود ان کی گنتی معلوم کرنا نہیں ہے کیوں کہ یہ تو ایک ادنیٰ سا علم ہے جسے طبیب اور تشریح کرنے والے لوگ جانتے ہیں ہماری غرض تو یہ ہے کہ ان سے ان کی تدبیر کرنے والے اور ان کے خالق کو دیکھا جائے کہ اس نے کس قدر ان کی تدبیر و تخلیق فرمائی ہے اور ان کی شکلوں اور مقدار کو مختلف رکھا اور اس تعداد کے ساتھ مخصوص کیا کیوں کہ اگر ان میں سے ایک بھی زیادہ ہوتی تو وہ انسان کے لیے وبال ہوتی ہے اور وہ اس کو اکھاڑنے پر مجبور ہو جاتا اور اگر ان میں سے ایک بھی کم ہوتی تو نقصان ہوتا جسے پورا کرنے کی حاجت ہوئی تو طبیب ان میں اس اعتبار سے دیکھتا ہے کہ ان کے نقصان کے علاج کا طریقہ معلوم کرے اور اہل بصیرت اس لیے دیکھتے ہیں کہ ان کے ذریعے ان کے خالق اور مصور کی جلالت پر استدلال کریں۔ پس دونوں قسم کی نظر میں فرق ہے۔

پھر دیکھئے کس طرح اللہ تعالیٰ ان ہڈیوں کو حرکت دینے کے لیے آلات پیدا فرمائے اور وہ گوشت اور پٹھے ہیں تو انسانی بدن میں پانچ سو انتیس عضلات پیدا فرمائے اور یہ عضلات گوشت، پٹھے، بند اور جھلیوں سے مرکب ہے ان کی مقداریں اور شکلیں ان کے مقامات اور ضرورتوں کے مطابق مختلف ہیں چوبیس آنکھ کے پپوٹے اور پلکوں کو متحرک کرنے کے لیے ہیں اگر ان میں سے ایک بھی کم ہوتا تو آنکھ کا معاملہ گڑبڑ ہو جاتا اسی طرح ہر عضو کے لیے مخصوص تعداد اور مخصوص مقدار میں عضلات ہیں (گوشت اور پٹھوں کے مجموعہ کو عضلہ (عضلات) کہتے ہیں)

پٹھوں، رگوں، شریانوں کا حال ان کی تعداد، نکلنے کی جگہ اور ان کا پھیلاؤ اور تقسیم ان سب سے زیادہ تعجب خیز ہے جس کی تشریح طویل ہے تو ان اجزاء میں سے ایک ایک میں پھر ہر عضو میں اور پھر تمام بدن میں غور و فکر کا میدان ہے۔

یہ سب بدن کے ظاہری حصے کے عجائبات ہیں جب کہ معانی اور صفات کے عجائب جن کا ادراک حواس کے ذریعے نہیں ہو سکتا وہ اس سے بھی بڑے ہیں تو اب تم انسان کے ظاہر و باطن کو دیکھو، اس کے بدن اور اس کی

صفات پر نظر دوڑاؤ تو اس میں ایسے عجائبات اور صنعت ہے جو باعث تعجب ہے اور یہ سب کچھ پانی کے ایک ناپاک قطرے میں اللہ تعالیٰ کی صنعت ہے تو جب ایک قطرہ پانی میں صنعت کا یہ عالم ہے تو آسمانوں کی ملکوت اور ستاروں میں کیسی ہوگی ان کو بنانے شکلیں دینے، ان کی مقدار اور تعداد پھر بعض کے اکٹھے اور بعض کے متفرق ہونے نیز ان کی صورتوں کے اختلاف اور طلوع وغروب کے مختلف ہونے میں کیا کیا حکمتیں ہیں تمہیں یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ آسمانوں کی بادشاہی میں ایک ذرہ بھی حکمت اور حکم سے خالی ہے بلکہ ان کی تخلیق نہایت مضبوط اور صنعت درست ہے اور انسانی بدن کی نسبت ان کے عجائبات زیادہ ہیں بلکہ تمام زمین کے عجائبات کو آسمانی ملکوت کے عجائب سے کوئی نسبت نہیں ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا۔ (۱)

کیا تمہیں پیدا کرنا مشکل ہے یا آسمان کا اس نے اسے بنایا اس کی چھت کو خوب اونچا کیا پھر اسے درست کیا اور اس کی رات کو تاریک کیا اور اس کے دن کو ظاہر کیا۔

اب پھر نطفے کی طرف رجوع کرو اس کی پہلی حالت میں غور و فکر کرو اور پھر دوسری حالت کو دیکھو اور سوچو کہ اگر تمام جن اور انسان جمع ہوجائیں اور نطفے کو کان، آنکھ، عقل، طاقت، علم یا روح میں بدلنا چاہیں یا اس میں کوئی ہڈی، رگ، پٹھا، چمڑا یا بال پیدا کرنا چاہیں تو کیا ایسا کر سکتے ہیں؛ بلکہ اگر وہ اس کی حقیقت کی گہرائی کو جاننا چاہیں اور تخلیقِ خداوندی کی کیفیت معلوم کرنا چاہیں تو اس سے عاجز ہوں گے۔

تم پر تعجب ہے اگر تم کسی دیوار پر مصور کی بنائی ہوئی تصویر دیکھو جس میں نقاش نے کمالِ فن کا مظاہرہ کیا ہو حتیٰ کہ وہ بالکل انسان معلوم ہوتی ہو اور دیکھنے والا بھی پکار اٹھے کہ یہ تو انسان کی طرح ہے تو نقاش کی سمجھداری اور ہاتھ کی صفائی پر تمہیں تعجب ہوتا ہے اور تمہارے دل میں اس کی بڑائی جاگزیں ہوجاتی ہے حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ تصویر رنگ، قلم، ہاتھ، دیوار، طاقت، علم ارادے سے بنی ہے اور ان میں سے کوئی بھی چیز نقاش کے فعل اور تخلیق سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ ان چیزوں کو ایک دوسری ذات نے پیدا کیا ہے۔ نقاش نے تو صرف اتنا کیا کہ رنگ اور دیوار کو ایک مخصوص ترتیب پر جمع کیا تو تم اس پر بہت زیادہ تعجب کرتے ہو اور اسے بہت بڑی بات سمجھتے ہو۔

جب کہ تم ناپاک نطفے کو دیکھتے ہو جو پہلے معدوم تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے پیٹھوں اور چھاتیوں میں پیدا کیا پھر وہاں سے نکال کر اسے اچھی شکل دی اور نہایت مناسب مقدار پر رکھا اور صورت بنائی اور اس کے اجزاء کو جو ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، مختلف اجزاء میں تقسیم کیا ہڈیوں کو مضبوط کیا اور اعضاء کو اچھی شکلیں دیں اس کے ظاہر و باطن کو زینت دی،

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ النازعات آیت ۲۷، ۲۹

اس کی رگوں اور پٹھوں کو مرتب کیا اور غذا کے راستے بنائے تاکہ یہ اس کے باقی رہنے کا سبب بنے اسے سننے دیکھنے، جاننے اور بولنے والا بنایا اس کے لیے پیٹھ بنائی جو بدن کی بنیاد ہے بدن کو تمام غذائی آلات پر حاوی اور سر کو تمام حواس کا جامع بنایا۔

پھر آنکھوں کو کھولا اور اس کے طبقوں کو ترتیب دی ان کی شکلوں کو رنگ اور ہیئت کو اچھا بنایا پھر اس کو ڈھانپنے اس کی حفاظت اور صفائی کے لیے پپوٹوں کو بنایا جو اس سے گندگی وغیرہ کو دور رکھتے ہیں پھر اس کی پتلی کی مقدار میں آسمانوں کو دکھایا حالانکہ ان کے کنارے پھیلے ہوئے ہیں اور دور دور ہیں لیکن وہ ان کو دیکھ رہا ہے۔

پھر اس کے کان بنا کر ان میں کڑوا پانی رکھا تاکہ سماعت کی حفاظت رہے اور کیڑے مکوڑے اندر نہ جائیں اور اس کے ارد گرد سیپ کی شکل میں کان کا چمڑہ رکھا تاکہ آواز جمع ہو کر اس کے سوراخ کے اندر جائے اور کیڑوں کی آواز کا احساس ہو پھر اس کان میں گڑھے اور ٹیڑھے راستے رکھے ہیں تاکہ اگر کوئی کیڑا وغیرہ اس میں جائے تو اسے بہت زیادہ چلنا پڑے اور اس کا راستہ لمبا ہو اور جب آدمی کی نیند کی حالت میں وہ کیڑا اندر جانے کی کوشش کرے تو یہ جاگ جائے۔

پھر چہرے کے درمیان ناک کو بلند کیا اور اسے اچھی شکل میں بنایا اس میں دو سوراخ (نتھنے) کھولے اور اس میں سونگھنے کی حس رکھی تاکہ بُو کو سونگھ کر کھانے پینے کی چیزوں کا علم ہو سکے۔ اور ان سوراخوں کے ذریعے ہوا کی روح جو دل کی غذا ہے اندر کھینچ سکے اور اس طرح اسے باطنی حرارت کو تسکین ہو۔

علاوہ ازیں اس کے لیے منہ کو کھلا رکھا اور اس کے اندر زبان رکھی جو بولتی ہے، اور دل کے اندر کی باتوں کو باہر لا کر اس کی ترجمانی کرتی ہے منہ کو دانتوں کے ذریعے زینت دی تاکہ وہ پیسنے، توڑنے اور کاٹنے کا آلہ ہوں ان کی بنیادوں کو مضبوط رکھا اور ان کے کناروں کو تیز کیا ان کا رنگ سفید بنایا اور ان کو ترتیب کے ساتھ رکھا اور ان کے سروں کو برابر رکھا گویا وہ (ہار میں) پروئے ہوئے موتی ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ہونٹوں کو پیدا فرما کر ان کو اچھی شکل اور اچھا رنگ دیا کہ ان کے ذریعے منہ بند ہو جائے اور کلام کے حروف مکمل ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے نرخرے پیدا کئے اور ان کو آواز کے نکلنے کے لیے تیار کیا۔ اور زبان میں حرکت پیدا کی اور اس میں طاقت رکھی جس کے ذریعے الفاظ کو کاٹ سکے تاکہ مختلف مخارج سے الفاظ نکل سکیں اور بولنے کا راستہ کشادہ ہو۔

پھر تنگی، کشادگی، سختی، نرمی، لمبائی اور چھوٹائی کے اعتبار سے نرخروں کو مختلف شکلوں پر پیدا کیا حتی کہ ان کے اختلاف سے آوازیں مختلف ہوتی ہیں اور دو آوازیں ایک جیسی نہیں ہوتیں بلکہ دو آوازوں کے درمیان فرق ظاہر ہوتا ہے حتی کہ اندھیرے میں سننے والا محض آواز سے امتیاز کر لیتا ہے کہ کون بول رہا ہے۔

پھر اس خالق کائنات نے سر کو بالوں اور کنپٹیوں سے زینت دی چہرے کو ڈاڑھی اور ابروؤں کے ذریعے اور ابروؤں کو بالوں کی باریکی اور کمان کے شکل کے ذریعے زینت دی اور آنکھوں کو پلکوں کے ذریعے مزین فرمایا۔

اور اس ذات لاشریک نے باطنی اعضا پیدا فرمائے اور ہر عضو کو ایک مخصوص فعل کے لیے مسخر کیا معدے کو غذا کے پکانے کے لیے خاص کیا، جگر کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ غذا کو خون میں بدل دے، جب کہ تلی، پتے اور گردے کو جگر کا خادم بنایا تلی، جگر سے سوداء کو جذب کرتی ہے پتہ اس سے صفراء کو کھینچتا ہے اور گردہ رطوبت کو اس سے کھینچ کر اس کی خدمت کرتا ہے اور مثانہ گردے کی خدمت کرتا ہے کہ اس سے پانی کو قبول کرتا ہے اور پھر پیشاب گاہ کے راستے سے نکال دیتا ہے اور رگیں جگر کی اس طریقے پر خدمت کرتی ہیں کہ خون کو جسم کے تمام کناروں تک پہنچاتی ہیں۔

پھر ہاتھوں کو پیدا فرمایا اور ان کو لمبا رکھا تاکہ مقاصد تک پہنچ سکیں ہتھیلی کو چوڑا بنایا اور انگلیوں کی تعداد پانچ رکھی اور ہر انگلی میں تین پورے (جوڑ) رکھے چار انگلیوں کو ایک طرف اور انگوٹھے کو دوسرے طرف رکھا تاکہ انگوٹھا ان سب پر گھوم سکے۔

اگر تمام پہلے اور پچھلے لوگ جمع ہو کر نہایت دقیق فکر کے ذریعے معلوم کرنا چاہیں کہ کسی طرح ان انگلیوں اور انگوٹھے کی اس موجودہ ترتیب کو بدل دیں اور سب انگلیوں کو ایک ہی طرف کو رکھیں پھر انگلیوں کی لمبائی میں فرق بھی ہو تو وہ ایسا نہیں کر سکتے کیوں کہ اس ترتیب کے ذریعے ہاتھ پکڑنے اور دینے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اگر ہاتھ کو پھیلا دیں تو وہ ایک تھال کی طرح ہے اس پر جو چاہے رکھے اور اگر اسے اکٹھا کریں تو مارنے کا آلہ بن جاتا ہے اور اگر نامکمل طور پر ملائیں تو ایک چلو بن جاتا ہے اگر کھلا رکھیں لیکن انگلیوں کو ملا دیں تو بیلچے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

اور اس نے انگلیوں کے سروں پر ناخن پیدا کیے جو زینت ہیں اور دوسری طرف سے ان کے لیے سہارا ہیں تاکہ انگلیاں کٹ نہ جائیں اور تاکہ ان کے ذریعے باریک چیزوں کو اٹھا سکیں جو پوروں کے ذریعے نہیں اٹھا سکتے اور ضرورت کے وقت بدن کو کھجا بھی سکیں ناخن بدن میں سب سے ہلکی چیز ہے لیکن اگر یہ ناخن نہ ہوتے اور اسے کھجلانے کی ضرورت پڑتی تو یہ سب سے عاجز اور کمزور مخلوق ہوتا اور بدن کو کھجلانے کے لیے ناخن کے قائم مقام کوئی چیز نہ ہوتی۔

پھر ہاتھ کو خارش کی جگہ بھی بتادی یہاں تک کہ وہ وہاں پہنچ جاتا ہے اگرچہ نیند یا غفلت کی حالت میں ہو اور اسے جگہ ڈھونڈنے کی ضرورت نہ ہوتی اگر وہ کسی دوسرے سے مدد لیتا تو طویل مشقت کے بعد وہ خارش کی جگہ پر مطلع ہوتا۔

اور یہ سب چیزیں نطفے سے پیدا کی ہیں اور وہ رحم میں تین پردوں کے اندر ہوتا ہے اور اگر پردہ ہٹا دیا جائے اور وہاں تک نگاہ پہنچے تو وہ دیکھے گا کہ کس طرح ان کو صورت دی جارہی ہے یہ ایک دوسرے کے بعد بنتے چلے جاتے ہیں لیکن نہ مصور نظر آتا ہے نہ کوئی تصویر بنانے والا آلہ ——

تو کیا تم نے کوئی ایسا مصور یا کام کرنے والا دیکھا ہے کہ جو تصویر بنانے کے آلہ اور اس کی مصنوع کو ہاتھ نہ لگائے اور وہ اس میں تصرف بھی کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ کی شان کتنی بلند ہے اور اس کی دلیل کتنی واضح ہے وہ پاک ذات ہے۔

پھر اس کی قدرت کا کمال اور رحمتِ تمام کو دیکھو کہ جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے اور رحم میں گنجائش نہیں رہتی تو اس کی

راہنمائی کیسی فرمائی کہ وہ اوندھا ہو کر اور حرکت کر کے اس تنگ جگہ سے نکلتا ہے اور سوراخ ڈھونڈتا ہے گویا کہ وہ جس چیز کا محتاج ہے اس کی سمجھ اور بصیرت رکھتا ہے پھر باہر نکلنے کے بعد جب غذا کا محتاج ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے کس طرح اسے چھاتی کو منہ میں لینے کا راستہ بتایا ہے۔

پھر جب اس کا جسم نرم ہے اور وہ سخت غذائیں برداشت نہیں کر سکتا تو کس طرح اس کے لیے نرم دودھ کا انتظام فرمایا اور اس دودھ کو خالص اور گلے سے اترنے والا بنا کر خون اور گوبر کے درمیان میں سے نکالا کس طرح عورت کے پستان بنائے اور ان میں دودھ کو جمع کر دیا اور ان پستانوں کے کنارے ایسے بنا دیئے کہ بچے کے منہ میں آجائیں پھر پستان کے اس سرے میں نہایت تنگ سوراخ رکھا کہ جب بچہ اسے چوستا ہے تو اس سے دودھ آہستہ آہستہ نکلتا ہے کیوں کہ تھوڑے دودھ کا ہی متحمل ہو سکتا ہے اور جب اسے زیادہ بھوک ہو تو کس طرح وہ اس تنگ جگہ سے زیادہ دودھ کھینچ لیتا ہے۔

پھر رحمتِ خداوندی کو دیکھو اس کی شفقت اور مہربانی یہ ہے کہ دو سال تک دانت پیدا نہیں فرماتا کیوں کہ بچہ دو سال صرف دودھ سے غذا حاصل کرتا ہے لہٰذا اسے دانتوں کی ضرورت نہیں ہوتی اور جب بڑا ہو جاتا ہے اور اب ہلکی پھلکی غذا اس کے موافق نہیں ہوتی اور اسے سخت غذا کی ضرورت ہوتی ہے اور اب کھانا چبانا پڑتا ہے تو اس کے لیے دانت پیدا کر دیئے کہ اب اسے ان کی ضرورت ہے پہلے نہ تھی۔

تو وہ ذات پاک ہے اس نے کس طرح نرم مسوڑھوں میں سخت ہڈیاں (دانت) پیدا فرمائیں۔

پھر والدین کے دلوں میں اس کے لیے شفقت ڈالی کہ جس وقت وہ خود اپنا انتظام نہیں کر سکتا وہ اس کے لیے اہتمام اور تدبیر کرتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رحمت نہ ڈالتا تو بچہ اپنے لیے انتظام کے سلسلے میں تمام مخلوق سے زیادہ عاجز ہوتا۔

پھر دیکھیے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے طاقت، سمجھداری عقل اور ہدایت تدریجاً عطا فرمائی یہاں تک اسے کامل کر دیا اور وہ بالغ ہو گیا پہلے بلوغ کے قریب تھا پھر جوان ہوا اس کے بعد ادھیڑ عمر کو پہنچا اور پھر بوڑھا ہو گیا، اب یا تو وہ شکر ادا کرنے والا ہوتا ہے یا انکار کرنے والا، عبادت گزار ہوتا ہے یا نافرمان، مومن ہوتا ہے یا کافر، جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا اِنَّا هَدَيْنٰهُ

کیا انسان پر کوئی ایسا زمانہ نہیں آیا جب اس کا ذکر نہیں تھا بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا فرمایا تاکہ ہم اسے آزمائیں تو ہم نے اسے سننے دیکھنے والا بنایا بے شک ہم نے اسے راستہ دکھایا اب چاہے

السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا۔ (۱) وہ شکر گزار بنے یا احسان فراموش ہو۔

تو اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کو دیکھو پھر اس کی قدرت اور حکمت میں غور کرو تم اس کے ربانی عجائب سے حیران رہ جاؤ گے۔

اس آدمی پر بہت تعجب ہے جو کسی دیوار پر ایک اچھا خط یا نقش دیکھتا ہے اور اسے پسند کرتا ہے اور پوری لکیریں کھینچنے والے اور نقاش کے بارے میں غور و فکر کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے کہ اس نے کسی طرح یہ نقش بنایا یہ لکیریں کیسے کھینچیں اور اسے یہ قدرت کیسے حاصل ہوئی اسے دل ہی دل میں بہت بڑا سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ شخص کتنا بڑا ماہر فن ہے اس کی کاریگری اور قدرت بہت کامل اور اچھی ہے پھر ان ہی عجائب کو اپنے اندر اور دوسرے لوگوں میں دیکھتا ہے لیکن اس کے باوجود اپنے بنانے والے اور مصوّر سے غافل رہتا ہے اس کی عظمت اسے مدہوش نہیں کرتی اور نہ ہی اس کے جلال اور حکمت سے وہ حیران ہوتا ہے۔

تو یہ تمہارے بدن کے کچھ عجائب کا ذکر تھا ان تمام کو شمار کرنا ممکن نہیں اور یہ تمہارے فکر کا قریب ترین میدان ہے اور تمہارے خالق کی عظمت پر سب سے واضح گواہ ہے لیکن تم اس سے غافل ہو کر اپنے پیٹ اور شرمگاہ میں مشغول ہو۔ تم اپنے نفس کے بارے میں اسی قدر جانتے ہو کہ تمہیں بھوک لگے تو کھانا کھاؤ اور سیر ہو کر سو جاؤ اور نفسانی خواہش پیدا ہو تو جماع کر لو، اور غصہ آئے تو لڑو حالانکہ اس بات کو جاننے میں تو تمام جانور تمہارے ساتھ شریک ہیں انسان کی خاصیت جو جانوروں سے پردے میں ہے وہ یہ ہے کہ آسمانوں و زمین کی بادشاہیوں اور آفاق اور اپنے نفسوں کے عجائبات میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرو اسی عمل سے انسان مقربین فرشتوں کی جماعت میں داخل ہوتا ہے اور انبیاء و صدیقین کی جماعت میں اٹھنے کی وجہ سے بارگاہ خداوندی کا قرب حاصل کرتا ہے یہ مقام جانوروں کو حاصل نہیں ہے اور نہ ہی ان انسانوں کو یہ مقام ملتا ہے جو دنیا سے صرف جانوروں والی شہوات پر راضی ہو گئے کیوں کہ ایسا انسان تو جانوروں سے بہت زیادہ برا ہے کیوں کہ جانوروں کو تو اس (غور و فکر) کی طاقت ہی نہیں ہے لیکن اس میں تو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت پیدا فرمائی پھر اس نے خود اسے معطل کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کر رہا ہے پس ایسے لوگ جانوروں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں۔

جب تم نے اپنے نفس میں غور و فکر کا طریقہ معلوم کر لیا تو اب زمین میں غور و فکر کرو جو تمہارا ٹھکانہ ہے پھر اس کی نہروں، دریاؤں، پہاڑوں اور کانوں (معدنیات کی جگہ) کے بارے میں سوچو پھر اس سے آسمانوں کے اسرار کی طرف ترقی کرو اور غور و فکر کرو۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ الدھر آیت ۲،۱ ،۲

زمین میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرما کر بچھونا بنایا اور اس میں راستے اور سڑکیں بنائیں زمین کو نرم رکھا تاکہ تم اس کے اطراف میں چلو اور اسے ساکن کیا وہ حرکت نہیں کرتی اس میں پہاڑوں کو کیل بنا کر ٹھہرایا جو اسے حرکت سے روکتے ہیں پھر اس کے اطراف و جوانب کو اتنا وسیع بنایا کہ انسان اس کے تمام کناروں تک پہنچنے سے عاجز ہیں اگرچہ ان کو بہت زیادہ عمر حاصل ہو اور وہ بہت زیادہ چکر لگائیں۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ۔ (۱)

اور ہم نے آسمان کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور ہم اسے وسیع کرنے والے ہیں اور ہم نے زمین کو بچھایا تو ہم کیا اچھا بچھونا بچھاتے ہیں۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا۔ (۲)

وہی ذات ہے جس نے زمین کو نرم بنایا پس اس کے اطراف میں چلو۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا۔ (۳)

وہی ذات ہے جس نے زمین کو فرش بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں زمین کا ذکر بہت زیادہ کیا ہے تاکہ اس کے عجائب میں غور و فکر کیا جائے اس کی پشت زندہ لوگوں کا ٹھکانہ اور اس کا اندرونی حصہ فوت شدہ لوگوں کے لیے قبر ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَاءً وَّاَمْوَاتًا۔ (۴)

کیا ہم نے زمین کو زندہ اور فوت شدہ سب کے لیے لپیٹنے والی نہیں بنایا۔

زمین کی طرف دیکھو وہ مردہ (ویران) ہوتی ہے جب اس پر بارش نازل ہوتی ہے تو تازہ ہو کر ابھرتی ہے سرسبز ہو جاتی ہے اور عجیب و غریب سبزیاں نکالتی ہے اور اس سے طرح طرح کے حیوانات باہر نکلتے ہیں۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ الذاریات آیت ۴۷، ۴۸

(۲) قرآن مجید، سورۂ ملک آیت ۱۵

(۳) قرآن مجید، سورۂ بقرہ آیت ۲۲

(۴) قرآن مجید، سورۂ المرسلات آیت ۲۵

پھر دیکھو کہ کس طرح زمین کے کناروں کو مضبوط اور خاموش پہاڑوں کے ساتھ مضبوط کیا اور کس طرح اس (زمین) کے نیچے پانی رکھا جس سے چشمے پھوٹ پڑے اور اس کے اوپر نہریں جاری کیں اور خشک پتھر اور میلی مٹی سے باریک میٹھا اور صاف پانی نکالا اور اس سے ہر چیز کو زندگی عطا فرمائی اس کے ذریعے طرح طرح کے درخت اور سبزیاں پیدا کیں مثلاً غلہ، انگور، بانس، زیتون، کھجور، انار اور بے شمار پھل پیدا فرمائے جن کی شکلیں، رنگ، ذائقے، صفات اور منافع بالکل مختلف ہیں کھانے کے اعتبار سے وہ ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں حالاں کہ ان کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور وہ ایک ہی زمین سے نکلتے ہیں۔

اگر تم کہو کہ ان کا اختلاف ان کے بیجوں اور اصل کے اختلاف کی بنیاد پر ہے تو ہم کہیں گے گٹھلی میں تر خوشے کہاں لگے ہوتے تھے اور دانے میں سات بالیں اور ہر بالی میں ایک سو دانے کہاں تھے؟

پھر جنگلوں کو دیکھو اور ان کے ظاہر و باطن پہ غور کرو تم دیکھو گے کہ اس کی مٹی ایک جیسی ہے لیکن جب اس پر بارش کا پانی پڑتا ہے تو وہ حرکت کرتی اور بڑھتی ہے اور مختلف رنگوں کے جوڑے اگاتی ہے ایسی سبزیاں جو بظاہر ایک جیسی ہیں لیکن ایک دوسرے سے مختلف بھی ہیں کیوں کہ ہر ایک کا ذائقہ، بو، اور رنگ الگ الگ ہے اور پھر ایک دوسرے سے شکلیں بھی مختلف ہوتی ہیں ان کی کثرت اور اقسام کے اختلاف اور متعدد صورتوں کو دیکھو پھر سبزیوں کی طبیعتوں میں اختلاف اور منافع کی کثرت پر غور کرو کس طرح اللہ تعالیٰ نے جڑی بوٹیوں سے علاج کرنے والوں کو عجیب منافع ودیعت فرمائے ہیں کوئی سبزی غذا بنتی ہے کوئی قوت دیتی ہے کوئی زندگی بخشتی ہے اور کوئی ہلاکت کا باعث ہے کوئی سرد ہے تو کوئی گرم —— کوئی معدے میں جا کر صفرا کو رگوں کے اندر سے دور کر دیتی ہے اور کوئی خود صفرا بن جاتی ہے کوئی بوٹی اور سبزی بلغم اور سوداء کا قلع قمع کرتی ہے اور کوئی بوٹی ان دونوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے کوئی بوٹی خون کو صاف کرتی ہے تو کوئی خود ہی خون بن جاتی ہے کوئی طبیعت کو ہشاش بشاش رکھتی ہے تو کوئی خواب آور ہے کوئی قوت بخش ہوتی ہے تو کوئی کمزوری کا سبب بنتی ہے تو زمین سے جو پتہ اور تنکا بھی اگتا ہے انسان اس کی حقیقت پر آگاہی حاصل نہیں کر سکتا پھر ان سبزیوں میں سے ہر ایک کو کاشتکار کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ مختلف کاموں کے ذریعے ان کو بڑھاتا ہے کھجور میں پیوند لگایا جاتا ہے تو انگور کو چھانٹا جاتا ہے کھیتی سے گھاس اور جھاڑیوں کو دور کیا جاتا ہے۔

ان میں سے بعض زمین میں بیج ڈالنے سے پیدا ہوتی ہیں اور بعض ٹہنیاں گاڑنے سے، جب کہ بعض کی قلمیں لگاتے ہیں۔ اگر ہم سبزیوں کی مختلف جنسوں، اقسام، منافع اور احوال و عجائب کا ذکر شروع کریں تو اس کے بیان میں کئی دن لگ جائیں لہذا تمہیں غور و فکر کے طریقے پر ہر جنس سے تھوڑا سا کافی ہے تو یہ سبزیوں اور اگنے والی چیزوں کے عجائب ہیں۔

زمین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی وہ جواہر ہیں جو پہاڑوں کے نیچے رکھے گئے ہیں اور وہ معدنیات ہیں جو زمین سے حاصل ہوتی ہیں تو زمین میں مختلف قسم کے ٹکڑے باہم ملے ہوئے ہیں تو پہاڑوں کو دیکھو کس طرح ان سے سونے چاندی، فیروز

اور لعل وغیرہ کے نفیس جواہر نکلتے ہیں ان میں سے بعض کو ہتھوڑوں سے کوٹا جاتا ہے جیسے سونا، چاندی، تانبا، پیتل اور لوہا اور بعض کو کوٹا نہیں جاتا جیسے فیروزہ اور لعل (موتی) وغیرہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح انسان کو ان کے نکالنے اور صاف کرنے کی راہ دکھائی ہے اور پھر وہ ان سے برتن، اوزار، سکے اور زیورات بناتے ہیں۔

پھر زمین کی معدنیات میں سے لال، گندھک اور قیر وغیرہ کو دیکھو اور سب سے ادنیٰ نمک ہے اور اس کی ضرورت کھانے کو اچھا بنانے کے لیے ہوتی ہے اگر کسی شہر میں نمک نہ ہو تو وہاں کے لوگ جلد مرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو دیکھو کس طرح زمین کے بعض حصے کو شور والا بنایا کہ اس میں بارش کا صاف پانی اکٹھا ہوتا ہے تو وہ نمکین ہو جاتا ہے اور یہ نمک جلانے والا ہے وہ کھانے کے ساتھ ملا کر کھاتے ہیں تو فائدہ دیتا اور خوشگوار ہوتا ہے تنہا نمک تھوڑا سا بھی کھانا ممکن نہیں۔

کوئی جماد، حیوان اور سبزی ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ایک حکمت یا زیادہ حکمتیں نہ ہوں اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو بیکار اور کھیل کود کے لیے نہیں بنائی بلکہ جس طرح چاہیے تھی اور جس طرح اس کے جلال اکرم اور لطف کا تقاضا تھا اسی طرح بنایا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ (۱)

اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، کو کھیل تماشہ نہیں بنایا بلکہ ہم نے ان کو ٹھیک مقاصد کے تحت بنایا۔

زمین میں تیسری نشانی حیوانات ہیں جن کی کئی اقسام ہیں ان میں سے بعض اڑتے ہیں اور بعض چلتے ہیں پھر چلنے والوں میں سے کچھ دو پاؤں کے ساتھ چلتے ہیں اور کچھ چار پاؤں پر چلتے ہیں بلکہ بعض دس اور بعض سو پاؤں پر چلتے ہیں جیسا کہ بعض کیڑے مکوڑے دیکھے جاتے ہیں پھر منافع، صورتوں، اشکال، اخلاق، اور طبیعتوں کے اعتبار سے ان کی تقسیم ہوتی ہے۔

پھر فضا میں اڑنے والے پرندوں جنگل کے وحشی اور گھریلو جانوروں کو دیکھو اور ان میں عجائب کو دیکھ کر تم ان کے خالق کی عظمت اس کو مقدار دینے والے کی قدرت اور مصور کی حکمت میں شک نہیں کر سکتے ان سب کا احاطہ کرنا ممکن نہیں بلکہ اگر ہم مچھر چیونٹی، شہد کی مکھی یا مکڑی کے عجائب ذکر کریں حالاں کہ یہ چھوٹے حیوانات ہیں یہ اپنا گھر کس طرح بناتے ہیں اپنی غذا کس طرح جمع کرتے ہیں اپنے جوڑے سے الفت کیسے کرتے ہیں اور یہ کہ اپنے گھر کی تعمیرات میں ماہر ہوتے ہیں اور اپنی ضرورتوں تک پہنچنے کی مہارت رکھتے ہیں تو ہم ان سب باتوں کو معلوم نہیں کر سکتے۔

مثلاً مکڑی کو دیکھیں اپنا گھر نہر کے کنارے بناتی ہے پہلے ایسی دو جگہیں تلاش کرتی ہے جو ایک دوسرے کے قریب ہوں اور ان کے درمیان ایک گز یا اس کم فاصلہ ہو کہ وہ دونوں طرف اپنا دھاگہ پہنچا سکے پھر وہ اپنا لعاب جو دھاگہ ہوتا ہے

---

(۱) قرآن مجید، سورہ الدخان آیت ۳۸، ۳۹

ایک کنارے پر ڈالتی ہے تاکہ وہ اس سے چمٹ جائے پھر وہ دوسری طرف جا کر اس دھاگے کو اس طرف چپکا دیتی ہے پھر دوسری، تیسری بلکہ کئی بار اسی طرح کرتی ہے ان دونوں کے درمیان ایک مناسب فاصلہ رکھتی ہے یہاں تک کہ جب ان دھاگوں کے دونوں سرے مضبوط ہو جاتے ہیں اور ان کو تانے کی شکل حاصل ہو جاتی ہے تو اب بانا بنانے میں مشغول ہوتی ہے اور تانے پر بانا ڈالتی ہے اور ان دونوں کو آپس میں ملاتے ہوئے جہاں جہاں تانے اور بانے کا دھاگہ ملتا ہے وہاں گرہ لگا دیتی ہے اور ان تمام صورتوں میں اس کے موزوں ہونے اور فنِ تعمیر کا خیال رکھتی ہے اور اسے مچھر اور مکھی کے لیے جال بناتی ہے پھر ایک کنارے میں بیٹھ کر انتظار کرتی ہے تاکہ شکار جال میں پھنسے جب وہ جال میں پھنستا ہے تو جلدی جلدی اسے پکڑ کر کھاتی ہے اور جب شکار سے تھک جائے تو دیوار کا کوئی کونا تلاش کر کے وہاں دونوں طرف دھاگہ لگا کر درمیان میں ایک دھاگے کے ساتھ لٹک جاتی ہے اور اڑنے والی مکھی کا انتظار کرتی ہے جب مکھی اڑتی ہوئی آتی ہے تو یہ اپنے آپ کو اس کی طرف پھینکتے ہوئے اسے پکڑ لیتی ہے اور اپنے دھاگے کو پاؤں پر لپیٹ کر اسے مضبوط کر لیتی ہے اور اس مکھی کو کھا جاتی ہے۔

ہر چھوٹے اور بڑے حیوان میں اس قدر عجائب ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا کیا تم نہیں سوچتے کہ کیا مکڑی نے یہ طریقہ سیکھا یا خود بخود اسے آگیا یا کسی انسان نے اسے بتایا اور سکھایا یا اس کا کوئی راہنما اور استاذ نہیں ہے؛ کیا کسی صاحبِ بصیرت کو شک ہو گا کہ یہ مکڑی ایک مسکین، ضعیف اور عاجز ہے بلکہ اونٹ جس کا جسم بڑا ہے اور اس کی قوت ظاہر ہے اپنے معاملات سے عاجز ہے تو یہ اس کمزور حیوان کا معاملہ کیسا ہو گا؟

کیا وہ اپنی شکل وصورت، حرکت، ہدایت اور عجیب کاموں کی وجہ سے اپنے پیدا کرنے والے حکیم اور قادر و علیم خالق پر گواہ نہیں ہے تو صاحبِ بصیرت آدمی اس چھوٹے سے حیوان میں تدبیر کرنے والے خالق کی عظمت، جلال اور قدرت و حکمت کا کمال دیکھتا ہے جس میں عقلیں حیران رہ جاتی ہیں باقی حیوانات کا تو ذکر ہی کیا۔

اس باب میں بھی کوئی حد بندی نہیں ہو سکتی کیوں کہ حیوانات ان کی شکلیں عادات اور طبیعتیں شمار سے باہر ہیں دلوں کو تعجب اس لیے نہیں ہوتا کہ زیادہ مشاہدے کی وجہ سے آدمی ان سے مانوس ہو گیا ہے ہاں جب کسی عجیب جانور یا کیڑے کو دیکھتا ہے تو اسے تعجب ہوتا ہے اور کہتا ہے سبحان اللہ! یہ کیا عجیب ہے۔

اور انسان تمام حیوانات سے زیادہ تعجب خیز ہے لیکن وہ اپنے نفس پر تعجب نہیں کرتا بلکہ اگر وہ ان جانوروں کو دیکھے جن سے وہ مانوس ہے اور ان کی شکل وصورت کی طرف نظر دوڑائے پھر ان کے چمڑوں، اون اور بالوں سے حاصل ہونے والے منافع اور فوائد کو دیکھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کا لباس بنایا ہے اور ان کے سفر وحضر کے گھر، اور کھانے پینے کے برتن بنائے ان کے دودھ اور گوشت کو ان کی غذا بنایا پھر ان میں سے بعض کو سواری کے لیے زینت بنایا اور بعض کو بوجھ اٹھانے والے بنایا جو وادیوں اور جنگلوں کے طویل فاصلے طے کرتے ہیں تو دیکھنے والے کو ان کے خالق اور مصور کی حکمت پر

بہت تعجب ہو کیوں کہ اس نے ان کو ان کے تمام منافع کے علم کا احاطہ کرتے ہوئے پیدا فرمایا اور یہ علم ان کی پیدائش سے بھی پہلے تھا تو وہ ذات پاک ہے جس کے سامنے تمام امور کسی غور و فکر کے بغیر واضح ہیں اور اسے کسی تدبر اور سوچ کی حاجت نہیں وہ کسی وزیر اور مشیر سے مدد لینے کا محتاج نہیں ہے وہ جاننے والا خبر رکھنے والا، حکمت اور قدرت والا ہے اس نے ایک چھوٹی سی چیز کے ذریعے عارفین کے دلوں میں اپنی توحید کی سچی شہادت رکھ دی مخلوق کا کام یہ ہے کہ اس کے قہر و قدرت کا یقین کریں اس کی ربوبیت کا اعتراف کریں اور اس کے جلال و عظمت کی معرفت سے اپنی عاجزی کا اقرار کریں۔

کون ہے جو اس کی کما حقہ تعریف کر سکے جیسا کہ وہ خود اپنی ثنا بیان فرماتا ہے ہماری معرفت کی انتہا تو یہ ہے کہ اس کی معرفت سے عاجزی کا اعتراف کریں ہم بارگاہ خداوندی میں سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنی رحمت اور مہربانی سے ہمیں اپنا راستہ دکھائے۔

اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی گہرے سمندر ہیں جنہوں نے زمین کے کناروں کو گھیر رکھا ہے اور یہ سب اس بر اعظم کے ٹکڑے ہیں جو تمام زمین کے گرد ہے حتیٰ کہ پانی میں سے جو جنگل اور پہاڑ کھلے ہوئے ہیں وہ پانی کی نسبت اس اس طرح ہیں جیسے بہت بڑے سمندر میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہو۔ اور باقی تمام زمین پانی کے ساتھ ڈھانپی ہوئی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْاَرْضُ فِي الْبَحْرِ كَالْاِصْطَبْلِ فِي الْاَرْضِ۔	سمندر میں زمین اس طرح ہے جیسے زمین میں ایک اصطبل ہو۔ (۱)

تو ایک اصطبل کی تمام زمین کی طرف نسبت کر کے اندازہ لگاؤ کہ تمام زمین کی سمندر کی طرف اضافت کی یہی صورت ہے تم نے زمین اور جو کچھ اس کے اندر ہے، کے عجائب کا مشاہدہ کیا اب سمندر کے عجائب میں غور کرو اس میں حیوانات اور جواہر کے حوالے سے جو عجائب ہیں وہ زمین پر مشاہدہ کئے جانے والے عجائب سے دوگنا ہیں۔ جس طرح سمندر کی وسعت' زمین کی وسعت سے کہیں زیادہ ہے۔

سمندر کے بڑا ہونے کی وجہ سے اس میں حیوانات بھی بہت بڑے بڑے ہیں اگر تم ان کو سمندر کی سطح پر دیکھو تو یوں خیال کرو کہ شاید کوئی جزیرہ ہے اور تم وہاں اپنی سواری اتار دو۔

بعض اوقات آگ جلانے نے اس بات کا احساس ہوا کہ جب آگ جلی تو اس نے حرکت کی اور معلوم ہوا کہ یہ تو کوئی جانور ہے زمین میں جتنی قسم کی جاندار چیزیں ہیں مثلاً گھوڑا، پرندے، گائے انسان وغیرہ تو سمندر میں اس کی مثل بلکہ ان سے بھی دوگنا جاندار ہیں اور اس میں ایسی جنس کی چیزیں ہیں جن کی مثال خشکی میں نہیں پائی جاتی ان کے اوصاف ان کتابوں

---

(۱) تذکرۃ الموضوعات ص ۲۱۰ باب اوصاف المتشابہۃ

میں مذکور ہیں جو بعض لوگوں نے سمندر کا سفر اور اس کے عجائب کے عنوان سے جمع کی ہیں۔

پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح موتی پیدا کئے اور پانی کے نیچے سیپی میں ان کو گول شکل دی اور دیکھو کہ کس طرح پانی کے نیچے ٹھوس پتھروں سے مرجان کو نکالا حالاں کہ وہ درخت کی صورت میں اگنے والی چیز ہے لیکن وہ پتھر سے اگتی ہے۔

پھر اس کے علاوہ عنبر اور دوسری نفیس چیزوں کو دیکھو جن کو سمندر باہر پھینکتا ہے اور اس سے ان کو نکالا جاتا ہے کشتیوں کے عجائب کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کو پانی کے اوپر ٹھہرا دیا اور ان میں تاجروں اور دوسرے طالبانِ مال کو چلایا ان لوگوں کے لیے کشتیوں کو مسخر کیا تاکہ وہ اپنا سامان ان میں رکھیں پھر ہواؤں کو بھیجا تاکہ وہ کشتیوں کو چلائیں علاوہ ازیں ملاحوں کو ہواؤں کے چلنے کا رخ اور ان کے چلنے کی جگہ [illegible] اور وقت بتا دیا۔

سمندر میں صنعتِ خداوندی کے جو عجائبات ہیں کئی جلدوں میں بھی ان کا احاطہ نہیں ہو سکتا اور ان سب میں سے سب سے زیادہ ظاہر پانی کے قطرے کی کیفیت ہے کہ وہ ایک پتلا، لطیف بہنے والا جسم ہے اور صاف شفاف بھی ہے اس کے اجزاء ایک دوسرے سے اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ گویا ایک ہی چیز ہے اس کی ترکیب نہایت لطیف ہے اور جدا ہونے کو جلدی قبول کرتی ہے گویا وہ جدا ہی ہے اس میں تصرف کیا جا سکتا ہے انفصال اور اتصال دونوں کو قبول کرتا ہے زمین پر جتنی بھی جاندار اور اگنے والی چیزیں ہیں ان سب کو اس کے ذریعے زندگی ملتی ہے۔

اگر کوئی شخص ایک گھونٹ پانی پینے کا محتاج ہو اور اس کو اس سے روک دیا جائے تو اگر اس سے ہو سکتا تو وہ زمین کے تمام خزانے اور زمین کی تمام دولت اس کے حصول پر خرچ کر دیتا۔ پھر اگر وہ اس کو پی لے اور اسے نکالنے سے روک دیا جائے (پیشاب سے منع کر دیا جائے) تو اس کے نکالنے کے لیے وہ زمین کے تمام خزانے خرچ کر دیتا۔

تو انسان پر تعجب ہے کہ وہ کس طرح دینار، درہم اور عمدہ جواہرات کو عظیم سمجھتا ہے اور پانی کی ایک گھونٹ جو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے سے غافل ہے کہ جب وہ اس کا محتاج ہوتا ہے یا اس سے فراغت حاصل کرنا چاہتا ہے تو دنیا کا تمام مال اس پر خرچ کرنا چاہتا ہے تو پانی، دریاؤں، کنوؤں اور سمندروں کے بارے میں غور کرو اور سوچو ان میں غور و فکر کا میدان بہت وسیع ہے۔

یہ تمام ایک دوسرے کی معاون نشانیاں اور علامات متفرق ہیں یہ زبانِ حال سے بولتی ہیں اور اپنے پیدا کرنے والے کے جلال کو فصاحت کے ساتھ بیان کرتی ہیں اس کی حکمت کے کمال کو ظاہر کرتی ہیں اور اہلِ دل کو اپنے نغمات کے ذریعے پکارتی ہیں اور ہر عقلمند سے کہتی ہیں کہ کیا تم نے مجھے اور میری صورت کو نہیں دیکھا میری ترکیب، میری صفات میرے منافع اور میرے حالات کے اختلاف کو نہیں دیکھا۔ اور کیا میرے فوائد کی کثرت تمہاری نگاہوں میں نہیں آئی۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں خود بخود بن گئی، یا میری جنس کی کسی دوسری چیز نے مجھے پیدا کیا ہے کیا تمہیں حیا نہیں آتا کہ جب تم کسی لکھے ہوئے کلمہ کو دیکھتے ہو جو تین حرفوں پر مشتمل ہوتا ہے تو تم یقین کر لیتے ہو کہ یہ کسی ایسے آدمی کی کاریگری ہے

جو عالم، قادر ہے ارادہ کرنے والا اور کلام کرنے والا ہے پھر تم اللہ تعالیٰ کے نوشتہ کے عجائب کو دیکھتے ہو جو میرے چہرے پر اللہ تعالیٰ کے ایسے قلم کے ساتھ لکھا ہوا ہے جس قلم اور اس کی حرکت اور محلِ خط کے ساتھ اس کے اتصال کا ادراک آنکھوں کو نہیں ہو سکتا پھر اس کے بنانے والے کی جلالت سے تمہارا دل الگ رہتا ہے۔

اور نطفہ کان اور دل والوں سے کہتا ہے ان لوگوں سے نہیں جو کان سے معزول ہیں کہ تم مجھے حیض میں اندر کے پردوں میں وہم کرکے اس وقت جب میرے چہرے پر نقش اور تصویر ظاہر ہوتی ہے اور نقاش میری آنکھوں کی پتلی، پلکیں رخسار اور ہونٹ بناتا ہے تو تم صرف ان نقوش کو دیکھتے ہو جو تدریجاً ایک ایک کرکے ظاہر ہوتے ہیں لیکن تم اس نطفہ کے اندر اور باہر نقاش کو نہیں دیکھتے نہ وہ رحم کے اندر نظر آتا ہے اور نہ ہی اس سے باہر، نہ ماں کو اس کی خبر ہوتی ہے نہ باپ کو، نہ نطفہ کو اور نہ ہی رحم کو اس کا علم ہوتا ہے تو کیا یہ نقاش اس نقاش سے زیادہ تعجب خیز نہیں ہے جس کو تم دیکھتے ہو کہ وہ قلم سے عجیب صورت بناتا ہے اگر تم اسے ایک دو بار دیکھو تو سیکھ لیتے ہو لیکن کیا نقش اور تصویر کی یہ جنس جو نطفے کے ظاہر و باطن اور تمام اجزاء کو شامل ہے، اسے سیکھ سکتے ہو؟ اور نطفے کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ اور نہ ہی اس کے اندر باہر سے اس کے ساتھ اتصال ہو اور نقش بنا دو۔

اگر ان عجائب پر تمہیں تعجب نہیں ہوتا اور ان کے ذریعے تمہیں یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ جس ذات نے صورت اور نقش بنایا اور اسے ایک اندازے پر رکھا اس کی مثل کوئی نہیں اور نہ ہی کوئی نقاش اور مصور اس کے برابر ہو سکتا ہے جس طرح اس کے نقش اور بناوٹ کے برابر کوئی نقش اور بناوٹ نہیں ہو سکتی تو جس طرح ان دو عملوں کے درمیان واضح فرق اور دوری ہے اسی طرح دونوں فاعلوں کے درمیان بھی فرق ہے اگر تجھے اس پر تعجب نہیں ہوتا تو اپنے تعجب نہ کرنے پر تجھے تعجب ہونا چاہیے کیوں کہ یہ بات تو زیادہ تعجب خیز ہے کہ اس واضح بات کے باوجود جس چیز نے تیری بصیرت کو اندھا کر دیا ہے وہ اس لائق ہے کہ تجھے اس پر تعجب ہو۔

تو وہ ذات پاک ہے جس نے ہدایت بھی دی اور گمراہ بھی کیا بدبخت بھی بنایا اور نیک بخت بھی، اپنے دوستوں کی آنکھوں کو کھولا تو انہوں نے تمام جہاں کے ذرات اور اجزاء میں مشاہدہ کیا اور اپنے دشمنوں کے دلوں کو اندھا کر دیا اور اپنی عزت و عظمت کو ان سے مخفی رکھا وہ پیدا کرنے والا ہے، امر، احسان، فضل، لطف اور قہر کا مالک وہی ہے اس کے حکم کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور اس فیصلے کو کوئی پھیر نہیں سکتا۔

اس کی نشانیوں میں سے ایک ہوا ہے جو نہایت لطیف ہے اور آسمان کی گہرائی اور زمین کی اٹھان کے درمیان بند ہے جب وہ چلتی ہے تو جسم کو چھوتی ہے لیکن اسے دیکھ نہیں سکتے اور یہ ایک دریا کی مثل ہے پرندے فضا میں اڑتے ہیں اور اس میں اپنے پروں کے ساتھ تیرتے ہیں جس طرح سمندر کے حیوانات پانی میں تیرتے ہیں اور جس طرح تیز ہوا کے وقت سمندر میں موجیں اٹھتی ہیں اسی طرح آندھی چلتی ہے تو اس ہوا کی لہریں بھی اٹھتی ہیں جب اللہ تعالیٰ ہوا کو حرکت

دے کر اسے تیز خوفناک بنا دیتا ہے پس اگر چاہے تو اسے بارش سے پہلے خوشخبری بنا دے جیسے ارشاد خداوندی ہے۔

وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ - (۱) اور ہم نے بارش لانے والی ہوائیں بھیجیں۔

اس صورت میں ہوا میں اس کی روح حیوانات اور سبزیوں سے مل جاتی ہے اور ان کو بڑھنے کے لیے تیار کر دیتی ہے۔

اور اگر وہ چاہے تو اسے اپنی مخلوق میں سے نافرمان لوگوں کے لیے عذاب بنا دیتا ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ (۲)

ہم نے ان پر تند و تیز آندھی بھیجی ایک دائمی نحوست کے دن وہ لوگوں کو اکھاڑ کر پھینک دیتی ہے گویا وہ اُکھڑی ہوئی کھجور کے سُوکھے تنے ہیں۔

پھر ہوا کی نزاکت اور اس کے بعد اس کی شدت اور قوت کو دیکھو کہ بعض اوقات پانی پر غالب آجاتی ہے اگر کسی مشکیزے میں ہوا ہو پھر کوئی مضبوط آدمی اس پر سوار ہو جائے کہ اسے پانی میں ڈبو دے تو وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ اور اگر سخت لوہے کو پانی پر رکھیں تو وہ اس کے اندر چلا جاتا ہے تو دیکھو کس طرح ہوا باوجود اس کے لطیف ہونے کے اپنی طاقت کی وجہ سے پانی سے رک جاتی ہے اسی حکمت کے تحت اللہ تعالیٰ کشتیوں کو پانی کے اوپر روکتا ہے اسی طرح ہر وہ چیز جو اندر سے خالی ہو اور اس میں ہوا ہو وہ پانی میں نہیں ڈوبتی کیوں کہ اس کے اندر کی ہوا اسے پانی میں ڈوبنے سے روکتی ہے اور وہ کشتی کی اندر والی سطح سے جدا نہیں ہوتی اور یوں باوجود بھاری ہونے کے کشتی لطیف ہوا میں معلق رہتی ہے حالانکہ وہ مضبوط اور سخت بھی ہوتی ہے جس طرح کوئی شخص کنویں میں گرنے سے محفوظ ہے اسی طرح کشتی بھی اپنی خالی جگہ کے ذریعے مضبوط ہوا کے دامن کو پکڑ لیتی ہے حتیٰ کہ وہ ڈوبنے سے بچ جاتی ہے۔

تو وہ ذات پاک ہے جس نے ایک مرکب بھاری چیز کو لطیف اور نازک ہوا میں بغیر کسی بندھن کے ٹھہرایا نہ تو اس کا کوئی بندھن نظر آتا ہے روا نہ ہی کوئی گرہ باندھی جاتی ہے۔

پھر فضا کے عجائب اور اس میں جو بادل، کڑک، بجلی بارش، برف، ٹوٹنے والے ستارے اور گرج وغیرہ ہے اس کو دیکھو یہ آسمان و زمین کے درمیان عجائب ہیں قرآن پاک نے ان سب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ - (۳) اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، کھیل تماشہ نہیں بنایا۔

---

(۱) قرآن مجید، سورہ حجر آیت ۲۲

(۲) قرآن مجید، سورہ قمر آیت ۱۹، ۲۰ (۳) قرآن مجید، سورۃ الدخان آیت ۳۸

یہی فضا (مذکورہ بالا) زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر اس کی تفصیل کی طرف اشارہ فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ -(۱) اور بادل جو آسمان وزمین کے درمیان مسخر ہیں۔

اور دوسری آیات میں کڑک، بجلی، بادل اور بارش کا بھی ذکر فرمایا اگر تم ان سب چیزوں کو دیکھ نہیں سکتے تو بارش کو اپنی نگاہوں سے دیکھتے ہو کڑک اور گرج کو اپنے کانوں سے سنتے ہو اور اس معرفت میں جانور بھی تمہارے ساتھ شریک ہیں تو تمہیں جانوروں کی پستی سے عالم بالا کی طرف بلند ہونا چاہیئے یعنی جب تمہاری آنکھیں کھلی ہیں اور تم نے ان میں سے ظاہر کا ادراک کر لیا تو اپنی باطنی بصیرت اس کے باطنی عجائب اور اسرار کو دیکھو اور ظاہری آنکھ بند کردو۔

یہ باب بھی ایسا ہے جس میں فکر بہت زیادہ ہے کیوں کہ اس کا شمار نہیں ہوسکتا تو اندھیرے اور کثیف بادلوں کو ہی دیکھ لو وہ صاف فضا میں جہاں کوئی آلودگی نہیں ہوتی، جمع ہوتے ہیں اور کس طرح اللہ تعالیٰ ان کو پیدا کرتا ہے جب چاہتا ہے وہ باوجود اپنی نرمی کے بھاری پانی کو اٹھاتے ہیں اور اسے فضا میں لیے پھرتا ہے یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ اسے پانی چھوڑنے کی اجازت دیتا ہے اور پانی کے قطرے اس مقدار میں جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہوتی ہے اور جس شکل میں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے برساتا ہے تو دیکھو بادل زمین پر پانی کا چھڑکاؤ کرتا ہے اور قطرے چھوڑتا ہے جو ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں لیکن نہ تو ان میں کوئی امتیاز ہوسکتا ہے اور نہ ہی وہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ بلکہ ہر قطرہ اس راستے سے اترتا ہے جو اس کے لیے مقرر ہے اس سے ادھر ادھر نہیں ہوتا پیچھے آنے والا قطرہ آگے اور آگے آنے والا قطرہ پیچھے نہیں ہوتا حتی کہ زمین پر وہ ایک ایک قطرے کی صورت میں اترتے ہیں۔

اگر پہلے اور پچھلے تمام لوگ ایک قطرہ پیدا کرنے یا ان قطروں کی تعداد معلوم کرنے پر جمع ہوجائیں جو ایک شہر یا ایک بستی میں اترتے ہیں تو تمام انسان اور جن اس حساب سے عاجز ہوجائیں ان کی تعداد کو وہی جانتا ہے جس نے ان کو پیدا کیا پھر ان میں سے ہر قطرہ زمین کی ایک ایک جزو کے لیے اور اسی طرح اس میں پائے جانے والے ہر حیوان کے لیے وہ پرندہ ہو، جنگلی جانور ہو، کیڑے مکوڑے ہوں یا جانور، سب لیے مقرر ہے ہر قطرے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھا ہوا کہ یہ فلاں کیڑے کے لیے ہے جو فلاں پہاڑ میں ہے اور یہ تحریر ظاہر آنکھ سے نظر نہیں آتی اور یہ قطرہ اسے اس وقت پہنچے گا جب وہ پیاسا ہوگا۔

اس لطیف پانی سے سخت اولے اور برف جو روئی کے گالوں کی طرح بنتی ہے وہ الگ عجائبات ہیں اور یہ عجائبات شمار سے باہر ہیں۔

---

(۱) قرآن مجید سورۃ البقرہ آیت ۱۶۴

یہ سب کچھ جبار، قادر ذات کے فضل وکرم اور قاہر خالق کے قہر کا کرشمہ ہے اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ نہ شریک ہے اور نہ اس کا کوئی دخل ہے بلکہ اس کی مخلوق میں سے جو لوگ مومن ہیں وہ تو اس کے جلال اور عظمت کے سامنے جھکتے ہیں جب کہ منکر اندھے لوگ اس کی کیفیت سے جاہل ہیں اور اس کے سبب اور علت کے سلسلے میں تخمینے اور اندازے لگاتے رہتے ہیں۔

تو ایک جاہل اور مغرور شخص کہتا ہے کہ پانی اس لیے گرتا ہے کہ وہ طبعی طور پر ثقیل ہے یہی اس کے نزول کا سبب ہے اور اس کا خیال یہ ہے کہ یہ معرفت اس کے لیے منکشف ہوئی ہے اور وہ اس پر خوش ہوتا ہے اور اگر اس سے پوچھا جائے کہ طبعی کا کیا مفہوم ہے؟ اور طبیعت (فطرت) کو کس نے پیدا کیا؟ اور کس نے اس پانی کو پیدا کیا جس کی طبیعت میں بھاری پن ہے اور کس نے اس پانی کو جو درختوں کی جڑوں میں پہنچتا ہے، ٹہنیوں کے اوپر تک پہنچایا حالانکہ وہ ثقیل ہے؟ کس طرح یہ پانی نیچے تک اترا اور پھر درختوں کے اندر سے تھوڑا تھوڑا کر کے اوپر کی طرف جاتا ہے اور وہ کسی کو دکھائی بھی نہیں دیتا حتیٰ کہ وہ پتوں کے کناروں تک پھیل جاتا ہے اور یوں ہر پتے کا ہر جزو خوراک حاصل کرتا ہے اور وہ ان رگوں کے ذریعے جاتا ہے جو بال کی طرح باریک ہیں اور پھر اس سے وہ رگ سیراب ہوتی ہے جو پتے کی اصل ہے پھر یہ پانی اس بڑی رگ سے جو پتے کی لمبائی میں پھیلی ہوئی ہے چھوٹی رگوں کی طرف چلتا ہے گویا وہ بڑی رگ ایک نہر ہے اور اس سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی ہیں پھر ان چھوٹی رگوں سے نالیاں نکلتی ہیں پھر ان سے مکڑی کے جال کے باریک دھاگوں کی طرح دھاگے نکلتے ہیں نگاہ کو ان کا ادراک نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ وہ پتے کی تمام چوڑائی میں پھیل جاتے ہیں اور پانی ان کے اندر پتے کے تمام اجزا تک پہنچتا ہے تاکہ ان کو غذا مہیا کرے، بڑھائے اور زینت دے نیز ان کی تازگی اور رطوبت باقی رہے پھلوں کے تمام اجزا کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔

اگر پانی اپنی فطرت کے مطابق نیچے کی طرف حرکت کرتا ہے تو اوپر کی طرف اس کی حرکت کس طرح ہوتی ہے اور اگر کسی جذب کرنے والے کے جذب کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے تو اس جاذب کو کس نے مسخر کیا اور اگر آخر کار معاملہ آسمانوں اور زمین کے خالق اور ملک و ملکوت کے جبار کی طرف لوٹتا ہے تو پہلے مرحلے میں اس کی طرف منسوب کیوں نہیں ہوتا تو جاہل کی انتہا، عاقل کی ابتدا ہے۔

اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور ستارے ہیں اور اصل یہی ہیں تو جو شخص تمام باتوں کا ادراک کرے لیکن وہ آسمانوں کے عجائب سے بے خبر رہے تو حقیقت یہ ہے کہ وہ سب سے بے خبر رہا۔

تو زمین، سمندر، ہوا اور آسمانوں کے علاوہ باقی تمام اجسام آسمانوں کی نسبت اس طرح ہیں جیسے سمندر کا چھوٹا سا قطرہ ہوتا ہے پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آسمانوں اور ستاروں کے معاملے کو کس قدر عظیم قرار دیا۔

ہر سورت اس کی بڑائی پر مشتمل ہے اور قرآن پاک میں کتنے ہی مقامات پر ان کی قسم کھائی گئی ہے۔

جیسے ارشاد خداوندی ہے۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ۔ (۱) — اور برجوں والے آسمان کی قسم۔

اور فرمایا۔

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ۔ (۲) — قسم ہے آسمان کی اور رات کو اترنے والے کی

نیز ارشاد فرمایا۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ۔ (۳) — قسم ہے آسمان کی جس کے راستے ہیں

ارشاد ہوا۔

وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا (۴) — قسم ہے آسمان کی جس نے اُسے بنایا۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا۔ (۵) — قسم ہے سُورج اور اس کی دھوپ کی اور چاند کی جب وہ اس (سورج) کے بعد آتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ۔ (۶) — پھر میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹ جانے والے تاروں کی اور (قسم کھاتا ہوں) سیدھے چلنے والے رُک کے رہنے والے تاروں کی

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ۔ (۷) — قسم ہے اس (تابندہ) ستارے کی جب نیچے آئے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ البروج آیت ۱

(۲) قرآن مجید، سورۃ الطارق آیت ۱

(۳) قرآن مجید، سورۃ الذاریات آیت ۷

(۴) قرآن مجید، سورۃ والشمس آیت ۵

(۵) قرآن مجید، سورۃ والشمس آیت ۱، ۲

(۶) قرآن مجید، سورۃ التکویر آیت ۱۵

(۷) قرآن مجید، سورۃ النجم آیت ۱

فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ۔ (۱)

پس میں قسم کھاتا ہوں ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔

اور تم جانتے کہ ناپاک نطفے کے عجائبات کی معرفت سے پہلے اور پچھلے تمام لوگ عاجز ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم نہیں اُٹھائی اور جن کی قسم اٹھائی ہے ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے! نیز رزق کی نسبت ان کی طرف فرمائی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ۔ (۲)

اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا۔

اور اس سلسلے میں غور و فکر کرنے والوں کی یوں تعریف فرمائی۔

وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (۳)

اور وہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَيْلٌ لِمَنْ قَرَأَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ثُمَّ مَسَحَ بِهَا سَبَلَتَهٗ (۴)

اس شخص کے لیے خرابی ہے جو اس آیت کو پڑھے پھر اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرے (یعنی غور و فکر کے بغیر آگے بڑھ جائے)

اور اس سے منہ پھیرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا۔
ارشاد خداوندی ہے۔

وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوْظًا وَهُمْ عَنْ اٰيَاتِهَا مُعْرِضُوْنَ۔ (۵)

اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور وہ لوگ ہماری آیات سے منہ پھیرتے ہیں۔

تو تمام سمندروں اور زمین کو آسمان سے کیا نسبت ہے اور یہ عنقریب بدلنے والے ہیں اور آسمان نہایت مضبوط اور سخت ہے

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ الواقعہ آیت ۷۵، ۷۶
(۲) قرآن مجید، سورۃ الذاریات آیت ۲۲
(۳) قرآن مجید، سورۃ آل عمران آیت ۱۹۱
(۴) تذکرۃ الموضوعات ص ۱۸ باب فضل القرآن
(۵) قرآن مجید، سورۃ انبیاء آیت ۳۲

جب تک اس کا وقت مقرر پورا نہیں ہوتا وہ تغیر و تبدل سے محفوظ ہے ۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ قرار دیا ہے۔
اور ارشاد فرمایا۔

وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا۔ (۱) اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا۔ (۲) اور ہم نے تمہارے اوپر سات سخت (آسمان) بنائے۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا۔

أَأَنتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا۔ (۳) کیا تمہیں پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا پیدا کرنا اس کی چھت اونچی رکھی اور اسے برابر کیا۔

تو ملکوت (آسمانی بادشاہت) کو دیکھو تاکہ تمہیں جبروت کے عجائب نظر آئیں ۔اور ملکوت کو دیکھنے کا مطلب اس کی طرف نگاہ اٹھانا نہیں ہے کہ تم آسمان کا نیلا رنگ ستاروں کی روشنی اور ان کا متفرق ہونا دیکھو ۔اس طرح دیکھنے میں تو انسان کے ساتھ جانور بھی شریک ہیں ۔اگر یہی دیکھنا مقصود ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یوں تعریف نہ کرتا۔
ارشاد خداوندی ہے۔

وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ (۴) اور اسی طرح ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہیاں دکھاتے ہیں۔ (مخفی حقائق مراد ہیں)

نہیں بلکہ جو کچھ ظاہری آنکھ سے دیکھا جاتا ہے قرآن پاک اسے مُلک اور شہادت کے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے اور جو کچھ آنکھوں سے پوشیدہ ہے اسے غیب اور ملکوت کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ غیب اور ظاہر سب کچھ جاننے والا ہے اور وہ ملک اور ملکوت دونوں کا بادشاہ ہے اس کے علم سے کسی کو کچھ حاصل ہوتا ہے تو صرف اس کے چاہنے سے ہوتا ہے
ارشاد خداوندی ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ وہ غیب کا علم رکھتا ہے وہ اپنے غیب پر سوائے اپنے

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ انبیاء آیت ۳۲

(۲) قرآن مجید، سورۃ النباء آیت ۱۲

(۳) قرآن مجید، سورۃ النازعات آیت ۲۷، ۲۸

(۴) قرآن مجید، سورۃ انعام آیت ۷۵

اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ (۱) منتخب رسولوں کے کسی کو مطلع نہیں کرتا۔

(یعنی رسولوں میں سے جس کو چاہے جتنا چاہے غیب کا علم دے یہ علم غیب عطائی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عطا سے انبیاء و رسل کو ملتا ہے یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے ۱۲ ہزاروی)

تو اے عقل مند انسان! تو ملکوت میں خوب غور و فکر کرتا کہ تیرے لیے آسمان کے دروازے کھل جائیں اور تیرا دل اس کے کناروں میں دوڑ لگائے اور پھر یہ دل رحمٰن کے عرش کے سامنے کھڑا ہو جائے اس وقت امید ہے کہ تجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مقام حاصل ہو جائے انہوں نے فرمایا "میرے دل نے میرے رب کو دیکھا" اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دور تک آدمی تب ہی پہنچتا ہے جب قریب کے ساتھ تعلق قائم کرے اور تیرا نفس تجھ سے زیادہ قریب ہے پھر زمین جو تیرا ٹھکانہ ہے پھر ہوا جو تجھے گھیرے ہوئے ہے پھر سبزیاں اور حیوان اور جو کچھ زمین کے اوپر ہے، پھر فضا کے عجائب اور جو کچھ آسمان اور زمین کے درمیان ہے پھر ستاروں سمیت ساتوں آسمان پھر کرسی اور پھر عرش پھر عرش کو اٹھانے والے فرشتے اور آسمانوں کے خازن ہیں۔ اس کے بعد عرش، کرسی، آسمانوں زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کے رب کی طرف نظر کرو تو تمہارے اور اس ذات کے درمیان بہت گھاٹیاں ہیں اور بہت زیادہ مسافت ہے ابھی تو تم قریب والی گھاٹی یعنی اپنے ظاہر نفس کی معرفت سے فارغ نہیں ہوئے اور تمہیں حیا نہیں آتا کہ تم اپنے رب کی معرفت کا دعویٰ کرتے ہو اور کہتے ہو کہ میں نے اسے بھی پہچان لیا اور اس کی مخلوق کو بھی لہٰذا میں کس میں غور و فکر کروں اور کیا دیکھوں۔

اب اپنے سر کو آسمان کی طرف اٹھاؤ اور اسے اور اس میں موجود ستاروں کو دیکھو، ان کی گردش اور طلوع و غروب کو دیکھو شمس و قمر اور ان کے طلوع و غروب کے مختلف مقامات کو دیکھو نیز یہ کہ وہ ہمیشہ حرکت میں ہیں لیکن ان کی حرکت میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی اور نہ ان کی چال میں کوئی تبدیلی آتی ہے بلکہ وہ تمام ایک خاص مقدار سے اپنی منازل میں چلتے ہیں نہ اس مقدار میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی کمی واقع ہوتی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو یوں لپیٹ دے گا جس طرح تحریر کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔

ستاروں کی تعداد، ان کی کثرت اور ان کے رنگوں کے اختلاف کو دیکھو ان میں سے بعض سرخی مائل ہیں، کچھ سفیدی مائل اور بعض کا رنگ سیسے کے رنگ کی طرح ہے پھر ان کی شکلوں کی کیفیت کو دیکھو ان میں سے بعض بچھو کی صورت میں بعض بکری کے بچے کی شکل میں کچھ بیل، کچھ شیر اور بعض انسان کی شکل میں ہیں۔

زمین میں جس قدر صورتیں ہیں آسمان میں ان کی مثال موجود ہے۔ پھر سورج کے چلنے کو دیکھو کہ وہ اپنے فلک میں ایک سال چلتا ہے پھر یہ کہ یہ ہر روز طلوع بھی ہوتا ہے اور غروب بھی اور یہ الگ چال ہے جو اس کے خالق نے اس کے لیے

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ جن آیت ۲۶

مسخر کی ہے اگر یہ طلوع و غروب نہ ہو تو دن رات کا امتیاز کیسے ہوتا اور اوقات کی پہچان کی کیا صورت ہوتی نیز یا تو ہمیشہ اندھیرا ہوتا یا مسلسل روشنی ہی ہوتی اور یوں کام کاج کا وقت، آرام کے وقت سے ممتاز نہ ہوتا۔

تو دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ نے رات کو لباس، سونے کو آرام اور دن کو کاروبار وغیرہ کے لیے بنایا پھر رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کیا دیکھو اور اس پر بھی غور کرو کہ ایک مخصوص ترتیب کے ساتھ دن اور رات گھٹتے بڑھتے ہیں۔ اور اس پر بھی غور و فکر کرو کہ سورج کو آسمان کے درمیان میں کس طرح جھکایا حتیٰ کہ اس کی وجہ سے گرمی، سردی، بہار اور خزاں کے موسم پیدا ہوتے ہیں۔ جب سورج آسمان کے درمیان سے ڈھل جاتا ہے تو ہوا ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور سردیوں کا موسم ظاہر ہو جاتا ہے اور جب وہ آسمان کے درمیان میں ٹھہر جاتا ہے تو سخت گرمی ہوتی ہے اور جب ان دونوں کے درمیان ہوتا ہے تو زمانے میں اعتدال آجاتا ہے۔

آسمان کے عجائب اتنے ہیں کہ ان کے اجزاء میں سے ایک جز کا عشرِ عشیر بھی بیان کرنے کی امید نہیں کی جاسکتی تو یہ صرف غور و فکر کے طریقے سے آگاہی ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ تمہارا اعتقاد یوں ہونا چاہیے کہ ہر ستارے کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہیں پھر اس کی مقدار، اس کی شکل، اس کے رنگ اور پھر اس کو آسمان میں رکھنے خط استواء کے قریب اور دور رکھنے، دوسرے ستاروں سے اس کے قرب و بُعد میں بے شمار حکمتیں ہیں جو کچھ ہم انسانی بدن کے بارے میں ذکر کیا اسے بھی اس پر قیاس کر لو۔ کیوں کہ ہر جز میں کوئی نہ کوئی حکمت ہے بلکہ بے شمار حکمتیں ہیں اور آسمان کا معاملہ اس سے بھی بڑا ہے بلکہ عالم زمین کو عالم آسمان سے کوئی نسبت نہیں نہ تو جسمانی بڑائی میں اور نہ ہی معانی کی کثرت میں — معانی کی کثرت میں ان دونوں کے فرق کو اس طرح جانو جس طرح زمین اور اسی کی بڑائی کے درمیان فرق ہے اور تم جانتے ہو کہ زمین کتنی بڑی ہے اور اس کے کنارے کتنے وسیع ہیں انسان اس کے گرد پھرنے پر قادر نہیں ہے۔

ناظرین اس بات پر متفق ہیں کہ آسمان ایک سو ساٹھ سے اوپر زمینوں کے برابر ہے اور حدیث شریف میں بھی اس کی عظمت پر دلالت پائی جاتی ہے(۱)

پھر ستاروں کو دیکھو جو تمہیں چھوٹے معلوم ہوتے ہیں لیکن ان میں سے سب سے چھوٹا ستارہ زمین سے آٹھ گنا بڑا ہے جب کہ سب سے بڑا ستارہ زمین سے ایک سو بیس گنا بڑا ہے اسی سے ان کی بلندی اور دوری کا علم ہوتا ہے کیوں کہ دور ہونے کی وجہ سے وہ چھوٹے معلوم ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی دوری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے ان کی بلندی کو اٹھایا اور پھر ان کو برابر کیا۔

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۰۷ مرویات عبداللہ بن عمر

(۲) قرآن مجید، سورۃ النازعات آیت ۲۸

اور حدیث شریف میں ہے کہ ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے (۱) تو جب ایک ستارہ زمین سے کئی گنا بڑا ہے تو ستاروں کی کثرت کو دیکھو پھر اس آسمان کو دیکھو جس میں یہ ستارے جڑے ہوئے ہیں نیز اس کی عظمت کو دیکھو علاوہ ازیں ان کی تیز حرکت پر غور کرو حالاں کہ تمہیں ان کی حرکت کا احساس نہیں ہوتا تیزی کا ادراک تو بعد کی بات ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ آسمان ایک لحظہ میں ایک ستارے کی چوڑائی کے برابر چلتا ہے کیوں کہ ستارے کے ایک کنارے کے طلوع سے پورے ستارے کے طلوع تک ایک لحظہ ہے اور یہ ستارہ زمین سے ایک سوگنا سے بھی بڑا ہے اور یہ ہمیشہ اسی طرح چلتا ہے لیکن تمہیں پتہ نہیں چلتا۔

دیکھو حضرت جبریل علیہ السلام نے سورج کی رفتار کی جلدی کو کس طرح بیان کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا سورج ڈھل گیا؟

انہوں نے عرض کیا "نہیں، ہاں" آپ نے فرمایا تم نے "نہیں اور ہاں" کیسے کہہ دیا حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا جب میں نے نہیں کہا تو اس کے بعد ہاں کہنے تک سورج نے پانچ سو سال کا راستہ طے کر لیا (۲) تو اس کے بہت بڑے جسم اور حرکت کی تیزی کو دیکھو پھر حکمت والے خالق کی قدرت کو دیکھو کہ اس کے اطراف کی وسعت کے باوجود آنکھ کی چھوٹی سی پتلی میں اس کی صورت کو قائم کر دیا حتیٰ کہ تم زمین پر بیٹھے ہوئے اپنی آنکھیں کھولتے ہو اور پورے کا پورا سورج دیکھ لیتے ہو۔

تو ہم اس آسمان کی عظمت اور ستاروں کی کثرت کو نہیں دیکھتے بلکہ ہم ان کے خالق کو دیکھتے ہیں کہ اس نے ان کو کس طرح پیدا فرمایا پھر کسی ستون کے بغیر جوڑ دکھائی دے، ان کو ٹھہرایا کسی چیز کے ساتھ یہ بندھے ہوئے بھی نہیں ہیں تمام جہاں ایک گھر کی طرح ہے اور آسمان اس کی چھت ہے تو تم پر تعجب ہے کہ تم کسی دولت مند آدمی کے گھر میں داخل ہوتے ہو اور دیکھتے ہو کہ وہ مختلف رنگوں سے منقش ہے، اور سنہرے کام سے آراستہ ہے تو تمہارا تعجب ختم نہیں ہوتا تم مسلسل اس کا تذکرہ کرتے ہو زندگی بھر اس کے حسن کی تعریف کرتے ہو اور ہمیشہ اس عظیم گھر کو دیکھتے ہو اس کی زمین، اس کی چھت، اس کی ہوا، اس کے عجیب و غریب سامان، عمدہ حیوانات اور طرح طرح کے نقوش پر تمہاری نظر پڑتی ہے پھر تم اس کے بارے میں گفتگو نہیں کرتے اور نہ ہی اس کی طرف تمہارا دل متوجہ ہوتا ہے تو یہ گھر اس دنیوی گھر سے ہلکا تو نہیں ہے کہ تم اس کی صفت کرتے ہو اور اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتے بلکہ یہ دنیوی مکان تو زمین کی ایک جز ہے جو اس تمام کائنات پر محیط عالیشان گھر کی ایک حقیر جز ہے لیکن اس کے باوجود تم اس گھر میں غور و فکر نہیں کرتے اس کی وجہ

---

(۱) العلل المتناہیہ جلد اول ص ۸ حدیث ۵

(۲) الفوائد المجموعۃ ص ۱۵۱ کتاب الصفات۔

صرف یہی ہے کہ وہ تمہارے رب کا گھر ہے اسی نے اسے بنایا اور ترتیب دی اور تم اپنے آپ کو، اپنے رب کو اور اپنے رب کے گھر کو بھلا چکے ہو اور اپنے پیٹ اور شرمگاہ (کی خواہشات کی تکمیل) میں مشغول ہو تمہیں شہوت اور ناموری کے علاوہ کسی بات کی فکر ہی نہیں ہے اور تمہاری انتہائی درجہ کی خواہش یہی ہے کہ تم اپنے پیٹ کو بھرو حالاں کہ تم جانوروں کی خوراک کا دسواں حصہ بھی نہیں کھا سکتے تو گویا جانور تم سے دس درجے اوپر ہیں اور تمہاری انتہائی ناموری یہ ہے کہ دس یا سو آدمی تمہارے پاس جمع ہو کر تمہاری تعریف کریں اور اپنے دل کی خرابی کو تم سے چھپائے رکھیں جو تمہارے بارے میں ہے اور اگر بالفرض وہ تمہاری تعریف میں سچے بھی ہوں تو بھی تمہارے لیے یا اپنے لیے کسی قسم کے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں موت، زندگی اور قیامت کے دن اٹھنا یہ سب کچھ ان کے ہاتھ میں نہیں ہے تمہارے شہر میں یہودی اور عیسائی ہوں گے جن کی دولت اور رتبہ تمہارے مرتبہ سے زیادہ ہوگا اور تم آسمانوں اور زمین کی ملکوت (خفیہ عجائب) میں غور و فکر سے غافل ہو پھر تم ملک و ملکوت کے مالک کے جلال میں غور و فکر سے لطف اندوز ہونے سے غافل ہو۔

تم اور تمہاری عقل کی مثال اس چیونٹی کی طرح ہے جو ایسے عالی شان مکان میں اپنا سوراخ کھودے جس کی بنیادیں مضبوط اور عمارت بلند ہو ستون پکے ہوں اس میں لونڈیاں اور غلام ہوں بادشاہ کے اس محل میں طرح طرح کی نفیس چیزوں کے ڈھیر ہوں جب وہ چیونٹی اس سوراخ سے نکلے اور دوسری چیونٹی سے ملے تو اگر وہ گفتگو کر سکتی ہو تو صرف اپنے سوراخ اور اپنی غذا کے بارے میں ہی گفتگو کرے اور بتائے کہ اس نے اسے کس طرح جمع کیا ہے۔

جب کہ اس محل اور اس میں رہنے والے بادشاہ کے بارے میں کچھ نہ کہے اور نہ ہی اس کے بارے میں کچھ غور و فکر کرے بلکہ وہ اپنے آپ کو اپنی غذا اور اپنے گھر کو دیکھنے کے علاوہ کسی کو بھی نہ دیکھے۔ تو جس طرح چیونٹی اس محل، اس کی زمین، اس کی چھت، دیواروں اور تمام عمارت سے غافل ہے بلکہ اس عمارت میں رہنے والوں سے بھی غافل ہے اسی طرح تم بھی اللہ تعالیٰ کے گھر سے اور اس کے فرشتوں سے جو اس کے آسمانوں میں رہتے ہیں، غافل ہو تم آسمان کے بارے میں اتنی ہی پہچان رکھتے ہو جتنی چیونٹی کو تمہارے گھر کی چھت کی پہچان ہے اور فرشتوں کو تم اسی قدر پہچانتے ہو جس قدر چیونٹی تمہیں اور تمہارے گھر کے عجائب کی پہچان سے عاجز ہے جب کہ تمہیں اس بات کی قدرت حاصل ہے کہ ملکوت میں غور کرو اور اس سے ان عجائب کی پہچان حاصل کرو جن سے لوگ غافل ہیں۔

اب ہم قلم کی لگام اس کلام سے پھیرتے ہیں کیوں کہ اس میدان کی کوئی انتہا نہیں ہے اگر ہم بہت بڑی بڑی عمریں صرف کریں تب بھی ہم اس معرفت کی تشریح نہیں کر سکتے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے ہمیں جس قدر معرفت حاصل ہے وہ علماء کرام اور اولیاء عظام کی معرفت کے مقابلے میں بہت قلیل ہے اور ان کو جو معرفت حاصل ہے وہ انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل ہونے والی معرفت کے مقابلے میں بہت کم ہے اور ان تمام انبیاء کرام کی معرفت، ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت سے قلیل ہے اور تمام انبیاء کرام کی معرفت مقرب فرشتوں کو حاصل معرفت کے مقابلے میں کم ہے

اور مقرب فرشتے جیسے حضرت جبریل اور حضرت اسرافیل علیہما السلام اور دوسرے فرشتے ہیں۔

اور اگر تمام فرشتوں، جنوں اور انسانوں کے تمام علوم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف کی جائے تو ان سب کے علم کو علم بھی نہیں کہہ سکتے بلکہ اسے مدہوشی، حیرت، قصور اور عاجزی کہنا زیادہ بہتر ہوگا وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے بندوں کو معرفت عطا کی جس قدر عطا فرمائی پھر ان سب کو خطاب کر کے فرمایا۔

وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (۱) اور تمہیں بہت کم علم دیا گیا ہے۔

یہ ان طریقوں کا بیان ہے جن میں غور و فکر کیا جا سکتا ہے جب فکر کرنے والے مخلوقِ خدا میں فکر کریں اس میں ذات خداوندی میں فکر شامل نہیں ہے۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ مخلوق میں غور و فکر سے خالق کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس کی عظمت، جلال اور قدرت کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اور جس قدر صنعت خداوندی کی معرفت زیادہ حاصل ہوگی اس کے جلال اور عظمت کی معرفت اتنی ہی کمل ہوگی یہ ایسے ہی ہے جیسے تم کسی عالم کے علم کی معرفت حاصل کر کے اس کی تعظیم کرتے ہو، اور جب مسلسل اس کی عجیب سے عجیب تر تصنیف یا اشعار پر تمہیں اطلاع ہوتی ہے تو اس سے اس کی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کے حُسن سے اس عالم کی عزت و توقیر بھی بڑھ جاتی ہے حتیٰ کہ اس کا ہر کلمہ اور اس کے اشعار کا ہر بیت جو تمہیں بھلا معلوم ہوتا ہے تمہارے دل میں اسے جگہ دیتا ہے اور تمہارے نزدیک وہ قابلِ تعظیم ٹھہرتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کی تصنیف و تالیف میں غور کرنے کا معاملہ ہے اللہ تعالیٰ کی جتنی مخلوق موجود ہے وہ سب اسی کی تصنیف ہے اور اس میں غور و فکر کی کوئی انتہا نہیں ہے اس میں سے ہر بندے کو وہی کچھ ملتا ہے جو اس کے مقدر میں ہے لہٰذا جو کچھ ہم نے لکھا ہے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور ہم نے شکر کے بیان میں جو تفصیل بیان کی ہے اسے بھی اس کے ساتھ ملاتے ہیں جب ہم اس بیان میں غور کرتے ہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اس نے ہم پر احسان کیا اور جب اس بیان پر نظر دوڑاتے ہیں تو اس کا مقصد محض یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال اس طرح ہیں ہم جن امور پر غور کرتے ہیں ان پر ایک فلسفی بھی غور کرتا ہے لیکن اس کا غور و فکر گمراہی اور بدبختی کا سبب بنتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق دی گئی ہے اس کا غور و فکر کرنا اس کی ہدایت اور سعادت کا باعث ہوتا ہے زمین و آسمان میں جتنے ذرے ہیں وہ گمراہی کا سبب بھی ہیں اور ہدایت کا سامان بھی۔ جو شخص ان امور میں اس نیت سے غور کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل اور صنعت ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے جلال اور عظمت کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ اس کے ذریعے ہدایت حاصل کرتا ہے اور جو شخص کوتاہ نظری سے غور کرتا ہے اور یوں خیال کرتا ہے کہ یہ سب چیزیں ایک دوسرے پر تاثیر کرتی ہیں اس انداز میں غور نہیں کرتا کہ یہ سب مسبب الاسباب کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں تو

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ اسراء آیت ۸۵

وہ بدبخت ہے اور تباہی کی طرف جاتا ہے ہم گمراہی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل وکرم اور جُود ورحمت سے ہمیں جاہلوں کی طرح بھٹکنے سے محفوظ رکھے ——— نجات دینے والے امور میں سے نواں بیان مکمل ہوا اس کے بعد موت اور اس کے بعد کے واقعات کا ذکر ہوگا اور یوں یہ کتاب مکمل ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور صلوٰۃ وسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل واصحاب پر ہو———

۱۰۔ موت اور اس کے بعد کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے بڑے بڑے متکبرین کی گردنوں کو موت کے ذریعے توڑا اسی کے ذریعے کسریٰ (ایرانی بادشاہوں) کی پیٹھوں کو توڑ دیا اور قیصر (رومی) بادشاہوں کی امیدوں کو کم کیا وہ لوگ جن کے دل موت سے نفرت کرتے تھے حتیٰ کہ جب ان کے پاس سچا وعدہ آیا تو ان کو قبروں میں ڈال دیا پس وہ محلات سے قبروں میں منتقل ہو گئے، اور بچھونوں کی روشنی سے قبروں کے اندھیروں میں چلے گئے، لونڈیوں اور غلاموں کے ساتھ کھیل سے کیڑے مکوڑوں کی اذیتیں برداشت کرنے کی طرف منتقل ہوئے۔ کھانے پینے سے لطف اندوز ہونے سے مٹی میں لوٹنے لگے خاندان کے ساتھ اُنس سے تنہائی کی وحشت کی طرف، اور نرم بستر سے سخت بچھونے کی طرف چلے گئے۔

تو دیکھو کیا مضبوط قلعوں اور عزت نے انہیں موت سے بچایا اور کیا انہوں نے موت کے سامنے کوئی آڑ بنائی اور یہ بھی دیکھو کہ کیا تم ان میں سے کسی ایک کو محسوس کر رہے ہو یا ان کی آہٹ سن رہے ہو۔

تو وہ ذات پاک ہے جو قہر اور غلبہ میں منفرد ہے بقا کا حق اسے ہی حاصل ہے اور اس نے مخلوق کو فنا کے حکم سے جو اس نے لکھ دیا ہے جھکا دیا۔ پھر موت کو متقی لوگوں کے لیے (دنیا سے) چھٹکارا اور ان کے حق میں ملاقات کا وقت بنایا جب کہ بدبخت لوگوں کے لیے صبر کو قید خانہ اور قیامت تک کے لیے تنگ کوٹھڑی (جیل) بنا دیا وہی بے شمار نعمتوں کے ساتھ انعام فرماتا ہے اور وہ زبردست بدلے کے ذریعے انتقام لیتا ہے آسمانوں اور زمین میں شکر کے لائق وہی ہے اور اول و آخر تعریف کے لائق بھی وہی ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کو ظاہر معجزات اور واضح نشانیاں عطا ہوئیں اور آپ کے آل و اصحاب پر رحمت اور بہت زیادہ سلام ہو۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد ــــــ وہ شخص کہ موت اس کا بچھونا، مٹی اس کا بستر کیڑے اس کے ساتھی، منکر نکیر (فرشتے) اس کے ہمنشین، قبر اس کا ٹھکانہ زمین کا اندر اس کی جائے قرار، قیامت اس کا وعدہ اور جنت یا جہنم اس کے اترنے کی جگہ ہو اسے صرف موت کی فکر ہی ہونی چاہیے وہ صرف اسی کا ذکر کرے، اسی کے لیے تیاری کرے، اسی کی تدبیر کرے اسی کی طرف جھانکے، اسی کی طرف جلائے، اسی کا اہتمام کرے اسی کی طرف پھرے، اسی کا منتظر رہے بلکہ اپنے آپ کو فوت شدہ لوگوں میں شمار کرے اور اپنے نفس کو اصحاب قبور میں سے سمجھے اور یقین کرے کہ جو کچھ آنے والا ہے وہ قریب ہے اور وہی چیز دور ہے جو نہیں آئے گی ــــــ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا   عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت

بَعْدَ الْمَوْتِ۔ (۱) کے بعد کے لیے عمل کرے۔

اور کسی چیز کے لیے استعداد اسی وقت آسان ہوتی ہے جب دل میں اس کی یاد بار بار آئے اور ذکر کی تجدید اسی صورت میں ہوتی ہے جب یاد دلانے والی باتوں کا ذکر ہو تو اس کی طرف توجہ کی جائے اور آگاہ کرنے والی باتوں میں غور کیا جائے۔

ہم موت کے معاملے، اس کے مقدمات و لواحق، احوالِ آخرت، قیامت جنت، دوزخ اور ان باتوں کا ذکر کریں گے جن کا بار بار ذکر بندے کے لیے ضروری ہے اور وہ باتیں کہ جب بندہ ان میں غور و فکر کو اپنے اوپر لازم کرے تو اس سے تیاری کی ترغیب ہوتی ہے کیوں کہ موت کے بعد کوچ کرنا قریب ہے اور زندگی تھوڑی سی باقی ہے جب کہ لوگ اس بات سے غافل ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ۔ (۲) لوگوں کے لیے ان کا حساب قریب آگیا اور وہ غفلت میں پڑے منہ پھیر رہے ہیں۔

موت سے متعلق امور:

ہم موت سے متعلق امور کو دو حصوں میں ذکر کریں گے۔

پہلا حصہ:

اس میں موت کے مقدمات اور اس کے توابع (صُور پھونکنے تک) مذکور ہوں گے اس حصے میں آٹھ باب ہوں گے۔

پہلا باب۔ ذکرِ موت کی فضیلت اور اس کی ترغیب

دوسرا باب۔ امید کا طویل اور مختصر ہونا

تیسرا باب۔ موت کی سختیاں اور موت کے وقت جو احوال مستحب ہیں۔

چوتھا باب۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا وصال

پانچواں باب۔ نیک خلفاء اور امراء کو جب موت آئی۔

چھٹا باب۔ جنازوں اور قبرستان سے متعلق عارفین کے اقوال اور زیارتِ قبور کا حکم

ساتواں باب۔ موت کی حقیقت اور صُور پھونکنے تک میت کو جو کچھ پیش آتا ہے۔

آٹھواں باب۔ حالت نیند میں مکاشفہ کے ذریعے فوت شدہ لوگوں کے جو حالات معلوم ہوئے۔

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۲۴ مرویات شداد بن اوس

پہلا باب

فصل ۱

موت کا ذکر اور بکثرت ذکر کی ترغیب

جان لو! جو شخص دنیا میں ڈوبا ہوا ہو، اس کے دھوکے پر جھکا ہوا اور اس کی خواہشات اسے محبوب ہوں یقیناً اس کا دل موت کے ذکر سے غافل ہوتا ہے اور وہ اس کا ذکر نہیں کرتا اور اگر اس کا ذکر کرے بھی تو اسے ناپسند کرتا اور اس سے نفرت کرتا ہے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۔ (۱)

آپ فرما دیجئے بے شک موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تمہیں پہنچے گی پھر تم غیب اور ظاہر کو جاننے والے کی طرف پھیرے جاؤ گے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کی خبر دے گا۔

پھر لوگ تین قسم کے ہیں بعض تو دنیا میں ڈوبے ہوئے ہیں کچھ توبہ کے ابتدائی مرحلے میں ہیں اور بعض پہچان حاصل کر چکے ہیں اور یوں وہ انتہائی درجہ پر فائز ہو چکے ہیں۔

وہ شخص جو دنیا میں ڈوبا ہوا ہے وہ موت کا ذکر نہیں کرتا اور کرے بھی تو دنیا کے جانے پر افسوس کے حوالے سے کرتا ہے اور اس (موت) کی مذمت کرتا ہے موت کا اس طریقے پر ذکر اسے اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ دور کر دیتا ہے اور وہ شخص جس نے توبہ کر لی وہ موت کا کثرت کے ساتھ ذکر کرتا ہے تاکہ اس کے دل سے موت کا خوف نکل جائے اور پوری کی پوری توبہ باقی رہے اور بعض اوقات وہ اس خوف سے موت کو ناپسند کرتا ہے کہ کہیں توبہ کے مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ اسے اٹھا نہ لے۔ اور اس طرح اس نے اپنا سامان بھی مکمل نہ کیا ہو۔ ایسا شخص موت کو ناپسند کرنے میں معذور ہوتا ہے اور یہ صورت اس حدیث شریف کے تحت نہیں آتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ۔ (۲)

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ الجمعۃ آیت ۸

(۲) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۶۳ کتاب الرقاق

کیوں کہ یہ شخص نہ تو موت کو ناپسند کرتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو، بلکہ اسے اللہ تعالیٰ سے ملاقات نہ ہونے کا ڈر ہوتا ہے کیوں کہ وہ کوتاہی کرنے والا ہے ۔ اور یہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنے محبوب سے ملنے میں صرف اس لیے تاخیر کرتا ہے کہ وہ اس طریقے پر تیاری کر رہا ہے جو اس کے محبوب کو پسند ہے لہذا یہ شخص ملاقات کو ناپسند کرنے والا شمار نہیں ہوگا۔ اس کی علامت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اس کے لیے تیاری میں رہتا ہے اس کے علاوہ اس کی کوئی مصروفیت نہیں ہوتی ورنہ وہ دنیا کے حصول میں مصروف ہو جاتا۔

اور عارف ہمیشہ موت کو یاد کرتا ہے کیوں کہ موت محبوب سے ملاقات کا وقت ہے اور محب محبوب سے ملاقات کے وقت کو کبھی بھول نہیں سکتا۔ اور یہ اس لیے ہے کہ عام طور پر موت دیر سے آتی ہے اور وہ موت کی آمد کو پسند کرتا ہے تاکہ گناہ گاروں کے گھر (دنیا) سے اس کی جان چھوٹ جائے اور وہ تمام جہانوں کے رب کے قریب چلا جائے۔

جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے جب ان کی وفات کا وقت ہوا تو انہوں نے فرمایا۔

حبیب فاقہ کی حالت میں آیا یا اللہ! اگر تیرے علم کے مطابق مال داری کی نسبت فقر، صحت کے مقابلے میں بیماری اور زندگی کی نسبت موت مجھے زیادہ پسند ہے تو مجھ پر موت کو آسان کر دے تاکہ میں تجھ سے ملاقات کروں۔

تو اس صورت میں توبہ کرنے والا موت کو ناپسند کرنے والا معذور ہے اور یہ شخص موت کی محبت اور تمنا میں معذور ہوتا ہے۔

اور ان دونوں کے مقابلے میں اس شخص کا رتبہ زیادہ بلند ہوتا ہے جو اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیتا ہے اور اپنے نفس کے لیے موت اور زندگی میں سے کسی ایک کو بھی پسند نہیں کرتا بلکہ اسے ان دونوں میں سے وہی بات پسند ہوتی ہے جو اس کے مالک کے ہاں پسندیدہ ہو۔ اور یہ اسی صورت میں پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے جب وہ فرطِ محبت میں تسلیم و رضا کے مقام تک پہنچ جائے یہی مقام انتہا ہے۔

بہر حال موت کو یاد کرنے میں ثواب اور فضیلت ہے کیوں کہ جو شخص دنیا میں ڈوبا ہوا ہو وہ بھی موت کے ذکر سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے کہ اس طرح وہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر سکتا ہے کیوں کہ اس صورت میں دنیا کی نعمتیں اور ان کی لذتیں تلخ ہو جاتی ہیں اور ہر وہ کام جس کی وجہ سے انسان پر لذات اور شہوات تلخ ہو جائیں وہ نجات کے اسباب سے ہے۔

فصل ۲:

موت کا ذکر باعثِ فضیلت ہے جیسا بھی ہو

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَکْثِرُوْا مِنْ ذِکْرِ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ۔ (۱) لذتوں کو توڑنے والی (شکست دینے والی) چیز (موت) کا ذکر کثرت سے کرو۔

مطلب یہ ہے کہ اس چیز کے ذکر کے ذریعے لذتوں کو تلخ کر دو تاکہ تمہارا ان کی طرف جھکاؤ ٹوٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَوْتَعْلَمُ الْبَھَائِمُ مِنَ الْمَوْتِ مَا یَعْلَمُ ابْنُ اٰدَمَ مَا اَکَلْتُمْ مِنْھَا سَمِیْنًا۔ (۲) موت کے بارے میں جو کچھ انسان کو معلوم ہے اگر جانوروں کو اس بات کا علم ہوتا تو تم ان میں سے کسی موٹے جانور کو نہ کھاتے۔

(مطلب یہ ہے کہ موت کے خوف سے جانور دبلے پتلے اور کمزور ہو جاتے)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا شہداء کے ساتھ بھی کسی کو اٹھایا جائے گا آپ نے فرمایا۔

نَعَمْ مَنْ یَذْکُرُ الْمَوْتَ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ عِشْرِیْنَ مَرَّۃً۔ (۳) ہاں! جو آدمی دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے

اس تمام فضیلت کا سبب یہ ہے کہ موت کا ذکر دھوکے والے گھر (دنیا) سے دور کر کے آخرت کے لیے استعداد کا تقاضا کرتا ہے جب کہ موت سے غفلت دنیوی خواہشات کی طرف مکمل توجہ کی دعوت دیتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تُحْفَۃُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ۔ (۴) مومن کا تحفہ موت ہے۔

آپ نے یہ بات اس لیے ارشاد فرمائی کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے کیوں کہ وہ اس میں ہمیشہ رنج اور مشقت جھیلتا ہے خواہش کو پورا کرنے کی محنت اور شیطان کو دور کرنے کی تکلیف اٹھاتا ہے اور موت اس عذاب سے نجات دلاتی ہے اور یہ چھوٹ جانا اس کے حق میں تحفہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْمَوْتُ کَفَّارَۃٌ لِکُلِّ مُسْلِمٍ۔ (۵) موت، ہر مسلمان کے لیے کفارہ ہے۔

---

(۱) جامع ترمذی ص ۳۳۵، ابواب الزھد

(۲) شعب الایمان جلد ۷ ص ۳۵۲ حدیث ۱۰۵۵۷

(۳) الفوائد المجموعہ ص ۲۶۳ کتاب الادب

(۴) المستدرک للحاکم جلد ۴ ص ۳۱۹ کتاب الرقاق

(۵) شعب الایمان جلد ۷ ص ۱۷۱ حدیث ۹۸۸۵

اس سے سچا مسلمان مراد ہے جو سچا مومن ہو اس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اس میں مومنوں والے اخلاق ہوں اور اس پر گناہوں کی میل نہ ہو البتہ گناہ صغیرہ اور لغزشیں ہوں تو موت اسے ان سے پاک کر دیتی ہے جب کہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچتا اور فرائض ادا کرتا ہو۔

حضرت عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں لوگ زیادہ ہنس رہے تھے تو آپ نے فرمایا۔

شُوْبُوْا مَجْلِسَكُمْ بِذِكْرِ مُكَدِّرِ اللَّذَّاتِ۔ (۱)

اپنی مجلس کو لذتوں کو خراب کرنے والی چیز یعنی (موت) سے مخلوط کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَكْثِرُوْا مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ يُمَحِّصُ الذُّنُوْبَ وَيُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا۔ (۲)

موت کا ذکر زیادہ کیا کرو یہ گناہوں سے پاک اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔

كَفٰى بِالْمَوْتِ مُفَرِّقًا۔ (۳)

موت جدا کرنے کے لیے کافی ہے۔

اور آپ نے ارشاد فرمایا۔

كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا۔ (۴)

موت وعظ و نصیحت کے لیے کفایت کرتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کچھ لوگ باتیں کر رہے ہیں اور ہنس بھی رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

اُذْكُرُوا الْمَوْتَ اَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا۔ (۵)

موت کو یاد کیا کرو سنو! وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم وہ بات جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

---

(۱) کنز العمال جلد ۱۵ ص ۵۴۶ حدیث ۴۲۱۱۲

(۲) کنز العمال جلد ۱۵ ص ۵۴۳ حدیث ۴۲۰۹۸

(۳) کنز العمال جلد ۱۵ ص ۵۴۷ حدیث ۴۲۱۱۵

(۴) مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۳۰۸ کتاب الزھد

(۵) الدر المنثور جلد ۵ ص ۳۳۰، ۳۳۱ تحت آیت قل یا عبادی الذین اسرفوا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا تو حاضرین نے اس کی تعریف میں اچھے کلمات کہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موصوف موت کا ذکر کس طرح کرتے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم نے ان سے موت کا ذکر نہیں سنا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا ممدوح اس مرتبے کا نہیں ہے (۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوا اور میں وہاں موجود افراد میں سے دسواں تھا اسی اثناء میں انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! زیادہ ڈرنا اور زیادہ عزت والا کون ہے آپ نے فرمایا۔

وہ لوگ جو موت کو زیادہ یاد کرنے اور اس کے لیے زیادہ تیاری کرنے ہیں وہی عقل مند ہیں وہ دنیا کی شرافت اور آخرت کی بزرگی لے گئے۔ (۲)

آثار:

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں موت نے دنیا کو رسوا کیا اس نے عقل مند کے لیے خوشی نہیں چھوڑی۔

حضرت ربیع بن خثیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں مومن موت سے بہتر کسی غائب چیز کا منتظر نہیں ہوتا۔ اور وہ فرمایا کرتے تھے جب میں انتقال کروں تو میرے بارے میں کسی کو اطلاع نہ دینا اور مجھے آہستہ سا میرے رب کی طرف کھسکا دینا۔

کسی دانا نے اپنے ایک بھائی کو لکھا اے بھائی اس گھر (دنیا) میں موت سے ڈر اس سے پہلے کہ تو اس گھر میں چلا جائے جس میں تو موت کی تمنا کرے لیکن اسے نہ پا سکے۔

اور حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ کے پاس جب موت کا ذکر کیا جاتا تو ان کا ہر عضو مر جاتا ہے (بے حس ہو جاتا)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہر رات فقہاء کرام کو جمع کر کے ان سے موت، قیامت اور آخرت کے بارے میں مذاکرہ کرتے پھر وہ سب روتے حتیٰ کہ یوں معلوم ہوتا کہ ان کے سامنے کوئی جنازہ پڑا ہے۔

حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں دو چیزوں نے مجھ سے دنیا کی لذت ختم کر دی ایک موت کا ذکر اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص موت کو پہچان لے اس پر دنیا کے مصائب اور غم ہلکے ہو جاتے ہیں۔

حضرت مطرف فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا بصرہ کی مسجد کے درمیان کوئی شخص کہتا ہے موت کے ذکر نے ڈرنے والوں کے دل کاٹ دیئے اللہ کی قسم تم ان کو والہانہ انداز میں دیکھو گے۔

---

(۱) مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۳۰۹ کتاب الزھد

(۲) ایضاً۔

حضرت اشعث رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے پاس جایا کرتے تھے تو صرف جہنم کی آگ، آخرت کے معاملے اور موت کا ذکر ہوتا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اپنے دل کی سختی کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا موت کا ذکر زیادہ کیا کرو اس سے تمہارے دل میں نرمی پیدا ہوگی چنانچہ جب اس عورت نے یہ کام کیا تو اس کا دل نرم ہوگیا۔ پھر وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شکریہ ادا کرنے حاضر ہوئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب موت کا ذکر کیا جاتا تو آپ کی جلد سے خون کے قطرے جاری ہو جاتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام جب موت اور قیامت کا ذکر کرتے تو رو پڑتے حتیٰ کہ آپ کا سانس اکھڑ جاتا اور جب رحمت کا ذکر ہوتا تو سانس واپس آجاتا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے جس بھی عقل مند کو دیکھا اسے موت سے خائف اور غمگین پایا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کسی عالم سے فرمایا کہ مجھے نصیحت کیجئے انہوں نے فرمایا آپ پہلے خلیفہ نہیں جو انتقال کریں گے (بلکہ پہلے حکمران بھی فوت ہوتے رہے ہیں) فرمایا مزید بتائیے، انہوں نے فرمایا آدم علیہ السلام تک آپ کے تمام آباؤ اجداد نے موت کو چکھا ہے اور آپ کی باری آچکی ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے یہ بات سنی تو رو پڑے۔

حضرت ربیع بن خثیم رحمہ اللہ نے اپنے گھر میں قبر کھود رکھی تھی اور آپ ہر دن کئی مرتبہ اس میں سو جاتے اس طرح آپ ہمیشہ موت کو یاد رکھتے۔ اور آپ فرماتے تھے اگر میرے دل میں ایک ساعت کے لیے بھی موت کی یاد باقی نہ رہے تو میرا دل خراب ہو جائے گا۔

حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس موت نے راحت و آرام والے لوگوں پر ان کے آرام کو مکدر کر دیا ہے۔ تو ایسا آرام تلاش کرو جس میں موت نہ ہو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حضرت عنبسہ رحمہ اللہ سے فرمایا موت کا ذکر کثرت سے کیا کرو اگر تمہیں عیش کی وسعت حاصل ہو تو (یہ ذکر) اسے تنگ کر دے گا اور اگر تم تنگ زندگی گزار رہے ہو تو اس میں وسعت آجائے گی۔ (مطلب یہ ہے کہ دنیا کی فراوانی تمہیں اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں کرے گی اور وسعت رزق بھی ہوگی)

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ام ہارون سے پوچھا کہ کیا آپ کو موت پسند ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں، میں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا اگر میں کسی انسان کی بات نہ مانوں تو مجھے اس سے ملاقات پسند نہیں ہوتی تو میں کیسے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کروں جب کہ میں نے اس کی نافرمانی کی ہے۔

فصل ۲:

دل میں موت کی یاد کا طریقہ

جاننا چاہیئے کہ موت ہولناک ہے اور اس کا خطرہ عظیم ہے اور لوگ اس سے اس لیے غافل ہیں کہ وہ اس کے بارے میں بہت کم سوچتے ہیں اور اسے زیادہ یاد بھی نہیں کرتے اور جو شخص اسے یاد کرتا ہے وہ فارغ دل کے ساتھ یاد نہیں کرتا بلکہ ایسے دل سے یاد کرتا ہے جو دنیوی خواہشات میں مشغول ہے لہذا دل میں موت کا ذکر قرار نہیں پکڑتا۔

تو اس سلسلے میں طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے دل کو موت کے ذکر کے علاوہ ہر خیال سے پاک کر دے کیوں کہ موت اس کے سامنے ہے اور اس مسافر کی طرح ہو جائے جو کسی خطرناک جنگل کا سفر کرنا چاہتا ہے یا سمندری سفر کا ارادہ رکھتا ہے وہ صرف اسی کا فکر کرتا ہے جب موت کی یاد اس کے دل میں جم جائے گی تو اثر بھی کرے گی اور اس وقت اس کا دنیا کے ذریعے سرور اور راحت کم ہو جائے گی اور دل ٹوٹ جائے گا۔

اس سلسلے میں زیادہ موثر طریقہ یہ ہے کہ اپنے ان ہم عصر لوگوں کو یاد کرے جو اس سے پہلے فوت ہو چکے ہیں ان کی موت اور مٹی کے نیچے ان کی آرام گاہوں کو یاد کرے ان کے عہدوں، صورتوں اور حالات کو یاد کرے اور غور کرے کہ کس طرح مٹی نے ان کی صورتوں کے حسن کو مٹا دیا اور کس طرح ان کے اعضاء ان کی قبروں میں متفرق ہو گئے ان کی بیویاں کس طرح بیوہ اور بچے یتیم ہو گئے اور ان کے مال ضائع ہو گئے ان سے ان کی مساجد اور مجالس خالی ہو گئیں اور ان کے نام و نشان مٹ گئے۔

جب کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کو یاد کرتا ہے اور اپنے دل میں اس کی حالت اور اس کی موت کی کیفیت کا خیال لاتا ہے اس کی صورت کا تصور کرتا ہے اس کی خوشی اور زندہ زندگی اور بقا کے لیے اس کا توقف اور موت کو بھول جانا اور اسباب کے ناموافق ہونے سے دھوکہ کھانا قوت اور جوانی کی طرف جھکاؤ اور کھیل کود تیز ہنسی مذاق کی طرف اس کا میلان فوری اور سامنے آنے والی موت نیز جلدی ہلاک ہونے سے غفلت برتنا سامنے رکھتا ہے اور اس بات کو یاد کرتا ہے کہ کس طرح اب اس کے پاؤں اور اعضاء ٹوٹ گئے اور کس طرح ہنسا کرتا تھا لیکن اب مٹی نے اس کے دانتوں کو کھا لیا اور کس طرح باتیں کیا کرتا تھا لیکن اب کیڑوں نے اس کی زبان کو کھا لیا اور کس طرح وہ اپنے لیے دس سال تک کے لیے غیر ضروری چیزوں کی منصوبہ بندی کرتا تھا حالانکہ اس وقت اس کی موت تک صرف ایک مہینہ رہ گیا تھا۔ اور اسے اس بات کی خبر بھی نہ تھی حتی کہ اس کو اس وقت موت آئی جس کا اسے گمان بھی نہ تھا فرشتے کی صورت اس کے سامنے ظاہر ہوئی اور اس کے کانوں میں آواز آئی کہ جنت کی طرف جائے گا یا جہنم کی طرف ——— (جب آدمی اپنے فوت شدہ دوست احباب کے بارے میں ان تمام مذکورہ بالا باتوں کو سوچتا ہے) تو اس وقت

غور کرتا ہے کہ وہ بھی ان کی مثل ہے اور اس کی غفلت بھی ان لوگوں کی غفلت کی طرح ہے اور عنقریب اس کا انجام بھی ان لوگوں کے انجام جیسا ہوگا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جب تم موت کو یاد کرو تو اپنے آپ کو ان میں سے ایک شمار کرو"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ شخص نیک بخت ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے"۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر روز صبح یا شام تم ایک نہ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کے لیے تیار کرتے ہو تم اسے زمین پر رکھ دیتے ہو وہ مٹی کو اپنا تکیہ بناتا ہے دوست احباب کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے اور تمام اسباب سے اس کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔

تو ہمیشہ اس قسم کی سوچ کو اختیار کرنا قبرستان میں جانا اور بیماروں کو دیکھنا دل میں موت کی یاد کو بار بار لاتا ہے حتیٰ کہ وہ یاد اس کے دل پر اس قدر غالب آجاتی ہے کہ موت اس کی آنکھوں کے سامنے رہتی ہے اور اس وقت ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے لیے تیاری کرے اور دھوکے کے گھر سے اپنے آپ کو دُور رکھے ورنہ ظاہر دل اور زبان کی نوک سے اس کا ذکر کم فائدہ دیتا ہے اور اس صورت میں تنبیہ زیادہ نہیں ہوتی۔ جب بھی انسان کا دل دنیا کی کسی چیز پر خوش ہو تو اسے اسی وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس نے اسے ضرور چھوڑنا ہے ابن مطیع نے ایک دن اپنے گھر کو دیکھا تو اس کے حُسن کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے رونا شروع کر دیا اور فرمایا اللہ کی قسم! اگر موت نہ ہوتی تو میں تجھ سے خوش ہوتا اور اگر آخر کار تنگ قبر میں جانا نہ ہوتا تو دنیا کے ساتھ ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ پھر وہ بہت زیادہ روئے حتیٰ کہ ان کی آواز بلند ہوگئی۔

دوسرا باب

لمبی امید، مختصر امید کی فضیلت، طویل امید کا سبب اور اس کے علاج کا طریقہ۔

فصل ۱:

مختصر امید کی فضیلت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا۔

اِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالْمَسَاءِ وَاِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالصَّبَاحِ وَخُذْ مِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ وَمِنْ صِحَّتِكَ لِسَقَمِكَ فَاِنَّكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ

جب صبح ہو تو اپنے لیے شام کی امید نہ رکھیں اور شام ہو تو صبح تک زندہ رہنے کی امید نہ رکھیں اپنی زندگی سے موت کے لیے اور اپنی صحت سے بیماری (کے دنوں) کے لیے (عمل) حاصل کریں کیوں کہ اے عبداللہ! آپ نہیں

لَا تَدْرِيْ مَا اِسْمُكَ غَدًا۔ (۱)

جانتے کہ کل آپ کا کیا نام ہو گا (فوت شدہ یا زندہ)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اَشَدَّ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ خَصْلَتَانِ اِتِّبَاعُ الْهَوٰى وَطُوْلُ الْاَمَلِ فَاَمَّا اِتِّبَاعُ الْهَوٰى فَاِنَّهٗ يَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَاَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَاِنَّهُ الْحُبُّ لِلدُّنْيَا۔ (۲)

مجھے تم پر دو باتوں کا بہت زیادہ خوف ہے خواہش کے پیچھے چلنا اور لمبی امید، خواہش کی اتباع حق بات سے روک دیتی ہے اور لمبی امید دنیا سے محبت (کا ذریعہ) ہے۔

پھر ارشاد فرمایا۔

اَلَا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُحِبُّ وَيُبْغِضُ وَاِذَا اَحَبَّ عَبْدًا اَعْطَاهُ الْاِيْمَانَ اَلَا اِنَّ لِلدِّيْنِ اَبْنَاءً وَلِلدُّنْيَا اَبْنَاءً فَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدِّيْنِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْيَا اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا قَدِ ارْتَحَلَتْ مُوَلِّيَةً اَلَا اِنَّ الْاٰخِرَةَ قَدِ ارْتَحَلَتْ مُقْبِلَةً اَلَا وَاِنَّكُمْ فِيْ يَوْمِ عَمَلٍ لَيْسَ فِيْهِ حِسَابٌ اَلَا وَاِنَّكُمْ تُوْشِكُوْنَ فِيْ يَوْمِ حِسَابٍ لَيْسَ فِيْهِ عَمَلٌ۔ (۳)

سنو! بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اس کو بھی دیتا ہے جسے پسند فرماتا ہے اور اسے بھی جسے ناپسند کرتا ہے اور جب وہ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اسے ایمان (کی دولت) عطا فرماتا ہے۔ سنو! کچھ لوگ دین والے ہیں اور کچھ لوگ دنیادار ہیں تو تم دین والے بنو، دنیا کے بیٹے نہ بنو، سنو! دنیا پیٹھ پھیر کر جا رہی ہے، سنو! آخرت اپنی جگہ سے کوچ کر کے آ رہی ہے سنو! آج تم عمل کے دن میں ہو اس میں حساب نہیں سنو! عنقریب تم حساب کے دن میں ہو گے اور وہاں عمل نہیں ہو گا۔

حضرت ام المنذر رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو! کیا تم اللہ تعالیٰ سے حیا نہیں کرتے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا وہ مال جمع کرتے ہو جسے کھاتے نہیں اور اس چیز کی امید رکھتے ہو جسے حاصل نہیں کر سکتے اور وہ مکان بناتے ہو جس میں تم رہائش نہیں رکھو گے۔ (۴)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

---

(۱) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۴۹ کتاب الرقاق

(۲، ۳) کنز العمال جلد ۱۶ ص ۱۲۷ حدیث ۴۴۱۶۷

(۴) شعب الایمان جلد ۷ ص ۳۵۴، ۳۵۵ حدیث ۱۰۵۶۲

سے ایک لونڈی ایک سو دینار میں خریدی اور ایک مہینہ تک کا ادھار کیا تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا "کیا تم حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر تعجب نہیں کرتے جنہوں نے ایک مہینے کا ادھار کر کے لونڈی خریدی انہوں نے لمبی امید باندھی ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں نے اپنی آنکھیں جب بھی کھولیں تو یہی خیال کیا کر پلکیں بند کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ میری روح قبض کر لے گا۔ اور جب میں اپنی آنکھیں اٹھاتا ہوں تو یہی خیال کرتا ہوں کہ اسے نیچے کرنے سے پہلے میری روح قبض ہو جائے گی اور جب میں لقمہ اٹھاتا ہوں تو یہی خیال ہوتا ہے کہ اس کے نگلنے سے پہلے پہلے موت آ جائے گی۔

پھر فرمایا۔

يَا بَنِيْ اٰدَمَ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ فَعُدُّوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ الْمَوْتٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ وَّمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ۔ (۱)

اے انسانو! اگر تمہیں عقل ہے تو اپنے آپ کو مردہ لوگوں میں شمار کرو اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جس بات کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی موت) وہ آنے والی ہے اور تم اسے عاجز نہیں کر سکتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کے لیے تشریف لے جاتے اور مٹی سے استنجا کر لیتے میں عرض کرتا یا رسول اللہ! پانی آپ کے قریب ہے! آپ فرماتے معلوم میں اس ان تک پہنچ سکوں یا نہیں (۲)

ایک روایت میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین لکڑیاں لے کر ایک لکڑی اپنے سامنے گاڑ دی دوسری اس کے پہلو میں اور تیسری کو اس سے دور گاڑا پھر فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

یہ (درمیان والی لکڑی) انسان ہے یہ (قریب والی لکڑی) اس کی موت ہے (جو فوری طور پر آنے والی ہے) اور وہ (دور والی لکڑی) اس کی امید ہے انسان امید رکھتا ہے لیکن موت اس کے راستے میں رکاوٹ بن جاتی ہے (۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَثَلُ ابْنِ اٰدَمَ وَاِلٰى جَنْبِهٖ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ

انسان کی مثال یہ ہے کہ اس کے گرد ننانوے موتیں ہیں

---

(۱) شعب الایمان جلد ۷ ص ۳۵۵ حدیث ۱۰۵۶۴

(۲) مشکوٰۃ شریف ص ۴۰ باب الامل والحرص

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۱۸ مرویات ابو سعید خدری

مَنِيَّةٌ اِنْ اَخْطَاتْهُ الْمَنَايَا وَقَعَ فِي الْهَرَمِ۔ (۱) اگر ان موتوں سے بچ جائے تو بڑھاپے میں جا پڑتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

یہ انسان ہے اور اس کے گرد یہ موتیں ہیں جو پھن اٹھائے کھڑی ہیں اور ان موتوں کے بعد بڑھاپا ہے بڑھاپے کے بعد امید ہے اور امید رکھتا ہے حالاں کہ ان موتوں نے اپنے نیزوں کی نوکیں اس کی طرف سیدھی کر رکھی ہیں جس کو حکم ہوتا ہے وہی اسے ڈھیر کر دیتی ہے اور اگر وہ موت سے بچ جاتا ہے تو بڑھاپا اسے ہلاک کر دیتا ہے اور وہ امید کی طرف دیکھتا رہ جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے مربع شکل میں لکیر کھینچی اس کے درمیان بھی ایک لکیر کھینچی پھر اس کے گرد کئی لکیریں کھینچیں اور ایک لکیر کھینچی جو جو اس مربع سے باہر جارہی تھی آپ نے فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟

ہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں آپ نے درمیان والی لکیر کے بارے میں فرمایا یہ انسان ہے اور مربع لکیر کے بارے میں فرمایا یہ موت ہے اس کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ درمیان والی لکیریں مصائب ہیں جو اس کو نوچتے ہیں اگر ایک سے بچ جائے تو دوسرے کے ہتھے چڑھ جاتا ہے اور باہر نکلنے والی لکیر کے بارے میں فرمایا یہ امید ہے۔ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَهْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَيَبْقٰى مَعَهُ اثْنَتَانِ الْحِرْصُ وَالْاَمَلُ۔ (۳) آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ یہ دو چیزیں باقی رہتی ہیں ایک حرص اور دوسری امید۔

ایک اور روایت میں۔

تَشُبُّ مَعَهُ اثْنَتَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ۔ (۴) اس کے ساتھ دو چیزیں جوان رہتی ہیں ایک مال کی حرص اور دوسری زندگی کی حرص۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

---

(۱) جامع ترمذی ص ۳۱۳، ابواب القدر

(۲) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۵۰، کتاب الرقاق

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۱۱۵ روایت انس

(۴) صحیح مسلم جلد اول ص ۳۳۵، کتاب الزکوٰۃ

نَجَا اَوَّلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بِالْيَقِيْنِ وَالزُّهْدِ وَيَهْلِكُ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بِالْبُخْلِ وَالْاَمَلِ۔ (۱)

اس امت کے پہلے لوگ یقین اور زہد کی وجہ سے نجات پا گئے اور اس امت کے پچھلے لوگ بخل اور امید کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔

کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے اور ایک بوڑھا شخص اپنی کدال سے زمین کھود رہا تھا آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا یا اللہ! اس شخص سے امید کو دور کر دے چنانچہ اس بوڑھے نے کدال رکھ دی اور لیٹ گیا تھوڑی دیر گزری تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! اس کی امید لوٹا دے چنانچہ وہ شخص اٹھا اور اس نے کام شروع کر دیا آپ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا میں کام کر رہا تھا کہ میرے نفس نے کہا تم کب تک عمل کرتے رہو گے اور تم ایک بوڑھے شخص ہو میں نے کدال پھینک دی اور لیٹ گیا پھر میرے نفس نے کہا اللہ کی قسم! جب تک تو زندہ ہے گزر اوقات کی ضرورت باقی رہے گی تو میں نے کدال اٹھالی۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم سب جنت میں جانا چاہتے ہو! صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا۔

قَصِّرُوْا مِنَ الْاَمَلِ وَثَبِّتُوْا اٰجَالَكُمْ بَيْنَ اَبْصَارِكُمْ وَاسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ۔ (۲)

امیدیں کم رکھو، اپنی موت کو آنکھوں کے سامنے رکھو اور اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کرو جس طرح حیا کرنے کا حق ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا مانگتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ دُنْيَا تَمْنَعُ خَيْرَ الْاٰخِرَةِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ حَيَاةٍ تَمْنَعُ خَيْرَ الْمَمَاتِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَمَلٍ يَمْنَعُ خَيْرَ الْعَمَلِ۔ (۳)

یا اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی دنیا سے جو آخرت کی بھلائی سے روکے اور تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی زندگی سے جو موت کی بہتری سے روکے اور تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی امید سے جو اچھے عمل سے روکے۔

آثار:

حضرت مطرف بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر مجھے اپنی موت کے وقت کا علم ہوتا تو میری عقل چلی جاتی لیکن اللہ تعالیٰ

---

(۱) الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۱۴۱ کتاب التوبۃ

(۲) مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۳۸۷ مرویات عبد اللہ بن مسعود (کچھ الفاظ نہیں ہیں ۱۲ رب نواز)

(۳)

نے بندوں کو موت سے بے خبر رکھ کر ان پر احسان کیا ہے اور اگر یہ بے خبری نہ ہوتی تو نہ زندگی اچھی طرح گزرتی اور نہ بازار لگتے۔
حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں بھول اور امید دونوں انسان کے لیے بہت بڑی نعمتیں ہیں اگر یہ نہ ہوتیں تو مسلمان راستوں پر نہ چلتے ـــــ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ انسان احمق ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس کی زندگی خوشگوار نہ ہوتی۔
حضرت ابو سعید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ دنیا اس لیے آباد ہے کہ دنیا والوں کی عقلیں بہت کم ہیں۔
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے تین آدمیوں پر تعجب ہوا حتیٰ کہ میں ہنس پڑا ایک دنیا کی امید رکھنے والا جبکہ موت اس کے پیچھے لگی ہوئی دوسرا غافل شخص جس سے غفلت نہیں کی جائے گی اور تیسرا شخص منہ بھر کر ہنسنے والا حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کا رب اس پر ناراض ہے یا راضی؟ اور تین باتوں نے مجھے غمگین کیا حتیٰ کہ میں رو پڑا پہلی بات میرے دوستوں یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کا فراق دوسرا قیامت کا خوف اور تیسرا اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کا ڈر مجھے معلوم نہیں کہ کیا مجھے جنت کی طرف لے جانے کا حکم ہوگا یا جہنم کی طرف؟۔
ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کو ان کے وصال کے بعد خواب میں دیکھا تو میں نے پوچھا آپ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ پہنچنے والا ہے؟ انہوں نے فرمایا توکل کرنا اور امید کم رکھنا۔
حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں دنیا سے زُہد، امید کم رکھنے کا نام ہے موٹا کھانا کھانا اور موٹا کمبل پہننا نہیں۔
حضرت مفضل بن فضالہ رحمہ اللہ نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ ان سے امید کو اٹھا دے تو اللہ تعالیٰ ان سے کھانے پینے (کی خواہش) کو لے گیا پھر انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ ان کی امید واپس کر دے تو وہ کھانے پینے کی طرف لوٹ آئے۔
حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ اپنی قمیص کیوں نہیں دھوتے؟ انہوں نے فرمایا معاملہ (موت) اس سے بھی جلدی کا ہے حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں موت تمہاری پیشانیوں میں بندھی ہوئی ہے اور دنیا تمہارے پیچھے کو لپیٹی گئی ہے۔
ایک بزرگ فرماتے ہیں میں اس شخص کی طرح ہوں جو اپنی گردن پھیلائے ہوئے ہے اور اس پر تلوار کھینچی گئی اس انتظار میں ہے کہ کب اس کی گردن مارے۔
حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر میں ایک مہینہ زندہ رہنے کی امید کروں تو گویا میں نے گناہ کبیرہ کیا اور میں اس کی امید کس طرح کر سکتا ہوں جب کہ میں ان مصیبتوں کو دیکھتا ہوں جو دن رات کی ساعتوں میں مخلوق کو گھیرے ہوئے ہیں۔
منقول ہے کہ حضرت شفیق بلخی رحمہ اللہ اپنے استاد ابو ہاشم رمانی رحمہ اللہ کے پاس آئے اور ان کی چادر کے پلو میں کچھ بندھا ہوا تھا استاذ نے پوچھا تمہارے پاس کیا ہے؟ انہوں نے کہا کچھ بادام ہیں میرے ایک بھائی نے مجھے دیئے

اور کہا کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم ان کے ساتھ روزہ افطار کرو انہوں نے فرمایا اے شقیق! کیا تم رات تک زندہ رہنے کا خیال رکھتے ہو میں تم سے کبھی گفتگو نہیں کروں گا فرماتے ہیں پھر انہوں نے مجھ پر دروازہ بند کر دیا اور اندر چلے گئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا ہر سفر کے لیے زاد راہ ضرور ہوتا ہے لہذا تم دنیا سے آخرت کی طرف اپنے سفر کے لیے تقویٰ کا سامان اختیار کرو اور ایسے ہو جاؤ گویا تم نے اس کے ثواب و عذاب کو دیکھا ہے لہذا ثواب کی رغبت رکھو اور عذاب سے ڈرو۔ تم پر امید ہرگز طویل نہ ہو جائے ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم اپنے دشمن کے تابع ہو جاؤ گے اللہ کی قسم وہ شخص اپنی امید کو نہیں پھیلاتا جو نہیں جانتا کہ وہ شام کے بعد صبح کرے گا اور صبح کے بعد شام کرے گا یا نہیں۔ بعض اوقات ان دونوں وقتوں کے درمیان موتوں کا اُچکنا پایا جاتا ہے میں نے اور تم نے اکثر دیکھا کہ بعض لوگ دنیا کے اعتبار سے دھوکے میں تھے اس شخص کی آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات پر یقین رکھتا ہوتا ہو۔

اور جو شخص قیامت کے ہولناک منظر سے بے خوف ہو وہی خوشی کا اظہار کرتا ہے اور جس شخص کو پہلا زخم ٹھیک ہونے سے پہلے ہی دوسرا زخم لگ جائے وہ کیسے خوش ہو سکتا ہے میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تمہیں وہ بات کہوں جس سے میں خود اپنے آپ کو نہیں روکتا پس میری تجارت میں نقصان ہو گا اور میرا عیب ظاہر ہو جائے گا اور اس دن میری محتاجی ظاہر ہو جائے گی جس دن مالداری اور محتاجی ظاہر ہوں گی اور ترازو قائم ہوں گے تم ایسے کاموں کے مکلف بنائے گئے کہ اگر ستاروں کو ان کاموں کا مکلف بنایا جاتا تو وہ بے نور ہو جاتے اور اگر پہاڑوں کو تکلیف دی جاتی تو وہ پگھل جائیں اور اگر زمین کو مکلف بنایا جاتا تو وہ پھٹ جاتی کیا تم نہیں جانتے کہ جنت اور دوزخ کے درمیان کوئی منزل نہیں اور تم نے ان میں سے کسی ایک میں جانا ہے۔

ایک شخص نے اپنے بھائی کو لکھا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد! دنیا ایک خواب ہے اور آخرت بیداری ہے اور ان دونوں کے درمیان موت ہے اور ہم پراگندہ خوابوں میں ہیں والسلام۔

اور ایک دوسرے شخص نے اپنے بھائی کو لکھا دنیا پر غم کرنا بہت لمبا ہے اور موت انسان کے قریب ہے۔ اور ہر روز کچھ نہ کچھ گھٹتا ہے اور مصیبت (آزمائش) اس کے جسم میں آہستہ آہستہ چل رہی ہے اس سے پہلے کہ کوچ کا اعلان ہو سفر کی تیاری میں جلدی کرو۔ والسلام۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تک حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش واقع نہیں ہوئی تھی ان کی امید ان کی پیٹھ کے پیچھے اور موت آنکھوں کے سامنے تھی جب آپ سے خطا واقع ہوئی تو آپ کی امید آنکھوں کے سامنے اور موت آپ کی پیٹھ کے پیچھے کر دی گئی۔

حضرت عبداللہ بن سمیط رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے سنا فرماتے ہیں اپنی طویل صحت پر دھوکے میں مبتلا

شخص! کیا تو نے کسی کو بیماری کے بغیر مرتے ہوئے نہیں دیکھا اے وہ شخص! جو طویل مہلت کی وجہ سے دھوکے میں ہے کیا تو نے کسی کو سامان کے بغیر گرفتار نہیں دیکھا اگر تم اپنی عمر کی طوالت کے بارے میں سوچے تو سابقہ لذتیں بھول جائے تم لوگ صحت کے دھوکے میں ہو یا عافیت میں زیادہ دن گزارنے پر اکڑتے ہو یا موت سے بے خوف ہو یا موت کے فرشتے پر تمہیں جرأت ہے بے شک جب موت کا فرشتہ آئے گا تو تمہاری مالی ثروت اور تمہاری جماعت تمہیں نہیں بچا سکے گی کیا تم نہیں جانتے کہ موت کی گھڑی سختیوں، اور ندامت کی گھڑی ہے کہ کوتاہی واقع ہوئی پھر وہ فرماتے اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو موت کے بعد کے لیے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو موت کے آنے سے پہلے اپنے نفس کو ترس کی نگاہ سے دیکھے۔

حضرت ابوزکریا تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں سلیمان بن عبد الملک مسجد حرام میں تھے کہ ان کے پاس ایک پتھر لایا گیا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا انہوں نے کسی پڑھنے والے کو بلایا چنانچہ حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ تشریف لائے تو اس پتھر پر کندہ تھا "اے انسان! اگر تو اپنی موت کی نزدیکی کو دیکھ سکے تو لمبی امید چھوڑ دے، زیادہ عمل کرنے میں رغبت کرے اور تیری حرص و حیلہ کم ہو جائے اگر تیرے قدم پھسل گئے تو کل (بروز قیامت) تجھے ندامت اٹھانا پڑے گی تیری اولاد اور نوکر چاکر تجھے حوالے کر دیں گے اور والدین قریبی رشتہ دار تجھ سے جدا ہو جائیں گے اولاد اور داماد تجھے چھوڑ دیں گے نہ تو تو دنیا کی طرف لوٹے گا اور نہ تیری نیکیوں میں اضافہ ہوگا پس ندامت و حسرت سے پہلے قیامت کے لیے عمل کر۔ یہ سن کر سلیمان بن عبد الملک رو پڑے۔

کسی بزرگ کا قول ہے کہ میں نے محمد بن یوسف کا خط عبد الرحمٰن بن یوسف کے نام دیکھا جس میں لکھا تھا تم پر سلامتی ہو میں اس اللہ کا شکر کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، حمد و صلوٰۃ کے بعد۔ میں تمہیں خوف دلاتا ہوں اور تجھے تیرے مہلت کے گھر سے ٹھہرنے اور اعمال کی جزا کے گھر کی طرف بلاتا ہوں تو زمین کے ظاہر پر رہنے کے بعد اس کے اندر چلا جائے گا تیرے پاس منکر نکیر (فرشتے) آئیں گے جو تجھے بٹھائیں گے اور ڈانٹ ڈپٹ کریں گے اگر اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ ہوا تو تجھے نہ تو کوئی وحشت ہوگی اور نہ حاجت اور اگر اس کے علاوہ کوئی بات ہوئی تو اللہ تعالےٰ مجھے بھی اور تجھے بھی بری جگہ اور تنگ آرام گاہ سے پناہ عطا فرمائے پھر میدان حشر کی چیخ و پکار ہوگی اور صُور پھونکا جائے گا مخلوق کے فیصلوں کے لیے خدائے جبار آمادہ ہوگا زمین اپنے رہنے والوں اور آسمان اپنے اندر بسنے والوں سے خالی ہو جائیں گے اسرار کھل جائیں گے جہنم بھڑکائی جائے گی، میزان قائم کئے جائیں گے انبیاء کرام اور شہداء عظام کو لایا جائے گا اور ان کے درمیان سچا فیصلہ ہوگا اور کہا جائے گا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔

کتنے ہی لوگ رسوا ہوں گے اور کتنے ہی لوگوں کی پردہ پوشی ہوگی بہت سے ہلاک ہوں گے اور بہت سے نجات پائیں گے کئی لوگوں کو عذاب ہوگا اور کئی رحمت حاصل کریں گے معلوم نہیں اس دن میرا اور تیرا کیا حال ہوگا۔

اس سے لذتیں چلی گئیں، امید کم ہوگئیں سونے والے جاگ گئے اور غفلت کے مارے ہوئے ہوشیار ہوگئے اللہ تعالیٰ اس بہت بڑے خطرے پر ہماری اور تمہاری مدد فرمائے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کو ہمارے دلوں میں اس طرح کردے جس طرح ان کو متقی لوگوں کے دلوں میں کیا ہے اس لیے کہ ہم اسی کے ہیں۔ والسلام۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے خطبہ دیتے ہوئے حمد و ثنا کی اور فرمایا اے لوگو! تمہیں بیکار پیدا نہیں کیا گیا اور نہ ہی بیکار چھوڑا گیا ہے تمہارے لیے انجام کا دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو فیصلے کے لیے جمع فرمائے گا پس کل (قیامت کے دن) وہ بندہ بدبخت اور نامراد ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اس رحمت سے نکال دیا جو ہر چیز کو شامل ہے اور اس جنت سے بھی جس کی چوڑائی تمام آسمانوں کے برابر ہے۔

کل اسے ہی امن ملے گا جو ڈرتا ہے اور متقی ہے اور اس نے قلیل (یعنی دنیا) دے کر کثیر (یعنی آخرت) خرید لی باقی کے بدلے میں فانی اور سعادت کے بدلے میں بدبختی بیچ دی کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم ہلاک ہونے والوں کی پیٹھوں میں تھے اور تمہارے بعد والے تمہارے نائب ہوں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ صبح و شام لوگ اپنے رب کے پاس چلے جاتے ہیں جنہوں نے اپنا کام مکمل کر لیا اور ان کی امید ختم ہوگئی تم ان کو زمین کے گڑھے میں کسی بچھونے اور تکیے کے بغیر رکھتے ہو اسباب الگ ہوگئے دوست احباب جدا ہوگئے اور حساب و کتاب سامنے ہے اللہ کی قسم! میں تم سے یہ بات کہہ رہا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ تم میں سے کسی کے گناہ میرے گناہوں سے زیادہ ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے طریقے ٹھیک ہیں میں تمہیں اس کی اطاعت کا حکم دیتا اور اس کی نافرمانی سے منع کرتا ہوں نیز اللہ تعالیٰ سے بخشش کا طلب گار ہوں (یہ فرمانے کے بعد) انہوں نے اپنی آستین چہرے پر رکھی اور رونے لگے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے ان کی داڑھی مبارک تر ہوگئی اور انتقال فرمانے تک آپ دوبارہ مجلس میں تشریف نہ لائے۔

حضرت قعقاع بن حکیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے موت کے لیے تیس سال تیاری کی اگر موت میرے پاس آئے تو میں اتنی تاخیر بھی نہیں کروں گا جتنی دیر میں ایک چیز دوسری چیز سے پیچھے کی جاتی ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے کوفہ کی مسجد میں ایک بزرگ کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے میں تیس سال سے اس مسجد میں موت کا منتظر ہوں اگر وہ آئے گی تو میں نہ تو اسے کوئی حکم دوں گا اور نہ کسی کام سے منع کروں گا نہ کسی کے ذمہ میری کوئی چیز ہے اور نہ کسی کی میرے ذمہ کوئی چیز ہے۔

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں تم ہنستے ہو اور ہو سکتا ہے تمہارا کفن دھوبی کے پاس سے آچکا ہو۔

حضرت ابو محمد بن علی زاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم کوفہ میں ایک جنازے کے ساتھ گئے اور اس میں حضرت داؤد طائی

بھی ٹڑیک نعمے تدفین کے وقت وہ ایک کنارے پر بیٹھ گئے میں آیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا اور گفتگو شروع کی انہوں نے فرمایا جو وعدۂ عذاب سے ڈرتا ہے اس پر دور کی چیز بھی نزدیک ہو جاتی ہے، جس کی امید لمبی ہو اس کا عمل کمزور ہو جاتا ہے اور جو چیز آنے والی ہے وہ قریب ہے (یعنی موت)

اے بھائی! جان لو ہر وہ چیز جو تجھے تیرے رب سے غافل کر دے وہ تیرے لیے نحوست کا باعث ہے اور جان لو کہ تمام دنیا والے قبرستان والوں میں سے ہیں وہ جو کچھ چھوڑتے ہیں اس پر نادم ہوتے ہیں اور جو کچھ آگے بھیجتے ہیں اس پر خوش ہوتے ہیں لیکن قبر والے جس پر پشیمان ہوتے ہیں دنیا والے اس پر لڑتے مرتے ہیں اور اسی پر وہ حاکموں سے جھگڑا کرتے ہیں۔

مروی ہے کہ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ نے نماز کے لیے تکبیر کہی اور محمد بن ابی توبہ رحمہ اللہ سے فرمایا آگے بڑھو (وہ فرماتے ہیں) میں نے کہا اگر میں نے یہ نماز پڑھائی تو دوسری نماز نہیں پڑھاؤں گا حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ نے فرمایا تمہارے دل میں یہ خیال ہے کہ تو دوسری نماز بھی پڑھائے گا لمبی امید سے اللہ تعالیٰ کی پناہ یہ تو اچھے عمل سے روک دیتی ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا دنیا تمہارا باقی رہنے والا ٹھکانہ نہیں ہے یہ وہ جگہ ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے فنا ہونا لکھا ہے اور اس کے رہنے والوں پر یہاں سے جانا لکھ دیا ہے بہت سے مضبوط آباد جلد خراب اور ویران ہو جاتے ہیں اور کتنے ہی رہائش پذیر جن پر رشک کیا جاتا ہے جلد ہی رخصت ہو جاتے ہیں۔

پس اے لوگو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اس میں سے عمدہ چیز لے کر اچھی طرح نکلو اور اچھا توشہ اختیار کرو پس بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے دنیا سکڑنے والے سائے کی طرح ہے جو ختم ہو جاتا ہے آدمی دنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کرتا ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر کے تحت اسے بلا لیتا ہے اور اس کے سر پر موت لا کھڑی کرتا ہے تو اس کے تمام نشان اور دنیا اس سے لے لی جاتی ہے اور یہ سب کچھ دوسروں کے لیے ٹھکانہ اور غنیمت کر دیا جاتا ہے دنیا جس قدر نقصان پہنچاتی ہے اس قدر خوشی نہیں دیتی۔ وہ خوشی کم اور غم زیادہ دیتی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ اپنے خطبہ میں ارشاد فرماتے تھے کہاں گئے وہ لوگ جن کے چہرے خوبصورت تھے اور چمکتے تھے اور وہ اپنی جوانیوں پر فخر کرتے تھے! کہاں ہیں وہ بادشاہ جنہوں نے شہر تعمیر کئے اور ان کے گرد دیواریں بنا کر ان کو محفوظ کیا کہاں ہیں وہ جو لڑائی کے میدان میں غالب آتے تھے زمانے نے ان کو کمزور اور ذلیل کر دیا پس وہ قبروں کی تاریکیوں میں چلے گئے جلدی جلدی کرو اور نجات تلاش کرو نجات تلاش کرو۔

فصل ۲

طویل امید کا سبب اور اس کا علاج

طویل امید کے دو سبب ہیں (۱) جہالت اور (۲) محبت دنیا۔

جہاں تک دنیوی محبت کا تعلق ہے تو جب آدمی دنیا، اس کے خواہشات، لذات اور متعلقات سے مانوس ہوتا ہے تو دل اس کی جدائی کا بوجھ محسوس کرتا ہے اور دل موت کی فکر کرنے سے رُک جاتا ہے حالانکہ موت ہی اس سے جدائی کا سبب ہے اور جو شخص کسی چیز کو ناپسند کرتا ہے اسے اپنے آپ سے دُور کرتا ہے اور انسان اپنی باطل آرزوؤں میں مشغول ہوتا ہے اور اپنے نفس کے لیے اسی چیز کی آرزو کرتا ہے جو اس کے موافق ہو اور اس کی مراد کے موافق دنیا میں باقی رہنا ہے۔ پس وہ اسی کا خیال کرتا ہے اور اپنے لیے اسی کو فرض کرتا ہے باقی رہنے کے لیے جو کچھ ضروری ہے یعنی مال، اہل و اولاد، دوست احباب، جانور اور دیگر اسباب دنیا تو وہ ان کی فکر میں رہتا اور دل کا جھکاؤ بھی انہی چیزوں کی طرف ہوتا ہے اور انہی پر رُکتا ہے لہٰذا وہ موت سے غافل ہو کر اس کے خیال کو قریب پھٹکنے نہیں دیتا اور اگر کبھی اس کے دل میں موت اور اس کی تیاری کا خیال آئے تو لیت و لعل سے کام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ابھی بڑے دن پڑے ہوئے ہیں۔ بڑا ہو کر توبہ کروں گا۔ جب بڑا ہوتا ہے تو کہتا ہے بڑھاپے میں توبہ کروں گا۔ جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو کہتا ہے یہ مکان بنا کر یا زمین آباد کر کے یا اس سفر سے واپس آ کر یا لڑکے کی شادی اور بہن کے جہیز سے فارغ ہو کر، بدگو دشمن کو غالب کر کے یا مکان کی تدبیر سے فارغ ہو کر توبہ کروں گا۔ پس اس طرح وہ ٹال مٹول سے کام لیتا رہتا ہے اور ایک کے بعد دوسرے کام میں مشغول ہو جاتا ہے بلکہ بہت سے کاموں میں مشغول رہتا ہے حتیٰ کہ موت اسے اس وقت آلیتی ہے جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس وقت بہت زیادہ افسوس ہوتا ہے۔

اگر دوزخ والے لیت و لعل کی وجہ سے فریاد کریں گے اور کہیں گے ہائے افسوس، ہم نے کیوں تاخیر کی اور تاخیر کرنے والا بیچارہ نہیں جانتا کہ جو بات اسے آج تاخیر پر مجبور کرتی ہے وہ کل بھی تو اس کے ساتھ ہو گی بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اور زیادہ مستحکم ہوتی ہے اور اس کو یہ گمان ہے کہ دنیا میں مصروف رہنے والے اور اس کی حفاظت کرنے والے کو کبھی نہ کبھی تو فراغت ہو گی حالانکہ یہ بات نہیں اس سے وہی فارغ ہوتا ہے جو اس کو چھوڑتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

فَمَا قَضٰى اَحَدٌ مِنْهَا لُبَانَتَهٗ	اس سے کسی نے اپنی حاجت کو پورا نہیں کیا اور ہر
وَمَا انْتَهٰى اِرَبٌ اِلَّا اِلٰى اِرَبٍ	حاجت کے بعد ایک حاجت ہے۔

اور ان تمام آرزوؤں کی اصل دنیا کی محبت اور اس سے مانوس ہونا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول

کے مفہوم سے غفلت ہے۔

اَحْبِبْ مَنْ اَحْبَبْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ [1] جس سے محبت کرتے ہو کرو بے شک تم اس سے جدا ہونے والے ہو۔

جہاں تک جہالت کا تعلق ہے تو بعض اوقات انسان اپنی جوانی پر اعتماد کرتا ہے اور جوانی کی حالت میں موت کا آنا بعید جانتا ہے اور یہ بے چارہ نہیں جانتا کہ اگر اپنے شہر کے بوڑھوں کو شمار کرے تو وہ شہر کے کل افراد کے دسویں حصے سے بھی کم ہوں گے اور اس قلت کی وجہ یہ ہے کہ جوانی کی حالت میں موت زیادہ واقع ہوتی ہے تو جب تک ایک بوڑھا شخص مرتا ہے ہزار بچے اور نوجوان مر جاتے ہیں اور بعض اوقات آدمی صحت کی وجہ سے موت کو دور سمجھتا ہے اور اچانک موت آنے کو دشوار سمجھتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ یہ بات بعید نہیں ہے کہ اگر یہ بات بعید بھی ہو تو اچانک بیماری بعید نہیں اور ہر مرض اچانک واقع ہوتی ہے اور جب وہ بیمار ہوتا ہے تو موت بعید نہیں ہوتی۔

اگر یہ غافل غور و فکر کرے اور اس بات کو جان لے کہ موت کے لیے جوانی، بڑھاپا، گرمی، سردی، خزاں، بہار رات اور دن کوئی وقت مقرر نہیں تو اس کا شعور بڑھے اور وہ اس کے لیے تیاری کرے لیکن ان باتوں سے جہالت اور دنیا کی محبت دونوں اس کو لمبی امید اور موت کے جلد آنے سے غفلت کی طرف بلاتی ہیں وہ ہمیشہ یہی گمان کرتا ہے کہ موت اس کے سامنے ہے لیکن وہ اسے اپنے اوپر آنا فرض نہیں کرتا وہ ہمیشہ یہی خیال کرتا ہے کہ جنازے کے ساتھ جائے گا لیکن یہ بات فرض نہیں کرتا کہ کوئی اس کے جنازے کے ساتھ بھی جائے گا کیونکہ وہ جنازوں کے ساتھ چلتے چلتے اس سے مانوس ہو گیا ہے اور یہ دوسروں کی موت کا مشاہدہ ہے لیکن وہ اپنی موت سے مانوس نہیں اور نہ ہی اس بات کا تصور کرتا ہے اور اپنی موت سے الفت ممکن بھی نہیں کیونکہ وہ واقع نہیں ہوگی اور واقع ہوئی تو دوسری مرتبہ واقع نہیں ہوگی یہی اول و آخر ہے۔ اس تصور کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں پر قیاس کرے اور اس بات پر یقین رکھے کہ اس کا جنازہ اٹھایا جائے گا اور اسے قبر میں دفن کیا جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ اس کی قبر کو ڈھانپنے والی اینٹ تیار ہو گئی ہو اور اسے معلوم نہ ہو پس اس کا ٹال مٹول کرنا محض جہالت ہے اور جب تمہیں معلوم ہوا کہ اس کا سبب جہالت اور دنیا کی محبت ہے تو اس کا علاج اس کے سبب کو دور کرنا ہے جہالت کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ حاضر دل سے صاف فکر کرے اور پاک دلوں سے حکمت بالغہ کی سماعت کرے اور محبت دنیا کا علاج اسے دل سے نکالنے کے ذریعے بہت سخت ہے یہ علاج مرض ہے جس نے پہلوں اور پچھلوں سب کو علاج سے تھکا دیا اور اس کا علاج صرف آخرت کے دن پر ایمان لانا ہے اور اس میں پائے

---

[1] العلل المتناھیہ جلد ۲ ص ۳۰۴ حدیث ۱۴۸۱

جانے والے بہت بڑے عذاب اور عمدہ ثواب کو ماننا ہے جب اسے اس بات کا یقین حاصل ہو جائے گا تو اس کے دل سے دنیا کوچ کر جائے گی کیونکہ بڑی چیز کی محبت دل سے چھوٹی چیز کی محبت کو مٹا دیتی ہے۔ پس جب دنیا کی حقارت اور آخرت کی نفاست کو دیکھے گا تو دنیا کی طرف توجہ سے نفرت کرے گا اگرچہ اسے مشرق سے مغرب تک کی حکومت دی جائے اور ایسا کیوں نہیں ہوگا جبکہ اس کے پاس معمولی مقدار ہے اور وہ بھی بے مزہ اور کدورت سے بھری ہوئی ہے تو آخرت پر ایمان کی موجودگی میں اس پر کس طرح خوش ہوگا اور دل میں اس کی محبت کس طرح جاگزیں ہوگی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دنیا اس طرح دکھائے جس طرح اپنے نیک بندوں کو دکھائی ہے اور موت کا خیال دل میں بٹھانے کا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں کہ اپنے ہمسر لوگوں کی موت کو دیکھے کہ کس طرح ان کے پاس اس وقت آئی جب ان کو اس کا خیال بھی نہ تھا لیکن جو شخص موت کے لیے تیار رہتا ہے۔ وہ بہت بڑی کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے اور جو لمبی امید کے ذریعے دھوکے کا شکار ہوتا ہے وہ واضح نقصان اٹھاتا ہے۔

تو انسان کو ہر وقت اپنے اعضاء کی طرف دیکھنا اور غور کرنا چاہیے کہ کس طرح ان کو کیڑے مکوڑے کھا جائیں گے اور ان کی ہڈیاں کس طرح بکھر جائیں گی اور یہ بات بھی سوچ کہ کیڑے اس کی آنکھ کے دائیں ڈھیلے کو پہلے کھائیں گے یا بائیں کو، اس کے جسم کی ہر چیز کیڑوں کی خوراک ہوگی اور اسے اپنے نفس سے صرف اسی علم اور عمل کا فائدہ حاصل ہوگا جو اس نے خالص رضائے الٰہی کے لیے حاصل کیا۔

اسی طرح اس کو عذاب قبر، منکر نکیر کے سوالات، حشر و نشر، قیامت کے ہولناک مناظر اور بڑے دن کی پیشی کے لیے پکار وغیرہ، عنقریب اسے ان سے پالا پڑے گا۔ کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے اس قسم کے افکار دل میں موت کے ذکر کو بار بار لانے اور اس کے لیے تیاری کی دعوت دیتے ہیں۔

فصل ۳۔

امید کے زیادہ اور کم ہونے میں لوگوں کے مراتب

اس سلسلے میں لوگوں کے درجات مختلف ہیں ان میں سے بعض باقی رہنے کی امید رکھتے اور ہمیشہ اس کے خواہش مند رہتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ [1]

ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ اسے ایک ہزار سال عمر دی جائے۔

---

[1] قرآن مجید، سورۂ بقرہ آیت ۹۶۔

اور کوئی شخص بڑھاپے تک زندہ رہنا چاہتا ہے یعنی جس قدر زندگی کی انتہا اس نے دیکھی ہے اور یہ شخص دنیا سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اَلشَّيْخُ شَابٌّ فِيْ حُبِّ طَلَبِ الدُّنْيَا وَاِنِ الْتَفَّتْ تَرْقُوَتَاهُ مِنَ الْكِبَرِ اِلَّا الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ[1]	بوڑھا آدمی طلب دنیا کی محبت میں نوجوان ہے اگرچہ بڑھاپے کے سبب اس کی ہنسلی کی ہڈی مڑ جائے مگر وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اور وہ بہت کم ہیں۔

اور ان میں سے کوئی ایک سال تک زندہ رہنے کی اُمید رکھتا ہے اور اس کے بعد کے لیے تدبیر نہیں کرتا اور آئندہ سال کے لیے اپنے وجود کو فرض نہیں کرتا لیکن یہ شخص گرمیوں میں سردیوں کے لیے اور سردیوں میں گرمیوں کے لیے تیاری کرتا ہے۔

پس جب سال بھر کے لیے ضروری سامان جمع کر لیتا ہے تو عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور ان میں کوئی صرف گرمیوں یا سردیوں کی مدت کے لیے اُمید رکھتا ہے لہٰذا وہ گرمیوں میں سردیوں کے کپڑے اور سردیوں میں گرمیوں کے کپڑے جمع نہیں کرتا۔

اور کسی شخص کی امید ایک دن رات کو محیط ہوتی ہے پس وہ صرف آج کے دن کے لیے تیاری کرتا ہے کل کے لیے نہیں۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا کل کے رزق کا اہتمام نہ کرو۔ اگر تمہیں کل کی مہلت مل گئی تو اس کے ساتھ تمہارا رزق بھی آئے گا اور اگر کل کی مہلت نہ ملی تو دوسروں کی مہلت کے لیے اہتمام نہ کرو۔

اور کسی آدمی کی امید ایک ساعت سے نہیں بڑھتی جس طرح ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

يَا عَبْدَ اللّٰهِ اِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالْمَسَاءِ وَاِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالصَّبَاحِ[2]	اے بندہ خدا! جب تم صبح کرو تو شام کے بارے میں نہ سوچو اور جب شام ہو تو صبح کے بارے میں نہ سوچو۔

اور کسی شخص کو ایک گھڑی زندہ رہنے کی اُمید نہیں ہوتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانی حاصل ہونے کے باوجود فوراً تیمم فرماتے اور ارشاد فرماتے۔ ہو سکتا ہے میں پانی تک نہ پہنچ سکوں[3]

---

[1] کنز العمال جلد ۳ ص ۹۹ حدیث ۵۶۷۱

[2] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۴۹، کتاب الرقاق

[3] مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۰ باب الامل والحرص

اور کسی شخص کی موت اس کی آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے۔ گویا کہ موت واقع ہو گئی۔ پس وہ اس کا منتظر رہتا ہے اور یہ وہی شخص ہے جو رخصت ہونے والے کی طرح نماز پڑھتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت اسی سلسلے میں ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کے ایمان کی حقیقت پوچھی تو انہوں نے عرض کیا میں جب بھی کوئی قدم اٹھاتا ہوں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ اس کے بعد دوسرا قدم نہیں اٹھاؤں گا۔[1]

اور جیسا کہ حضرت اسود حبشی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رات کو نماز پڑھتے ہوئے دائیں بائیں متوجہ ہوتے کسی نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ موت کا فرشتہ کدھر سے آئے گا۔

تو (امید کے سلسلے میں) لوگوں کے یہ مراتب ہیں اور ہر ایک کے لیے اللہ تعالے کے ہاں درجات ہیں جس کی امید ایک مہینہ ہے وہ اس کی طرح نہیں جس کی امید ایک مہینہ اور ایک دن ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے درجات میں فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا اور جو شخص ذرہ برابر بھی نیک عمل کرے گا اس کو دیکھ لے گا۔ پھر امید کے کم ہونے کا اثر عمل میں جلدی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور اُمید کی کمی کا دعویٰ جھوٹ ہے۔ کیونکہ اس بات کا پتہ عمل سے چلتا ہے کیونکہ بعض اوقات وہ شخص اپنے اسباب کی تیاری میں مشغول ہوتا ہے کہ سال بھر تک ان کا محتاج نہیں ہوتا تو اس کا یہ عمل امید کے زیادہ ہونے پر دلالت ہے۔

اور توفیق کی علامت یہ ہے کہ موت آنکھوں کے سامنے ہو اس سے ایک ساعت بھی غافل نہ ہو پس موت کی تیاری میں ہو کہ ابھی آجائے گی اور اگر شام تک زندہ رہے تو اس کی عبادت پر شکر بجا لائے اور اس بات پر خوش ہو کہ اس کا دن ضائع نہ ہوا بلکہ اس نے اس سے حصہ حاصل کیا اور اسے اپنے لیے محفوظ رکھا پھر صبح کو از سر نو اسی طرح شروع کرے یعنی ہر صبح و شام یہی طریقہ اختیار کرے اور یہ بات اسی کے لیے آسان ہوتی ہے جس کا دل کل سے فارغ ہو اس قسم کا آدمی جب فوت ہوتا ہے تو خوش بختی اور غنیمت حاصل کرتا ہے اور اگر زندہ رہے گا تو اچھی تیاری اور لذت مناجات سے خوشی حاصل کرے گا۔ پس موت اس کے لیے سعادت اور زندگی اضافے کا باعث ہے۔

پس اے مسکین! موت کو اپنے دل پر رکھ لے کیونکہ تو جا رہا ہے اور تجھے خبر بھی نہیں، ہوسکتا ہے منزل قریب ہو اور مسافت ختم ہو گئی ہو اور تمہیں یہ بات اس صورت میں حاصل ہو گی جب تم حاصل ہونے والی مہلت میں عمل کی جلدی کرو۔

---

[1] حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۲۴۲ ترجمہ ۳۶۔

فصل ۴۲

عمل میں جلدی کرنا اور تاخیر کی آفت سے بچنا

جس آدمی کے دو بھائی غائب ہوں اور ان میں سے ایک کے کل آنے کا انتظار ہو اور دوسرا ایک مہینے یا سال کے بعد آئے گا تو وہ اس کے آنے کی تیاری نہیں کرتا جو ایک مہینے یا سال کے بعد آئے گا بلکہ اس کے لیے تیاری کرتا ہے جس کے کل آنے کا انتظار ہو اس کا دل اس مدت سے متعلق رہتا ہے اور اس کے علاوہ کو بھول جاتا ہے۔ ہر صبح وہ مکمل سال کا منتظر رہتا ہے اور گذشتہ دن کی وجہ سے سال میں کمی کا خیال نہیں کرتا اس وجہ سے وہ عمل میں کبھی بھی جلدی نہیں کرتا بلکہ وہ ہمیشہ اپنے لیے سال بھر کی گنجائش سمجھتے ہوئے عمل کو مؤخر کرتا ہے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا يَنْتَظِرُ اَحَدُكُمْ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا غِنًى مُطْغِيًا اَوْ فَقْرًا مُنْسِيًا اَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا اَوْ هَرَمًا مُفْنِدًا اَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا اَوِ الدَّجَّالَ فَالدَّجَّالُ شَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ اَوِ السَّاعَةَ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ[1]

تم میں سے کوئی دنیا کی انتظار سرکش بنانے والی مالداری بھلا دینے والی فقر، خراب کر دینے والی بیماری، عقل کو بگاڑنے والے بڑھاپے، جلدی کرنے والی برائی یا دجال کے حوالے سے کرتا ہے پس دجال ایک غائب برائی ہے جس کا انتظار کیا جاتا ہے۔ یا قیامت کا انتظار کرتا ہے اور قیامت نہایت سخت اور کڑوی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ[2]

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، بیماری سے پہلے صحت کو، فقر سے پہلے مالداری کو، مصروفیت سے پہلے فراغت کو اور موت سے پہلے زندگی کو۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

---

[1] المستدرک للحاکم جلد ۴ ص ۳۲۱ کتاب الرقاق۔

[2] 〃 〃 〃 ص ۳۰۶ 〃

نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ[1]

دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ خسارے میں ہیں ایک صحت اور دوسری فراغت۔

یعنی ان نعمتوں کو غنیمت نہیں جانتے اور پھر جب یہ زائل ہو جاتی ہیں تو ان کی قدر سمجھ آتی ہے۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ[2]

جو شخص خوف رکھتا ہے وہ رات کے پہلے حصہ میں چل پڑتا ہے اور جو رات کے پہلے حصے میں جاتا ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ سنو! اللہ تعالیٰ کا مال (سامان) بہت قیمتی ہے۔ سنو! اللہ تعالیٰ کا مال جنت ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ وَجَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ[3]

آگئی ہلاک کرنے والی اور اس کے پیچھے آتی ہے پیچھے آنے والی اور موت اپنے تمام ساز و سامان کے ساتھ آگئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام میں غفلت یا کوئی مغالطہ محسوس فرماتے تو بلند آواز سے پکارتے۔

اَتَتْكُمُ الْمَنِيَّةُ رَاتِبَةً لَازِمَةً اِمَّا بِشَقَاوَةٍ وَاِمَّا بِسَعَادَةٍ[4]

تمہارے پاس موت وظیفہ لازمہ ہو کر آگئی یا تو بدبختی کے ساتھ یا نیک بختی کے ساتھ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَنَا النَّذِيْرُ وَالْمَوْتُ الْمُغِيْرُ وَالسَّاعَةُ الْمَوْعِدُ[5]

میں ڈرانے والا ہوں موت حملہ آور ہونے والی ہے اور قیامت وعدے کی جگہ ہے۔

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۴۹ کتاب الرقاق

[2] جامع ترمذی ص ۳۵۲، ابواب القیامۃ

[3] مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۱۳۶ مرویات ابی بن کعب

[4] کنز العمال جلد ۱۵ ص ۵۴۳ حدیث ۴۲۰۹۹

[5] الدر المنثور جلد ۵ ص ۹۵ تحت آیت وانذر عشیرتک الاقربین۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور دھوپ درخت کی ٹہنیوں تک پہنچ گئی تھی آپ نے فرمایا دنیا اسی قدر باقی رہ گئی ہے جس قدر گزرے ہوئے دن کے مقابلے میں یہ وقت باقی ہے[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

دنیا کی مثال اس کپڑے کی طرح ہے جو شروع سے آخر تک پھٹ گیا ہو اور آخر میں ایک دھاگے سے لٹک کر رہ گیا ہو۔ عنقریب وہ دھاگہ بھی ٹوٹ جائے گا[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے وقت قیامت کا ذکر کرتے تو آپ کی آواز بلند ہو جاتی اور رخسار مبارک سرخ پڑ جاتے۔ گویا آپ کسی لشکر سے ڈرا رہے ہوں۔ آپ فرماتے (قیامت) صبح آئی کہ شام کو آئی اور اپنی دو انگلیوں کو ملا کر فرماتے مجھے قیامت کے ساتھ اس طرح (متصل) بھیجا گیا ہے[3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ [4]

پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

(یہ آیت تلاوت فرمانے کے بعد) آپ نے فرمایا جب نور سینے میں داخل ہوتا ہے تو کھل جاتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا اس کی کوئی علامت ہے جس کے ذریعے اس کی پہچان ہو سکے؟ آپ نے فرمایا ہاں دھوکے والے گھر سے دور رہنا۔ دائمی گھر کی طرف رجوع کرنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کے لیے تیاری کرنا[5]

قرآن مجید میں ہے۔

اَلَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ

وہ اللہ جس نے موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ

---

[1] مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۳۱۱ کتاب الزھد

[2] کنز العمال جلد ۳ ص ۲۲۳ حدیث ۶۳۰۱

[3] صحیح مسلم جلد اول ص ۲۸۴، ۲۸۵ کتاب الجمعہ

[4] قرآن مجید سورہ انعام آیت ۱۲۵

[5] المستدرک للحاکم جلد ۴ ص ۳۱۱ کتاب الرقاق۔

اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا[1] تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھا عمل کرتا ہے۔

حضرت سدی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ تم میں سے کون موت کو زیادہ یاد کرتا اس کے لیے اچھی طرح تیاری کرتا اور اس کا زیادہ خوف رکھتا ہے اور پرہیز کرتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر صبح و شام ایک منادی ندا دیتا ہے۔ اے لوگو! کوچ کرو کوچ کرو۔ اور اس کی تصدیق یہ ارشاد خداوندی ہے۔

اَنَّہَا لَاِحْدَی الْکُبَرِ نَذِیْرًا لِّلْبَشَرِ لِمَنْ شَآءَ مِنْکُمْ اَنْ یَّتَقَدَّمَ اَوْ یَتَاَخَّرَ[2]

بے شک یہ جہنم بڑی آفتوں میں سے ایک ہے انسان کے لیے خوف کا مقام ہے تم میں سے جو چاہے آگے بڑھے یا پیچھے رہے۔

یعنی موت میں (پیچھے رہے)

حضرت حکیم جو بنو تمیم کے آزاد کردہ غلام ہیں، فرماتے ہیں میں حضرت عامر بن عبداللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے نماز مختصر کی اور میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مجھے اپنا کام بتاؤ میں جلدی میں ہوں میں نے پوچھا کس کی جلدی ہے فرمایا موت کے فرشتے کی جلدی ہے اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ فرماتے ہیں میں ان کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا اور وہ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔

حضرت داؤد طائی رضی اللہ عنہ گزر رہے تھے کہ ایک شخص نے ان سے ایک بات پوچھی انہوں نے فرمایا مجھے جانے دو میں جان نکلنے کی جلدی میں ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر کام میں تاخیر بہتر ہے لیکن آخرت کے لیے اچھے اعمال میں نہیں۔

حضرت منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ سے سنا وہ اپنے آپ سے کہہ رہے تھے کم بخت عمل پر جلدی کر اس سے پہلے کہ حکم آجائے۔ یہ بات آپ نے ساٹھ مرتبہ دہرائی میں سُن رہا تھا لیکن وہ مجھے نہیں دیکھتے تھے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ اپنے خطبہ وعظ میں فرماتے جلدی کرو جلدی کرو کیونکہ یہ چند سانس ہیں اگر رک گئے تو تم وہ اعمال نہیں کر سکو گے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنے نفس کی فکر کرتا ہے اور اپنے گناہوں پر روتا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

---

[1] قرآن مجید سورۂ ملک آیت ۲
[2] قرآن مجید سورۂ المدثر آیت ۳۵ تا ۳۷

إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا[1] بے شک ہم گنتی کو پورا کرتے ہیں۔

اس سے مراد سانس ہیں اور آخری عدد جان کا نکلنا ہے پھر گھر والوں سے جدائی ہے اور قبر میں داخل ہونے کی آخری گھڑی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال سے پہلے بہت سخت ریاضت شروع کی آپ سے عرض کیا گیا اگر آپ رُک جائیں یا اپنے نفس سے کچھ نرمی برتیں تو اچھا ہے۔ انہوں نے فرمایا جب گھوڑوں کو دوڑنے کے لیے چھوڑا جاتا ہے اور وہ آخری منزل تک پہنچتے ہیں تو پورے کا پورا زور لگاتے ہیں اور میری موت تک وقت اس سے بھی کم ہے۔ راوی فرماتے ہیں آپ نے وصال تک یہی طریقہ جاری رکھا آپ اپنی زوجہ محترمہ سے فرماتے اپنی سواری کس لو جہنم پر اترنے کی کوئی جگہ نہیں۔

ایک خلیفہ نے منبر پر کہا اے لوگو! جس قدر ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ایسی قوم بن جاؤ جن کو چیخ سنائی گئی تو وہ ہوشیار ہو گئے اور جان لو کہ دنیا تمہارا گھر نہیں لہٰذا اسے بدلو اور موت تم پر سایہ فگن ہو چکی ہے۔ بس اس کے لیے تیار ہو جاؤ اور کوچ کی تیاری کرو یہی شکل گھڑی ہے اور جس عرصے کو ایک لحظہ کم کر دے اور ایک ساعت ختم کر دے وہ بہت کم مدت ہونے کے لائق ہے اور جس غائب کو نئے دن رات لے کر آتے ہیں وہ جلد لوٹنے کے شایانِ شان ہے اور جو آنے والا یہ نہ جانتا ہو کہ کامیابی کے ساتھ اترے گا یا بدبختی کے ساتھ، وہ عمدہ تیاری کا مستحق ہے۔ پس اپنے رب کے ہاں وہ زیادہ متقی ہے جو اپنے نفس کا خیر خواہ ہو پہلے توبہ کر چکا ہو اور اپنی شہوت پر غالب ہو کیونکہ اس کا وقتِ موت مخفی ہے۔ امید اسے دھوکہ دیتی ہے اور شیطان اس پر مقرر ہے اور اس کو توبہ کی تمنا دلا کر ٹال مٹول پر آمادہ کرتا ہے اور اس کے لیے گناہ کو اچھا کر کے پیش کرتا ہے تاکہ وہ اس کا ارتکاب کرے اور موت اس پر حملہ آور ہو اور وہ اس وقت اس سے بہت زیادہ غافل ہو تمہارے اور جنت یا جہنم کے درمیان، صرف موت کا آنا ہے تو اس غفلت والے پر بہت زیادہ افسوس ہے جس کی زندگی اس کے خلاف حجت بنے اور اس کے ایامِ زندگی اسے بدبختی میں ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں کر دے جو نعمتوں پر اتراتے نہیں اور نہ کسی گناہ کے باعث اطاعتِ خداوندی میں کوتاہی کرتے ہیں اور نہ موت کے بعد انہیں حسرت ہوتی ہے۔ بے شک وہی دُعا کو سننے والا ہے اسی کے قبضے میں بھلائی ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کی یہ صفات دائمی ہیں۔

قرآن مجید میں ہے۔

---

[1] قرآن مجید، سورہ مریم آیت ۸۴۔

وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ حَتّٰى جَاءَ اَمْرُاللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ[1]

لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور (ہماری تباہی کا) انتظار کرتے رہے اور شک میں مبتلا رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آیا اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہیں شیطان (دھوکے باز) نے دھوکہ دیا۔

"فتنتم انفسکم" شہوتوں اور لذتوں کی وجہ سے تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا۔ "تربصتم" توبہ کے لیے انتظار کی۔ "وارتبتم" اور تم نے شک کیا "حتیٰ جاء امر اللہ" حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا (یعنی موت آگئی) "وغرکم باللہ الغرور" اور تمہیں شیطان نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکے میں ڈالا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صبر کرو اور سیدھے راستے پر رہو۔ زندگی کے دن تھوڑے ہیں اور تم سوار کھڑے ہو قریب ہے کہ تم میں سے کسی ایک کو بلایا جائے پس وہ چلا جائے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے تو تم اچھی چیز کے ساتھ یہاں سے منتقل ہو جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم میں سے ہر شخص اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ جہاں ہوتا ہے اس کے پاس جو کچھ ہے وہ ادھار ہے جہاں کوچ کرنے والا ہے اور ادھار واپس ہو جائے گا۔

حضرت ابو عبیدہ باجی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور آپ اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھے۔ انہوں نے فرمایا آپ لوگوں کا آنا اچھا ہوا اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے اور ہم سب کو جنت میں لے جائے یہ ایک کھلی نیکی ہے اگر تم صبر کرو، سچ بولو اور پرہیزگاری اختیار کرو ایسا نہ ہو کہ اس بات کو ایک کان سے ڈالو اور دوسرے سے نکال دو جس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اس نے دیکھا کہ آپ گویا صبح جانے والے ہیں یا شام کو آپ نے نہ تو اینٹ پر اینٹ رکھی اور نہ بانس پر بانس (مکان نہ بنایا) لیکن آپ کے لیے علم کو اونچا کیا گیا تو آپ اس کی طرف مستعد ہوئے جلدی کرو جلدی کرو نجات کی طرف جاؤ نجات کی طرف جاؤ۔ تم کس چیز کی طرف جا رہے ہو۔ تم اس طرح آئے گویا موت تمہارے ساتھ آگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو صرف ایک عیش (آخری زندگی) کی طرف متوجہ ہوا اس نے ایک ٹکڑا کھایا اور پرانا کپڑا پہنا، ننگے فرش پر سویا، عبادت میں کوشش کی، گناہ پر رویا، سزا سے بھاگا۔ اور رحمت کا متلاشی رہا حتیٰ کہ اس کی موت اسی حالت میں آئی۔

حضرت عاصم احول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت فضیل رقاشی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا

---

[1] قرآن مجید، سورۃ الحدید آیت ۱۴۔

اعلان، لوگوں کی کثرت کے باعث اپنے آپ سے غافل نہ ہو کیونکہ معاملہ خاص تم سے ہوگا ان سے نہیں اور یہ نہ کہو کہ وہاں جاتا ہوں وہاں جاتا ہوں۔ اس طرح تمہارا دن ضائع ہو جائے گا اور موت تمہارے اوپر متعین ہے اور جتنی جلدی نئی نیکی پرانے گناہ کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر پکڑتی ہے۔ اتنی جلدی تم نے کسی کو نہ دیکھا ہو۔

تیسرا باب۔

فصل ۱

موت کی سختیاں اور اس وقت کیا مستحب ہے۔

اگر بندہ مسکین کے سامنے صرف موت کی سختیاں ہی ہوں کوئی دوسری تکلیف اور عذاب وغیرہ نہ بھی ہو تو بھی اس کی زندگی مکدر اور پریشان رہنی چاہیے اور وہ کسی وقت بھی بھول اور غفلت میں نہ رہے وہ دیر تک فکر میں رہے اور موت کے لیے خوب تیاری کرے۔ خاص طور پر جبکہ وہ (موت) ہر وقت اس کا پیچھا کر رہی ہے جس طرح کسی دانا نے کہا ہے سختیاں تیرے سوا کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہیں تم نہیں جانتے کہ وہ تمہیں کب ڈھانپ لیں۔

حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹے (موت) ایک ایسا معاملہ ہے کہ نہ معلوم وہ کب تمہیں پہنچے اس کے اچانک آنے سے پہلے اس کے لیے تیاری کرو۔ تعجب کی بات ہے اگر آدمی لہو ولعب کی نہایت خوشگوار محفل میں ہو اور اچھی اچھی لذتوں سے بہرہ ور ہو رہا ہو اور اسے اس بات کا انتظار ہو کہ ابھی ایک پولیس والا آکر اسے پانچ لاٹھیاں مارے گا تو اس کی تمام لذت کافور ہو جاتی ہے اور عیش مکدر ہو جاتا ہے اور وہ جانتا کہ موت کا فرشتہ موت کی سختیوں کے ساتھ اس وقت آجائے گا جب وہ غافل ہوگا لیکن اس کے باوجود وہ پریشان نہیں ہوتا تو ظاہر ہے کہ جہالت اور دھوکے کے باعث ایسا ہے۔

اور یہ بات بھی جان لو کہ موت کی سختیوں کا حقیقی علم بھی اس شخص کو ہوتا ہے جو اسے چکھتا ہے اور جو اس کو نہیں چکھتا تو وہ یا تو ان تکالیف پر قیاس کر کے ادراک کرتا ہے جو اسے پہنچتی ہیں یا لوگوں کو حالت نزاع میں سختی برداشت کرتے ہوئے دیکھ کر اس سے استدلال کرتا ہے۔

قیاس کی صورت یہ ہے کہ جس عضو میں جان ہو وہ تکلیف محسوس کرتا ہے تو روح کو اس کا احساس ہوتا ہے پس جب کسی عضو کو زخم پہنچتا ہے یا وہ جل جاتا ہے تو اس سے روح متاثر ہوتی ہے تو جس قدر وہ روح میں سرایت کرتا ہے اسی قدر اذیت محسوس ہوتی ہے اور چونکہ درد گوشت، خون اور تمام اجزاء میں تقسیم ہو جاتا ہے اس لیے روح کو صرف بعض تکلیف پہنچتی ہے اور اگر تکلیف صرف روح کو ہو باقی کسی عضو وغیرہ کو نہ ہو تو یہ تکلیف کس قدر سخت ہوگی اور نزع اس تکلیف کا نام ہے جو صرف روح پر اترتی ہے اور تمام اعضاء کو گھیر لیتی ہے۔ حتیٰ کہ

بدن میں روح کے جتنے اجزاء ہیں ان سب کو درد محسوس ہوتا ہے۔

اگر کسی شخص کو کانٹا چبھ جائے تو اس سے پہنچنے والا درد روح کی صرف اس جزء کو پہنچتا ہے جو اس عضو سے ملا ہوا ہے جس میں کانٹا چبھتا ہے اور جلنے کا اثر اس لیے زیادہ ہوتا ہے کہ آگ کے اجزاء بدن کے تمام اجزاء میں گھس جاتے ہیں تو جلنے والے عضو کا کوئی جزء ظاہری ہو یا باطنی آگ سے محفوظ نہیں رہتا لہٰذا روحانی اجزاء جو گوشت کے تمام اجزاء میں پھیلے ہوئے ہیں اسے محسوس کرتے ہیں لیکن زخم صرف اسی جگہ کو پہنچتا ہے جس تک لوہا (تلوار وغیرہ) پہنچا اس لیے جلنے کی تکلیف سے زخم کی تکلیف کم ہوتی ہے۔

پس نزاع کی تکلیف جو نفس روح پر حملہ آور ہوتی ہے اور تمام اعضاء کو گھیر لیتی ہے کیونکہ ہر رگ، ہر پٹھے ہر حصہ بدن، ہر جوڑ ہر بال کی جڑ اور چمڑے کے نیچے سے حتیٰ کہ سر کی چوٹی سے قدم تک ہر جگہ سے روح کو نکالا جاتا ہے لہٰذا تم اس کے کرب اور تکلیف کا نہ پوچھو حتیٰ کہ بزرگوں نے فرمایا موت، تلوار کی مار، آرے کی چیر اور قینچی کی کاٹ سے زیادہ سخت ہے کیونکہ بدن کو تلوار سے کاٹا جائے تو صرف اس لیے تکلیف ہوتی ہے کہ بدن کا روح سے تعلق ہے تو جب صرف روح ہی کو صدمہ پہنچے تو کس قدر تکلیف ہوگی۔

جب کسی شخص کو مارا جاتا ہے تو وہ مدد بھی مانگ سکتا ہے اور چیخ بھی سکتا ہے اس لیے کہ اس کے دل اور زبان میں طاقت موجود ہوتی ہے لیکن میت کی آواز اور چیخ و پکار سخت تکلیف کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں انتہائی درجہ کی تکلیف ہوتی ہے۔ دل پر سوار ہو کر تمام قوت کو ختم کر دیتی ہے اسکے عضو کمزور پڑ جاتے ہیں اور مدد مانگنے کی طاقت باقی نہیں رہتی، عقل کو بھی ڈھانپ لیتی ہے اور پریشان کر دیتی ہے۔ زبان کو گونگ کر دیتی ہے۔ اعضاء کو کمزور کر دیتی ہے۔

موت کے وقت انسان چاہتا ہے کہ روئے، چلائے، اور مدد مانگے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا اور اگر کچھ قوت باقی رہتی بھی ہے تو روح نکلنے کے وقت اس کے حلق اور سینے سے غرغرہ کی آواز سنائی دیتی ہے اس کا رنگ بدل کر مٹیالا ہو جاتا ہے گویا اس سے وہی مٹی ظاہر ہوئی جس سے وہ بنا تھا اور وہ اس کی اصل فطرت ہے اس کی رگیں کھینچ لی جاتی ہیں کیونکہ تکلیف اندر باہر پھیلی ہوئی ہے حتیٰ کہ آنکھوں کے ڈھیلے پلکوں کی طرف اٹھ جاتے ہیں۔ ہونٹ سکڑ جاتے ہیں اور زبان اپنی جڑ کی طرف کھینچ جاتی ہے۔ خصیے اوپر کی طرف ہو جاتے ہیں انگلیاں سبز ہو جاتی ہیں۔ (اور ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں) تو ایسے بدن کے بارے میں نہ پوچھو جس کی ہر رگ کھینچ گئی ہو۔ اگر ایک رگ کھینچی جائے تو سخت تکلیف ہوتی ہے تو اس وقت کیا حال ہوگا جب روح کو ہی کھینچ لیا جائے جو درد میں مبتلا ہے کسی ایک رگ سے نہیں بلکہ تمام رگوں سے اس کو کھینچا جاتا ہے۔

پھر تدریجاً ہر عضو میں موت واقع ہوتی ہے پہلے اس کے قدم ٹھنڈے پڑتے ہیں پھر پنڈلیاں اور پھر رانیں اور

ہر عضو میں نئی سختی اور شدت پیدا ہوتی ہے حتیٰ کہ گلے تک نوبت پہنچتی ہے۔ اس وقت اس کی نظر دنیا اور دنیا والوں سے پھر جاتی ہے اور اس پر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور اسے حسرت و ندامت گھیر لیتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تُقْبَلُ تَوْبَةُ الْعَبْدِ مَالَمْ يُغَرْغِرْ[1] — جب تک غرغرہ والی کیفیت پیدا نہ ہو بندے کی توبہ قبول ہوتی ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰىٓ اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْاٰنَ[2] — اور توبہ ان لوگوں کے لیے نہیں جو بُرے عمل کرتے ہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کو موت آتی ہے تو کہتا ہے میں اب توبہ کرتا ہوں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جب وہ موت کے فرشتوں کو دیکھتا ہے اور ملک الموت کا چہرہ دکھائی دیتا ہے (تو توبہ کرتا ہے) تو جانکنی کے وقت موت کی کڑواہٹ اور تکلیف کے بارے میں نہ پوچھو اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلٰى مُحَمَّدٍ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ[3] — یا اللہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کی سختیوں کو آسان کر دے۔

لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے اس مصیبت سے پناہ نہیں مانگتے اور نہ ہی اس کو کوئی اہمیت دیتے ہیں اشیاء اپنے وجود سے پہلے صرف نورِ نبوت اور نورِ ولایت سے ہی دیکھی جا سکتی ہیں۔ اسی لیے انبیاء کرام اور اولیاء عظام موت سے بہت زیادہ خوف رکھتے تھے حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے حواریوں کے گروہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ مجھ پر سکرات موت کو آسان کر دے میں موت سے اس قدر ڈرتا ہوں کہ اس خوف سے موت واقع ہو رہی ہے۔

مروی ہے کہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگ ایک قبرستان سے گزرے تو ان میں سے بعض نے دوسرے بعض

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۱۳۲ مرویات ابن عمر

[2] قرآن مجید سورہ النساء، آیت ۱۸

[3] مسند امام احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۶۴ مرویات عائشہ

سے کہا اگر تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ وہ تمہارے لیے اس قبرستان سے ایک مردے کو نکالے اور تم اس سے سوال کرو (تو اچھا ہے) چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے اور اس کی آنکھوں کے درمیان سجدے کا نشان ہے وہ ایک قبر سے نکل کر آیا تھا اس نے کہا اے میری قوم! تم مجھ سے کیا چاہتے ہو میں نے پچاس سال پہلے موت کو چکھا تھا لیکن اس کی تلخی ابھی تک میرے دل میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب سے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کی سختی کو دیکھا اب مجھے کسی کی آسان موت پر رشک نہیں آتا۔

ایک روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَاخُذُ الرُّوْحَ مِنْ بَيْنِ الْعَصَبِ وَالْقَصَبِ وَالْاَنَامِلِ اَللّٰهُمَّ فَاَعِنِّيْ عَلَى الْمَوْتِ وَهَوِّنْهُ عَلَيَّ [1]

اے اللہ! تو جان کو پٹھوں، ہڈیوں اور انگلیوں سے لیتا ہے یا اللہ! تو مجھ پر موت کو آسان کر دے اور میری مدد فرما۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی تکلیف اور اس کے گلے میں رکنے کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ تلوار کی تین سو ضربوں کی مقدار ہے [2]۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے موت اور اس کی شدت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

سب سے آسان موت اس طرح ہے جیسے بھیڑ کے بالوں میں باریک ہڈی ہو کیا وہ ہڈی بالوں میں سے بالوں کے بغیر باہر نکلتی ہے [3]۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیمار کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا۔ اس پر جو کچھ گزرتا ہے وہ مجھے معلوم ہے اس کی کوئی رگ ایسی نہیں جس کو موت کی تکلیف الگ سے نہ ہو [4]۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ لڑائی کی ترغیب دیتے اور فرماتے اگر تم قتل نہیں ہو گے تو مر جاؤ گے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تلوار سے ہزار ضرب میرے نزدیک بستر پر موت سے بہتر ہے۔

---

[1] کنز العمال جلد ۲ ص ۲۰۴ حدیث ۳۷۶۸

[2] تذکرۃ الموت ص ۲۱۳، باب الموت

[3] کنز العمال جلد ۱۵ ص ۵۶۱ حدیث ۴۲۱۷۴

[4] 〃 〃 ص ۵۶۴ حدیث ۴۲۱۹۱

حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ میت کو قبر سے اٹھنے تک موت کی تکلیف رہتی ہے۔

حضرت شداد بن اوس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مومن پر دنیا و آخرت کا کوئی خوف موت سے بڑھ کر نہیں یہ خوف آروں سے چیرنے، قینچیوں سے کاٹنے اور ہنڈیوں میں ابالنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اگر کوئی میت قبر سے نکل کر دنیا والوں کو موت کی خبر دے تو وہ زندگی سے نفع نہ اٹھائیں اور نہ نیند سے لذت حاصل کریں۔

حضرت زید بن اسلم (رضی اللہ عنہما) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں جب مومن کے درجات باقی رہ جاتے ہیں کہ عمل کے ذریعے ان تک پہنچ نہیں سکتا تو اس پر موت سخت کر دی جاتی ہے تاکہ وہ موت کی سختیوں اور تکلیف کے باعث جنت میں درجہ حاصل کرے اور جب کافر کی کوئی نیکی ہو جس کا بدلہ اسے نہ دیا گیا ہو تو اس پر موت کو آسان کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی نیکی کا عوض حاصل کرے پھر وہ جہنم کی طرف لے جایا جاتا ہے۔

بعض اکابر سے مروی ہے کہ وہ اکثر بیماروں کے پاس جا کر پوچھتے کہ تم موت کو کیسا پاتے ہو؟ جب وہ خود بیمار ہوئے تو پوچھا گیا آپ کس طرح پاتے ہیں؟ فرمایا یوں محسوس ہوتا ہے کہ آسمان زمین سے آملا ہے اور گویا میری روح سوئی کے سوراخ سے نکل رہی ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مُوْتُ الْفُجَاءَةِ رَاحَةٌ لِلْمُؤْمِنِ وَاَسَفٌ عَلَى الْفَاجِرِ[1]

اچانک موت مومن کے لیے راحت اور فاجر کے لیے افسوس کا باعث ہے۔

حضرت مکحول رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا

لَوْاَنَّ شَعْرَةً مِّنْ شَعْرِ الْمَيِّتِ وُضِعَتْ عَلٰى اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَمَاتُوْا بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى[2]

اگر میت کے بالوں میں سے ایک بال آسمانوں اور زمین والوں پر رکھا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مر جائیں۔

اس لیے کہ ہر بال میں موت ہے اور جس پر موت آتی ہے وہ مر جاتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر موت کی تکلیف سے ایک قطرہ دنیا کے تمام پہاڑوں پر رکھا جائے تو وہ پگھل جائیں[3]

ایک روایت میں ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وصال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا اے میرے خلیل!

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۱۹ مرویات عبید بن خالد

[2]

[3] تذکرۃ الموضوعات ص ۲۱۳ باب الموت۔

تو نے موت کو کیسے پایا؟ آپ نے عرض کیا جس طرح گرم سیخ کو تر روئی میں رکھا جائے پھر اسے کھینچ لیا جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے آپ پر موت کو آسان کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مروی ہے کہ جب آپ کی روح مبارک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو آپ کے رب نے پوچھا اے موسیٰ علیہ السلام۔ آپ نے موت کو کیسا پایا؟ آپ نے عرض کیا میں نے اپنے نفس کو چڑیا کی طرح پایا کہ اسے دیگچی میں چھوڑا جائے نہ مرتی ہے کہ جان چھوٹے اور نہ نجات ملتی ہے کہ اُڑ جائے۔ ایک روایت میں ہے آپ نے عرض کیا میں نے اپنے نفس کو زندہ بکری کی طرح پایا کہ قصاب کے ہاتھوں اس کی کھال کھینچی جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ وصال کے وقت آپ کے پاس پانی کا ایک پیالہ تھا آپ پانی میں ہاتھ ڈالتے پھر اس کو چہرے پر ملتے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے۔

اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَىٰ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ۔ یا اللہ! مجھ پر موت کی سختیوں کو آسان کر دے۔

(یہ دیکھ کر) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا فرماتیں اباجان! آپ پر کس قدر سختی ہے۔ آپ جواب دیتے آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی سختی نہ ہوگی۔[1]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے کعب! ہمیں موت کے بارے میں بتایئے۔ انہوں نے فرمایا ہاں امیر المؤمنین موت اس ٹہنی کی طرح ہے جس میں بہت سے کانٹے ہوں اور اسے کسی شخص کے پیٹ میں داخل کیا جائے ہر کانٹا ایک رگ کو پکڑے پھر کوئی سخت کھینچنے والا اس شاخ کو کھینچے تو وہ پکڑے جو پکڑے اور چھوڑے جو چھوڑے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بندہ موت کی سختی اور تکلیف برداشت کرتا ہے اور اس کے جوڑ ایک دوسرے کو سلام کہتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم قیامت تک ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔[2]

تو یہ ہیں موت کی سختیاں جو اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور اولیاء کرام پر وارد ہوتی ہیں ہمارا کیا حال ہوگا حالانکہ ہم گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ہمارے اوپر تو موت کی سختیوں کے علاوہ اور مصیبتیں بھی آئیں گی۔ موت کی مصیبتیں تین ہیں۔

---

[1] سنن ابن ماجہ ص ۱۱۸، باب الجنائز۔

[2] تذکرۃ الموت ص ۲۱، باب الموت

پہلی مصیبت شدت نزع ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا دوسری مصیبت موت کے فرشتے کی شکل دیکھنا اور دل پر خوف کا طاری ہونا ہے اگر وہ فرشتۂ موت کی اس صورت کو دیکھے جو نہایت قوت والے گناہ گار شخص کی روح نکالتے وقت ہوتی ہے تو اسے دیکھنے کی طاقت نہ ہو ایک روایت میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا کیا تم مجھے وہ صورت دکھا سکتے ہو جس سے کسی گناہ گار کی رُوح قبض کرتے ہو، حضرت عزرائیل علیہ السلام نے فرمایا آپ نہیں دیکھ سکیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں (میں دیکھ لوں گا) انہوں نے عرض کیا پھر آپ مجھ سے الگ ہو جائیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام الگ ہو گئے پھر ادھر متوجہ ہوئے تو دیکھا ایک سیاہ فام شخص ہے جس کے بال کھڑے ہیں اس سے بدبو آرہی ہے اور کپڑے سیاہ ہیں اس کے منہ اور نتھنوں سے آگ اور دھواں نکل رہا ہے۔ (یہ دیکھ کر) حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ پھر افاقہ ہوا تو ملک الموت اپنی اصل حالت پر آ چکے تھے۔ آپ نے فرمایا اے ملک الموت! فاجر آدمی کو موت کے وقت صرف تمہاری صورت دیکھنا ہی کافی تکلیف دہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بہت غیرت مند شخص تھے۔ جب آپ باہر تشریف لے جاتے تو دروازہ بند کر کے جاتے آپ کی زوجہ نے جو جھانک کر دیکھا تو گھر میں ایک شخص تھا انہوں نے کہا اسے کون یہاں لایا ہے۔ اگر حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے تو اس کے لیے مصیبت بن جائیگی چنانچہ جب حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے اسے دیکھا فرمایا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں وہ ہوں جو نہ بادشاہوں سے ڈرتا ہے اور نہ ہی دربانوں سے، آپ نے فرمایا قسم بخدا! تو موت کا فرشتہ ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کمبل میں چھپ گئے۔[1]

ایک روایت میں ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام ایک کھوپڑی کے پاس سے گزرے تو آپ نے اسے ٹھوکر ماری اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے گفتگو کر اس نے کہا اے رُوح اللہ! میں فلاں فلاں زمانے کا بادشاہ ہوں میں اپنے سر پر تاج رکھے ہوئے تخت پر بیٹھا تھا اور میرے اردگرد میرا لشکر اور نوکر چاکر تھے کہ اچانک موت کا فرشتہ میرے سامنے آیا اسے دیکھتے ہی میرے تمام جوڑ ڈھیلے پڑ گئے پھر میری جان نکل گئی۔ کاش وہ جماعت بکھر جاتی اور وہ اُنس وحشت میں بدل جاتا۔

تو یہ مصیبت ہے جو نافرمان لوگوں کو پہنچتی ہے اور اطاعت کرنے والے اس سے محفوظ رہتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے تو صرف جان کنی کی تکلیف بیان کی ہے وہ اذیت جو ملک الموت کی صورت کو دیکھنے سے

---

[1] مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۲۰۶، ۲۰۷ کتاب فیہ ذکر الانبیاء۔

ہوتی ہے اس کا ذکر نہیں کیا۔ اگر آدمی کسی رات خواب میں اسے یوں دیکھ لے تو اس کی تمام زندگی تلخ ہو جائے تو اس حالت میں ان کو دیکھنا کیسا ہوگا؟ لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے وہ موت کے فرشتے کو اچھی صورت میں دیکھتا ہے۔ حضرت عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت غیور تھے آپ ایک گھر میں عبادت کیا کرتے تھے۔ جب باہر تشریف لے جاتے تو اسے تالہ لگا دیتے۔ ایک دن واپس تشریف لائے تو دیکھا گھر کے اندر ایک آدمی موجود ہے پوچھا تمہیں میرے گھر میں کس نے داخل ہونے کی اجازت دی ہے؟ اس نے کہا اس گھر کے مالک نے اجازت دی ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا مالک تو میں ہوں اس نے کہا مجھے اس نے اجازت دی جو اس گھر کا ہم سب سے زیادہ مالک ہے۔ آپ نے پوچھا تو کون فرشتہ ہے؟ اس نے کہا میں موت کا فرشتہ ہوں۔ آپ نے فرمایا تو جس صورت میں مومن کی روح قبض کرتا ہے وہ صورت دکھا سکتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں آپ ذرا منہ پھیریں آپ نے منہ پھیرا پھر متوجہ ہوئے تو دیکھا ایک نوجوان ہے راوی کہتے ہیں آپ نے اس کے چہرے کی خوبصورتی، عمدہ کپڑوں اور خوشبو کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا اے ملک الموت مومن کو موت کے وقت آپ کی صورت ہی کافی ہے۔

اور اسی سے ان دو فرشتوں کو دیکھنا ہے جو اعمال لکھتے ہیں۔ حضرت وہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جس شخص کی رُوح قبض ہوتی ہے وہ ان دونوں فرشتوں کو دیکھتا ہے جو اس کے اعمال لکھتے ہیں۔ اگر وہ اطاعت گزار ہو تو اس سے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں ہماری طرف سے اچھا بدلہ دے تو نے کئی اچھی مجلسوں میں ہمیں بٹھایا اور کئی اچھے اعمال کے وقت ہمیں حاضری کا موقعہ دیا اور اگر گناہگار ہو تو وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں ہماری طرف سے اچھا بدلہ نہ دے تو نے ہمیں کئی بری مجلسوں میں بٹھایا اور بُرے کاموں کے پاس لے گیا اور ہمیں قبیح کلام سنایا اللہ تعالیٰ تجھے ہم سے اچھا بدلہ نہ دے یہ اس وقت ہوتا ہے جب مردے کی نگاہ ان پر پڑتی ہے اور پھر دنیا کی طرف کبھی نہیں لوٹتی۔

تیسری مصیبت گناہگاروں کو جہنم میں ان کا مقام دکھانا اور مشاہدہ سے پہلے ان کو خوف دلانا ہے کیونکہ جان نکلنے وقت ان کے قویٰ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور ان کی روحیں نکلنے کے لیے تیار ہو جاتی ہیں اور جب تک وہ ملک الموت کا لقمہ نہ بنیں باہر نہیں نکلتیں اور ملک الموت کا لقمہ یا تو اس طرح ہوتا ہے کہ اے اللہ کے دشمن تجھے جہنم کی خبر دی جاتی ہے یا یہ کہ اے اللہ کے ولی تجھے جنت کی خوشخبری ہو۔ اہل عقل کا خوف اسی وجہ سے تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَنْ يَّخْرُجَ اَحَدُكُمْ مِنَ الدُّنْيَا حَتّٰى يَعْلَمَ اَيْنَ مَصِيْرُهٗ وَحَتّٰى

تم میں کوئی ایک ہرگز دنیا سے نہیں جاتا جب تک اسے معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے کہاں جانا ہے

يَرٰى مَقْصَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ اَوِ النَّارِ[1] — اور جب تک وہ جنت یا جہنم میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ — جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم سب موت کو ناپسند کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔

لَيْسَ ذَالِكَ بِذَاكَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا فُرِجَ لَهٗ عَمَّا هُوَ قَادِمٌ عَلَيْهِ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ وَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ[2] — یہ بات نہیں بلکہ مومن پر جب آنے والی چیز آسان کردی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے۔

ایک روایت میں ہے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اپنی آخری رات کے موقع پر فرمایا اُٹھ کر دیکھیں کیا وقت ہوا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اُٹھے پھر واپس تشریف لائے اور فرمایا سرخ ستارہ آچکا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہتا ہوں کہ صبح کے وقت دوزخ کی طرف جاؤں۔

مروان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو اس نے کہا یا اللہ ان پر آسانی فرما۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا اللہ سختی فرما۔ پھر آپ روئے اور فرمایا اللہ کی قسم! میں دنیا کی وجہ سے یا تم سے جدائی کے باعث نہیں روتا بلکہ میں اپنے رب سے دو خبروں میں سے ایک کا انتظار کر رہا ہوں جنت کی خوشخبری یا جہنم کی خبر۔

ایک حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے راضی ہوتا ہے تو فرماتا ہے اے موت کے فرشتے! فلاں کے پاس جاؤ اور اس کی رُوح میرے پاس لاؤ تاکہ میں اسے راحت دوں۔ اس کا یہی عمل کافی ہے کہ میں نے اسے آزمایا تو میں جس طرح چاہتا تھا اسے اس طرح پایا۔ ملک الموت۔ پانچ سو فرشتوں کے ہمراہ اس شخص کے پاس آتے ہیں اور ان کے پاس پھولوں کی چھڑیاں اور

---

[1] تذکرۃ الموضوعات ص ۲۱۴، باب الموت۔

[2] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۶۳ کتاب الرقاق۔

زعفران کی شاخیں ہوتی ہیں ان میں سے ہر فرشتہ اس کو نئی اور جدا خوشخبری دیتا ہے اور فرشتے اس کی روح کی انتظار میں دو صفوں میں کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے پاس پھولوں کے گلدستے ہوتے ہیں جب ابلیس ان کو دیکھتا ہے تو اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر چلا تا ہے۔ فرماتے ہیں۔ اس کا لشکر اس سے پوچھتا ہے کہ اے ہمارے سردار! تجھے کیا ہوا؟ وہ کہتا ہے تم نہیں دیکھتے اس بندے کو کیا اعزاز ملا ہے تم کہاں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم نے بہت کوشش کی مگر وہ بچ گیا۔[1]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مومن کے لیے راحت صرف ملاقات خداوندی میں ہے اور جس شخص کی راحت اللہ تعالیٰ کی ملاقات میں ہو اس کی موت کا دن اس کے لیے سرور، خوشی، امن، عزت اور شرف کا دن ہوتا ہے۔

حضرت جابر بن زید رحمۃ اللہ سے ان کے وصال کے وقت پوچھا گیا کہ آپ کی کیا خواہش ہے۔ آپ نے فرمایا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنا چاہتا ہوں جب حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس آئے اور ان سے کہا گیا کہ یہ حضرت حسن ہیں تو انہوں نے ان کی طرف نگاہ اٹھائی پھر فرمایا اے بھائی! ہم آپ سے جدا ہو کر جہنم یا جنت کی طرف جا رہے ہیں۔

حضرت واسع بن محمد رحمۃ اللہ نے موت کے وقت فرمایا اے میرے بھائیو! تم پر سلام ہو۔ دوزخ کی طرف جا رہے ہیں یا اللہ معاف فرمادے۔ اور بعض بزرگوں نے تمنا کی کہ وہ ہمیشہ حالت نزع میں رہیں اور ثواب یا عذاب کے لیے نہ اٹھائے جائیں۔

تو بُرے خاتمہ کے خوف نے عارفین کے دلوں کو توڑ کر رکھ دیا اور واقعی یہ موت کے وقت سخت مصیبت ہے۔ ہم نے بُرے خاتمے کا مفہوم اور عارفین کا اس سے بہت زیادہ خوف زدہ ہونا خوف اور امید کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ اگرچہ اس بات کا ذکر یہاں بھی ہونا چاہیے لیکن ہم اس کو دوبارہ ذکر کر کے بات کو طول دینا نہیں چاہتے۔

فصل ۲

موت کے وقت کیا کیا باتیں مستحب ہیں

قریب المرگ شخص کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ خاموش اور پرسکون رہے لیکن اس کی زبان پر کلمہ شریف جاری

---

[1] الدر المنثور جلد ص ۱۶۴، ۱۶۵ تحت آیت فلو لا اذا بلغت الحلقوم۔

ہو اور دل میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا عقیدہ ہو۔

اس صورت کا حال اس طرح ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

اُرْقُبُوا الْمَيِّتَ عِنْدَ ثَلَاثٍ إِذَا رَشَحَ جَبِيْنُهُ وَدَمَعَتْ عَيْنَاهُ وَيَبِسَتْ شَفَتَاهُ فَهِيَ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ قَدْ نَزَلَتْ بِهٖ وَإِذَا غَطَّ غَطِيْطَ الْمَخْنُوْقِ وَاحْمَرَّ لَوْنُهُ وَازْبَدَّتْ شَفَتَاهُ فَهُوَ مِنْ عَذَابِ اللهِ قَدْ نَزَلَ بِهٖ [1]	میت کے لیے تین باتوں کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول سمجھو۔ جب اس کی پیشانی پر پسینہ آئے، آنکھوں سے آنسو جاری ہوں اور ہونٹ خشک ہوں اور جب گلا گھونٹے ہوئے شخص کی طرح خراٹے لے، رنگ سرخ ہو اور ہونٹ مٹیلے ہوں تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو رہا ہے۔

زبان پر کلمہ شہادت کا جاری ہونا اچھائی کی علامت ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ [2]	اپنے فوت ہونے والوں کو کلمہ توحید کی تلقین کرو۔ (ان کے سامنے پڑھو)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔

فَإِنَّهَا تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا مِنَ الْخَطَايَا [3]	یہ کلمہ گزشتہ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔	جو شخص اس حالت میں فوت ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں "وَهُوَ يَشْهَدُ" (وہ گواہی دیتا ہو) کے الفاظ ہیں[4]۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کسی شخص کی موت کا وقت آئے تو اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کرو کیونکہ جس شخص کا خاتمہ کلمہ طیبہ پر ہوتا ہے اس کے لیے یہ جنت کی طرف جانے کا زاد راہ ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے فوت ہونے والوں کے پاس جاؤ اور ان کو نصیحت کرو کیونکہ

---

[1] کنز العمال جلد ۱۵ ص ۵۶۲ حدیث ۴۲۱۷۸

[2] صحیح مسلم جلد اول ص ۳۰۰ کتاب الجنائز۔

[3] مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۲۳۹ مرویات معاذ

[4] کنز العمال جلد ۱۵ ص ۵۶۸ حدیث ۴۲۲۰۲

جو کچھ وہ دیکھتے ہیں تم نہیں دیکھتے ہو۔ ان کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

موت کا فرشتہ ایک آدمی کے پاس آیا جو مر رہا تھا اس نے اس کے دل کو دیکھا تو اس میں کچھ نہ پایا۔ اس کے جبڑوں کو کھولا تو زبان کے کنارے کو تالو سے ملا ہوا دیکھا اور وہ کہہ رہا تھا "لا الٰہ الا اللہ" تو اس کلمہ طیبہ کی بدولت اس کی بخشش ہو گئی۔

تلقین کرنے والے کو چاہیے کہ اصرار نہ کرے اور نرمی کی راہ اختیار کرے کیونکہ بعض اوقات مریض کی زبان نہیں چلتی اور اس کے لیے پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے اور وہ تلقین کو بوجھ سمجھتا ہے اور کلمے کو ناپسند کرتا ہے اور یہ بات اس کے برے خاتمے کا باعث ہو سکتی ہے۔

اور اس کلمے کا یہ مطلب ہے کہ آدمی دنیا سے رخصت ہو اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہ ہو پس جب واحد حق ذات کے سوا کوئی مقصود باقی نہیں رہے گا تو موت کے ذریعے اس کا اپنے محبوب کی طرف جانا اس کے حق میں نہایت راحت ہو گی اور اگر دل دنیا میں مشغول ہو، اس کی طرف متوجہ ہو اور اس کی لذتوں (کے جانے) پر افسوس کرے اور کلمہ صرف زبان پر ہو دل میں جاگزیں نہ ہو تو مشیت خداوندی پر موقوف ہے چاہے تو راحت عطا فرمائے، چاہے تو نہ دے کیونکہ محض زبانی حرکت کم فائدہ دیتی ہے البتہ یہ کہ اللہ تعالیٰ شرف قبول عطا فرما کر فضل و کرم فرمائے۔

وقت موت اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان بہتر ہے اور ہم نے امید کے بیان میں یہ بات ذکر کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسن ظن کی فضیلت کے سلسلے میں بہت سی روایات آئی ہیں۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ ایک مریض کے پاس تشریف لے گئے تو فرمایا بتاؤ اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟ اس نے کہا میرے گناہوں نے مجھے غرق کر دیا اور میں ہلاکت کے کنارے پر ہوں لیکن مجھے اپنے رب کی رحمت پر امید ہے (یہ سن کر) حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور ان کا نعرہ سن کر ان کے گھر والوں نے بھی نعرہ لگایا۔ انہوں نے فرمایا "اللہ اکبر" میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔

يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا عِنْدَ ظَنِّ ۔۔۔ بندہ مجھے اپنے گمان کے مطابق پاتا ہے پس

لہ شعب الایمان جلد ۶ ص ۵۴۶ حدیث ۹۲۳۵۔

عَبْدِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَاشَاءَ ؎۱ میرے بارے میں جو چاہے گمان کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان کے پاس تشریف لے گئے اور وہ موت وحیات کی کشمکش میں تھا آپ نے پوچھا اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ سے امید بھی رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں کا ڈر بھی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا اجْتَمَعَا فِیْ قَلْبِ عَبْدٍ فِیْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ الَّذِیْ یَرْجُوْا وَاٰمَنَهٗ مِنَ الَّذِیْ یَخَافُ ؎۲

ایسے وقت میں جس بندے کے دل میں یہ دونوں باتیں اکٹھی ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی امید کو بھی پورا فرماتا ہے اور جس بات سے ڈرتا ہے اس سے اسے امن بھی عطا فرماتا ہے۔

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک تیز مزاج نوجوان تھا اور اس کی ماں اسے بہت زیادہ نصیحت کرتی اور کہتی اے بیٹے! تجھے ایک دن آنا ہے پس اسے یاد کر پھر جب اس پر اللہ تعالیٰ کا حکم آیا تو اس کی ماں اس پر گر پڑی اور کہنے لگی اے بیٹے! میں تجھے اسی پچھاڑ سے ڈراتی تھی اور کہتی تھی کہ تیرے لیے ایک دن ہے اس نے کہا اے ماں! میرا رب بہت احسان فرمانے والا ہے اور مجھے امید ہے کہ آج وہ مجھے کسی قدر احسان سے محروم نہیں کرے گا حضرت ثابت فرماتے ہیں اس حسن ظن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم فرمایا۔

حضرت جابر بن وداعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک نوجوان گناہ گار تھا اس کی موت کا وقت آیا تو اس کی ماں نے کہا بیٹے! کوئی وصیت کرتا ہے؟ اس نے کہا ہاں میری انگوٹھی نہ نکالنا اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے شاید اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے جب اسے دفن کیا گیا تو خواب میں اسے دیکھا گیا اس نے کہا میری ماں سے کہو اس کلمہ نے مجھے نفع دیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

ایک دیہاتی بیمار ہو گیا تو اسے کہا گیا تم مر جاؤ گے اس نے کہا مجھے کہاں لے جائیں گے انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی طرف، اس نے کہا میں اس کے پاس جانے کو برا نہیں جانتا کیونکہ اس نے مجھ سے ہمیشہ اچھا سلوک کیا۔

ابو معتمر بن سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب میرے باپ کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے مجھ سے کہا اے معتمر! میرے سامنے معاملے کی آسانی بیان کرو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات اچھے گمان کے ساتھ کروں۔ اور اکابر اسلاف اس بات کو پسند کرتے تھے کہ موت کے وقت بندے کے سامنے اس کے اچھے

؎۱ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۳۱۵ مرویات ابوہریرہ

؎۲ جامع ترمذی ص ۱۲۱، ابواب الجنائز۔

اعمال کا تذکرہ کیا جائے تاکہ وہ اپنے رب سے حُسن ظن رکھے۔

فصل ۳۔

ملک الموت کی ملاقات کے وقت زبان حال سے بیان کی گئی حسرت

حضرت اشعث بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موت کے فرشتے سے پوچھا اور ان کا نام حضرت عزرائیل علیہ السلام ہے اور ان کی دو آنکھیں ہیں ایک آنکھ چہرے میں اور دوسری گدی میں، آپ نے پوچھا اے ملک الموت! جب زمین میں وبا پھیلی ہوئی ہو اور ایک شخص مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہو اور دو لشکر لڑ رہے ہوں تو آپ کیسے کرتے ہیں انہوں نے کہا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام روحوں کو بلا لیتا ہوں اور وہ میری ان دو انگلیوں کے درمیان ہوتی ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ ملک الموت کے سامنے زمین ایک تھال کی طرف پھیلائی جاتی ہے اور وہ اس میں سے جو چاہتے ہیں لے لیتے ہیں اور ملک الموت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری دیتے تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

حضرت سلیمان بن داؤد (علیہما السلام) نے ملک الموت سے پوچھا کیا وجہ ہے میں دیکھتا ہوں کہ آپ لوگوں کے درمیان انصاف نہیں کرتے کسی کو اُٹھا لیتے ہیں اور کسی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں اس سلسلے میں آپ سے زیادہ نہیں جانتا یہ تو صحیفے اور کتابیں ہیں جو مل جاتی ہیں اور ان میں ان لوگوں کے نام ہوتے ہیں۔

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک بادشاہ نے کہیں جانے کے لیے سواری تیار کی تو کپڑے منگوائے تاکہ پہنے اس کو وہ کپڑے پسند نہ آئے تو دوسرے کپڑے منگوائے وہ بھی پسند نہ آئے حتیٰ کہ سب سے عمدہ جوڑا منگوایا۔ اسی طرح سواری منگوائی وہ پسند نہ آئی تو دوسری تیسری حتیٰ کہ سب سے اچھی سواری پر سوار ہوا اتنے میں ابلیس آیا اور اس نے اس کی ناک میں پھونک ماری تو وہ تکبر سے بھر گیا۔ پھر لشکر کو ساتھ لے کر چلا اور وہ تکبر کی وجہ سے لوگوں کی طرف نہیں دیکھتا تھا۔ اسی دوران ایک شخص آیا جس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اس نے سلام کیا تو بادشاہ نے جواب نہ دیا اس نے گھوڑے کی لگام پکڑی بادشاہ نے کہا لگام چھوڑ دے تو نے بڑی گستاخی کی ہے۔ اس شخص نے کہا مجھے تجھ سے ایک کام ہے اس نے کہا مجھے اترنے دے اس نے کہا نہیں ابھی۔ پھر اس نے لگام کو اچھی طرح دبا یا۔ بادشاہ نے کہا کہو کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا راز کی بات ہے بادشاہ نے اپنا سر جھکایا اور اس کے قریب کیا اس نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا میں موت کا فرشتہ ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ کا رنگ بدل گیا اور زبان لڑکھڑانے لگی۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دے تاکہ میں گھر جا کر اپنے کام مکمل کروں اور گھر والوں سے رخصت ہولوں فرشتے نے کہا نہیں اللہ کی قسم! اب تجھے اپنے گھر والوں اور مال و اسباب کو دیکھنا کبھی نصیب

نہیں ہوگا چنانچہ اس کی روح قبض کرلی اور وہ لکڑی کی طرح گر پڑے پھر ملک الموت آگے بڑھا اور اسی حالت میں ایک مومن بندے سے ملا اسے سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا فرشتے نے کہا مجھے تم سے ایک کام ہے جو تیرے کان میں کہوں گا۔ اس نے کہا بتائیے فرشتے نے سرگوشی کی اور کہا میں موت کا فرشتہ ہوں اس آدمی نے کہا آپ کا آنا مبارک ہو مجھے ایک عرصہ سے آپ کا انتظار تھا اللہ کی قسم! روئے زمین پر کسی غائب کی ملاقات مجھے آپ کی ملاقات سے زیادہ پسند نہیں۔ فرشتے نے کہا آپ جس کام کے لیے گھر سے نکلے ہیں اسے پورا کیجیے۔ اس نیک شخص نے کہا اللہ تعالےٰ کی ملاقات سے بڑھ کر مجھے کوئی حاجت نہیں اور نہ کوئی بات زیادہ پسند ہے۔ ملک الموت نے کہا آپ کس حالت میں جان نکالنے کو پسند کرتے ہیں؟ اس نے پوچھا کیا یہ آپ کے اختیار میں ہے؟ فرشتے نے کہا ہاں مجھے یہی حکم ہے۔ اس شخص نے کہا اچھا مجھے اجازت دیجیے کہ میں وضو کر کے نماز پڑھ لوں پھر سجدے کی حالت میں میری روح قبض کر لینا۔ چنانچہ ملک الموت نے اس کی روح حالت سجدہ میں قبض کی۔

حضرت ابوبکر بن عبداللہ مزنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے مال جمع کیا۔ جب موت کا وقت آیا تو بیٹوں سے کہنے لگا مجھے مختلف قسم کے مال دکھاؤ، چنانچہ اس کے پاس بہت سے گھوڑے، اونٹ اور غلام وغیرہ لائے گئے۔ اس نے یہ سب کچھ دیکھا تو افسوس کرتے ہوئے رونے لگا۔ ملک الموت نے اسے روتے ہوئے دیکھا تو پوچھا تم کیوں رو رہے ہو؟ اس ذات کی قسم جس نے تجھے یہ سب کچھ دیا جب تک میں تیری روح اور بدن کو ایک دوسرے سے جدا نہ کر دوں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ اس نے کہا مجھے مہلت دیجیے کہ میں اس مال کو تقسیم کر دوں۔ فرشتے نے کہا اب مہلت نہیں تم پہلے کہاں تھے، چنانچہ اس کی روح قبض کر لی۔

مروی ہے کہ ایک شخص نے ہر قسم کا مال جمع کیا اور کسی قسم کا مال نہ چھوڑا۔ اس مال کو محفوظ کیا اور ایک محل بنایا۔ جس کے دو مضبوط دروازے بنائے اور ان پر غلاموں کا پہرہ لگا دیا پھر اس نے اپنے لوگوں کو اکٹھا کیا اور ان کے لیے کھانا پکوایا۔ خود ایک تخت پر یوں بیٹھا کہ ایک ٹانگ دوسری پر رکھ دی اور لوگ کھانا کھا رہے تھے جب وہ فارغ ہوئے تو اس نے اپنے نفس سے کہا اے نفس! اب تو کچھ سال مزے اڑا میں نے تیرے لیے اتنا مال جمع کیا ہے جو تجھے کافی ہے وہ اپنی گفتگو سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ موت کا فرشتہ پرانے کپڑوں میں فقیر کے بھیس میں آیا اس نے گردن میں جھولی ڈال کر مسکینوں کی مشابہت اختیار کر رکھی تھی۔ اس آنے والے نے اس قدر زور سے دروازہ کھٹکھٹایا کہ وہ شخص اپنے بستر پر ڈر گیا۔ غلام اس کی طرف دوڑے اور کہنے لگے کیا ہوا؟ اس نے کہا اپنے مالک کو بلاؤ انہوں نے کہا ہمارا آقا تمہارے جیسے آدمی کی طرف آئے گا؟ اس نے کہا ہاں۔ غلاموں نے اسے خبر دی تو اس نے کہا تم نے اس سے کوئی سلوک نہ کیا؟ اس فقیر نے دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ زور سے دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک نگران اس کی طرف اچھلا اس نے کہا اس کو بتاؤ کہ میں موت کا فرشتہ ہوں انہوں نے یہ بات سنی تو مرعوب ہو گئے اور ان

کا اُ قا ذلت اور خشوع کا شکار ہو گیا اس نے کہا اس سے نرمی سے بات کرو اور کہو کہ کیا ہم میں سے کسی ایک کو لینا چاہتا ہے یہ سُن کر ملک الموت اس کے سامنے چلا گیا اور کہا اپنے مال میں جو کچھ کرنا چاہتا ہے کرلے جب تک تیری روح نہ نکالوں میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ اس کے حکم سے مال سامنے رکھا گیا۔ جب اس نے مال دیکھا تو کہنے لگا اے مال! تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو تو نے مجھے اپنے رب کی عبادت سے غافل رکھا اور اپنے رب کے لیے گوشہ نشینی سے روکا اللہ تعالیٰ نے مال کو بولنے کی طاقت دی تو اس نے کہا مجھے کیوں گالی دیتا ہے تو مجھے لے کر بادشاہوں کے پاس جاتا تھا اور نیک لوگوں کو دروازے سے ہٹا دیتا تھا میرے ذریعے طرح طرح کے مزے اُڑاتا تھا اور بادشاہوں کی مجالس میں بیٹھتا تھا۔ تو مجھے برائی کے راستے پر خرچ کرتا لیکن میں تجھے نہیں روکتا تھا اگر تو مجھے بھلائی کی راہ میں خرچ کرتا تو میں تجھے نفع دیتا اے ابن آدم تو مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ چاہے نیکی کرے چاہے برائی کا مرتکب ہو۔ پھر ملک الموت نے اس کی روح قبض کی اور وہ گر گیا۔

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں موت کے فرشتے نے ایک متکبر شخص کی روح قبض کی کہ زمین پر اس کی مثل کوئی نہ تھا پھر اس کی روح کو آسمان کی طرف لے گیا تو فرشتوں نے کہا تم نے جن لوگوں کی رُوح قبض کی ہے ان میں سے کس پر تمہیں زیادہ رحم آیا؟ اس نے کہا جنگل میں ایک عورت تھی مجھے اس کی روح نکالنے کا حکم ہوا میں اس کے پاس آیا تو اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا تھا مجھے اس پر رحم آیا کہ وہ تنہا ہے ماں کا بچہ چھوٹا ہے اور وہ جنگل میں ہے اس کا کوئی نگران بھی نہیں۔ فرشتوں نے کہا جس متکبر کی روح تو نے ابھی قبض کی ہے یہ وہی بچہ ہے جس پر تم نے رحم کھایا تھا پر ملک الموت نے کہا پاک وہ ذات جس پر چاہے لطف فرمائے۔

حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب شب برات ہوتی ہے تو موت کے فرشتے کو فہرست دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں کے نام اس صحیفے میں لکھے ہیں اس سال ان لوگوں کی ارواح قبض کرنا فرماتے ہیں پس آدمی درخت لگاتا ہے اور عورتوں سے نکاح کرتا ہے یا عمارت بناتا ہے حالانکہ اس کا نام اس فہرست میں لکھا ہوتا ہے اور اسے معلوم نہیں ہوتا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر دن موت کا فرشتہ ہر گھر میں تین بار تجسس کرتا ہے پس ان میں سے جس شخص کو یوں پاتا ہے کہ اس کا رزق پورا ہو گیا اور وقت ختم ہو گیا ہے۔ اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے جب وہ اس کی رُوح قبض کرتا ہے تو اس کے گھر والے اس پر روتے اور چیختے چلاتے ہیں۔ چنانچہ موت کا فرشتہ دروازے کے دونوں کواڑ پکڑ کر کہتا ہے اللہ کی قسم! نہ تو میں نے اس کی روزی کھائی اور نہ اس کی عمر ختم کی اور نہ اس کا وقت پورا کیا اور میں تمہارے پاس بار بار آؤں گا۔ حتیٰ کہ تم میں سے کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! اگر وہ ملک الموت کو کھڑا دیکھیں اور اس کا کلام سنیں تو اپنی میت کو بھول کر

اپنے آپ پر روئیں۔

حضرت یزید رقاشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بنی اسرائیل کا ایک متکبر شخص اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا اور گھر کے کسی فرد کے ساتھ علیحدگی میں تھا کہ اس نے دیکھا ایک شخص گھر کے دروازے سے اندر داخل ہوا اور غصے کی حالت میں اس کی طرف لپکا اس نے پوچھا تم کون ہو اور تمہیں کس نے میرے گھر میں آنے دیا ہے۔ اس نے کہا مجھے اس گھر کے مالک نے آنے کی اجازت دی ہے اور میں وہ ہوں کہ مجھے کوئی دربان روک نہیں سکتا میں بادشاہوں سے اجازت نہیں لیتا اور نہ ہی کسی دبدبے والے کا دبدبہ مجھے ڈرا سکتا ہے۔ نہ کوئی سرکش متکبر مجھ سے بچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی سرکش شیطان۔

راوی فرماتے ہیں (یہ سن کر وہ) متکبر شخص پر خوف طاری ہو گیا اور وہ کانپنے لگا حتیٰ کہ منہ کے بل گر گیا پھر نہایت ذلت اور رسوائی کے ساتھ سر اٹھایا اور کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ تو ملک الموت ہے اس نے کہا ہاں میں وہی ہوں اس نے کہا کیا آپ مجھے مہلت دے سکتے ہیں کہ میں از سر نو عہد کروں اور توبہ کروں؟ اس نے کہا نہیں تمہاری مدت ختم ہو گئی اور سانس اور وقت بھی مکمل ہو گیا۔ اب مہلت کا کوئی راستہ نہیں اس نے کہا آپ مجھے کہاں لے جائیں گے۔ فرشتے نے کہا تمہارے اس عمل کی طرف جو تو نے آگے بھیجا ہے اور اس گھر کی طرف جو تو نے تیار کیا ہے اس نے کہا میں نے کوئی نیک عمل آگے نہیں بھیجا اور نہ ہی کوئی اچھا گھر تیار کیا ہے۔ فرشتے نے کہا پھر بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف جو گوشت پوست کو نوچ دے گی پھر اس کی روح نکال لی اور وہ اپنے گھر والوں کے سامنے مردہ حالت میں گر گیا اب کوئی چیخ رہا ہے اور کوئی رو رہا ہے۔ حضرت یزید رقاشی فرماتے ہیں اگر ان لوگوں کو اس کے برے انجام کی اطلاع ہوتی تو اس سے زیادہ روتے۔

حضرت اعمش، حضرت خیثمہ (رحمہما اللہ) سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں موت کا فرشتہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس حاضر ہوا تو آپ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کو مسلسل دیکھتا رہا جب حضرت عزرائیل علیہ السلام باہر نکلے تو اس شخص نے پوچھا یہ کون شخص تھا؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا یہ ملک الموت تھے اس نے کہا میں نے دیکھا کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے گویا میری روح قبض کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا تیری کیا رائے ہے اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس شخص سے بچالیں اور ہوا کو حکم دیں کہ وہ مجھے ہندوستان کے دور دراز علاقے میں لے جائے۔ ہوا نے اسی طرح کیا پھر ملک الموت دوبارہ آئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے فرمایا میں نے دیکھا کہ آپ میرے ایک ہم مجلس کو مسلسل دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا جی ہاں مجھے اس بات پر تعجب ہو رہا تھا کہ مجھے حکم ہوا کہ تھوڑی دیر بعد ہندوستان کے دور دراز علاقے میں اس کی روح قبض کروں اور وہ آپ کے پاس تھا اس لیے مجھے تعجب ہو رہا تھا۔

چوتھا باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کا وصال مبارک

فصل ۱ ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں زندگی اور موت، فعل اور قول اور تمام احوال کے اعتبار سے ایک بہترین نمونہ، ناظرین کے لیے عبرت اور سمجھنے والوں کے لیے بصیرت کا سامان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی معزز نہیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے خلیل، حبیب، اس سے مناجات کرنے والے منتخب، رسول اور نبی ہیں، تو دیکھو آپ کے وصال کے وقت آپ کو ایک گھڑی کی مہلت بھی ملی اور جب وصال کا وقت آیا تو ایک لحظہ کی تاخیر ہوئی ؟ نہیں بلکہ آپ کے پاس وہ معزز معزز فرشتے بھیجے گئے جو مخلوق کی روحیں قبض کرتے ہیں۔ انہوں نے نہایت جدوجہد کے ساتھ آپ کی پاکیزہ مکرم روح کو جسم مطہرہ ومنور سے رحمت و رضوان اور عمدہ اچھے مقامات بلکہ رحمٰن کے جوار میں سچائی کے مقام پر منتقل کیا اس کے باوجود آپ پر نزع کی حالت میں کرب وتکلیف زیادہ ہوئی۔ آپ کی زبان مبارک سے فریاد جاری ہوئی۔ رنگ مبارک بدل گیا اور پیشانی پر پسینہ آگیا نیز حالت اضطراب میں آپ کے دونوں ہاتھ مبارک کبھی کھلتے اور کبھی بند ہوتے۔ حتیٰ کہ حاضرین بھی رونے لگے اور جس نے یہ منظر دیکھا وہ اس شدتِ حال کی وجہ سے بہت رویا، تو کیا منصب نبوت کی وجہ سے یہ تقدیر آپ سے ٹلی، اور کیا ملک الموت نے آپ کے گھر والوں اور خاندان کا خیال کیا یا اس بات کا خیال کیا کہ آپ حق کے مددگار ہیں اور لوگوں کے لیے بشیر ونذیر ہیں۔

ہرگز نہیں! بلکہ انہوں نے حکم خداوندی کی تعمیل کی اور جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا اس کی اتباع کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا یہ معاملہ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کو مقام محمود حاصل ہے اور آپ حوضِ کوثر پر تشریف لے جانے والے اور جام پلانے والے ہیں سب سے پہلے آپ ہی کی قبر مبارک کھلے گی۔ قیامت کی پیشی کے موقع پر آپ شفاعت فرمانے والے ہیں۔

تو تعجب کی بات ہے کہ ہم ان حالات سے سبق نہیں سیکھتے جو کچھ ہم پر گزرنے والا ہے ہمیں اس پر یقین نہیں آتا بلکہ ہم خواہشات کے قیدی اور گناہوں کے ساتھی ہیں تو ہمیں کیا ہو گیا کہ ہم سیدالمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے واقعات کو سامنے نہیں رکھتے حالانکہ آپ متقی لوگوں کے امام اور تمام جہانوں کے

پروردگار کے محبوب ہیں۔

شاید ہم سمجھتے ہیں کہ ہم ہمیشہ باقی رہیں گے یا ہمارا وہم یہ ہے کہ ہم بُرے اعمال کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ہاں کرم ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں! بلکہ ہمیں یقین ہے کہ ہم سب نے جہنم کے اوپر سے گزرنا ہے پھر اس سے وہی لوگ نجات پائیں گے جو متقی ہیں پس گزرنے پر تو یقین ہے لیکن وہاں سے بچ نکلنے اور واپسی کا محض وہم نہیں پھر واپس آنے کا غالب گمان کریں تو اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہوں گے۔ اللہ کی قسم! ہم متقی لوگوں میں سے نہیں ہیں اللہ رب العالمین نے فرمایا۔

وَإِنْ مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا [1]	تم میں سے ہر ایک نے وہاں سے گزرنا ہے یہ تمہارے رب کا حتمی فیصلہ ہے پھر ہم ان لوگوں کو نجات دیں گے جو پرہیزگار ہیں اور ظالموں کو اس میں اوندھے گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

پس ہر بندے کو چاہیے کہ اپنے نفس کو دیکھے کہ وہ ظالموں کے زیادہ قریب ہے یا پرہیزگار لوگوں کے سلف صالحین کی سیرت کو دیکھنے کے بعد اپنے آپ کو دیکھے اس کے باوجود کہ ان کو توفیق حاصل تھی، وہ خوفزدہ رہتے تھے[2]۔

پھر تمام رسولوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو آپ کا معاملہ یقین پر مبنی تھا کیونکہ تمام نبیوں کے سردار اور متقی لوگوں کے قائد تھے تو دیکھو کہ دنیا سے جدا ہونے وقت آپ کس طرح کرب میں مبتلا ہوئے اور جنت الماویٰ کی طرف منتقلی کے وقت آپ پر ہی معاملہ کس قدر سخت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ دنیا سے رخصت ہونے والے تھے آپ نے ہمیں دیکھا تو آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر فرمایا۔

تمہارا آنا اچھا ہو اللہ تعالیٰ تمہیں زندہ رکھے تمہیں پناہ دے اور تمہاری مدد فرمائے میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا طلب گار ہوں میں تمہارے لیے واضح ڈر سنانے والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے شہروں اور اس کے بندوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تجاوز نہ کرنا

---

[1] قرآن مجید، سورۂ مریم آیت ۷۱، ۷۲۔

[2] المطالب العالیہ جلد ۴ ص ۲۶۰۔ حدیث ۴۳۹۲۔

موت کا وقت آگیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف نیز سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماویٰ، اور بھرپور جام کی طرف لوٹنا ہے میری طرف سے اپنے آپ کو اور میرے بعد جو تمہارے دین میں داخل ہوں ان کو سلام کہنا

ایک روایت میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال کے وقت حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا "مَنْ لِأُمَّتِيْ بَعْدِيْ" میرے بعد میری امت کے لیے کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری دیجیے کہ میں ان کو ان کی امت کے سلسلے میں رسوا نہیں کروں گا اور ان کو یہ خوشخبری بھی دیں کہ جب لوگوں کو قبروں سے نکالا جائے گا تو سب سے پہلے میرے حبیب باہر تشریف لائیں گے جب وہ جمع ہوں گے تو آپ ہی ان کے سردار ہوں گے اور جب تک آپ کی اُمت جنت میں داخل نہ ہو جائے باقی لوگوں کے لیے وہ حرام رہے گی (یہ سُن کر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَلْآنَ قَرَّتْ عَيْنِيْ" اب میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوئی ہے[1]

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آپ کو سات کنوؤں (کے پانی) سے سات مشکیزوں سے غسل دیں۔ ہم نے ایسا ہی کیا تو آپ نے آرام پایا پھر آپ تشریف لے گئے اور صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ اہل اُحد کے لیے دعائے مغفرت کی اور انصار کے حق میں وصیت فرمائی اس کے بعد ارشاد فرمایا۔

"حمد و صلوٰۃ کے بعد! اے مہاجرین کے گروہ! تم بڑھتے جاؤ گے اور انصار آج والی حالت پر ہی رہیں گے اور انصار میرے رازدان ہیں جن کے پاس میں نے ٹھکانہ حاصل کیا پس اُن کے محسن کی تعظیم کرو اور ان کے خطاکار سے درگزر کرو۔" پھر فرمایا ایک بندے کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ دنیا کو اختیار کرے یا اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے؟ تو اس بندے نے اس چیز کو اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے اور سمجھ گئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات والا صفات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر! صبر اختیار کرو (اور فرمایا) مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کر دو صرف ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ کے مکان) کا دروازہ کھلا رہے میں رفاقت و محبت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں پاتا[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر، میری باری کے دن اور میری ہی گود میں

---

[1] مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۳۰ کتاب علامات النبوۃ

[2] مسند امام احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۱۹۸ مرویات عائشہ، جلد ۳ ص ۵۰۰ مرویات مالک انصاری، مجمع الزوائد جلد ۱ ص ۴۲ کتاب المناقب

میرے سینے اور گردن کے درمیان وصال فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے وصال کے وقت میرے اور آپ کے لعاب کو جمع فرمایا۔ میرے بھائی حضرت عبدالرحمٰن حاضر ہوئے اور ان کے ہاتھ میں سواک تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھنے لگے تو میں جان گئی کہ آپ نے اسے پسند فرمایا میں نے پوچھا میں یہ مسواک ان سے آپ کے لیے لوں چنانچہ میں نے وہ مسواک آپ کو دی اور آپ نے اسے اپنے منہ مبارک میں داخل کیا تو آپ کو سخت محسوس ہوئی۔ میں نے پوچھا نرم کر دوں؟ آپ نے سر انور سے اشارہ فرمایا کہ ہاں۔ میں نے اسے (دانتوں سے) نرم کر دیا۔ آپ کے سامنے پانی کا ایک پیالہ تھا آپ اس میں اپنا ہاتھ مبارک داخل کرتے اور فرماتے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بے شک موت کی سختیاں ہیں۔

پھر آپ نے اپنا دست مبارک اوپر کی طرف اٹھایا اور فرمایا۔ رفیق اعلیٰ "رفیق اعلیٰ" میں نے کہا اللہ کی قسم! اب آپ ہمیں پسند نہیں فرمائیں گے[1]

حضرت سعید بن عبداللہ (رضی اللہ عنہما) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں جب انصار نے دیکھا کہ آپ کی طبیعت مبارک بھاری ہوتی جاتی ہے تو انہوں نے مسجد شریف کے چکر لگانا شروع کر دیے (اس دوران) حضرت عباس رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور آپ کو بتایا کہ صحابہ کرام جمع ہیں اور خوفزدہ ہیں پھر حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے اور اسی قسم کی خبر دی اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور وہی بات بتائی آپ نے ہاتھ پھیلایا اور فرمایا پکڑ لو پھر پوچھا تم کیا کہتے ہو انہوں نے عرض کیا ہمیں آپ کے وصال کا ڈر ہے اور مردوں کے آپ کے پاس جمع ہونے کی وجہ سے عورتوں نے بھی چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم کا سہارا لیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آگے آگے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی اور آپ قدم مبارک گھسیٹ کر چل رہے تھے۔ حتیٰ کہ آپ منبر شریف کے سب سے نچلے درجہ پر تشریف فرما ہوئے اور صحابہ کرام آپ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

اے لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگوں کو میرے وصال کا خوف ہے۔ گویا تم موت سے نفرت کرتے ہو۔ تم جو میری موت کا انکار کرتے ہو تو کیا میں نے تمہیں اپنی موت کی خبر نہیں دی یا تمہیں اپنی موت کی خبر نہیں پہنچی کیا

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۴۰ کتاب المغازی۔

مجھ سے پہلے کوئی نبی ہمیشہ رہا کہ میں بھی ہمیشہ رہوں سنو! میں بھی اپنے رب سے ملنے والا ہوں اور تم بھی اس سے ملنے والے ہو میں تمہیں پہلے مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں اور مہاجرین کو بھی باہم خیر خواہی کا حکم دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

زمانے کی قسم! بے شک انسان نقصان میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے نیز جو ایک دوسرے کو سچائی کی تلقین کرتے اور صبر کی نصیحت کرتے ہیں۔

بے شک معاملات اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوتے ہیں ایسا نہ ہو کہ کسی امر کی تاخیر کے باعث تم اس کی جلدی کی درخواست کرو اللہ تعالیٰ کسی کی جلدی کی وجہ سے جلدی نہیں کرتا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر غالب ہونا چاہے اللہ تعالیٰ اس پر غالب ہوتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہے اللہ تعالیٰ اس کو دھوکے کا بدلہ دیتا ہے تو کیا قریب ہے کہ تم کو حکومت ملے تو تم زمین میں فساد پھیلاؤ اور رشتہ داری سے قطع تعلق کرو۔ میں تمہیں انصار سے بھلائی کی وصیت کرتا ہوں یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے تمہیں پہلے ٹھکانہ دیئے اور ایمان میں اخلاص کا مظاہرہ کیا ان سے اچھا سلوک کرنا کیا انہوں نے اپنے پھلوں کا نصف تمہیں نہیں دیا کیا انہوں نے اپنے گھروں میں تمہارے لیے کشادگی پیدا نہیں کی۔ کیا انہوں نے بھوک پیاس کے باوجود تمہیں اپنے اوپر ترجیح نہیں دی۔ پس جو شخص دو آدمیوں کے درمیان فیصلے کا مختار ہو تو وہ ان کے نیکوکاروں کی نیکی قبول کرے اور خطا کار سے درگزر کرے۔ سنو! ان پر کسی کو ترجیح نہ دو سنو! میں تم سے آگے جا رہا ہوں اور تم مجھ سے ملنے والے ہو سنو! تمہارے وعدے کی جگہ حوض ہے۔ میرا حوض شام سے بصریٰ اور یمن کے صنعا کے درمیان فاصلہ سے بھی زیادہ چوڑا ہے اس میں کوثر کا ایک پرنالہ گرتا ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید جھاگ سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ جو آدمی اس سے پیئے گا وہ کبھی بھی پیاسا نہیں ہوگا۔ اس کی کنکریاں موتی اور خاک کستوری ہے۔ جو شخص کل قیامت کے دن اس سے محروم رہا وہ ہر قسم کی بھلائی سے محروم رہا۔ سنو۔ جو شخص کل قیامت کے دن اس حوض پر میرے پاس آنا چاہتا ہے وہ غیر مناسب باتوں سے اپنی زبان اور ہاتھوں کو روکے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کو کچھ وصیت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا میں اس امر (خلافت) کی وصیت قریش کو کرتا ہوں باقی لوگ قریش کے تابع ہیں ان کے نیک ان کے نیکوں اور ان کے بُرے ان کے بُروں کے تابع ہیں۔ اے قریش والو! لوگوں کی بھلائی چاہنا اے لوگو! گناہ نعمتوں کو بدل دیتے ہیں اور عادتوں میں تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں پس جب لوگ نیک ہوں گے تو ان کے حکمران بھی نیک ہوں گے

اور جب لوگ نافرمان ہوں گے تو حاکم بھی ان پر رحم نہیں کریں گے۔
ارشاد خداوندی ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ [1]

اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کرتے ہیں یہ ان کے اعمال کی سزا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوبکر! سوال کرو، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا موت قریب آگئی ہے؟ آپ نے فرمایا موت قریب آگئی اور بہت قریب آگئی ۔ آپ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ آپ کو مبارک ہو۔ کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سدرۃ المنتہیٰ کی طرف پھر جنت الماوی، فردوس اعلیٰ، بھرپور پیالے، رفیق اعلیٰ اور خوشگوار عیش سے ملنے والے حصے کی طرف جا رہا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو غسل کون دے گا؟ آپ نے فرمایا میرے اہل بیت میں سے قریب تر لوگ، عرض کیا ہم آپ کو کونسے کپڑوں میں کفن پہنائیں۔ آپ نے فرمایا میرے انہی کپڑوں میں نیز یمنی حلے اور مصری سفید کپڑوں میں ——— انہوں نے عرض کیا آپ پر نماز جنازہ کا کیا طریقہ ہوگا؟ یہ کہہ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ہم سب رو پڑے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی رو دیئے پھر فرمایا بس کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمائے اور تمہیں اپنے نبی کی طرف سے اچھا بدلہ دے جب تم مجھے غسل دے لو اور کفن بھی پہنا دو تو مجھے میرے اسی حجرہ مبارکہ میں چارپائی پر رکھنا اور چارپائی کو قبر کے کنارے پر رکھ کر کچھ دیر کے لیے باہر چلے جانا کیونکہ سب سے پہلے مجھ پر میرا رب صلوٰۃ (رحمت) بھیجے گا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ [2]

وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے بھی۔

پھر وہ اپنے فرشتوں کو میرے لیے دعائے رحمت کی اجازت دے گا تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب پہلے مجھ پر حضرت جبریل علیہ السلام نماز پڑھیں گے (یعنی درود شریف بھیجیں گے) پھر حضرت میکائیل علیہ السلام پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام اور پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ آئیں گے۔ پھر تمام فرشتے آئیں گے اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے۔

---

[1] قرآن مجید، سورۂ انعام آیت ۱۲۹   [2] قرآن مجید، سورۂ احزاب آیت ۴۳۔

پھر تم لوگ پڑھو گے پس تم جماعت در جماعت اور گروہ در گروہ آنا اور مجھ پر صلوٰۃ وسلام پیش کرنا، نیز چلانے اور رونے کے ذریعے مجھے اذیت نہ پہنچانا تم میں سے جو امام ہو وہ آغاز کرے اور میرے اہل بیت میں سے زیادہ قربت والے پھر عورتوں کی جماعت اور پھر بچوں کا گروہ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ کو قبر شریف میں کون اتارے گا؟ فرمایا میرے اہل بیت کے قریبی لوگ اور بے شمار فرشتے ہوں گے تم ان کو دیکھ نہیں سکو گے اور وہ تمہیں دیکھ رہے ہوں گے۔ اٹھو اور میری طرف سے بعد والوں کو (دین) پہنچاؤ۔[1]

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ربیع الاول شریف کے شروع میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نماز کے لیے عرض کیا تو آپ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نکلا تو کچھ لوگوں کے درمیان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں نہ تھے میں نے کہا اے عمر! اٹھیں اور نماز پڑھائیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے تکبیر کہی۔ آپ کی آواز بلند تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آواز میں تکبیر سنی تو فرمایا ابوبکر کہاں ہیں! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آگے ہونے کو نہ اللہ تعالیٰ مانے گا اور نہ لوگ۔ آپ نے تین بار فرمایا ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان پر رونا غالب آجائے گا۔ آپ نے فرمایا تم حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے والی عورتیں ہو حضرت ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔[2]

راوی فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے تم نے میرے ساتھ کیا کیا۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ گمان نہ ہوتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے تو میں ایسا نہ کرتا حضرت عبداللہ بن زمعہ نے عرض کیا میں نے آپ سے بہتر کسی کو نہ دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے عذر پیش کیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ دنیا سے رغبت نہیں رکھتے تھے اور نہ آپ کو خلافت سے غرض تھی کیونکہ اقتدار میں خطرات اور ہلاکت ہے ہاں جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ اور مجھے یہ بھی ڈر تھا کہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کسی کو آپ کی جگہ نماز پڑھاتے ہوئے پسند نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ پس وہ آپ سے حسد کرنے لگیں، سرکشی کی راہ اختیار کریں

---

[1] المستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۶۰ کتاب المغازی۔ [2] مسند امام احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۳۴ مرویات عائشہ

اور بدفالی لیں یقیناً دہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی اور دنیوی تمام امور میں ہر قسم کے خوف سے بچا لیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صبح کے وقت آپ کے مزاج شریف میں کچھ سکون دیکھا اس لیے صحابہ کرام خوشی خوشی اپنے گھروں اور کام کاج کے لیے چلے گئے اور نبی اکرم کے پاس صرف عورتیں رہ گئیں ہم اسی حالت میں تھے کہ گویا اس سے پہلے ایسی امید اور خوشی نہ تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس سے چلی جاؤ یہ فرشتہ مجھ سے اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ چنانچہ حجرہ مبارکہ سے میرے علاوہ سب چلے گئے۔ آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا جب آپ تشریف فرما ہوئے تو میں ایک کونے میں ہوگئی۔ فرشتے نے طویل گفتگو کی پھر مجھے بلایا اور دوبارہ اپنا سر مبارک میری گود میں رکھ دیا اور عورتوں سے فرمایا تم بھی اندر آ جاؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ آہٹ حضرت جبریل علیہ السلام کی نہ تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اے عائشہ! یہ موت کا فرشتہ تھا جو میرے پاس آیا اور اس نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا اور حکم دیا ہے کہ میں آپ کے پاس اجازت کے بغیر نہ آؤں۔ اگر آپ اجازت نہیں دیتے تو میں چلا جاتا ہوں اور اگر آپ اجازت دیتے ہیں تو میں اندر آ جاتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اجازت کے بغیر آپ کی روح مبارک قبض نہ کروں آپ کا کیا حکم ہے؟ پس میں نے کہا ٹھہر جاؤ حتیٰ کہ حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئیں کیونکہ یہ ان کے آنے کا وقت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم نے ایک ایسی بات کا سامنا کیا جس کے بارے میں ہمارے پاس کوئی جواب یارائے نہ تھی۔ پس ہم خاموش ہو گئے گویا ہم ایک بہت بڑی چیخ کی وجہ سے جامد و ساکت ہو گئے ہیں اس بات کی بڑائی اور ہیبت کی وجہ سے کوئی بھی شخص بول نہ سکتا تھا۔ ام المومنین فرماتی ہیں اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے جب مجھے ان کے آنے کا علم ہو گیا اور باقی تمام لوگ باہر چلے گئے وہ داخل ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ کی مزاج پرسی فرماتا ہے حالانکہ وہ آپ کی حالت کو خوب جانتا ہے لیکن وہ آپ کو مزید کرامت و شرافت عطا کرنا چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تمام مخلوق سے آپ کی کرامت و شرف زیادہ ہو اور یہ بات (مزاج پرسی) آپ کی امت میں بطور سنت جاری ہو۔ آپ نے فرمایا مجھے درد محسوس ہو رہا ہے انہوں نے عرض کیا خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ آپ کو اس مقام تک پہنچانا چاہتا ہے جو اس نے آپ کے لیے تیار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اے جبریل ملک الموت نے مجھ سے اجازت طلب کی پھر آپ نے پوری بات بتائی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا آپ کا رب آپ کا مشتاق ہے۔ کیا اس نے نہیں بتایا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے؟ بخدا ملک الموت نے آج تک کسی سے اجازت نہیں مانگی اور نہ آئندہ کسی سے اجازت مانگے گا۔ لیکن آپ کا رب آپ کے شرف

کو پورا کرنے والا ہے اور وہ آپ کا مشتاق ہے۔ آپ نے فرمایا ملک الموت کے آنے تک آپ یہاں سے نہ جائیں اور عورتوں کو اندر آنے کی اجازت دی۔ آپ نے فرمایا اے فاطمہ! میرے قریب ہو جاؤ وہ آپ کی طرف جھکیں آپ نے ان کے کان میں سرگوشی کی۔ انہوں نے سر اٹھایا تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ان میں بات کرنے کی سکت نہ تھی پھر فرمایا اپنا سر میرے قریب کرو وہ آپ کی طرف جھک گئیں تو آپ نے دوبارہ سرگوشی فرمائی، حضرت خاتون جنت نے سر اٹھایا تو مسکرا رہی تھیں لیکن کلام کرنے کی طاقت نہ تھی۔ ہمیں ان کی حالت سے تعجب ہوا اس کے بعد جب ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ میں آج انتقال کر جاؤں گا پھر فرمایا میں نے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تجھے میرے ساتھ لائے چنانچہ میں ہنس پڑی۔ پھر خاتون جنت نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کیا آپ نے ان دونوں کو سونگھا۔

حضرت ام المومنین فرماتی ہیں اس دوران ملک الموت آ گئے اور سلام پیش کر کے اجازت مانگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی، فرشتے نے پوچھا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں آپ نے فرمایا میرے رب اعلیٰ تک مجھے پہنچا دو۔ انہوں نے عرض کیا آج ہی ملا دوں گا۔ آپ کا رب تو آپ کا مشتاق ہے اور آپ کے لیے جس قدر تردد ہے اس قدر کسی کے لیے نہیں ہے اور آپ کے علاوہ کسی اور کے پاس بغیر اجازت جانے سے منع نہیں فرمایا، لیکن آپ کی ساعت آپ کے سامنے ہے یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ! یہ میرا زمین پر اترنا آخری بار ہے پھر کبھی نہیں اتروں گا، وحی بھی لپیٹ دی گئی اور زمین بھی، اب زمین پر مجھے آپ کے سوا کوئی کام نہ تھا اور میری غرض صرف آپ کی بارگاہ میں حاضری تھی۔ اب میں اپنی جگہ پر رہوں گا۔ ام المومنین فرماتی ہیں گھر میں کسی کو بولنے کی تاب نہ تھی اور اس کلام کی عظمت کے پیش نظر کوئی مردوں کو بھی بلا نہ سکتا تھا ہم سب سہمے ہوئے اور خوف زدہ تھے فرماتی ہیں پھر میں اٹھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی حتیٰ کہ آپ کا سر انور اپنی چھاتی کے ساتھ لگایا اور آپ کے سینہ مبارکہ کو تھام لیا آپ پر بیہوشی طاری ہو گئی حتیٰ کہ غالب آ گئی۔ آپ کی پیشانی سے اس قدر پسینہ ٹپکتا تھا کہ میں نے کبھی کسی انسان سے اس قدر نہیں دیکھا میں وہ پسینہ پونچھتی تھی اور اس سے زیادہ خوشبودار چیز میں نے نہیں دیکھی جب آپ کو افاقہ ہوا تو میں نے کہا میرے ماں باپ، میری جان اور گھر والے سب آپ پر قربان ہوں آپ کی پیشانی پر اس قدر پسینہ کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ! مومن کی جان پسینے کے ذریعے نکلتی ہے اور کافر کی جان گدھے کی جان کی طرح اس کی باچھوں سے نکلتی ہے[1] اس وقت ہم ڈر گئے اور اپنے گھر

---

[1] مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۲۲۶ کتاب الجنائز

کسی کو بھیجا سب سے پہلے میرے بھائی تشریف لائے لیکن وہ آپ سے ملاقات نہ کر سکے انہیں میرے والد ماجد نے میرے پاس بھیجا تھا اور کسی شخص کے آنے سے پہلے ہی آپ نے جان، جان آفریں کے سپرد کی اور اللہ تعالےٰ نے سب کو روک رکھا تھا کیونکہ آپ کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام کے سپرد کر رکھا تھا اور جب آپ پر بیہوشی طاری ہوئی تو آپ نے فرمایا "بَلِ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی" (رفیق اعلیٰ کے پاس جانا ہے)[1] گویا آپ کو بار بار اختیار دیا جاتا تھا آپ کو جب بھی گفتگو کی طاقت ہوئی تو آپ نے فرمایا۔

اَلصَّلٰوۃَ اَلصَّلٰوۃَ اِنَّکُمْ لَا تَزَالُوْنَ	نماز کا خیال رکھنا، نماز کا خیال رکھنا تم ہمیشہ قائم
مُتَمَاسِکِیْنَ مَا صَلَّیْتُمْ جَمِیْعًا	اور مضبوط رہو گے جب تک باجماعت نماز پڑھو گے
اَلصَّلٰوۃَ اَلصَّلٰوۃَ۔	نماز کا خیال رکھنا (دو بار فرمایا)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرمانے تک نماز کی وصیت کرتے رہے۔ آپ فرماتے "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" نماز کا خیال رکھنا، نماز کا خیال رکھنا[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوموار کے دن چاشت اور دوپہر کے درمیان وصال فرمایا۔[3]

حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے سوموار کا دن موافق نہیں آیا۔ اللہ کی قسم! اس دن امت کو بڑی مصیبت ہوا کرے گی۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اسی طرح فرمایا کہ سوموار کا دن مجھے موافق نہیں آیا۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن فرمایا اسی دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اسی دن (میرے خاوند) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور اسی دن میرے والد شہید ہوئے پس میں نے سوموار کے دن کوئی بھلائی نہیں پائی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام سب مصیبت میں مبتلا ہوئے اور رونے کی آواز بلند ہوئی تو فرشتوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے کپڑے سے ڈھانپ لیا اب صحابہ کرام میں اختلاف ہوا۔ بعض نے آپ کے وصال کی تصدیق نہ کی اور بعض تو ایک عرصہ تک بول ہی نہ سکے۔ کچھ کی عقل نے کام کرنا چھوڑ دیا تو ان کی گفتگو سمجھ نہ آتی اور بعض کے ہوش و حواس ٹھکانے پر نہ رہے اور کچھ لوگ بیٹھے رہ گئے۔

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۲۷۴ مرویات عائشہ [2]

[3] دلائل النبوۃ جلد ۷ ص ۲۱۳ باب فی مرض موتہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں تھے جو آپ کے وصال کو جھٹلاتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیٹھ جانے والوں میں سے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بول نہ سکنے والوں میں شامل تھے جو بول نہ سکے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باہر لوگوں کے پاس آئے اور فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور واپس لائے گا اور ان منافقوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دے گا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی تمنا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ سے اسی طرح وعدہ فرمایا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا اور آپ تشریف لائیں گے۔

ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا اے لوگو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اپنی زبانوں کو روک کر رکھو۔ آپ کا انتقال نہیں ہوا اللہ کی قسم! اگر میں نے کسی سے سنا کہ وہ آپ کے وصال کا ذکر کرتا ہے تو اپنی تلوار سے اس کے ٹکڑے کر دوں گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو بیٹھ ہی گئے وہ مسلسل گھر میں رہتے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کسی سے گفتگو نہ کرتے آپ کو ہاتھ پکڑ کر لایا اور لے جایا جاتا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرح کسی مسلمان کی حالت نہ تھی اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو استقامت عطا فرمائی۔ اگرچہ صحابہ کرام صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات کا لحاظ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کو چکھا ہے اور آپ نے خود اپنی حیات طیبہ میں تمہارے سامنے فرمایا[1] ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ[2]	بے شک آپ کو موت آئے گی اور ان کو بھی موت کا مزہ چکھنا ہے پھر بے شک تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بنو حارث بن خزرج میں تھے کہ آپ کو خبر ملی آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کی طرف دیکھا اور جھک کر آپ کا بوسہ لیا پھر فرمایا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دو مرتبہ موت کا مزہ نہیں چکھائے گا اللہ کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما چکے ہیں۔ پھر آپ صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو! جو شخص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوجا کرتا تھا تو آپ وصال فرما چکے ہیں اور جو آدمی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی عبادت کرتا تھا

---

[1] دلائل النبوۃ جلد ۷ ص ۲۱۴ باب فی مرض موتہ [2] قرآن مجید، سورۃ زمر آیت ۳۰، ۳۱۔

تو وہ (رب) زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی[1]

ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ[2]

اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں آپ سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں پس کیا اگر آپ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔

تو گویا صحابہ کرام نے یہ آیت آج ہی سنی تھی (اس سے پہلے نہیں سنی تھی)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب آپ کے وصال کی خبر ملی تو آپ درود شریف پڑھتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارکہ میں داخل ہوئے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آپ کی آواز دانتوں کی رگڑ سے نکلتی تھی۔

لیکن اس کے باوجود آپ قول وفعل میں مضبوط تھے۔ چنانچہ آپ نے جھک کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹایا اور آپ کی پیشانی اور رخسار مبارک پر بوسہ دیا اور چہرہ انور پر ہاتھ پھیرا اور روتے ہوئے کہنے لگے میرے ماں باپ، میری جان اور سب گھر والے آپ پر قربان ہوں آپ کی حیات طیبہ بھی اچھی اور وصال مبارک بھی خوب ہے۔ آپ کے وصال سے وہ سلسلہ (نبوت) ختم ہوگیا جو کسی نبی کے وصال سے ختم نہیں ہوا آپ کی ذات بیان وصف اور رونے سے بلند ہے آپ کو اس طرح مقام خاص ملا کر سب کے رنج وغم کے ضامن ہوگئے اور عمومیت ملی کہ سب کے لیے آپ کی رحمت وشفقت برابر ہے۔ اگر آپ کا وصال آپ کے اختیار سے نہ ہوتا تو ہم آپ کے غم میں اپنی جانیں فدا کر دیتے اور اگر آپ نے ہمیں رونے سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپ کے فراق میں آنکھوں کا پانی ختم کر دیتے۔ لیکن جو بات ہم اپنے آپ سے دور نہیں کر سکتے وہ رنج اور آپ کی یاد ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی۔ یا اللہ! ہماری طرف سے یہ باتیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے رب کی بارگاہ میں ہمارا ذکر کیجیے اور ہمیں اپنے قلب مبارک میں ضرور جگہ عطا فرمائیں اگر آپ نے اپنے پیچھے وقار نہ چھوڑا ہوتا تو آپ کے بعد کی شقت کو کوئی بھی برداشت نہ کر سکتا۔ یا اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف سے یہ باتیں پہنچا دے اور ہمارے درمیان آپ کی حفاظت فرمائے[3]

---

[1] دلائل النبوۃ جلد ۷، ص ۲۱۷ باب فی مرض موتہ۔

[2] قرآن مجید، سورۃ آل عمران آیت ۱۴۴۔ [3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب حجرۂ مبارکہ میں داخل ہوئے اور درود شریف پڑھا۔ آپ کی تعریف میں کلمات کہے تو گھر والوں میں ایک شور اٹھا جو تمام نمازیوں نے سنا آپ جب بھی کوئی کلمہ کہتے آواز مزید بلند ہوتی۔ حاضرین کی آواز اس وقت تھم گئی جب ایک بلند آواز شخص نے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا السلام علیکم اہل البیت (اے گھر والو! السلام علیکم)

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ [1] ہر نفس نے موت کو چکھنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر جانے والے کی جگہ نگرانی فرماتا ہے ہر رغبت کو پورا کرتا اور ہر خوف سے نجات دیتا ہے پس اللہ تعالیٰ سے امید رکھو اور اسی پر اعتماد کرو جب دیکھا تو کوئی بھی نظر نہ آیا۔ انہوں نے پھر رونا شروع کر دیا۔ اب ایک اور منادی نے ندا دی وہ اس کی آواز سے مانوس نہ تھے اس نے کہا اے اہل بیت! ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور اس کا شکر ادا کرو تاکہ تم مخلص لوگوں میں سے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہر مصیبت سے تسلی دیتا ہے اور ہر مرغوب چیز کا عوض عطا فرماتا ہے پس اللہ تعالیٰ کا ہی حکم مانو اور اس کے حکم پر عمل کرو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ حضرت خضر اور حضرت الیسع علیہما السلام تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکمل خطبہ نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کھڑے ہوئے جب لوگوں نے آنسو بہانا بند کر دیے آپ کے خطبہ کا اکثر حصہ درود شریف پر مشتمل تھا۔ آپ نے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور شکر ادا کرنے کا ذکر کیا اور فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا کفار کی جماعتوں کو شکست دی پس اللہ تعالیٰ کے لیے تعریف ہے جو ایک ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کتاب اسی طرح ہے جس طرح نازل ہوئی تھی اور دین بھی اسی حالت میں ہے جس طرح شروع ہوا تھا۔ حدیث اسی حالت میں جس طرح آپ نے بیان فرمایا اور قول بھی اپنی اصل حالت میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی واضح و ظاہر حق ہے۔ یا اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرما جو تیرے بندے، تیرے رسول، تیرے حبیب، تیرے امین، تیرے مختار اور تیرے چنے ہوئے ہیں جس قدر رحمت تو دوسروں پر بھیجتا ہے اس سے افضل درود و رحمت نازل فرما۔ یا اللہ! تو اپنی رحمت، عفو و درگزر، رحمت اور برکات رسولوں کے سردار خاتم النبیین امام المتقین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کر دے جو بھلائی

---

[1] قرآن مجید، سورۂ عنکبوت آیت ۵۷۔

کی طرف بے جانے والے اور بھلائی کے پیشوا ہیں نیز رسولِ رحمت ہیں۔ یا اللہ! ان کا قرب زیادہ فرما، ان کی دلیل کو عظمت عطا فرما۔ ان کے مقام کو مکرم و محترم فرما اور آپ کو مقام محمود پر فائز فرما کہ پہلے اور پچھلے آپ کو دیکھ کر رشک کریں اور قیامت کے دن آپ کے مقام محمود سے ہمیں نفع عطا فرمانا اور دنیا و آخرت میں آپ کو ہمارے درمیان رکھنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں درجہ اور وسیلہ عطا فرمانا۔ یا اللہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما نیز آپ کو اور آپ کی آل کو برکت عطا فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رحمت و برکت سے نوازا ہے۔ بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگی والا ہے۔

اے لوگو! جو شخص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو آپ کا انتقال ہو گیا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس کو موت نہیں آئے گی بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کے معاملے میں اپنا فیصلہ دیا تو آپ کو بے صبری سے نہ پکارو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس چیز کو جو اس کے پاس ہے اس چیز پر ترجیح دی ہے جو تمہارے پاس ہے اور آپ کو ثواب عطا کرنے کے لیے اپنے پاس بلا لیا ہے اور اپنے نبی کی کتاب و سنت کو ان کی جگہ تمہارے درمیان چھوڑا ہے پس جو شخص ان دونوں کو اختیار کریگا وہ جان جائے گا اور جو ان کے درمیان فرق کرے گا وہ اس آیت کا منکر ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ[1] — اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ خوب قائم ہو جاؤ۔

شیطان تمہارے نبی کے وصال کی وجہ سے تمہیں غافل نہ کر دے اور نہ ہی تمہیں تمہارے دین کے بارے میں فتنے میں ڈالے۔ بھلائی کے ذریعے شیطان کے خلاف جلدی کرو اسے تھکا دو گے اور اس کا انتظار نہ کرو ورنہ وہ تم پر حملہ آور ہو کر تمہیں فتنے میں مبتلا کر دے گا۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبہ سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے عمر! مجھے آپ کے بارے میں معلوم ہوا کہ آپ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا کیا آپ نہیں دیکھتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں دن فلاں بات فرمائی اور فلاں دن فلاں فلاں بات ارشاد فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا۔

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ[3] — بے شک آپ بھی دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں اور ان لوگوں نے بھی مرنا ہے۔

---

[1] قرآن مجید سورۃ النساء آیت ۱۳۵ [3] قرآن مجید سورۃ الزمر آیت ۳۰

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی اس کے باعث ایسا محسوس ہوا کہ گویا میں نے یہ آیت اس سے پہلے سنی ہی نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ کتاب اللہ اسی طرح ہے جس طرح نازل ہوئی حدیث شریف بھی اسی طرح ہے جیسے بیان ہوئی اور اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس کے لیے موت نہیں ہم سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور بے شک ہم نے اسی کی طرف لوٹنا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں۔ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں چاہتے ہیں، پھر آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔[۱]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب صحابہ کرام، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کے لیے جمع ہوئے تو کہنے لگے اللہ کی قسم ہمیں معلوم نہیں ہم آپ کو کیسے غسل دیں کیا عام معمول کے مطابق آپ کا لباس اتار دیں یا کپڑوں کے اندر ہی غسل دے دیں۔ آپ فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی حتیٰ کہ ان میں سے کوئی ایسا نہ رہا جو اپنی چھاتی پر داڑھی رکھے سویا ہوا نہ ہو پھر کسی کہنے والے نے کہا اور نہ معلوم وہ کون تھا، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دو۔ چنانچہ وہ بیدار ہوئے اور انہوں نے اسی طرح کیا۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قمیص کے ساتھ ہی غسل دیا گیا یہاں تک کہ جب غسل سے فارغ ہوئے تو آپ کو کفن پہنایا گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے آپ کی قمیص اتارنے کا ارادہ کیا تو ہمیں آواز دی گئی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس نہ اتارنا چنانچہ ہم نے قمیص کو اسی طرح رہنے دیا۔ اور دوسرے فوت شدہ مسلمانوں کی طرح آپ کو اسی طرح لٹا کر غسل دیا۔ جب ہم کسی عضو کو بدلنا چاہتے تو ہمیں ذرا بھر تکلیف نہ ہوتی اور وہ عضو خود بخود بدل جاتا تھا حتیٰ کہ ہم غسل سے فارغ ہو گئے۔ ہمیں ہوا کی طرح ہلکی سی سرسراہٹ سنائی دیتی اور آواز آئی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نرمی اختیار کرنا تمہیں کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک اس طرح ہوا آپ نے کوئی اونی اور بالوں سے بنا ہوا کپڑا نہ چھوڑا سب کچھ آپ کے ساتھ دفن ہو گیا۔

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قبر میں آپ کا بچھونا اور چادر بچھائی گئی اور اس کے اوپر وہ تمام کپڑے رکھ دیے گئے جو آپ زیب تن فرماتے تھے۔ پھر آپ کو کفن سمیت رکھ دیا گیا تو آپ نے وفات کے بعد کوئی مال نہ چھوڑا اور نہ زندگی میں کوئی اینٹ پر اینٹ اور بانس پر بانس رکھا (عمارت نہ بنائی)[۲] تو آپ کی وفات میں مسلمانوں کے لیے سامان درس اور بہترین نمونہ ہے۔

---

(۱) دلائل النبوۃ جلد ۷ ص ۲۱۷ باب فی مرض مرتبہ۔ ؎۲

فصل ۲

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وقت وصال آیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور آپ نے بطور مثال یہ شعر پڑھا۔

لَعَمْرُكَ مَا يُغْنِي الثَّرَاءُ عَنِ الْفَتَى	آپ کی عمر کی قسم دولت مرد نوجوانوں کے کام نہیں آتی
إِذَا حَشْرَجَتْ يَوْمًا وَضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ	جب جان لبوں پر آئے اور سینے میں دم رکا ہوا ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا یہ بات نہیں بلکہ یوں کہو۔

(ارشاد خداوندی ہے)

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ	اور موت کی سختی سچ مچ آپہنچی (اے نادان) یہ ہے
ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ [1]	وہ جس سے تو دور بھاگا کرتا تھا۔

میرے ان دو کپڑوں کو دیکھو پس ان کو دھو کر مجھے ان میں کفن پہنا دینا کیونکہ فوت شدہ کے مقابلے میں زندہ آدمی، جدید کپڑے کا زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت فرمایا۔

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ	سفید رنگ والے جن کی چہرہ انور کے طفیل بادل
رَبِيعُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ	برستے تھے آپ یتیموں کی بہار اور بیوہ عورتوں کی حفاظت کرنے والے تھے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے صحابہ کرام اندر داخل ہوئے اور عرض کیا کہ کسی طبیب کو نہ بلائیں جو آپ کا حال دیکھے فرمایا، میرے طبیب نے میرا حال دیکھ لیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آپ کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور عرض کیا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! ہمیں کچھ وصیت فرمائیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم پر دنیا کے خزانے کھول دے گا لیکن تم اس سے ضرورت کے مطابق لینا اور جان لو جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کے عہد میں ہو گیا پس اللہ تعالیٰ سے عہد شکنی نہ کرنا ورنہ

---

[1] قرآن مجید، سورۂ ق آیت ۱۹۔

منہ کے بل جہنم میں چلے جاؤ گے۔

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طبیعت زیادہ بوجھل ہوگئی اور صحابہ کرام نے چاہا کہ آپ اپنا خلیفہ مقرر فرمائیں تو آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ نامزد فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا آپ نے ہم پر ایک تند مزاج اور سخت دل شخص کو اپنا نائب بنایا ہے۔ آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے۔ انہوں نے فرمایا میں کہوں گا (اے اللہ) میں نے تیری مخلوق پر مخلوق میں سے بہتر انسان کو اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ پھر آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا وہ تشریف لائے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کو ایک وصیت کرتا ہوں۔ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا جو حق دن کے وقت سے متعلق ہے اسے رات کو قبول نہیں کرتا اور جو حقوق رات سے تعلق رکھتے ہیں انہیں دن کے وقت قبول نہیں فرماتا اور جب تک آپ فرض ادا نہ کریں اللہ تعالیٰ نفل کو قبول نہیں کرتا اور قیامت کے دن ان لوگوں کے (نیکی کے) وزن بھاری ہوں گے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ دنیا میں انہوں نے حق کی اتباع کی اور اس کو اپنے اوپر بھاری سمجھا اور جس ترازو میں حق کے سوا کچھ نہ رکھا جائے اس کا حق یہ ہے کہ وہ بھاری ہو اور جن لوگوں کے میزان ہلکے ہوں گے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ دنیا میں انہوں نے باطل کی اتباع کی اور اسے معمولی بات سمجھا اور جس ترازو میں باطل رکھا جائے گا اسے ہلکا ہی ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا ذکر ان کے بہتر اعمال کے ساتھ کیا ہے اور ان کی برائیوں کو معاف کر دیا تو کہنے والا کہتا ہے کہ میں ان سے کم درجہ میں ہوں اور ان لوگوں کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔

پس اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کا ذکر اُن کے بُرے اعمال کے ساتھ کیا اور انہوں نے جو نیک اعمال کیے وہ ان کی طرف لوٹا دیے پس کوئی کہنے والا کہتا ہے میں ان لوگوں سے افضل ہوں اور اللہ تعالیٰ نے رحمت کی آیت بھی ذکر کر دی اور عذاب کی آیت بھی تاکہ مومن رغبت رکھنے والا بھی ہو اور ڈرنے والا بھی اور اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالے اور اللہ تعالیٰ سے حق کے سوا کسی چیز کی تمنا نہ کرے (اے عمر! رضی اللہ عنہ) اگر آپ نے میری اس وصیت کو قبول کیا تو موت سے بڑھ کر کوئی غائب چیز آپ کو زیادہ پسند نہ ہوگی۔ اور موت کا آنا ضروری ہے اور اگر آپ نے میری وصیت کو ضائع کر دیا تو موت سے بڑھ کر کوئی غائب چیز آپ کو زیادہ ناپسند نہ ہوگی اور موت ضرور آئے گی آپ اسے عاجز نہیں کر سکتے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آگیا تو آپ کے پاس چند صحابہ کرام تشریف لائے۔ انہوں نے عرض کیا اے خلیفۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں کچھ توشہ عنایت فرمایئے ہم آپ کی حالت بدلی ہوئی دیکھتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص یہ کلمات کہہ کر فوت ہوگا اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اُفقِ مبین میں کر دے گا۔ انہوں نے پوچھا افق مبین کیا ہے فرمایا عرش کے

سامنے ایک خطہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے باغات، نہریں اور درخت ہیں ہر دن اسے ایک سو رحمتیں ڈھانپ لیتی ہیں۔ پس جو شخص یہ کلمات کہے گا اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اس مکان میں کر دے گا۔ (وہ کلمات یہ ہیں)

یا اللہ! تو نے مخلوق کا سلسلہ شروع فرمایا اور تجھے ان کی کوئی حاجت نہ تھی، پھر تو نے ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ایک فریق نعمتوں کے لیے اور دوسرا فریق آگ کے لیے مجھے نعمتوں والے گروہ میں کر دے اور آگ والے گروہ میں نہ کرنا۔ یا اللہ! تو نے مخلوق کو کئی جماعتوں میں پیدا کیا اور پیدائش سے پہلے ہی ان کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دیا ان میں نیک بخت بھی بنائے اور بد بخت بھی، سرکش بھی اور ہدایت یافتہ بھی۔ پس مجھے نافرمانیوں کے باعث بد بخت نہ بنایا۔ یا اللہ! تو ہر نفس کو پیدا کرنے سے پہلے بھی جانتا تھا کہ اس نے کیا کرنا ہے پس اس سے بھاگنا ممکن نہیں۔ پس تو مجھے ان لوگوں میں کر دے جن سے اپنی اطاعت کا کام لیتا ہے۔ یا اللہ! جب تک تو نہ چاہے کوئی کچھ نہیں چاہتا پس تیری مشیت یہ ہو کہ میں تیرا قرب چاہتا ہوں۔ یا اللہ! تو نے بندوں کی حرکات کا اندازہ کر رکھا ہے پس تیرے اذن کے بغیر کوئی چیز حرکت نہیں کر سکتی تو میری حرکت کو تقویٰ کے ساتھ منسلک کر دے۔ یا اللہ! تو نے خیر اور شر کو پیدا فرمایا اور ہر ایک کے لیے عمل کرنے والے بنائے مجھے ان میں سے بہتر قسم میں کر دے۔ یا اللہ! تو نے جنت اور جہنم کو پیدا فرمایا اور ان میں سے ہر ایک کے اہل بنائے پس تو مجھے جنتیوں میں سے کر دے۔ یا اللہ! تو نے کچھ لوگوں کے لیے گمراہی کا ارادہ فرمایا اور ان کے سینوں کو تنگ کر دیا پس میرے سینے کو ایمان کے لیے کھول دے اور اسے میرے دل میں مزین کر دے۔ یا اللہ! تو نے امور کی تدبیر فرمائی اور ان کا ٹھکانہ اپنے پاس بنایا پس تو مجھے موت کے بعد حیات طیبہ عطا فرما اور مجھے اپنے قریب کر دے۔ یا اللہ! جو صبح و شام تیرے غیر پر اعتماد کرتا ہے تو کرے میرا اعتماد اور امید تجھ ہی پر ہو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تمام باتیں قرآن مجید میں ہیں۔

فصل ۳

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وصال

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس صبح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا میں کھڑا تھا اور میرے اور ان کے درمیان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے اور آپ جب دو صفوں کے درمیان سے گزرتے تو وہاں کھڑے ہو جاتے جب کوئی خلل دیکھتے تو فرماتے سیدھے کھڑے ہو جاؤ حتیٰ کہ جب کوئی خلل نظر نہ آتا تو آگے بڑھ کر تکبیر کہتے (نماز شروع کرتے) حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پہلی رکعت میں کبھی سورہ یوسف، کبھی سورہ نحل اور کبھی اس قسم کی دوسری کسی سورۃ کی تلاوت فرماتے۔

حتیٰ کہ لوگ جمع ہو جاتے آپ نے تکبیر کہی ہی تھی کہ میں نے سنا آپ فرمارہے ہیں کہ مجھے کسی نے قتل کر دیا یا فرمایا کھا لیا اسی وقت ابو لؤلؤۃ نے آپ کو زخمی کیا تھا اور وہ خبیث کافر دو دھاری چھری لے کر بھاگ گیا جہاں سے گزرتا دائیں بائیں زخمی کرتا جاتا حتیٰ کہ اس نے تیرہ افراد کو زخمی کر دیا جن میں سے نو صحابہ کرام شہید ہو گئے۔ ایک روایت میں سات کا ذکر ہے جب ایک مسلمان نے یہ صورت دیکھی تو اس پر اپنا کپڑا ڈال دیا۔ جب اس کافر نے دیکھا کہ وہ پکڑا گیا ہے تو اس نے اپنے آپ کو ذبح کر دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر آگے کر دیا۔ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قریب تھے ان سب نے یہ ماجرا دیکھا لیکن جو لوگ مسجد کے اطراف میں تھے ان کو معلوم نہ ہو سکا کہ کیا ماجرا ہے۔ لیکن انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز نہ سنی وہ سبحان اللہ سبحان اللہ کا ورد کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان کو مختصر نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عباس! مجھے کس نے زخمی کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھوڑی دیر کے لیے غائب ہوئے پھر تشریف لائے اور فرمایا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام نے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اسے ہلاک کرے میں نے تو اچھی بات کا حکم دیا تھا۔

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں کی تم اور تمہارے باپ مدینہ طیبہ میں عجمی کفار کا زیادہ ہونا چاہتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا اگر آپ چاہیں تو ہم ان سب کو قتل کر دیں آپ نے فرمایا اب قتل کرو گے جبکہ وہ تمہاری بولی بولتے اور تمہارے قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور تمہاری طرح حج کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کو اٹھا کر گھر لے جایا گیا ہم بھی آپ کے ساتھ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس سے پہلے لوگوں کو کوئی حادثہ نہیں پہنچا کوئی کہتا کہ مجھے آپ کے فوت ہونے کا خوف ہے اور کوئی کہتا ڈرنے کی بات نہیں۔ پھر آپ کے لیے انگور کا جوس لایا گیا، آپ نے اس میں سے کچھ پیا لیکن پیٹ کے راستے سے باہر نکل گیا پھر دودھ لایا گیا آپ نے اس سے بھی نوش فرمایا وہ بھی پیٹ کے راستے نکل گیا صحابہ کرام سمجھ گئے کہ آپ کا وصال ہونے والا ہے۔

راوی فرماتے ہیں ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لوگ آپ کے بارے میں تعریفی کلمات کہنے لگے اسی دوران ایک نوجوان آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری ہو آپ کو صحابیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز حاصل رہا۔ اسلام لاتے میں سبقت کا شرف بھی ملا۔ پھر آپ حکمران بنے تو آپ نے انصاف کیا اور پھر مقام شہادت نصیب ہوا آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ ان اعزازات کی وجہ سے حساب برابر برابر رہے نہ مجھ پر کچھ ہو اور نہ میرے لیے (نہ عذاب نہ ثواب)

جب وہ شخص واپس مڑا تو دیکھا کہ اس کی تہبند زمین سے لگ رہی ہے فرمایا اس نوجوان کو میری طرف بلاؤ فرمایا اے بھتیجے! اپنے کپڑے کو اٹھاؤ اس سے کپڑا محفوظ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کا باعث بھی ہے۔

پھر فرمایا اے عبداللہ! دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے؟ انہوں نے حساب لگایا تو چھیاسی ہزار کے قریب تھا فرمایا اگر ہمارے خاندان کے مال سے پورا ہو جائے تو ان کے مال سے ادا کر دیں۔ ورنہ بنو عدی بن کعب سے سوال کریں اگر ان کے مال سے بھی پورا نہ ہو تو قریش سے مانگیں دوسروں سے نہ مانگنا اور میری طرف سے یہ مال دے دینا۔

(پھر فرمایا) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمر نے آپ کو سلام کہا ہے اور امیر المومنین کا لفظ نہ کہنا آج میں مسلمانوں کا امیر نہیں ہوں ان سے عرض کرنا کہ عمر بن خطاب نے اپنے دونوں ساتھیوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے سلام کے بعد اجازت طلب کی اور اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ ام المومنین بیٹھی رو رہی ہیں۔ آپ نے عرض کیا عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتے ہیں اور اپنے ساتھیوں کے پہلوؤں میں دفن ہونے کی اجازت مانگتے ہیں۔ ام المومنین نے فرمایا میں نے یہ جگہ اپنے لیے رکھی تھی لیکن آج میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔

جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واپس تشریف لائے تو بتایا گیا کہ آپ واپس آگئے ہیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اٹھاؤ۔ چنانچہ ایک شخص نے اپنے سہارے سے آپ کو بٹھایا آپ نے پوچھا تمہارے پاس کیا خبر ہے عرض کیا اے امیر المومنین! جو کچھ آپ چاہتے تھے ام المومنین نے اجازت دے دی ہے۔ آپ نے فرمایا الحمدللہ! میرے لیے اس سے اہم بات کوئی نہیں۔ اب جب میرا وصال ہو جائے تو مجھے اٹھا کر لے جانا وہاں پہنچ کر سلام کہنا اور کہنا کہ عمر اجازت طلب کرتا ہے اگر ام المومنین اجازت دے دیں تو مجھے اندر لے جانا اور اگر اجازت نہ دیں تو مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور عورتوں نے ان کو ڈھانک رکھا تھا ہم نے ان کو دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ داخل ہوئیں اور کچھ دیر آپ کے پاس روتی رہیں پھر مردوں نے اجازت چاہی تو آپ اندر چلی گئیں ہم نے اندر سے ان کے رونے کی آواز سنی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ امیر المومنین! وصیت فرمایئے۔ اور کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کیجیے آپ نے حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عثمان غنی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کا نام لے کر فرمایا میں ان حضرات سے بہتر کسی شخص کو اس امر (خلافت) کا حق دار نہیں سمجھتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ ان سے راضی تھے۔ آپ نے فرمایا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بھی تمہارے ساتھ موجود رہیں گے۔ لیکن خلافت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہو گا لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تسلی

کے لیے یہ بات فرمائی۔ اگر خلافت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حاصل ہو تو ٹھیک ہے ورنہ جو بھی امیر بنے ان سے معاونت حاصل کرے میں نے ان کو کسی عاجزی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔

آپ نے فرمایا میرے بعد جو بھی خلیفہ بنے میں اسے پہلے مہاجرین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کے لیے ان کی فضیلت کو پہچانے ان کی حرمت کی حفاظت کرے نیز میں اسے انصار کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں جنہوں نے اپنے گھروں میں (مہاجرین کو) ٹھکانہ دیا اور ان سے پہلے ایمان لائے کہ ان کے نیکوکاروں سے قبول کریں اور ان کے خطاکاروں کو معاف کردیں۔ دوسرے شہروں کے لوگوں سے بھی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اسلام کے مددگار مال جمع کرنے والے (خراج جمع کرنے والے) اور دشمنوں کے غیظ وغضب کا سبب ہیں ان سے ان کی مرضی سے صرف زائد مال وصول کریں میں اعرابیوں کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ عربوں کی اصل اور اسلام کا مادہ ہیں ان کے زائد مال لے کر ان کے فقراء پر تقسیم کریں۔ میں نے خلیفہ کو اللہ تعالیٰ کے عہد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد (کو پورا کرنے) کی وصیت بھی کرتا ہوں۔ ذمیوں سے کیا گیا عہد پورا کرے اور ان کے مخالفوں سے لڑے اور طاقت کے مطابق ان سے کام لیا کرے۔

راوی فرماتے ہیں۔ جب آپ کا وصال ہوا تو ہم باہر نکل آئے اور آپ کے جنازے کو لے کر چلے حضرت عبداللہ بن عمر نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے بعد عرض کیا عمر بن خطاب آپ سے اجازت مانگتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ان کو داخل کیجیے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے پاس پہنچا دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔

مجھ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر اسلام کو بھی رونا چاہیے۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو چارپائی پر رکھا گیا تو لوگوں نے آپ کو گھیر لیا وہ آپ کے جنازے کو اٹھانے سے پہلے ہی دعا اور استغفار کرتے تھے میں بھی ان میں تھا مجھے ایک شخص نے خوف زدہ کردیا۔ اس نے میرے کندھوں کو پکڑا میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کی اور فرمایا آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جس کا عمل آپ کے عمل جیسا ہو اور مجھے اس سے ملاقات کرنا پسند ہو۔ اللہ کی قسم! مجھے

---

[1] مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۷۴، کتاب المناقب۔

یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ملائے گا کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہا سنا آپ نے فرمایا۔

ذَهَبْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَخَرَجْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَدَخَلْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ[1]	میں ابو بکر اور عمر گئے ہیں، ابو بکر اور عمر باہر نکلے ہیں، ابو بکر اور عمر داخل ہوئے (صلی اللہ علیہ وسلم، رضی اللہ عنہما)

پس مجھے امید اور غالب گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان دونوں کے ساتھ رکھے گا۔

فصل ۲۷

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا وصال

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق حدیث مشہور ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے بھائی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام پیش کرنے حاضر ہوا اور آپ محصور تھے میں اندر داخل ہوا تو انہوں نے فرمایا میرے بھائی! آپ کا آنا مبارک ہو، میں نے آج رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس روشندان میں دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں اے عثمان! ان لوگوں نے تمہارا گھیراؤ کر لیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا انہوں نے تجھے پیاسا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ چنانچہ آپ نے ایک ڈول میرے قریب کیا جس میں پانی تھا تو میں نے خوب سیر ہو کر پیا حتیٰ کہ میں اس کی ٹھنڈک اپنے سینے اور کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اگر تم چاہو تو ان لوگوں کے خلاف تمہاری مدد کی جائے اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آکر افطار کرو تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس افطار کو پسند کیا، چنانچہ اسی روز آپ کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ان لوگوں سے جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زخمی ہونے پر ان کو خون میں تڑپتے ہوئے دیکھا تھا، پوچھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خون میں تڑپتے ہوئے کیا فرمایا تھا انہوں نے جواب دیا ہم نے سنا آپ نے فرمایا اے اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اتفاق عطا فرما (تین بار فرمایا) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے

---

[1] صحیح بخاری جلد اول ص ۵۲۰، ۵۲۱ کتاب المناقب۔

قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ یہ دعا نہ مانگتے تو مسلمانوں کو قیامت تک اتفاق کی دولت کبھی حاصل نہ ہوتی۔

حضرت ثمامہ بن حزن قشیری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اوپر سے لوگوں کو جھانک کر دیکھا تو میں بھی وہاں موجود تھا۔ آپ نے فرمایا ان دو آدمیوں کو یہاں لاؤ جنہوں نے تمہیں یہاں جمع کیا ہے۔ فرماتے ہیں ان دونوں کو لایا گیا تو یوں لگتا تھا کہ گویا وہ دو اونٹ یا دو گدھے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے اور وہاں بئر رومہ کے علاوہ میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کون شخص رومہ کو خرید کر اپنا ڈول مسلمان کے ڈولوں سے ملاتا ہے وہ جنت میں اس سے بہتر پائے گا تو میں نے اسے ذاتی مال سے خریدا اور آج تم مجھے اس کنویں اور دریا کا پانی پینے نہیں دیتے؟ انہوں نے کہا آپ درست فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے مال سے تنگی والے لشکر (غزوۂ تبوک) کے لیے سامان تیار کیا؟ انہوں نے کہا جی ہاں ٹھیک ہے۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ مسجد، نمازیوں پر تنگ ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو فلاں کی زمین خرید کر مسجد میں اضافہ کرے وہ جنت میں اس سے بہتر پائے گا تو میں نے اپنے ذاتی مال سے اسے خریدا اور آج تم مجھے اس میں دو رکعتیں نماز پڑھنے نہیں دیتے۔ انہوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں کوہ ثبیر پر تھے آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق اور میں (رضی اللہ عنہم) بھی تھا۔ پہاڑ نے حرکت کی حتیٰ کہ اس کے پتھر دامن کوہ میں گرنے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پاؤں کی ٹھوکر ماری اور فرمایا اے ثبیر ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں آپ نے یہ بات فرمائی تھی یہ سن کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے فرمایا ان لوگوں نے گواہی دی ہے رب کعبہ کی قسم! میں شہید ہوں[1]۔

حنیفہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا اور آپ کی داڑھی پر خون بہہ رہا تھا اس وقت آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ[2]	تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں زیادتی کرنے والوں میں سے ہوں۔

---

[1] جامع ترمذی ص ۲۱۱، ابواب المناقب

[2]

یااللہ! میں ان لوگوں کے خلاف تجھ سے انتقام چاہتا ہوں اور اپنے تمام امور میں تیری مدد کا طلب گار ہوں اور جس آزمائش میں تو نے مجھے ڈالا ہے اس پر تجھ سے صبر کا سوال کرتا ہوں۔

فصل ۵

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وصال

حضرت اصبغ حنظلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس صبح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے اس رات آپ لیٹے ہوئے تھے کہ ابن تیاح نے طلوع فجر کے وقت آکر آپ کو نماز کی اطلاع دی لیکن آپ لیٹے رہے اور طبیعت پر کچھ بوجھ محسوس فرما رہے تھے وہ دوبارہ آئے تو یہی حالت تھی تیسری مرتبہ پھر آئے تو آپ اُٹھ کر چل پڑے اور آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اُشْدُدْ حَيَازِيْمَكَ لِلْمَوْتِ	موت کے لیے تیاری کرو کیونکہ موت تمہارے
فَاِنَّ الْمَوْتَ لَاقِيْكَا	پاس ضرور آئے گی اور موت سے خوفزدہ نہ ہو
وَلَا تَجْزَعْ مِنَ الْمَوْتِ	جب وہ تمہاری وادی میں آئے۔
اِذَا حَلَّ بِوَادِيْكَا۔	

جب آپ چھوٹے دروازے تک پہنچے تو ابن ملجم نے آپ پر حملہ کر دیا آپ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا باہر تشریف لائیں اور کہہ رہی تھیں، صبح کی نماز کو کیا ہوا کہ میرے خاوند (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) بھی صبح کی نماز کے وقت شہید ہوئے اور میرے والد ماجد کو بھی نماز فجر کے وقت شہید کیا گیا۔

قریش کے ایک شیخ سے مروی ہے فرماتے ہیں جب ابن ملجم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا تو آپ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا (اور میرا مقصود مجھے مل گیا)۔ حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب آپ کو زخمی کیا گیا تو آپ نے اپنے صاحبزادوں کو وصیت فرمائی اس کے بعد کلمہ طیبہ کے علاوہ کوئی بات نہ فرمائی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

اور جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تشریف لائے فرمایا اے بھائی! آپ کیوں گھبراتے ہیں تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملو گے اور وہ دونوں آپ کے باپ تھے، حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہما سے ملو گے اور وہ دونوں آپ کی مائیں ہیں، حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم سے ملو گے اور وہ دونوں آپ کے چچا ہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بھائی! ایسے معاملے کی طرف بڑھ رہا ہوں جس کی مثل کی طرف کبھی نہیں گیا۔

حضرت محمد بن حسن رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں جب لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا اور آپ کو یقین ہو گیا کہ وہ آپ کو شہید کریں گے تو آپ اپنے ساتھیوں کو خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا جو معاملہ آپہنچا ہے تم اسے دیکھ رہے ہو دنیا بدل گئی اور ناواقف ہو گئی اور حسن سلوک سے منہ پھیر لیا اور دنیا سکڑ کر اس قدر رہ گئی ہے جتنی پانی کے برتن میں تری ہوتی ہے تو ایسی ناخوشگوار زندگی سے موت بہتر ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا۔ باطل سے ایک دوسرے کو روکا نہیں جاتا۔ اور مومن کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی رغبت ہونی چاہیے اور میں موت کو ایک سعادت اور ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے کو جرم سمجھتا ہوں۔

پانچواں باب

موت کے وقت خلفاء امراء اور صالحین کے اقوال

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہونے لگا تو آپ نے فرمایا مجھے بٹھاؤ جب آپ کو بٹھایا گیا تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے اور ذکر کرنے لگے پھر روتے ہوئے فرمایا اے معاویہ! اب بڑھاپے اور کمزوری کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر سوجھا اس کا وقت تو وہ تھا جب جوانی کی شاخ تر و تازہ تھی آپ بہت زیادہ روئے حتیٰ کہ آپ کے رونے کی آواز بلند ہوئی اور کہنے لگے اے میرے رب! اس گناہ گار بوڑھے شخص پر رحم فرما جس کا دل سخت ہے۔ الٰہی میری لغزش سے درگزر فرما اور خطا معاف کر دے اور اپنے حلم و بردباری سے اس شخص کو اپنی طرف لوٹائے جو تیرے علاوہ کسی سے امید نہیں رکھتا اور نہ ہی تیرے سوا کسی پر اعتماد کرتا ہے۔

قریش کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مرض الموت میں لوگوں کی ایک جماعت وہاں حاضر ہوئی تو انہوں نے ان کے بدن میں جھریاں دیکھیں آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا سنو! اللہ کی قسم ہم نے دنیا کی تر و تازگی اور اس کی جدت کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور ہم نے اپنی زندگی سے لذت حاصل کی تو دنیا ایک حال سے دوسرے حال میں بدل گئی ایک رسی کے بعد دوسری رسی ٹوٹ گئی اور اب دنیا یوں ہو گئی کہ اس نے ہمیں تنہا چھوڑ دیا اور پرانا کر دیا اور ہمیں ملامت کرنے لگی تو ایسے گھر پر تف ہے پھر دنیا جیسے گھر پر تف ہے۔

مروی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آخری خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اے لوگو! میں ایک ایسی کھیتی سے تعلق رکھتا ہوں جسے کاٹ دیا گیا میں تمہارا حاکم تھا اور میرے بعد جو تمہارا حاکم ہو گا وہ مجھ سے برا ہو گا جس طرح مجھ سے پہلے والے مجھ سے اچھے تھے۔

(یزید کو مخاطب کر کے فرمایا) اے یزید! جب میری موت واقع ہو جائے تو کسی عقل مند کو میرے غسل پر مامور کرنا کیونکہ عقل مند کا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مقام حاصل ہوتا ہے وہ اچھی طرح غسل دے اور بلند آواز سے تکبیر کہے پھر خزانے میں سے ایک رومال لینا جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس میں سے ایک کپڑا ہے۔ کچھ بال مبارک اور ناخن مبارک کے ریزے ہیں۔ ان ریزوں کو میرے ناک، منہ، کان اور آنکھوں میں رکھنا اور کپڑے کو کفن کے اندر میرے بدن کے ساتھ رکھنا۔

اور اے یزید! والدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی حفاظت کرنا اور جب تم مجھے نئے کپڑوں میں کفن دے کر قبر میں رکھ دو تو معاویہ کو سب سے زیادہ رحم کرنے والی ذات کے سپرد کر دینا۔

حضرت محمد بن عقبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا کاش! میں قریش میں سے ایک بھو کا شخص ہوتا اور اس خلافت میں سے کسی چیز کا مالک نہ ہوتا۔

جب عبدالملک بن مروان کی وفات کا وقت ہوا تو دمشق کی طرف ایک دھوبی کو دیکھا جو ہاتھ میں کپڑے کو لپیٹ کر دھونے والی جگہ پر مار رہا ہے۔ عبدالملک نے کہا کاش میں دھوبی ہوتا اور روزانہ ہاتھ کی کمائی سے کھاتا اور دنیا کے کسی معاملے کا ولی نہ ہوتا۔ یہ بات ابو حازم کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ان حکمرانوں کو ایسا بنایا کہ مرتے وقت اسی حال کی تمنا کرتے ہیں جس میں ہم ہیں۔ اور جب ہمیں موت آتی ہے تو ہم ان کی حالت کی طلب نہیں کرتے۔

عبدالملک بن مروان کی مرض الموت میں اس سے کہا گیا کہ اے امیر المومنین! اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے کہا اس طرح پاتا ہوں جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ[1]	اور بے شک تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے آئے جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا وہ اپنی پیٹھوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو۔

یہ آیت پڑھنے کے بعد عبدالملک کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی زوجہ اور عبدالملک بن مروان کی بیٹی فاطمہ نے کہا کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے سنا وہ اپنی مرض الموت میں یوں دعا مانگتے تھے۔

"یا اللہ! ان لوگوں سے میری موت کو پوشیدہ رکھنا چاہیے، ایک ساعت کے لیے ہو، تو جس دن آپ کا

---

[1] قرآن مجید، سورۃ انعام، آیت ۹۴۔

وصال ہوا میں آپ کے پاس سے چلی گئی اور دوسرے گھر میں جا بیٹھی میرے اور ان کے درمیان ایک دروازہ حائل تھا اور آپ ایک گول عمارت کے اندر تھے میں نے سنا وہ یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ	یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے کرتے ہیں جو
لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا	زمین میں بلندی اور فساد نہیں چاہتے اور آخرت کا
وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ [1]	گھر متقی لوگوں کے لیے ہے۔

پھر آپ خاموش ہو گئے میں نے نہ تو آپ کی کوئی حرکت دیکھی اور نہ کلام سنا میں نے غلام سے کہا جاؤ دیکھو کیا آپ سوئے ہوئے ہیں؟ جب وہ داخل ہوا تو چیخ پڑا میں کود کر اندر گئی تو دیکھا آپ فوت ہو چکے ہیں (یوں آپ کی دعا قبول ہوئی) اور جب آپ کے وصال کا وقت ہوا تو کسی نے کہا امیر المومنین! کچھ وصیت فرمائیں فرمایا میں تمہیں اپنے اس حال سے ڈراتا ہوں کہ ایک دن تمہیں بھی اسی طرح ہونا ہے۔

منقول ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی طبیعت بوجھل ہو گئی تو آپ کے لیے حکیم کو بلایا گیا اس نے دیکھ کر کہا میں دیکھتا ہوں کہ ان کو زہر پلایا گیا ہے اور میں ان کی موت سے بے خوف نہیں ہوں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا جس کو زہر نہ پلایا گیا ہو وہ بھی موت سے بے خوف نہیں ہو سکتا۔ طبیب نے پوچھا امیر المومنین! آپ زہر کا اثر محسوس کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں جب زہر میرے پیٹ میں گیا تھا تو اسی وقت مجھے معلوم ہو گیا تھا اس نے کہا پھر علاج کیجیے ورنہ مجھے آپ کی جان جانے کا خطرہ ہے۔ آپ نے فرمایا میری جان پروردگار کے پاس جائے گی جو بہتر جگہ ہے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری شفا میرے کان کی لو کے پاس ہے تو میں اپنا ہاتھ کان کی طرف اٹھا کر اسے نہ لیتا۔ یا اللہ! عمر کے لیے اپنی ملاقات میں بھلائی کر دے۔ پھر آپ چند دنوں کے بعد وفات فرما گئے۔

کہا گیا ہے کہ جب آپ کے وصال کا وقت آیا تو پوچھا گیا اے امیر المومنین! آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ خوش ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے بہت سی سنتوں کو زندہ کیا اور آپ کے باعث عدل کو ظاہر کیا یہ سن کر آپ روئے اور پھر فرمایا کیا مجھے قیامت کے دن کھڑا کر کے مجھ سے اس مخلوق کے بارے میں سوال نہیں ہو گا۔ اللہ کی قسم! اگر میں عدل ہی کرتا پھر بھی مجھے اپنے نفس پر یہ خوف تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی دلیل پیش نہ کر سکوں جب تک اللہ تعالیٰ خود اپنی حجت کی تعلیم نہ فرمائے۔

تو جب ہم نے بہت کچھ ضائع کر دیا تو کیا صورت ہو گی۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور جلد ہی

---

[1] قرآن مجید، سورۃ قصص آیت ۸۳۔

آپ کا وصال ہو گیا۔

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کے وصال کا وقت آیا تو فرمایا مجھے بٹھاؤ۔ جب انہوں نے آپ کو بٹھایا تو فرمایا یا اللہ! میں وہی ہوں جس نے تیرے حکم کی تعمیل میں کوتاہی کی تو نے روکا تو میں نے نافرمانی کی (تین بار فرمایا) لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں پھر سر اٹھایا اور تیز نگاہ سے دیکھا اس سلسلے میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا سب کچھ مخلوق دیکھتا ہوں نہ وہ انسان ہیں اور نہ ہی جن۔ پھر آپ کی رُوح قبض ہو گئی۔

خلیفہ ہارون الرشید کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے وفات کے وقت اپنا کفن خود اپنے ہاتھ سے چھانٹ لیا تھا وہ اس کی طرف دیکھتے اور یہ آیت پڑھتے۔

مَا اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطَانِيَهْ [1]	میرا مال میرے کام نہ آیا اور میری حکومت مجھ سے چلی گئی۔

خلیفہ مامون راکھ بچھا کر اس پر لیٹ گئے اور کہتے تھے اے وہ ذات! جس کی حکومت کبھی ختم نہ ہو گی اس پر رحم فرما جس کی حکومت ختم ہو گئی۔

خلیفہ معتصم اپنی وفات کے وقت کہتے تھے اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری عمر اس طرح تھوڑی ہو گی تو میں ہرگز وہ کام نہ کرتا (جو میں نے کیا)

خلیفہ منتصر اپنی وفات کے وقت حالت اضطراب میں تھے ان سے کہا گیا اے امیر المومنین! کوئی پرواہ نہیں انہوں نے کہا یہ بات نہیں، دنیا گئی اور آخرت آگئی۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وصال کے وقت صندوقوں کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے بیٹوں سے فرمایا کون ہے جو ان صندوقوں کو ان میں موجود مال کے ساتھ لے گا کاش ان میں مینگنیاں ہوتیں۔

حجاج بن یوسف نے اپنے وصال کے وقت کہا یا اللہ! مجھے بخش دے لوگ کہتے ہیں تیری بخشش نہیں ہو گی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی یہ بات پسند آتی تھی اور اس وجہ سے اس پر رشک کرتے تھے جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات بتائی گئی تو انہوں نے پوچھا کیا اس نے کہا ہے؟ کہا گیا جی ہاں تو فرمایا ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

---

[1] قرآن مجید، سورۃ الحاقہ، آیت ۲۸، ۲۹۔

فصل ۱۳

صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین میں سے خاص لوگوں کے اقوال

جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت ہوا تو انہوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا یا اللہ! میں تجھ سے ڈرا کرتا تھا اور آج تجھ سے اُمید رکھتا ہوں تو جانتا ہے کہ میں دنیا اور اس میں طویل زندگی کو اس لیے پسند نہیں کرتا تھا کہ اس میں میرے لیے نہریں جاری ہوں اور درخت لگاؤں بلکہ گرمیوں کے موسم میں پیاسا رہنے پر صبر کرنے، زمانے کی تکالیف برداشت کرنے اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے سامنے دو زانو بیٹھنے کے لیے دنیا کو پسند کرتا تھا۔

جب آپ پر حالت نزع سخت ہو گئی اور اس قدر سخت ہوئی کہ اس طرح کسی پر نہ ہوئی ہو گی تو جب بھی آپ کو بیہوشی سے افاقہ ہوتا آپ اپنی آنکھ کھول دیتے پھر فرماتے یا اللہ! تو جس قدر چاہے میرا گلا گھونٹ دے تیری عزت کی قسم تو جانتا ہے کہ میرے دل میں تیری محبت رہے گی۔

جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت ہوا تو آپ روئے۔ جب رونے کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا میں دنیا پر پریشانی کے باعث نہیں روتا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وعدہ لیا تھا کہ ہمارے پاس دنیا کا مال اس قدر ہو جس قدر مسافر کے پاس زاد راہ ہوتا ہے جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کے ترکہ کا جائزہ لیا گیا تو اس کی قیمت دس درہم سے کچھ زیادہ تھی۔[1]

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت ہوا تو ان کی زوجہ محترمہ نے فرمایا ہائے کیسا غم ہے! آپ نے فرمایا یوں کہو کیسی خوشی ہے ہم کل اپنے دوستوں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گروہ سے ملاقات کریں گے۔

کہا گیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ نے وصال کے وقت آنکھ کھولی اور مسکرائے اور یہ آیت پڑھی۔

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ[2] ایسی چیز کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ کے وصال کا وقت ہوا تو آپ روئے آپ سے رونے کا سبب پوچھا گیا تو آپ

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۴۳۸ مرویات سلمان فارسی۔

[2] قرآن مجید، سورۃ الصافات آیت ۶۱۔

فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قاصد کا انتظار ہے کہ وہ مجھے جنت کی خوشخبری دیتا ہے کہ جہنم کی خبر۔

حضرت ابن منکدر رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت ہوا تو آپ رو پڑے آپ سے پوچھا گیا کہ کیوں رو رہے ہیں۔ فرمایا اللہ کی قسم! میں کسی گناہ کی وجہ سے نہیں روتا جس کے ارتکاب کا مجھے یقین ہو لیکن میں اس بات پر روتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ میں نے کوئی کام کیا ہو اور اسے ہلکا سمجھا ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ بہت بڑا ہو۔

حضرت عامر بن عبد القیس رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت ہوا تو وہ رو پڑے ان سے رونے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا میں موت کے خوف سے یا دنیا کی حرص کی وجہ سے نہیں روتا بلکہ اس لیے روتا ہوں کہ زندگی میں مجھ سے دوپہر کی پیاس اور سردیوں کی راتوں میں جاگنا چھوٹ گیا۔

حضرت فضیل رحمہ اللہ کی وفات کا وقت آیا تو ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی پھر انہوں نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا افسوس! سفر لمبا ہے اور زادِ راہ کم ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے وصال کا وقت ہوا تو انہوں نے اپنے غلام نصر سے فرمایا میرا سر مٹی پر رکھ دو (یہ سن کر) نصر رو پڑا پوچھا تو کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا مجھے آپ کی آسائش یاد آتی ہے اور اب آپ فقیر اور محتاج ہو کر دنیا سے جا رہے ہیں فرمایا خاموش رہو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ وہ مجھے مالدار لوگوں کی طرح زندہ رکھے اور فقراء کی طرح موت دے۔ پھر فرمایا مجھے کلمہ شریف پڑھنے کے لیے کہو لیکن جب تک میرے منہ سے دوسری بات نہ نکلے مجھے دوبارہ نہ کہنا۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابلیس ایک شخص کی موت کے وقت ظاہر ہوا اور اس نے کہا تم نجات پا گئے۔ اس نے کہا میں ابھی تک تجھ سے محفوظ نہیں ہوں۔ کوئی بزرگ وصال کے وقت روئے تو رونے کا سبب پوچھا گیا۔ فرمایا قرآن پاک کی یہ آیت میرے رونے کا سبب ہے ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ[1] اللہ تعالیٰ دعا صرف متقی لوگوں سے قبول کرتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ایک شخص کے پاس تشریف لے گئے جس کی روح پرواز کر رہی تھی۔ انہوں نے فرمایا جس کام کی ابتدا یہ ہو اس کی انتہا سے ڈرنا چاہیے۔ اور جس کی انتہا یہ ہو اس کی ابتدا سے ڈرنا مناسب ہے۔

حضرت جریری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کی حالتِ نزع کے وقت ان کے پاس تھا اور یہ جمعۃ المبارک اور نوروز کا دن تھا۔ وہ قرآن پاک پڑھ رہے تھے جب تلاوت مکمل ہوئی تو میں نے عرض کیا اے ابو القاسم! آپ اس حالت میں آپ نے ختم قرآن کیا فرمایا اس کا مجھ سے زیادہ حق دار کون ہے۔ اس

---

[1] قرآن مجید، سورۂ مائدہ آیت ۲۷۔

وقت میرا نامۂ اعمال بند ہو رہا ہے۔
حضرت رویم فرماتے ہیں میں حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ کے وصال کے وقت موجود تھا۔ وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

حَنِیْنُ قُلُوْبُ الْعَارِفِیْنَ اِلَی الذِّکْرِ
وَتَذْکَارُهُمْ وَقْتَ الْمُنَاجَاۃِ لِلسِّرِّ
اُدِیْرَتْ کُؤُسٌ لِلْمَنَایَا عَلَیْهِمْ
فَاَغْفَوْا عَنِ الدُّنْیَا کَاِغْفَاءِ ذِی الشُّکْرِ
هُمُوْمُهُمْ جَوَّالَةٌ لِمُعَسْکَرٍ
بِهٖ اَهْلُ وُدِّ اللّٰهِ کَالْاَنْجُمِ الزُّهْرِ
فَاَجْسَامُهُمْ فِی الْاَرْضِ قَتْلٰی بِحُبِّهٖ
وَاَرْوَاحُهُمْ فِی الْحُجْبِ نَحْوَ الْعُلَا تَسْرِیْ
فَمَا عَرَّسُوْا اِلَّا بِقُرْبِ حَبِیْبِهِمْ
وَمَا عَرَّجُوْا مِنْ مَسِّ بُؤْسٍ وَلَا ضُرٍّ

عارفین کے دلوں کو ہر وقت ذکر کا شوق ہوتا ہے اور مناجات کے وقت وہ راز خداوندی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ان پر فنا کے پیالے گردش کرتے ہیں پس دنیا کو بھول جاتے ہیں جیسے نشے والے بھول جاتے ہیں۔ ان کی فکر ایسے میدانوں کو اپنی جولانگاہ بناتی ہے جس میں اہل محبت ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔ ان کے جسم زمین میں اللہ تعالیٰ کی محبت میں قتل ہوتے ہیں اور ان کی ارواح پردۂ غیب میں اوپر کی طرف جاتی ہیں وہ اپنے محبوب کے قریب ہی خوشی محسوس کرتے ہیں اور وہ کسی تکلیف اور ضرر کی پرواہ نہیں کرتے۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ حضرت ابو سعید خراز رحمہ اللہ پر وصال کے وقت وجد کی کیفیت زیادہ تھی، انہوں نے فرمایا اگر ان کی روح اشتیاق کی وجہ سے ہی پرواز کر جاتی تو تعجب کی بات نہ تھی۔
حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ کے وصال کے وقت ان سے پوچھا گیا کہ آپ کی کیا خواہش ہے؟ فرمایا میں چاہتا ہوں کہ مرنے سے ایک لحظہ پہلے ہی اس کو پہچان لوں۔
ایک بزرگ حالت نزع میں تھے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کہیں "اللہ" انہوں نے فرمایا تم کب تک اللہ اللہ کہتے رہو گے میں تو اللہ تعالیٰ سے ہی جلا جاتا ہوں۔
ایک بزرگ فرماتے ہیں میں حضرت حمشاد دینوری رحمہ اللہ کے پاس تھا کہ ایک فقیر آیا اور اس نے کہا السلام علیکم! کیا یہاں کوئی پاک جگہ ہے جس میں مرنا ممکن ہو فرماتے ہیں انہوں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا وہاں پانی کا ایک چشمہ تھا، فقیر نے وہاں تازہ وضو کیا اور جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا نوافل ادا کیے اور اس جگہ جا کر پاؤں کو پھیلایا اور فوت ہو گیا۔
حضرت ابوالعباس دینوری رحمہ اللہ اپنی مجلس میں گفتگو کر رہے تھے تو ایک خاتون آئی اور اس نے چیخ

باری۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا مر جاؤ وہ عورت اٹھی اور جب دروازے تک پہنچی تو اس نے حضرت دینوری کی طرف متوجہ ہو کر کہا لو میں مر گئی۔ چنانچہ وہ مردہ ہو کر گر پڑی۔

حضرت ابو علی روزباری رحمہ اللہ کی بہن حضرت فاطمہ رحمہا اللہ سے منقول ہے۔ فرماتی ہیں جب ابو علی روزباری کی وفات کا وقت آیا اور ان کا سر میری گود میں تھا تو انہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں اور فرمایا یہ آسمان کے دروازے ہیں جو کھل گئے ہیں اور یہ جنت ہے جو آراستہ کی گئی ہے۔ اور یہ کہنے والا کہہ رہا ہے اے ابو علی ہم نے تجھے انتہائی مرتبہ پر پہنچا دیا اگرچہ تم نے اس کا ارادہ نہ کیا تھا۔ پھر پڑھنے لگے۔

وَحَقِّكَ لَا نَظَرْتُ إِلَى سِوَاكَا	اور تیرے حق کی قسم جب تک تجھے نہ دیکھ لوں
بِعَيْنِ مَوَدَّةٍ حَتّٰى أَرَاكَا	کسی پر محبت کی نگاہ نہیں ڈالوں گا۔ میں دیکھتا ہوں
أَرَاكَ مُعَذِّبِيْ بِفُتُوْرِ لَحْظٍ	تو مجھے بیماری کے ساتھ تکلیف دیتا ہے اور
وَبِالْخَدِّ الْمُوَرَّدِ مِنْ حَيَاكَا	تیرے حیا سے رخسار گلاب کی طرح سُرخ ہیں۔

حضرت جنید رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ "لا الٰہ الا اللہ" پڑھیے۔ انہوں نے فرمایا میں اسے کب بھولا ہوں کہ یاد کروں۔

حضرت جعفر بن نصیر نے بکران دینوری سے پوچھا جو حضرت شبلی کے غلام تھے (رحمہم اللہ) کہ تم نے ان (حضرت شبلی) کے وصال کے وقت کیا دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا حضرت شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا مجھ پر ایک درہم تھا جو ظلماً مجھ پر آیا تو میں نے اس کے مالک کی طرف سے ہزاروں درہم صدقہ کر ڈالے پھر بھی میرے دل پر اس سے بڑا شغل (اور سوچ) کوئی نہیں پھر فرمایا مجھے نماز کے لیے وضو کرواؤ۔ میں نے وضو کروایا تو داڑھی کا خلال کروانا بھول گیا۔ آپ کی زبان بند تھی۔ چنانچہ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی داڑھی میں داخل کیا پھر انتقال فرما گئے۔ (یہ سن کر) حضرت جعفر رو پڑے اور فرمایا تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو زندگی کے آخری حصے میں بھی آداب شریعت نہیں بھولا۔

حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ کے وصال کا وقت ہوا اور آپ اس وقت سختی میں مبتلا تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کو زندگی محبوب ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف جانا بہت مشکل ہے۔

حضرت صالح بن مسمار رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اپنے بیٹوں اور گھر کے دوسرے افراد کے لیے وصیت نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ ان کے لیے اس کے سوا کسی اور کو وصیت کروں۔

جب حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ کے وصال کا وقت ہوا تو ان کے دوست احباب ان کے پاس گئے

اور کہنے لگے آپ کو خوشخبری ہو آپ اپنے رب کے پاس جا رہے ہیں جو غفور و رحیم ہے انہوں نے فرمایا تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ ڈرو کیونکہ تم رب کے پاس جا رہے ہو جو چھوٹے عمل پر تمہارے حساب کرے گا اور بڑے گناہ پر سزا دے گا۔

حضرت ابو بکر واسطی رحمہ اللہ کے وصال کا وقت آیا تو ان سے کہا گیا ہمیں وصیت کیجیے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو جو تم سے مقصود ہے اس کا خیال رکھنا۔

کسی بزرگ کے وصال کے وقت ان کی بیوی رونے لگی تو انہوں نے پوچھا کیوں روتی ہے۔ اس نے کہا آپ کے فراق میں رو رہی ہوں فرمایا اگر تم نے رونا ہی ہے تو اپنے آپ پر روؤ میں تو اس دن کے لیے چالیس سال رویا ہوں۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت سری سقطی رحمہ اللہ کی مرض الموت کے دوران ان کی تیمارداری کے لیے حاضر ہوا تو میں نے پوچھا آپ کا کیا حال ہے تو انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

كَيْفَ اَشْكُرُ اِلٰى طَبِيْبِيْ مَا بِيْ
وَالَّذِيْ بِيْ اَمَدَّابَنِيْ مِنْ طَبِيْبِيْ

میں اپنے طبیب کے سامنے اپنی حالت کی شکایت کیسے کروں مجھے جو کچھ پہنچا طبیب کی جانب سے پہنچا۔

میں نے پنکھا لے کر ان کو ہوا دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے فرمایا جس کا اندر جل رہا ہو اس کو پنکھے کی ہوا کیسے پہنچے گی۔ پھر یہ اشعار پڑھنے لگے۔

اَلْقَلْبُ مُحْتَرِقٌ وَالدَّمْعُ مُسْتَبِقٌ
وَالْكَرْبُ مُجْتَمِعٌ وَالصَّبْرُ مُفْتَرِقٌ
كَيْفَ الْقَرَارُ عَلٰى مَنْ لَا قَرَارَ لَهٗ
مِمَّا جَنَاهُ الْهَوٰى وَالشَّوْقُ وَالْقَلَقُ
يَا رَبِّ اِنْ يَكُ شَيْءٌ فِيْهِ لِيْ فَرَجٌ
فَامْنُنْ عَلَيَّ بِهٖ مَادَامَ بِيْ رَمَقٌ

دل جل رہا ہے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہے، تکلیف موجود ہے اور صبر جدا ہے جو حالت اضطراب میں ہو اسے قرار کیسے آئے جو شوق اور قلق کا شکار ہو، اے میرے رب! اگر کوئی ایسی چیز ہے جس سے مجھے کشائش مل سکتی ہے تو جب تک مجھ میں زندگی کی رمق موجود ہے اس کے ذریعے مجھ پر احسان کیجیے۔

کہتے ہیں کہ حضرت شبلی رحمہ اللہ کے احباب میں سے کچھ لوگ آپ کے پاس اس وقت آئے جب آپ کا وصال ہو رہا تھا انہوں نے کہا آپ "لا الٰہ الا اللہ" پڑھیں۔ انہوں نے جواب دیا۔

اِنَّ بَيْتًا اَنْتَ سَاكِنُهٗ
غَيْرُ مُحْتَاجٍ اِلَى السُّرُجِ

جس گھر میں تم مقیم ہو وہاں چراغ کی ضرورت نہیں۔ ہمیں تیری ذات پر ہی

وَجْهُكَ الْمَأمُولُ حُجَّتُنَا۔	امید ہے جس دن لوگ محبت پیش کریں
يَوْمَ يَاْتِيْ النَّاسُ بِالْحُجَجِ	گے اللہ تعالیٰ وہ دن عنایت نہ کرے
لَا أتَاحَ اللّٰهُ لِيْ فَرَجًا	جب تجھ سے کشائش چاہوں۔
يَوْمَ أدْعُوْ مِنْكَ بِالْفَرَجِ	

منقول ہے کہ حضرت جنید رحمہ اللہ کی حالت نزع میں حضرت ابوالعباس عطاء رحمہ اللہ ان کے پاس حاضر ہوئے اور سلام کہا لیکن انہوں نے جواب نہ دیا۔ کچھ دیر کے بعد جواب دیا اور فرمایا میرا عذر قبول کر دیں اپنے وظیفے میں مشغول تھا۔ پھر اپنا چہرہ قبلے کی طرف پھیر دیا اور اللہ اکبر کہہ کر انتقال فرما گئے۔

حضرت کتانی رحمہ اللہ کے وصال کا وقت ہوا تو ان سے پوچھا گیا آپ کا عمل کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا اگر میری وفات کا وقت قریب نہ ہوتو میں تمہیں نہ بتاتا میں۔ اپنے دل کے دروازے پر چالیس سال کھڑا رہا ہوں جب بھی وہاں سے غیر خدا کا گزر ہوا تو میں نے اسے وہاں سے روک دیا۔

حضرت معتمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب حکم بن عبدالملک کے وصال کا وقت ہوا تو اس وقت باقی لوگوں کے ساتھ میں بھی وہاں موجود تھا میں نے کہا یا اللہ! ان پر موت کی سختیوں کو آسان کر دے اور ان کی خوبیاں بیان کیں ان کو افاقہ ہوا تو فرمایا کون باتیں کر رہا تھا۔ میں نے کہا میں تھا، کہا موت کے فرشتے نے مجھ سے کہا میں ہر سختی پر نرمی کرتا ہوں یہ کہا اور چل بسے۔

جب حضرت یوسف بن اسباط رحمہ اللہ کے وصال کا وقت ہوا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے ان کو مضطرب پایا تو پوچھا اے ابو محمد! یہ پریشانی اور اضطراب کا وقت ہے؟ انہوں نے جواب دیا اے ابو عبداللہ! میں کس طرح پریشان اور مضطرب نہ ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ میں نے اپنے کسی عمل میں اللہ تعالیٰ سے سچ کا معاملہ بھی کیا ہے یا نہیں؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس نیک شخص پر تعجب ہے یہ موت کے وقت قسم کھاتا ہے کہ وہ نہیں جانتا آیا اس نے کسی عمل میں اللہ تعالیٰ سے سچ کا معاملہ کیا ہے یا نہیں۔

حضرت مغازلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں اس جماعت والوں میں سے ایک کے بزرگ کے پاس گیا وہ بیمار تھے اور کہہ رہے تھے یا الٰہی! تمہارے لیے ممکن ہے کہ اپنے ارادے کے مطابق عمل کرے پس تو مجھ پر نرمی فرما۔

ایک بزرگ حضرت ممشاد دینوری رحمہ اللہ کے وصال کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئے اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ایسا ایسا سلوک کرے۔ وہ ہنس پڑے پھر فرمایا تیس سال سے مجھ پر جنت اپنی تمام

نعمتوں سمیت پیش کی جاتی ہے میں نے اس کو نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

حضرت رویم رحمہ اللہ سے ان کے وصال کے وقت کہا گیا کہ "لا الہ الا اللہ" پڑھیں۔ انہوں نے فرمایا میں اس سے بہتر کوئی اور بات کہہ ہی نہیں سکتا۔

جب حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے وصال کا وقت ہوا تو ان سے عرض کیا گیا "لا الہ الا اللہ" پڑھیں انہوں نے فرمایا وہاں کوئی اور بات نہیں؟

حضرت مزنی رحمہ اللہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس گئے اور وہ مرض الموت میں تھے پوچھا اے ابو عبداللہ کیسے صبح کی، فرمایا میں دنیا سے کوچ کرنے والا اور بھائیوں سے جدا ہونے والا ہوں، اپنے بُرے اعمال سے ملنے والا، موت کا پیالہ پینے والا، اور اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہونے والا ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ میری روح جنت کی طرف جائے گی کہ اسے مبارک دوں یا جہنم کی طرف جائے گی کہ تعزیت کروں۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔

وَلَمَّا قَسَا قَلْبِیْ وَضَاقَتْ مَذَاهِبِیْ
جَعَلْتُ رَجَائِیْ نَحْوَ عَفْوِكَ سُلَّمًا
تَعَاظَمَنِیْ ذَنْبِیْ فَلَمَّا قَرَنْتُهٗ
بِعَفْوِكَ رَبِّیْ كَانَ عَفْوُكَ اَعْظَمَا
فَمَا زِلْتَ ذَا عَفْوٍ عَنِ الذَّنْبِ لَمْ تَزَلْ
تَجُوْدُ وَتَعْفُوْ مِنَّةً وَّتَكَرُّمَا
وَلَوْلَاكَ لَمْ يَغْوِیْ بِاِبْلِیْسَ عَابِدٌ
فَكَیْفَ وَقَدْ اَغْوٰی صَفِیَّكَ آدَمَا

جب میرا دل سخت ہوگیا اور تمام راہیں بند ہو گئیں تو میں نے تیرے عفو کو اپنی امید کے لیے سیڑھی بنا دیا۔ میرے گناہ بڑے ہیں لیکن جب تیرے عفو و درگزر سے تقابل کیا تو تیرا عفو بہت بڑا ہے تو اپنے جود و کرم سے ہمیشہ لوگوں کے گناہوں کو معاف کرتا ہے اگر تو نہ ہوتا ابلیس تیرے عابد کو گمراہ نہ کر سکتا اور تیرے ہی چنے ہوئے آدم علیہ السلام کو اس نے لغزش ہی ڈالا۔

جب حضرت احمد بن خضرویہ رحمہ اللہ کے وصال کا وقت ہوا تو ان سے ایک مسئلہ پوچھا گیا ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے فرمایا بیٹا! میں ایک دروازے کو پچانوے سال سے کھٹکھٹاتا تھا اور وہ اب کھلے گا مجھے معلوم نہیں وہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کے ساتھ، تو اب میرے پاس جواب کے لیے وقت کہاں ہے۔

تو یہ بزرگوں کے اقوال ہیں جو ان کے احوال کی تبدیلی کے مطابق مختلف ہیں بعض پر خوف غالب رہا بعض پر امید اور بعض پر شوق و محبت، لہٰذا ہر ایک نے اپنے اپنے حال کے مطابق گفتگو فرمائی اور ان کے احوال کی نسبت سے یہ سب قول صحیح ہیں۔

چھٹا باب

جنازے اور قبرستان میں کہے گئے کلمات اور زیارتِ قبور

فصل ۱

جنازے سے عبرت پکڑنا

جان لو کہ جنازے اربابِ بصیرت کے لیے عبرت کا سامان ہیں اور ان میں اہلِ غفلت کے لیے تنبیہ و تذکیر ہے۔ جنازوں کو دیکھ کر غافل لوگوں کے دل کی سختی مزید بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں وہ ہمیشہ دوسروں کے جنازے ہی دیکھتے رہیں گے اور وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ ایک دن ان کا جنازہ بھی ضرور اُٹھے گا یا وہ اس بات کا خیال تو کرتے ہیں لیکن فوری طور پر وہ اس بات کو نہیں سوچتے کہ جن لوگوں کے جنازے اُٹھتے ہیں وہ بھی یہی خیال کرتے تھے تو ان کا یہ خیال باطل نکلا اور جلد ہی ان کی مدت پوری ہو گئی۔

لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ جب جنازہ دیکھے تو اپنے آپ کو اس پر اٹھایا ہوا خیال کرے کیونکہ عنقریب اسے بھی جنازے کی چارپائی پر اٹھایا جائے گا شاید کل یا پرسوں تک ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب آپ کسی جنازے کو دیکھتے تو فرماتے جاؤ ہم بھی پیچھے آ رہے ہیں۔

حضرت مکحول دمشقی رحمہ اللہ جب جنازہ دیکھتے تو فرماتے تم صبح کے وقت جا رہے ہو ہم شام کو آئیں گے نصیحت کامل ہے اور غفلت جلد آتی ہے۔ پہلا چلا جاتا ہے اور دوسرے کو عقل نہیں۔

حضرت اُسید بن حضیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں جس جنازے کے ساتھ گیا تو میرے نفس نے میرے ساتھ یہی بات کی کہ اس کے ساتھ کیا ہوگا اور یہ کس طرف جا رہا ہے۔

جب حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ کے بھائی کا انتقال ہوا تو حضرت مالک رحمہ اللہ ان کے جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے۔ آپ رو رہے تھے اور فرماتے تھے اللہ کی قسم! میری آنکھوں کو اس وقت تک ٹھنڈک حاصل نہ ہوگی جب تک مجھے معلوم نہ ہو جائے کہ آپ کا انجام کیا ہوگا اور مجھے یہ بات زندگی بھر معلوم نہ ہوگی حضرت اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم جنازوں کے ساتھ جاتے تو سب لوگوں کے غمگین ہونے کی وجہ سے ہمیں پتہ نہ چلتا کہ کس سے تعزیت کریں۔

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم جنازوں کے ساتھ جاتے تو سب کو منہ ڈھانپ کر روتے ہوئے دیکھتے۔
تو یہ بزرگان دین اس طرح موت سے ڈرتے تھے اور اب حالت یہ ہے کہ ہم جنازے میں شریک لوگوں کو دیکھتے ہیں تو ان میں سے اکثر لوگ ہنستے اور کھیلتے ہیں۔ وہ اس شخص کی وراثت اور جو کچھ اس نے وارثوں کے لیے چھوڑا اس کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اور اس کے ساتھی اور رشتہ دار صرف ان حیلوں کے بارے میں سوچتے ہیں جن کے ذریعے اس کا چھوڑا ہوا مال حاصل کرسکیں۔ اور سوائے چند ایک کے دوسرے لوگ اپنے بارے میں نہیں سوچتے کہ ہمیں بھی اسی طرح اٹھا کر لے جایا جائے گا۔ اور اس غفلت کا سبب گناہوں اور نافرمانی کی کثرت کے باعث دلوں کا سخت ہو جانا ہے حتیٰ کہ ہم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کو بھول گئے اور خوفناک منظر بھی یاد نہ رہا۔ جو ہمارے سامنے ہے پس ہم کھیل کود میں لگ گئے، غافل ہو گئے اور بے مقصد باتوں میں مشغول ہو گئے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس غفلت سے بیدار فرمائے۔ جنازے کے شرکاء کا سب سے بہتر حال یہ ہے کہ وہ میت پر روتے ہیں لیکن اگر انہیں عقل ہو تو میت پر رونے کی بجائے اپنے آپ پر روئیں۔

حضرت ابراہیم زیات رحمہ اللہ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ میت کے لیے رحمت کی دعا مانگ رہے تھے انہوں نے فرمایا اگر تم اپنے لیے رحمت کی دعا مانگو تو بہتر ہے کیونکہ یہ تین ہولناک مناظر سے چھوٹ گیا۔ ملک الموت کا چہرہ دیکھ چکا ہے۔ موت کا ذائقہ چکھ چکا ہے اور (برے) خاتمے کے خوف سے محفوظ ہو چکا ہے۔

حضرت ابو عمرو بن علاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت جریر رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ اپنے کاتب کو شعر لکھوا رہے تھے ایک جنازہ سامنے آیا تو آپ رک گئے اور فرمایا قسم بخدا! ان جنازوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے اور یہ اشعار پڑھے۔

تُرَوِّعُنَا الْجَنَائِزُ مُقْبِلَاتٍ — جب جنازے سامنے آتے ہیں تو ہم ڈرتے ہیں اور

وَتُلْهِيْنَا حِيْنَ تَذْهَبُ مُدْبِرَاتٍ — جب وہ چلے جاتے ہیں تو ہم کھیل کود میں مشغول ہو جاتے

كَرَوْعَةِ ثُلَّةٍ لِمَغَارِ ذِئْبٍ — ہیں جس طرح بکریاں بھیڑیے کی غارت گری سے ڈرتی ہیں

فَلَمَّا غَابَ عَادَتْ رَاتِعَاتٍ — پس جب وہ چلا جاتا ہے تو اچھلتی کودتی ہیں۔

تو جنازے میں حاضر ہونے کے آداب یہ ہیں کہ غور و فکر کیا جائے اور بیداری حاصل کر کے موت کی تیاری کی جائے اور تواضع کیساتھ جنازے کے آگے جانا بھی آداب میں سے ہے جیسا کہ ہم نے فقہ کے بیان میں جنازے کے آداب و سنن لکھ دیے ہیں۔

جنازے کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ میت کے بارے میں اچھا گمان رکھے اگرچہ وہ فاسق ہو اور اپنے بارے میں بدگمان رہنا چاہیے۔ اگرچہ ظاہر طور پر نیک ہو۔ کیونکہ خاتمے کا خطرہ موجود ہے ہمیں اس کی حقیقت کا علم نہیں اسی لیے حضرت عمر بن ذر رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ان کا ایک پڑوسی انتقال کر گیا اور وہ اپنے آپ پر زیادتی کرنے والا تھا بہت سے لوگ اس کے جنازے سے دور رہے۔ لیکن حضرت عمر بن ذر تشریف لائے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جب

اس شخص کو قبر میں رکھا گیا تو آپ نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا اے ابوفلاں! اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے تو عمر بھر عقیدہ توحید پر قائم رہا اور سجدوں کے ذریعے تو نے اپنے چہرے کو گرد آلود کیا۔ اگرچہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ گناہ گار، خطا کار ہے تو ہم میں سے کون ہے جس نے گناہ یا خطا نہ کی ہو۔

منقول ہے کہ فساد میں ڈوبے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص بصرہ کی کسی نواحی بستی میں انتقال کر گیا اس کی بیوی کو کوئی ایسا آدمی نہ ملا جو اس کا جنازہ اٹھانے میں اس کی مدد کرے اس کے بہت زیادہ فسق کی وجہ سے کوئی محلہ دار قریب نہ آیا تو اس عورت نے دو مزدور لیے اور اس کو اٹھا کر جنازہ گاہ میں لے گئی۔ کسی نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی تو وہ اسے اٹھا کر صحرا میں لے گئی کہ دفن کرے وہاں قریب ہی پہاڑ پر ایک زاہد تھا جس کا شمار بڑے بڑے زاہدوں میں ہوتا تھا اس عورت نے دیکھا گویا وہ جنازے کا منتظر ہے پھر اس نے نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو شہر میں خبر پھیل گئی کہ فلاں زاہد فلاں شخص کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے پہاڑ سے نیچے اتر آیا ہے تو شہر والے بھی آگئے زاہد اور شہر کے دوسرے لوگوں نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی اور لوگوں کو زاہد کے اس شخص کی نماز جنازہ پڑھنے پر تعجب ہوا تو اس نے کہا مجھے خواب میں بتایا گیا کہ فلاں جگہ جاؤ وہاں ایک جنازہ ہے جس کے ساتھ صرف ایک عورت ہے اور اس کی نماز جنازہ پڑھو اس کی بخشش ہو گئی۔ لوگوں کو مزید تعجب ہوا تو زاہد نے اس عورت کو بلایا اور اس شخص کا حال پوچھا کہ اس کی سیرت کس قسم کی تھی اس نے وہی بات کہی جو معروف تھی وہ دن بھر شراب خانے میں شراب نوشی میں مشغول رہتا تھا۔ زاہد نے کہا سوچو کیا تمہیں اس کا کوئی اچھا عمل معلوم ہے؟ اس نے کہا ہاں تین باتیں ہیں جس دن وہ نشے کی حالت میں نہ ہوتا تو صبح کے وقت کپڑے تبدیل کر کے وضو کرتا اور صبح کی نماز باجماعت پڑھتا پھر شراب خانے میں چلا جاتا اور فسق و فجور میں مشغول ہو جاتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے گھر میں ہمیشہ ایک یا دو یتیم رہتے تھے اور وہ اپنی اولاد کی نسبت ان سے زیادہ اچھا سلوک کرتا تھا اور ان کے حال کی فکر و تلاش زیادہ کرتا تھا اور تیسری بات یہ کہ وہ رات کے اندھیرے میں جب اس کا نشہ اترتا تو وہ روتا اور کہتا اے میرے رب! تو اس خبیث کے ساتھ جہنم کے کس کونے کو بھرنا چاہتا ہے؟ اپنے بارے میں کہتا تھا (یہ سن کر) زاہد کی الجھن دور ہو گئی اور وہ چلا گیا۔

حضرت صلہ بن ریشم رحمہ اللہ کے بھائی کو دفن کیا گیا تو انہوں نے اس کی قبر پر کہا۔

فَاِنْ تَنْجُ مِنْهَا تَنْجُ مِنْ ذِیْ عَظِیْمَۃٍ	اگر تو اس (قبر کے عذاب) سے بچ گیا تو بہت بڑی بات سے بچا ورنہ میں تجھے نجات پانے والا خیال نہیں کرتا۔
وَاِلَّا فَاِنِّیْ لَا اَخَالُکَ نَاجِیًا[1]	

---

[1] مصنف لابن ابی شیبہ جلد ۳ ص ۲۲۳ حدیث ۱۶۱۶۵۔

فصل ۲۱

قبر کی حالت اور قبروں کے پاس بزرگوں کے اقوال

حضرت ضحاک رضی اللہ فرماتے ہیں ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ زاہد کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔

مَنْ لَمْ يَنْسَ الْقَبْرَ وَالْبِلٰى وَتَرَكَ فَضْلَ زِيْنَةِ الدُّنْيَا وَآثَرَ مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى وَلَمْ يَعُدَّ غَدًا مِنْ أَيَّامِهِ وَعَدَّ نَفْسَهُ مِنْ أَهْلِ الْقُبُوْرِ۔

جو شخص قبر اور گل سڑ جانے کو نہ بھولے دنیا کی زینت کو چھوڑ دے، فنا ہونے والی قبر پر باقی رہنے والی کو ترجیح دے اور کل آنے والے دن کو اپنی زندگی میں شمار نہ کرے نیز اپنے آپ کو قبروں والوں میں شمار کرے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ کیا وجہ ہے آپ قبرستان میں بیٹھے رہتے ہیں؟ فرمایا میں ان کو اچھے پڑوسی سمجھتا ہوں میں ان کو سچے پڑوسی پاتا ہوں وہ زبان کو روکے ہوئے ہیں اور آخرت کی یاد دلاتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَا رَأَيْتُ مَنْظَرًا إِلَّا وَالْقَبْرُ أَفْظَعُ مِنْهُ

میں نے قبر سے بڑھ کر کوئی خوفناک منظر نہیں دیکھا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ قبرستان کی طرف گئے تو آپ ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے میں آپ کے زیادہ قریب تھا آپ روئے اور ہم سب بھی روئے آپ نے پوچھا تم کیوں روتے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم آپ کے رونے کی وجہ سے روئے ہیں آپ نے فرمایا یہ میری والدہ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کی قبر ہے میں نے اپنے رب سے اس کی زیارت کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی اجازت دے دی پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی کہ میں ان کے لیے بخشش طلب کروں تو اللہ تعالیٰ نے اجازت نہ دی پس مجھ پر وہی رقت ہوئی جو اولاد پر ہوتی ہے۔ (۲)

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۶۴ مرویات عثمان بن عفان۔

(۲) البدایہ والنھایہ جلد ۲ ص ۲۷۹ ذکر رضاعتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نوٹ: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین طیبین آپ کے اعلان نبوت سے پہلے ہی وصال فرما گئے اس لیے وہ فطری طور پر دین پر تھے اس کے باوجود ان کو آپ پر ایمان کی سعادت سے بہرہ ور کرنے کیلئے دوبارہ زندہ کیا گیا اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے تفصیل کے لیے حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ مبارک) آج کل پاکستان میں اس بات پر شدید احتجاج ہو رہا کہ سعودی حکومت نے گذشتہ رمضان ۱۹۷اھ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ آمنہ طیبہ طاہرہ رض (باقی آئندہ صفحہ پر)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہو جاتی اس سلسلے میں آپ سے پوچھا گیا اور عرض کیا گیا کہ آپ جنت دوزخ کا تذکرہ کرتے وقت نہیں روتے اور جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے ہیں تو روتے ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنَازِلِ الْاٰخِرَۃِ فَاِنْ نَجَا مِنْہُ صَاحِبُہٗ فَمَا بَعْدَہٗ اَیْسَرُ مِنْہُ وَاِنْ لَّمْ یَنْجُ مِنْہُ فَمَا بَعْدَہٗ اَشَدُّ مِنْہُ[۲]

قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے صاحب قبر نے اس سے نجات پائی تو بعد کا معاملہ اس سے آسان ہے اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو بعد کا معاملہ زیادہ سخت ہے۔

کہا گیا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قبرستان کو دیکھا تو اتر کر دو رکعت نماز پڑھی پوچھا گیا کہ پہلے تو کبھی آپ نے ایسا نہیں کیا انہوں نے فرمایا میں نے اس چیز کو یاد کیا جو اہل قبر اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حائل ہے تو میں نے اچھا جانا کہ ان دو رکعتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کروں۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انسان سے سب سے پہلے اس کی قبر گفتگو کرتی ہے وہ کہتی ہے میں کیڑوں مکوڑوں کی جگہ ہوں میں تنہائی کا مقام ہوں، میں اجنبی جگہ ہوں، میں اندھیری کوٹھڑی ہوں میں نے تمہارے لیے یہ تیار کیا تو نے میرے لیے کیا تیار کیا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں اپنے فقر کے دن کے بارے میں نہ بتاؤں؟ یہ وہ دن ہے جب مجھے قبر میں رکھا جائے گا۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ قبروں کے پاس بیٹھے تھے اس سلسلہ میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا میں ایسی قوم کے پاس بیٹھا ہوں جو مجھے آخرت یاد دلاتی اور جب میں اٹھتا ہوں تو وہ میری غیبت نہیں کرتے۔

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ رات دن قبرستان جاتے اور فرماتے اے اہل قبور! کیا بات ہے میں پکارتا ہوں لیکن تم جواب نہیں دیتے پھر فرماتے اللہ کی قسم ان کو جواب دینے میں کوئی مانع ہے گویا میں بھی ان جیسا ہوں پھر طلوع فجر تک نوافل پڑھتے رہتے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کسی ہمنشین سے فرمایا اے فلاں! میں رات بھر جاگتا رہا اور قبر والے کے بارے میں سوچتا رہا اگر تم میت کو تین دن بعد اس کی قبر میں دیکھو تو اس کے ساتھ ایک طویل عرصہ تک مانوس

(حاشیہ[۱]) کی قبر شریف پر بلڈوزر پھیرا اللہ تعالیٰ ان نجدیوں کو ہدایت دے اور مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ یہ بدبخت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کس قدر مخالف ہیں۔ پھر بھی اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ پاکستانی وہابی بھی ان کی حمایت کر رہے ہیں ۱۲ ہزاروی (۲) سنن ابن ماجہ ص ۳۲۰، ابواب الزہد

رہنے کے باوجود تمہیں اس سے وحشت ہونے لگے اور اگر تم اس گھر کو دیکھو جس میں کیڑے پھر رہے ہیں پیپ جاری ہے کیڑے بدن کو کھا رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ بدبو بھی آرہی ہے اور کفن پرانا ہو چکا ہے جبکہ پہلے خوبصورت تھا خوشبو اچھی تھی اور کپڑے بھی صاف تھے۔ ... راوی کہتے ہیں پھر آپ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے۔

حضرت یزید رقاشی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے ایک وہ شخص جو قبر کے گڑھے میں مدفون ہے اور قبر میں اکیلا پڑا ہے زمین کے اندر اپنے نیک اعمال سے مانوس ہے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تجھے کن اعمال کی بشارت ملی ہے۔ اور تو نے کن بھائیوں پر رشک کیا پھر آپ روئے حتیٰ کہ عمامہ مبارک تر ہو گیا اس کے بعد فرمایا اللہ کی قسم! اپنے اچھے اعمال سے خوش ہو جاؤ۔ اور ان بھائیوں پر رشک کرو جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اس کا دستور تھا کہ جب قبروں کو دیکھتے تو بیل کی طرح آواز نکالتے۔

حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا، جو شخص قبرستان سے گزرے اور اپنے نفس کے بارے میں نہ سوچے اور نہ اہل قبور کے لیے دعا مانگے اس نے اپنے آپ سے بھی اور ان اہل قبور سے بھی خیانت کی۔

حضرت بکر عابد رحمتہ اللہ اپنی ماں سے کہتے ہیں کیا اچھا ہوتا کہ تم میرے حق میں بانجھ ہوتیں تمہارے بیٹے کو بہت عرصہ بند رہنا پڑے گا اور اس کے بعد وہاں سے کوچ کرنا ہوگا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر ابن آدم! تیرا رب تجھے سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے دیکھ تو اس کو کہاں سے جواب دیتا ہے، اگر تو اسے دنیا میں سے جواب دے گا اور اس کی طرف سفر کے لیے مستعد ہو گا تو دار السلام میں داخل ہو گا، اور اگر قبر میں جواب دے گا تو اس کے گھر میں نہیں جائے گا۔

حضرت حسن بن صالح رحمتہ اللہ علیہ جب قبرستان سے گزرتے تو فرماتے تمہارا ظاہر تو بہت اچھا ہے لیکن مصیبت تمہارے پیٹ میں ہے۔

حضرت عطاء سلمی رحمتہ اللہ کی عادت مبارک تھی کہ جب رات ہوتی تو قبرستان کی طرف نکل جاتے اور فرماتے اے اہل قبور! تم مر گئے، ہائے موت! تم نے اپنے عمل دیکھے ہائے رے عمل پھر فرمایا کل عطا قبرستان میں ہوگا کل عطا قبرستان میں ہوگا، صبح تک آپ کا یہی طریقہ رہتا۔

حضرت سفیان رحمتہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص قبر کا ذکر زیادہ کرے۔ وہ اسے جنت کے باغات میں سے ایک باغ پاتا ہے، اور جو اس کے ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ اسے جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا پاتا ہے۔

حضرت ربیع بن خثیم رحمتہ اللہ نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی جب کبھی اپنے دل میں کچھ سختی پاتے تو اس میں داخل ہو کر لیٹ جاتے اور جتنی دیر اللہ تعالیٰ چاہتا اس میں ٹھہرے رہتے۔ پھر پڑھتے۔

رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ۔ [1] اے میرے رب! مجھے واپس بھیج دے تاکہ میں نیک اعمال کروں جو میں نے چھوڑ دیئے تھے۔

---

(۱) قرآن مجید سورہ مومنون آیت ۹۹، ۱۰۰

اس آیت کو بار بار پڑھتے پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہتے اے ربیع! اب تجھے واپس کر دیا گیا ہے پس عمل کر۔

حضرت احمد بن حرب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں، زمین کو اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو اپنی خواب گاہ کو درست کرتا اور سونے کے لیے بستر ٹھیک کرتا ہے۔ زمین کہتی ہے اے ابن آدم! تو اپنے طویل عرصہ تک گلنے سڑنے کو کیوں یاد نہیں کرتا میرے اور تیرے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کے ہمراہ قبرستان کی طرف گیا آپ نے قبروں کو دیکھا تو رونے لگے۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ میرے آباؤ اجداد بنو امیہ کی قبریں ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ لوگ کبھی بھی دنیا والوں کے ساتھ لذتوں اور عیش میں شریک نہیں ہوئے دیکھو کس طرح پچھاڑے گئے ہیں اور ان پر مصیبتیں ٹوٹ پڑی ہیں اور ان کا پرانا ہونا پکا ہو گیا اور کیڑے مکوڑوں نے ان کے جسموں کو اپنی آرام گاہ بنا لیا۔ پھر آپ روئے اور فرمایا اللہ کی قسم! میں ان سب سے کسی ایک کو نہیں جانتا کہ اس پر انعام ہوا ہو اور وہ عذاب قبر سے محفوظ رہا ہو۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں قبرستان میں داخل ہوا جب میں وہاں سے نکلنے لگا تو بلند آواز سے کسی نے کہا اے ثابت! ان قبروں والوں کی خاموشی سے دھوکہ نہ کھانا ان میں کتنے ہی نفس مغموم ہیں۔

ایک روایت میں ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند حسن بن حسن رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو دیکھا تو اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور فرمایا۔

وَكَانُوْا رَجَاءً ثُمَّ اَمْسَوْا رَزِيَّةً لَقَدْ	وہ لوگ جو امید تھے وہ اندوہ اور پریشانی کا باعث بن گئے
عَظُمَتْ تِلْكَ الرَّزَايَا وَجَلَّتْ۔	تو یہ مصیبت کس قدر بڑی ہے۔

کہا گیا کہ انہوں نے ان کی قبر پر خیمہ لگا لیا اور سال بھر تک وہاں بیٹھی رہی جب سال گزر گیا تو خیمہ اکھاڑ اور مدینہ شریف میں داخل ہو گئیں لوگوں نے جنت البقیع کی طرف سے آواز سنی کہ کیا انہوں نے پایا جو کھویا تھا تو دوسری طرف سے آواز آئی نہیں بلکہ وہ مایوس ہو کر لوٹ گئے۔

حضرت ابو موسیٰ تیمی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں فرزدق (شاعر) کی بیوی فوت ہو گئی تو اس کے جنازہ میں بصرہ کے سوار نکلے ان میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ بھی تھے آپ نے فرزدق سے فرمایا اے ابو فراس! تو نے اس دن کے لیے کیا تیاری کی ہے اس نے کہا ساٹھ سال سے کلمہ شہادت تیار کر رکھا ہے۔ جب اس کی بیوی کو دفن کیا گیا تو اس نے قبر پر کھڑے ہو کر کہا۔

اَخَافُ وَرَاءَ الْقَبْرِ اِنْ لَّمْ تُعَافِنِيْ اَشَدَّ مِنَ	اگر تو مجھے معاف نہ کرے تو مجھے قبر کے بعد تنگی اور
الْقَبْرِ اِلْتِهَابًا وَّاَضْيَقَا اِذَا جَاءَنِيْ يَوْمَ	جلن کا خوف قبر سے بھی زیادہ ہے جب قیامت کے دن
الْقِيٰمَةِ قَائِدٌ عَنِيْفٌ وَّسَوَّاقٌ يَسُوْقُ	سخت پیادہ فرزدق کو ہانک کر لے جایا جائے جو انسان گردن

اَلْغَرَرُ وَ لَقَدْ خَابَ مِنْ اَوْلَادِ آدَمَ مِنْ مَشٰی
اِلَی النَّارِ مَغْلُوْلَ الْقِلَادَةِ اِزْرَقًا۔

میں طوق ڈالے اور نیلی آنکھوں کے ساتھ جہنم کی طرف گیا وہ نامراد ہے۔

اہل قبور کے بارے میں شعرا نے یہ بھی کہا۔

قِفْ بِالْقُبُوْرِ وَ قُلْ عَلٰی سَاحَاتِهَا
مَنْ مِنْكُمُ الْمَغْمُوْرُ فِیْ ظُلُمَاتِهَا
وَمَنِ الْمُكَرَّمُ مِنْكُمُ فِیْ قَعْرِهَا
قَدْ ذَاقَ بَرْدَ الْاَمْنِ مِنْ رَوْعَاتِهَا
اَمَّا السُّكُوْنُ لِذِی الْعُيُوْنِ فَوَاحِدٌ
لَا يَسْتَبِيْنُ الْفَضْلُ فِیْ دَرَجَاتِهَا
لَوْ جَاوَبُوْكَ لَاَخْبَرُوْكَ بِاَلْسُنٍ
تَصِفُ الْحَقَائِقَ بَعْدُ مِنْ حَالَاتِهَا
اَمَّا الْمُطِيْعُ فَنَازِلٌ فِیْ رَوْضَةٍ
يُفْضِیْ اِلٰی مَا شَاءَ دَوْحَاتِهَا
وَالْمُجْرِمُ الطَّاغِیْ بِهَا مُتَقَلِّبٌ
فِیْ حُفْرَةٍ يَاْوِیْ اِلٰی حَيَّاتِهَا
وَعَقَارِبٌ تَسْعٰی اِلَيْهِ فَرُوْحُهٗ
فِیْ شِدَّةِ التَّعْذِيْبِ مِنْ لَدَغَاتِهَا

قبروں پر کھڑے ہو کر مردوں کو اس طرح پکارو کہ تم میں سے کون ہے جس پر قبر کے اندھیرے چھائے ہوئے ہوں اور کون ان قبروں کی گہرائی میں مکرم ہے اور وہ اس کے خوف سے مامون ہے، لیکن ان سب پر ایک جیسی خاموشی طاری ہے۔ ان کے درجات کی فضیلت واضح نہیں ہوتی اگر وہ تمہیں جواب دیں تو ایسی زبان سے جواب دیتے ہیں جو تمام حقائق بیان کرتے ہیں، عبادت گزار تو باغ میں اترا ہوا ہے جہاں چاہے جاتا ہے۔ اور مجرم سرکش ایسے گڑھے میں الٹ پلٹ ہوتا ہے جس میں سانپ اور بچھو اس کی طرف دوڑتے ہیں اور ان کے کاٹنے سے اس کی روح سخت عذاب میں مبتلا ہے۔

حضرت داؤد طائی رضی اللہ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر پر رو رہی تھی اور کہتی تھی

عُدِمَتِ الْحَيَاةُ وَلَا نِلْتَهَا
اِذَا كُنْتَ فِی الْقَبْرِ قَدْ اَلْحَدُوْكَا
فَكَيْفَ اَذُوْقُ لِطَعْمِ الْكَرٰی
وَاَنْتَ بِيُمْنَاكَ قَدْ وَسَّدُوْكَا

تیری زندگی ہی گئی اور تو نے بھی نہ پائی جب لوگوں نے تجھے قبر میں دفن کر دیا میری آنکھوں کو نیند کیسے آئے جب کہ انہوں نے تجھے دائیں پہلو پر لٹا دیا۔

پھر اس خاتون نے کہا بیٹا معلوم نہیں کیڑوں نے تیرا کون سا رخسار کھایا یہ سن کر حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ نے چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑے، حضرت ملک بن دینار رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں ایک قبر کے پاس سے گزرا تو میں نے یہ قطعہ پڑھا۔

أَتَيْتُ الْقُبُورَ فَنَادَيْتُهَا
فَأَيْنَ الْمُعَظَّمُ وَالْمُحْتَقَرُ
وَأَيْنَ الْمُدِلُّ بِسُلْطَانِهِ
وَأَيْنَ الْمُزَكِّي إِذَا مَا افْتَخَرْ

میں قبرستان میں آیا تو میں نے آواز دی کہاں ہیں انیس اور کدھر ہیں نقیر اپنی سلطنت پر ناز کرنے والے کہاں ہیں اور فخر کرنے والے پاکباز بننے والے کہاں ہیں۔

فرماتے ہیں ان کے درمیان سے آواز دی گئی جسے میں سنتا تھا لیکن مجھے وہ شخص نظر نہیں آ رہا تھا۔

تَفَانَوْا جَمِيعًا فَمَا مُخْبِرٌ
وَمَاتُوا جَمِيعًا وَمَاتَ الْخَبَرُ
تَرُوحُ وَتَغْدُو بَنَاتُ الثَّرَى
فَتَمْحُو مَحَاسِنَ تِلْكَ الصُّوَرِ
فَيَا سَائِلِي عَنْ أُنَاسٍ مَضَوْا
أَمَا لَكَ فِيمَا تَرَى مُعْتَبَرُ

وہ سب فنا ہو گئے اور کوئی خبر دینے والا نہیں اور وہ سب مر گئے، نیز خبر بھی مر گئی، صبح و شام کیڑے مکوڑے آتے ہیں اور ان صورتوں کے حسن کو تیار کرتے ہیں اے گذشتہ لوگوں کے بارے میں پوچھنے والے! کیا جو کچھ تو نے دیکھا ہے اس سے عبرت نہیں پکڑتا

فرماتے ہیں میں وہاں سے روتا ہوا واپس لوٹا۔

فصل ۳۱

قبروں پر لکھے گئے چند قطعات

ایک قبر پر یہ لکھا ہوا پایا گیا۔

تُنَاجِيكَ أَجْدَاثٌ وَهُنَّ صُمُوتٌ
وَسُكَّانُهَا تَحْتَ التُّرَابِ خُفُوتٌ
أَيَا جَامِعَ الدُّنْيَا لِغَيْرِ بَلَاغِهِ
لِمَنْ تَجْمَعُ الدُّنْيَا وَأَنْتَ تَمُوتُ

یہ خاموش قبریں تجھے اپنا حال سناتی ہیں کہ ان کے باشندے مٹی کے نیچے خاموش ہو گئے آخرت کے علاوہ کے لیے دنیا کو جمع کرنے والے تو کس کے لیے دنیا جمع کرتا ہے جبکہ تو مر جائے گا۔

ایک اور قبر پر اس طرح لکھا ہوا تھا۔

أَيَا غَانِمُ أَمَّا ذَرَاكَ فَوَاسِعٌ
وَقَبْرُكَ مَعْمُورُ الْجَوَانِبِ مُحْكَمُ
وَمَا يَنْفَعُ الْمَقْبُورَ عُمْرَانُ قَبْرِهِ
إِذَا كَانَ فِيهِ جِسْمُهُ يَتَهَدَّمُ

اے صاحب رمال اور وسیع صحن والے اور تیری قبر ہر طرف سے آباد اور مضبوط ہے قبر والے کو قبر کی تعمیر کیا فائدہ دے گی، جبکہ اس میں اس کا جسم ختم ہو جائے گا۔

حضرت ابن سماک فرماتے ہیں میں قبرستان سے گذرا تو ایک قبر پر لکھا ہوا تھا۔

يَمُرُّ أَقَارِبِي جَنَبَاتِ قَبْرِي
كَأَنَّ أَقَارِبِي لَمْ يَعْرِفُونِي
ذَوُو الْمِيرَاثِ يَقْتَسِمُونَ مَالِي
وَمَا يَأْلُونَ أَنْ جَحَدُوا دُيُونِي
وَقَدْ أَخَذُوا سِهَامَهُمْ وَعَاشُوا
فَيَا لِلّٰهِ مَا أَسْرَعَ مَا نَسُونِي

میرے رشتہ دار میری قبر سے گذرتے ہیں گویا وہ مجھے جانتے ہی نہیں۔ وارث میرے مال کو تقسیم کرتے ہیں لیکن میرے قرض کی ادائیگی سے انکار کیا۔ کوئی پرواہ نہیں کرتے انہوں نے اپنا اپنا حصہ لے لیا اور زندگی گذار رہے ہیں تو کتنی جلدی انہوں نے مجھے بھلا دیا۔

ایک اور قبر پر یوں لکھا ہوا پایا گیا۔

إِنَّ الْحَبِيبَ مِنَ الْأَحْبَابِ مُخْتَلَسُ
لَا يَمْنَعُ الْمَوْتَ بَوَّابٌ وَلَا حَرَسُ
فَكَيْفَ تَفْرَحُ بِالدُّنْيَا وَلَذَّتِهَا
يَا مَنْ يُعَدُّ عَلَيْهِ اللَّفْظُ وَالنَّفَسُ
أَصْبَحْتَ يَا غَافِلًا فِي النَّقْصِ مُنْغَمِسًا
وَأَنْتَ دَهْرَكَ فِي اللَّذَّاتِ مُنْغَمِسُ
لَا يَرْحَمُ الْمَوْتُ ذَا جَهْلٍ لِغِرَّتِهِ
وَلَا الَّذِي كَانَ مِنْهُ الْعِلْمُ يُقْتَبَسُ
كَمْ أَخْرَسَ الْمَوْتُ فِي قَبْرٍ وَقَفْتُ بِهِ
مِنَ الْجَوَابِ لِسَانًا مَا بِهِ خَرَسُ
قَدْ كَانَ قَصْرُكَ مَعْمُورًا لَهُ شَرَفٌ
فَقَبْرُكَ الْيَوْمَ فِي الْأَجْدَاثِ مُنْدَرِسُ

موت دوستوں میں سے ایک کو اچک لیتی ہے اور اور اسے کوئی دربان روک نہیں سکتا تو کس طرح دنیا اور اس کی لذت پر خوش ہوتا ہے جبکہ تیرے الفاظ اور سانس گنے جا چکے ہیں۔ اے غافل تیری زندگی کم ہوتی جا رہی ہے اور تو زندگی لذتوں سے غوطہ خوری کے اندر گزار رہا ہے موت کسی جاہل پر اس کی جہالت کی وجہ سے رحم نہیں کرتی اور نہ یہ دیکھتی ہے کہ اس عالم سے علم حاصل کیا جا رہا ہے موت نے کتنی ہی لوگوں کی زبانوں کو جواب دینے سے گونگا کر دیا۔ حالانکہ وہ گونگے نہ تھے تیرا محل آباد اور محترم تھا لیکن آج تیری قبر نئی قبروں میں پرانی قبر ہے۔

ایک اور قبر پر اس طرح لکھا ہوا پایا گیا۔

وَقَفْتُ عَلَى الْأَحِبَّةِ حِينَ صُفَّتْ
قُبُورُهُمْ كَأَفْرَاسِ الرِّهَانِ
فَلَمَّا أَنْ بَكَيْتُ وَفَاضَ دَمْعِي
رَأَتْ عَيْنَايَ بَيْنَهُمْ مَكَانِي

میں دوستوں کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا جب ان کی قبریں دوڑنے والے گھوڑوں کی طرح ایک صف میں تھیں جب میں رویا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے تو میں نے انہی میں اپنا مکان پایا۔

ایک طبیب کی قبر پر لکھا ہوا پایا گیا۔

قَدْ قُلْتُ لَمَّا قَالَ لِیْ قَائِلٌ
قَدْ صَارَ لُقْمَانُ اِلٰی رَمْسِہٖ
فَاَیْنَ مَا یُوْصَفُ مِنْ طِبِّہٖ
وَحَذْقِہٖ فِی الْمَاءِ مَعَ جِسْمِہٖ
ھَیْھَاتَ لَا یَدْفَعُ عَنْ غَیْرِہٖ
مَنْ کَانَ لَا یَدْفَعُ عَنْ نَفْسِہٖ

جب مجھے کسی کہنے والے نے بتایا کہ لقمان حکیم قبر میں چلے گئے تو میں نے کہا وہ طب میں مشہور تھا اس کی طب اور مہارت اس کے جسم کے ساتھ کہاں گئی، افسوس وہ شخص دوسرے سے موت کو کیسے دور کرے گا جو خود اپنے آپ سے موت کو دور نہیں کر سکا۔

ایک اور قبر پر یوں لکھا ہوا تھا۔

یَا اَیُّھَا النَّاسُ کَانَ اَمَلٌ
قَصَّرَ بِیْ عَنْ بُلُوْغِہِ الْاَجَلُ
فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ رَجُلٌ
اَمْکَنَہٗ فِیْ حَیَاتِہِ الْعَمَلُ
مَا اَنَا وَحْدِیْ نُقِلْتُ حَیْثُ تَرٰی
کُلٌّ اِلٰی مِثْلِہٖ سَیُنْتَقَلُ

لوگو! میرے دل میں ایک آرزو تھی جس کے راستے میں میری موت رکاوٹ بن گئی، اس شخص کو اللہ تعالیٰ سے جو اس کا رب ہے ڈرنا چاہیے جو دنیا میں عمل کر سکتا ہے۔ میں اکیلا ہی یہاں منتقل نہیں ہوا عنقریب سب کو یہاں آنا پڑے گا۔

تو قبروں پر یہ اشعار اس لیے لکھے کہ ان قبروں والوں نے موت سے پہلے عبرت پکڑنے میں کوتاہی کی اور عقلمند آدمی وہ ہوتا ہے جو دوسروں کی قبروں کو دیکھ کر ان کے درمیان اپنی جگہ دیکھتا ہے اور ان کے ساتھ ملنے کی تیاری کرتا ہے اور اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ جب تک وہ ان سے ملے گا نہیں وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے اور یہ بات جان لے کہ جن دنوں کو وہ ضائع کر رہا ہے اگر ان لوگوں کو ان میں سے ایک دن بھی مل جائے تو ان کے لیے تمام دنیا سے بہتر ہو کیونکہ ان لوگوں کو اعمال کی قدر معلوم ہو گی اور ان پر حقائق امور منکشف ہو گئے، اور انہیں زندگی کے ایک دن پر اس لیے افسوس ہے کہ کوتاہی کرنے والا اپنی کوتاہی کا ازالہ کر کے عذاب سے چھوٹ جائے اور توفیق والا مزید مرتبہ پائے اور اس کا ثواب بڑھ جائے، کیونکہ ان کو زندگی کے ختم ہونے کے بعد اس کی قدر معلوم ہوئی اس لیے اب وہ اس کی ایک ساعت پر بھی افسوس کرتے ہیں اور تم اس ساعت پر قادر ہو اور ہو سکتا ہے اس طرح کی کئی ساعتوں پر قادر رہو پھر تم ان کو ضائع کر رہے ہو اور تم دل میں یہ بات بٹھا لو کہ جب معاملہ ہاتھ سے نکل جائے گا تو تمہیں اس پر افسوس ہو گا، کہ ہائے ہم نے اپنے وقت سے اپنا حصہ جلدی کیوں نہ لیا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں، میرا ایک دینی بھائی تھا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا میں نے کہا اے فلاں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تو زندہ ہو گیا اس نے کہا اگر میں یہ کلمہ یعنی "الحمد للہ رب العالمین" کہنے پر قادر ہوتا تو یہ بات مجھے دنیا اور جو اس کے اندر ہے ان سب سے زیادہ پسند ہوتی پھر کہا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب وہ مجھے دفن کر رہے تھے تو فلاں شخص نے اٹھ کر دو رکعتیں نماز پڑھی اگر میں اس وقت دو رکعتیں نماز پڑھ سکتا تو مجھے یہ بات دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سب سے زیادہ پسند ہوتی۔

فصل ۲۷

اولاد کی موت پر بزرگوں کے اقوال

جس شخص کا بیٹا مر جائے یا کوئی قریبی رشتہ دار فوت ہو تو یوں خیال کرے کہ وہ ایک منزل ہے جس کی طرف دونوں سفر کر رہے ہیں۔ لیکن اس کا بیٹا اپنے وطن میں ٹھکانے اور منزل پر پہلے پہنچ گیا (اور میں بعد میں پہنچوں گا) تو اس طرح اسے زیادہ افسوس نہیں ہوگا کیونکہ اسے یہ یقین ہوگا کہ وہ بھی جلد ہی اس سے جا ملے گا اور ان کے درمیان صرف چند دن آگے پیچھے ہونے کا مسئلہ ہے۔

موت کا بھی یہی معاملہ ہے اس کا مطلب وطن کی طرف جانا ہے۔ یہاں تک کہ پچھلا بھی اس سے جا ملتا ہے اس عقیدے کی وجہ سے پریشانی زیادہ نہیں ہوتی بالخصوص اولاد کے فوت ہونے پر جس ثواب کا وعدہ ہے اس سے ہر مصیبت زدہ کو تسلی ہو جاتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لَاَنْ اُقَدِّمَ سَقْطًا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُخَلِّفَ مِائَةَ فَارِسٍ كُلُّهُمْ يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ۔[1]

اگر میں پیٹ سے گرا ہوا بچہ آگے بھیجوں تو یہ بات مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ اپنے پیچھے ایک سو سوار چھوڑوں وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑیں۔

---

[1] سنن ابن ماجہ ص ۱۱۶، ابواب الجنائز۔

آپ نے گرنے والے بچے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ ادنیٰ سے اعلیٰ پر تنبیہ ہو جائے ورنہ ثواب اس قدر ہوتا ہے جس قدر دل میں بچے کی جگہ ہوتی ہے۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک صاحبزادے کا انتقال ہو گیا تو آپ کو بہت دکھ ہوا آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے ہاں اس کی کیا قدر تھی، آپ نے فرمایا سونے سے بھری ہوئی زمین کہا گیا کہ آپ کو اس کی مثل آج آخرت میں ملے گی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

لَا يَمُوْتُ لِاَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ فَيَحْتَسِبُهُمْ اِلَّا كَانُوْا لَهٗ جُنَّةً مِنَ النَّارِ۔	کسی مسلمان کے تین بچے مر جائیں اور وہ (صبر کے ذریعے) ثواب طلب کرے تو وہ (بچے) اس کے لیے جہنم سے ڈھال بنیں گے۔

ایک خاتون جو آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، انہوں نے پوچھا یا دو ہوں؟ فرمایا (ہاں) یا دو ہوں[1] والد کو چاہیے کہ بیٹے کی وفات کے وقت اس کے لیے خالص دعا کرے کیونکہ یہ دعا زیادہ امید والی اور قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔۔۔۔ حضرت محمد بن سلیمان رحمۃ اللہ اپنے صاحبزادے کی قبر پر کھڑے ہوئے اور دعا مانگی یا اللہ! میں تجھ سے اس کے لیے امید رکھتا ہوں اور اس کے بارے میں تجھ سے ڈرتا ہوں پس تو میری امید کو ثابت کر دے اور میرے خوف سے مجھے مامون رکھ۔

حضرت ابو سنان رحمۃ اللہ اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑے ہوئے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا یا اللہ! میرے جو حقوق اس پر واجب تھے میں نے اس کے لیے بخش دیئے، تیرے جو حقوق اس کے ذمہ تھے یا اللہ تعالیٰ تو بھی بخش دے تو زیادہ جود و سخا اور کرم والا ہے۔

ایک اعرابی اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑا ہوا اور کہا یا اللہ! اس نے میرے ساتھ حسن سلوک میں جو کوتاہی کی ہے میں نے اسے معاف کر دیا یا اللہ تو بھی اپنی اطاعت کے سلسلے میں اس کی کوتاہی کو معاف کر دے۔

جب حضرت ذر بن عمر بن ذر رحمۃ اللہ کا انتقال ہوا تو ان کے والد حضرت عمر بن ذر نے ان کی قبر میں رکھنے کے بعد فرمایا، ہمیں تمہارے بارے میں اس قدر خوف ہے کہ ہم تجھ پر غم کرنا ہی بھول گئے معلوم نہیں تجھ سے کیا سوال ہوا اور تو نے

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۳۷۸ مرویات ابوہریرہ

کیا جواب دیا پھر دعا کی یا اللہ! یہ ذرہ ہے اس سے تو نے مجھے نفع دیا جو دیا اور تو نے اس کی زندگی اور رزق کو پورا کر دیا اور تو نے اس پر ظلم نہیں کیا یا اللہ! تو نے اس پر اپنی اور میری فرمانبرداری لازم کی تھی یا اللہ تو نے اس مصیبت پر جو ثواب مجھے دینا کیا ہے وہ میں نے اسے ہدیہ کر دیا تو اس کا عذاب مجھے دے دے اور اس کو عذاب نہ دینا، یہ سن کر لوگ رو پڑے پھر جب واپس ہونے لگے تو فرمایا اے ذر! تمہارے بعد اب ہمیں کوئی حاجت نہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی انسان کی ضرورت نہیں،

ایک شخص نے بصرہ میں ایک عورت کی طرف دیکھا تو کہا اس جیسی تازگی میں نے نہیں دیکھی معلوم ہوتا ہے کہ اسے رنج کم ہے اس نے کہا اے بندہ خدا! میں ایسے غم میں ہوں جس میں میرے ساتھ کوئی شریک نہیں اس نے پوچھا وہ کیسے؟ اس عورت نے جواب دیا میرے خاوند نے عیدالاضحیٰ کے دن ایک بکری ذبح کی اور میرے دو خوبصورت بچے تھے جو کھیل رہے تھے ان میں سے بڑے نے کہا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں ابا جان نے بکری کس طرح ذبح کی ہے؟ اس نے کہا ہاں بتاؤ، چنانچہ اس نے اسے پکڑ کر ذبح کر دیا اور ہمیں اس وقت پتا چلا جب وہ خون میں لت پت تھا جب چیخ و پکار ہوئی تو وہ لڑکا بھاگ کھڑا ہوا اور اس نے ایک پہاڑ میں پناہ لے لی وہاں ایک بھیڑیا تھا اس نے اسے کھا لیا باپ اس کو ڈھونڈنے نکلا تو سخت گرمی میں پیاس کی شدت سے گر گیا تو گردش زمانہ نے مجھے اس طرح چھوڑ دیا تو موت کے وقت اس قسم کے مصائب کی مثالیں ذکر کرنی چاہئیں تاکہ ان کو سن کر سخت پریشانی سے تسلی ہو جائے کیونکہ ہر مصیبت کا تصور ہو سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اسے ہر حال میں دور فرماتا ہے۔

فصل ۲

زیارت قبور

میت کے لیے دعا اور دیگر باتیں

موت کو یاد کرنے اور عبرت حاصل کرنے کے لیے عام قبروں کی زیارت مستحب ہے اور نیک لوگوں کی قبروں سے عبرت کے ساتھ ساتھ برکت حاصل کرنے کی خاطر ان کی زیارت مستحب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے

زیارت قبور سے منع فرمایا اس کے بعد اجازت دے دی (۱)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْآخِرَةَ غَيْرَ أَنْ لَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا (۲)	میں تمہیں زیارت قبور سے منع کرتا تھا پس اب تم زیارت کر سکتے ہو یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں لیکن کوئی بیجا کلمہ نہ کہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہزار مسلح افراد کے ہمراہ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی اور اس دن جس قدر لوگ روئے ہیں اس قدر کبھی نہیں دیکھے گئے (۳) اسی دن آپ نے ارشاد فرمایا۔

أُذِنَ لِيْ فِي الزِّيَارَةِ دُوْنَ الْاِسْتِغْفَارِ (۴)	مجھے زیارت کی اجازت دی گئی لیکن بخشش مانگنے کی اجازت نہ ملی۔

یہ حدیث ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قبرستان کی طرف سے تشریف لائیں تو میں نے عرض کیا ام المومنین! کہاں سے تشریف لا رہی ہیں؟ فرمایا اپنے بھائی حضرت عبدالرحمن رضی اللہ کی قبر سے آرہی ہوں میں نے پوچھا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا؟ فرمایا ہاں (منع فرمایا) پھر اس کی اجازت دے دی۔

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے عورتوں کو قبرستان میں جانے کی اجازت دینا مناسب نہیں کیونکہ وہ قبروں کے ساتھ بہت ناشائستہ گفتگو کرتی ہیں تو زیارت قبور سے حاصل ہونے والی بھلائی اس شر سے کم ہے نیز وہ راستے میں بے پروا ہونے اور زینت کے اظہار سے بھی باز نہیں آتیں اور یہ بڑے گناہ ہیں جبکہ زیارت سنت ہے تو اس مقصد کے لیے اتنے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیسے جائز ہوگا

ہاں اگر عورت عام کپڑوں میں جائے کہ لوگ اس کی طرف نہ دیکھیں اور قبر پر جا کر صرف دعا کرے وہاں باتیں نہ کرے تو ٹھیک ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

---

(۱) المستدرک للحاکم جلد اول ص ۳۷۴ کتاب الجنائز

(۲) " " ۳۷۶ "

(۳) " " "

(۴) " " "

قبور کی زیارت روزِ آخرت کی یاد دلاتی ہے، مُردوں کو غسل دو کہ روح سے خالی جسم کی درستگی اور تدبیر بہت بڑی نصیحت ہے اور نماز جنازہ پڑھو شاید تمہارے دل میں غم پیدا ہو کیونکہ غم کھانے والا آدمی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں ہوگا۔[1]

حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

زُوْرُوْا مَوْتَاکُمْ وَسَلِّمُوْا عَلَیْھِمْ فَاِنَّ لَکُمْ فِیْھِمْ عِبْرَۃً۔[2]

اپنے فوت شدہ لوگوں کی زیارت کرو اور ان پر سلام پیش کرو اس میں تمہارے لیے عبرت ہے۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب قبر کے پاس سے گزرتے وہاں کھڑے ہو کر سلام کہتے۔

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خاتون جنت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتیں وہاں نماز پڑھتیں اور روتی تھیں۔

نوٹ۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے اور آپ کے چچا بھی تو رضاعی بھائی ہونے کے حوالے سے ان کو حضرت خاتون جنت کا چچا قرار دیا گیا۔ ۱۲ ہزاروی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْہِ اَوْ اَحَدِھِمَا فِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ غُفِرَلَہٗ وَکُتِبَ بَرًّا۔[3]

جو شخص ہر جمعہ کے دن (یا ہفتے میں ایک دن) اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اس کو بخش دیا جاتا ہے اور اسے نیکوکار لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایک شخص کے ماں باپ مر جاتے ہیں اور وہ ان کا نافرمان ہوتا ہے پس وہ ان کے لیے ان کے مرنے کے بعد دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو (ماں باپ سے) اچھا سلوک کرنے والوں میں لکھ دیتا ہے۔[4]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ۔[5]

جس نے میری قبر مبارک کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

---

(۱) المستدرک للحاکم جلد اول ص ۳۷۷ کتاب الجنائز

(۲) الفردوس بماثور الخطاب جلد ۲ ص ۲۹۴ حدیث ۳۳۴۱

(۳) مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۵۹ کتاب الجنائز

(۴) الدر المنثور جلد ۴ ص ۱۷۴ تحت آیت واخفض لھما جناح الذل

(۵) مجمع الزوائد جلد ۴ ص ۲ کتاب الحج۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ زَارَنِي فِي الْمَدِينَةِ مُحْتَسِبًا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا وَشَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ[1]

جس شخص نے ثواب کی نیت سے مدینہ طیبہ میں میری زیارت کی میں قیامت کے دن اس کے لیے سفارش کرنے والا اور گواہ ہوں گا۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر صبح ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو ڈھانپ لیتے ہیں وہ اپنے پروں کو ہلاتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے ہیں یہاں تک کہ جب شام ہوتی ہے تو وہ اوپر چلے جاتے ہیں اور ان کی مثل دوسرے فرشتے اترتے ہیں اور وہ بھی اسی طرح کرتے ہیں یہاں تک کہ جب زمین پھٹے گی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ستر ہزار فرشتوں کے جلوس میں باہر تشریف لائیں گے اور وہ آپ کی تعظیم کریں گے۔

زیارتِ قبور کا طریقہ

زیارت قبور کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو اور اپنا منہ میت کی طرف کرے اور سلام کہے نہ قبر کو ہاتھ لگائے نہ اس پر ہاتھ ملے اور نہ بوسہ دے کیونکہ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو ایک یا اس سے زیادہ بار دیکھا کہ مزار شریف پر حاضر ہوتے اور فرماتے "السلام علی نبی، السلام علی ابی بکر علی ابی" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سلام اور میرے اباجان (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر سلام اور پھر واپس چلے جاتے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہو کر کھڑے ہوئے اور ہاتھوں کو اٹھایا حتی کہ میں نے گمان کیا کہ آپ نے نماز شروع کی ہے آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا اور واپس چلے گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ رَجُلٍ يَزُوْرُ قَبْرَ اَخِيْهِ وَيَجْلِسُ عِنْدَهُ اِلَّا اسْتَانَسَ بِهٖ وَرَدَّ عَلَيْهِ حَتّٰى يَقُوْمَ[2]

جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو وہ (قبر والا) اس سے مانوس ہوتا اور سلام کا جواب دیتا ہے جب تک وہ نہ اٹھے۔

---

(۱) کنز العمال جلد ۵ ص ۶۵۲ حدیث ۴۲۵۸۴

(۲) الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۱۷۰ احوال برزخ۔

حضرت سلیمان بن سحیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو عرض کیا یارسول اللہ یہ لوگ آپ کے پاس حاضر ہوکر سلام عرض کرتے ہیں۔ کیا آپ کو ان کے سلام کی سمجھ آتی ہے آپ نے فرمایا ہاں اور میں ان کو جواب بھی دیتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کی قبر کے پاس سے گزرے جسے وہ پہچانتا ہو پس سلام کہے وہ اسے جواب دیتا ہے اور پہچان لیتا ہے جب کسی ناواقف کی قبر سے گزرے اور سلام کہے تو وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔

حضرت عاصم جحدری کی اولاد میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عاصم کو ان کے وصال کے دو سال بعد خواب میں دیکھا، تو میں نے پوچھا کیا آپ کا انتقال نہیں ہوا تھا؟ فرمایا ہاں ہوگیا تھا۔ میں نے پوچھا آپ کہاں ہیں؟ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں جنت کے باغات میں سے ایک باغ میں ہوں میں اور میرے کچھ دوست ہر جمعہ کی رات اور صبح حضرت ابوبکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اکٹھے ہوتے ہیں، اور تمہاری خبریں سنتے ہیں میں نے کہا تمہارے جسم یا تمہاری روحیں جس پر انہوں نے فرمایا جسم تو پرانے ہو جاتے ہیں روحوں کی ملاقات ہوتی ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا کیا تمہیں علم ہوتا ہے۔ کہ ہم تمہاری زیارت کرتے ہیں؟ فرمایا ہاں ہمیں جمعہ کی رات اور جمعہ کے پورے دن اور ہفتہ کے دن سورج کے طلوع ہونے تک تمہاری زیارت کرنے کا علم ہوتا ہے میں نے کہا دوسرے دنوں میں کیوں پتہ نہیں ہوتا۔ فرمایا اس لیے کہ جمعہ کے دن کو فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ جمعہ کے دن زیارت قبور کے لیے جاتے ان سے کہا گیا اگر آپ اتوار تک موخر کیا کریں تو کیا حرج ہے انہوں نے فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ فوت شدہ لوگ جمعہ کے دن، اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد میت اپنی زیارت کرنے والوں کو جانتے ہیں۔ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ نے فرمایا جو شخص ہفتہ کے دن سورج طلوع ہونے سے پہلے کسی قبر کی زیارت کرے تو میت کو اس کے زیارت کرنے کا علم ہو جاتا ہے، پوچھا گیا ایسا کس طرح کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا جمعۃ المبارک کی عظمت کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔

حضرت بشر منصور رحمۃ اللہ فرماتے ہیں جب طاعون کا زمانہ تھا تو ایک شخص قبرستان میں آتا جاتا اور نماز جنازہ میں شریک ہوتا جب شام کا وقت ہوتا تو وہ قبرستان کے دروازے پر کھڑا ہو جاتا اور کہتا اللہ تعالیٰ تمہاری وحشت کو انس میں بدل دے تمہاری اجنبیت پر رحم فرمائے۔ تمہارے گناہوں کو معاف کرے اور تمہاری نیکیوں کو قبول کرے —

وہ ان کلمات میں اضافہ نہ کرتا وہ شخص کہتا ہے ایک رات میں قبرستان میں نہ گیا اور گھر والوں کی طرف لوٹ آیا میں نے معمول کے مطابق دعا بھی نہ کی اس دوران کہ میں سویا ہوا تھا بہت سے لوگ میرے پاس آئے میں نے پوچھا تم کون ہو؟ اور تمہیں کیا کام ہے؟ انہوں نے کہا ہم قبرستان والے ہیں میں نے پوچھا تم یہاں کیوں آئے ہو؟ انہوں

نے کہا تم نے عمارت بنائی تھی کہ گھر کو واپس جاتے وقت ہمیں تحفہ دیتے تھے میں نے پوچھا وہ کیا؟ انہوں نے کہا وہ دعائیں جو تم ہمارے لیے مانگتے تھے میں نے کہا آئندہ میں دعا کیا کروں گا اور اسے ترک نہیں کروں گا۔

حضرت لبشار بن غالب نجرانی رحمۃ اللہ نے فرمایا میں نے حضرت رابعہ عدویہ عابدہ کو خواب میں دیکھا اور میں ان کے لیے اکثر دعا کیا کرتا تھا۔ انہوں نے مجھے کہا اے لبشار بن غالب! آپ کے تحائف نور کے تھالوں میں ہمارے پاس آتے ہیں، جو ریشم کے رومالوں سے ڈھانپے ہوئے ہوتے ہیں میں نے کہا ان تحائف کی کیا کیفیت ہے، حضرت رابعہ نے فرمایا زندہ مدفون کی فوت شدہ مسلمانوں کے لیے دعا اسی طرح ہوتی ہے وہ قبول ہوتی ہے اور نور کے تھالوں میں ریشمی رومالوں سے ڈھانپ کر میت کو دے دی جاتی ہے، اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں شخص کا بدلہ ہے، جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا الْمَيِّتُ فِيْ قَبْرِهِ اِلَّا كَالْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ اَبِيْهِ اَوْ اَخِيْهِ اَوْ صَدِيْقٍ لَهُ فَاِذَا لَحِقَتْهُ كَانَتْ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَاِنَّ هَدَايَا الْاَحْيَاءِ لِلْاَمْوَاتِ الدُّعَاءُ وَالْاِسْتِغْفَارُ۔[1]

قبر میں میت اس ڈوبنے والے شخص کی طرح ہوتا ہے جو مدد طلب کرتا ہے اور دعا کا منتظر رہتا ہے جو اس کے اپنے باپ یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے رجب دعا اس کو پہنچتی ہے تو اس کے لیے یہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اسے زیادہ پسند ہوتی ہے اور فوت شدہ لوگوں کے لیے زندوں کی طرف سے تحائف دعا اور طلب بخشش ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میرا بھائی فوت ہو گیا۔ تو میں نے اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ جب تمہیں قبر میں رکھا گیا تو اس کے بعد تیرا کیا حال ہوا؟ اس نے کہا ایک آنے والا آگ کا ایک شعلہ لے کر آیا اگر ایک دعا کرنے والا دعا نہ کرتا تو یقیناً وہ مجھے مارتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ میت کو دفن کرنے کے بعد اس کے لیے تلقین کرنا اور دعا مانگنا مستحب ہے حضرت سعید بن عبداللہ ازدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں، حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ حالت نزع میں تھے، کہ میں بھی وہاں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا اے ابو سعید جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ وہ معاملہ کرنا جس کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے آپ نے فرمایا۔

جب تم میں سے کوئی ایک شخص انتقال کرتا ہے۔ پس تم (اس کی) قبر پر مٹی برابر کر دیتے ہو تو چاہیے کہ ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر کہے اے فلاں عورت کے بیٹے فلاں (میت اور اس کی ماں کا نام لے) کیونکہ وہ

---

(۱) مشکوۃ المصابیح ص ۲۰۶ باب الاستغفار والتوبۃ

سنتا ہے لیکن جواب نہیں دے سکتا پھر دوبارہ کہے اے فلاں عورت کے بیٹے فلاں! وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جاتا ہے، پھر تیسری مرتبہ کہے اے فلاں عورت کے بیٹے فلاں! وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے ہماری رہنمائی کرو لیکن تم اس کی بات سن نہیں سکتے۔ اب (تلقین کرنے والا) کہے اس بات کو یاد کر جس پر تو دنیا سے رخصت ہوا اور وہ اس بات کی شہادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے اور قرآن کے امام ہونے پر راضی ہوا ... (اگر یہ کلمات کہے جائیں تو) منکر نکیر پیچھے ہٹ جائیں گے۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے چلو اس شخص کے پاس بیٹھنے کا کیا فائدہ اسے اس کی حجت سکھا دی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف سے منکر نکیر کو جواب دیتا ہے۔ (۱)

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر اس شخص کو اس کی ماں کا نام نہ آتا ہو تو کیا کرے؟ فرمایا اسے حضرت حوّا علیہ السلام کی طرف منسوب کرے۔

قبروں کے پاس قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں حضرت موسیٰ حداد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ایک جنازے میں شریک ہوا اور حضرت محمد بن قدامہ جوہری رحمۃ اللہ بھی ہمارے ساتھ تھے، جب میت کو دفن کر دیا گیا تو ایک نابینا شخص نے قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا حضرت امام احمد رحمۃ اللہ نے اس سے فرمایا اے فلاں! قبر کے پاس قرآن پاک پڑھنا بدعت ہے، جب ہم قبرستان سے باہر نکلے تو حضرت محمد بن قدامہ نے حضرت امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ) سے عرض کیا اے ابو عبداللہ! مبشر بن اسماعیل حلبی کے بارے میں آپ کا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا وہ قابل اعتماد شخصیت ہیں پوچھا کیا آپ نے ان سے کچھ نقل کیا ہے فرمایا ہاں حضرت محمد بن قدامہ نے عرض کیا مجھے حضرت مبشر بن اسماعیل رحمۃ اللہ نے حضرت عبدالرحمن بن علاء بن لجلاج رحمۃ اللہ سے خبر دی ہے۔ وہ اپنے والد (علاء بن لجلاج) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے وصیت فرمائی کہ جب ان کو دفن کر دیا جائے تو ان کے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات (وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ) اور سورت کے آخر سے (لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ آخر تک) پڑھا جائے۔ اور انہوں نے (حضرت علاء) فرمایا۔ میں نے یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے آپ نے اس بات کی یہ وصیت فرمائی ہے۔ حضرت امام احمد نے فرمایا چلو اس شخص کے پاس واپس جاؤ اور کہو کہ وہ قرآن پاک پڑھے۔ (۲)

حضرت محمد بن احمد مروزی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورہ فاتحہ، معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) اور قل ہو اللہ احد

---

(۱) کنز العمال جلد ۱۵ ص ۶۰۴، ۶۰۵ حدیث ۴۲۴۰۵

(۲) المغنی لابن قدامہ جلد ۲ ص ۵۶۷

پڑھ کر تمام اہل قبور کو ایصال ثواب کر دیہ ثواب ان تک پہنچتا ہے۔

حضرت ابو قلابہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں شام میں بصرہ کی طرف گیا اور ایک خندق میں اترا اور وضو کر کے رات کے وقت دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا جب بیدار ہوا تو صاحب قبر نے مجھ سے شکوہ کیا کہ آپ نے رات بھر مجھے تکلیف پہنچائی پھر کہنے لگا تم لوگ نہیں جانتے ہم جانتے ہیں لیکن عمل پر طاقت نہیں رکھتے۔ پھر کہنے لگا تم نے جو دو رکعتیں پڑھی ہیں یہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہیں یہ بھی کہا گیا اللہ تعالیٰ تم دنیا والوں کو ہماری طرف سے بہتر بدلہ عطا کرے ان سب کو میرا سلام کہنا ان کی دعائیں ہمارے پاس نور کے پہاڑ بن کر آتی ہیں۔

پس زیارت قبور کا مقصد یہ ہے کہ زیارت کرنے والا عبرت حاصل کرے اور صاحب قبر کو اس کی دعا سے نفع حاصل ہو لہٰذا قبرستان میں جانے والے کو اپنے اور میت کے لیے دعا مانگنے نیز عبرت حاصل کرنے سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔

اور عبرت حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ دل میں میت کا تصور لائے، کہ کس طرح اس کے اجزاء بکھر گئے اور کس طرح وہ قبر سے اٹھایا جائے گا نیز یہ کہ میں بھی عنقریب اس سے جا ملوں گا۔

جس طرح حضرت مطرف بن ابو بکر ہذلی رحمتہ اللہ سے مروی فرماتے ہیں کہ عبدالقیس کے ہاں ایک عبادت گزار لونڈی تھی، جب رات کا وقت ہوتا تو وہ کمر بستہ ہو کر محراب میں کھڑی ہو جاتی اور جب دن ہوتا تو وہ قبرستان کی طرف چلی جاتی مجھے معلوم ہوا کہ قبرستان میں زیادہ جانے پر اسے جھڑکا گیا تو اس نے کہا جب سخت دل جفا کرتا ہے تو اسے یہ پرانے کھنڈرات ملائم کرتے ہیں اور میں قبرستان میں آتی ہوں تو دیکھتی ہوں گویا وہ ان قبروں کی تہوں میں سے نکلے ہیں اور میں دیکھتی ہوں کہ ان کے چہرے گرد آلود ہیں اور جسم بدلے ہوئے ہیں ان کی پلکوں کو دیکھتی ہوں جو بھورے رنگ کی ہیں۔

تو ایسی نظر کا کیا کہنا اگر ایسی نظر بندوں کے دلوں میں جم جائے تو لفظوں پر اس کی تلخی کا کوئی اثر نہ ہو اور نہ اس کے پینے کا جسموں پر کوئی اثر ہو، بلکہ مناسب یہ ہے کہ میت کی صورت کو اس طرح سامنے رکھے جس طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ نے ذکر کیا جب آپ کے پاس ایک فقیہ امام اور اس نے دیکھا کہ کثرت عبادت کی وجہ سے آپ کی صورت میں تبدیلی آگئی ہیں تو آپ نے کہا اے فلاں! اگر تم مجھے قبر میں دفن ہونے کے تین دن بعد دیکھو تو صورت یہ ہوگی کہ آنکھوں کے ڈھیلے باہر نکل کر رخساروں پر ہوں گے، ہونٹ دانتوں سے سکڑ جائیں گے منہ سے پیپ نکل رہی ہوگی اور منہ کھلا ہوگا پیٹ پھول کر سینے کے اوپر آ جائے گا اور بیٹھ، پاخانے کے راستے سے نکلے گی اور ناک کے نتھنوں سے کیڑے اور پیپ نکل رہی ہوگی (اگر تم یہ صورت دیکھو) تو جو کچھ اب دیکھ رہے ہو اس سے زیادہ تعجب خیز منظر ہوگا۔

میت کی تعریف کرنا اور اچھی فضیلتیں بیان کرنا مستحب ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ وَلَا تَقَعُوا فِيهِ [1]
جب تمہارا کوئی ساتھی مر جائے تو اس کا ذکر چھوڑ دو اور اس کی برائیاں بیان نہ کرو۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا [2]
مردوں کو گالی نہ دو وہ اپنے عمل تک پہنچ گئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَذْكُرُوا مَوْتَاكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنَّهُمْ إِنْ يَكُونُوا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ تَأْثَمُوا وَإِنْ يَكُونُوا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَحَسْبُهُمْ مَا هُمْ فِيهِ [3]
اپنے فوت شدہ لوگوں کا ذکر اچھی طرح کرو اگر وہ اہل جنت میں سے ہے تو برائی بیان کرنے کا گناہ تم پر ہوگا اور اگر وہ جہنمیوں میں سے ہیں تو وہی انہیں کافی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو صحابہ کرام نے اس کی برائی بیان کی آپ نے فرمایا۔ واجب ہوگئی، پھر ایک اور جنازہ گزرا تو انہوں نے اس کی تعریف کی آپ نے فرمایا واجب ہوگئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں استفسار کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تم لوگوں نے اس میت کے لیے اچھے کلمات کہے تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور اس کی برائی بیان کی تو اس کے لیے جہنم واجب ہوگی۔ اور تم زمین میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے گواہ ہو [3] (یا تو یہ خاص ان کے ساتھ خاص اور حضور علیہ السلام کو وحی کے ذریعے معلوم ہوگیا یا ترغیب کے طور پر فرمایا کہ فوت شدہ لوگوں کے بارے میں اچھے کلمات کہا کرو اور برے کلمات سے بچو ۱۲ ہزاروی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ایک بندہ مر جاتا ہے اور لوگ اس کا وہ حال بیان کرتے ہیں جو اس میں نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے اپنے اس بندے کے حق میں دوسرے بندوں کی گواہی قبول کی اور جو

---

(۱) سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۳۱۵ کتاب الادب

(۲) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۶۴ کتاب الرقاق

(۳) کنز العمال جلد ۱۵ ص ۶۸۰ حدیث ۴۲۷۱۲

(۴) صحیح بخاری جلد اول ص ۳۶۰ کتاب الشہادات۔

کچھ اس کے بارے میں میرے علم میں ہے میں نے معاف کردیا۔ (۱)

ساتواں باب

موت کی حقیقت اور صور پھونکنے تک میت پر کیا گزرتی ہے

فصل ۱

موت کی حقیقت

جان لو کہ حقیقتِ موت کے بارے میں کچھ لوگ جھوٹے خیالات رکھتے ہیں، بعض کا خیال ہے کہ موت بالکل مٹ جانے کا نام ہے اس لیے نہ تو قیامت کے دن اٹھنا اور جمع ہونا ہوگا اور نہ ہی نیک و بد کا کوئی انجام ہوگا اور انسان کی موت، حیوان کی موت اور سبزیوں کے خشک ہونے کی طرح ہے یہ بے دین (ملحدین) کی رائے ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کا عقیدہ ہے،

اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ موت سے آدمی مٹ جاتا ہے اور جب تک قبر میں ہے اسے نہ تو عذاب کی تکلیف ہوتی ہے اور نہ ہی ثواب کی وجہ سے راحت ملتی ہے۔ جب تک قیامت کے دن دوبارہ پیدا نہ ہو جائے،

کچھ دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ روح باقی رہتی ہے موت کی وجہ سے ختم نہیں ہوتی اور ثواب و عذاب کا تعلق روح کے ساتھ ہی جسم کے ساتھ نہیں اور اجسام بالکل اٹھائے نہیں جائیں گے

یہ تمام خیال فاسد ہیں اور حق سے ہٹے ہوئے ہیں بلکہ جو بات اعتبار کے لائق ہے اور آیات اور حدیث سے ثابت ہے وہ یہ کہ موت فقط حالت کی تبدیلی کا نام ہے اور جسم سے جدا ہونے کے بعد بھی روح باقی رہتی ہے اب یا تو اسے عذاب ہوتا ہے یا راحت و آرام پاتی ہے۔ اور جسم سے اس کی جدائی کا مطلب یہ ہے کہ اب جسم پر اس کا تصرف نہیں ہوتا یعنی جسم اس کی فرمانبرداری نہیں کرتا کیونکہ اعضاء روح کے آلات ہیں جن کو روح استعمال کرتی ہے، حتیٰ کہ وہ ہاتھ سے پکڑتی ہے، کان سے سنتی ہے، آنکھ سے دیکھتی ہے اور دل سے حقیقت اشیاء کو معلوم کرتی ہے۔ اور دل سے یہاں روح مراد ہے اور روح کسی آلے کے بغیر خود بخود اشیاء کو جانتی ہے یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات اسے ذاتی طور پر طرح طرح کے غموں اور دکھوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور مختلف قسم کی خوشیوں سے لذت محسوس کرتی ہے اور ان تمام باتوں کا اعضاء سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور روح جن چیزوں سے معروف ہوتی ہے موت کے بعد بھی وہ روح کے ساتھ باقی رہتی ہیں اور جن چیزوں کا روح کے ساتھ تعلق اعضاء کے واسطے سے

مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص نمبر ۳۸ مرویات ابو ہریرہ۔

ہوتا ہے وہ کام جسمانی موت سے معطل ہو جاتے ہیں جب تک روح کو جسم میں دوبارہ لوٹایا نہ جائے اور قبر میں روح کو جسم میں دوبارہ لوٹانا کوئی بعید بات نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت تک دوبارہ یہ تعلق پیدا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں جو فیصلہ کرتا ہے وہ اسے خوب جانتا ہے۔

موت کی وجہ سے جسم کا معطل ہونا اسی طرح ہے جیسے اپاہج آدمی کے اعضاء مزاج کے فساد کی وجہ سے معطل ہو جاتے ہیں یا اعصاب میں شدت واقع ہونے کی وجہ سے ان میں روح کا نفوذ نہیں ہوتا۔ اس صورت میں روح جاننے والی، ادراک کرنے والی اور سمجھنے والی ہوتی ہے اور بعض اعضاء کو استعمال کرتی ہے لیکن بعض اعضاء اس کے نافرمان ہوتے ہیں اور موت تمام اعضاء کے نافرمان ہونے کا نام ہے۔ اور یہ تمام آلات ہیں جن کو روح استعمال کرتی ہے۔

اور روح سے مراد وہ قوت ہے جو انسان میں علوم، غموں کی تکلیف اور خوشبو کی لذت معلوم ہوتی ہے اور جب اعضاء میں اس کا تصرف باطل ہوتا ہے تو اس سے علوم و ادراکات باطل نہیں ہوتے اور نہ غم اور خوشی باطل ہوتی ہے اسی طرح تکلیفوں اور لذتوں کا احساس و قبولیت بھی باطل نہیں ہوتی حقیقت میں انسان وہی چیز ہے جو علوم، تکالیف اور لذتوں کا ادراک کرنے والی قوت ہے اور اس کے لیے موت نہیں ہے یعنی وہ معنیٰ ختم نہیں ہوتا اور موت کا معنی اس کا بدن میں تصرف نہ کرنا اور بدن کا اس کے لیے بطور آلہ باقی نہ رہنا ہے جس طرح اپاہج ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ اب استعمال ہونے والا آلہ نہیں اور موت تمام اعضاء کا مطلقاً اپاہج ہونا ہے اور انسان کی حقیقت اس کا نفس اور روح ہے، جو باقی رہتی ہے۔

روح انسانی میں تغیر

البتہ روح انسانی میں دو طرح تبدیلی آتی ہے۔

(۱) اس سے اس کی آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء اس سے سلب ہو جاتے ہیں نیز اس سے اس کے گھر والے، اولاد، رشتہ دار اور تمام جان پہچان والے دور کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کے گھوڑے، جانور، غلام، مکانات، زمینیں اور تمام املاک لے لی جاتی ہے اور اس سے فرق نہیں پڑتا کہ انسان سے یہ چیزیں لی جائیں یا انسان کو ان چیزوں سے دور کر دیا جائے۔ تکلیف دہ چیز تو جدائی ہے اور جدائی بعض اوقات اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ آدمی کا مال لے لیا جاتا ہے اور کبھی آدمی کو اس سے الگ تھلگ قید کر دیا جاتا ہے دونوں صورتوں میں تکلیف یکساں ہوتی ہے۔

موت کا معنی انسان کو اس کے مال سے الگ تھلگ اور دور کر کے دوسرے عالم میں پہنچا دینا ہے جو اس عالم جیسا نہیں ہے اب اگر دنیا میں اس کے پاس کچھ تھا اور وہ اس سے مانوس تھا اور اس کے ذریعے راحت حاصل کرتا

کرتا ہے اور اس کو شمار کرتا تھا۔ تو موت کے بعد اس کا بہت زیادہ افسوس ہوتا ہے اور اس کی جدائی سے اسے بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے، بلکہ اس کا دل ایک ایک چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے، وہ مال ہو، عزت ہو یا زمین ہو حتیٰ کہ وہ قمیض جو پہنتا ہے اور اور اس پر خوش ہوتا تھا اور اگر اسے صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خوشی ہوتی تھی اور اسی سے مانوس ہوتا تھا تو موت کے ذریعے اسے بہت بڑی نعمت حاصل ہوتی ہے اور اس کی خوش بختی مکمل ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے اور اس کے محبوب کے درمیان جو رکاوٹ تھی وہ ختم ہو گئی اور تمام موانع دور ہو گئے۔ کیونکہ دنیا کا تمام مال و اسباب ذکر خداوندی میں رکاوٹ تھا۔ تو حالت موت اور حالت زندگی کے درمیان اختلاف کی ایک وجہ تو یہ تھی۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو کچھ زندگی میں اس پر واضح نہیں تھا اب وہ اس پر منکشف ہوتا ہے جس طرح نیند کی حالت میں ایک چیز ظاہر نہیں ہوتی لیکن جب آدمی بیدار ہوتا ہے تو وہ اس کے سامنے آجاتی ہے اور تمام لوگ سوتے ہیں جب وہ مرتے ہیں تو جاگ جاتے ہیں اور سب سے پہلے ان کے سامنے ان کی نیکیاں اور برائیاں ظاہر ہوتی ہیں جن سے نفع بالنقصان ہوتا ہے اور یہ ایسی کتاب میں لکھا ہوا تھا جو اس کے دل کے اندر لپیٹی ہوئی تھی۔ لیکن دنیوی مشغولیت کی وجہ سے وہ اس پر مطلع نہیں ہو سکتا تھا جب دنیوی مشاغل اور موانع دور ہو گئے، تو تمام اعمال اس کے سامنے منکشف ہو گئے اب وہ گناہ کو دیکھتا ہے تو اس پر بہت زیادہ افسوس ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے لیے آگ میں غوطہ زن ہونے کو بھی تیار ہو جاتا ہے اس وقت اس سے کہا جائے گا۔

كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا[1] — آج تمہارا نفس ہی تمہارے حساب کے لیے کافی ہے۔

یہ انکشاف جان نکلتے ہی دفن ہونے سے پہلے پہلے ہو جاتا ہے اس وقت جدائی کی آگ شعلہ زن ہوتی ہے جس فانی دنیا پر وہ مطمئن تھا، اس کی جدائی مراد ہے زاد راہ کی مقدار مراد نہیں کیونکہ جو شخص منزل تک رسائی کے لیے زاد راہ طلب کرتا ہے، وہ مقصد تک پہنچنے کے بعد باقی زاد راہ کی جدائی پر خوش ہوتا ہے کیونکہ اس کا مقصد محض منزل تھی زاد راہ ذاتی طور پر مقصود نہ تھا اور یہ اس شخص کا حال ہے جو دنیا سے ضرورت کے مطابق لیتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ یہ ضرورت بھی ختم ہو جائے، تاکہ وہ اس سے بے نیاز ہو جائے پس جو کچھ وہ چاہتا ہے وہ حاصل ہو گیا اور اسے بے نیازی حاصل ہو گئی اس قسم کا عذاب اور تکالیف بہت بڑی ہیں جو دفن ہونے سے پہلے ہی اس پر ہجوم کر جاتی ہے پھر تدفین کے وقت روح کو جسم کی طرف لوٹایا جاتا ہے تاکہ دوسری قسم کا عذاب دیا جائے، اور کبھی معاف کر دیا جاتا ہے۔ اور جو شخص دنیا سے لطف اندوز ہوتا اور اس پر مطمئن ہوتا ہے اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی شخص بادشاہ کی عدم موجودگی میں اس کے محل اور حکومت وغیرہ میں خوب مزے اڑاتا ہے اور اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ بادشاہ اس کے معاملہ میں آسانی اور چشم پوشی سے کام لے گا یا یہ کہ بادشاہ کو اس کی بری حرکتوں کا پتہ نہیں چلا اب بادشاہ اسے اچانک پکڑتا ہے اور اس کے سامنے

---

[1] قرآن مجید، سورہ اسراء آیت ۱۴

ایک فائل الگ ہے جس میں اس کی تمام خطائیں اور برے افعال ایک ایک کر کے درج ہوتے ہیں اور بادشاہ، غالب، زبردست اور غیرت ناک ہوتا ہے۔

اس کے ملک میں جو جرائم ہوتے ہیں ان کی سزا دیتا ہے اور نافرمان لوگوں کے بارے میں کسی کی سفارش کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو دیکھو یہ شخص جو پکڑا گیا اس کا کیا حال ہوگا۔ بادشاہ کے سزا دینے سے پہلے بھی اس پر خوف، شرمندگی، حیاء، افسوس اور ندامت طاری ہوگی۔

تو اس میت کا بھی یہی حال ہوگا جو گناہ گار، دنیا سے دھوکہ کھانے والا اور اس پر مطمئن ہوتا ہے۔ عذاب قبر میں مبتلا ہونے بلکہ موت کے وقت ہی اس کی یہ حالت ہوتی ہے۔ ہم اس عذاب سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، کیونکہ ذلت و رسوائی اور پردہ دری جسم کو پہنچنے والی ضرب اور جسم کے کٹ جانے اور اس کے علاوہ دوسرے عذاب کے مقابلے زیادہ بڑا عذاب ہے۔

تو یہ موت کے وقت میت کے حال کی طرف اشارہ ہے ارباب بصیرت اپنے باطنی مشاہدہ کے ساتھ دیکھتے ہیں جو آنکھ کے مشاہدے سے زیادہ قوی ہے۔ اور اس پر قرآن و سنت سے دلائل دلالت کرتے ہیں! ہاں حقیقت موت کی گہرائی سے پردہ اٹھانا ممکن نہیں کیونکہ جو شخص زندگی کی معرفت نہیں اللہ سے موت کی پہچان بھی نہیں ہوتی اور زندگی کی پہچان اس وقت ہوتی ہے جب روح کی ذات اور اس کی ماہیت کا ادراک ہو جائے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں گفتگو کی اجازت نہیں دی اور ہم صرف اس حد تک کہہ سکتے ہیں۔

اَلرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ[1] — روح میرے رب کے حکم سے ہے۔

پس کسی عالم دین کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ روح کے راز سے پردہ اٹھائے اور اس پر مطلع ہو ہاں موت کے بعد روح کی کیا حالت ہوگی اس بات کا ذکر کرنے کی اجازت ہے۔ اور اس بات پر بہت سی آیات اور احادیث دلالت کرتی ہیں کہ موت اور اس کے علم کے ختم ہونے کا نام نہیں ہے۔

آیات:۔

شہداء کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ۔[2]

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو جائیں انہیں مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق پاتے ہیں۔

جب غزوہ بدر کے موقعہ پر کفار کے بڑے بڑے سردار قتل ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکارا آپ نے فرمایا

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۸۶ کتاب التفسیر

[2] قرآن مجید، سورۃ آل عمران آیت ۶۹،

اے فلاں اے فلاں اے فلاں! مجھ سے میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا میں نے اسے سچا پایا، کیا تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے بھی اسے سچا پایا؟ عرض کیا یا رسول اللہ آپ ان مردوں کو پکارتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُمْ لَأَسْمَعُ بِهٰذَا الْكَلَامِ مِنْكُمْ إِلَّا إِنَّهُمْ لَا يَقْدِرُونَ عَلَى الْجَوَابِ [1]	اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ لوگ اس گفتگو کو تم سے زیادہ سنتے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ بدبخت لوگوں کی روح بھی باقی رہتی ہے نیز ان کا ادراک (جان پہچان) اور معرفت بھی باقی ہوتی ہے۔ اور آیت کریمہ میں شہدا کی ارواح کے بارے میں واضح نص موجود ہے اور میت کی دو ہی حالتیں ہوتی ہیں نیک بختی یا بدبختی۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْقَبْرُ إِمَّا حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ أَوْ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ [2]	قبر یا تو جہنم کا گڑھا ہے یا جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

یہ حدیث شریف اس بات کو واضح کرتی ہے کہ موت کا معنیٰ فقط حالت کی تبدیلی ہے اور میت کی نیک بختی یا بدبختی موت کے فوراً بعد کسی تاخیر کے بغیر ظاہر ہو جاتی ہے البتہ عذاب یا ثواب کی بعض انواع مؤثر ہوتی ہیں اصل ثواب یا عذاب اسی وقت شروع ہو جاتا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔

اَلْمَوْتُ الْقِيَامَةُ فَمَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ [3]	موت، قیامت ہے پس جو فوت ہوا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنَ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنَ النَّارِ وَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى تُبْعَثَ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ [4]	جب تم میں سے کوئی ایک فوت ہو جاتا ہے تو صبح و شام اس پر اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اگر وہ اہل جنت سے ہو تو جنت سے اور اہل جہنم سے ہو تو جہنم سے اور کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے حتیٰ کہ تو قیامت کے دن اٹھایا جائے۔

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۱۳۱ مرویات ابن عمر
[2] الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۲۳۸ کتاب التوبۃ والزھد
[3] الفوائد المجموعۃ ص ۲۶۷ کتاب الادب
[4] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۶۳ کتاب الرقاق

حضرت ابوقیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک جنازے میں شریک تھے تو انہوں نے فرمایا۔ اس شخص کی قیامت قائم ہوگئی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نفس کا دنیا سے نکلنا حرام ہے جب تک وہ جان نہ لے کہ وہ جنتیوں میں سے ہے یا جہنمیوں میں سے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ مَاتَ غَرِيبًا مَاتَ شَهِيدًا وَ وُقِيَ فِتَانَ الْقَبْرِ وَغُدِيَ وَرِيحَ عَلَيْهِ بِرِزْقِهِ مِنَ الْجَنَّةِ[1]

جو شخص حالت سفر میں انتقال کر جائے وہ شہید ہو کر مرتا ہے اور قبر کے فتنوں سے محفوظ رہتا ہے نیز اسے صبح و شام جنت سے رزق دیا جاتا ہے۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے کسی شخص پر اس قدر رشک نہیں آتا جس قدر قبر میں جانے والے اس مومن پر رشک آتا ہے جو دنیا کی مشقت سے آرام پا گیا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ ہوا۔

حضرت یعلیٰ بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا تو میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ جس سے محبت کرتے ہیں اس کے لیے کیا چیز پسند کرتے ہیں، فرمایا "موت" میں نے عرض کیا اگر وہ نہ مرے تو؟ فرمایا میں اس کے لیے مال و اولاد کی قلت پسند کرتا ہوں، موت کو اس لیے پسند کرتا ہوں کیونکہ اسے مومن ہی پسند کرتا ہے۔ اور موت، مومن کا قید خانہ سے چھوٹنا ہے اور مال و اولاد کی قلت اس لیے ناپسند کرتا ہوں کہ یہ آزمائش ہے اور دنیا میں اُنس کا باعث ہے اور جس سے جدائی لازمی ہو اس سے محبت انتہائی درجہ کی بدبختی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اس کے ذکر اور اس سے انس کے علاوہ جو کچھ ہے موت کے وقت لامحالہ ہے اس سے جدائی اختیار کرنا ہوگی۔ اس لیے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب مومن کا سانس یا روح نکلتی ہے اس وقت وہ اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو قید خانے میں رات گزارے پھر اسے وہاں سے نکالا جائے اور وہ زمین میں اچھلے کودے اور پھرے اور یہ جو کچھ انہوں نے بیان کیا اس شخص کا حال ہے جو دنیا سے پہلوتہی کرتا اور اس سے کنارہ کش ہوتا ہے۔ اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مانوس ہوتا ہے۔ اور دنیوی مشاغل اسے محبوب سے روک لیتے ہیں۔ نیز خواہشات کی سختیوں کو برداشت کرنا اور اس کے لیے اذیت ناک ہوتا ہے۔ لہٰذا موت کے ذریعے وہ تمام ایذارساں امور سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے اور اپنے محبوب کے ساتھ تنہائی میں چلا جاتا ہے جہاں کوئی شغل اور رکاوٹ نہیں ہوتی اور یہ بات نعمتوں اور لذتوں کی انتہا ہونے کے زیادہ لائق ہے۔ اور یہ ان شہداء کے لیے نہایت کامل لذت ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوئے کیونکہ انہوں نے جہاد کی طرف قدم اس لیے بڑھایا کہ وہ دنیوی تعلقات سے اپنی توجہ کو ہٹانے والے اللہ تعالیٰ

---

[1] حلیۃ الاولیاء جلد ۸ ص ۲۰۳ ترجمہ ۴۹۸

کی ملاقات کا شوق رکھنے والے اور اس کی رضا کی طلب میں قتل پر راضی رہنے والے ہیں۔

پس اگر دنیا کی طرف نظر کی جائے تو اس نے اسے بخوشی آخرت کے بدلے بیچ دیا اور بیچنے والے کا دل اس چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا جس کا اس نے سودا کیا ہے اور اگر آخرت کو دیکھا جائے تو اس نے اسے خریدا اور اس کا مشتاق ہوا تو جس چیز کو اس نے خریدا اور اس کو دیکھ کر وہ کس قدر خوش ہوگا اور جس چیز کو بیچا ہے جب وہ اس سے جدا ہو جائے تو اس کی طرف توجہ کم ہوتی ہے۔ اور دل کا محبت خداوندی کے لیے خالی ہونا کبھی کبھی ہوتا ہے، لیکن چونکہ ایسی حالت پر موت نہیں آتی ہے اس لیے وہ بدل جاتا ہے۔ اور بڑائی موت کا سبب ہے بس وہ اسی حالت میں موت آنے کا سبب ہے۔

تو یہ ایک عظیم لذت ہے کیونکہ لذت کا معنی یہی ہے کہ انسان جو کچھ چاہتا ہے اس کو پائے ارشاد خداوندی ہے

وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ [1] — اور ان کے لیے وہ کچھ ہے جو وہ چاہتے ہیں۔

تو جنتی لذتوں کے سلسلے میں یہ سب سے زیادہ جامع عبارت ہے۔ اور سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ انسان کو اس کی مراد سے روک دیا جائے جیسے ارشاد خداوندی ہے۔

وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ [2] — اور جو کچھ وہ چاہتے تھے اس کے اور ان کے لوگوں کے درمیان رکاوٹ پیدا ہو گئی۔

اور جہنم کی سزاؤں کے سلسلے میں یہ سب سے زیادہ جامع عبارت ہے اور یہ وہ لذت ہے جسے شہید روح کے پرواز کرتے ہی فوراً پاتا ہے، اور یہ بات ارباب قلوب پر نور یقین کے ساتھ منکشف ہوتی ہے۔ اگر اس پر نقلی دلائل چاہتے ہو تو شہدا کے بارے میں وارد تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور ہر حدیث میں ان کی لذتوں کو الگ عبارت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد اُحد کے دن شہید ہو گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابر! کیا میں تمہیں خوشخبری نہ دوں؟ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں بالکل فرمائیے! اللہ تعالیٰ آپ کو اچھی طرح بشارت دے آپ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے باپ کو زندہ کیا اور اپنے سامنے بٹھایا اور فرمایا اے میرے بندے! جو کچھ چاہتے ہو مجھ سے خواہش کرو میں تمہیں دوں گا انہوں نے عرض کیا اے میرے رب! میں نے کما حقہ تیری عبادت نہیں کی میں تجھ سے چاہتا ہوں کہ تو مجھے دنیا کی طرف بھیج دے پس میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لڑوں اور ایک بار پھر تیری راہ میں شہید ہو جاؤں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے پہلے سے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ تم دنیا میں

---

[1] قرآن مجید سورہ نحل آیت ۵۷

[2] 〃 سورہ سبا، آیت ۵۴

دوبارہ نہیں جاؤ گے ۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنت میں ایک شخص رو رہا ہو گا اس سے پوچھا جائے گا کہ تو کیوں روتا ہے، حالانکہ تو جنت میں ہے؟ وہ کہے گا کہ میں اس لیے روتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں صرف ایک بار قتل ہوا میں چاہتا تھا کہ دوبارہ لوٹایا جاؤں اور کئی بار قتل کیا جاؤں۔

جان لو کہ مومن کے وصال کے بعد اس کے لیے جلال الٰہی سے اس قدر وسعت منکشف ہوتی ہے کہ اس کے مقابلے میں دنیا قید خانہ اور تنگ کوٹھری دکھائی دیتی ہے اور اس کی مثال اس شخص کی طرح ہوتی ہے جو اندھیرے کمرے میں قید ہو اور اس کمرے کا دروازہ ایک ایسے باغ کی طرف کھلتا ہو جس کے کنارے وسیع ہوں اور حد نگاہ تک ہوں اور اس میں طرح طرح کے درخت، پھول، پھل، اور پرندے ہوں پس وہ اس تاریک قید میں واپس آنا نہ چاہتا ہو۔ اس سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال بیان فرمائی، ایک شخص مرگیا تھا تو آپ نے فرمایا۔

اَمْسٰی هٰذَا مَنْ تَخَلّٰا عَنِ الدُّنْيَا وَتَرَكَهَا لِاَهْلِهَا فَاِنْ كَانَ قَدْ رَضِيَ فَلَا يَسُرُّهُ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا كَمَا لَا يَسُرُّ اَحَدَكُمْ اَنْ يَّرْجِعَ اِلٰى بَطْنِ اُمِّهٖ۔

یہ شخص دنیا سے کوچ کر گیا اور دنیا کو اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑ گیا اگر وہ (اس موت پر) راضی ہے تو اسے دنیا کی طرف لوٹنا اچھا نہیں لگے گا، جس طرح تم میں سے کوئی ایک ماں کے پیٹ میں واپس جانا نہیں چاہتا

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے ذریعے بتایا کہ دنیا کے مقابلے میں آخرت کی وسعت اسی طرح ہے جس طرح شکم مادر کے اندھیرے کے مقابلے میں دنیا کی وسعت ہے ۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

اِنَّ مَثَلَ الْمُؤْمِنِ فِي الدُّنْيَا كَمَثَلِ الْجَنِيْنِ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَطْنِهَا بَكٰى عَلٰى مَخْرَجِهٖ حَتّٰى اِذَا رَاَى الضَّوْءَ وَوُضِعَ لَمْ يُحِبَّ اَنْ يَّرْجِعَ اِلٰى مَكَانِهٖ۔

دنیا میں مومن کی مثال ماں کے پیٹ میں موجود بچے کی طرح ہے جب وہ اس کے پیٹ سے نکلتا ہے تو اپنے نکلنے پر روتا ہے یہاں تک کہ جب روشنی دیکھتا ہے اور اس کی پیدائش ہو جاتی ہے تو اپنے مکان کی طرف لوٹنا پسند نہیں کرتا

اسی طرح مومن موت سے گھبراتا ہے لیکن جب اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہے۔ تو دنیا کی طرف لوٹنا پسند نہیں کرتا جس طرح پیٹ سے باہر آنے والا بچہ اپنی ماں کے پیٹ کی طرف لوٹنا پسند نہیں کرتا ۔

۱؎ ۔ مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۷۰ کتاب المناقب ۔

۲؎ ۔

۳؎ ۔ کنز العمال جلد ۱۵ ص ۵۷۰ حدیث ۴۲۲۱۲ ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ فلاں شخص مر گیا ہے آپ نے فرمایا۔

مُسْتَرِیحٌ اَوْ مُسْتَرَاحٌ مِنْہُ۔[1] یہ شخص راحت پانے والا ہے یا اس سے دوسروں نے آرام پایا۔

تو لفظ "مستریح" (آرام پانے والا) سے مومن اور "مستراح منہ" (جس سے آرام مل گیا) سے کافر مراد ہے کیونکہ اس سے دنیا کو آرام و سکون مل جاتا ہے۔

حضرت ابو عمر رضی اللہ عنہ پانی پلانے والے (یا پانی والے) فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہمارے پاس سے گزرے اور ہم (اس وقت) بچے تھے، آپ نے ایک قبر کو دیکھا کہ وہاں کھوپڑی کھلی ہوئی تھی آپ نے ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے اسے چھپا لیا پھر فرمایا ان جسموں کو یہ مٹی کچھ نقصان نہیں پہنچاتی اور قیامت کے دن تک ان روحوں کو عذاب یا ثواب ہوتا ہے۔

حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر مرنے والے کو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر میں کیا ہو رہا ہے اور جب اسے غسل دیتے اور کفن پہناتے ہیں تو ان کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ مومن کی روحیں آزاد ہوتی ہیں جہاں چاہیں جاتی ہیں۔

حضرت لقمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے منبر پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا۔

اِلَّا اِنَّہٗ لَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا مِثْلُ الذُّبَابِ یَمُوْرُ فِیْ جَوِّھَا فَاللّٰہَ اللّٰہَ فِیْ اِخْوَانِکُمْ مِنْ اَھْلِ الْقُبُوْرِ فَاِنَّ اَعْمَالَکُمْ تُعْرَضُ عَلَیْھِمْ۔[2]

سنو! دنیا سے صرف مکھی کے برابر باقی رہ گیا ہے وہ اپنی فضا میں اڑتی ہے اپنے قبروں والے بھائیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک تمہارے اعمال ان کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

لَا تَفْضَحُوْا اَمْوَاتَکُمْ بِسَیِّئَاتِ اَعْمَالِکُمْ فَاِنَّھَا تُعْرَضُ عَلٰی اَوْلِیَاءِکُمْ مِنْ اَھْلِ الْقُبُوْرِ۔[3]

اپنے برے اعمال کے ذریعے اپنے فوت شدہ لوگوں کو اذیت نہ دو کیونکہ تمہارے اعمال اہل قبور میں سے تمہارے دوستوں پر پیش کیے جاتے ہیں۔

اسی لیے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی،

یا اللہ! میں ایسا عمل کرنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سامنے مجھے شرمندگی اٹھانا پڑے۔ ... اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ ان کے ماموں تھے جو فوت ہو چکے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ جب مومن انتقال کرتے ہیں تو ان کی ارواح کہاں جاتی ہیں؟ آپ نے فرمایا سفید پرندوں کے پوٹوں میں عرش کے سائے میں ہوتی ہیں جب کہ کافروں کی روحیں ساتویں

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۶۴ کتاب الرقاق۔ [2] مسند امام احمد ... [illegible]

[3] کنز العمال جلد ۱۵ ص ۶۸۵ حدیث ۴۲۷۳۹

زمین میں جاتی ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

إِنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ مَنْ يَغْسِلُهُ وَمَنْ يَحْمِلُهُ وَمَنْ يُدَلِّيْهِ فِيْ قَبْرِهِ[1]

میت کو اس بات کی پہچان ہوتی ہے کہ اسے کون غسل دے رہا ہے، اور کون اسے اٹھاتا ہے نیز اسے قبر میں کون کون اتارتا ہے۔

حضرت صالح مری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ موت کے وقت روحوں کے درمیان ملاقات ہوتی ہے تو فوت شدہ لوگوں کی روحیں ان روحوں سے جو ان کی طرف جا رہی ہیں کہتی ہیں، تمہارا ٹھکانہ کیسا تھا اور تم پاک جسم میں رہی ہو یا ناپاک جسم میں؟...

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اہل قبور خبروں کے منتظر رہتے ہیں جب ان کے پاس کوئی میت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں فلاں شخص نے کیا کیا وہ کہتا ہے کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا یا وہ تمہارے پاس نہیں بھیجا گیا؟ وہ کہتے ہیں "انا للہ وانا الیہ راجعون" اسے کسی اور راستے پر لے جایا گیا، ہمارے ہاں نہیں آیا...

حضرت جعفر بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اس کا (فوت شدہ) لڑکا اس طرح استقبال کرتا ہے جس طرح کسی آنے والے مسافر کا استقبال کیا جاتا ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آدمی کو قبر میں اس کے بیٹے کے نیک ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔

جب مومن کی روح پرواز کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت والے اس سے اس طرح ملاقات کرتے ہیں جس طرح دنیا سے خوشخبری دینے والے سے ملاقات کی جاتی ہے، وہ کہتے ہیں اپنے بھائی کو مہلت دو حتی کہ یہ آرام پائے کیونکہ یہ سخت تکلیف میں مبتلا تھا پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں فلاں نے کیا کیا؟ فلاں عورت نے کیا کیا؟ کیا فلاں عورت کی شادی ہو گئی ہے؟ جب وہ اس سے اس شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں جو اس سے پہلے مر چکا ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ وہ شخص مجھ سے پہلے مر گیا تھا تو وہ "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں وہ اپنے ٹھکانے دوزخ میں لے جایا گیا۔[2]

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۳ مرویات ابو سعید خدری۔

[2] المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۴ ص ۱۲۹ حدیث ۳۸۸۷

فصل ۲۱

قبر کا میت سے کلام کرنا

مردے یا تو زبان سے کلام کرتے ہیں یا حال سے جو مردوں کو سمجھانے کے لیے زبان کے مقابلے میں زیادہ فصیح ہے جو زندوں کو سمجھانے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے۔ اے بدبخت انسان! تجھے میرے بارے میں کس نے دھوکے میں ڈالا کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ میں آزمائش کا گھر ہوں، اندھیری کوٹھڑی، تنہائی اور کیڑوں مکوڑوں کا گھر ہوں جب تو میرے اوپر اکڑ کر چلتا تھا کبھی قدم آگے کی طرف جاتے کبھی پیچھے کی طرف۔ تو تجھے کس چیز نے دھوکہ دیا۔ اگر وہ نیک ہو تو اس کی طرف سے کوئی جواب دینے والا جواب دیتا ہے۔ اور کہتا ہے (اے قبر) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ یہ شخص نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا تھا تو قبر کہتی ہے۔ اگر یہ بات ہے تو میں اس پر سرسبز ہو جاتی ہوں اس کا جسم نور میں بدل جائے گا اور اس کی روح اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جائے گی۔ [۱]

حضرت عبید بن عمیر اللیثی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب بھی کوئی شخص مرتا ہے تو اس کی قبر جس میں وہ دفن کیا جائے گا کہتی ہے "میں اندھیری کوٹھڑی ہوں اور تنہائی کا گھر ہوں اگر تو اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار تھا تو آج میں تجھ پر رحمت بنوں گی اور اگر تو اس کا نافرمان تھا تو آج میں تجھ پر عذاب بنوں گی، میں وہ ہوں کہ جو اطاعت گزار ہو کر مجھ میں داخل ہو وہ خوش خوش نکلے گا اور جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہو کر مجھ میں داخل ہو وہ تباہ و برباد ہو کر نکلے گا۔

حضرت محمد بن صبیح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جب کوئی شخص قبر میں رکھا جاتا ہے اور اسے عذاب دیا جاتا ہے یا اسے بعض ناپسندیدہ باتیں پہنچتی ہیں تو اس کے مردہ پڑوسی کہتے ہیں اپنے بھائیوں اور پڑوسیوں سے پیچھے رہنے والے کیا تو نے ہم سے عبرت حاصل نہ کی کیا تو نے اپنے آپ سے پہلے آنے والوں کا حال نہ سوچا کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہمارے اعمال کا سلسلہ ختم ہو گیا اور تیرے پاس مہلت تھی، کیا تو نے ان باتوں کا تدارک نہ کیا جو پہلے والوں سے رہ گئی تھیں۔ تجھے زمین کا ٹکڑا آواز دیتا تھا کہ اے دنیا کے ظاہر سے دھوکہ کھانے والے کیا تو نے گھر کے ان افراد سے عبرت حاصل نہیں کرتا جو زمین کے پیٹ میں چھپ گئے۔ اور تجھ سے پہلے وہ بھی دنیا کے دھوکے میں مبتلا ہوئے پھر ان کی موت ان کو قبروں کی طرف لے گئی اور تو نے دیکھا کہ ان کے محبوب لوگ ان کو اپنے کاندھوں پر اٹھائے اس منزل کی طرف لے جا رہے ہیں جو ان کے لیے ضروری تھی۔

---

[۱] حلیۃ الاولیاء جلد ۶ ص ۹۰ ترجمہ ۳۳۴

حضرت یزید رقاشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے اعمال اسے گھیر لیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان کو قوت گویائی عطا فرماتا ہے، تو وہ کہتے ہیں اے قبر میں تنہائی گزارنے والے! تم سے دوست احباب الگ ہو گئے گھر والے بھی تمہیں چھوڑ گئے پس ہمارے پاس تمہارے سوا کوئی انیس نہیں ہے

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نیک بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے اچھے اعمال جیسے نماز، روزہ حج، جہاد اور صدقہ وغیرہ اسے گھیر لیتے ہیں، اب عذاب کے فرشتے اس کے پاؤں کی طرف سے آتے ہیں نماز کہتی ہے اسے چھوڑ دو تم اس کی طرف راہ نہیں پا سکتے یہ شخص اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے ان پاؤں پر کھڑا رہتا تھا پھر وہ اس کے سر کی طرف سے آتے ہیں تو روزہ کہتا ہے تم اس تک نہیں جا سکتے اس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لیے بہت زیادہ پیاس برداشت کی لہٰذا تم اس تک نہیں پہنچ سکتے اب وہ اس کے جسم کی طرف سے آتے ہیں تو حج اور جہاد کہتے ہیں اس سے دور ہو جاؤ اس نے اپنے نفس کو مشقت میں ڈالا اور بدن کو تھکایا اور اللہ تعالیٰ کے لیے جہاد کیا لہٰذا تم اس تک نہیں پہنچ سکتے فرماتے ہیں پھر وہ اس کے سامنے کی طرف سے آتے ہیں تو صدقہ کہتا ہے میرے دوست سے رک جاؤ اس نے اپنے ان دونوں ہاتھوں سے بہت زیادہ صدقہ دیا ہے، حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں چلا گیا اور اس نے اس کی رضا حاصل کرنے کی خاطر دیا تھا پس تم اس تک نہیں پہنچ سکتے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اب اس سے کہا جاتا ہے تمہیں مبارک ہو تم نے اچھی زندگی گزاری اور اچھی موت پائی، فرماتے ہیں اور اس کے پاس رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھاتے ہیں اور جنتی کمبل ہوتا ہے، اور اس کی قبر کو حد نگاہ تک کشادہ کیا جاتا ہے، اور جنت سے ایک قندیل لائی جاتی ہے اور وہ قبر سے اٹھنے تک اس کی روشنی میں رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ ایک جنازے کے ساتھ تھے تو انہوں نے فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میت (قبر میں) بٹھایا جاتا ہے اور وہ ساتھ آنے والوں کی آواز سنتا ہے اور اس سے قبر کے علاوہ کوئی چیز کلام نہیں کرتی قبر کہتی ہے اے خانہ خراب انسان! کیا تجھے مجھ سے ڈرایا نہیں گیا تھا میری تنگی، بدبو، خوفناک منظر اور کیڑوں سے ڈرایا جاتا ہے تو تو نے میرے لیے کیا تیاری کی ہے۔ [1]

فصل ۳

عذاب قبر اور نکیرین کے سوالات

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ انصار میں سے ایک شخص کے

[1] کتاب الزہد والرقائق ص ۱۴۱ حدیث ۱۹۲

کے جنازے کے ساتھ نکلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سرِانور کو جھکا کر اس کی قبر کے پاس بیٹھ گئے پھر تین بار ارشاد فرمایا الٰہی! میں عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا جب ایماندار آدمی آخرت کے قریب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجتا ہے گویا ان کے چہرے سورج ہیں ان کے پاس اس کی خوشبو اور کفن ہوتا ہے وہ اس کے سامنے حد نگاہ تک بیٹھتے ہیں جب اس کی روح نکلتی ہے تو وہ تمام فرشتے جو آسمان و زمین کے درمیان ہیں اور تمام آسمانی فرشتے اس کے لیے رحمت کی دعا مانگتے ہیں اور آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پس اس کا ہر دروازہ اس کی روح کو اپنے اندر لے جانا چاہتا ہے جب اس کی روح اوپر لے جائی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے یا اللہ! یہ تیرا فلاں بندہ ہے کہا جاتا ہے اس کو واپس لے جاؤ اور اس کو دکھاؤ جو آسمانِ کرامت میں نے اس کے لیے تیار کیا ہے کیونکہ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ [1]	اسی زمین میں ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے۔

میت لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے جب وہ واپس پھرتے ہیں حتیٰ کہ کہا جاتا ہے اے فلاں! تیرا رب کون ہے، اور تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ نے فرمایا وہ (دونوں فرشتے) اسے بہت زیادہ جھڑکتے ہیں اور یہ سب آخری آزمائش ہے جس میں میت کو مبتلا کیا جاتا ہے، پس جب وہ یہ بات کہتا ہے تو ایک منادی آواز دیتا ہے۔ تو نے سچ کہا اور اس ارشاد خداوندی کا یہی مطلب ہے۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ [2]	اللہ تعالیٰ سچے ایمان والوں کو سچے قول کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے۔

پھر اس کے پاس ایک آنے والا آتا ہے۔ جو نہایت خوبصورت ہوتا ہے۔ اس سے عمدہ خوشبو نکلتی ہے اور اس کے کپڑے بھی عمدہ ہوتے ہیں وہ کہتا ہے تجھے تیرے رب کی رحمت اور جنتوں کی خوشخبری ہو جن میں دائمی نعمتیں ہیں وہ کہتا ہے، اللہ تعالیٰ تجھے بھی بھلائی کی بشارت دے تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں تیرا عمل صالح ہوں اللہ کی قسم! میں جانتا تھا کہ تو نیکی کی طرف جلدی کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں تاخیر کرنے والا تھا اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے پھر ایک منادی ندا دیتا ہے کہ اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور اس کے لیے جنت کی طرف

---

[1] قرآن مجید، سورہ طٰہٰ آیت ۵۵

[2] " " سورہ ابراہیم آیت ۲۷

دروازہ کھولو پس اس کے لیے جنتی بچھونا بچھایا جاتا ہے۔ اور جنت کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے۔ پس وہ کہتا ہے یا اللہ! جلد از جلد قیامت قائم فرما تاکہ میں اپنے اہل و مال کی طرف لوٹ جاؤں۔

اور کافر کی حالت یہ ہے کہ جب وہ آخرت کے کچھ قریب ہوتا ہے اور دنیا سے اس کا رشتہ منقطع ہونے لگتا ہے۔ تو اس کی طرف فرشتے نازل ہوتے ہیں، جو نہایت سخت ہوتے ہیں ان کے پاس آگ کا لباس اور گندھک کی قمیض ہوتی ہے وہ اسے گھیر لیتی ہے۔ جب اس کی روح نکلتی ہے تو آسمان و زمین کے درمیان والے فرشتے اور تمام آسمانی فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور (اس پر) آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں ہر دروازہ اس کے گزرنے کو ناپسند کرتا ہے جب اس کی روح کو اوپر لے جایا جاتا ہے۔ تو اسے پھینک دیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے الٰہی! یہ تیرا فلاں بندہ ہے۔ اسے آسمان قبول کرتا ہے نہ زمین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کو واپس لے جاؤ اور میں نے اس کے لیے جو بھی شر تیار کیا ہے وہ اسے دکھاؤ کیونکہ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ [1] — اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹا دیں گے۔

اور وہ لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے جب وہ پیٹھ پھیر کر واپس جاتے ہیں حتیٰ کہ اس سے پوچھا جاتا ہے۔ اے فلاں! تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا پس کہا جاتا ہے تو نہ جانے پھر اس کے پاس ایک آنے والا آتا ہے جو نہایت بدصورت، بدبودار اور بدلباس ہوتا ہے وہ کہتا ہے تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ناراضگی اور دردناک دائمی عذاب کی خبر ہو وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ تجھے بری خبر سنائے تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں تیرا برا عمل ہوں اللہ کی قسم تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں جلدی کرتا اور اس کی فرمانبرداری میں تاخیر کرتا تھا اللہ تعالیٰ تجھے برا بدلہ دے وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ تجھے بھی برا بدلہ دے پھر اس پر ایک بہرہ، اندھا اور گونگا مقرر کیا جاتا ہے اس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوتا ہے اگر جن و انسان اسے مل کر اٹھانا چاہیں تو نہیں اٹھا سکتے اگر اسے پہاڑ پر مارا جائے تو وہ مٹی بن جائے۔

اب وہ اسے ایک ضرب مارتا ہے تو وہ (کافر) مٹی ہو جاتا ہے، پھر اس میں روح لوٹ آتی ہے تو وہ اس کی آنکھوں کے درمیان ایک ضرب لگاتا ہے تو جنوں انسانوں کے علاوہ تمام زمینوں کی مخلوق اسے سنتی ہے فرمایا پھر ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ اس کے لیے آگ کی تختیاں بچھاؤ اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھولو پس اس کے لیے آگ کی دو تختیاں بچھائی جاتی ہیں اور جہنم کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے [2]

---

[1] قرآن مجید، سورہ طٰہٰ آیت ۵۵۔

[2] سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۲۹۸ کتاب السنۃ۔

حضرت محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص بھی مرتا ہے اس کے اچھے اور برے اعمال موت کے وقت مثالی شکلوں میں آتے ہیں تو وہ اپنی نیکیوں کی طرف دیکھتا ہے اور برائیوں سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس فرشتے ایک ریشمی کپڑا لے کر آتے ہیں، جس میں کستوری اور ریحان کے بنڈل ہوتے ہیں، پس اس کی روح اس طرح نکالی جاتی ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے اے مطمئن نفس! اپنے رب کی طرف یوں نکل کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف روح اور کرامت کی طرف نکل پس جب اس کی روح نکالی جاتی ہے تو اس کو کستوری اور ریحان پر رکھا جاتا ہے اور اس پر ریشمی کپڑا لپیٹ کر اسے علیین کی طرف بھیج دیا جاتا ہے۔

اور جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے۔ تو اس کے پاس فرشتے ٹاٹ میں چنگاریاں لے کر آتے ہیں پس اس کی روح کو نہایت سختی سے نکالا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے اے خبیث روح! اس حال میں باہر نکل کہ تو اس (اللہ تعالیٰ) سے ناراض اور وہ تجھ سے ناراض ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرے لیے ذلت اور عذاب ہے پس جب اس کی روح کو نکالا جاتا ہے تو اسے انگاروں پر رکھ دیا جاتا ہے۔ اور اس سے جوش مارنے والے پانی کی طرح آواز آتی ہے پھر اسے ٹاٹ میں لپیٹ کر سجین (سب سے نچلے درجہ) کی طرف لے جایا جاتا ہے [1]

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ نے آیت پڑھی۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ [2]

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب مجھے واپس بھیج دے تاکہ جو اچھے کام میں چھوڑ آیا ہوں ان کو بجا لاؤں۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے تو کیا چاہتا ہے؟ تجھے کس چیز میں رغبت ہے؟ کیا تو اس لیے واپس جانا چاہتا ہے، کہ مال جمع کرے، درخت لگائے، مکان تعمیر کرے اور نہریں نکالے وہ کہتا ہے نہیں بلکہ اس لیے کہ میں نے جو اعمال صالح نہیں کیے، ان کو بجالانا چاہتا ہوں فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہرگز نہیں۔ تو موت کے وقت وہ یہ بات کہتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"مومن اپنی قبروں میں ایک سرسبز باغ میں ہوتا ہے اور اس کی قبر ستر گز کشادہ کی جاتی ہے اور روشن ہوتی ہے۔

---

[1] المستدرک للحاکم جلد اول ص ۳۵۳ کتاب الجنائز، حلیۃ الاولیاء جلد ۳ ص ۱۰۴ ترجمہ ۲۱۸

[2] قرآن مجید، سورہ مومنون آیت ۹۹، ۱۰۰

حتیٰ کہ وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوتی ہے اور تمہیں معلوم ہے یہ آیت کس کے بارے میں اتری ہے، ارشاد خداوندی ہے۔

فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا۔ پس بے شک اس کی زندگی تنگ ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا۔

کافر کو قبر میں یوں عذاب ہوتا ہے کہ اس پر ننانوے "تنینن" مسلط کر دیئے جاتے ہیں کیا تم جانتے ہو تنینن کیا ہے؟ وہ ننانوے سانپ ہیں ہر سانپ کے سات پھن ہیں وہ اسے قیامت تک کاٹتے، چاٹتے اور پھنکارتے رہیں گے۔

اس خصوصی تعداد سے تعجب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ سانپ اور بچھو اخلاق مذمومہ یعنی تکبر، ریاکاری، حسد، کینے اور دیگر بری صفات کی تعداد کے مطابق ہیں کیونکہ ان برے اخلاق کی اصل چند گنتی کے امور ہیں پھر ان سے متعدد شاخیں نکلتی ہیں، اور یہ بری صفات ذاتی طور پر ہلاک کرنے والی ہیں، اور یہی بچھوؤں اور سانپوں میں بدلتی ہیں ان میں سے جو زیادہ طاقتور ہے، وہ تنینن سانپ کی طرح کاٹتا ہے اور کمزور بچھو کی طرح کاٹتا ہے اور جو درمیان والے اخلاق بد ہیں وہ عام سانپ کی طرح اذیت پہنچاتے ہیں، اور ارباب قلوب بصیرت نور بصیرت سے ان مہلکات اور ان کی شاخوں کے پھیلاؤ کو دیکھتے ہیں لیکن ان کی تعداد کتنی ہے اس پر آگاہی صرف نور نبوت سے ہو سکتی ہے، اس قسم کی روایات کا ظاہر صحیح اور اسرار پوشیدہ ہیں لیکن ارباب بصیرت پر واضح ہے لہذا جس شخص پر ان کے حقائق واضح نہ ہوں وہ ان کے ظاہر کا انکار نہ کرے، بلکہ کم از کم درجہ ایمان تصدیق کرنا اور مان لینا ہے۔

سوال:- ہم دیکھتے ہیں کہ کافر اپنی قبر میں مدت تک اسی طرح رہتا ہے لیکن ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں پائی جاتی تو مشاہدے کے خلاف بات کی تصدیق کس طرح کی جا سکتی ہے۔

جواب:- جان لو کہ ان جیسے امور کی تصدیق کے تین مقام ہیں اور وہ یہ ہیں۔

۱:- یہ مقام سب سے واضح، زیادہ صحیح اور اعتراض سے زیادہ محفوظ ہے، یعنی اس طرح تصدیق کی جائے کہ یہ چیزیں موجود ہیں، اور میت کو کاٹتی ہے۔ لیکن تم ان کو نہیں دیکھتے کیونکہ آنکھ عالم ملکوت سے تعلق رکھنے والے امور کو دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور ہر وہ بات جس کا آخرت سے تعلق ہو وہ عالم ملکوت سے ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کس طرح حضرت جبریل علیہ السلام کے اترنے پر ایمان رکھتے تھے حالانکہ ان کو دیکھتے نہیں تھے اور ان کا ایمان تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے ہیں اور اگر تم اس بات پر ایمان نہیں رکھتے

لے۔ قرآن مجید، سورہ طٰہٰ آیت ۱۲۴

ہے کنز العمال جلد ۱۵ ص ۳۰، ۳۱، حدیث ۲۰۱۲

تو پہلے فرشتوں اور وحی پر ایمان کی درستگی ضروری ہے، اور اگر تم اس بات پر ایمان رکھتے ہو اور اس بات کو جائز سمجھتے ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کا مشاہدہ بھی کرتے تھے، جن کا مشاہدہ امت نہیں کرتی تو یہ بات فوت شدہ کے حق میں جائز کیوں نہیں ہوگی، اور جس طرح فرشتہ انسانوں اور حیوانات کے مشابہ نہیں ہوتا اسی طرح سانپ اور بچھو جو قبر میں کاٹتے ہیں وہ دنیوی سانپوں کی جنس سے نہیں ہیں بلکہ وہ دوسری جنس سے ہیں اور ان کا ادراک کسی دوسری قوت احساس سے ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرا مقام یہ ہے کہ تم سونے والے کے معاملے کو یاد کرو کہ کبھی وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ اسے سانپ کاٹ رہا ہے اور اس کی وجہ سے اسے تکلیف ہوتی ہے حتیٰ کہ تم دیکھتے ہو کہ وہ نیند کی حالت میں چیختا ہے اور اس کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے اور کبھی وہ اپنی جگہ سے اچھل پڑتا ہے اور اس سونے والے کو یہ سب کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے اور اس سے اس کو جاگنے والے کی طرح اذیت پہنچتی ہے اور وہ اس کو دیکھ رہا ہوتا ہے، حالانکہ تم اسے پرسکون دیکھتے ہو اور تمہیں اس کے اردگرد سانپ نظر نہیں آتا جبکہ اس کے حق میں سانپ موجود ہے اور اسے عذاب ہو رہا ہے، لیکن تمہارے اعتبار سے نظر نہیں آتا اور جب اس کے کاٹنے کی تکلیف میں عذاب ہے تو اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ وہ سانپ خیالی ہے یا نظر آ رہا ہے۔

۳۔ تیسرا مقام یہ ہے کہ تم جانتے ہو سانپ ذاتی طور پر اذیت ناک نہیں بلکہ تمہیں اس کا زہر نقصان پہنچاتا ہے پھر زہر بھی درد نہیں ہے بلکہ تمہیں زہر کے اثر سے تکلیف ہوتی ہے پس اگر ایسا ہی اثر زہر کے بغیر پایا جائے تو بدن میں بہت تکلیف ہوگی اور اس قسم کے عذاب اور تکلیف کو بیان نہیں کیا جا سکتا ہاں اس سبب کی طرف اس کی نسبت کی جائے جو عام طور پر اس تک پہنچاتا ہے اگر انسان میں جماع کی صورت کے علاوہ لذت جماع پیدا کر دی جائے تو اس کا بیان جماع کے حوالے سے بھی ہو سکتا ہے تاکہ سبب کی طرف نسبت سے اس کی تعریف ہو سکے اور اس کا ثمر معلوم ہو اگرچہ سبب کی صورت موجود نہیں ہوگی اور سبب بھی ذاتی طور پر مراد نہیں ہوتا بلکہ اس کا نتیجہ اور ثمرہ ہی مقصود ہوتا ہے اور یہ مہلک صفات موت کے وقت خود موذی اور تکلیف دہ بن جاتی ہیں اور ان سے پہنچنے والا درد سانپ کے ڈستے کی طرح ہوتا ہے حالانکہ ان کا وجود نہیں ہوتا اور بری صفت کا موذی بن جانا اسی طرح ہے جیسے معشوق کی موت کے وقت عشق ایذا پہنچاتا ہے حالانکہ پہلے اس سے لذت حاصل ہوتی تھی لیکن اب اس پر ایسی حالت طاری ہو گئی کہ لذیذ چیز خود بخود تکلیف دہ بن گئی حتیٰ کہ دل پر طرح طرح کی تکالیف وارد ہوتی ہیں اور اس بنیاد پر وہ تمنا کرتا ہے کہ کاش وہ عشق اور وصال سے لطف اندوز نہ ہوا ہوتا۔

بلکہ میت کو پہنچنے والے عذابوں میں سے ایک عذاب بعینہٖ یہی عذاب ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ پر دنیا کے عشق کو مسلط کیا اور وہ اپنے مال، زمین، جاہ و مرتبہ، اولاد، رشتہ داروں اور دوست احباب سے عشق کرنے لگا اگر زندگی میں

کوئی ایسا شخص اس سے یہ سب کچھ لے لیتا جس سے واپسی کی امید نہ ہوتی تو تم دیکھتے اس کا کیا حال ہوتا کیا وہ عظیم بدبختی کا شکار نہ ہوتا اور یہ تمنا نہ کرتا کہ کاش اس کے پاس مال بالکل نہ ہوتا اور نہ اسے کوئی جاہ و مرتبہ ملتا اور یوں وہ اس کے فراق سے اذیت نہ پاتا تو موت کا مطلب دنیا کی تمام محبوب چیزوں سے یکبارگی جدائی ہے۔

مَا حَالُ مَنْ كَانَ لَهُ وَاحِدٌ — اس کا کیا حال ہو گا جس کا اکلوتا ہی ہو اور وہ

غُيِّبَ عَنْهُ ذٰلِكَ الْوَاحِدُ — غائب ہو جائے۔

تو اس شخص کا کیا حال ہو گا جو صرف دنیا کے حاصل ہونے پر خوش ہوتا ہے، اور اس سے دنیا کو لے کر اس کے دشمنوں کے حوالے کر دیا جائے اور اس پر اضافہ یہ کہ اُخروی نعمتوں کے نہ ملنے کی حسرت بھی ہو اور اللہ تعالیٰ سے حجاب بھی ہو کیونکہ غیر اللہ کی محبت اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس سے لطف اندوزی کے راستے میں حجاب بن جاتی ہے۔

پس تمام محبوبوں سے فراق اور اخروی نعمتوں کے نہ ملنے کا افسوس نیز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مردود ہونے اور حجاب میں ہونے کی ذلت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یکے بعد دیگرے اس کا پیچھا کرتی ہے اور اسے اسی عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے، کیونکہ جدائی کی آگ کے بعد صرف جہنم کی آگ ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ [1] — ہرگز نہیں! بے شک وہ اس دن اپنے رب سے پردے میں ہوں گے پھر بلا شبہ وہ جہنم میں جائیں گے۔

لیکن جو شخص دنیا سے مانوس نہ ہو اور صرف اللہ تعالیٰ سے محبت کرے اور اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق بھی ہو وہ دنیا کے قید خانے اور اس میں خواہشات کی سختیاں بھگتنے میں چھوٹ جاتا ہے۔ اپنے محبوب کے ہاں چلا جاتا ہے اور تمام دنیوی رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں نیز اسے اخروی نعمتیں پوری پوری دی جاتی ہیں اور اس کے ساتھ ہی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان نعمتوں کے زوال سے بے خوف ہوتا ہے اور اسی مقصد کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔ اور مقصد یہ ہے کہ آدمی کبھی اپنے گھوڑے کو چاہتا ہے حتیٰ کہ اگر اسے اختیار دیا جائے کہ یا تو اس سے گھوڑا لے لیا جائے یا اسے بچھو کاٹے تو وہ بچھو کے کاٹنے پر صبر کرنے کو ترجیح دیتا ہے، تو معلوم ہوا کہ گھوڑے کی جدائی کا دکھ بچھو کے کاٹنے سے زیادہ پریشان کن ہے اور جب اس سے گھوڑا لے لیا جائے تو یہ جدائی اسے کاٹتی ہے تو چاہیے کہ اس کاٹنے کے لیے تیار رہ جائے کیونکہ موت اس سے اس کا گھوڑا، سواری، گھر، زمین، اہل و اولاد، دوست احباب سب کچھ لے لیتی ہے اس سے اس کا جاہ و مرتبہ اور مقبولیت بھی لے لیتی ہے، بلکہ اس کی سماعت و بصارت اور

---

[1] قرآن مجید، سورہ تطفیف آیت ۱۵، ۱۶۔

تمام اعضاء کو چھین لیتی ہے اور وہ ان تمام چیزوں کی واپسی سے مانوس ہو جاتا ہے اگر وہ ان چیزوں کے علاوہ کسی اور سے محبت نہ کرے اور اس سے یہ سب کچھ لے لیا جائے تو یہ (جدائی) بچھوؤں اور سانپوں سے زیادہ سخت ہے تو جس طرح اس کی زندگی میں یہ چیزیں لی جائیں تو اسے سخت تکلیف ہوتی ہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی ہوتی ہے۔

کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ تکالیف اور لذتوں کا ادراک کرنے والی قوت کے لیے موت نہیں ہے بلکہ موت کے بعد اس کا عذاب زیادہ سخت ہوتا ہے کیونکہ زندگی میں وہ ان اسباب سے تسلی حاصل کرتا ہے جن میں اس کے حواس مشغول ہوتے ہیں یعنی دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور گفتگو کے ذریعے اسے تسلی ہوتی ہے اور اس کو اس بات کی امید بھی ہوتی ہے کہ اس چیز کا بدل مل جائے گا لیکن موت کے بعد تو کوئی تسلی نہیں کیونکہ تسلی کے تمام راستے بند ہو گئے اور مایوسی چھا گئی۔

تو اس کی ہر قمیص اور رومال جس کو چاہتا تھا کہ اگر اس سے لی جائے تو یہ بات اس کے لیے قابل برداشت نہ تھی تو اس پر اسے افسوس ہوتا ہے اور اگر دنیا میں ہلکا پھلکا رہے گا تو محفوظ رہے گا اور بزرگوں نے جو بات فرمائی کہ ہلکے پھلکے لوگ نجات پا گئے اس کا یہی مطلب ہے اور اگر دنیا میں زیادہ بوجھ ہو گا تو عذاب بھی زیادہ ہو گا اور جس طرح اس شخص کا حال جس کا ایک دینار چوری ہو جائے اس شخص کے مقابلے میں ہلکا ہوتا ہے جس کے دس دینار چوری ہو جائیں اسی طرح ایک درہم والے کا حال دو درہموں والے کے حال سے ہلکا ہوتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا یہی مطلب آپ نے فرمایا۔

صَاحِبُ الدِّرْهَمِ اَخَفُّ حِسَابًا مِنْ صَاحِبِ الدِّرْهَمَيْنِ[1]	ایک درہم والا، دو درہموں والے کی نسبت ہلکا پھلکا ہے۔

اور دنیا کی جو بھی چیز تم موت کے وقت چھوڑو گے موت کے بعد اس کا افسوس ہو گا۔ اب تمہاری مرضی ہے زیادہ کرو یا کم اگر زیادہ حاصل کرو تو حسرت ہی زیادہ ہو گی اور اگر تھوڑا حاصل کرو گے تو تمہاری پیٹھ کا بوجھ ہی کم ہو گا اور ان مالدار لوگوں کی قبروں میں سانپ اور بچھو زیادہ ہوں گے جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اس پر خوش ہوتے اور مطمئن ہوتے ہیں۔ تو قبر کے سانپوں اور بچھوؤں کے سلسلے میں ایمان کے مقامات یہ (مذکورہ بالا) ہیں اور دوسری قسموں کے عذابوں کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کا بیٹا فوت ہو گیا ہے تو انھوں نے فرمایا بیٹا مجھے

---

[1] تذکرۃ الموضوعات ص ۱۷۸ باب ذم الدنیا۔

کچھ وصیت کر دو اس نے کہا ابا جان! جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے اس کی مخالفت نہ کرو فرمایا بیٹا! کچھ اور بتاؤ جواب دیا ابا جان آپ اس پر عمل نہیں کر سکیں گے فرمایا کہو، بیٹے نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کے اور اپنے درمیان ایک قمیص کو حجاب نہ بنانا چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے تیس سال تک قمیص نہیں پہنی۔

سوال:- ان تین مقامات سے کون سا مقام صحیح ہے؟

جواب:- لوگوں میں بعض صرف پہلے مقام کے قائل ہیں دوسرے مقامات کا انکار کرتے ہیں بعض پہلے کے منکر ہیں اور دوسرے مقامات کو مانتے ہیں اور کچھ حضرات صرف تیسرے مقام کے قائل ہیں لیکن ہمارے لیے چشم بصیرت سے جو حق بات ظاہر ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک کا اپنا مقام ہے اور جو شخص ان میں سے بعض کا انکار کرتا ہے تو اس کی وجہ اس کے حوصلے کی تنگی ہے نیز وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وسعت اور اس کی تدبیر کے عجائب سے جاہل ہیں پس وہ اللہ تعالیٰ کے ان بعض افعال کا انکار کرتا ہے جن سے وہ مانوس نہیں ہوتا۔ اور یہ جہالت اور کوتاہ فہمی ہے۔

بلکہ عذاب دینے کے سلسلے میں یہ تینوں طریقے ممکن ہیں اور ان کی تصدیق واجب ہے بعض بندوں کو ان میں سے کسی ایک عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے اور بعض کو تمام قسم کے عذاب دیئے جاتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے قلیل و کثیر عذاب سے اس کی پناہ چاہتے ہیں۔

یہی حق ہے لہٰذا دلیل کے بغیر ہی تقلید کے طور پر اس کی تصدیق کی جائے ورنہ روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں جو اس بات کو بطور تحقیق جانتا ہو میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ اس کی تفصیل میں نہ جانا اور نہ ہی اس کی معرفت میں مشغول ہونا بلکہ عذاب کو دور کرنے کی تدبیر اختیار کرو جس طرح بھی ہو سکے۔

اور اگر تم عمل اور عبادت کو چھوڑ کر بحث میں مشغول ہو گئے تو تمہاری مثال اس طرح ہو گی جیسے کسی شخص کو بادشاہ نے پکڑ کر قید کر دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹے اور وہ تمام رات یہی بات سوچتا رہا کہ وہ چھری سے کاٹے گا یا تلوار سے یا استرے سے؟ اور اس نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے کسی تدبیر کو اختیار کرنے کا راستہ چھوڑ دیا اور یہ انتہائی درجہ کی حالت ہے۔ اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ موت کے بعد بندہ یا تو بہت بڑے عذاب میں مبتلا ہو گا یا دائمی نعمت حاصل ہو گی لہٰذا اس کے لیے تیاری کی جائے جہاں تک عذاب ثواب کی تفصیل کے بارے میں بحث کا تعلق ہے تو وہ فضول بات ہے اور وقت کو ضائع کرنا ہے۔

فصل ۳

منکر نکیر کے سوالات، قبر کا دبانا اور عذاب قبر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ فوت ہو جاتا ہے تو اس

کے پاس سیاہ رنگ اور نیلی آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے وہ اس سے پوچھتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ اگر وہ مومن ہو تو کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، وہ کہتے ہیں ہمیں معلوم تھا کہ تم یہی جواب دو گے پھر اس کے لیے اس کی قبر کو ستر ستر گز کشادہ کر دیا جاتا ہے اور اس کی قبر کو منورہ کر دیا جاتا ہے اس کے بعد اس کے کہا جاتا ہے، سو جا، وہ کہتا ہے مجھے چھوڑ دو میں اپنے گھر والوں کی طرف جاؤں اور ان کو خبر دوں اس سے کہا جاتا ہے سو جا جس طرح دلہن سوتی ہے کہ اس کے گھر والوں میں سے صرف اس کا محبوب ہی جگاتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کی قبر سے اٹھائے گا۔

اور اگر وہ منافق ہو تو کہتا ہے مجھے معلوم نہیں میں لوگوں سے سنتا تھا وہ کوئی بات کہتے تھے اور میں بھی کہتا تھا تو فرشتے کہتے ہیں، ہمیں معلوم تھا تم یہی بات کہو گے پھر زمین سے کہا جاتا ہے اس پر مل جا تو وہ اس پر مل جاتی ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر ہو جاتی ہیں تو اسے مسلسل عذاب دیا جاتا ہے حتیٰ کہ اسے اس کی قبر سے اٹھایا جائے گا۔[1]

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عمر! جب آپ کا انتقال ہوگا تو کیا کیفیت ہوگی آپ کی قوم آپ کو لے جائے گی اور آپ کے لیے تین گز لمبی اور ڈیڑھ گز چوڑی قبر تیار کریں گے پھر واپس آکر آپ کو غسل دیں گے اور کفن پہنائیں گے اور پھر خوشبو لگا کر آپ کو اٹھائیں گے حتیٰ کہ آپ کو قبر میں رکھ دیں گے پھر آپ (کی قبر) پر مٹی برابر کر دیں گے اور آپ کو دفن کر دیں گے اور جب وہ واپس لوٹیں گے تو آپ کے پاس امتحان لینے والے دو فرشتے منکر اور نکیر آئیں گے ان کی آواز بجلی کی کڑک جیسی اور ان کی آنکھیں اچکنے والی بجلی کی طرح ہوں گی وہ اپنے بالوں کو گھسیٹتے ہوئے آئیں گے اور اپنی داڑھوں سے قبر کو کھود کر تمہیں جھنجھوڑ دیں گے اے عمر اس وقت کیا کیفیت ہوگی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا اس وقت میری عقل آج کی طرح میرے ساتھ ہوگی؟ آپ نے فرمایا "ہاں" عرض کیا پھر میں ان کو کافی ہوں گا۔[2]

یہ اس بات کے بارے میں صریح نص ہے کہ عقل میں موت کی وجہ سے کوئی تبدیلی نہیں آتی بلکہ بدن اور اعضاء میں تبدیلی آتی ہے۔ لہٰذا میت عقلمند، سمجھدار اور تکالیف و لذات کو جاننے والا ہوتا ہے جس طرح پہلے تھا اور ادراک کرنے والی عقل ان اعضاء کا نام نہیں بلکہ وہ ایک باطنی چیز ہے جس کی لمبائی چوڑائی نہیں ہوتی، بلکہ وہ چیز ذاتی طور پر تقسیم نہیں

---

[1] ۔ جامع ترمذی ص ۱۴۳، ابواب الجنائز۔

[2] ۔ المطالب العالیہ جلد ۴ ص ۲۶۳ حدیث ۴۶۰۳

ہوتی رہی اشیاء کا ادراک کرتی ہے اور اگر انسان کے تمام اعضاء بکھر جائیں تو صرف وہی مدرک جزرہ جائے جو تقسیم نہیں ہوتی تو انسان مکمل طور پر عقلمند اور قائم و باقی ہوتا ہے تو موت کے بعد بھی یہی حالت ہوتی ہے کیونکہ اس جز پر موت نہیں آتی اور نہ ہی عدم طاری ہوتا ہے۔

حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ قبر میں کافر پر اندھا اور بہرہ چوپایہ مسلط کیا جاتا ہے اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ڈنڈا ہوتا ہے جس کا سرا اونٹ کے کوہان کی طرح ہوتا ہے اور اسے قیامت تک مارتا رہے گا، نہ تو تم اس کو دیکھتے ہو کہ اسے کو بچاؤ اور نہ اس کی آواز سنتے ہو کہ اس پر رحم کھاؤ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے اعمال صالح اگر اسے گھیر لیتے ہیں اگر عذاب اس کے سر کی طرف سے آئے تو قرأت قرآن اسے روک لیتی ہے اور اگر پاؤں کی طرف سے آئے تو نماز میں قیام آڑے آتا ہے۔ اگر ہاتھوں کی طرف سے آئے تو ہاتھ کہتے ہیں اللہ کی قسم یہ ہمیں صدقہ دینے اور دعا کیلئے پھیلاتا تھا تم اس تک نہیں پہنچ سکتے اگر منہ کی طرف سے آئے تو ذکر اور روزہ سامنے آجاتے ہیں اسی طرح ایک طرف نماز اور صبر کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اگر کچھ کسر باقی ہے تو ہم موجود ہیں۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آدمی کے نیک اعمال اس کی طرف سے اس طرح جھگڑتے ہیں جس طرح آدمی اپنے بھائی، گھر والوں اور اولاد کی طرف سے جھگڑتا ہے پھر اس وقت کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ تیری خواب میں برکت دے تیرے دوست کتنے اچھے ہیں اور تیرے ساتھی کتنے اچھے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم ایک جنازہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے آپ اس کی قبر کے سرہانے تشریف فرما ہوئے پھر اس میں دیکھنے لگے اس کے بعد فرمایا

يُضْغَطُ الْمُؤْمِنُ فِي هٰذَا ضَغْطَةً تُرَدُّ مِنْهَا حَمَائِلُهُ ؎	مومن کو اس قبر میں اسی طرح دبایا جاتا ہے کہ اس کی پسلیاں اِدھر اُدھر ہو جاتی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ لِلْقَبْرِ ضَغْطَةً وَلَوْ سَلِمَ أَوْ نَجَا مِنْهَا أَحَدٌ لَنَجَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ ؎	بے شک قبر دباتی ہے اور اگر کوئی اس سے محفوظ رہتا یا (فرمایا) نجات پاتا تو وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہوتے

؎ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۴۰۷ مرویات حذیفہ۔

؎ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۵۵ مرویات عائشہ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور آپ اکثر بیمار رہتی تھیں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلے اور ہمیں آپ کی حالت میں کچھ تبدیلی محسوس ہوئی جب ہم قبر کے پاس پہنچے تو آپ قبر شریف کے اندر داخل ہوئے آپ کا چہرہ انور کچھ پیلا پڑ گیا جب باہر تشریف لائے تو چہرہ انور روشن تھا ہم نے عرض کیا (یارسول اللہ) ہم نے آپ کا جو حال دیکھا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا مجھے قبر کا میری بیٹی کو دبانا اور عذاب قبر یاد آیا جب میں آیا تو مجھے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تخفیف فرما دی ہے اور ان کو اس قدر دبایا گیا کہ ان کی آواز کو مشرق و مغرب کے درمیان والی مخلوق نے سنا (انسانوں اور جنوں کے علاوہ)[1]

آٹھواں باب

حالتِ خواب میں کشف کے ذریعے مردوں کے حالات کا علم

جاننا چاہیے کہ نور عقل جو کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نیز عبرت کی راہوں میں سے ہے اس میں ہمیں مردوں کی حالات اجمالی طور پر معلوم ہوتے ہیں نیز یہ کہ ان میں نیک بخت بھی ہیں اور بدبخت بھی، لیکن متعین طریقے پر کسی شخص کا حال معلوم نہیں ہوتا اگر ہمیں زید اور عمر دیعنی کسی بھی شخص کے ایمان پر اعتماد بھی ہو تو بھی ہمیں معلوم نہیں کہ ان کی موت کس عقیدے پر ہوگی اور ان کا خاتمہ کیسے ہوا؟ ہم ان کی ظاہری نیکی کا اعتبار کرتے ہیں لیکن تقویٰ کا مقام دل ہے اور وہ نہایت باریک ہے حتیٰ کہ خود تقویٰ والے کو بھی اس کا علم نہیں ہوتا۔ دوسروں کو کیسے ہوگا لہٰذا باطنی تقویٰ کے بغیر ظاہر پر حکم نہیں لگایا جا سکتا ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ[2] بے شک اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے ہی قبول کرتا ہے۔

لہٰذا کسی بھی شخص کے حکم کی معرفت، اس کے مشاہدے کے بغیر نہیں ہو سکتی اور مشاہدہ اس چیز کا ہوتا ہے جو اس پر جاری ہوتی ہے لیکن جب آدمی مر جاتا ہے تو وہ ملک و شہادت کے عالم سے غیب و ملکوت کے عالم میں چلا جاتا ہے لہٰذا وہ ظاہری آنکھ سے دکھائی نہیں دیتا بلکہ وہ دوسری آنکھ سے نظر آتا ہے اور وہ آنکھ ہر انسان کے دل میں پیدا کی گئی ہے لیکن انسان نے اپنی خواہشات اور دنیوی مشاغل کا موٹا پردہ ڈال رکھا ہے لہٰذا وہ اس سے دیکھ نہیں سکتا اور جب تک اس کی قلبی آنکھ سے یہ پردہ ہٹ نہیں جاتا اس کے لیے عالم ملکوت کو دیکھنا ممکن نہیں اور چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی (قلبی) آنکھوں سے یہ پردہ ہٹا ہوا ہوتا ہے لہٰذا انہوں نے یقیناً ملکوت کو دیکھا اور اس کے عجائبات کو دیکھنا اور فوت شدہ لوگ بھی عالم ملکوت میں ہوتے ہیں اس لیے انبیاء کرام علیہم السلام نے ان کا مشاہدہ

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی جلد اول ص ۲۵۷ حدیث ۷۴۵

[2] قرآن مجید سورہ مائدہ آیت ۲۷

کیا اور ان کے بارے میں بتایا۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں قبر کے دبانے کو ملاحظہ فرمایا اور اس طرح جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کا حال بھی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے سامنے بٹھایا ہے اور درمیان میں کوئی حجاب نہیں [1]۔

اور اس قسم کے مشاہدے کے سلسلے میں انبیاء کرام اور ان اولیاء کرام کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے طمع نہیں ہوسکتی جن اولیاء کرام کا درجہ انبیاء کرام علیہم السلام کے قریب ہے۔

ہم جیسے لوگوں کو ایک اور ضعیف مشاہدہ ہوسکتا ہے لیکن وہ بھی مشاہدہ نبویہ ہے اس سے مراد خواب میں حاصل ہونے والا ہے اور یہ انوار نبوت میں سے ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْأً مِنَ النُّبُوَّةِ [2] اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

یہ انکشاف بھی اسی وقت ہوتا ہے جب دل سے پردہ اٹھ جائے اسی لیے صرف نیک اور سچے آدمی کے خواب پر اعتماد کیا جاتا ہے اور جو آدمی زیادہ جھوٹ بولتا ہو اس کے خواب کی تصدیق نہیں کی جاسکتی اور جس کا فساد اور گناہ زیادہ ہوں اس کا دل تاریک ہو جاتا ہے لہٰذا وہ جو کچھ دیکھتا ہے وہ پریشان خواب ہیں۔

اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت وضو کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ طہارت کی حالت میں سوئے [3] اور یہ باطنی طہارت کی طرف بھی اشارہ ہے اور یہ اس لیے ہے جب کہ ظاہری طہارت اس کی تکمیل کی طرح ہے اور جب باطن صاف ہو تو دل کی آنکھ پر وہ بات منکشف ہوتی ہے جو مستقبل میں واقع ہوگی جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ جانا خواب میں منکشف ہوا حتی کہ قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ [4] بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں سچ کر دیا۔

اور انسان اپنے خوابوں سے بہت کم خالی ہوتا ہے۔ جن میں سچی باتیں نظر آئیں۔ خواب اور نیند کی حالت میں غیب کی باتوں کا نظر آنا اللہ تعالیٰ کی عجیب صنعتوں اور انسانی فطرت کی نادر باتوں میں سے ہے اور یہ عالم ملکوت پر سب سے واضح دلیل ہے حالانکہ لوگ اس سے اس طرح غافل ہیں جس طرح وہ دل کے عجائب اور عجائب عالم

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی جلد اول ص ۲۵۷ حدیث ۷۴۵۔

[2] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۳۵، کتاب التعبیر۔

[3] الترغیب والترہیب جلد اول ص ۱۰۴ کتاب النوافل۔

[4] قرآن مجید سورہ فتح آیت ۲۷/ الدر المنثور جلد ۲ ص ۸۰ بحث اسی آیت کے تحت۔

سے غافل ہیں اور خواب کی حقیقت کے بارے میں گفتگو علوم مکاشفہ کی گہری باتوں میں سے ہے لہٰذا علم معاملہ کے ساتھ اس کا بطور ضمیمہ ذکر ممکن نہیں لیکن جس قدر ذکر بیان ممکن ہے وہ ایک مثال ہے جس سے تم مقصود کو سمجھ جاؤ گے وہ یوں کہ تم جانتے ہو دل کی مثال شیشے جیسی ہے جس میں صورتیں اور حقائق امور دکھائی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس عالم کی تخلیق سے اس کی آخر تک جو کچھ مقدر فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق میں لکھا ہوا ہے جس کو کبھی لوح محفوظ کہتے ہیں کبھی کتاب مبین اور کبھی امام مبین کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے جو کچھ عالم میں ہو چکا ہے اور اس کے بعد ہو گا وہ اس میں لکھا ہوا ہے اور اس طرح نقش ہے کہ اسے (اس) ظاہری آنکھ سے دیکھا نہیں جا سکتا۔

اور تمہیں یہ خیال بھی نہیں کرنا چاہیے کہ یہ لوح محفوظ لکڑی یا لوہے کی یا ہڈی سے بنی ہوئی ہے اور کتاب کاغذ یا پتے کی ہے لیکن اس بات کو قطعی طور پر سمجھنا چاہیے کہ لوح محفوظ مخلوق کی لوح (تختی) جیسی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب مخلوق کی کتاب جیسی نہیں ہے۔ جس طرح اس کی ذات وصفات مخلوق کی ذات وصفات کی طرح نہیں بلکہ اگر تم اس کے لیے مثال چاہو جس سے تمہیں بات سمجھ آ جائے تو جان لو کہ لوح محفوظ پر تعدیروں کا لکھا ہونا اسی طرح ہے جیسے حافظ قرآن کے دل ودماغ پر قرآن پاک کے الفاظ وحروف نقش ہوتے ہیں وہ اس پر لکھے ہوتے ہیں حتیٰ کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ پڑھتے وقت وہ ان کو دیکھ رہا ہے لیکن جب دماغ کے ایک ایک کونے میں اسے تلاش کیا جائے تو تمہیں اس کا ایک حرف بھی دکھائی نہیں دے گا اور وہاں کوئی خط یا حرف نظر نہیں آئے گا۔

تو اس طرح پر لوح محفوظ کو بھی سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا وتقدیر میں جو کچھ ہے وہ سب کچھ لوح محفوظ میں نقش ہے اور اس مثال میں لوح شیشے کی طرح ہے جس میں صورتیں ظاہر ہوتی ہیں اور اگر ایک شیشے کے مقابلے میں دوسرا شیشہ رکھا جائے تو اس شیشے والی صورت دوسرے شیشے میں دکھائی دے گی بشرطیکہ دونوں کے درمیان حجاب نہ ہو۔

پس دل ایک شیشہ ہے جو علم کی تحریر کو قبول کرتا ہے اور لوح محفوظ ایک اور شیشہ ہے جس میں تمام علم منقوش اور موجود ہے لیکن دل کا خواہشات اور حواس کے تقاضوں میں مشغول ہونا ایک پردہ ہے جو لوح محفوظ کو دیکھنے کے درمیان رکاوٹ ہے اور لوح محفوظ کا تعلق عالم ملکوت سے ہے پس اگر ہوا چلے تو اس پردے کو حرکت ہوتی ہے اور یہ اس سے اٹھ جاتا ہے اس لیے دل کے شیشے میں عالم ملکوت سے کوئی چیز چمکتی ہے جس طرح بجلی چمکتی ہے اب یہ چمک کبھی باقی رہتی ہے اور دائمی ہوتی ہے اور یہ چمک کبھی قائم نہیں رہتی ہے اور عام طور پر اسی طرح ہوتا ہے اور جب تک آدمی جاگتا رہتا ہے اس وقت تک وہ ان امور میں لگا رہتا ہے جو ظاہری عالم سے حواس کے ذریعے پہنچتے ہیں اور یہ عالم ملکوت سے حجاب ہے۔

اور نیند کا معنی یہ ہے کہ حواس ساکن ہو جائیں اور دل پر کوئی چیز نہ پہنچائیں پس جب ظاہری حواس کے عمل اور خیال سے فارغ ہوتا ہے اور اس کا جوہر بھی صاف ہوتا ہے تو اس کے اور لوح محفوظ کے درمیان سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور اس سے کوئی چیز دل میں واقع ہوتی ہے، جس طرح کوئی صورت ایک شیشے سے دوسرے شیشے میں واقع ہوتی ہے لیکن اس وقت جب پردہ اٹھ جائے لیکن تمام حواس کو عمل سے روک دیتی ہے البتہ خیال کو عمل اور حرکت سے کوئی چیز نہیں روک سکتی پس جو کچھ دل میں واقع ہوتا ہے خیال اس کی طرف جلدی کرتا ہے اور اس چیز کے مشابہ چیز کو قریب کر دیتا ہے اور خیالات حافظہ میں دوسری باتوں کے مقابلے میں زیادہ محفوظ ہوتے ہیں لہذا خیال حافظہ میں باقی رہتا ہے پس جب وہ بیدار ہوتا ہے تو اسے صرف خیال یاد رہتا ہے لہذا تعبیر بتانے والا اس خیال کو کسی معنی کے ذریعے حکایت کرتا ہے لہذا وہ خیال اور اس کے معنی کے درمیان مناسبت کی طرف رجوع کرتا ہے۔

جو شخص علم تعبیر میں نظر رکھتا ہے اس کے لیے اس کی مثالیں ظاہر ہیں اور تمہیں ایک مثال کافی ہے وہ یہ کہ ایک شخص نے حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے دیکھا گویا میرے ہاتھ میں انگوٹھی ہے جس کے ذریعے میں لوگوں کے مونہوں اور عورتوں کی شرمگاہوں پر مہر لگاتا ہوں، آپ نے فرمایا تم موذن ہو رمضان شریف میں صبح سے پہلے اذان دیتے ہو اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔

تو دیکھئے مہر لگانے کا معنی روکنا ہے اور مہر سے یہی بات مقصود ہوتی ہے اور دل کے لیے انسان کا حال جو لوح محفوظ میں ہے جوں کا توں منکشف ہوتا ہے۔ یعنی لوگوں کو کھانے پینے سے روکنا لیکن خیال اس بات کا عادی ہے کہ مہر لگانے کے ذریعے رکاوٹ ہوتی ہے تو خیالی صورت جو روح معنی کو متضمن ہے دکھائی گئی ہے اور ذہن میں صرف خیالی صورت باقی رہتی ہے۔

جو خوابوں کا علم جس کے عجائب بے شمار ہیں اس میں سے تھوڑا سا ہم نے بیان کیا اور خوابوں کے عجائب کس طرح زیادہ نہ ہوں جبکہ خواب اور موت کا باہم تعلق ہے اور موت عجائب میں سے ایک عجوبہ ہے۔ اور اس مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ خواب میں بھی عالم غیب سے کچھ نہ کچھ ظاہر ہو جاتا ہے حتیٰ کہ سونے والے کو مستقبل کی باتوں کا علم ہو جاتا ہے تو موت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے حالانکہ وہ پردے کو پھاڑ دیتی ہے اور پردہ مکمل طور پر ہٹ جاتا ہے حتیٰ کہ سانس نکلتے ہی کسی تاخیر کے بغیر وہ اپنے آپ کو سزا، ذلت اور رسوائی میں پاتا ہے ہم اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں یا وہ دائمی نعمتوں یا ایسی عظیم بادشاہی میں اپنے آپ کو گھرا ہوا پاتا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں اس وقت جب پردہ اٹھ جاتا ہے تو بدبخت لوگوں سے کہا جاتا ہے۔

لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ [1]	تم اس بات سے غفلت میں تھے پس ہم نے تم سے تمہارا پردہ ہٹا دیا تو آج تمہاری نگاہ بہت تیز ہے۔

[1] قرآن مجید سورۂ ق آیت ۲۲

اور کہا جائے گا۔

اَفَسِحْرٌ هٰذَا اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ [۱]

کیا یہ جادو ہے یا تم نہیں دیکھتے اس میں داخل ہو جاؤ تم صبر کرو یا نہ کرو تم پر دونوں باتیں برابر ہیں تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

اور ارشاد خداوندی میں انہی لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔

وَبَدَا لَهُمْ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ [۲]

اور ان کے لیے وہ چیز ظاہر ہوئی جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا۔

تو جو سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا دانا ہے اس کے لیے موت کے بعد اپنے عجائب اور نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں کہ کبھی دل میں ان کا کھٹکا تک نہ ہوا اور نہ ہی کبھی خیال پیدا ہوا پس اگر عقلمند آدمی کو صرف اسی حالت کی فکر اور غم ہو کہ حجاب کس طرح اٹھے گا اور نہ معلوم لازمی بدبختی نظر آئے گی یا دائمی سعادت تو عمر بھر کے لیے یہی فکر کافی ہے یہ بات تعجب خیز ہے کہ یہ بڑے بڑے امور ہمارے سامنے ہیں اور ہم غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ہم اپنے مالوں، گھر بار، اسباب، اولاد، بلکہ اپنے اعضاء قوت سماعت اور قوت بصارت پر خوش ہوتے ہیں حالانکہ ہم یقین سے جانتے ہیں کہ ان سب کو چھوڑنا ہو گا لیکن کہاں ہے وہ جس کے دل میں روح القدس وہ بات ڈال دے جو اس نے تمام نبیوں کے سردار سے کہی تھی حضرت جبریل امین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔

اَحْبِبْ مَا اَحْبَبْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ وَعِشْ مَا عِشْتَ فَاِنَّكَ مَيِّتٌ وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهٖ [۳]

آپ جس چیز سے چاہیں محبت کریں بالآخر اس سے جدائی ہو گی اور جب تک زندہ رہنا چاہیں زندہ رہیں آخر کار مرنا ہے اور جو عمل چاہیں کریں اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

تو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات یقین کی آنکھ سے مکشوف اور واضح تھی تو آپ دنیا میں مسافر کی طرح رہے آپ نے اینٹ پر اینٹ اور بانس پر بانس نہ رکھا (عمارت نہ بنائی) [۴] نہ آپ نے کوئی دینار چھوڑا اور نہ ہی کسی کو حبیب و خلیل بنایا ہاں یہ بات فرمائی۔

۱۔ قرآن مجید سورہ طور آیت ۱۵، ۱۶

۲۔ " " سورہ زمر آیت ۴۷

۳۔ شرح السنۃ للبغوی جلد ۱۴ ص ۲۰۴ حدیث ۴۱۱۲

۴۔ کنز العمال جلد ۱ ص ۱۰۱ حدیث ۳۰۷۹۳

لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا وَلٰكِنْ صَاحِبُكُمْ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ[1]

اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بناتا لیکن تمہارے ساتھی تو رحمٰن کے خلیل ہیں۔

تو آپ نے بیان فرمایا کہ رحمٰن کی دوستی آپ کے دل میں گھر کر گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت آپ کے دل میں گھر کر گئی ہے لہٰذا کسی دوسرے خلیل یا حبیب کی گنجائش باقی نہ رہی اور آپ نے اپنی امت سے فرمایا۔ (ارشاد خداوندی ہے)

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[2]

اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

اور آپ کی امت وہی ہے جو آپ کی پیروی کرے اور آپ کی پیروی وہی کر سکتا ہے جو دنیا سے منہ پھیرے اور آخرت کی طرف متوجہ ہو۔ کیونکہ آپ نے صرف اللہ تعالیٰ اور آخرت کی دعوت دی ہے اور دنیا اور اس کی فوری لذتوں سے باز رکھا۔ تو تم جس قدر دنیا سے اعراض کرو گے اور آخرت کی طرف متوجہ ہو گے۔ اسی قدر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر چلنے والے ہو گے اور جس قدر آپ کے راستے پر چلو گے اسی قدر آپ کے پیروکار کہلاؤ گے اور جس قدر آپ کی پیروی کرو گے اسی قدر آپ کی امت سے تمہارا تعلق ہو گا۔

لیکن جس قدر دنیا کی طرف متوجہ ہو گے اسی قدر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں روگردانی کرنے والے اور آپ کی اتباع سے اعراض کرنے والے ہو گے۔ اور لوگوں سے مل جاؤ گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى[3]

پس جس شخص نے سرکشی کی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی پس جہنم ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔

اور اگر تم غرور کی گھات سے نکلو اور اپنے نفس سے انصاف کرو بلکہ ہم سب کا یہی معاملہ ہے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ تم صبح سے شام تک دنیا کے فوری فوائد کے لیے کوشش کرتے ہو پھر تم اس بات کی طمع رکھتے ہو کہ کل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اور آپ کی اتباع کرنے والوں میں شمار ہو۔

یہ بات کس قدر عقل سے دور ہے اور کتنی سرد طمع ہے۔ ارشاد خداوندی ہے

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ[4]

تو کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح قرار دیں تمہیں کیا ہوا کیا فیصلہ کرتے ہو۔

---

[1] صحیح بخاری جلد اول ص ۵۱۶ کتاب المناقب۔

[2] قرآن مجید سورہ آل عمران آیت ۳۱۔

[3] " " سورہ النازعات آیت ۳۷۔

[4] " " سورہ آیت ۳۵، ۳۶۔

بات کہیں کی کہیں جا پڑی اب ہم اصل مقصد کی طرف لوٹتے ہیں اور ان خوابوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے مردوں کے حالات کا کشف ہونا اور اس کا بہت بڑا فائدہ ہے کیونکہ نبوت چلی گئی اور بشارتیں باقی رہ گئیں اور وہ خوابیں ہی ہیں

فصل ع ا

مردوں کے اُخروی فوائد پر مبنی احوال سے متعلق خوابیں

ان میں سے ایک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب ہے آپ نے فرمایا،

مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي حَقًّا — جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے حقیقتاً مجھے دیکھا
فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي[۱] — کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی میں نے دیکھا کہ آپ میری طرف نظر نہیں فرما رہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا کیا قصور ہے؟ آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم نے روزے کی حالت میں (اپنی بیوی کا) بوسہ نہیں لیا؟ اس نے عرض کیا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، آئندہ میں روزے کی حالت میں کسی عورت (بیوی) کا بوسہ نہیں لوں گا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت اور دوستی تھی میں چاہتا تھا کہ خواب میں ان کو دیکھوں تو سال کے آخر میں مجھے ان کی زیارت ہوئی میں نے دیکھا کہ آپ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں اور فرماتے ہیں یہ میری فراغت کا وقت ہے اگر میں رؤف و رحیم ذات سے نہ ملا ہوتا تو میری کشتی کا تختہ ٹوٹ چکا تھا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے رات کو خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی امت سے مجھے کچھ بھلائی نہیں پہنچی آپ نے فرمایا ان کے حق میں بددعا کرو۔ میں نے دعا کی یا اللہ! مجھے ان کے بدلے میں ان سے اچھے لوگ عطا فرما اور میرے بدلے میں ان کو ایسا شخص دے جو میرے مقابلے اچھا نہ ہو۔ چنانچہ آپ باہر تشریف لائے تو ابن ملجم نے آپ پر حملہ کر دیا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت سفیان بن عیینہ نے حضرت محمد بن منکدر سے روایت کی ہے فرماتے ہیں ہم سے بیان کیا انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ سے جب بھی کچھ مانگا آپ نے لفظ "لا" (نہیں) نہیں فرمایا[۲] تو آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۰۳۵ کتاب التعبیر۔
[۲] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۵۳ کتاب الفضائل۔

اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمائے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔ ابولہب سے میرا بھائی چارہ اور دوستی تھی جب وہ مر گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا جو کچھ فرمایا (سورہ لہب نازل کی) تو مجھے دکھ ہوا اور میں اس کے معاملے میں پریشان ہوا میں نے ایک سال تک اللہ تعالیٰ سے یہی دعا مانگی کہ اس کو مجھے خواب میں دکھائے فرماتے ہیں میں نے اسے دیکھا کہ اس پر آگ کی لپیٹ ہے میں نے اس کا حال پوچھا تو اس نے کہا میں دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوں اور یہ عذاب مجھ پر ہلکا نہیں ہوتا اور نہ ہی مجھے راحت پہنچتی ہے مگر سوموار کی رات عذاب کم ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ ابولہب نے جواب دیا اس رات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تھی تو مجھے ایک لونڈی نے آکر بتایا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی ہے میں نے اس پر خوش ہو کر لونڈی کو آزاد کر دیا تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ہر سوموار کی رات مجھ سے عذاب کو اٹھا دیتا ہے (سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف پر خوش ہونے والوں کے لیے بشارت ہے۔ ۱۲ ہزاروی)

حضرت عبدالواحد بن زید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں حج کے لیے نکلا تو ایک شخص میرے ساتھ ہو گیا اور اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اور حالت سکون میں بارگاہ نبوی میں ہدیہ درود بھیجتا میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا میں آپ کو بتاؤں گا پھر اس نے کہا میں پہلی مرتبہ اپنے والد کے ہمراہ مکہ شریف کی طرف نکلا جب ہم واپس ہوئے تو میں ایک مقام پر سو گیا اس دوران کہ میں سویا ہوا تھا کوئی آنے والا میرے پاس آیا اس نے کہا، اٹھو تمہارے باپ کی موت واقع ہو گئی ہے اور اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا ہے وہ کہتا ہے میں ڈرتا ہوا اٹھا اور باپ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو واقعی وہ فوت ہو چکا تھا اور چہرہ بھی سیاہ تھا میں بہت زیادہ خوف زدہ ہوا میں اسی غم میں مبتلا تھا کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گیا، میں نے دیکھا کہ میرے باپ کے سرہانے چار سیاہ فام آدمی لوہے کے ڈنڈے لیے کھڑے ہیں کہ اچانک ایک خوبصورت شخص جس نے دو سبز کپڑے پہن رکھے تھے تشریف لائے انہوں نے فرمایا اس سے ہٹ جاؤ پھر اپنا دست مبارک میرے والد کے چہرے پر پھیرا اس کے بعد میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اٹھو اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کا چہرہ سفید کر دیا ہے میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ وہ شخص کہتا ہے میں نے اپنے باپ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ سفید تھا اس کے بعد میں نے کبھی بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ترک نہیں کیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں

سلام عرض کر کے بیٹھ گیا میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ داخل ہوئے ان دونوں پر دروازہ بند کر دیا گیا اور میں دیکھ رہا تھا زیادہ دیر نہ گزری کہ حضرت علی المرتضیٰ باہر تشریف لائے اور فرما رہے تھے رب کعبہ کی قسم! میرے حق میں فیصلہ ہو گیا پھر جلد ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور فرمایا رب کعبہ کی قسم! میری بخشش ہو گئی۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نیند سے بیدار ہوئے تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگے اور فرمایا! اللہ کی قسم! حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، اور یہ خواب واقعہ شہادت سے پہلے کا ہے صحابہ کرام نے اس بات کو تسلیم نہ کیا تو انہوں نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کے پاس خون سے بھری ہوئی ایک شیشی ہے آپ نے فرمایا نہیں معلوم ہے میری امت نے میرے بعد کیا کیا؟ انہوں نے میرے بیٹے حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا یہ ان کا اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے میں اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں لے جاؤں گا۔ فرماتے ہیں بیس دن بعد اسی دن جب خواب دیکھا تھا آپ کی شہادت کی اطلاع مل گئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا گیا تو عرض کیا گیا آپ اپنی زبان کے بارے میں ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ اس نے مجھے تباہی کی جگہوں پر پہنچا دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے جواب دیا میں نے کلمہ طیبہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں داخل کر دیا۔

فصل ۲

بزرگوں کے خواب

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے حضرت متمم دررقی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اے میرے آقا! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے فرمایا مجھے جنتوں میں پھرایا گیا اور پوچھا گیا اے متمم! کیا آپ کو ان میں سے کوئی چیز اچھی لگی ہے؟ میں نے کہا اے میرے آقا! نہیں، فرمایا اگر تمہیں ان میں سے کوئی چیز اچھی لگتی تو میں تجھے اس کے حوالے کرتا اور تجھے اپنا قرب عطا نہ کرتا۔

حضرت یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کو خواب دیکھا گیا تو پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا اس نے مجھے بخش دیا پوچھا اس کی وجہ؟ فرمایا میں نے سنجیدہ بات کو مذاق کے ساتھ نہیں ملایا۔

حضرت منصور بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت بزار رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک فرمایا؟ انہوں نے فرمایا اس نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور میں نے جن جن گناہوں کا اقرار کیا ان سب کو بخش دیا لیکن ایک گناہ رہ گیا مجھے اس کا اقرار کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی تو اس

نے مجھے پسینے میں کھڑا کیا حتی کہ میرے چہرے کا گوشت گر پڑا۔ میں نے پوچھا وہ کون سا گناہ ہے؟ فرمایا میں نے ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھ کر اسے پسند کیا تو مجھے حیا آئی کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کا ذکر کروں۔

حضرت ابو جعفر صیدلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ کے گرد فقراء کی ایک جماعت تھی ہم اسی حالت میں تھے کہ آسمان پھٹا اور دو فرشتے اترے ایک کے ہاتھ میں تھال اور دوسرے کے ہاتھ میں لوٹا تھا تھال والے نے تھال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا اور آپ نے اپنے دست مبارک دھوئے پھر آپ کے حکم سے دوسروں نے بھی ہاتھ دھوئے پھر تھال میرے سامنے رکھا گیا تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اس کے ہاتھوں پر پانی نہ ڈالنا کیونکہ یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ حدیث آپ سے مروی نہیں ہے کہ انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں (مروی ہے) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ سے اور ان فقراء سے محبت کرتا ہوں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے ہاتھ پر بھی پانی ڈالو یہ بھی ان میں سے ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا گویا میں لوگوں میں تقریر کر رہا ہوں تو ایک فرشتے نے میرے پاس کھڑے ہو کر پوچھا کن باتوں کے ذریعے لوگ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ قریب چیز کون سی ہے؟ میں نے کہا پوشیدہ عمل جو پورے ترازو میں ہو (یہ سن کر) فرشتے نے یہ کہتے ہوئے پیٹھ پھیر لی اللہ کی قسم! اس شخص کو توفیق دی گئی ہے۔

حضرت مجمع رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا گیا آپ نے معاملہ کیسا پایا؟ انہوں نے فرمایا میں نے دیکھا کہ زاہدین دنیا اور آخرت کی بھلائی لے گئے۔

ایک شامی نے حضرت علاء بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے آپ کو خواب میں دیکھا گویا آپ جنت میں ہیں (یہ سن کر) آپ اپنی نشست سے اٹھے اور اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا شاید شیطان نے مجھ سے کسی بات کا ارادہ کیا تو میں اس سے محفوظ ہو گیا اور اس نے اب کسی شخص کو میرے قتل کے لیے مقرر کیا ہے۔

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! خواب مومن کو خوش کرتی ہے دھوکے میں نہیں ڈالتی۔

حضرت صالح بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عطا سلمی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ دنیا میں بہت غمگین رہتے تھے انہوں نے فرمایا سنو! اللہ کی قسم مجھے اس پر بہت زیادہ آرام اور دائمی خوشی حاصل ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا آپ کس درجہ میں ہیں؟ فرمایا۔

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا

وہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور وہ انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ لوگ نہایت اچھے ساتھی ہیں۔

حضرت زرارہ بن ابی اوفیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے خواب میں پوچھا گیا کہ تم لوگوں کے نزدیک سب سے بہتر عمل کون سا ہے؟ فرمایا (اللہ تعالیٰ کے حکم پر) راضی رہنا اور امید کم رکھنا۔

حضرت یزید بن مذعور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا اے ابوعمرو! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جس کے ذریعے میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کروں۔ انہوں نے فرمایا میں نے یہاں علماء سے بڑھ کر کسی کا مقام نہیں پایا اس کے بعد ان لوگوں کا درجہ ہے جو غمگین رہتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں حضرت یزید بن مذعور رحمۃ اللہ بہت بڑے بزرگ تھے وہ ہمیشہ روتے حتیٰ کہ ان کی آنکھیں چلی گئیں۔

حضرت ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اے میرے بھائی! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے فرمایا میں نے جس گناہ کی بخشش طلب کی اللہ تعالیٰ نے بخش دیا اور جس کی مغفرت نہیں مانگی اسے نہیں بخشا۔

حضرت علی طلحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں ایک عورت کو دیکھا جو دنیا کی عورتوں جیسی نہ تھی میں نے پوچھا تم کون ہو؟ جواب دیا میں ایک حور ہوں میں نے کہا میرے نکاح میں آجاؤ اس نے کہا میرے آقا کے ہاں درخواست کرو اور مہر ادا کرو میں نے کہا تیرا مہر کیا ہے؟ اس نے جواب دیا اپنے نفس کو اس کی تمام آفات سے بچائے رکھو۔

حضرت ابراہیم بن اسحاق حربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت زبیدہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا میں نے پوچھا آپ نے مکہ مکرمہ کی راہ میں کیا خرچ کیا؟ جواب دیا میں نے جو کچھ خرچ کیا اس کا ثواب ان کے مالکوں کے پاس چلا گیا اور مجھے نیت کی وجہ سے بخش دیا۔

جب حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو ان کو خواب میں دیکھا گیا پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا میں نے پہلا قدم پل صراط اور دوسرا قدم جنت میں رکھا۔

حضرت احمد بن ابوالحواری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں ایک لونڈی کو دیکھا جس سے زیادہ

لے۔ قرآن مجید، سورۃ النساء آیت ۶۹۔

خوبصورت میں نے کبھی نہیں دیکھی اس کے چہرے پر نور چمک رہا تھا میں نے پوچھا یہ چہرے کی روشنی کس وجہ سے ہے اس نے کہا تمہیں یاد ہے کہ ایک رات تم رو رہے تھے میں نے کہا ہاں یاد ہے اس نے کہا میں نے تمہارے آنسو لے کر اپنے چہرے پر ملے تو اس وجہ سے میرا چہرہ روشن ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

حضرت کتانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ وہ اشارات اور عبارات تباہ ہو گئیں اور ہمیں صرف وہ دو رکعتیں ملیں جو ہم رات کے وقت پڑھا کرتے تھے۔

حضرت زبیدہ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ جواب دیا ان چار کلمات کی وجہ سے مجھے بخش دیا گیا۔ وہ کلمات یہ ہیں۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُفْنِیْ بِھَا عُمُرِیْ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَدْخُلُ بِھَا قَبْرِیْ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَخْلُوْ بِھَا وَحْدِیْ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَلْقٰی بِھَا رَبِّیْ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں میں اسی بات پر اپنی عمر ختم کروں اسی کلمے پر قبر میں داخل ہوں اسی کلمے کے ساتھ گوشہ نشینی اختیار کروں اور اسی کلمے پر اپنے رب سے ملاقات کروں۔

حضرت بشیر رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ اے بشیر! کیا تجھے مجھ سے حیا نہیں آتا؟ کہ اس قدر ڈرتا تھا۔

حضرت ابو سلیمان رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک فرمایا! فرمایا اس نے مجھ پر رحم فرمایا اور میرے لیے سب سے زیادہ ضرر کی بات لوگوں کا ہماری طرف اشارہ کرنا (یعنی شہرت)

حضرت ابو بکر کتانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے خواب میں ایک نوجوان کو دیکھا کہ اس سے زیادہ خوبصورت میں نے کسی کو نہیں دیکھا میں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا "تقویٰ" میں نے کہا کہاں کے رہنے والے ہو کہا ہر غمگین دل میں رہتا ہوں پھر میں نے توجہ کی تو ایک سیاہ فام عورت تھی میں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا بیماری ہوں میں نے کہا تم کہاں رہتی ہو؟ اس نے کہا ہر خوش رہنے والے اکڑنے والے کے دل میں فرماتے ہیں میں بیدار ہوا تو میں نے عہد کیا کہ آئندہ کسی مجبوری کے بغیر نہیں ہنسوں گا۔

حضرت ابو سعید خراز رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا گویا شیطان مجھ پر حملہ آور ہوا ہے میں نے لاٹھی اٹھائی تاکہ اسے ماروں لیکن وہ اس سے نہ گھبرایا تو مجھے غیبی آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا یہ دل میں پائے جانے والے نور سے ڈرتا ہے۔

حضرت مسوحی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں شیطان کو دیکھا کہ ننگا چل رہا ہے میں نے کہا تجھے

لوگوں سے حیا نہیں آتا؟ اس نے کہا سبحان اللہ! یہ لوگ ہیں۔
اگر یہ انسان ہوتے تو یہ صبح و شام ان سے اس طرح نہ کھیلتا جس طرح بچے گیند سے کھیلتے ہیں بلکہ انسان تو ان کے علاوہ ہیں جنہوں نے میرے جسم کو بیمار کر دیا ہے اور اس نے اپنے ہاتھوں سے ہمارے دوستوں صوفیاء کرام کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت ابو سعید خزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں دمشق میں تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے سہارے تشریف لا رہے ہیں، آپ تشریف لائے اور میرے پاس کھڑے ہو گئے میں کچھ الفاظ کہہ کر سینے پر ضرب لگاتا تھا آپ نے فرمایا اس کی برائی اس کی بھلائی سے زیادہ ہے۔
حضرت ابن عیینہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا گویا آپ جنت میں ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف اڑ رہے ہیں اور فرماتے ہیں اسی قسم کے مقصد کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے، میں نے عرض کیا مجھے کچھ نصیحت کیجئے، فرمایا،
حضرت ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قبیصہ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا اور فرماتے ہیں میں نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے فرمایا۔

نَظَرْتُ اِلٰی رَبِّیْ کِفَاحًا فَقَالَ لِیْ هَنِیْئًا
رِضَائِیْ عَنْکَ یَا ابْنَ سَعِیْدٍ لَقَدْ کُنْتَ
قَوَّامًا اِذَا اَظْلَمَ الدُّجٰی بِعَبْرَةِ مُشْتَاقٍ
وَقَلْبٍ عَمِیْدٍ فَدُوْنَکَ فَاخْتَرْ اَیَّ قَصْرٍ
اَرَدْتَهٗ وَزُرْنِیْ فَاِنِّیْ مِنْکَ غَیْرُ بَعِیْدٍ۔

میں نے اپنے رب کی طرف دیکھا تو اس نے مجھ سے فرمایا تجھے میری رضا مبارک ہو، اے خوش بخت! جب رات چھاتی تو مشتاق کے آنسو اور دل کے ساتھ کھڑا ہو جاتا پس آؤ اور جو محل چاہتے ہو اختیار کرو اور میری زیارت کرو میں تم سے دور نہیں ہوں۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ کے وصال کے تین سال بعد ان کو دیکھا گیا تو پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا مجھ سے مناقشہ (جھگڑا) کیا حتی کہ میں مایوس ہو گیا جب اللہ تعالیٰ نے میری مایوسی کو دیکھا تو مجھے اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لیا۔
بنو عامر کے ایک مجنون کو اس کی موت کے بعد خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا جواب دیا اس نے مجھے بخش دیا اور محبت کرنے والوں پر مجھے حجت بنا دیا۔
حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا، اس نے مجھ پر رحم فرمایا، کہا گیا حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا کیا حال ہے؟ فرمایا وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو دن میں دو مرتبہ اپنے رب کے حضور حاضری دیتے ہیں۔

کسی دوسرے بزرگ کو (خواب میں) دیکھا گیا تو ان کا حال پوچھا گیا انہوں نے فرمایا. فرشتوں نے ہمارا ٹھیک ٹھاک حساب کیا پھر احسان کرتے ہوئے آزاد کر دیا.

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک فرمایا. فرمایا ایک کلمہ کی وجہ سے بخش دیا جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے جب آپ کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ " (وہ ذات پاک ہے جو زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی.

جس رات حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اس رات دیکھا گیا گویا آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور ایک منادی ندا دے رہا ہے. کہ سنو! حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس حالت میں حاضر ہوئے کہ وہ ان سے راضی ہے.

جاحظ کو خواب میں دیکھ کر کسی نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا سلوک کیا تو اس نے پڑھا.

وَلَا تَکْتُبْ بِخَطِّكَ غَیْرَ شَیْءٍ یَسُرُّكَ — اپنے قلم سے صرف ایسی بات لکھو کہ جسے قیامت
فِی الْقِیَامَةِ اَنْ تَرَاهُ — کے دن دیکھ کر تم خوش رہو.

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں شیطان کو ننگا دیکھا تو فرمایا تو لوگوں سے حیا نہیں کرتا اس نے کہا یہ لوگ انسان ہیں؟ انسان تو وہ ہیں جو مسجد شونیزیہ میں ہیں اور انہوں نے میرے جسم کو کمزور کر دیا اور میرے جگر کو جلا دیا. حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب میں بیدار ہوا تو مسجد میں گیا میں نے ایک جماعت کو دیکھا انہوں نے اپنے سروں کو گھٹنوں پر رکھا ہوا تھا اور فکر میں مبتلا تھے جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے اس خبیث کی باتوں سے دھوکہ نہ کھانا (شیطان کے بارے میں کہا)

حضرت نصرآبادی رحمۃ اللہ کو ان کی وفات کے بعد مکہ مکرمہ میں خواب کی حالت میں دیکھا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک فرمایا انہوں نے فرمایا مجھے اشراف کی طرح جھڑک پلائی گئی پھر آواز دی گئی اے ابوالقاسم! کیا ملاپ کے بعد جدائی ہوتی ہے! میں نے کہا اے ذوالجلال! نہیں چنانچہ مجھے قبر میں رکھتے ہی میں اپنے رب سے جا ملا.

حضرت عتبہ غلام نے خواب میں ایک حور کو اچھی صورت میں دیکھا اس نے کہا اے عتبہ! میں تم پر عاشق ہوں تو دیکھنا ایسا عمل نہ کرنا جو میرے اور تمہارے درمیان حائل ہو جائے حضرت عتبہ نے جواب دیا میں نے دنیا کو تین طلاقیں دے دی ہیں اور میں جب تک تم سے ملاقات نہ کر لوں اس کی طرف رجوع نہیں کروں گا.

کہا گیا ہے کہ حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک گناہ گار آدمی کا جنازہ دیکھا تو اپنے دروازے سے

اندر چلے گئے تاکہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں کسی نے اس میت کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا اللہ نے مجھے بخش دیا اور فرمایا حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ سے کہہ دینا۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ[1]

آپ فرما دیجئے اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو اس وقت تم

کسی نے بیان کیا کہ جس رات حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا میں نے ایک نور اور فرشتوں کو اترتے ہوئے اور اوپر جاتے ہوئے دیکھا میں نے کہا یہ کون سی رات ہے؟ تو انہوں نے کہا آج رات حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا اور ان کی روح کے لیے جنت کو آراستہ کیا گیا ہے۔

حضرت ابوسعید شحام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سہل صعلوکی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو کہا اے شیخ! انہوں نے فرمایا اب شیخ کہنا چھوڑ دو۔ جو احوال میں نے دیکھے ہیں اس وجہ سے کہہ رہا ہوں فرمایا وہ ہمارے کام نہ آئے میں نے کہا تو آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا ان مسائل کی وجہ سے مجھے بخش دیا گیا جو عوام الناس مجھ سے پوچھا کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر رشیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت محمد طوسی معلم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت ابوسعید صفار مودب سے کہو:

وَكُنَّا عَلٰٓى اَنْ لَّا نَحُوْلَ عَنِ الْهَوٰى فَقَدْ وَحَيَاةَ الْحُبِّ حُلْتُمْ وَمَا حُلْنَا۔

ہم تو محبت کے راستے میں حائل ہونے والے نہ تھے محبت کی زندگی آپ کو میسر آتی ہے ہمیں نہیں آتی۔

فرماتے ہیں میں بیدار ہوا تو ان سے ذکر کیا انہوں نے فرمایا میں ہر جمعہ کے دن ان کی قبر پر جایا کرتا تھا لیکن اس جمعہ نہ جا سکا۔

حضرت ابن راشد فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ کے وصال کے بعد ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا آپ کا انتقال نہیں ہوا تھا؟ فرمایا ہاں ہوا تھا میں نے پوچھا تو آپ پر کیا گزری؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس قدر مغفرت عطا فرمائی کہ اس نے تمام گناہوں کو گھیر لیا میں نے پوچھا حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا کیا ہوا؟ ان کا کیا کہنا وہ اس آیت کے مصداق ہیں۔ اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہوا۔

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔[2]

یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور وہ انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔

---

[1] قرآن مجید، سورۂ اسراء آیت ۱۰۰۔
[2] قرآن مجید، سورۂ النساء، آیت ۶۹۔

حضرت ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اے ابو عبداللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا کہ اس نے مجھے سونے کی کرسی پر بٹھایا اور مجھ پر تازہ و شاداب موتی بکھیرے۔

جس رات حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ کا وصال ہوا اس رات ان کے ایک شاگرد نے دیکھا کہ ایک منادی اعلان کر رہا ہے (یہ آیت پڑھ رہا ہے)

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ [1]	بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت نوح علیہ السلام کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور آل عمران کو اپنے زمانے کے لوگوں کو چن لیا ہے۔

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے زمانے کے لوگوں پر چن لیا۔

حضرت ابو یعقوب قاری رقیقی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس کا قد لمبا اور رنگ گندمی ہے اور لوگ اس کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں میں ان کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت کریں اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ انہوں نے مجھ پر ناک چڑھائی میں نے کہا میں ہدایت کا طلب گار ہوں میری راہنمائی فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا فرمائے، وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی محبت کے وقت اس کی رحمت کو طلب کرو اور اس کی نافرمانی ہو جائے تو اس کے عذاب سے ڈرو اور اس دوران اس سے ناامید نہ ہونا پھر وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔

حضرت ابوبکر بن ابو مریم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ورقاء بن بشر حضرمی رحمۃ اللہ کو دیکھا تو کہا آپ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا بڑی مشقت کے بعد نجات ملی ہے میں نے پوچھا آپ نے کس عمل کو افضل پایا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا۔

حضرت یزید ابن نصامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں طاعون کی عام وبا میں ایک لونڈی ہلاک ہو گئی اس کے باپ نے اسے خواب میں دیکھا تو کہا اے بیٹی! آخرت کے بارے میں مجھے بتاؤ اس نے کہا ابا جان! ہمیں ایک بہت بڑے معاملے سے واسطہ پڑا ہم جانتے ہیں اور عمل نہیں کر سکتے اور تم کرتے ہو لیکن جانتے نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم ایک بار سبحان اللہ پڑھنا یا ایک دو رکعتوں کا میرے نامۂ اعمال میں ہونا مجھے دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے زیادہ پسند ہے۔

---

[1] قرآن مجید، سورہ آل عمران آیت ۳۳۔

حضرت عتبہ غلام رحمۃ اللہ کے بعض احباب نے فرمایا کہ میں نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا میں دعا کی برکت سے جنت میں چلا گیا جو تمہارے گھر میں لکھی ہوئی ہے۔ راوی فرماتے ہیں میں صبح اٹھا تو اپنے گھر آیا میں نے دیکھا کہ حضرت عتبہ غلام کے خط سے دیوار پر لکھا ہوا ہے۔

یَاھَادِیَ الْمُضِلِّیْنَ یَا رَاحِمَ الْمُذْنِبِیْنَ وَیَا مُقِیْلَ عَثَرَاتِ الْعَاثِرِیْنَ اِرْحَمْ عَبْدَکَ ذَا الْخَطَرِ الْعَظِیْمِ وَالْمُسْلِمِیْنَ کُلَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ وَاجْعَلْنَا مَعَ الْاَحْیَاءِ الْمَرْزُوْقِیْنَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ

اے گمراہوں کو راستہ دکھانے والے اے گناہ گاروں پر رحم فرمانے والے اے لغزش کرنے والے کی لغزشوں کو معاف کرنے والے اپنے بندے کو جو بہت بڑے خطرے میں گھرا ہوا ہے نیز تمام مسلمانوں پر رحم فرما اور ہمیں ان لوگوں کے ساتھ کر دے جو زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے وہ لوگ جن پر تو نے انعام فرمایا یعنی انبیاء کرام صدیقین، شہداء اور صالحین اے اللہ تعالیٰ ہماری دعا قبول فرما۔ اے تمام جہانوں کے رب۔

حضرت موسیٰ بن حماد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو جنت میں دیکھا کہ آپ ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف اور ایک شاخ سے دوسری شاخ کی طرف اڑ رہے ہیں میں نے کہا اے ابوعبداللہ آپ کو یہ مقام کیسے ملا؟ فرمایا تقویٰ کے ذریعے۔ میں نے پوچھا حضرت علی بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ کا کیا حال ہے؟ فرمایا وہ ستاروں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔

ایک تابعی رحمۃ اللہ نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی نصیحت فرمائیں آپ نے فرمایا ہاں جو نقصان کی تلاش اور ٹوہ میں نہیں رہتا وہ نقصان اٹھاتا ہے اور جو نقصان میں ہو اس کے لیے موت بہتر ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں مجھے ان دنوں ایک ایسا معاملہ پیش آیا جس نے مجھے رنجیدہ اور پریشان کر دیا اور اس پر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مطلع ہے جب دوسری رات ہوئی تو خواب میں کوئی شخص میرے پاس آیا اور اس نے کہا اے محمد بن ادریس (حضرت امام شافعی) یوں کہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا وَّلَا مَوْتًا وَّلَا حَیَاةً وَّلَا نُشُوْرًا وَّلَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اٰخُذَ اِلَّا مَا اَعْطَیْتَنِیْ وَلَا اَتَّقِیْ اِلَّا مَا وَقَیْتَنِیْ اَللّٰھُمَّ فَوَفِّقْنِیْ

یا اللہ! میں اپنے نفس کے لیے نفع، نقصان، موت، زندگی اور مرنے کے بعد اٹھنے کا مالک نہیں ہوں جو تو عطا فرمائے اور اسی سے بچ سکتا ہوں جس سے تو بچائے یا اللہ مجھے اس بات اور عمل کی توفیق عافیت کے ساتھ

بِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ فِي عَافِيَةٍ۔ عطا فرمائی جس کو تو پسند کرتا ہے۔

فرمانے ہیں جب صبح ہوئی تو میں نے یہی کلمات دہرائے دن پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے میرا مقصد پورا کر دیا اور جب بھی میں پریشانی میں مبتلا تھا اس نے نجات عطا فرمائی۔ پس تم پر لازم ہے کہ ان کو اپناؤ اور ان سے غافل نہ رہو۔

تو یہ کچھ مکاشفات تھے جو فوت شدہ لوگوں کے حالات پر میزان اعمال پر دلالت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والے ہیں اس کے بعد ہم صُور پھونکنے سے آخری ٹھکانے تک کے حالات لکھتے ہیں وہ جنت ہو یا دوزخ اور اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے شکر کرنے والوں کی حمد۔

دوسرا حصّہ

صور پھونکنے سے جنت یا دوزخ میں جانے تک کے حالات

اس حصّے میں مندرجہ ذیل امور کا بیان ہو گا۔

۱. صور پھونکنا ۲. محشر کے اہل اور ان کا وصف (۳) اہل محشر کا پسینہ (۴) یوم قیامت کس قدر لمبا ہو گا (۵) یوم قیامت کی صفت اس کے مصائب اور نام (۶) گناہوں کے بارے میں سوال (۷) میزان کیسا ہو گا (۸) حقوق کا مطالبہ اور ان کی واپسی (۹) پل صراط (۱۰) شفاعت (۱۱) حوض کوثر (۱۲) جہنم اور اس کے ہولناک مناظر، جہنم کی سزا اس کے سانپ بچھو (۱۳) جنت اور اس کی نعمتوں کی اقسام (۱۴) جنتوں کی تعداد۔ ان کے دروازے۔ بالا خانے۔ باغات، نہریں، درخت جنتیوں کا لباس۔ ان کے بچھونے اور تخت۔ ان کے کھانے۔ حوریں اور بچے (۱۵) اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی رحمت کی وسعت۔ اس کے ساتھ ہی یہ کتاب ختم ہو جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

فصل ۱

صور پھونکنا

گذشتہ بیان سے سکرات موت کے سلسلے میں میت کے احوال، خوف عاقبت کا خطرہ قبر کا اندھیرا اور اس کے کیڑوں کو برداشت کرنا، منکر نکیر اور ان کے سوال، عذاب قبر اور اس کا خطرہ اگر اس پر غضب ہوا ہو وغیرہ وغیرہ باتیں آپ کو معلوم ہو چکی ہیں۔

ان سب سے بڑے خطرے وہ ہیں جو فوت ہونے والے کے سامنے ہیں اور وہ صور پھونکنا، قیامت کے دن اٹھنا، جبار ذات کے سامنے پیش ہونا، قلیل وکثیر کے بارے میں سوال مقدار اعمال کی پہچان کے لیے میزان کا قیام، پل صراط کے باریک اور تیز ہونے کے باوجود اس پر سے گزرنا اس کے بعد جب فیصلہ ہو جائے تو اعلان

کا انتظار اور یا تو سعادت کے ساتھ ہو گا یا شقاوت کا فیصلہ ہو گا۔ ان تمام احوال اور ہولناک امور کی معرفت اور پھر ان پر قطعی طور پر ایمان لانا اور تصدیق کرنا ضروری ہے اس کے بعد طویل غور و فکر کرنا ہے تاکہ تمہارے دل میں اس کی تیاری کے لوازم پیدا ہوں۔

اور اکثر لوگ ایسے ہیں جن کے دلوں میں آخرت پر ایمان مضبوط نہیں اور نہ ہی ان کے دلوں کے اندر اس ایمان نے مقام پکڑا ہے۔ اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ وہ گرمیوں کی گرمی اور سردیوں کی سردی کے لیے خاص طور پر تیار کرتے ہیں لیکن جہنم کی گرمی اور سردی کا انتظام کرنے میں سستی کرتے ہیں حالانکہ وہاں نہایت سختی اور خطرات ہوں گے۔ بلکہ جب ان سے قیامت کے بارے میں پوچھا جائے تو ان کی زبان پر الفاظ جاری ہوتے ہیں لیکن ان کے دل غافل ہوتے ہیں جس آدمی کو بتایا جائے کہ اس کے سامنے زہر ملا ہوا کھانا ہے اور وہ خبر دینے والے سے کہے کہ تم نے سچ کہا لیکن اس کے باوجود اسے کھانے کے لیے ہاتھ بڑھائے تو وہ زبان سے تصدیق کرنے والا اور عمل سے جھٹلانے والا ہے اور زبان سے جھٹلانے کے لیے مقابلے میں عمل سے جھٹلانا (زیادہ) برا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی شَتَمَنِیْ ابْنُ آدَمَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ اَنْ یَّشْتُمَنِیْ وَكَذَّبَنِیْ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ اَنْ یُّكَذِّبَنِیْ اَمَّا شَتْمُهٗ اِیَّایَ فَیَقُوْلُ اِنَّ لِیْ وَلَدًا وَاَمَّا تَكْذِیْبُهٗ فَقَوْلُهٗ لَنْ یُّعِیْدَنِیْ كَمَا بَدَاَنِیْ۔[1]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے انسان نے گالی دی اور اس کے لیے مناسب نہ تھا کہ وہ مجھے گالی دے اور اس نے جھٹلایا حالانکہ اس کے لیے مناسب نہ تھا کہ مجھے جھٹلائے اس کا مجھے گالی دینا یوں ہے کہ میرے لیے اولاد ثابت کرتا ہے اور مجھے جھٹلانے کی صورت یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جس طرح اس نے مجھے پیدا کیا دوبارہ نہیں لوٹائے گا۔

قیامت کے دن دوبارہ اٹھنے پر یقین اور تصدیق کے کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس عالم میں لوگ ان امور کی مثالوں کو بہت کم سمجھتے ہیں اگر انسان حیوانات کی پیدائش کو نہ دیکھتا اور اس سے کہا جاتا کہ بنانے والا ناپاک اور گندے مادہ منویہ سے اس قسم کے آدمی کو پیدا کرتا ہے جو عقلمند، بولنے والا اور عمل کرنے والا ہے تو اس کی تصدیق سے اس کے دل کو شدید نفرت ہوتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ۔[2]

کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے مادہ منویہ سے پیدا کیا پس وہ ظاہر جھگڑالو ہے۔

---

[1] صحیح بخاری جلد اوّل ص ۴۵۳ کتاب بداء الخلق۔
[2] قرآن مجید، سورہ یٰسین، آیت ۷۷۔

اور ارشاد خداوندی ہے ،

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی ۔ اَلَمۡ یَکُ نُطۡفَۃً مِّنۡ مَّنِیٍّ یُّمۡنٰی ۔ ثُمَّ کَانَ عَلَقَۃً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ۔ فَجَعَلَ مِنۡہُ الزَّوۡجَیۡنِ الذَّکَرَ وَالۡاُنۡثٰی ۔[1]

کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اسے مہمل چھوڑ دیا جائے گا کیا وہ ابتداء میں منی کا ایک قطرہ نہ تھا جو رحم مادر میں ٹپکایا جاتا ہے۔ پھر اس سے وہ لوتھڑا بنا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا اور اعضاء درست کئے پھر اس سے دو قسمیں بنائیں مرد اور عورت ۔

تو انسان کی تخلیق میں بے شمار عجائب اور اس کے اعضاء کی ترکیب کے اختلاف کے ساتھ ساتھ مزید کچھ عجائب ہیں جن کا تعلق اس کے دوبارہ پیدا ہونے اور اٹھنے سے ہے ۔ تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی صنعت و قدرت میں اس چیز کو دیکھتا ہے وہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کا انکار کیسے کر سکتا ہے اگر تمہارے ایمان میں کمزوری ہے تو پہلی مرتبہ پیدائش میں غور کر کے اپنے ایمان کو پکا کر لو بے شک دوسری مرتبہ پیدا کرنا اس کی مثل بلکہ اس سے زیادہ آسان ہے اور اگر اس پر تمہارا ایمان مضبوط ہے تو اپنے دل کو ان خطرات اور خوف سے آگاہ کرو اور اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ غور و فکر کرو تاکہ تمہارے دل سے راحت و قرار نکل جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے کی تیاری میں لگ جائے ۔

سب سے پہلے اس آواز کی فکر کرو جو قبرستان والوں کے کانوں میں پڑے گی اور وہ شدت سے صور کا پھونکا جانا ہے یہ ایک ایسی چیخ ہوگی کہ اس کی وجہ سے قبریں پھٹ جائیں گی اور تمام مردے ایک ہی بار باہر نکل آئیں گے ، تو تم اپنے بارے میں تصور کرو کہ تمہارے چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے اور سر سے پاؤں تک قبر کی مٹی سے آلودہ ہے اور چیخ کی شدت سے تم حیران ہو آواز کی طرف نگاہ لگی ہوئی ہے اور لوگ جو مدتوں تک قبروں میں گلتے سڑتے تھے یکدم نکل پڑے اب اس خوف اور رعب نے ان کے غموں اور انجام کار کی شدت انتظار میں اضافہ کر دیا ۔ جیسے ارشاد خداوندی ہے

وَنُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَصَعِقَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰہُ ثُمَّ نُفِخَ فِیۡہِ اُخۡرٰی فَاِذَا ھُمۡ قِیَامٌ یَّنۡظُرُوۡنَ ۔[2]

اور صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں والے بیہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو وہ اس وقت کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے ۔

---

[1] ، قرآن مجید سورہ القیامۃ آیت ۳۶ تا ۳۹

[2] ، قرآن مجید سورہ زمر آیت ۶۸ ۔

اور ارشاد فرمایا۔

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ فَذٰلِكَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ [۱]

پس جب بگل بجایا جائے گا تو یہ دن کافروں پر بڑا سخت ہوگا آسان نہیں ہوگا۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ یَخِصِّمُوْنَ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً وَّلَاۤ اِلٰۤی اَهْلِهِمْ یَرْجِعُوْنَ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ [۲]

اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو وہ ایک چیخ کا انتظار کرتے ہیں جو ان کو پکڑے گی اور وہ جھگڑ رہے ہوں گے پس نہ تو وصیت کر سکیں گے اور نہ ہی گھر والوں کی طرف لوٹ سکیں گے۔ اور صور پھونکا جائے گا۔ تو وہ فوراً اپنی اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف تیزی سے جانے لگیں گے وہ کہیں گے ہائے ہم برباد ہوئے ہمیں ہماری قبر سے کس نے اٹھایا تو یہ رحمٰن کا وعدہ ہے اور رسولوں نے سچ فرمایا۔

اور اگر مردوں کے سامنے صرف اس آواز کی دہشت ہی ہو (اور کچھ نہ ہو) تو بھی ڈرنا اور پرہیز کرنا ان کے لائق تھا کیونکہ یہ ایک ایسی پھونک اور چیخ ہوگی جس سے آسمانوں اور زمینوں والے سب بیہوش ہو جائیں گے یعنی مر جائیں گے ہاں جسے اللہ تعالیٰ چاہے وہ زندہ رہے گا اور وہ بعض فرشتے ہیں اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كَیْفَ اَنْعَمُ وَصَاحِبُ الصُّوْرِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَحَنَی الْجَبْهَةَ وَاَصْغَی بِالْاُذُنِ یَنْتَظِرُ مَتٰی یُؤْمَرُ فَیَنْفُخُ [۳]

میں کس طرح آرام کروں جب کہ صور پھونکنے والے (فرشتے) نے بگل منہ میں رکھا ہوا ہے۔ پیشانی پھیر کر کان لگائے ہوئے وہ اس انتظار میں ہے کہ کب اسے حکم دیا جائے اور پھونکے۔

حضرت مقاتل رحمۃ اللہ فرماتے ہیں صور ایک سینگ ہے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام نے سینگ کے اوپر منہ رکھا ہوا ہے جس طرح بگل ہوتا ہے اور سینگ کی گولائی آسمانوں اور زمین کی چوڑائی جیسی ہے حضرت اسرافیل کی نگاہ عرش پر لگی ہوئی ہے۔ وہ اس انتظار میں ہیں کہ کب ان کو حکم دیا جائے اور وہ پہلی بار صور پھونکیں جب وہ صور پھونکیں گے

---

[۱] ۔ قرآن مجید سورہ المدثر آیت ۸ تا ۱۰۔

[۲] ۔ قرآن مجید سورہ یٰسین آیت ۴۸ تا ۵۲۔

[۳] ۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۳۲۶ مرویات ابن عباس۔

تو آسمانوں اور زمین والے سب بیہوش ہو جائیں گے یعنی ہر زندہ چیز مر جائے گی البتہ چند فرشتے جنکو اللہ تعالیٰ چاہے گا، باقی رہ جائیں گے۔ اور وہ حضرت جبرئیل حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے موت کے فرشتے کو حکم دے گا تو وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی روح قبض کرے گا پھر حضرت میکائیل علیہ السلام کی روح اور اس کے بعد حضرت اسرافیل علیہ السلام کی روح نکالے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ موت کے فرشتے کو حکم دے گا تو وہ خود مر جائے گا پہلی پھونک کے بعد مخلوق عالم برزخ میں چالیس سال رہے گی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کرے گا اور اسے دوبارہ صور پھونکنے کا حکم دے گا اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے۔

ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ [1]

پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو وہ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔

یعنی پاؤں پر کھڑے ہو کر زندہ ہونے کو دیکھیں گے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

حِينَ بُعِثْتُ إِلَىٰ بُعِثَ إِلَىٰ صَاحِبِ الصُّورِ فَأَهْوَىٰ بِهِ إِلَىٰ فِيهِ وَقَدَّمَ رِجْلًا وَأَخَّرَ أُخْرَىٰ يَنتَظِرُ مَتَىٰ يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ أَلَا فَاتَّقُوا۔ [2]

جب اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا تو صور پھونکنے والے فرشتے کو بھی پیغام بھیجا، پس اس نے صور منہ سے لگایا ہوا ہے ایک قدم آگے بڑھا رکھا ہے اور دوسرے کو پیچھے ہٹایا ہوا ہے وہ انتظار میں ہے کہ کب پھونکنے کا حکم دیا جائے سنو! پھونک سے ڈرو۔

تو مخلوق اور ان کی ذلت، انکساری، دوبارہ اٹھتے وقت خوف کے باعث بیچارگی میں غور کرو اور فیصلے کا انتظار کہ وہ خوش بختی کی صورت میں ہوتا ہے یا بدبختی کی شکل میں، آپ غور کرو کہ تم بھی ان کے درمیان شکستہ دل اور حیران ہو جس طرح وہ شکستہ دل اور حیران ہیں۔ بلکہ اگر تم دنیا میں خوش حال اور مالدار لوگوں میں سے ہو تو اس دن زمین کے بادشاہوں کا حال باقی تمام زمین والوں سے زیادہ ذلت والا ہوگا وہ سب سے زیادہ چھوٹے اور حقیر نظر آئیں گے اور چیونٹی کی طرح پاؤں سے مسلے جائیں گے اس وقت وحشی جانور جنگلوں اور پہاڑوں سے سر جھکائے ہوئے آئیں گے اور وحشت کے باوجود لوگوں میں مل جائیں گے اگرچہ وہ خطا کار نہیں ہوں گے لیکن اس دن کے اٹھنے، چیخ کی شدت اور پھونک کے ہولناک منظر کی وجہ سے سب کچھ بھول جائیں اور لوگوں سے وحشت اختیار کرنے اور بھاگنے کا خیال بھی نہ ہوگا۔

---

[1] قرآن مجید، سورہ زمر آیت ۶۸۔

[2] تاریخ ابن عساکر جلد ۳ ص ۲۲ ترجمہ اسماعیل بن رافع

ارشادِ خداوندی ہے۔

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۔ [1]
اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔

پھر سرکش شیطان اپنی سرکشی اور نافرمانی کے باوجود آئیں گے اور بارگاہ خداوندی میں پیش ہونے کی ہیبت کے باعث سر جھکائے ہوئے ہوں گے یہ اس ارشاد خداوندی کی تصدیق ہے۔

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا [2]
پس تیرے رب کی قسم ہم ان کو اور شیطانوں کو اکٹھا کریں گے پھر ان کو جہنم کے گرد یوں لائیں گے کہ وہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہوں گے۔

فصل ۲۰

میدانِ محشر اور اہلِ محشر

پھر دیکھو قبروں سے نکلنے اور جمع ہونے کے بعد لوگوں کو کس طرح چلایا جائے گا وہ ننگے پاؤں ننگے جسم اور بے ختنہ ہوں گے میدان حشر کی طرف جائیں گے جو نرم اور سفید رنگ کی ہموار زمین ہے اس میں کوئی اونچ نیچ نہیں ہوگی اور نہ وہاں کوئی ٹیلہ ہوگا جس کے پیچھے آدمی چھپ جائے۔ اور نہ گڑھا ہوگا کہ اس کے اندر غائب ہو جائے بلکہ وہ ایک پھیلی ہوئی زمین ہے جس میں کوئی فرق نہیں لوگوں کو اس کی طرف گروہ ہوں کے شکل میں چلایا جائے گا تو وہ ذات پاک ہے جس نے زمین کے مختلف کناروں سے مختلف قسم کے لوگوں کو جمع کیا کہ پہلی پھونک ان کو چلائے گی اور اس کے پیچھے دوسری پھونک ہوگی اس دن دلوں کا خوف زدہ ہونا اور آنکھوں کا جھکا ہونا لائق ہے۔

يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى اَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصِ النَّقِيِّ لَيْسَ فِيْهَا مَعْلَمٌ لِاَحَدٍ [3]
قیامت کے دن لوگوں کا حشر ایک سفید زمین پر ہوگا جس طرح چھنے ہوئے آٹے کی روٹی اس میں کسی کے لیے کوئی آڑ نہ ہوگی۔

راوی کہتے ہیں "عفراء" کا معنی سفیدی ہے لیکن خالص سفیدی نہیں اور "نقی"، جس میں کوئی چھلکا نہ ہو اور

---

[1] قرآن مجید، سورہ تکویر آیت ۵
[2] قرآن مجید سورہ مریم آیت ۶۸
[3] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۶۵ کتاب الرقاق

"معلّمہ" کا مطلب یہ ہے کہ کوئی دیوار نہیں کہ چھپ جائے اور نہ کوئی فرق کہ نظر نہ آسکے۔

اور یہ خیال نہ کرنا کہ زمین دنیوی زمین کی طرح ہوگی بلکہ ان میں صرف نام کا اشتراک ہے۔ ارشاد خداوندی ہے

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ [۱] — جس دن زمین اور آسمان دوسری زمین سے بدل جائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس زمین میں کچھ کمی بیشی کی جائے گی اور اس کے درخت، پہاڑ وادیاں اور جو کچھ ان میں ہے سب چلا جائے گا۔ اور اسے عکاظ (ایک مقام جہاں عربوں کا میلہ اور بازار لگتا تھا) کے چمڑے کی طرح پھیلایا جائے گا چاندی کی طرح سفید زمین ہوگی اس میں نہ تو قتل ہوگا اور نہ کوئی گناہ نیز آسمانوں کا سورج چاند اور ستارے چلے جائیں گے۔ تو اے مسکین! اس دن کی شدت اور ہولناک منظر کو دیکھو، جب اس زمین پر مخلوق اکٹھی ہوگی تو ان کے اوپر سے ستارے بکھر جائیں اور سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے اور زمین کا چراغ بجھ جانے کی وجہ سے اس پر اندھیرا چھا جائے گا۔ وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ ان کے سروں پر آسمان چکر کھا کر پھٹ جائے گا حالانکہ وہ سخت اور پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہوتا ہے۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے تو اس کے پھٹنے کی آواز سے کس قدر ہولناکی ہوگی اور اس دن کی ہیبت کس قدر ہوگی جب آسمان اپنی شدت کے باوجود پھٹ جائیں گے پھر وہ اس چاندی کی طرح بہنے لگیں جس میں زردی ملی ہوئی ہو، پس وہ سرخ چمڑے کی طرح گلابی رنگ ہو جائیں گے اور آسمان پگھلی ہوئی دھاتوں کی طرح اور پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں اور لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہوں گے اور وہ ننگے پاؤں، ننگے جسم اور پیدل چلنے والے ہوں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

يُبْعَثُ النَّاسُ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قَدْ اَلْجَمَهُمُ الْعَرَقُ وَبَلَغَ شُحُوْمَ الْاٰذَانِ۔ — لوگ ننگے پاؤں ننگے جسم اور ختنہ کیے ہوئے اٹھیں گے اور ان کو پسینہ نے لگام ڈال رکھی ہوگی جو ان کے کانوں کی لو تک پہنچا ہوا ہوگا۔

ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جو اس حدیث کو روایت کرتی ہیں فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ تو بڑی خرابی ہوگی لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ فرمایا۔ لوگوں کو اس بات کی فرصت ہی نہ ہوگی۔ [۲]

ارشاد خداوندی ہے۔

---

[۱] ۔ قرآن مجید سورہ ابراہیم آیت ۴۸۔

[۲] ۔ المستدرک للحاکم جلد ۲ ص ۵۶۴ کتاب الاہوال

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيْهِ[1]
اس دن ہر شخص اپنی اپنی فکر میں ہوگا جو اسے (دوسری طرف سے) بے نیاز کرے گی۔

تو وہ دن کس قدر عظیم ہوگا جس میں شرمگاہیں کھلی ہوئی ہوں گی لیکن لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے سے بے نیاز ہوں گے۔ اور ایسا کس طرح ہو سکتا ہے بلکہ بعض اپنے پیٹوں کے بل اور کچھ اپنے چہروں کے بل چلتے ہوں گے ان کو دوسروں کی طرف دیکھنے کی طاقت ہی نہ ہوگی،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةَ أَصْنَافٍ رُكْبَانًا وَمُشَاةً وَعَلَى وُجُوهِهِمْ۔
قیامت کے دن لوگوں کو تین صورتوں میں اٹھایا جائے گا۔ سوار، پیدل اور چہروں کے بل چلنے والے

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ چہروں کے بل کیسے چلیں گے تو آپ نے فرمایا۔

جو ذات ان کو قدموں پر چلا سکتی ہے وہ ان کو چہروں کے بل بھی چلا سکتی ہے۔[2]

انسان فطری طور پر اس چیز سے انکار کرتا ہے جس سے مانوس نہ ہو اگر اس نے سانپ پیٹ کے بل تیزی سے چلتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو وہ پاؤں کے بغیر چلنے سے انکار کر دیتا اور جو شخص کسی کو پاؤں پر چلتے ہوئے نہ دیکھے اس کے لیے یہ بات بھی عقل سے بعید ہوتی ہے پس تمہیں چاہیے کہ قیامت کے دن رونما ہونے والے عجائبات کا اس لیے انکار نہ کرنا کہ وہ دنیوی قیاس کے خلاف ہیں۔ اگر تم دنیوی عجائب کو نہ دیکھتے پھر یہ امور تمہارے سامنے پیش کیے جاتے اور ابھی تک تم نے ان کا مشاہدہ نہ کیا ہوتا تو تم ان باتوں سے بہت زیادہ انکار کر دیتے پس تمہیں چاہیے کہ اپنی صورت کو سامنے لاؤ کہ تم ننگے جسم، ذلیل، دھتکارے ہوئے حیران پریشان کھڑے ہو اور تمہارے بارے میں سعادت یا شقاوت کا جو فیصلہ ہونے والا ہے اس کے منتظر ہو تو اس حالت کو بہت بڑا سمجھو کیوں کہ واقعی یہ بہت بڑی حالت ہے۔

فصل ۳

پسینے کی کیفیت

پھر لوگوں کے ہجوم اور اجتماع کے بارے میں سوچو کہ میدان حشر میں ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں

---

[1] قرآن مجید، سورہ عبس آیت ۳۷
[2] مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۳۵۴ مرویات ابوہریرہ

کی مخلوق فرشتے، جن، انسان، شیطان، وحشی جانور، درندے اور پرندے جمع ہوں گے ان پر سورج چمکے گا اور اس کی گرمی دو چند ہو گی اور جس طرح اب اس کا معاملہ ہلکا ہے ایسا نہیں رہے گا پھر اس کی مخلوق کے سروں پر دو کمانوں کے فاصلے کے برابر قریب کیا جائے گا اور زمین پر رب العالمین کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہو گا اور اس سے بھی صرف مقربین ہی سایہ حاصل کر سکیں گے تو کچھ لوگ عرش کے سائے میں ہوں گے جبکہ بعض سورج کی گرمی سے سکتے ہوں گے کہ اس کی گرمی کے باعث کرب و غم بہت زیادہ ہو گا نیز بہت زیادہ ہجوم کی وجہ سے ایک دوسرے کو دھکا دے رہے ہوں گے اور پاؤں پر پاؤں آئیں گے نیز ذلت و رسوائی کی وجہ سے شرمندگی اور حیاء الگ ہو اور آسمانوں کے جبار کی بارگاہ میں پیشی کی ذلت ہو گی تو سورج کی چمک اور سانسوں کی حرارت، جمع ہو گی نیز حیاء اور خوف سے دل جل رہے ہوں گے تو ہر بال کے نیچے سے پسینہ بہہ رہا ہو گا حتی کہ وہ قیامت کی زمین پر جاری ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کو جو مقام حاصل ہو گا اس کے حساب سے ان کے بدنوں پر چڑھے گا بعض کا پسینہ ان کے گھٹنوں تک، بعض کا ان کے ازار بند تک بعض کا کانوں کی لو تک اور کچھ لوگ اس میں غائب ہونے کے قریب ہوں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ حَتّٰى يَغِيْبَ اَحَدُهُمْ فِيْ رَشْحِهٖ اِلٰى اِنْصَافِ اُذُنَيْهِ[1]

جس دن لوگ تمام جہانوں کے پالنے والے کے سامنے کھڑے ہوں گے تو بعض لوگوں کا پسینہ اس قدر ہو گا کہ کانوں کے نصف تک پہنچے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الْاَرْضِ سَبْعِيْنَ بَاعًا وَيُلْجِمُهُمْ وَيَبْلُغُ اٰذَانَهُمْ[2]

قیامت کے دن لوگوں کو پسینہ آئے گا حتی کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر باع ( ) تک چلا جائے گا اور بعض لوگوں تک لگام کی شکل میں پہنچے گا حتی کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے،

قِيَامًا شَاخِصَةً اَبْصَارُهُمْ اَرْبَعِيْنَ

وہ چالیس سال تک آسمانوں کی طرف ٹکٹکی باندھے

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۷۳۶ کتاب التفسیر
[2] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۶۷ کتاب الرقاق۔

سَنَةً إِلَى أَسْمَاءِ فَيُلْجِمُهُمُ الْعَرَقُ مِنْ شِدَّةِ الْكَرْبِ۔ ؂ کھڑے ہوں گے تو سخت تکلیف کے باعث ان کو پسینے نے لگام دے رکھی ہوگی۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قیامت کے دن سورج زمین کے قریب ہو جائے گا تو لوگوں کو پسینہ آئے گا بعض لوگوں کا پسینہ ان کی ایڑیوں تک جائے گا بعض کا پنڈلی کے نصف تک بعض کا گھٹنوں تک پہنچے گا کچھ کا رانوں تک کچھ لوگوں کا پسینہ ان کے ازار بند کے مقام تک اور بعض کا ان کے منہ تک پہنچے گا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ وہ ان کو لگام ڈال دے گا اور بعض کو پسینہ ڈھانپ لے گا۔ اور آپ نے اپنے ہاتھ مبارک کو سر انور پر رکھا۔ ؂

تو اے بیچارے! محشر والوں کے پسینے اور ان کی سخت تکلیف کو دیکھو ان میں سے کوئی آواز دے رہا ہوگا یا اللہ! مجھے اس مصیبت اور انتظار سے نجات عطا فرما چاہے جہنم کی طرف لے جا۔

اور یہ سب تکالیف حساب اور عذاب سے پہلے ہیں اور وہ ابھی باقی ہیں اور تو بھی ان لوگوں میں سے ایک ہے۔ اور تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارا پسینہ کہاں تک جائے گا۔

اور جان لو کہ جو پسینہ اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی حج، جہاد، روزے اور قیام نیز کسی مومن کی حاجت کو پورا کرنے میں نہ نکلے اور نہ ہی نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی مشقت اٹھائی ہو تو عنقریب قیامت کے دن حیا اور خوف کی وجہ سے یہ پسینہ نکلے گا اور اس میں تکلیف زیادہ ہوگی۔

اگر آدمی جہالت اور دھوکے سے محفوظ ہو تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ عبادات کی مشکلات میں پسینے کی مشقت آسان ہے اور قیامت کے دن پریشانی اور انتظار کے پسینے کے مقابلے میں کم ہے کیونکہ وہ بڑا سخت اور لمبا دن ہوگا۔

فصل ۴

قیامت کے دن کی بڑائی

جس دن لوگ انتظار میں کھڑے ہوں گے آنکھیں کھلی اور دل پھٹے ہوئے ہوں گے نہ ان سے کلام کیا

؂ المطالب العالیہ جلد ۴ ص ۳۶۵ حدیث ۴۶۱۱۔

؂ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۵۷ مرویات عقبہ بن عامر۔

جائے گا اور نہ ہی ان کے معاملات میں نظر کی جائے گی وہ تین سو سال کھڑے رہیں گے اور ایک لقمہ تک نہیں کھائیں گے، اور نہ ہی ایک گھونٹ پانی پئیں گے، اور نہ ہی اس دن ان پر ہوا کا جھونکا چلے گا۔ قرآن مجید میں ہے۔

يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ[1] — جس دن لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت کعب اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں وہ تین سو سال کی مقدار کھڑے رہیں گے بلکہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی اور پھر ارشاد فرمایا۔

كَيْفَ بِكُمْ إِذَا جَمَعَكُمُ اللّٰهُ كَمَا تُجْمَعُ النَّبْلُ فِي الْكِنَانَةِ خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ لَا يَنْظُرُ إِلَيْكُمْ[2] — تمہارا کیا حال ہوگا جب اللہ تعالےٰ تم سب کو جمع کرے گا جیسے ترکش میں تیر جمع ہوتے ہیں پچاس ہزار سال تک تمہاری طرف نظر نہیں کرے گا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں تمہارا اس دن کے بارے میں کیا خیال ہے، جب لوگ پچاس ہزار سال کی مقدار اپنے قدموں پر کھڑے ہوں گے اس میں نہ تو ایک لقمہ کھائیں گے اور نہ ہی ایک گھونٹ پانی پئیں گے حتی کہ جب پیاس سے ان کی گردنیں کٹ جائیں گی اور بھوک سے ان کے پیٹ جل جائیں گے تو ان کو دوزخ کی طرف لے جا کر انہیں کھولتے ہوئے پانی سے پلایا جائے گا جب ان کی مشقت طاقت سے بڑھ جائے گی تو وہ ایک دوسرے سے ہم کلام ہوں گے کہ ان کے مولیٰ کی بارگاہ میں کون زیادہ معزز ہے جو ان کے حق میں شفاعت کرے تو وہ جس نبی کی بارگاہ میں جائیں گے وہ ان کو دور کر دیں گے اور فرمائیں گے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو مجھے میرے اپنے معاملے نے دوسروں سے بے نیاز کر دیا ہے اور عذر پیش کریں گے کہ اللہ تعالیٰ آج سخت غصے میں ہے اس قدر غصہ اس سے پہلے کبھی نہ تھا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا حتی کہ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کی شفاعت فرمائیں

---

[1] ۔ قرآن مجید سورہ تطفیف آیت ۶۔

[2] ۔ المستدرک للحاکم جلد ۴ ص ۵۷۲ کتاب الاہوال۔

گے جن کی شفاعت کی آپ کو اجازت دی جائے گی۔ ارشاد خداوندی ہے۔

لَا یَمْلِکُوْنَ الشَّفَاعَۃَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَہٗ قَوْلًا۔ [1]

وہ شفاعت کے مالک نہیں ہوں گے مگر جس کو رحمٰن اجازت دے اور اس کی بات کو پسند کرے۔

تو اس دن کی بڑائی اور اس میں شدت انتظار میں غور کرو تاکہ تمہاری اس مختصر عمر میں تم پر گناہوں سے صبر کا انتظار آسان جان لو کہ جو شخص دنیا میں موت کا زیادہ انتظار کرے اور اس سلسلے میں خواہشات سے صبر کو برداشت کرے اس دن اس کو خاص طور پر کم انتظار کرنا پڑے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ قیامت کا دن کس قدر طویل ہوگا۔ تو آپ نے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّہٗ لَیُخَفَّفُ عَلَی الْمُؤْمِنِ حَتّٰی یَکُوْنَ اَھْوَنَ عَلَیْہِ مِنَ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ یُصَلِّیْھَا فِی الدُّنْیَا۔ [2]

اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ وہ مومن پر آسان ہوگا حتیٰ کہ دنیا میں فرض نماز کی ادائیگی سے بھی تھوڑا وقت معلوم ہوگا۔

تو تمہیں ایسے مومنوں میں سے ہونے کی کوشش کرنا چاہیے جب تک تمہاری زندگی کا ایک بھی سانس باقی ہے معاملہ تمہارے اختیار میں ہے اور تیاری کرنا تمہارے بس میں ہے لہٰذا چھوٹے دنوں میں بڑے دنوں کے لیے عمل کیجیے تمہیں ایسا نفع حاصل ہوگا جس کی خوشی بے انتہا ہے مثلاً اگر تم سات ہزار سال اس لیے صبر کرو کہ پچاس ہزار کی مقدار والے دن سے چھٹکارا پاؤ تو تمہیں مشقت کم اٹھانا پڑے گی اور نفع زیادہ ہوگا۔

---

[1]

[2] مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۷۵، مرویات ابو سعید خدری

فصل ۵ :

قیامت کا دن اس کے مصائب اور نام

تو اے مسکین! جس دن کی یہ عظمت ہے، وہ اس قدر بڑا ہے، حاکم زبردست اور زمانہ قریب ہے اس دن کے لیے تیاری کر۔ جس دن تو دیکھے گا کہ آسمان پھٹ گئے، اس کے خوف سے ستارے جھڑ گئے روشن ستاروں کی چمک ماند پڑ گئی، سورج کی روشنی لپیٹ دی گئی پہاڑ چلنے لگے، پانی لانے والی اونٹنیاں کھلی پھریں جنگلی جانوروں جمع ہو گئے، سمندر اُبلنے لگے رُوحیں بدنوں سے جا ملیں جہنم کی آگ بھڑکائی گئی، جنت قریب لائی گئی اور پہاڑ اڑائے گئے اور زمین پھیلائی گئی۔

اور جس دن تم دیکھو گے کہ زمین میں زلزلہ برپا ہو گا، زمین اپنے بوجھ باہر نکال دے گی اور لوگ گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ اپنے اعمال (کا بدلہ) دیکھیں اور جس دن زمین اور پہاڑ اٹھا کر پٹخ دیئے جائیں گے اس دن عظیم واقعہ رُونما ہو گا اور آسمان پھٹ جائیں گے حتیٰ کہ ان کی بنیادیں کمزور پڑ جائیں گی فرشتے ان کے کناروں پر ہوں گے اور اس دن تمہارے رب کے عرش کو آٹھ فرشتوں نے اٹھایا ہو گا۔ اس دن تم سب کو پیش ہونا ہو گا اور تم سے کوئی بھی بات پوشیدہ نہ ہوگی جس دن پہاڑ چلیں گے اور تم زمین کو کھلی ہوئی دیکھو گے۔ جس دن زمین کانپے گی اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑنے والی گرد بن جائیں گے جس دن انسان بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنی ہوئی روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے اس دن ہر دودھ پلانے والی دُودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی اور ہر حمل والی کا حمل گر جائے گا اور تم لوگوں کو نشے کی حالت میں دیکھو گے حالاں کہ وہ نشے کی حالت میں نہیں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہو گا۔

جس دن یہ زمین و آسمان دوسری زمین میں بدل جائیں گے اور اللہ تعالیٰ واحد و قہار کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

جس دن پہاڑ اڑا کر بکھیر دیئے جائیں گے اور صاف زمین باقی رہ جائے گی اس میں کوئی ٹیڑھا راستہ (موڑ وغیرہ) اور ٹیلے نہیں ہوں گے جس دن تم پہاڑوں کو جمے ہوئے دیکھو گے حالاں کہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے جس دن آسمان پھٹ کر گلابی لال چمڑے کی طرح ہو جائیں گے اور اس دن کسی انسان اور جن سے اس کے گناہ کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔ اس دن گناہ گار کو بولنے سے روک دیا جائے گا اور نہ ہی اس کے جرموں کے بارے پوچھا جائے گا بلکہ پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے گرفت ہو گی جس دن ہر شخص اپنے اچھے عمل کو سامنے پائے گا اور برے عمل کو بھی اور وہ چاہے گا کہ اس برے عمل اور اس (شخص) کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہو۔

جس دن ہر نفس اس چیز کو جان لے گا جو وہ لایا ہو گا اور جو آگے بھیجا یا پیچھے چھوڑا وہ سب حاضر ہو گا جس دن زبانیں گنگ ہوں گی اور باقی اعضاء بولیں گے۔

یہ وہ عظیم دن ہے جس کے ذکر نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوڑھا کر دیا جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ تو بوڑھے ہو گئے ہیں تو آپ نے فرمایا۔

شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَاَخَوَاتُهَا۔ مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔ (۱)

اور وہ سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ اور اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔ (وغیرہ سورتیں) ہیں۔

تو اے قرآن پڑھنے والے عاجز! تیرا قرأتِ قرآن سے صرف اتنا حصہ ہے کہ تو گویا اس کے ساتھ کلی کرتا ہے اور اس کے ساتھ زبان کو حرکت دے اور اگر تو جو کچھ پڑھتا ہے اس میں غور و فکر کرتا تو اس لائق تھا کہ ان باتوں سے تیرا کلیجہ پھٹ جاتا جن باتوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوڑھا کر دیا تھا۔۔۔ اگر تم صرف زبان کی حرکت پر قناعت کرو تو ثمرۂ قرآن سے محروم رہو گے جن امور کا قرآن مجید میں ذکر ہے ان میں سے ایک قیامت ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے مصائب کا ذکر کیا اور اس کے بہت سے نام ذکر کئے تاکہ تم اس کے ناموں کی کثرت سے اس کے معانی کی کثرت پر مطلع ہو جاؤ زیادہ ناموں کا مقصد ناموں اور القاب کو بار بار ذکر کرنا نہیں بلکہ عقل مند لوگوں کے لیے تنبیہ ہے کیوں کہ قیامت کے ہر نام کے تحت ایک راز ہے اور اس کے ہر وصف کے تحت ایک معنیٰ ہے پس تجھے اس کے معانی کی معرفت کی حرص ہونی چاہیے۔

اب ہم ان تمام ناموں کو بیان کرتے ہیں۔

وہ نام یہ ہیں: یوم قیامت (قائم ہونے کا دن) یوم حسرت (افسوس کا دن) یوم ندامت (پشیمانی کا دن) یوم المحاسبہ (حساب کتاب کا دن) یوم المسائلۃ (پوچھ گچھ کا دن) یوم المسابقۃ (آگے بڑھنے کا دن) یوم المناقشہ (جھگڑے کا دن) یوم المنافسہ (مقابلے کا دن) یوم زلزلہ (زلزلے کا دن) یوم دمدمہ (الٹ دینے کا دن) یوم الصاعقہ (کڑک کا دن) یوم الواقعہ (واقع ہونے کا دن) یوم القارعۃ (کھٹکھٹانے والی کا دن) یوم الراجفۃ (صدمے یا زلزلے کا دن) یوم الرادفہ (پیچھے آنے والا دن) یوم الغاشیہ (ڈھانپنے والی کا دن) یوم الداہیۃ (مصیبت کا دن) یوم آزفۃ (تنگی کا دن) یوم الحاقۃ (آفت و مصیبت کا دن) یوم الطامۃ (بڑے حادثے کا دن) یوم الصاخۃ (چیخنے چلانے کا دن) یوم التلاق (ملاقات کا دن) یوم الفراق (جدائی کا دن) یوم المساق (چلانے کا دن) یوم القصاص (بدلے کا دن) یوم التناد (جمع ہونے اور پکار کا دن) یوم الحساب (حساب کا دن) یوم المآب (لوٹنے کا دن) یوم العذاب (عذاب کا دن) یوم الفرار (بھاگنے کا دن) یوم القرار (ٹھہرنے کا دن) یوم اللقاء (ملاقات کا دن) یوم البقاء (باقی رہنے کا دن) یوم القضاء (فیصلے کا دن) یوم الجزاء (بدلے کا دن) یوم البلاء (آزمائش یا انعام کا دن) یوم البکاء (رونے کا دن)

---

(۱) جامع ترمذی ص ۵۰۱، ابواب الشمائل

یوم الحشر (جمع ہونے کا دن) یوم الوعید (ڈر والا دن) یوم العرض (پیشی کا دن) یوم الوزن (نامۂ اعمال تولنے کا دن) یوم الحق (سچ ظاہر ہونے کا دن) یوم الحکم (فیصلے کا دن) یوم الفصل (فیصلے کا دن یا جدائی و امتیاز کا دن) یوم الجمع (جمع ہونے کا دن) یوم البعث (قبروں سے اٹھنے کا دن) یوم الفتح (نامۂ اعمال کھولنے کا دن) یوم الخزی (بعض لوگوں کے لیے ذلت کا دن) یوم عظیم (بہت بڑا دن) یوم عقیم (سخت دن) یوم عسیر (مشکل دن) یوم الدین (بدلے کا دن) یوم الیقین (یقین کا دن) یوم النشور (اٹھنے کا دن) یوم المصیر (لوٹنے کا دن) یوم النفخۃ (صور پھونکنے کا دن) یوم الرجفۃ (زلزلے کا دن) یوم الصیحۃ (چیخ و پکار کا دن) یوم الرجۃ (ہلا دینے والا دن) یوم الزجرۃ (جھڑک کا دن) یوم السکرہ (نشے کا دن) یوم الفزع (گھبراہٹ کا دن) یوم الجزع (فریاد کا دن) یوم المنتہی (انتہاء کا دن) یوم الماوٰی (ٹھکانے کا دن) یوم المیقات (مقررہ وقت کا دن) یوم المیعاد (وعدے کا دن) یوم المرصاد (انتظار کا دن) یوم القلق (پریشانی کا دن) یوم العرق (پسینے کا دن) یوم الافتقار (محتاجی کا دن) یوم الانکدار (تلخی کا دن) یوم الانتشار (پھیلنے کا دن) یوم الانشقاق (پھٹنے کا دن) یوم الوقوف (کھڑے ہونے کا دن) یوم الخروج (قبروں سے باہر نکلنے کا دن) یوم الخلود (ہمیشہ باقی رہنے کا دن) یوم التغابن (گھاٹے اور خسارے کا دن) یوم عبوس (سخت دن) یوم معلوم (معلوم دن) یوم موعود (وعدے کا دن) یوم مشہود (حاضری کا دن)۔

وہ دن جس میں کوئی شک نہیں وہ دن جس میں دلوں کے رازوں کا امتحان ہوگا، جس دن کوئی (کافر) نفس کسی نفس کے کام نہیں آئے گا وہ دن جب آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائینگی، جس دن کوئی ساتھی کسی ساتھی کے کام نہیں آئے گا جس دن کوئی کسی دوسرے نفس کے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا، جس دن (کفار کو) جہنم کی طرف بلایا جائے گا، جس دن ان کو چہروں کے بل اوندھا گرایا جائے گا، جس دن ان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا جس دن باپ اولاد کے کام نہ آسکے گا، جس دن آدمی اپنے بھائی، ماں اور باپ سے بھاگتا پھرے گا جس دن لوگ بات نہیں کرسکیں گے نہ ان کو اجازت ہوگی کہ عذر پیش کریں جس دن اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا جس دن لوگ ظاہر ہوں گے جس دن وہ جہنم میں عذاب دیئے جائیں گے جس دن مال اور اولاد نفع نہیں دے گی جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی ان کے لیے لعنت اور برا گھر ہوگا جس دن عذر نامنظور ہوں گے اور دلوں کی آزمائش ہوگی۔ پوشیدہ باتیں ظاہر ہوں گی اور پردے اٹھ جائیں گے جس دن آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور آوازیں بند ہوں گی، اس دن توجہ کم ہوگی اور پوشیدہ باتیں ظاہر ہوں گی گناہ بھی سامنے آجائیں گے۔ جس دن لوگوں کو ان کے گواہوں سمیت چلایا جائے گا بچے جوان ہو جائیں گے اور بڑے نشے میں ہوں گے پس اس دن ترازو رکھے جائیں گے اور اعمال نامے کھولے جائیں گے جہنم ظاہر کی جائیگی اور گرم پانی کو جوش دیا جائے گا آگ مسلسل جلے گی اور کفار ناامید ہوں گے آگ بھڑکائی جائے گی اور رنگ بدل جائیں گے، زبان گونگی ہوگی اور انسانی اعضا گفتگو کریں گے۔

تو اے انسان! تجھے اپنے کریم رب کے بارے میں کس نے دھوکے میں ڈالا کہ تو نے دروازے بند کر دیئے اور پردے لٹکا دیئے اور لوگوں سے چھپ کر فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا پس جب تیرے اعضا تیرے خلاف گواہی دیں گے تو تو کیا کرے گا۔

پس اے غافلوں کی جماعت! ہمارے لیے کمل خرابی ہے اللہ تعالیٰ ہمارے پاس تمام رسولوں کے سردار (علیہ وعلیہم السلام) کو بھیجے اور آپ پر روشن کتاب نازل فرمائے اور ہمیں قیامت کے ان اوصاف کی خبر دے پھر ہماری غفلت سے بھی ہمیں آگاہ کرے اور ارشاد فرماتے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ۔ (۱)

لوگوں کے لیے ان کا حساب قریب آگیا اور وہ غفلت میں منہ پھرتے ہیں ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو تازہ ذکر (حکم) آتا ہے وہ اس کو سنتے ہیں لیکن کھیل کود میں لگے ہوئے ہیں ان کے دل لہو ولعب میں مشغول ہیں۔

پھر وہ ہمیں بتاتے کہ قیامت قریب ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الْقَمَرُ۔ (۲)

قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا وَنَرَاهُ قَرِيبًا۔ (۳)

وہ اس (یوم قیامت کی) کو دور دیکھتے ہیں جب کہ ہم اسے قریب دیکھتے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا۔

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا۔ (۴)

اور تمہیں کیا معلوم کہ شاید قیامت قریب ہو۔

پھر ہماری سب سے اچھی حالت تو یہ ہے کہ ہم اس قرآن پاک کے سبق پر عمل کریں لیکن ہم اس کے معانی میں غور نہیں کرتے اور اس (روز قیامت) کے بے شمار اوصاف اور ناموں کو نہیں دیکھتے اور اس کے مصائب سے نجات کے لیے کوشش نہیں کرتے ہم اس غفلت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی وسیع رحمت سے اس کا تدارک فرمائے۔

فصل ۱۶:

سوال کا بیان

اے مسکین! پھر ان حالات کے بعد تجھ سے سوال ہوگا اس کی فکر کر اور یہ سوال بالمشافہ کسی ترجمان کے بغیر ہوگا تجھ سے

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ انبیاء آیت ۱، ۲، ۳

(۲) قرآن مجید، سورۂ القمر آیت ۱

(۳) قرآن مجید، سورۂ المعارج آیت ۶، ۷

(۴) قرآن مجید، سورۂ احزاب آیت ۶۳

تھوڑے اور زیادہ کے بارے میں پوچھا جائے گا گٹھلی کے سوراخ اور کھجور کے ریشے جیسی معمولی چیز سے متعلق بھی سوال ہوگا تو قیامت کی سختیوں، پسینے اور بڑی بڑی آفات میں مبتلا ہوگا کہ آسمان کے کناروں سے بڑے بڑے جسموں والے اور نہایت سخت فرشتے اتریں گے ان کو حکم ہوگا کہ مجرموں کو ان کی پیشانیوں سے پکڑ کر اس جبّار ذات کے سامنے پیش کریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ مَلَكًا مَا بَيْنَ شُفْرَيْ عَيْنَيْهِ مَسِيْرَةُ مِائَةِ عَامٍ۔ (۱)

بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جن کی آنکھوں کے درمیان پلکوں کا فاصلہ ایک سو سال کی مسافت ہے۔

تو بتا تیرا اپنے نفس کے بارے میں کیا خیال ہے جب تو ان فرشتوں کو دیکھے گا جو تیری طرف اس لیے بھیجے گئے کہ تجھے پکڑ کر پیشی کے مقام پر لے جائیں اور تو دیکھے گا کہ وہ اتنے بڑے جسم کے باوجود اس دن کی سختی کے باعث شکستہ حال ہوں گے اور اس جبّار ذات کا غضب جو لوگوں پر ظاہر ہوگا وہ اس کی مجسم تصویر بنے ہوں گے۔

اور جب وہ اتریں گے تو ہر نبی، صدیق اور ولی اس خوف سے سجدے میں گر جائیں گے کہ کہیں وہی ماخوذ نہ ہوں۔ یہ تو مقربین کا حال ہے نافرمان مجرمین کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔

اس وقت شدتِ خوف کے باعث کچھ لوگ جلدی کریں گے اور فرشتوں سے کہیں گے کیا تمہارے درمیان ہمارا رب ہے؟ کیوں کہ ان کا رعب اور ہیبت زیادہ ہوگی تو فرشتے ان کے سوال سے ڈر جائیں گے کہ کہاں خالق کی شان اور کہاں اس کا ہمارے درمیان ہونا۔

تو وہ بلند آواز سے پکاریں گے اور زمین والوں نے اپنے رب کے بارے میں جو وہم کیا اس سے اس کی پاکیزگی بیان کریں گے اور کہیں گے ہمارا رب پاک ہے وہ ہم میں نہیں ہے لیکن وہ اس کے بعد آرہا ہے اس وقت فرشتے مخلوق کو چاروں طرف سے گھیر کر کھڑے ہوں گے اور ان سب پر اس دن کی شدت کے باعث عاجزی، مسکینی اور ہیبت طاری ہوگی اس وقت اللہ تعالیٰ کے اس قول کی صداقت ظاہر ہوگی ارشاد خداوندی ہے۔

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَائِبِيْنَ۔ (۲)

پس ہم ان لوگوں سے بھی پوچھیں گے جن کی طرف رسولوں کو بھیجا گیا اور رسولوں سے بھی پوچھیں گے اور ہم ان کو اپنے علم سے تمام احوال سنائیں گے اور ہم غائب نہیں تھے۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

---

(۱) کنز العمال جلد ۶ ص ۱۲۷ حدیث ۱۵۱۶۰

(۲) قرآن مجید، سورۂ اعراف آیت ۶،۷

فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (۱)

پس تیرے رب کی قسم ہم ان سب سے ضرور بضرور ان کے اعمال کے بارے میں پوچھیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے ابتدا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔ (۲)

جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرکے فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا؟ وہ کہیں گے ہمیں کوئی علم نہیں بے شک تو ہی غیب کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔

تو اس دن کی شدت کے باعث ان کی عقلیں متوجہ نہ ہوں گی اور شدتِ ہیبت کی وجہ سے ان کے علوم مٹ جائیں گے جب ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں مخلوق کے پاس بھیجا گیا تھا تو تمہیں کیا جواب ملا حالانکہ ان کو اس جواب کا علم ہوگا لیکن ان کی عقلوں پر دہشت طاری ہوگی اور ان کو پتہ نہیں چلے گا کہ وہ کیا جواب دیں۔ پس سخت ہیبت کے باعث کہیں گے کہ ہمیں علم نہیں بے شک تو ہی غیب کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔ اور وہ اس وقت سچے ہوں گے لیکن ان کی عقلیں پرواز کر گئیں اور علوم مٹ گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو قوت عطا فرمائے۔

حضرت نوح علیہ السلام کو بلا کر پوچھا جائے گا کیا آپ نے تبلیغ کی وہ عرض کریں گے جی ہاں، پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کیا انہوں نے تمہیں تبلیغ کی؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس کوئی ڈرسنانے والا نہیں آیا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کیا آپ نے لوگوں سے فرمایا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود مانو اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دو؟ آپ اس سوال کی ہیبت کے تحت کئی سالوں تک پریشان رہیں گے تو وہ دن کتنا عظیم ہے کہ اس دن اس قسم کے سوالات کے ذریعے انبیاء کرام سے سیاست کی جائے گی پھر فرشتے آکر ایک ایک کو پکاریں گے اے فلاں عورت کے بیٹے فلاں! پیشی کے مقام پر آؤ اس وقت کاندھے تھرائیں گے اور اعضاء کانپ اٹھیں گے نیز عقلیں حیران رہ جائیں گی اور کچھ لوگ تمنا کریں گے کہ ان کو جہنم کی طرف لے جایا جائے اور ان کے برے اعمال اللہ تعالیٰ جبار کے حضور پیش نہ ہوں نہ اور نہ ہی مخلوق کے سامنے ان کی پردہ دری ہو۔

اور سوال کی ابتدا سے پہلے عرش کا نور ظاہر ہوگا اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک رہی ہوگی اور ہر بندے کے دل کو یقین ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے سوال کی طرف متوجہ ہے اور ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ میرے سوا اسے کوئی نہیں دیکھتا اور صرف میری ہی پکڑ اور باز پرس مقصود ہے کسی اور کی نہیں۔ اس وقت وہ جبار فرمائے گا اے جبریل علیہ السلام! میرے

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ حجر آیت ۹۲

(۲) قرآن مجید، سورۂ مائدہ آیت ۱۰۹

پاس آگ کو لاؤ حضرت جبریل علیہ السلام دوزخ کے پاس آئیں گے اور فرمائیں گے اے جہنم! اپنے خالق و مالک کے حکم کی تعمیل کر اس وقت، وہ غیظ و غضب میں ہوگی اور آواز سنتے ہی جوش میں آئے گی اور مخلوق کی طرف دہاڑے گی اور چلائی گی تمام مخلوق اس کے جوش میں آنے اور آواز کو سننے گی اور اس کے محافظ غصہ سے بھرے ہوئے مخلوق میں سے ان لوگوں کی طرف دوڑیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس کا حکم نہیں مانا۔

تو تم اپنے دل میں بندوں کے دلوں کی حالت کا تصور کر کہ وہ رعب اور خوف سے بھرے ہوں گے اور گھٹنوں کے بل گریں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے اس دن تم امت کو زانوؤں کے بل گرے ہوئے اور بعض کو اوندھے منہ پڑے ہوئے دیکھو گے نافرمان اور ظالم لوگ تباہی اور خرابی کو پکاریں گے کہ ہائے تباہ ہو گئے اور صدیقین نفسی نفسی کہتے ہوں گے۔

وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ جہنم دوبارہ چیخ مارے گی تو اس سے ان کا خوف بڑھ جائے گا اور اعضاء سست پڑ جائیں گے وہ گمان کریں گے کہ ان کا مواخذہ ہوگا۔ پھر تیسری مرتبہ جہنم چنگھاڑے گی تو تمام مخلوق منہ کے بل گر جائے گی اور وہ آنکھیں اٹھا کر خوف زدہ پوشیدہ دبی نگاہ سے دیکھیں گے اس وقت ظالموں کے دل ٹوٹ کر غم کے مارے گلے تک آجائیں گے اور نیک بخت و بدبخت سب کی عقلیں کام کرنا چھوڑ دیں گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ رسولوں کی طرف متوجہ ہوگا اور فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا تھا جب لوگ انبیاء کرام سے یہ سوال دیکھیں گے تو گناہ گار بے حد خوف زدہ ہو جائیں گے اس وقت باپ بیٹے سے، بھائی، بھائی سے اور خاوند اپنی بیوی سے بھاگ جائے گا اور ہر ایک اللہ تعالیٰ کے حکم کا منتظر ہوگا پھر ایک ایک کو پکڑا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے براہ راست اس کے قلیل و کثیر عمل نیز اس کے ظاہر و باطن اور تمام اعضاء کے بارے میں پوچھے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کا دیدار کریں گے؟ آپ نے فرمایا جب آسمان پر بادل نہ ہوں تو دوپہر کے وقت سورج کو دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں فرمایا جب بادل نہ ہوں تو چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ عرض کیا نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم اپنے رب کے دیدار میں بھی شک نہیں کرو گے بندے کی ملاقات ہوگی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تجھے عزت عطا نہیں کی تھی؟ کیا میں نے تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ کیا تیرے لیے جوڑا نہیں بنایا تھا؟ کیا تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کئے کیا تجھے قوم کا رئیس نہیں بنایا تھا کہ تو مال غنیمت کا چوتھا حصہ لیتا تھا تو بندہ کہے گا ہاں کیوں نہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے میری ملاقات کا یقین تھا وہ کہے گا نہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج میں تجھے چھوڑتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلایا تھا (۱)

---

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۴۰۹ کتاب الزہد

تو اے مسکین! سو جو جب فرشتوں نے تمہارے بازوؤں کو پکڑ رکھا ہو گا اور تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو گا اور وہ تجھ سے بالمشافہ سوال کرے گا اور فرمائے گا کیا میں نے جوانی کے ذریعے تجھ پر انعام نہیں کیا؟ تو نے اس کو کہاں خرچ کیا؟ کیا میں نے تجھے زندگی میں مہلت نہیں دی؟ تو نے اسے کہاں صرف کیا؟ کیا میں نے تجھے مال عطا نہیں کیا تو تُو نے اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ کیا میں نے تجھے علم کے ذریعے عزت نہیں بخشی تھی تو تُو نے اپنے علم میں کیا عمل کیا؟ تو دیکھو اس وقت تمہاری حیا اور شرمندگی کا کیا عالم ہو گا اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنے انعامات اور تمہاری نافرمانیاں شمار کرے گا نیز اپنے احسانات اور تیری برائیاں گنے گا اگر تم انکار کرو تو تمہارے اعضاء تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ آپ مسکرائے پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں مسکرایا ہوں؟ ہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا میں اس بات پر ہنسا ہوں کہ بندہ اپنے رب سے یوں مخاطب ہو گا کہ یا اللہ! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں وہ کہے گا میں اس وقت مانوں گا جب مجھ میں سے ہی کوئی گواہ ہو اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج تیرا نفس ہی تیرے حساب کے لیے کافی ہے اور نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتے گواہ ہیں پس اس کے منہ پر مہر لگ جائے گی اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا بولو فرمایا اس کے اعضاء اس کے اعمال کا ذکر کریں گے پھر اس کے منہ سے پابندی اٹھے گی تو اپنے اعضاء سے کہے گا تمہارے لیے دوری اور دھتکار ہو میں تمہاری طرف سے ہی تو لڑتا تھا۔(۱)

تو لوگوں کے سامنے اعضاء کی گواہی کے ذریعے ذلت سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے مومن سے وعدہ فرمایا کہ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور اس پر کسی دوسرے کو مطلع نہیں کرے گا۔

ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرگوشی سے گفتگو کرتے ہوئے کیسے سنا؟ انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تم میں سے کوئی ایک اپنے رب کے قریب ہو گا حتیٰ کہ وہ اپنا شانہ اس پر رکھے گا (جیسے اس کے شایانِ شان ہے) وہ پوچھے گا تو نے فلاں فلاں عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا جی ہاں پھر پوچھے گا تو نے فلاں فلاں عمل کیا؟ وہ ہاں میں جواب دے گا پھر فرمائے گا میں نے دنیا میں ان اعمال پر پردہ ڈالا اور آج میں تجھے بخش دیتا ہوں۔(۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ سَتَرَ عَلٰی مُؤْمِنٍ عَوْرَتَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ — جو شخص کسی مومن کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت

---

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۹۰۴ کتاب الزھد

(۲) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۱۱۹ کتاب التوحید

عَوْرَتَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ (۱) کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

اس بات کی امید اس شخص کو ہوگی جو دنیا میں لوگوں کے عیبوں کو چھپاتا ہے۔ اور اگر وہ اس کے حق میں کوئی تقصیر کریں تو اسے برداشت کرتا ہے اور ان کی برائیوں کو زبان پر نہیں لاتا اور نہ ہی ان کی پیٹھ پیچھے ایسی بات کرتا ہے کہ اگر وہ اسے سنیں تو ناپسند کریں تو ایسے لوگ اس بات کے لائق ہیں کہ قیامت کے دن ان کو اسی قسم کا بدلہ دیا جائے۔

فرض کرو اس نے تیرے گناہ کو دوسروں سے چھپایا ہو لیکن کیا مٹی کے بیٹے تیرے کانوں میں آواز نہیں پڑی تو تیرے گناہوں کی سزا کے طور پر یہ خوف بھی کافی ہے جب تیری پیشانی کو پکڑ کر آگے کو کھینچا جائے گا تیرا دل پریشان ہوگا عقل اڑتی پھرے گی اور تیرے شانے تھراتے ہوں گے، تیرے اعضاء مضطرب ہوں گے تیرا رنگ بدل چکا ہوگا اور سخت خوف کی وجہ سے تجھے تمام جہان سیاہ نظر آئے گا۔

تو اپنے بارے میں سوچ تیری یہی حالت ہوگی تو گردنوں کو پھلانگتا اور صفوں کو چیرتا ہوا جائے گا، تجھے سجائے ہوئے گھوڑے کی طرح لے جایا جائے گا اور لوگ نظریں اٹھا اٹھا کر تجھے دیکھیں گے پس تو خیال کر کہ اسی حالت میں ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو تجھ پر مقرر ہیں حتیٰ کہ وہ تجھے رحمٰن کے عرش تک لے جائیں گے اور اپنے ہاتھوں سے پھینک دیں گے اللہ تعالیٰ تجھے اپنے عظیم کلام کے ساتھ ندا دے گا فرمائے گا۔

"اے ابن آدم! میرے قریب ہو جا" پس تو پریشان غمگین اور شکستہ دل کے ساتھ اس کے قریب ہوگا تیری آنکھیں جھکی ہوئی اور ذلت سے بھرپور ہوں گی دل ٹوٹا ہوا ہوگا اور تیرے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا جس میں ہر چھوٹا بڑا گناہ لکھا ہوگا تو کتنی ہی بھلائیوں کو تو بھول گیا ہوگا تو یہ تجھے یاد دلائے گا تو کتنی ہی عبادات کی آفات سے غافل رہا تو اس کی برائیاں تیرے سامنے ظاہر ہوں گی تو تجھے کس قدر شرمندگی اور بزدلی پیش آئے گی اور زبان کی رکاوٹ اور عاجزی در پیش ہوگی تو معلوم نہیں تم کس قدم کے ساتھ اس کے سامنے کھڑے ہوگے اور کس زبان سے جواب دو گے اور جو کچھ کہو گے اس کو کس دل سے سمجھو گے۔

پھر سوچ جب اللہ تعالیٰ اپنے سامنے تمہارے گناہ گنوائے گا تو کس قدر شرم آئے گی جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندے کیا تجھے مجھ سے حیا نہ آیا کہ میرے سامنے برے کاموں کے ساتھ آیا اور میری مخلوق سے حیا کرتے ہوئے ان کے سامنے اچھائی ظاہر کی۔ کیا تیرے نزدیک میں اپنے بندوں کی نسبت ہلکا تھا تو نے اپنی طرف میرے دیکھنے کو ہلکا جانا اور کوئی پرواہ نہ کی جب کہ دوسروں کے دیکھنے کو بڑا خیال کیا کیا میں نے تجھ پر انعام و اکرام نہیں کیا تھا؟ تو تجھے میرے بارے میں کس نے دھوکے میں ڈالا کیا تیرا خیال تھا کہ میں تجھے نہیں دیکھتا اور نہ ہی تو مجھ سے ملے گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۵۹ امرویات عقبہ بن عامر

نے ارشاد فرمایا۔

مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَسَيُكَلِّمُهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ وَلَا تَرْجُمَانٌ۔ (۱)

تم میں سے ہر ایک سے تمام جہانوں کو پالنے والا اس طرح سوال کرے گا کہ درمیان میں نہ کوئی پردہ ہوگا اور نہ کوئی ترجمان۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح کھڑا ہوگا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کیا میں نے تم پر انعام نہیں کیا؟ کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا؟ وہ کہے گا ہاں (یا اللہ! دیا ہے) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تیری طرف رسول نہیں بھیجا وہ کہے گا ہاں (یا اللہ! تو نے بھیجا تھا) پھر وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو آگ کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا پھر بائیں جانب دیکھے گا تو آگ کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے گا تو تمہیں چاہیے کہ جہنم سے ڈرو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہو اگر نہ پاؤ تو اچھی گفتگو کے ذریعے بچو۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک اللہ عزوجل کے سامنے اس طرح اکیلا ہوگا جس طرح کوئی چودھویں رات کے چاند کے سامنے تنہا ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم! تجھے میرے بارے میں کس چیز نے دھوکہ دیا! اے آدم کے بیٹے! تو نے جو علم حاصل کیا اس کے مطابق کیا عمل کیا؟ اے آدم کے بیٹے! تو نے (میرے) رسولوں کو کیا جواب دیا؟ اے آدم کے بیٹے! کیا تمہاری آنکھیں میرے سامنے نہ تھیں پھر تو ان آنکھوں کے ساتھ اس چیز کو دیکھتا تھا جو تیرے لیے حلال نہ تھی کیا میں تیرے کانوں کو نہیں دیکھتا تھا؟ اسی طرح تمام اعضاء کے بارے میں پوچھے گا۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جب تک بندے سے چار باتوں کے بارے میں سوال نہ کرے اس کے قدم وہاں سے نہیں ہٹیں گے اس کی عمر (وقت) کے بارے میں کہ کس کام میں خرچ کی، علم کے بارے میں کہ اس میں کیا عمل کیا، جسم کے بارے میں کہ اس کو کس کام میں مبتلا رکھا اور مال کے بارے میں سوال ہوگا کہ کہاں سے کمایا اور کس کام پر خرچ کیا۔

تو اے مسکین! اس وقت تجھے کس قدر شرم آئے گی اور کتنا بڑا خطرہ ہوگا یہ بھی ہو سکتا کہ کہا جائے ہم نے دنیا میں تمہاری پردہ پوشی کی اور آج تجھے بخش رہے ہیں اس وقت بہت زیادہ خوشی اور سرور حاصل ہوگا اور پہلے اور پچھلے

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۷۷ مرویات عدی بن حاتم

(۲) صحیح بخاری جلد اول ص ۱۹۰ کتاب الزکوٰۃ

تجھ پر رشک کریں گے یا فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس برے بندے کو پکڑ کر گلے میں طوق ڈالو اور پھر جہنم میں ڈال دو۔
اس وقت تو اتنی بڑی مصیبت میں مبتلا ہوگا کہ اگر آسمان و زمین تجھ پر روئیں تو ان کو مناسب ہے تجھے اس بات پر بہت زیادہ حسرت ہوگی کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرمانبرداری میں کوتاہی کی۔ اور تم نے کمینی دنیا کے بدلے اپنی آخرت بیچ ڈال اور اب تیرے پاس کچھ نہیں۔

فصل ۷:

میزان کا ذکر

پھر تجھے میزان (ترازو) کے بارے میں غور و فکر کرنے سے بھی غافل نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اعمال نامے کے دائیں بائیں اڑنے کے بارے میں بے خبر رہنا چاہیے کیوں کہ سوال کے بعد لوگوں کی تین جماعتیں ہو جائیں گی ایک جماعت وہ ہوگی جن کی کوئی نیکی نہیں تو جہنم سے ایک سیاہ گردن نکلے گی اور جس طرح پرندے دانے چگتے ہیں اسی طرح وہ ان لوگوں کو اچک لے گی اور وہ ان کو اپنی گرفت میں لے کر جہنم میں ڈال دے گی اور آگ ان کو نگل لے گی اور ان کو آواز دی جائے گی کہ اب بدبختی ہی ہے اس کے بعد نیک بختی نہیں۔
دوسری قسم کے لوگ وہ ہوں گے جن کا کوئی گناہ نہیں ہوگا ان کو ایک منادی آواز دے گا کہ جو لوگ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے اور اس کی حمد بیان کرتے تھے وہ کھڑے ہو جائیں وہ کھڑے ہوں گے اور جنت کی طرف چل پڑیں گے۔
پھر ان لوگوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جائے گا جو رات کے وقت (عبادت کے لیے) قیام کرتے ہیں پھر ان لوگوں سے جن کو دنیا کی تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہیں روکتی یہی سلوک ہوگا اور ان کو آواز دی جائے گی کہ خوش بختی ہے اس کے بعد کبھی بھی بدبختی نہیں آئے گی۔
اب تیسری قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے اور وہ سب سے زیادہ ہوں گے ان کے نیک اور برے اعمال ملے جلے ہوں گے ان کو معلوم نہ ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ پر یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ ان کی نیکیاں زیادہ ہیں یا برائیاں، لیکن اللہ تعالیٰ ان کو بھی اس بات کی پہچان کرائے گا تاکہ معافی کے وقت اس کا فضل اور عذاب کے وقت اس کا عدل ظاہر ہو پس نامہ ہائے اعمال اڑیں گے اور وہ نیکیوں اور برائیوں پر مشتمل ہوں گے اس وقت میزان قائم ہوگا اور آنکھیں نامہ ہائے اعمال پر لگی ہوں گی کہ وہ دائیں پلڑے میں گرتے ہیں یا بائیں جانب؟ پھر ترازو کے کانٹے کو دیکھیں گے کہ وہ برائیوں کی جانب جھکتا ہے یا نیکیوں کی طرف اور یہ نہایت خوف کا وقت ہوگا اس سے مخلوق کی عقلیں ڈر جائیں گی۔
حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر انور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھا کہ آپ کو اونگھ آگئی اس دوران ام المؤمنین کو آخرت یاد آگئی اور آپ رو پڑیں حتیٰ کہ ان کے آنسو بہہ نکلے اور

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر جا پڑے آپ بیدار ہوئے تو فرمایا اے عائشہ! کیوں رو رہی ہو؟ عرض کیا مجھے آخرت کا خیال آگیا تھا۔ کیا آپ لوگ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے (یاد رکھیں گے) مگر تین جگہ ہر شخص صرف اپنے آپ کو یاد رکھے گا جب ترازو رکھے جائیں گے اور اعمال کا وزن کیا جائے گا حتیٰ کہ آدمی دیکھے گا کہ اس کا ترازو ہلکا ہے یا بھاری؟ اور نامۂ اعمال دینے کے وقت وہ دیکھے گا کہ میرا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں آتا ہے یا بائیں ہاتھ میں؟ اور پل صراط کے پاس (۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں قیامت کے دن انسان کو لایا جائے گا حتیٰ کہ اسے میزان کے دونوں پلڑوں کے درمیان کھڑا کیا جائے گا اور اس پر ایک فرشتہ مقرر ہو گا اگر (نیکیوں کا) پلڑا بھاری ہوا تو فرشتہ بلند آواز سے پکارے گا کہ تمام مخلوق سنے گی وہ کہے گا فلاں شخص نیک بخت ہوا اب وہ کبھی بھی بدبخت نہیں ہو گا اور اگر اس کا نیکیوں پلڑا ہلکا ہوا تو فرشتہ ایسی آواز سے پکارے گا جسے تمام مخلوق سنے گی کہ فلاں بدبخت ہوا اس کے بعد یہ کبھی بھی نیک بخت نہیں ہو گا۔

اور جب نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو گا تو دوزخ کے فرشتے ہاتھوں میں لوہے کے گرز لیے ہوئے آئیں گے ان کا لباس آگ کا ہو گا تو وہ آگ کے حصے کو آگ کی طرف لے جائیں گے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم قیامت کے بارے میں فرمایا۔

یہ وہ دن ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو آواز دے گا اور فرمائے گا اے آدم علیہ السلام! اٹھیے اور جہنمیوں کو جہنم کی طرف بھیجیے وہ پوچھیں گے جہنم کے لیے کتنے آدمی بھیجنے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے ——— جب صحابہ کرام نے یہ بات سنی تو وہ غمگین ہو گئے حتیٰ کہ وہ اچھی طرح ہنس بھی نہ سکے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی یہ حالت دیکھی تو ارشاد فرمایا۔

عمل کرو اور خوش ہو جاؤ پس اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے تمہارے ساتھ دو ایسی مخلوق ہیں کہ وہ جس کے ساتھ ہوتے ہیں اس کے اضافے کا باعث ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ وہ بھی ہیں جو انسانوں اور شیطانوں کی اولاد سے ہلاک ہو گئے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ دونوں مخلوق کون لوگ ہیں؟ فرمایا یاجوج اور ماجوج ہیں ——— راوی کہتے ہیں یہ سن کر صحابہ کرام خوش ہو گئے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمل کرو اور خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے قیامت کے دن تم، دوسرے لوگوں میں اس طرح ہو گے جیسے اونٹ کے پہلو میں سیاہ داغ یا جانور کے بازو میں نشان ہوتا ہے (۲)

---

(۱) سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۲۹۸ کتاب السنۃ (۲) المستدرک للحاکم جلد اول ص ۲۹ کتاب الایمان

فصل ۸ :

حقوق کا مطالبہ اور ان کی واپسی

میزان کا خوف اور خطرہ تم معلوم کر چکے ہو اور آنکھیں میزان کی طرف لگی ہوئی ہوں گی۔ ارشاد خداوندی ہے۔

فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ۔ (۱)

اور جس کے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہو گا وہ اچھی زندگی میں ہو گا اور جس کا نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو گا اس کا ٹھکانا دوزخ کا ایک درجہ) ہاویہ ہے اور تمہیں کیا معلوم وہ کیا ہے ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

اور جان لو کہ میزان کے خطرے سے وہی بچ سکتا ہے جس نے دنیا میں اپنا محاسبہ کیا ہو اور اس میں شرعی میزان کے ساتھ اپنے اعمال اور اقوال اور خطرات وخیالات کو تولا ہو جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور (قیامت کے) وزن کرنے سے پہلے خود وزن کرو۔

اپنے نفس کے حساب (یا محاسبہ) سے مراد یہ ہے کہ مرنے سے پہلے روزانہ سچی توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے فرائض میں جو کوتاہی کی ہے اس کا تدارک کرے اور لوگوں کے حقوق ایک ایک کوڑی کے حساب سے واپس کرے اور اپنی زبان، ہاتھ یا دل کی بدگمانی کے ذریعے کسی کی ہتک کی ہو تو اس کی معافی مانگے اور ان کے دلوں کو خوش کرے حتی کہ جب اسے موت آئے تو اس کے ذمہ نہ کسی کا کوئی حق ہو اور نہ ہی کوئی فرض، تو یہ شخص کسی حساب کے بغیر جنت میں جائے گا۔

اور اگر وہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے پہلے مر جائے تو حقدار اس کا گھیراؤ کریں گے کوئی اسے ہاتھ سے پکڑے گا۔ اور کوئی اس کی پیشانی کے بال پکڑے گا اور کسی کا ہاتھ اس کی گردن پر ہو گا کوئی کہے گا تم نے مجھ پر ظلم کیا اور کوئی کہے گا تو نے مجھے گالی دی اور کوئی کہے گا تم نے مجھ سے مذاق کیا کوئی کہے گا تم نے میری غیبت کرتے ہوئے ایسی بات کہی جو مجھے بری لگتی تھی کوئی کہے گا تم میرے پڑوسی تھے لیکن تم نے مجھے ایذا دی کوئی کہے گا تم نے مجھ سے معاملہ کرتے ہوئے دھوکہ کیا کوئی کہے گا تو نے مجھ سے سودا کیا تو مجھ سے دھوکہ کیا اور مجھ سے اپنے مال کے عیب کو چھپایا کوئی کہے گا تو نے اپنے سامان کا نرخ بتاتے ہوئے جھوٹ بولا کوئی کہے گا تو نے مجھ محتاج دیکھا اور تو مالدار تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا کوئی کہے گا تو نے دیکھا کہ میں مظلوم ہوں اور تو اس ظلم کو دور کرنے پر قادر بھی تھا لیکن تو نے ظالم سے مصالحت کی اور میرا خیال نہ کیا۔

---

(۱) قرآن مجید سورۃ القارعۃ آیت ۶ تا ۱۱

توجب اس وقت تیرا یہ حال ہوگا اور حقداروں نے تیرے بدن میں ناخن گاڑ رکھے ہوں گے اور تیرے گریبان پر مضبوط ہاتھ ڈالا ہوگا اور تاوان کی کثرت کے باعث حیران پریشان ہوگا حتیٰ کہ تو نے اپنی زندگی میں جس سے ایک درہم کا معاملہ کیا ہوگا یا اس کے ساتھ کسی مجلس میں بیٹھا ہوگا تو غیبت یا خیانت یا حقارت کی نظر سے دیکھنے کے اعتبار سے اس کا تجھ پر حق بنتا ہوگا اور تاوان کے معاملے میں کمزور ہوگا اور اپنی گردن اپنے آقا اور مولیٰ کی طرف اس نیت سے اٹھائے گا کہ شاید وہ تجھے ان کے ہاتھ سے چھڑائے کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ کی آواز تیرے کانوں میں پڑے گی ارشاد خداوندی ہے۔

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ۔ (۱)

آج ہر نفس کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا (اور) آج کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

اس وقت ہیبت کے مارے تیرا دل نکل جائے گا اور تجھے اپنی ہلاکت کا یقین ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبانی جو تجھے ڈراتا ہے وہ سب یاد آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ وَاَنْذِرِ النَّاسَ۔ (۲)

اور اللہ تعالیٰ کو ظالموں کے اعمال سے غافل نہ جانو وہ ان کو اس دن تک موخر کرتا ہے جس دن آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی بھاگم بھاگ جا رہے ہوں گے اپنے سر اٹھاتے ہوئے ان کی پلکیں جھپکتی نہیں ہوں گی اور ان کے دل (خوف سے) اڑے جا رہے ہوں گے اور (اے محبوب) لوگوں کو ڈرائیے۔

آج جب تو لوگوں کی عزتوں کے پیچھے پڑتا ہے اور ان کے مال کھاتا ہے تو کس قدر خوش ہوتا ہے لیکن اس دن تجھے کس قدر حسرت ہوگی جب تو عدل کے میدان میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوگا اور خطابِ سیاست تیرے سامنے ہوگی اس وقت تو مفلس فقیر عاجز اور ذلیل ہوگا نہ کسی کا حق ادا کر سکے گا اور نہ ہی کوئی عذر پیش کر سکے گا۔

پھر تیری وہ نیکیاں جن کے لیے تو نے زندگی بھر مشقت برداشت کی تجھ سے لے کر ان لوگوں کو جن کے حقوق تیرے ذمہ ہوں گے، دے دی جائیں گی اور یہ ان کے حقوق کا عوض ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے درمیان مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی درہم یا دینار یا کوئی مال نہ ہو۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ غافر آیت ۱۷

(۲) قرآن مجید، سورۂ ابراہیم آیت ۴۲ تا ۴۴

آپ نے ارشاد فرمایا۔

میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہو گی کسی کا مال کھایا ہو گا، کسی کا خون بہایا ہو گا اور کسی کو مارا ہو گا پس اس (حقدار) کو بھی اس کی کچھ نیکیاں دی جائیں گی اور دوسرے کو بھی، اور اگر نیکیاں ختم ہو جائیں اور اس کے ذمہ جو حقوق ہیں وہ پورے نہ ہوں تو ان لوگوں کے گناہوں میں سے لے کر اس پر ڈالا جائے گا اور پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (۱)

تو دیکھو اس دن تم کس قدر مصیبت میں مبتلا ہو گے کیوں کہ پہلے تو تمہاری نیکیاں ریاکاری اور شیطانی مکر و فریب سے محفوظ نہیں ہوں گی اور اگر طویل مدت کے بعد کوئی ایک نیکی بچ بھی جائے تو اس پر حقدار دوڑیں گے اور اسے لے لیں گے اور شاید تو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور دن کو روزہ رکھنے والا اور رات کو قیام کرنے والا ہو تو تجھے معلوم ہو گا کہ تو دن بھر مسلمانوں کی غیبت کرتا رہا جو تیری تمام نیکیوں کو لے گئی باقی برائیاں مثلاً حرام اور مشتبہ چیزیں کھانا اور عبادات میں کوتاہی کرنا اپنی جگہ ہے اور جس دن سینگوں والے جانور سے بے سینگ جانور کا حق لیا جائے گا تو اس دن حقوق سے چھٹکارا پانے کی امید کیسے رکھ سکتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بکریاں دیکھیں جو لڑ رہی تھیں ! آپ نے فرمایا اے ابوذر (رضی اللہ عنہ) کیا آپ کو معلوم ہے یہ دونوں کیوں لڑتی ہیں ؟ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا آپ نے فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ (۲)

(انسان کو تنبیہ کے طور پر یہ بات فرمائی تاکہ وہ دوسروں کے حقوق غصب نہ کریں نیز عدل خداوندی کا اظہار ہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ۔ (۲)

اور زمین پر چلنے والے چارپائے اور اڑنے والے پرندے تمہاری طرح گروہ ہیں۔

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا) قیامت کے دن تمام مخلوق یعنی چارپائے اور چرند پرند سب جمع ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کا عدل اس حد کو پہنچے گا کہ وہ بے سینگ بکری کا بدلہ سینگ والی سے لے گا پھر فرمائے گا مٹی ہو جا اس وقت کافر کہے گا کاش میں مٹی ہو جاتا۔

تو اے مسکین شخص ! اس دن کیا صورت حال ہو گی جب تو اپنے نامۂ اعمال کو نیکیوں سے خالی دیکھے گا حالاں کہ

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۹۰ مرویات ابوہریرہ (۲) ایضاً

(۲) قرآن مجید، سورہ انعام آیت ۳۸

تو نے ان کے لیے سخت مشقت اٹھائی ہوگی تم کہو گے میری نیکیاں کہاں ہیں؟ تو جواب دیا جائے گا وہ تو ان لوگوں کی طرف منتقل ہو گئیں جن کے حقوق تمہارے ذمہ تھے اور تم دیکھو گے کہ تمہارا نامۂ اعمال برائیوں سے بھرا ہوا ہے کہ ان سے بچنے کے لیے تم نے بہت زیادہ مشقت اٹھائی ہوگی۔ اور ان سے رکنے کے سبب تم نے بہت تکلیف اٹھائی ہوگی تم کہو گے اے میرے رب! میں نے یہ گناہ کبھی نہیں کئے جواب دیا جائے گا یہ ان لوگوں کے گناہ ہیں جن کی تم نے غیبت کی ان کو گالی دی ان سے برائی کا ارادہ کیا، خرید و فروخت کے اعتبار سے پڑوسی ہونے کے ناطے سے، گفتگو، مناظرے مذاکرے اور درس و تدریس کے اعتبار سے یا باقی معاملات میں تو نے ان پر ظلم کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شیطان اس بات سے نا امید ہو گیا کہ اب عرب کی سرزمین پر اس کی پوجا کی جائے لیکن عنقریب وہ اس سے کم اور حقیر باتوں پر تم سے راضی ہوگا اور وہ ہلاکت خیز باتیں ہیں پس جس قدر ممکن ہو ظلم سے بچو کیوں کہ بندہ قیامت کے دن پہاڑوں کی مثل عبادات لائے گا اور اس کے خیال میں وہ اس کو نجات دینے والی ہوں گی لیکن ایک بندہ آکر کہے گا اے میرے رب فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا! اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کی نیکیوں میں سے کچھ مٹا دو اسی طرح لوگ آتے رہیں گے (اور نیکیاں لے جاتے رہیں گے) حتیٰ کہ اس کی کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی اس کی مثال اس طرح ہے جیسے مسافر جنگل میں اتریں اور ان کے پاس لکڑیاں نہ ہوں اب وہ لوگ بکھر جائیں اور لکڑیاں جمع کر کے لائیں اور تھوڑی دیر بھی نہ گزرے کہ وہ بہت بڑی آگ جلا کر اپنا مقصد حاصل کریں (۱)

(یعنی ان لکڑیوں کی طرح دیکھتے ہی دیکھتے یہ نیکیاں بھی چلی جائیں گی۔)

جب یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۔ (۲)	بے شک آپ کا وصال بھی ہوگا اور پر ان لوگوں کو بھی موت آئے گی پھر قیامت کے دن تم لوگ اپنے رب کے پاس جھگڑا کرو گے

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا خاص گناہوں کے ساتھ ہمارے دنیوی جھگڑے بھی دوبارہ ظاہر ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ بھی تمہارے اوپر آئیں گے حتیٰ کہ تم ہر حقدار کا حق ادا کرو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا معاملہ بہت سخت ہے (۳)

---

(۱) مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۸۹ کتاب التوبۃ

(۲) قرآن مجید، سورۂ زمر آیت ۳۰، ۳۱

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۱۶۷ مرویات زبیر بن عوام

تو اس دن کی سختی بہت بڑی ہے جس میں ایک قدم سے بھی درگذر نہ ہوگا حتی کہ ایک تھپڑ اور ایک کلمے کا بدلہ بھی ظالم سے مظلوم کے لیے لیا جائے گا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

يَحْشُرُ اللّٰهُ الْعِبَادَ عُرَاةً غُبْرًا بُهْمًا۔ اللہ تعالیٰ بندوں کو ننگے فقیر اور بغیر مال کے اٹھائے گا۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) بُہم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جس کے پاس کچھ نہ ہو — پھر ان کا رب بلند آواز سے پکارے گا جس کو دُور والے اسی طرح سنیں گے جس طرح قریب والے سنتے ہیں (فرمائے گا) میں بادشاہ ہوں میں بدلہ لینے والا ہوں کوئی جنتی یا جہنمی جس کے ذمہ کسی کا کوئی حق ہو وہ اس وقت تک جنت یا جہنم میں نہیں جا سکتا جب تک میں اس سے بدلہ نہ لے لوں حتی کہ ایک تھپڑ کا بدلہ بھی — ہم نے عرض کیا یہ کیسے ہوگا جب کہ ہم تو ننگے، مُفلس اور بغیر مال کے ہوں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بدلہ نیکیوں اور برائیوں کے ذریعے ہوگا (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے) اے اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو (۱)"

اور بندوں کے حقوق غصب کرنا ان کے مال لینے، ان کی عزتوں کے درپے ہونے ان کے دلوں کو تنگ کرنے اور ان سے بداخلاقی کا مظاہرہ کرنے کی صورت میں ہوتا ہے (ان سے بچو) کیوں کہ جن گناہوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہے ان کی بخشش جلد ہو جائے گی — اور جس شخص کے ذمہ کئی لوگوں کے حقوق ہوں اور اس نے ان سے توبہ کی ہو لیکن حقدار لوگوں سے معاف کرانا مشکل ہو تو زیادہ سے زیادہ نیک کام کرے تاکہ قیامت کے دن کام آئیں اور بعض نیکیاں خاص اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان چھپا کر پورے اخلاص کے ساتھ کرے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مطلع نہ ہو سکتا ہے یہی نیکیاں اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں اور اس کے ذریعے اس لطف خداوندی کو حاصل کر سکے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن دوستوں کے لیے حقداروں کے حقوق کو دور کرنے کی صورت میں رکھا ہے جس طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آپ تشریف فرما تھے کہ ہم نے دیکھا آپ ہنس رہے ہیں حتی کہ آپ کے دانت مبارک نظر آنے لگے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہنسنے کی وجہ کیا ہے! آپ نے فرمایا میری امت میں سے دو آدمی اللہ تعالیٰ کے سامنے دو زانو ہوئے ان میں سے ایک نے کہا اے میرے رب! میرے اس ساتھی سے میرا حق دلا دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے بھائی کا حق ادا کرو اس نے کہا اے میرے رب! میری نیکیوں میں سے کچھ بھی نہیں بچا اللہ تعالیٰ نے طلب کرنے والے سے فرمایا اب تم کیا کرو گے اس کے پاس تو کوئی نیکی نہیں بچی اس نے کہا یا اللہ! یہ شخص میرے گناہوں میں سے کچھ اپنے اوپر لے لے۔

---

(۱) کنز العمال جلد ۱۴ ص ۴۳۶، ۴۶۵ حدیث ۳۸۹۵۳

راوی کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں میں آنسو آگئے پھر فرمایا یہ بہت بڑا دن ہے جس دن آدمی اس بات کا محتاج ہوگا کہ کوئی شخص اس کے گناہ اٹھالے ــــ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مطالبہ کرنے والے سے فرمایا اپنے سر اٹھاؤ اور جنت میں دیکھو اس نے جنت کی طرف دیکھا اور عرض کیا مجھے چاندی کے بلند شہر اور سونے کے محلات جن میں موتی جڑے ہوئے ہیں، نظر آتے ہیں یہ کس نبی کے لیے ہیں؟ یا کس صدیق یا شہید کے لیے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو اس کی قیمت ادا کرے اس نے عرض کیا یا اللہ! اس کی قیمت کون ادا کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو دے سکتا ہے اس نے کہا کیا قیمت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اپنے بھائی کو معاف کر دے اس نے عرض کیا اے میرے رب! میں نے اس کو معاف کر دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں لے جاؤ ــــ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے لوگو!) اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں کے درمیان صلح کراتا ہے(۱)

یہ اس بات سے آگاہی ہے کہ یہ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اپنانے سے حاصل ہوتا ہے اور وہ باہم صلح رکھنا اور دوسرے اخلاق کو اپنانا ہے۔

تو اب تم اپنے نفس کے بارے میں سوچو اگر تمہارا نامۂ اعمال لوگوں کے حقوق سے خالی ہوگا یا اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے تمہیں معاف کر دے گا اور تجھے ابدی سعادت کا یقین ہو جائے گا تو تُو فیصلے کی جگہ سے کس قدر خوش خوش واپس ہوگا تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف رضا کا لباس ملے گا اور ایسی سعادت کے ساتھ واپس آئے گا جس کے بعد شقاوت نہیں اور ایسی نعمتیں حاصل ہوں گی جن کے گرد فنا نہیں ہوگی اس وقت خوشی سے تمہارا دل پرواز کرنے لگے گا نیز تیرا چہرہ روشن اور چمکدار ہو جائے گا اور اس طرح چمکے گا جس طرح چودہویں رات کا چاند چمکتا ہے تو سوچ تُو لوگوں کے درمیان کس طرح سر اُٹھائے چلے گا تیری پیٹھ پر کوئی بوجھ نہیں ہوگا نسیم راحت کی تازگی اور رضا کی ٹھنڈک تیری پیشانی پر چمکتی ہو گی پہلے اور پچھلے لوگ تجھے اور تیرے حال کو دیکھ رہے ہوں گے نیز تیرے حُسن و جمال پر رشک کریں گے فرشتے تیرے آگے اور پیچھے چلیں گے اور لوگوں کے سامنے اعلان کریں گے کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوا اور اس کو راضی کیا اس نے ایسی سعادت حاصل کی ہے جو کبھی بدبختی میں تبدیل نہیں ہوگی ــــ

تمہارا کیا خیال ہے دنیا میں ریاکاری منافقت اور بناوٹ کے ذریعے تُو لوگوں کے دلوں میں اپنا مقام بناتا ہے یہ منصب اس سے بڑا نہیں اگر تو جانتا ہے کہ یہ رتبہ دنیوی رتبے سے بہتر ہے بلکہ اُس کو اس سے کوئی نسبت نہیں تو صاف ستھرے اخلاص کے ذریعے اس مقام کو حاصل کرنے کی کوشش کر۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملے میں سچی نیت اختیار کر کیوں کہ اس کے بغیر یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔

---

(۱) المستدرک للحاکم جلد ۴ ص ۷۶ کتاب الاھوال

اور اگر دوسری صورت ہوتی (اللہ تعالیٰ کی پناہ) کہ تمہارے نامۂ اعمال میں ایسے جرائم ہوں جن کو تم معمولی سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ بہت بڑے ہیں اور ان کے باعث تجھ پر غصہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے برے بندے تو میری رحمت سے دُور ہے میں تیری عبادت کو قبول نہیں کرتا — اور یہ آواز سنتے ہی تیرا چہرہ سیاہ ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے فرشتے بھی تجھ پر غضب ناک ہوں گے اور کہیں گے تجھ پر ہماری اور تمام مخلوق کی لعنت ہو اس وقت اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے دوزخ کے فرشتے بھی غضب ناک ہو کر تجھ پر جھپٹ پڑیں گے اور اپنے غصے اور سختی نیز ناپسندیدہ صورتوں کے باوجود تیری طرف بڑھیں گے اور تیری پیشانی پکڑ کر لوگوں کے سامنے تجھے منہ کے بل گھسیٹیں گے لوگ تیرے چہرے کی سیاہی اور ذلت کے ظاہر ہونے کو دیکھیں گے اور تو تباہی اور خرابی پکار رہا ہو گا وہ کہیں گے آج ایک تباہی کو نہ پکارو بلکہ بہت سی تباہیوں اور ہلاکتوں کو پکارو اور فرشتے آواز دیتے ہوئے کہیں گے یہ فلاں کا بیٹا فلاں ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی ذلت و رسوائی کو ظاہر کیا اور اس کے برے اعمال کی وجہ سے اس پر لعنت بھیجی ہے یہ اس قدر شقاوت کا مستحق ہوا کہ کبھی بھی سعادت سے بہرہ ور نہیں ہوگا۔

اور ہو سکتا ہے یہ خرابی ایسے گناہ کی وجہ سے ہو جو تو نے لوگوں سے چھپ کر کیا یا ان کے دلوں میں اپنا مقام بنانے کے لیے کیا یا ان کے سامنے ذلیل ہونے سے بچنے کے لیے کیا تو کتنا بڑا جاہل ہے کہ ختم ہونے والی دنیا میں بندگانِ خدا کے ایک چھوٹے سے گروہ کے سامنے ذلیل ہونے سے بچتا ہے لیکن بہت بڑی جماعت کے سامنے بہت بڑی ذلت سے نہیں ڈرتا یہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کا دردناک عذاب بھی ہے نیز دوزخ کے فرشتوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر جہنم کی طرف جانا ہو گا۔

تو تمہارے یہ احوال ہیں لیکن تجھے اس سے بھی بڑے خطرے کا شعور نہیں اور وہ پُل صراط ہے۔

فصل ۹

پُل صراط کا ذکر

پھر ان ہولناک مناظر کے بعد اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں غور کر فرمایا۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَى جَهَنَّمَ وِرْدًا۔ (۱)	جس دن ہم متقی لوگوں کو رحمٰن کی طرف اکٹھا کریں گے (معزز مہمان بنا کر) اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانک کر لائیں گے۔

(۱) قرآن مجید، سورہ مریم آیت ۸۵، ۸۶

اور ارشاد خداوندی ہے۔

فَاهْدُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ۔ پس ان کو جہنم کے راستے کی طرف لے جاؤ اور ان کو ٹھہراؤ ان سے پوچھا جائے گا۔

ان ہولناک مناظر کے بعد لوگوں کو پل صراط کی طرف لے جایا جائے گا اور وہ جہنم کے اوپر بنایا ہوا ایک پل ہے جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے پس جو شخص اس دنیا میں صراط مستقیم پر قائم رہا وہ آخرت کے پل صراط پر ہلکا ہوگا اور نجات پائے گا اور جو دنیا میں استقامت سے ہٹ گیا گناہوں کی وجہ سے اس کی پیٹھ بھاری ہوئی اور اس نے نافرمانی کی تو وہ پہلے قدم پر ہی پل صراط سے پھسل کر گر جائے گا۔

تو اس وقت سوچ تیرا دل کس قدر گھبرائے گا جب تو پل صراط اور اس کی باریکی کو دیکھے گا پھر اس کے نیچے جہنم کی سیاہی پر تیری نگاہ پڑے گی اس کے نیچے آگ کی چیخ اور غصے میں آنا سنے گا اور کمزور حالت کے باوجود تجھے پل صراط پر چلنا ہوگا چاہے تیرا دل مضطرب ہو، قدم پھسل رہے ہوں اور پیٹھ پر اس قدر بوجھ ہو جو زمین پر چلنے سے رکاوٹ ہے پل صراط کی باریکی پر چلنا تو ایک طرف رہا۔ اس وقت کیا حالت ہوگی جب تو اپنا ایک پاؤں اس پل پر رکھے گا اور اس کی تیزی کو محسوس کرے گا لیکن دوسرا قدم اٹھانے پر مجبور ہوگا اور تیرے سامنے لوگ پھسل پھسل کر گر رہے ہوں گے اور جہنم کے فرشتے ان کو کانٹوں اور مڑے ہوئے سرے والے لوہے سے پکڑ رہے ہوں گے اور تو ان کی طرف دیکھ رہا ہوگا کہ وہ کس طرح سر نیچے اور پاؤں اوپر کو کئے ہوئے جہنم میں جائیں گے تو کس قدر خوفناک منظر ہوگا سخت مقام پر چڑھائی اور تنگ راستے سے گزرنا ہوگا۔

تو اپنی حالت کے بارے میں سوچ کر تو جب تو اس پر چلے گا اور چڑھے گا اور بوجھ کی وجہ تیری پیٹھ بھاری ہوگی تو دائیں بائیں لوگوں کو دیکھے گا اور وہ جہنم میں گر رہے ہوں گے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پکار رہے ہوں گے اے میرے رب! بچالے اے میرے رب! بچالے۔

تباہی اور خرابی کی پکار جہنم کی گہرائی سے تیری طرف آئے گی کیوں کہ بے شمار لوگ پل صراط سے پھسل جائیں گے اگر تیرا قدم بھی پھسل گیا تو کیا ہوگا۔ اس وقت ندامت بھی کوئی فائدہ نہ دے اور تو بھی ہائے خرابی ہائے ہلاکت پکارے اور یوں کہے کہ میں اسی دن سے ڈرتا تھا کاش میں اپنی (اخروی) زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجتا ہائے افسوس! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر چلتا ہائے مجھ پر افسوس میں فلاں کو دوست نہ بناتا کاش میں مٹی ہو جاتا کاش میں بھولا بسرا ہو جاتا کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔

---

(۱) قرآن مجید سورۃ الصافات آیت ۲۳، ۲۴

اس وقت آگ کے شعلے تجھے اُچک لیں گے (معاذ اللہ) اور ایک منادی اعلان کرے گا۔

اِخْسَئُوْا فِیْھَا وَلَا تُکَلِّمُوْنَ۔ (۱) اس جہنم میں پھٹکار کے ساتھ رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔

اب چیخنے چلانے، رونے، فریاد کرنے اور مدد مانگنے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہوگا تو اس وقت تو اپنی عقل کو کس طرح دیکھتا ہے جب کہ یہ تمام خطرات تیرے سامنے ہیں۔ اگر تیرا ان باتوں پر عقیدہ نہیں تو معلوم ہوا کہ تو دیر تک کفار کے ساتھ جہنم میں رہنا چاہتا ہے اور اگر تو ایمان رکھتا ہے لیکن غفلت کا شکار ہے اور اس کے لیے تیاری میں سستی کا مظاہرہ کرتا ہے تو تیرا نقصان اور سرکشی کتنی بڑی ہے۔

ایسے ایمان کا تجھے کیا فائدہ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس کی نافرمانی چھوڑنے کے ذریعے تجھے اس کی رضا جوئی کی خاطر کوشش کی ترغیب نہیں دیتا اگر بالفرض تمہارے سامنے پل صراط سے گزرنے کے خوف سے پیدا ہونے والی دل کی دہشت کے سوا کچھ نہ ہوا اگرچہ تو سلامتی کے ساتھ ہی گزر جائے تو یہ ہولناکی خوف اور رعب کیا کم ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

پل صراط دوزخ کے درمیان میں قائم کیا جائے گا اور رسولوں میں سے اپنی امت کے ساتھ سب سے پہلے میں گزروں گا اس دن صرف رسول ہی کلام کریں گے اور ان کی پکار یہی ہوگی "اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ یا اللہ (بچا لے ـــــ اور جہنم میں کانٹے ہوں گے جو سعدان درخت کے کانٹوں کی طرح ہوں گے کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں) آپ نے فرمایا وہ سعدان کے کانٹے کی طرح ہوں گے لیکن وہ کتنے بڑے ہوں گے یہ بات اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اُچک لیں گے ان میں سے بعض اپنے عمل کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے اور بعض رائی کے دانے جیسے ہو جائیں گے پھر نجات پائیں گے (۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ جہنم کے پل پر گزریں گے اور اس پر دائیں بائیں کانٹے اور مڑے ہوئے مونہہ والے لوہے ہوں گے نیز اس کی دونوں جانب فرشتے ہوں گے جو پکاریں گے۔

یا اللہ! سلامتی سے گزار دے یا اللہ! سلامتی سے گزار دے۔ پس بعض لوگ بجلی کی چمک کی طرح گزر جائیں گے بعض ہوا کی طرح گزریں گے بعض دوڑنے والے گھوڑے کی طرح، کچھ دوڑ رہے ہوں گے کچھ عام چال سے چل رہے ہوں گے بعض گھٹنوں کے بل چلیں گے اور بعض سرین کے بل گھسیٹے ہو جائیں گے اور دوزخ والے جو اس میں رہیں گے وہ نہ مریں گے اور نہ ہی زندہ ہوں گے اور جن لوگوں کو گناہوں اور خطاؤں کی وجہ سے پکڑا جائے گا وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے پھر شفاعت کی

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ مومنون آیت ۱۰۸

(۲) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۷۲، ۹۷۲، کتاب الرقاق

اجازت دی جائے گی (۱) آخر تک حدیث ذکر کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ پہلوں اور پچھلوں کو ایک معلوم دن میں ایک مقام پر چالیس سال جمع کرے گا ان کی آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوں گی اور وہ فیصلے کے منتظر ہوں گے ——— انہوں نے حدیث بیان کرتے ہوئے مومنوں کے سجدہ کرنے کا ذکر کیا اور فرمایا۔

پھر اللہ تعالیٰ مومنوں سے فرمائے گا اپنے سروں کو اٹھاؤ وہ اپنے سر اٹھائیں گے تو ان کو ان کے اعمال کے مطابق نور عطا فرمائے گا ان میں سے بعض کو بہت بڑے پہاڑ کی مثل نور دیا جائے گا جو ان کے آگے دور ہوگا بعض کو اس سے کم نور ملے گا کچھ کو کھجور کے درخت جتنا نور ملے گا اور بعض کو اس سے کم ملے گا حتیٰ کہ ان میں سے آخری شخص کو پاؤں کے انگوٹھے جتنا نور دیا جائے گا وہ کبھی چمکے گا اور کبھی بجھ جائے گا جب وہ چمکے گا تو یہ قدم بڑھا کر چلے گا اور جب اندھیرا ہو جائے گا تو کھڑا ہو گا ——— اس کے بعد انہوں نے ہر ایک کے نور کے مطابق پل صراط سے گزرنے کا ذکر کیا کچھ لوگ آنکھ جھپکنے کی مقدار میں گزریں گے بعض بجلی کی چمک کی مقدار میں گزریں گے بعض بادل کی مثل گزریں گے بعض ستاروں کے ٹوٹنے کی طرح گزریں گے کچھ لوگ گھوڑے کے دوڑنے کی مثل گزریں گے بعض لوگ آدمی کے دوڑنے کی طرح گزریں گے حتیٰ کہ جس کو پاؤں کے انگوٹھے کی مثل نور دیا جائے گا وہ چہرے ہاتھوں اور پاؤں کے بل گزرے گا۔

ایک ہاتھ بڑھائے گا تو دوسرا اٹک کر رہ جائے گا ایک پاؤں اٹکے گا تو دوسرے کو کھینچے گا۔ اور اس کے پہلوؤں تک آگ پہنچ جائے گی ——— فرمایا۔

وہ اسی طرح رہے گا حتیٰ کہ نجات پائے جب وہ نجات پائے گا تو وہاں ہی کھڑا رہے گا پھر کہے گا اللہ تعالیٰ کے لیے تعریف ہے اور اس کا شکر ہے کہ اس نے مجھے وہ کچھ عطا کیا جو کسی کو نہیں دیا کہ میں نے اس کو دیکھا پھر اس نے مجھے نجات عطا کی۔ چنانچہ اسے جنت کے دروازے کے پاس ایک کنویں پر لے جا کر غسل دیا جائے گا۔ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

اَلصِّرَاطُ كَحَدِّ السَّيْفِ اَوْ كَحَدِّ الشَّعْرَةِ	پل صراط تلوار کی طرح تیز ہے یا فرمایا چھری کی طرح تیز ہے
وَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُنَجُّوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	اور فرشتے مومن مردوں اور عورتوں کو بچالیں گے اور حضرت
وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ	جبریل علیہ السلام میری کمر پکڑے ہوں گے اور میں کہوں گا
لَآخِذٌ بِحُجْزَتِيْ وَاِنِّيْ لَاَقُوْلُ يَارَبِّ سَلِّمْ	"یَارَبِّ سَلِّمْ یَارَبِّ سَلِّمْ" اے میرے رب اسلامتی

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۲۶ مرویات ابوسعید

(۲) الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۳۹۱ تا ۳۹۵ کتاب البعث

سَلِّمْ فَالزَّالُّوْنَ وَالزَّالَّاتُ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ۔ (۱) سے گزار دے۔ اس دن پھسلنے والے مرد اور پھسلنے والی عورتیں زیادہ ہوں گی۔

تو یہ پل صراط کے مصائب اور ہولناکیاں ہیں اس میں بہت زیادہ فکر کرو یوم قیامت کے ہولناک حالات میں وہی شخص زیادہ محفوظ ہوگا جو دنیا میں اس کا فکر زیادہ کرے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ ایک بندے پر دو خوف جمع نہیں کرتا پس جو آدمی دنیا میں ان خوفوں سے ڈرا وہ آخرت کے دن ان سے محفوظ رہے گا۔ اور خوف سے ہماری مراد عورتوں کی طرح کا خوف نہیں ہے سنتے وقت دل نرم ہو جائے اور آنسو جاری ہو پھر جلدی ہی بھول جاؤ اور اپنے کھیل کود میں مشغول ہو جاؤ اس بات کا خوف سے کوئی تعلق نہیں بلکہ جو آدمی کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بھاگتا ہے اور جو شخص کسی چیز کی امید رکھتا ہے اسے طلب کرتا ہے پس تجھے وہی خوف نجات دے گا جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکے اور اس کی اطاعت پر آمادہ کرے۔ عورتوں کے دل نرم ہونے سے بھی بڑھ کر بے وقوفوں کا خوف ہے جب وہ ہولناک مناظر کے بارے میں سنتے ہیں تو فوراً ان کی زبان پر استعاذہ جاری ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں میں اللہ تعالیٰ کی مدد چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ یا اللہ! مجھے بچا لینا، بچا لینا۔ اس کے باوجود وہ گناہوں پر ڈٹے رہتے ہیں جو ان کی ہلاکت کا باعث ہیں شیطان ان کے پناہ مانگنے پر ہنستا ہے جس طرح وہ اُس آدمی پر ہنستا ہے جس کو صحرا میں کوئی درندہ پھاڑنا چاہے اور اس کے پیچھے ایک قلعہ ہو جب وہ دور سے درندے کی داڑھوں اور اس کے حملے کو دیکھے تو زبان سے کہے میں اس مضبوط قلعے میں پناہ لیتا ہوں اور اس کی مضبوط دیواروں اور سخت عمارت کی مدد چاہتا ہوں وہ اپنی جگہ بیٹھے ہوئے زبان سے یہ کلمات کہتا ہے تو یہ بات کس طرح اسے درندے سے بچائے گی؟

تو آخرت کا بھی یہی حال ہے اس کا قلعہ صرف سچے دل سے "لا الٰہ الا اللہ" کہنا ہے اور سچائی کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کا مقصود صرف اللہ تعالیٰ ہو اس کے علاوہ کوئی مقصود و معبود نہ ہو اور جو شخص اپنی خواہش کو معبود بنا لیتا ہے وہ توحید میں سچائی سے دُور ہوتا ہے اور اس کا معاملہ خود خطرناک ہے۔

اگر تم ان باتوں سے عاجز ہو تو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے بن جاؤ آپ کی سنت کی تعظیم کے حریص ہو جاؤ صلحائے امت کے دلوں کی رعایت کا شوق رکھنے والے ہو جاؤ اور ان کی دعاؤں سے برکت حاصل کرو ممکن ہے تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان نیک لوگوں کی شفاعت سے حصہ ملے اور اس وجہ سے نجات پاؤ اگرچہ تمہاری پونجی کم ہو۔

---

(۱) شعب الایمان جلد اول ص ۳۳۱ حدیث ۳۶۶

فصل ۱۰

شفاعت کا ذکر

جان لو کہ جب کچھ مومنوں پر جنت میں داخل ہونا واجب ہو جائے گا تو اللہ اپنے فضل و کرم سے ان کے حق میں انبیاء کرام اور صدیقین کی شفاعت قبول کرے گا بلکہ علماء اور صالحین کی شفاعت بھی۔

جس شخص کو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام حاصل ہے اور اس کا معاملہ اچھا ہے وہ اپنے گھر والوں، رشتہ داروں، دوستوں اور جان پہچان والوں کی شفاعت کرے گا تو تمہیں اس بات کا حریص ہونا چاہیے کہ ان لوگوں کے ہاں رتبۂ شفاعت حاصل کرو اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو حقیر نہ جانو کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ولایت کو لوگوں میں چھپا رکھا ہے ہو سکتا ہے جو شخص تمہاری نگاہ میں معمولی ہو وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو اور کسی گناہ کو معمولی نہ جانو کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب کو گناہوں میں چھپا رکھا ہے ہو سکتا ہے اسی گناہ میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی پوشیدہ ہو، اور کسی عبادت کو معمولی نہ جانو کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کو اپنی اطاعت میں پوشیدہ رکھا ہے ہو سکتا ہے اسی عبادت و اطاعت میں اس کی رضا پوشیدہ ہو، اگرچہ اچھی بات یا لقمہ یا اچھی نیت اور اس جیسی کوئی بات ہی کیوں نہ ہو۔

شفاعت پر قرآن مجید کی بے شمار آیات اور احادیث مبارکہ شاہد ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔ (۱)

عنقریب آپ کا رب آپ کو اس قدر عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کے قول پر مشتمل یہ قرآنی آیت پڑھی۔

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ (۲)

اے میرے رب! ان (بتوں نے) بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا پس جو میرے راستے پر چلا وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی پس بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ۔ (۳)

اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ والضحیٰ آیت ۵

(۲) قرآن مجید، سورۃ ابراہیم آیت ۳۶

(۳) قرآن مجید، سورۃ مائدہ آیت ۱۱۸

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اُٹھا کر یوں فرمایا اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ ، (یا اللہ! میری امت کو بخش دے یا اللہ! میری امت کو بخش دے) پھر آپ رو پڑے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے روتے کا سبب پوچھو حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور رونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے وجہ بتائی (کہ امت کے لیے رو رہا ہوں) حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور کہو کہ عنقریب ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کریں گے اور ناراض نہیں کریں۔ (۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَھُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تُحَلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَتُرَابُھَا طَھُوْرًا فَاَیُّمَا رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِیْ اَدْرَکَتْہُ الصَّلٰوۃُ فَلْیُصَلِّ وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ وَکُلُّ نَبِیٍّ بُعِثَ اِلٰی قَوْمِہٖ خَاصَّۃً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً۔ (۲)

مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں ایک مہینے کی مسافت سے رُعب کے ذریعے میری مدد کی گئی میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا حالانکہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا۔ میرے لیے (تمام) زمین کو سجدہ گاہ اور مٹی کو پاک قرار دیا گیا میرے جس امتی کو جہاں موقع ملے نماز پڑھ لے مجھے شفاعت کا منصب عطا کیا گیا اور ہر نبی کو ایک خاص قوم کی طرف بھیجا گیا لیکن عام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَخَطِیْبَھُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِھِمْ مِنْ غَیْرِ فَخْرٍ۔ (۳)

جب قیامت کا دن ہوگا تو میں تمام نبیوں کا امام و خطیب اور ان کے لیے شفاعت کا دروازہ کھولنے والا ہوں گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ عَنْہُ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ

میں اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں لیکن مجھے اس پر فخر نہیں میں وہ ہوں جس کے لیے سب سے پہلے قبر کھلے گی میں

---

(۱) صحیح مسلم جلد اول ص ۱۱۳ کتاب الایمان

(۲) صحیح مسلم جلد اوّل ص ۱۹۹ کتاب المساجد

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۱۳۷ مرویات طفیل بن ابی بن کعب

مُشَفَّعٍ بِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ تَحْتَهُ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهُ۔

(۱)

سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سب لوگ ہوں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَأُرِيْدُ اَنْ اَخْتَبِيَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِاُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(۲)

ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے چھپا کر رکھوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(قیامت کے دن) انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے سونے کے منبر بچھائے جائیں گے پس وہ ان پر بیٹھیں گے اور میرا منبر باقی رہ جائے گا میں اس پر نہیں بیٹھوں گا بلکہ اپنے رب کے سامنے کھڑا رہوں گا مجھے یہ خوف لاحق ہوگا کہیں ایسا نہ ہو کہ میں جنت میں چلا جاؤں اور میری امت پیچھے رہ جائے میں کہوں گا یا اللہ! میری امت! اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیا چاہتے ہیں میں آپ کی امت سے کیا سلوک کروں! میں کہوں گا اے میرے رب! ان کا حساب جلد از جلد کر دے تو میں مسلسل شفاعت کروں گا حتیٰ کہ مجھے ان لوگوں کے لیے جنت کا اجازت نامہ مل جائے گا جن کو جہنم کی طرف بھیج دیا گیا ہوگا اور یہی کہ جہنم کا فرشتہ حضرت مالک علیہ السلام کہیں گے اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم جہنم کی آگ نے آپ کی امت کے لیے آپ کے رب کے غضب کا کچھ نہیں چھوڑا (۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنِّي لَاَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِاَكْثَرَ مِمَّا عَلَى وَجْهِ الْاَرْضِ مِنْ حَجَرٍ وَّ مَدَرٍ۔

(۴)

بے شک میں قیامت کے دن زمین پر پڑے ہوئے پتھروں اور ڈھیلوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کے لیے شفاعت کروں گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت (بکری کا) بازو پیش کیا گیا اور وہ آپ کو پسند تھا۔

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۲ مرویات ابو سعید خدری

(۲) صحیح مسلم جلد اول ص ۱۱۳ کتاب الایمان

(۳) مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۳۸۰ کتاب البعث

(۴) // // // ۳۷۹ //

آپ اس سے گوشت نوچنے لگے پھر فرمایا میں قیامت کے دن تمام رسولوں کا سردار ہوں گا اور تم جانتے ہو کر اس کی کیا وجہ ہے؟ (اس کی وجہ یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ پہلوں اور پچھلوں سب کو ایک میدان میں جمع کرے گا اور ان کو پکارنے والے کی آواز سنائے گا اور ان کو نظروں کے سامنے رکھے گا اور سورج قریب ہو گا۔ لوگوں پر ان کی طاقت سے غم اور پریشانی ہو گی پس لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہاری کیا حالت ہو گئی ہے کیا تم کسی ایسی ذات کو تلاش نہیں کرتے جو تمہارے رب کے ہاں تمہاری شفاعت کرے تو وہ ایک دوسرے سے کہیں گے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جاؤ چنانچہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور آپ میں اپنی رُوح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کیجئے؛ آپ نہیں دیکھتے ہم کس مصیبت میں ہیں کیا آپ نہیں دیکھتے ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں حضرت آدم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے آج میرے رب نے اس قدر غضب فرمایا کہ اس کی طرح اس سے پہلے نہیں فرمایا اور نہ اس کے بعد ایسا غضب فرمائے گا اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت (کے قریب جانے) سے منع فرمایا تھا تو مجھ سے لغزش ہوئی مجھے اپنے آپ کی پڑی ہوئی ہے تم میرے علاوہ کسی کے پاس جاؤ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ چنانچہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے نوح علیہ السلام آپ زمین پر آنے والے سب سے پہلے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شکر گزار بندہ رکھا ہے اپنے رب کے ہاں ہماری سفارش کردیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں! وہ فرمائیں گے آج میرے رب نے اس قدر غضب فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی فرمایا نہ اس کے بعد ہو گا میں نے اپنی قوم کے خلاف بد دعا کی آج مجھے اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔

چنانچہ سب لوگ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور اہل زمین میں سے اس کے خلیل ہیں ہماری شفاعت فرمائیں دیکھیں تو سہی ہم کس پریشان کن حالت میں ہیں اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا آج میرے رب نے جس قدر غضب فرمایا نہ اس سے پہلے ایسا غضب فرمایا اور نہ ہی اس کے بعد فرمائے گا۔ میں نے تین باتیں ظاہر کے خلاف کہیں (اگرچہ سچ بولا) آپ ان کا ذکر کریں گے اور فرمائیں گے مجھے اپنے نفس کی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ چنانچہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ علیہ السلام آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت اور شرفِ ہمکلامی کے ذریعے لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے اپنے رب کے ہاں ہماری سفارش فرمائیں کیا آپ نہیں دیکھتے ہم کس حالت میں ہیں وہ فرمائیں گے میرا رب آج جس قدر غضبناک ہے نہ اس سے پہلے ایسا غضب فرمایا اور نہ ہی اس کے بعد فرمائے گا میں نے ایک شخص کو قتل کیا حالانکہ مجھے اس کے قتل کا حکم نہیں ہوا تھا مجھے اپنی فکر ہے کسی اور کے پاس جاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ چنانچہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے عیسیٰ علیہ السلام! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو حضرت مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا اور اللہ تعالیٰ کی رُوح ہیں اور آپ نے پنگھوڑے میں لوگوں سے کلام کیا ہماری شفاعت کیجئے آپ نہیں دیکھتے ہم کس قدر

پریشانی میں ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے بے شک میرے رب نے آج اس قدر غضب فرمایا کہ نہ اس سے پہلے اس قدر غضبناک ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا آپ اپنی کسی خطا کا ذکر نہیں کریں گے (فرمائیں گے) میرے علاوہ کسی کے پاس جاؤ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) چنانچہ لوگ میرے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر پہلی اور پچھلی خلاف اولیٰ بات سے محفوظ رکھا ہماری شفاعت فرمائیں کیا آپ نہیں دیکھتے ہم کس پریشانی میں ہیں (آپ نے فرمایا) پس میں عرش کے نیچے آؤں گا اور اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا پھر اللہ تعالیٰ اپنی حمد و ثناء میں سے میرے لیے وہ چیز کھول دے گا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے نہیں کھولی پھر کہا جائے گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر مبارک اٹھائیں اور مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا نیز شفاعت فرمائیں قبول کی جائے گی چنانچہ میں اپنا سر انور اٹھاؤں گا اور کہوں گا یا اللہ! میری امت کو بخش دے یا اللہ! میری امت کو بخش دے پس کہا جائے گا اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب نہیں جنت کے داہنے دروازے سے داخل کردیں اور باقی دروازوں میں وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ شریک ہوں گے —— پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جنت کے (دروازے کے) دو کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ مکرمہ اور حمیر (مقام) کے درمیان یا مکہ مکرمہ اور بُصریٰ کے درمیان ہے (۱)

ایک دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون ہے لیکن اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خطاؤں کا بھی ذکر ہے اور وہ ستاروں کے بارے میں آپ کا قول ہے کہ یہ میرا رب ہے اور ان لوگوں کے معبودوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کے بڑے نے یہ کام کیا ہے اور یہ فرمایا کہ میں بیمار ہوں —— (یاد رہے کہ آپ نے جو کچھ فرمایا اس کا ظاہر جھوٹ نظر آتا ہے لیکن درحقیقت وہ جھوٹ نہیں ہے ۱۲ ہزاروی)

تو یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہے اور آپ کی امت کے علماء و صلحاء انفرادی طور پر بھی شفاعت کریں گے حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِيْ أَكْثَرُ مِنْ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ۔ (۲)	میری امت کے ایک آدمی کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ اور مضر کی تعداد سے زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) صحیح مسلم جلد اول ص ۱۱۱ کتاب الایمان

(۲) المستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۴۰۸ کتاب معرفۃ الصحابۃ

يُنَادَى لِلرَّجُلِ قُمْ يَا فُلَانُ فَاشْفَعْ فَيَقُومُ الرَّجُلُ فَيَشْفَعُ لِلْقَبِيلَةِ وَلِاَهْلِ الْبَيْتِ وَلِلرَّجُلِ وَالرَّجُلَيْنِ عَلَى قَدْرِ عَمَلِهِ (۱)

ایک آدمی سے کہا جائے گا اُٹھ اے فلاں اور شفاعت کر پس ایک شخص اُٹھ کر اپنے قبیلے، گھر والوں اور ایک مرد اور دو مردوں کے لیے اپنے عمل کے مطابق شفاعت کرے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اہل جنت میں سے ایک شخص جہنم والوں کی طرف جھانکے گا تو ایک جہنمی اسے آواز دے کر کہے گا اے فلاں! مجھے پہچانتے ہو؟ وہ کہے نہیں اللہ کی قسم میں تجھے نہیں پہچانتا تو کون ہے؟ وہ کہے گا میں وہ شخص ہوں کہ دنیا میں تم میرے پاس سے گزرے اور تم نے مجھ سے پانی مانگا تو میں نے تمہیں پانی پلایا وہ کہے گا میں نے پہچان لیا وہ کہے گا اپنے رب کے ہاں میری سفارش کر دو پس وہ اللہ تعالیٰ سے ذکر کرتے ہوئے عرض کرے گا کہ میں نے جہنم والوں کو جھانک کر دیکھا تو ان میں سے ایک آدمی نے مجھ سے پوچھا کیا مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں تو کون ہے؟ اس نے کہا میں وہ ہوں کہ تم نے دنیا میں مجھ سے پانی مانگا میں تو میں نے تجھے پانی پلایا پس تم نے اپنے رب کے ہاں میری شفاعت کر پس اللہ تعالیٰ اس کے حق میں اس شخص کی شفاعت قبول کرے گا اور اس کو حکم ہوگا چنانچہ وہ دوزخ سے باہر نکل آئے گا۔ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَاَنَا خَطِيْبُهُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا يَئِسُوْا لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ وَاَنَا اَكْرَمُ وَلَدِ آدَمَ عَلَى رَبِّيْ وَلَا فَخْرَ (۳)

جب لوگ اٹھائے جائیں گے تو (قبر سے) سب سے پہلے میں نکلوں گا اور جب وہ وفد بن کر آئیں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا اور میں ان کو خوشخبری دینے والا ہوں گا جب وہ ناامید ہو جائیں گے اس دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اپنے رب کے ہاں تمام اولاد آدم سے زیادہ معزز ہوں گا اور اس پر میں فخر نہیں کرتا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنِّيْ اَقُوْمُ بَيْنَ يَدَيْ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ فَاُكْسٰى

میں اپنے رب عزوجل کے سامنے کھڑا ہوں گا اور بہشت

(۱) جامع ترمذی ص ۳۵۱، ابواب القیامۃ
(۲) الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۶۹، کتاب الصدقات
(۳) جامع ترمذی ص ۵۱۹، کتاب المناقب

حُلَّةً مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ لَيْسَ اَحَدٌ مِنَ الْخَلَائِقِ يَقُوْمُ ذٰلِكَ الْمَقَامَ غَيْرِيْ۔ (۱)

کے حلّوں میں سے ایک لباس پہنوں گا پھر عرش کے داہنے طرف کھڑا ہوں گا اس جگہ میرے علاوہ مخلوق میں سے کوئی بھی کھڑا نہیں ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کرام بیٹھے آپ کا انتظار کر رہے تھے آپ باہر تشریف لائے جب ان کے قریب پہنچے تو وہ باہم گفتگو کر رہے تھے آپ نے ان کی گفتگو سنی ان میں سے کسی نے کہا تعجب کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے خلیل بنایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا دوسرے نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام سے بھی کوئی تعجب خیز بات ہے اللہ تعالیٰ نے آپ سے گفتگو فرمائی ایک اور صحابی نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں ایک صحابی نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو سلام کرنے کے بعد فرمایا میں نے تمہارا کلام اور تعجب سنا بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں بات یہی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی یہی بات ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی روح اور کلمہ ہیں یہی بات ہے حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا بات اسی طرح ہے سنو! میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور اس پر مجھے فخر نہیں قیامت کے دن سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور اس پر مجھے فخر نہیں جنت کے کنڈے کو سب سے پہلے میں ہی حرکت دوں گا تو اللہ تعالیٰ اسے میرے لیے کھول دے گا پس میں جنت داخل ہو جاؤں گا اور میرے ساتھ مومن فقراء بھی ہوں گے اور مجھے اس پر فخر نہیں میں پہلوں اور پچھلوں سے بزرگ تر ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں۔ (۲)

فصل ۱۱:

حوض کا ذکر

جان لو کہ حوض کوثر ایک بہت بڑا اعزاز ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے ساتھ خاص فرمایا اور اس کے اوصاف میں کئی احادیث مبارکہ آئی ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ دنیا میں اس کا علم اور آخرت میں اس کا ذائقہ نصیب فرمائے حوض کوثر کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ جو شخص اس میں سے پیئے گا وہ کبھی پیاسا

(۱) جامع ترمذی ص ۵۱۹، ابواب المناقب

(۲) جامع ترمذی ص ۵۲۰ ابواب المناقب

نہیں ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند کا ایک جھونکا سا آیا آپ نے سر مبارک اٹھایا تو مسکرا رہے تھے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کیوں مسکرائے ہیں؟ فرمایا ابھی ایک آیت نازل ہوئی ہے اور آپ نے پوری سورۂ کوثر پڑھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ (۱)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی دیں بے شک آپ کا دشمن ہی مقطوع النسل ہے۔

آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا یہ ایک نہر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا یہ جنت میں ہے اس پر بہت برکت ہے اس پر ایک حوض ہے جس پر میری امت آئے گی اس کے برتنوں کی تعداد آسمان کے ستاروں جتنی ہے (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں (شب معراج) جنت میں چل رہا تھا تو ایک نہر آئی جس کے دونوں طرف موتیوں کے قبے ہیں جو اندر سے خالی ہیں میں نے پوچھا اے جبریل! یہ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے پھر فرشتے نے اس پر ہاتھ مارا تو اس کی مٹی اذفر خوشبو تھی۔ (۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے میرے حوض کے دونوں طرف کی پتھریلی زمین کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مدینہ شریف اور صنعاء کے درمیان ہے یا مدینہ طیبہ اور عمان کے درمیان ہے (۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب سورۂ کوثر نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جنت میں ایک نہر ہے جس کے کنارے سونے کے ہیں اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے وہ موتیوں اور مرجان کے پتھروں پر چلتا ہے (۵)

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ کوثر پارہ ۳۰

(۲) صحیح مسلم جلد اول ص ۱۷۲، کتاب الایمان

(۳) جامع ترمذی ص ۴۸۵، ابواب التفسیر

(۴) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۵۲ کتاب الفضائل

(۵) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۱۱۲ مرویات ابن عمر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میرا حوض عدن سے بلقاء کے عمان تک ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اس کے کوزے آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہیں جو شخص اس سے ایک گھونٹ بھی پی لے وہ اس کے بعد کبھی بھی پیاسا نہیں ہوگا اس پر سب سے پہلے فقراء مہاجرین آئیں گے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے اور کپڑے میلے ہیں وہ خوش عیش عورتوں سے نکاح نہیں کرتے اور ان کے لیے ڈیوڑھیوں کے دروازے بھی نہیں کھلتے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم میں نے دولت والی ناز و انداز میں پروان چڑھنے والی خاتون فاطمہ بنت عبد الملک سے نکاح کیا ہے اور میرے لیے ڈیوڑھیوں کے دروازے بھی کھلے ہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے میں اب لازمی طور پر سر میں تیل نہیں لگاؤں گا تاکہ بال بکھر جائیں اور میرے جسم پر جو کپڑے ہیں ان کو نہیں دھوؤں گا تاکہ میلے ہو جائیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حوض کوثر کے برتن کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی گنتی سے زیادہ ہیں جب اندھیری رات ہو اور وہ گرد و غبار سے صاف ہو جو شخص اس حوض سے پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا جنت سے دو پرنالے اس میں گرتے ہیں اس کی چوڑائی اس کی لمبائی جتنی ہے اور وہ عمان اور ایلہ مقام کے درمیان مسافت جتنی ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ (۲)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا وَاِنَّهُمْ يَتَبَاهَوْنَ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ وَارِدَةً وَاِنِّي لَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ وَارِدَةً۔ (۳)	ہر نبی کا ایک حوض ہے اور وہ ایک دوسرے پر فخر کریں گے کہ کس کے حوض پر زیادہ لوگ آتے ہیں اور بے شک مجھے امید ہے کہ میرے حوض پر سب سے زیادہ لوگ آئیں گے۔

تو یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امید ہے پس ہر شخص کو امید رکھنی چاہیے کہ وہ بھی حوض پر جانے والوں میں شامل ہے اور اس بات سے بچے کہ وہ تمنا کرے اور دھوکے میں ہو کر امید رکھے کیوں کر کھیتی کاٹنے کی امید وہی رکھتا ہے جو بیج ڈالتا ہے،

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۲۷۵ مرویات ثوبان
(۲) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۵۱ کتاب الفضائل
(۳) جامع ترمذی ص ۳۵۲، ابواب القیامۃ

زمین کو صاف کرتا ہے اور اسے پانی سے سیراب کرتا ہے پھر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے فضل کی امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فصل اگائے گا اور فصل کاٹنے تک کڑک (وغیرہ آفات) سے بچائے گا لیکن جو شخص کھیتی میں ہل نہیں چلاتا اور نہ زمین کو صاف کرتا ہے اور پانی دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہے کہ وہ اپنے فضل سے اس کے لیے غلہ اور پھل پیدا کرے گا تو یہ دھوکے کے ساتھ متمنی ہے حقیقی امید کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں اکثر لوگوں کی امید اسی طرح ہے اور یہ بے وقوف لوگوں کے دھوکے جیسا ہے ہم دھوکے اور غفلت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دھوکہ دنیا پر دھوکے سے زیادہ بڑا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۔ (۱)

پس تمہیں دنیا کی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام پر دھوکہ ہو۔

فصل ۱۲:

جہنم، اس کی سختیوں اور عذاب کا ذکر

اے اپنے نفس سے غافل شخص! اور اس فانی اور مٹ جانے والی دنیا پر دھوکہ کھانے والے اس چیز کی فکر نہ کر جس کو چھوڑ کر جانے والا ہے بلکہ اپنے فکر کی لگام کو اس کی طرف موڑ دے جو تیرے اترنے کی جگہ ہے کیوں کہ تجھے بتایا گیا کہ سب لوگوں کو جہنم میں جانا پڑے گا کہا گیا ہے۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا۔ (۲)

اور تم میں سے ہر ایک نے اس میں جانا ہے یہ تمہارے رب کا حتمی فیصلہ ہے پھر ہم ڈرنے والوں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں اوندھے گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

تو تجھے وہاں جانے کا یقین ہونا چاہیے اور نجات کے بارے میں شک ہے تو تو اپنے دل میں اس مقام کے ہولناک منظر کا شعور بیدار کر شاید تو اس سے نجات کے لیے تیاری کرے نیز مخلوق کے حال میں غور و فکر کر قیامت کے مصائب میں سے ان پر گزرا جو کچھ گزرا وہ کرب اور پریشانیوں میں ہوں گے اور اس بات کے منتظر ہوں گے کہ ان کو اس کی حقیقت اور سفارش کرنے والوں کی شفاعت کی خبر ملے کہ اچانک مجرموں کو شاخ در شاخ اندھیرے گھیر لیں گے اور لپٹ جانے والی آگ ان پر چھا جائے گی وہ اس کی آواز اور جھنجھناہٹ سنیں گے جو اس کے سخت غیظ و غضب پر دلالت کر رہی ہو گی اس وقت مجرموں کو اپنی

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ فاطر آیت ۵

(۲) قرآن مجید، سورۂ مریم آیت ۶۹، ۷۰

ہلاکت کا یقین ہو جائے گا اور لوگ گھٹنوں کے بل گر جائیں گے حتیٰ کہ جو لوگ بچ جائیں گے ان کو برے انجام کا خوف ہوگا اور جہنم کے فرشتوں میں سے ایک آواز دے گا وہ کہے گا اے فلاں بن فلاں! جو دنیا میں لمبی امید کی وجہ سے ٹال مٹول سے کام لیتا تھا اور تو نے برے اعمال میں عمر کو ضائع کر دیا پھر وہ لوہے کے گُرز لے کر اس کی طرف دوڑیں گے اور اس کو طرح طرح کی دھمکیاں دیں گے نیز اسے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے اور گہرے جہنم میں اوندھا پھینک دیں گے وہ کہیں گے۔

ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ۔ (۱) چکھو تم عزت اور بزرگی والے بنتے پھرتے تھے

پس وہ اسے ایسے گھر میں قید کر دیں گے جس کے کنارے تنگ، راستے تاریک اور مقاماتِ ہلاکت پوشیدہ ہوں گے قیدی وہاں ہمیشہ رہے گا اور اس میں بھڑکتی ہوئی آگ جلائی جائے گی وہاں ان کا مشروب کھولتا ہوا پانی اور ٹھکانہ جہنم ہوگا آگ کے فرشتے ان کو گرز ماریں گے اور آگ ان کو جمع کرے گی وہاں وہ موت کی تمنا کریں گے لیکن اس سے چھوٹ نہیں سکیں گے ان کے پاؤں پیشانی کے بالوں سے بندھے ہوں گے اور گناہوں کی تاریکی کے باعث ان کے چہرے سیاہ ہوں گے وہ ہر کنارے سے پکاریں گے اور چیخیں چلائیں گے اور کہیں گے اے مالک! (جہنم کا فرشتہ) ہم سے عذاب کا وعدہ پورا ہو چکا ہے بیڑیاں ہم پر بھاری ہو گئی ہیں اے مالک! ہمارے چمڑے پک چکے ہیں اے مالک! ہمیں یہاں سے نکالو ہم کبھی بھی گناہ نہیں کریں گے۔

دوزخ کے فرشتے کہیں گے نہیں، امن کے دن چلے گئے اب ذلت کے گھر سے نکل نہیں سکتے اس میں پھٹکار کے ساتھ پڑے رہو اور باتیں نہ کرو اگر تمہیں یہاں سے نکال بھی دیا جائے تو جس کام سے تمہیں روکا گیا تم دوبارہ وہی کام کرو گے اس وقت وہ نا امید ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے مقابل جو باتیں کی ہوں گی ان پر انہیں افسوس ہوگا لیکن اب نہ تو ان کو ندامت نجات دے گی اور نہ ہی افسوس کا کوئی فائدہ ہوگا بلکہ انہیں طوق پہنا کر چہروں کے بل اوندھا گرا دیا جائے گا۔

ان کے اوپر، نیچے، دائیں اور بائیں آگ ہی آگ ہوگی وہ آگ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے ان کا کھانا آگ، پینا آگ، لباس آگ اور بچھونا آگ اور وہ آگ کے ٹکڑوں، تارکول کے لباس، گرزوں کے ساتھ مارے جانے اور بھاری بیڑیوں کے درمیان ہوں گے وہ دوزخ کے تنگ راستوں میں چلیں گے اور جہنم کی سیڑھیوں سے ہجوم کے ساتھ اتریں گے اور اس کے اطراف و جوانب میں پریشان پھر رہے ہوں گے آگ ان پر اس طرح جوش مار رہی ہوگی جس طرح ہنڈیا میں اُبال آتا ہے وہ تباہی اور بربادی کے ساتھ آواز دے رہے ہوں گے جب وہ ہلاکت کا لفظ بولیں گے ان کے سروں پر گرم پانی ڈالا جائے گا جس سے ان کے پیٹوں کے اندر کا سب کچھ اور چمڑے پگھل جائیں گے ان کے لیے لوہے کے گُرز ہوں گے

---

(۱) قرآن مجید، سورہ الدخان آیت ۴۹

جن سے ان کی پیشانیاں چور چور ہو جائیں گی اور ان کے مونہوں سے پیپ نکلنے لگے گی۔ پیاس کی وجہ سے جگر پھٹ جائیں گے اور آنکھوں کے ڈھیلے چہروں پر نکل پڑیں گے اور رخساروں کے اوپر سے گوشت گر جائے گا اور ان کے اعضاء سے چمڑے اور بال بھی سب گر جائیں گے جب ان کے چمڑے پک جائیں گے تو ان کو دوسرے چمڑوں سے بدل دیا جائے گا۔

ان کی ہڈیاں گوشت سے خالی ہو جائیں گی اور اب روحوں کا مرکز صرف رگیں اور پٹھے ہوں گے اور اس آگ کی لپیٹ میں ان کی آواز آرہی ہوگی اس کے ساتھ ساتھ وہ موت کی تمنا کریں گے لیکن ان کو موت نہیں آئے گی۔

سوچو اگر تم ان کو دیکھو تو تمہاری کیا کیفیت ہو حالانکہ ان کے چہرے کوئلے سے بھی زیادہ سیاہ ہو گئے آنکھوں کی بینائی چلی گئی اور زبانیں گنگ ہو گئیں پٹھے اور ہڈیاں ٹوٹ پھوٹ گئیں کان کٹے ہوئے چمڑے پھٹے ہوئے ہاتھوں کو گردنوں سے باندھا ہوا اور پاؤں کو پیشانیوں کے ساتھ جمع کیا ہوگا وہ آگ پر چہروں کے ساتھ چلتے ہوں گے اور لوہے کے کانٹے آنکھ کے ڈھیلے سے روندتے ہوں گے آگ کا شعلہ ان کے اندر کے اجزاء میں دوڑتا ہوگا اور جہنم کے سانپ اور بچھو ان کے ظاہر اعضاء سے چمٹے ہوں گے۔

یہ ان کے بعض حالات ہیں اب تم ان کی پریشانیوں کی تفصیل ملاحظہ کرو اور جہنم کی وادیوں اور گھاٹیوں کے بارے میں بھی سوچو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ فِیْ جَهَنَّمَ سَبْعِیْنَ اَلْفَ وَادٍ فِیْ کُلِّ وَادٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ شِعْبٍ فِیْ کُلِّ شِعْبٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ ثُعْبَانٍ وَسَبْعُوْنَ اَلْفَ عَقْرَبٍ لَا یَنْتَهِی الْکَافِرُ وَالْمُنَافِقُ حَتّٰی یُوَاقِعَ ذٰلِكَ کُلَّهٗ (۱)

بے شک جہنم میں ستر ہزار وادیاں ہیں ہر وادی میں ستر ہزار گھاٹیاں ہیں ہر گھاٹی میں ستر ہزار اژدہا اور ستر ہزار بچھو ہیں کافر اور منافق جب تک ان تمام وادیوں میں پہنچ نہ جائے اس کا انجام انتہا کو نہیں پہنچتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غم کے کنویں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو یا غم کی وادی فرمایا عرض کیا گیا یا رسول اللہ! غم کی وادی یا کنواں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم بھی روزانہ ستر مرتبہ پناہ مانگتی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے ریاکار قاریوں کے لیے تیار کیا ہے (۲)

تو یہ جہنم کی وسعت اور اس کی وادیوں کا شاخ در شاخ ہونا ہے اور دنیا کی وادیوں اور خواہشات کے مطابق ہے اور اس کے دروازوں کی تعداد ان سات اعضاء کے حساب سے ہے جن سے بندہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں سب سے بلند جہنم ہے پھر سقر، پھر لظٰی پھر حطمہ پھر سعیر پھر جحیم اور اس کے بعد ہاویہ ہے۔ یہ سب دوزخ

---

(۱) التاریخ الکبیر للبخاری جلد ۸ ص ۱۲۴ ترجمہ ۲۴۳۷

(۲) سنن ابن ماجہ ص ۲۳ المقدمہ

کے نام ہیں جو درجہ بدرجہ ہیں) اب تم ہاویہ کی گہرائی کو دیکھو کہ اس کی گہرائی کی کوئی حد نہیں جس طرح دنیوی خواہشات کی گہرائی کی کوئی حد نہیں تو جس طرح دنیا کا شوق اسی وقت ختم ہوتا ہے جب اوپر والے شوق تک پہنچتا ہے اسی طرح جہنم کا ہاویہ وہاں ختم ہوتا ہے جہاں اس سے بھی گہرا ہاویہ ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ ہم نے ایک دھماکہ سنا آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا یہ پتھر ہے جو ستر سال پہلے جہنم میں چھوڑا گیا اب وہ اس کی گہرائی تک پہنچ گیا۔ (۱)

پھر جہنم کے مختلف طبقات میں غور کرو کیوں کہ آخرت کے بڑے بڑے درجے اور بڑی بڑی فضیلت ہے پس جس طرح دنیا کی طرف لوگوں کا رجحان مختلف ہے بعض تو بالکل ہی دنیا میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں اور کچھ ایک خاص حد تک اس میں منہمک ہیں اسی طرح ان تک آگ کا پہنچنا بھی مختلف ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا لہٰذا جہنم میں جانے والے لوگوں پر ایک ہی قسم کا عذاب نہیں ہوتا چاہے وہ کوئی بھی عذاب ہو بلکہ ہر ایک کے لیے ایک معلوم حد ہے جو اس کی نافرمانی اور گناہ کے مطابق ہے لیکن سب سے کم عذاب والے کی حالت یہ ہوگی کہ اگر اسے تمام دنیا دی جائے تو وہ اس شدت سے جان چھڑانے کے لیے بطور فدیہ دے ڈالے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ أَدْنَى أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَنْتَعِلُ بِنَعْلَيْنِ مِنْ نَارٍ يَغْلِي دِمَاغُهُ مِنْ حَرَارَةِ نَعْلَيْهِ۔ (۲)	قیامت کے دن جہنمیوں کو سب سے کم عذاب یہ ہوگا کہ آگ کے دو جوتے پہنائے جائیں گے جن کی گرمی سے اس کا دماغ کھولتا ہوگا۔

تو سوچو کم عذاب والے کی یہ حالت ہے تو جس پر زیادہ سختی ہوگی اس کا کیا حال ہوگا اگر تمہیں آگ کے عذاب میں شک ہے تو اپنی انگلی آگ کے قریب کرو اور اس سے اندازہ لگاؤ پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ تمہارا قیاس درست نہ تھا کیوں کہ دنیا کی آگ کو جہنم کی آگ سے کوئی نسبت نہیں لیکن جب دنیا کا سخت ترین عذاب اس آگ کا عذاب ہے تو اس سے جہنم میں آگ کے عذاب کا اندازہ ہو جاتا ہے اگر جہنمیوں کو یہ دنیوی آگ ملے تو وہ جہنم کی آگ سے خوشی خوشی بھاگ کر اس آگ میں داخل ہو جائیں حدیث شریف میں یہی بات بیان ہوئی کہا گیا ہے کہ دنیا کی آگ کو رحمت کے ستر پانیوں سے دھویا گیا تو اب دنیا والے اس کی طاقت رکھنے کے قابل ہوئے (۳)

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۳۷۱ مرویات ابوہریرہ
(۲) صحیح مسلم جلد اول ص ۱۱۵ کتاب الایمان
(۳) تذکرہ الموضوعات ص ۲۲۴، ۲۲۵ باب امور القیامۃ

بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی آگ کا وصف نہایت وضاحت سے بیان فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس آگ کو ہزار سال جلایا گیا حتی کہ وہ سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار سال جلائی گئی حتی کہ سفید ہوگئی پھر اسے ایک ہزار سال جلایا گیا تو یہ سیاہ ہوگئی اب سیاہ اندھیری ہے (۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

آگ نے اپنے رب کے ہاں شکایت کرتے ہوئے کہا اے میرے رب! میرے بعض نے بعض کو کھالیا تو اسے دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت دی گئی ایک سانس سردیوں میں اور ایک سانس گرمیوں میں تو گرمیوں میں تمہیں جو حرارت اور سردیوں میں ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے یہ وہی دو سانس ہیں (۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت کے دن کفار میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو نہایت ناز و نعمت میں پلے بڑھے ہوں گے کہا جائے گا اس کو آگ میں ایک غوطہ دو پھر کہا جائے گا کہ تم نے کبھی نعمت دیکھی وہ کہے گا نہیں اور جس نے دنیا میں سخت تکلیف اٹھائی ہوگی اسے لایا جائے گا اور کہا جائے گا اسے جنت میں ایک غوطہ دو پھر کہا جائے گا کیا تم نے کوئی تکلیف دیکھی تھی وہ کہے گا نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر مسجد میں ایک لاکھ یا اس سے زائد آدمی ہوں پھر کوئی جہنمی سانس لے تو وہ مر جائیں۔

ارشاد خداوندی ہے۔

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ۔ (۳) ان کے چہروں پر آگ چڑھی ہوگی۔

بعض علماء نے اس کی تفسیر میں فرمایا وہ ایک ہی مرتبہ لپٹ جائے گی تو کسی ہڈی پر گوشت نہیں چھوڑے گی بلکہ ان کی ایڑیوں پر گرا دے گی پھر پیپ کی بدبو کو دیکھو جو ان کے جسموں سے نکلے گی حتی کہ وہ اس میں ڈوب جائیں گے اور اسے غساق کہتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَوْ اَنَّ دَلْوًا مِنْ غَسَّاقِ جَهَنَّمَ اُلْقِيَ فِي الدُّنْيَا لَاَنْتَنَ اَهْلَ الْاَرْضِ۔ (۴) اگر جہنم کی پیپ کا ایک ڈول دنیا میں ڈالا جائے تو تمام زمین والوں کو بدبودار بنا دے۔

---

(۱) شعب الایمان جلد اول ص ۴۸۹ حدیث ۷۹۹

(۲) صحیح مسلم جلد اول ص ۲۲۴ کتاب المساجد

(۳) قرآن مجید، سورۃ مومنون آیت ۱۰۴

(۴) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۸۳ مرویات ابوسعید خدری

توجب وہ پیاس کی وجہ سے پانی طلب کریں گے تو ان کو یہ پیپ پلائی جائے گی ارشاد خداوندی ہے۔

مِنْ مَاءٍ صَدِيْدٍ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهُ وَيَأْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَاهُوَ بِمَيِّتٍ۔ (۱)

اس کو پیپ والا پانی پلایا جائے گا جسے وہ گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا اور اس کے گلے سے اتار نہیں سکے گا اور اسے ہر طرف موت نظر آئے گی لیکن وہ نہیں مرے گا۔

نیز ارشاد فرمایا۔

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا۔ (۲)

اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو ان کو پیپ کی طرح غلیظ پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا کیا ہی برا مشروب ہے اور کیا ہی تکلیف دہ ٹھکانہ ہے۔

پھر ان کے کھانے کو دیکھو جو تھوہر (کڑوا پھل) ہوگا ارشاد خداوندی ہے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ فَشَارِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ۔ (۳)

پھر تم اے گمراہ لوگو! جھٹلانے والے لوگو! تھوہر کے درخت سے کھاؤ گے اس سے اپنے پیٹوں کو بھرو گے پس اس کے اوپر کھولتا ہوا پانی پیو گے اس طرح پیو گے جس طرح پیاس کا مارا اونٹ پیتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْ اَصْلِ الْجَحِيْمِ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ۔ (۴)

بے شک یہ ایک درخت ہے جو جہنم کی اصل سے نکلتا ہے اس کے شگوفے گویا شیطانوں کے سر ہیں بے شک وہ اس سے کھائیں گے اور اپنا پیٹ بھریں گے پھر ان کو اس کے اوپر کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا اس کے بعد ان کو جہنم کی طرف لوٹنا ہوگا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ۔ (۵)

دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے (اور) انہیں کھولتے ہوئے چشمے سے پلایا جائے گا۔

---

(۱) قرآن مجید سورۂ ابراہیم آیت ۱۶، ۱۷

(۲) قرآن مجید، سورۂ کہف آیت ۲۹

(۳) قرآن مجید سورۂ واقعہ آیت ۵۱ تا ۵۵

(۴) قرآن مجید سورۂ الصافات آیت ۶۴ تا ۶۸

(۵) قرآن مجید سورۂ الغاشیہ آیت ۴، ۵

اور ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا۔ (۱)

بے شک ہمارے پاس ان کے لیے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے اور گلے میں پھنسنے والی غذا اور دردناک عذاب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر زقوم (جہنمیوں کی خوراک تھوہر) کا ایک قطرہ دنیا کے سمندروں میں گر جائے تو دنیا والوں کی معیشت کو خراب کر دے تو جن کا کھانا یہ ہوگا ان کا کیا حال ہوگا۔ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ارْغَبُوا فِيمَا رَغَّبَكُمُ اللّٰهُ وَاحْذَرُوا وَخَافُوا مَا خَوَّفَكُمُ اللّٰهُ بِهِ مِنْ عَذَابِهِ وَعِقَابِهِ وَمِنْ جَهَنَّمَ فَإِنَّهُ لَوْ كَانَتْ قَطْرَةٌ مِنَ الْجَنَّةِ مَعَكُمْ فِي دُنْيَاكُمُ الَّتِي أَنْتُمْ فِيهَا طَيَّبَتْهَا لَكُمْ وَلَوْ كَانَتْ قَطْرَةٌ مِنَ النَّارِ مَعَكُمْ فِي دُنْيَاكُمُ الَّتِي أَنْتُمْ فِيهَا خَبَّثَتْهَا عَلَيْكُمْ» (۳)

اللہ تعالیٰ نے تمہیں جس چیز کی رغبت دی ہے اس میں رغبت رکھو اور جس چیز سے یعنی اپنے عذاب، بھڑک اور جہنم سے ڈرایا ہے پس اس سے بچو اور ڈرو اگر جنت کا ایک قطرہ تمہارے ساتھ دنیا میں ہو جس میں تم اب موجود ہو تو وہ تمہارے لیے اسے اچھا کر دے اور اگر دوزخ کا ایک قطرہ تمہاری اس دنیا میں آجائے جس میں تم ہو تو وہ اسے تم پر خراب کر دے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں پر بھوک ڈالی جائے گی تاکہ ان پر عذاب برابر ہو جائے جس میں وہ مبتلا ہیں پس وہ کھانا مانگیں گے تو ان کو گلے میں پھنسنے والی خوراک دی جائے گی جو نہ موٹا کرے گی اور نہ بھوک مٹائے گی پھر وہ کھانا مانگیں گے تو ان کانٹے دار کھانا دیا جائے گا تو انہیں یاد آئے گا کہ وہ دنیا میں پانی کے ذریعے گلے میں اٹکے ہوئے کھانے کو اتارا کرتے تھے چنانچہ وہ پانی طلب کریں گے تو لوہے کے آنکڑوں (کنڈوں) سے کھولتا ہوا پانی ان کے قریب کیا جائے گا جب وہ ان کے چہروں کے قریب ہوگا تو ان کو بھون کر رکھ دے گا اور جب وہ مشروب ان کے پیٹوں میں داخل ہوگا تو جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہوگا سب کو کاٹ کر رکھ دے گا وہ کہیں گے دوزخ کے داروغہ کو بلاؤ فرمایا پس وہ دوزخ کے داروغہ کو بلائیں گے اور کہیں گے کہ اپنے رب سے دعا کرو کسی دن ہم پر

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ مزمل آیت ۱۲، ۱۳

(۲) سنن ابن ماجہ ص ۳۳۱، ابواب الزہد

(۳) جامع ترمذی ص ۱/۳۷، ابواب جہنم

عذاب میں تخفیف فرمائے وہ کہیں گے کیا تمہارے پاس رُسل کرام علیہم السلام روشن نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے ہاں آئے تھے فرشتے کہیں گے پس پکارو اور کافروں کی پکار بیکار رہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کہیں گے حضرت مالک فرشتے کو بلاؤ وہ بلائیں گے تو کہیں گے اے مالک علیہ السلام اپنے رب سے کہیں کہ وہ ہمارے بارے میں کوئی فیصلہ کرے وہ جواب دے گا تم نے یہاں ہی رہنا ہے حضرت اعمش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے خبر دی گئی ہے کہ ان کی حضرت مالک کو پکار اور حضرت مالک کے جواب کے درمیان ایک ہزار سال کا وقفہ ہو گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر وہ کہیں گے اے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم گمراہ قوم تھے اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال دے اب اگر ہم ایسا کریں تو ظالم ہوں گے فرمایا اللہ تعالیٰ جواب دے گا ادھر ہی ذلیل و رسوا ہو کر رہو اور مجھ سے بات نہ کرو فرمایا اس وقت وہ ہر قسم کی بھلائی سے نا امید ہو جائیں گے اور چیخنا چلانا اور افسوس کرنا شروع کریں گے (۱)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا۔ آیت کریمہ یہ ہے

وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ۔ (۲)

اسے خون اور پیپ کا پانی پلایا جائے گا وہ بمشکل ایک ایک گھونٹ بھرے گا اور حلق سے نیچے نہیں اتار سکے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی اس کے قریب کیا جائے گا تو وہ اسے ناپسند کرے گا اور جب بالکل اس کے قریب ہو جائے گا تو اس کے چہرے کو بھون کر رکھ دے گا اور سر کی کھال گر پڑے گی اور جب وہ اسے پیئے گا تو وہ اس کی آنتوں کو کاٹ کر رکھ دے گا حتیٰ کہ اس کی پیشاب گاہ سے نکلے گا۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ۔ (۳)

اور ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا پس وہ ان کی آنتوں کو کاٹ دے گا۔

اور ارشاد فرمایا۔

وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ۔ (۴)

اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو ان کو پیپ کی طرح کا پانی ملے گا جو چہروں کو جلا کر رکھ دے گا۔

---

(۱) جامع ترمذی ص ۲۷، ابواب جہنم

(۲) قرآن مجید، سورۂ ابراہیم آیت ۱۶، ۱۷

(۳) قرآن مجید، سورۂ محمد آیت ۱۵

(۴) قرآن مجید، سورۂ کہف آیت ۲۹

توان کی بھوک اور پیاس کے وقت ان کا کھانا اور پانی یہ (مذکورہ بالا) ہوگا اب جہنم کے سانپوں اور بچھوؤں کو دیکھوان کے زہر کی شدت اور جسموں کی بڑائی اور بری صورتوں پر نظر کرو۔ وہ دوزخیوں پر مسلط کیے جائیں گے اور ان کو برانگیختہ کیا جائے گا تو وہ ان کو کاٹنے اور ڈسنے میں ایک گھڑی بھی کوتاہی نہیں کریں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ آتَاهُ اللهُ مَالاً فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتِهِ يعني اشداقه، فَيَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ۔ (۱)

جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا پس وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اس کے لیے قیامت کے دن یہ مال ایک گنجے سانپ کی شکل میں کر دیا جائے گا جس کی آنکھوں پر دو نقطے ہوں گے وہ قیامت کے دن اس کے گلے کا طوق بن جائے گا پھر اس کی باچھوں سے پکڑ کر کہے گا میں تیرا مال اور تیرا خزانہ ہوں اس کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی (۲) ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (۳)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں بخل سے کام لیتے ہیں کہ وہ ان کے لیے بہتر ہے بلکہ یہ ان کیلئے برا ہے عنقریب قیامت کے دن ان کو اسی مال کا طوق ڈالا جائے گا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ فِي النَّارِ لَحَيَّاتٍ مِثْلَ أَعْنَاقِ الْبُخْتِ يَلْسَعْنَ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حُمُوَّتَهَا أَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا وَإِنَّ فِيْهَا لَعَقَارِبَ كَالْبِغَالِ الْمُوْكَفَةِ يَلْسَعْنَ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حُمُوَّتَهَا أَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا۔ (۴)

جہنم میں کچھ سانپ ہیں جو بختی اونٹ کی گردن (لمبی گردن مراد ہے) جیسے ہیں وہ ایک مرتبہ ڈسیں گے تو اس کا درد چالیس سال تک محسوس کرے گا اور اس میں بچھو ہیں جو اس خچر کی طرح ہیں جس پر پالان پڑا ہوا ہو وہ بھی اسی طرح ڈسیں گے کہ چالیس سال تک اس کی تکلیف محسوس ہوگی۔

---

(۱) جامع ترمذی ص ۳۷۰، ابواب جہنم

(۲) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۵۵، کتاب التفسیر

(۳) قرآن مجید، سورۃ آل عمران آیت ۱۸۰

(۴) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۱۹ مرویات عبداللہ بن الحارث

اور یہ سانپ اور بچھوان لوگوں پر مسلط ہوں گے جن پر دنیا میں بخل، بداخلاقی اور لوگوں کو عذاب دینا مسلط تھا اور جس شخص کو اس قسم کی بداخلاقیوں سے بچا یا گیا وہ ان سانپوں سے بھی محفوظ ہوگا اور اسی کا مال ان کی شکل میں نہیں آئے گا۔
پھر ان تمام باتوں کو سوچو کہ دوزخیوں کے جسم کتنے بڑے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کے طول وعرض کو بڑھائے گا تاکہ اس کے سبب ان کے عذاب میں اضافہ ہو اور آگ کی لپیٹ نیز بچھوؤں اور سانپوں کا کاٹنا بہت سی جگہ پر ایک ہی مرتبہ مسلسل ہو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ضِرْسُ الْكَافِرِ فِي النَّارِ مِثْلُ أُحُدٍ وَغِلَظُ جِلْدِهِ مَسِيرَةُ ثَلَاثٍ۔ (۱)

جہنم میں کافر کی ایک داڑھ اُحد پہاڑ جتنی ہوگی اور اس کے چمڑے کا موٹا پا تین (دن) کی مسافت ہوگا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

شَفَتُهُ السُّفْلَى سَاقِطَةٌ عَلَى صَدْرِهِ وَالْعُلْيَا قَالِصَةٌ قَدْ غَطَّتْ وَجْهَهُ۔ (۲)

اس کا نچلا ہونٹ اس کے سینے پر گرا ہوا ہوگا اور اوپر والا ہونٹ سکڑ جائے گا جس نے اس کے چہرے کو ڈھانپ رکھا ہوگا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ الْكَافِرَ يَجُرُّ لِسَانَهُ فِي سِجِّينٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَتَوَاطَؤُهُ النَّاسُ (۳)

بے شک کافر قیامت کے دن اپنی زبان کو جہنم میں کھینچ رہا ہوگا جسے لوگ (پاؤں سے) روندیں گے۔

اور جسموں کے بڑا ہونے کے ساتھ ساتھ آگ بھی ان کو کئی بار جلائے گی اور ان کے چمڑے اور گوشت بار بار تازہ ہوں گے قرآن مجید میں ہے۔

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا۔ (۴)

جب بھی ان کے چمڑے پک جائیں گے ہم ان کو دوسرے چمڑوں میں بدل دیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر دن آگ ان کو ستر ہزار مرتبہ جلائے گی جب وہ ان کو

---

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۸۲ کتاب الجنۃ
(۲) جامع ترمذی ص ۳۷۱، ابواب جہنم
(۳) ،، ،، ،، ۳۷۰ ،،
(۴) قرآن مجید سورۃ النساء آیت ۵۶

جلا دے گی تو ان سے کہا جائے گا دوبارہ پہلی حالت پر لوٹ جاؤ پس وہ پہلے والی حالت پر لوٹ جائیں گے۔
پھر جہنمیوں سے رونے اور چلانے کے بارے میں سوچو نیز وہ ہلاکت اور تباہی کے الفاظ پکار رہے ہوں گے جب ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو اس کے ساتھ ہی یہ بات ان پر مسلط کر دی جائے گی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ۔ (۱)

اس دن جہنم کو یوں لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يُرْسَلُ عَلَى أَهْلِ النَّارِ الْبُكَاءُ: فَيَبْكُونَ حَتَّى تَنْقَطِعَ الدُّمُوعُ ثُمَّ يَبْكُونَ الدَّمَ حَتَّى يُرَى فِي وُجُوهِهِمْ كَهَيْئَةِ الْأُخْدُودِ لَوْ أُرْسِلَتْ فِيهَا السُّفُنُ لَجَرَتْ۔ (۲)

جہنمیوں پر رونا مسلط کیا جائے گا تو وہ روئیں گے حتی کہ آنسو ختم ہو جائیں گے پھر وہ خون کے ساتھ روئیں گے حتی کہ ان کے چہروں میں ایسے گڑھے پڑ جائیں گے کہ اگر ان میں کشتیاں چھوڑی جائیں تو وہ چل پڑیں۔

اور جب ہمسان رونے، چیخنے اور ہلاکت و تباہی کی پکار کی اجازت ہوگی تو اس میں ان کے لیے راحت ہوگی لیکن ان کو اس سے بھی روک دیا جائے گا حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جہنمیوں کے لیے پانچ دعائیں ہوں گی اللہ تعالیٰ ان کی چار دعاؤں کا جواب دے گا لیکن جب پانچویں دعا ہوگی تو اس کے بعد وہ کبھی گفتگو نہیں کر سکیں گے۔ وہ کہیں گے (ارشاد خداوندی ہے)

رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِنْ سَبِيلٍ۔ (۳)

اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا پس ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا کیا باہر نکلنے کی کوئی صورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمائے گا۔

ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ۔ (۴)

یہ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلایا گیا تو تم نے کفر کیا اور اگر اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا گیا تو تم نے تسلیم کیا پس فیصلہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو بہت بلند بہت بڑا ہے

---

(۱) المستدرک للحاکم جلد ۴ ص ۵۹۵ کتاب الاہوال
(۲) سنن ابن ماجہ ص ۳۳۰، ۳۳۱، ابواب الزہد
(۳) قرآن مجید، سورۂ مومن آیت نمبر ۱۱
(۴) قرآن مجید، سورۂ غافر آیت ۱۲

پھر وہ کہیں گے۔

رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا۔ (۱)

اے ہمارے رب! ہم نے دیکھا اور سنا پس تو ہمیں لوٹا دے تاکہ ہم اچھے عمل کریں۔

تو اللہ تعالیٰ ان کو جواب دیتے ہوئے فرمائے گا۔

اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ۔ (۲)

کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تمہارے لیے زوال نہیں ہے۔

وہ کہیں گے (ارشاد خداوندی ہے)

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ۔ (۳)

اے ہمارے رب! ہمیں نکال دے کہ ہم اچھے عمل کریں جو پہلے نہیں کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کو جواب میں ارشاد فرمائے گا۔

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ۔ (۴)

کیا ہم نے تمہیں اس قدر عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہے کر سکتا ہے اور تمہارے پاس ڈر سنانے والا آیا پس (عذاب) چکھو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

پھر وہ کہیں گے۔

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ۔ (۵)

"اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم گمراہ لوگ تھے اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نکال دے پس اگر ہم دوبارہ وہی کام کریں تو بے شک ہم ظالم ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کو جواب دے گا۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ سجدہ آیت ۱۲

(۲) قرآن مجید، سورۂ ابراہیم آیت ۴۴

(۳)(۴) قرآن مجید، سورۃ فاطر آیت ۳۷

(۵) قرآن مجید، سورۃ مومنون آیت ۱۰۶ تا ۱۰۸

اِخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُکَلِّمُوْنَ۔ (۱) اس میں ذلت و رسوائی کے ساتھ رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔
تو اس کے بعد وہ کبھی کلام نہیں کریں گے اور یہ شدتِ عذاب کی انتہا ہے۔
حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔
ارشاد خداوندی ہے۔

سَوَآءٌ عَلَیْنَا اَجَزِعْنَا اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ۔ (۲) ہمارے لیے برابر ہے ہم چیخیں چلائیں یا صبر کریں ہمارے لیے کوئی چھٹکارا نہیں۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہما نے فرمایا، وہ ایک سو سال صبر کریں گے پھر ایک سو سال روئیں گے اور فریاد کریں گے پھر ایک سو سال صبر کریں گے پھر یہ الفاظ کہیں گے جو آیت کریمہ میں مذکور ہیں۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یُؤْتٰی بِالْمَوْتِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ کَاَنَّهٗ کَبْشٌ اَمْلَحُ فَیُذْبَحُ بَیْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَیُقَالُ یَا اَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُوْدٌ بِلَا مَوْتٍ وَیَا اَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ بِلَا مَوْتٍ۔ (۳) قیامت کے دن موت کو ایک سیاہ و سفید مینڈھے کی طرح لایا جائے گا پس اسے جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا جنتیوں سے کہا جائے گا یہاں ہمیشہ رہنا ہے موت نہیں آئے گی اور جہنم والو! ہمیشگی ہے موت نہیں آئے گی۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک شخص جہنم سے ایک ہزار سال بعد نکلے گا کاش کہ وہ شخص میں ہوتا۔
حضرت حسن رحمہ اللہ کو دیکھا گیا کہ آپ ایک کونے میں بیٹھے رو رہے ہیں پوچھا گیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے جہنم میں نہ ڈالا جائے اور اس بات کی پرواہ نہ کی جائے۔
تو یہ جہنم کے عذاب کی اجمالی صورتیں ہیں اس کے غموں، رونے مشقتوں اور حسرت کی کوئی انتہا نہیں اس شدتِ عذاب کے ساتھ ساتھ ان کے لیے جو سب سے بڑی پریشانی ہوگی وہ جنتی نعمتوں کے نہ ملنے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شرف حاصل نہ ہونے اور اس کی رضا حاصل نہ ہونے کی حسرت ہے اور یہ کہ انہوں نے ان تمام چیزوں کا سودا چند کھوٹے سکوں کے عوض کیا کیوں کہ انہوں نے یہ تمام نعمتیں دنیا میں چند دنوں کے لیے حقیر خواہشات کے حصول کے لیے بیچ دیں حالانکہ وہ خواہشات

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ مومنون آیت ۱۰۶ تا ۱۰۸
(۲) قرآن مجید، سورۂ ابراہیم آیت ۲۱
(۳) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۹۱ کتاب التفسیر

صاف بھی نہیں بلکہ ان میں پریشانی شامل ہے وہ اپنے دلوں میں کہیں گے ہائے افسوس! ہم نے اپنے رب کی نافرمانی کرکے کس طرح اپنے آپ کو ہلاک کیا اور ہم نے اپنے آپ کو چند دن صبر کرنے کی عادت نہ ڈالی اگر ہم صبر کرتے تو وہ دن ختم ہو جاتے اور اب ہم تمام جہانوں کو پالنے والے کی بارگاہ میں شرف یاب ہوتے اس کی رضا اور رضوان سے لطف اندوز ہوتے۔
تو ایسے لوگوں پر افسوس ہے ان کا نقصان ہوا جو ہوا اور ان کو آزمائش میں ڈالا گیا جیسے ڈالا گیا اور ان کے پاس دنیا کی کوئی نعمت اور لذت بھی باقی نہ رہی۔

پھر اگر وہ جنت کی نعمتوں کو نہ دیکھتے تو ان کی حسرت زیادہ نہ ہوتی لیکن ان پر یہ نعمتیں پیش کی جائیں گے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"قیامت کے دن کچھ لوگوں کو جہنم سے (نکال کر) جنت میں لایا جائے گا حتی کہ جب وہ اس کے قریب ہوں گے اور اس کی خوشبو سونگھیں گے اس کے محلات اور ان نعمتوں کو دیکھیں گے جو اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لیے تیار کی ہیں تو آواز دی جائے گی کہ ان کو یہاں سے واپس لے جاؤ اس میں ان کے لیے کوئی حصہ نہیں ہیں وہ اس قدر حسرت کے ساتھ واپس جائیں گے کہ پہلوں اور پچھلوں کو ایسی حسرت کبھی نہ ہوگی۔

وہ کہیں گے اے ہمارے رب! اگر تو یہ ثواب اور جنت کی نعمتیں جو تُو نے اپنے دوستوں کے لیے تیار کی ہیں دکھانے سے پہلے ہمیں جہنم میں لے جاتا تو یہ بات ہمارے لیے آسان ہو جاتی اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرا یہی مقصد تھا جب تم اکیلے ہوتے تھے تو بڑے بڑے گناہوں کے ساتھ میرے مقابل آتے تھے اور جب لوگوں کے سامنے آتے تھے تو عاجزی کرتے لوگوں کو وہ کچھ دکھاتے تھے جو تمہارے دلوں نے میرے سامنے پیش نہیں کیا تم لوگوں سے ڈرتے تھے اور مجھ سے نہیں ڈرتے تھے تم لوگوں کو بڑا سمجھتے تھے اور میرے جلال کو کچھ نہیں سمجھتے تھے تم نے لوگوں کے لیے گناہ ترک کئے لیکن میری رضا کے لیے ایسا نہیں کیا آج میں تمہیں دردناک عذاب دوں گا اور اس کے ساتھ ہی تم پر دائمی ثواب کو حرام بھی کردوں گا۔ (۱)

حضرت احمد بن حرب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم میں سے ایک شخص دھوپ پر سائے کو ترجیح دیتا ہے پھر جنت کو جہنم پر ترجیح نہیں دیتا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کتنے ہی صحیح جسم، روشن چہرے اور فصیح زبان والے لوگ کل جہنم کے مختلف طبقوں کے درمیان چیخیں گے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے مولا! میں تیرے لیے دھوپ کی گرمی برداشت کرلوں گا لیکن تیری آگ کی گرمی پر کس طرح صبر کروں گا میں تیری رحمت کی آواز پر صبر نہیں کر سکتا تو تیرے عذاب کی آواز پر کیسے صبر کروں گا تو اے مسکین! تو ان ہولناک مناظر کو دیکھ اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو اس کی ان تمام گھبراہٹوں کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس کے

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۷ص ۸۶ حدیث ۱۹۹

کچھ اہل لوگ پیدا کئے ہیں نہ وہ زیادہ ہوں گے اور نہ ہی کم اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ (۱)

اور ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیں جب ہر بات کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور (آج) یہ لوگ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔

اس میں قیامت کے دن کی طرف اشارہ ہے لیکن فیصلہ تو ازل میں ہی ہو گیا تھا قیامت کے دن اس بات کا فیصلہ ہو گا جو تیرے بارے میں گزر چکی ہے تو تجھ پر تعجب ہے کہ تو ہنستا اور کھیلتا ہے اور دنیا کی حقیر چیزوں میں مصروف ہے حالاں کہ تجھے معلوم نہیں کہ تیرے بارے میں کیا فیصلہ ہوا ہے۔

سوال:

کیسے معلوم ہو گا کہ میرا ٹھکانہ کونسا ہو گا اور مجھے کہاں جانا ہو گا نیز میرے بارے میں کیا فیصلہ ہوا ہے۔

جواب:

اس سلسلے میں تیرے لیے ایک علامت ہے اس سے اُنس پیدا کرو اور اس کے سبب سے اپنی امید کی تصدیق کرو یعنی اپنے احوال واعمال کو دیکھو کیوں کہ ہر شخص کے لیے وہ کام آسان کر دیا گیا ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے تیری بھلائی کا راستہ آسان کر دیا ہے تو تجھے خوش ہونا چاہیے بے شک تو جہنم سے دُور رکھا جائے گا اور اگر تو بھلائی کا ارادہ کرتا ہے لیکن کئی رکاوٹیں سامنے آتی ہیں اور تو اُن کو رد کرتا ہے لیکن جب برائی کا ارادہ کرتا ہے تو وہ تیرے لئے آسان ہو جاتی ہے تو جان لو کہ تمہارے خلاف فیصلہ ہو چکا ہے اس علامت کی انجام پہ دلالت اسی طرح ہے جس طرح بارش کی سبزی پر اور دھویں کی آگ پر دلالت اسی طرح ہے ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ۔ (۲)

بے شک نیک لوگ نعمتوں میں اور بدکار لوگ جہنم میں ہوں گے۔

اپنے آپ کو ان دونوں آیتوں پر پیش کرنے سے تجھے دونوں گھروں میں سے اپنے ٹھکانے کا علم ہو جائے گا۔

فصل ۱۳:

جنّت کی کیفیّت اور اس کی نعمتوں کی اقسام

جان لو کہ ابھی جس گھر کے غموں اور پریشانیوں کا تمہیں علم ہوا اس کے مقابلے میں ایک اور گھر بھی ہے اس کی نعمتوں

(۱) قرآن مجید، سورۃ مریم آیت ۳۹

(۲) قرآن مجید، سورۃ انفطار آیت ۱۳، ۱۴

اور سرور میں غور کر دیکھوں کر جو شخص ان دونوں گھروں میں سے ایک سے دُور رہا وہ لامحالہ دوسرے گھر میں جائے گا تو جہنم کے خطرات کے بارے میں زیادہ فکر کے ذریعے اپنے دل میں اس کا خوف پیدا کر اور دائمی نعمتوں جن کا اہل جنت سے وعدہ ہے کے بارے میں خوب فکر کر اور اپنے نفس کو خوف کے ڈنڈے سے چلا اور امید کی لگام سے سیدھے راستے کی طرف کھینچ اس سے تجھے بہت بڑی بادشاہی حاصل ہو گی اور تُو دردناک عذاب سے محفوظ رہے گا۔

تو جنتیوں اور ان کے چہروں کے بارے میں غور کر جو آرام کی تازگی میں ہوں گے ان کو سربمہر شراب پلائی جائے گی سُرخ یاقوت کے منبروں پر شاداب سفید موتیوں کے خیموں میں بیٹھے ہوں گے جن میں سبز رنگ کے بچھونے بچھے ہوں گے تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے وہ خیمے ایسی نہروں کے کناروں پر ہوں گے جو شراب اور شہد کی ہوں گی۔ وہ خیمے غلاموں اور بچوں سے بھرپور ہوں گے خوبصورت چہروں والی حُوروں سے مزیّن ہوں گے گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں ان سے پہلے کسی انسان اور جن نے ان حُوروں کو ہاتھ نہیں لگایا ہو گا وہ جنت کے درجات میں خراماں خراماں چلیں گی اور جب ان میں کوئی حُور اپنی چال میں فخر کا اظہار کرے گی تو اس کے دامن کو ستر ہزار لڑکے اٹھائیں گے ان پر سفید ریشم کی ایسی چادریں ہوں گی کہ آنکھیں دنگ رہ جائیں گی ان کو ایسے تاج پہنائے جائیں گے جو موتیوں اور مرجان سے مرصّع ہوں گے آنکھوں میں سرخ ڈورے ہوں گے اور وہ ناز و انداز والی ہوں گی نیز خوشبو والی ہوں گی بڑھاپے اور مفلسی سے محفوظ ہوں گی جنتوں کے درمیان یاقوت سے بنے ہوئے محلات میں خیموں میں باپردہ ہوں گی انہوں نے نگاہیں جھکا رکھی ہوں گی پھر ان جنتی مردوں اور عورتوں پر سفید چمکدار پیالوں کا دورہ ہو گا جن میں خالص سفید شراب ہو گی جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہو گی۔ یہ پیالے خالص موتیوں جیسے لڑکے ان کے پاس لائیں گے یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہو گا وہ امن والے مقام میں ہوں گے باغات اور چشمے جو باغوں اور نہروں کے درمیان ہوں گے طاقت والے بادشاہ کے پاس سچی نشست ہو گی وہ اپنے ربِ کریم کی زیارت سے مشرف ہوں گے ان کے چہروں پہ آرام و راحت کی تازہ ہو گی ان پر گرد ہو گی نہ ذلت، بلکہ وہ معزز بندے ہوں گے پروردگار کی طرف سے طرح طرح کے تحفوں کے ساتھ ان کی خبر گیری ہو گی ہمیشہ اپنی من چاہی نعمتیں پائیں گے وہاں ان کو کسی قسم کا غم اور خوف نہیں ہو گا نیز وہ موت کے شبے سے محفوظ ہوں گے وہ وہاں نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے جنتی کھانے کھائیں گے اور اس کی نہروں سے دودھ شراب اور شہد پئیں گے یہ ایسی نہروں سے حاصل ہوں گے جن کی زمین چاندی کی ریت مرجان کی مٹی کستوری کی اور سبزہ زعفران سے ہو گا۔ ان پر ایسے بادلوں سے بارش برسے گی نیز ان کو ایسے پیالے ملیں گے جو چاندی کے ہوں گے اور ان پر موتی، یاقوت اور مرجان جڑا ہوا ہو گا ایک پیالے میں سربمہر شراب ہو گی جس میں میٹھے سلسبیل کی ملاوٹ ہو گی ایسے پیالے ہوں گے کہ ان کے جوہر (اصل)، کی صفائی کی وجہ سے شراب کی سرخی اور لطافت نمایاں ہو گی ان کو کسی انسان نے نہیں بنایا کہ ان کی بناوٹ میں کسی قسم کی کمی یا کوتاہی ہو اور ان کے حُسن میں کچھ فرق ہو۔

یہ پیالے ایسے خادموں کے ہاتھوں میں ہوں گے کہ گویا ان کے چہرے چمک کے اعتبار سے سورج کی عکاسی کر

رہے ہیں لیکن ان کی صورتوں میں جو مٹھاس ہوگا وہ سورج میں کہاں!
نیز ان کے بالوں کا حسن اور آنکھوں کی ملاحت سورج کے پاس کہاں؟ تو ایسے شخص پر تعجب ہے جو ان صفات والے گھر پر ایمان رکھتا ہے اور اسے یقین ہے کہ اہل جنت کے لیے موت نہیں ہوگی اس کے صحن میں اترنے والوں کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی کوئی حادثہ ان میں تغیر و تبدل نہیں کر سکے گا تو وہ ایسے گھر کے ساتھ کیسے مانوس ہوگیا جس کی ویرانی کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور یہ شخص کس طرح یہاں خوشگوار زندگی گزارتا ہے۔
قسم بخدا! اگر وہاں صرف بدنوں کی سلامتی موت، بھوک، پیاس اور ہر قسم کے حادثات سے بے خوفی ہوتی تو بھی دنیا چھوڑنے کے لائق تھی اور جس چیز نے ختم ہونا ہے نیز وہ صاف نہیں ہے اسے جنت پر ترجیح نہ دی جاتی تو اب کیا کیفیت ہوگی جب کہ جنتی بادشاہ ہوں گے جن کو امن حاصل ہوگا طرح طرح کے سرور سے نفع اٹھائیں گے ان کے لیے وہاں ہر من پسند چیز ہوگی اور وہ ہر دن عرش کے صحن میں حاضر ہو کر اپنے رب کریم کی زیارت سے مشرف ہوں گے اور اس دیدار خداوندی سے ان کو وہ لذت حاصل ہوگی جو جنت کی تمام نعمتوں کو دیکھنے اور ان کی طرف متوجہ ہونے سے حاصل نہیں ہوگی نیز وہ ہمیشہ ان نعمتوں میں رہیں گے اور ان کے زوال کا کوئی خدشہ نہیں ہوگا۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
ایک منادی آواز دے گا کہ اے اہل جنت! تمہارے لیے صحت ہے کبھی بیماری نہیں ہوگی تم زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی تم ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا تم ہمیشہ مال دار رہو گے کبھی محتاج نہیں ہوگی اسی سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے (۱)

وَنُوْدُوْا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (۲)
اور ان کو پکارا جائے گا کہ یہ جنت ہے جس کا تمہیں وارث بنایا گیا یہ تمہارے اعمال کی جزا ہے۔

اگر تم جنت کی صفت معلوم کرنا چاہتے ہو تو قرآن پاک پڑھو کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے بیان سے بڑھ کر کوئی بیان نہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی پڑھو۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ۔ (۳)
اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف رکھتا ہو اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۸۰ کتاب الجنۃ
(۲) قرآن مجید، سورۂ اعراف آیت ۴۳
(۳) قرآن مجید، سورۂ رحمٰن آیت ۴۶

سورۂ رحمٰن کے آخر تک پڑھو نیز سورۂ واقعہ اور دوسری سورتیں پڑھو اور اگر تم احادیث کے مطابق ان صفات کی تفصیل معلوم کرنا چاہتے تو اب ان کی تفصیل کو دیکھو جب اجمالی معلومات حاصل کر چکے ہو۔

جنتوں کی تعداد :

مندرجہ بالا آیت (وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ) کے سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ۔ (۱)

دو جنتیں ہوں گی جن کے برتن اور سب کچھ چاندی کا ہو گا اور دو جنتیں ایسی ہوں گی کہ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب سونے کا ہو گا اہل جنت اور اللہ تعالیٰ کے دیدار کے درمیان اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر ہو گی جو جنت عدن میں ہو گی (اس کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہ ہو گی)

جنت کے دروازے :

پھر جنت کے دروازوں کو دیکھو وہ بنیادی عبادات کے حوالے سے بے شمار ہوں گے جس طرح بنیادی گناہوں کے اعتبار سے اعتبار سے جہنم کے دروازے زیادہ ہوں گے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جو شخص اپنے مال میں دو جوڑے (سونا چاندی یعنی روپیہ پیسہ) اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرے اسے جنت کی تمام دروازوں سے بلایا جائے گا اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں پس جو شخص نمازی ہو گا اس کو نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا جو روزہ داروں میں سے ہو گا اس کو روزے کے دروازے سے بلایا جائے گا جو صدقہ دینے والوں میں سے ہو گا اس کو صدقہ کے دروازہ سے آواز دی جائے گی اور جو اہل جہاد سے ہو گا اسے جہاد کے دروازے سے طلب کیا جائے گا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی دروازے سے بلایا جائے گا تو کیا کسی کو ان تمام دروازوں سے بھی بلایا جائے گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں" اور مجھے امید ہے کہ وہ آپ ہی ہوں گے (۲)

حضرت عاصم بن حمزہ، حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے جہنم کا ذکر کرتے ہوئے اس کے معاملے کی بڑائی کو بیان فرمایا لیکن مجھے یاد نہیں پھر یہ آیت پڑھی۔

---

(۱) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۷۲۴ کتاب التفسیر

(۲) صحیح بخاری جلد اول ص ۵۱۷ کتاب المناقب

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا۔ اور ڈرنے والوں کو جنت کی طرف جماعتوں کی شکل میں لے جایا جائے گا۔ (۱)

حتیٰ کہ جب وہ اس کے کسی دروازے تک پہنچیں گے تو وہاں ایک درخت پائیں گے جس کی جڑ کے نیچے سے دو چشمے جاری ہوں گے تو جس طرح ان کو حکم ہوگا ان میں سے ایک کا قصد کریں گے اور اس سے پئیں گے تو ان کے پیٹوں میں جو تکلیف ہوگی وہ سب زائل ہو جائے گی پھر دوسرے چشمے کا ارادہ کریں گے تو اس سے پاکیزگی حاصل کریں گے اب ان پر راحت و سرور کی شادابی ہوگی اس کے بعد ان کے بالوں میں کبھی تبدیلی نہیں آئے گی اور نہ ہی وہ بکھریں گے گویا انہوں نے ان پر تیل لگایا ہو پھر وہ جنت کی طرف چلے جائیں گے جنت کے محافظ ان سے کہیں گے تم پر سلامتی ہو تم اچھے رہو اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔

پھر لڑکوں سے ملاقات ہوگی اور وہ ان کے گرد اس طرح جمع ہوں گے جس طرح کسی کا کوئی عزیز سفر سے آیا ہو وہ کہیں گے تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعزاز کے لیے یہ سب کچھ تیار کیا ہے فرمایا پس ان لڑکوں میں سے ایک لڑکا اس جنتی کی کسی حور سے ملے گا اور دنیا میں جس نام سے اسے پکارا جاتا تھا اس نام کے ساتھ ذکر کر کے کہے گا کہ فلاں آیا ہے۔ وہ پوچھے گی کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ وہ کہے گا میں نے اس کو دیکھا ہے اور وہ میرے پیچھے پیچھے آرہا ہے وہ خوش ہو جائے گی حتیٰ کہ دروازے کی چوکھٹ میں کھڑی ہو جائے گی۔

جنتی جب اپنی منزل میں پہنچے گا اور اس کی بنیادوں کو دیکھے گا تو وہ موتیوں کی چٹانیں ہوں گی جن کے اوپر سرخ، سبز اور زرد غرضیکہ ہر رنگ کا محل ہوگا پھر نظر اٹھا کر اس کی چھت کو دیکھے گا تو وہ بجلی کی طرح چمکتی ہوگی اگر اللہ تعالیٰ نے اسے روک نہ رکھا ہو تو قریب ہے کہ وہ اس کی بینائی لے جائے پھر وہ اپنے سر کو جھکائے گا تو دیکھے گا تو اس کی بیویاں ہوں گی پیالے رکھے ہوں گے (قرینے سے) گاؤ تکیے قطار در قطار اور قیمتی قالین بچھے ہوں گے پھر وہ تکیہ لگا کر بیٹھے گا اور کہے گا اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جس نے اس کے لیے ہماری راہنمائی فرمائی اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے پھر ایک منادی آواز دے گا کہ تم اس میں ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی مرو گے نہیں اس میں ہمیشہ رہو گے کوچ نہیں کرو گے صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

آتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَابَ الْجَنَّةِ فَاَسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ؟ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَيَقُوْلُ بِكَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ

میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آ کر اسے کھلوانا چاہوں گا تو داروغہ کہے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" وہ کہے گا مجھے یہی حکم ہے کہ

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ زمر آیت ۷۳

لِاَحَدٍ قَبْلَكَ۔ (۱) آپ سے پہلے کسی کے لیے نہ کھولوں۔

اب تم جنت کے بالاخانوں اور ان کی بلندی کے سلسلے میں مختلف درجات کے بارے میں سوچو کیوں کہ آخرت کے درجات بہت بڑے ہیں اور اس کی فضیلت زیادہ ہے۔

اور جس طرح ظاہری عبادات اور باطنی اخلاقِ محمودہ کے اعتبار سے لوگ مختلف درجات میں تقسیم ہوتے ہیں اسی طرح جزا کے اعتبار سے بھی ان میں فرق ہوگا اگر تم سب سے اعلیٰ درجہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں تم سے کوئی آگے نہ بڑھے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں آگے بڑھنے اور مقابلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ (۲) اپنے رب کی بخشش حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۔ (۳) اور اسی (حصول بخشش) میں مقابلہ کرنے والوں کو مقابلہ کرنا چاہیے۔

تعجب کی بات ہے جب تمہارے ساتھی یا پڑوسی ایک درہم یا مکان کی بلندی کے ذریعے تم سے آگے بڑھتے ہیں تو یہ بات تم پر گراں گزرتی ہے اور تمہارے سینے میں گھٹن پیدا ہوتی ہے اور حسد کی وجہ سے تمہاری زندگی پریشان کن ہو جاتی ہے اور بات یہ ہے کہ سب سے بہتر حالت جنت میں ٹھکانے کا ملنا ہے اور تو ان لوگوں سے بچ نہیں سکتا جو نیک کاموں کے ذریعے تجھ سے آگے بڑھتے ہیں ایسی نیکیاں کہ تمام اپنے تمام مال و اسباب کے ساتھ بھی ان کے برابر نہیں ہو سکتی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جنت والے اپنے سے اوپر بالاخانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم مشرق یا مغرب میں افق میں نکلنے والے ستاروں کو دیکھتے ہو کیوں کہ ان کے درمیان بہت زیادہ (بلندی کا) فاصلہ ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ انبیاء کرام کے مقامات ہیں جن تک دوسرے پہنچ نہیں سکیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے رُسلِ عظام کی تصدیق کی۔ (۴)

---

(۱) صحیح مسلم جلد اول ص ۱۱۲ کتاب الایمان

(۲) قرآن مجید سورۂ حدید آیت ۲۱

(۳) قرآن مجید سورۂ مطففین آیت ۲۶

(۴) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۷۸ کتاب الجنۃ

آپ نے یہ بھی فرمایا۔

اِنَّ اَهْلَ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی لَیَرَاهُمْ مَنْ تَحْتَهُمْ كَمَا تَرَوْنَ النَّجْمَ الطَّالِعَ فِیْ اُفُقٍ مِنْ آفَاقِ السَّمَاءِ وَاِنَّ اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ مِنْهُمْ وَاَنْعَمَا۔ (۱)

(جنت والوں میں سے) اعلیٰ درجات والوں کو نچلے درجے والے اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے کسی کنارے پر طلوع ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہو اور بے شک حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی ان میں سے ہیں اور بہت اچھے ہیں۔ (۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کیا میں تمہیں جنت کے بالاخانوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم بتائیے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے فرمایا جنت میں کچھ بالاخانے ہیں جو مختلف جوہروں سے بنے ہیں ان کے اندر سے باہر اور باہر سے اندر نظر آتا ہوگا ان میں ایسی نعمتیں، لذتیں اور سُرور ہوگا جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر اس کا خیال گزرا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بالاخانے کس کے لیے ہوں گے؟ فرمایا ان لوگوں کے لیے ہیں جو سلام پھیلاتے (محتاجوں کو) کھانا کھلاتے ہمیشہ روزہ رکھتے اور رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ (۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس بات کی طاقت کون رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا میری امت اس کی طاقت رکھتی ہے اور عنقریب میں تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں گا جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے اور۔۔ سلام کہے یا سلام کا جواب دے تو اس نے سلام کو رواج دیا اور جو شخص اپنی بیوی اور بچوں کو کوئی کھانا کھلائے حتیٰ کہ ان کو سیر کر دے تو اس نے کھانا کھلا دیا اور جس نے رمضان شریف کے روزے اور ہر مہینے سے تین دن (تیرہ چودہ پندرہ تاریخ) کے روزے رکھے اس نے گویا ہمیشہ روزہ رکھا اور جس نے عشاء اور صبح کی نماز با جماعت پڑھی اس نے گویا رات بھر نماز پڑھی جب کہ لوگ سوئے ہوئے تھے اور لوگوں سے مراد یہودی، عیسائی اور مجوسی ہیں (۳)

ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ۔ (۴)　　اور ہمیشہ رہنے والے جنت میں اچھے ٹھکانے ہیں۔

اس آیت کی وضاحت کے سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۲۷ مرویات ابو سعید خدری

(۲) الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۱۱۱ کتاب صفۃ الجنۃ

(۴) قرآن مجید، سورہ الصف آیت ۱۲

موتیوں کے بنے ہوئے محلات ہیں ہر محل میں سرخ یاقوت کے ستر گھر ہیں ہر گھر میں سبز زمرد سے بنے ہوئے ستر کمرے، ہیں ہر کمرے میں ایک تخت ہے ہر تخت پر ستر بچھونے ہیں جو مختلف رنگوں کے ہیں اور ہر بستر پر اس کی بیوی ہے جو حوروں میں سے ہے ہر مکان میں ستر خوان ہیں ہر دسترخوان پر ستر قسم کے کھانے ہیں اور ہر مکان میں ستر خدمت گار عورتیں اور ہر مومن کو روزانہ ان سب کے پاس جانے کی طاقت دی جائے گی۔ (۱)

فصل ۱۴:

جنّت کے باغات زمین، درخت اور نہریں

جنت کی صورت میں غور کرو اور اس کے رہنے والوں پر رشک کرنے کا سوچو اور سوچو کہ جو شخص جنت کے بدلے دنیا پہ قناعت کرتا ہے اسے کس قدر حسرت ہو گی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ حَائِطَ الْجَنَّةِ لَبِنَةٌ مِنْ فِضَّةٍ وَلَبِنَةٌ مِنْ ذَهَبٍ تُرَابُهَا زَعْفَرَانٌ وَطِيْنُهَا مِسْكٌ (۲)

بے شک جنت کی دیوار کی ایک اینٹ چاندی کی اور ایک اینٹ سونے کی ہو گی اس کی مٹی زعفران اور گارا کستوری ہو گی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

دَرْمَكَةٌ بَيْضَاءُ مِسْكٌ خَالِصٌ۔ (۳)

سفید نرم وملائم مٹی اور خالص کستوری ہو گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں شراب پلائے پس وہ اسے دنیا میں چھوڑ دے اور جس آدمی کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں ریشم پہنائے وہ اسے دنیا میں چھوڑ دے (۴) جنت کی نہریں کستوری کے ٹیلوں یا فرمایا کستوری کے پہاڑوں کے نیچے سے نکلتی ہیں۔ (۵) اور اگر سب سے کم درجے والا جنتی کا زیور تمام دنیا والوں کے زیورات کے برابر ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں جو زیورات پہنائے گا وہ دنیا کے تمام زیورات سے افضل ہو گا (۶)

---

(۱) احکام القرآن للقرطبی جلد ۱۸ ص ۸۸ تحت آیت ومساکن طیبۃ

(۲) تاریخ ابن عساکر جلد ۲ ص ۶۷ ترجمہ احمد بن محمد بن عبید

(۳) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۹۸ کتاب الفتن

(۴) مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۷۶ کتاب الاشربۃ

(۵) الدر المنثور جلد اول ص ۳۷ تحت آیت تجری من تحتہا الانہار

(۶) مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۴۰۱ کتاب اہل الجنۃ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں سوار ایک سو سال چلے گا لیکن اسے طے نہیں کر سکے اگر تم چاہو تو پڑھو (۱)
وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ۔ (۱) اور پھیلائے ہوئے سائے۔
حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیہاتیوں اور ان کے سوالات کے ذریعے نفع پہنچاتا ہے ایک اعرابی نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایک موذی درخت کا ذکر کیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ جنت میں کوئی ایسا درخت ہوگا جو اپنے صاحب کو ایذا پہنچائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کونسا درخت ہے؟ عرض کیا "سدر" (بیری کا درخت) ہے اس کے کانٹے ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔
فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ۔ (۲) کانٹوں کے بغیر بیریوں میں۔
اللہ تعالیٰ اس کے کانٹے کو دور کر دے گا اس کے ہر کانٹے کی جگہ پھل لگا دے گا پھر اس کا پھل بہتر قسم کے رنگ دے گا ان میں سے کوئی بھی رنگ دوسرے کے مشابہ نہیں ہوگا۔ (۳)
حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم مقام صفاح اترے تو دیکھا کہ وہاں درخت کے نیچے ایک شخص سویا ہوا ہے اور اس پر دھوپ پہنچنے والی ہے میں نے غلام سے کہا یہ چمڑے کا دستر خوان لے جاؤ اور اس پر سایہ کر دو وہ گیا اور اس پر سایہ کیا جب وہ شخص بیدار ہوا تو دیکھا کہ وہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں میں ان کے پاس آیا تاکہ سلام کہوں انہوں نے فرمایا اے جریر اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرو کیوں کہ جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا کرے گا کیا تم جانتے ہو قیامت کے اندھیرے کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا فرمایا بعض کا بعض پر ظلم کرنا پھر آپ نے ایک چھوٹی سی لکڑی اٹھائی وہ اتنی چھوٹی تھی کہ گویا مجھے نظر نہ آتی فرمایا اے جریر! اگر تم جنت میں اس کی مثل طلب کرو گے تو نہیں پاؤ گے میں نے پوچھا اے ابو عبد اللہ یہ کھجور اور دوسرے درخت کہاں جائیں گے؟ فرمایا (وہ لکڑی کے نہیں ہوں گے بلکہ) ان کی جڑیں موتیوں اور سونے کی ہوں گی اور ان کے اوپر پھل ہوں گے۔

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۴۵۵ مرویات ابوہریرہ
(۲) قرآن مجید، سورۃ الواقعہ آیت ۳۰
(۳) قرآن مجید، سورۃ الواقعہ آیت ۲۸
(۴) المستدرک للحاکم جلد ۲ ص ۴۷۶ کتاب التفسیر

فصل ۱۵:

جنتیوں کا لباس، بچھونے، تخت، مسندیں اور خیمے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ۔ (۱)

ان کو جنت میں سونے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا لباس ریشم ہوگا۔

اس سلسلے میں بہت سی آیات آئی ہیں اور تفصیل احادیث میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ لَا يَبْأَسُ لَا تَبْلَى ثِيَابُهُ وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُ فِي الْجَنَّةِ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ۔ (۲)

جو شخص جنت میں داخل ہوگا اسے نعمت ملے گی نہ وہ محتاج ہوگا نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ اس کی جوانی ختم ہوگی جنت میں وہ کچھ ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی دل میں اس کا خیال گزرا۔

ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں جنتیوں کے لباس کے بارے میں بتائیے کیا وہ مخلوق ہوں گے جو پیدا کئے جائیں گے یا ان کو بُنا جائے گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور لوگ حضرات ہنس پڑے آپ نے فرمایا اس بات پر ہنستے ہو کہ ایک بے علم نے علم والے سے سوال کیا پھر فرمایا وہ جنت کے پھلوں میں سے نکلیں گے۔ دو بار فرمایا۔ (۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا ان کی شکلیں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گی وہ وہاں نہ تھوکیں گے نہ ناک صاف کریں گے نہ قضائے حاجت کے لیے بیٹھیں گے ان کے برتن اور کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی ان کا پسینہ کستوری ہوگا ان میں سے ہر ایک کے لیے دو بیویاں ہوں گی وہ اس قدر حسین ہوں گی کہ ان کی پنڈلیوں کا مغز گوشت کے اوپر سے نظر آتا ہوگا ان کے درمیان نہ اختلاف ہوگا اور نہ بغض، ان کے دل ایک دل کی طرح ہوں گے۔ وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں گے (۴)

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ حج آیت ۲۳

(۲) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۳۷۰ مرویات ابوہریرہ

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۲۵ مرویات ابن عمرو

(۴) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۹۷ کتاب الجنۃ

ایک روایت میں ہے ہر بیوی پر ستر لباس ہوں گے (۱)

ارشاد خداوندی ہے۔

یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا۔ (۲) ان کو سونے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

اس آیت کے ضمن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے سروں پر تاج ہوں گے جن کا ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کر دے گا۔ (۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْخَیْمَةُ دُرَّةٌ مُّجَوَّفَةٌ طُوْلُهَا فِی السَّمَاءِ سِتُّوْنَ مِیْلًا فِیْ کُلِّ زَاوِیَةٍ مِّنْهَا لِلْمُؤْمِنِ اَهْلٌ لَا یَرَاهُمُ الْاٰخَرُوْنَ۔ (۴)

جنت کا خیمہ ایک موتی ہوگا جو اندر سے خالی ہوگا اس کی اونچائی آسمان کی طرف ساٹھ میل ہوگی اس کے ہر کونے میں مومن کی زوجہ ہوگی جس کو دوسری طرف والی دیکھ نہیں سکے گی۔

اس حدیث کو حضرت امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں خیمہ ایک ایسا موتی ہوگا جو اندر سے خالی ہوگا اور اس کا طول و عرض ایک ایک فرسخ (تین میل) ہوگا اور اس میں سونے کے چار ہزار دروازے ہوں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قرآن مجید کی آیت۔

وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ۔ (۵) اور بچھونے ہوں گے بلند کئے ہوئے۔

کی تفسیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بچھونوں کے درمیان آسمان و زمین کے درمیان جتنا فاصلہ ہوگا۔ (۶)

فصل ۱۶:

جنتیوں کا کھانا

جنتیوں کا کھانا قرآن پاک میں مذکور ہے کہ وہ پھل، موٹے موٹے پرندے من سلویٰ، شہد، دودھ اور دیگر بے شمار

---

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۷۹ کتاب الجنۃ

(۲) قرآن مجید، سورۂ حج آیت ۲۳

(۳) المستدرک للحاکم جلد ۲ ص ۴۲۷ کتاب التفسیر

(۴) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۸۰ کتاب الجنۃ

(۵) قرآن مجید، سورۂ واقعہ آیت ۳۴

(۶) الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۵۳۰ کتاب صفۃ الجنۃ

اقسام ہیں ارشاد خداوندی ہے۔

كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوا هٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوا بِهٖ مُتَشَابِهًا۔ (۱)	جب بھی ان کو اس کے پھلوں میں سے رزق دیا جائے گا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا اور اُن کو ملتا جلتا ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے مشروبات کا ذکر کئی مقامات پر کیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا تھا کہ یہودیوں کے علماء میں سے ایک عالم وہاں آیا اور اس نے کئی سوالات ذکر کئے یہاں تک کہ اس نے کہا کہ پل صراط پر سب سے پہلے کون گزرے گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقراء مہاجرین" اس نے پوچھا جب وہ جنت میں جائیں گے تو ان کا تحفہ کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا مچھلی کے جگر کے کباب" اس نے پوچھا اس کے بعد ان کی غذا کیا ہوگی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان کے لیے جنت کا بیل ذبح کیا جائے گا جو اس کے کناروں میں پھرتا تھا اس نے پوچھا ان کا مشروب کیا ہوگا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس چشمے سے ہوگا جس کو سلسبیل کہا جاتا ہے یہودی عالم نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہودیوں میں سے ایک شخص بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور اس نے کہا اے ابو القاسم! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ یہ خیال نہیں کرتے کہ جنت والے کھائیں گے اور پئیں گے۔ ادھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر انہوں نے اقرار کیا تو میں ان پر اعتراض کروں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ان میں ایک ایک کو ایک سو آدمیوں کے برابر کھانے پینے اور جماع کی طاقت دی جائے گی۔ یہودی نے کہا جو شخص کھاتا پیتا ہے اسے حاجت بھی ہوتی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی حاجت پسینے کی شکل میں ہوگی جو ان کے چمڑوں سے کستوری کی طرح نکلے گا اور پیٹ اپنی جگہ پڑ جائے گا۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّكَ لَتَنْظُرُ اِلَى الطَّيْرِ فِي الْجَنَّةِ فَتَشْتَهِيهِ	بے شک تم جنت میں ایک پرندے کو دیکھ کر اس کی خواہش

---

(۱) قرآن مجید، سورہ بقرہ آیت ۲۵

(۲) صحیح مسلم جلد اول ص ۱۲۹ کتاب الحیض

(۳) الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۵۲۵ کتاب صفۃ الجنۃ

فَیَخِرُّ بَیْنَ یَدَیْکَ مَشْوِیًّا۔ (۱) کرو گے تو وہ بھنا ہوا تمہارے سامنے گرے گا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ طَیْرًا اَمْثَالَ الْبَخَاتِیِّ۔ جنت میں کچھ پرندے بختی اونٹ جیسے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا خوب ہیں! آپ نے ارشاد فرمایا اس سے زیادہ اچھے تو ان کو کھانے والے ہیں اور اے ابوبکر آپ بھی ان کھانے والوں میں سے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے۔

یُطَافُ عَلَیْھِمْ بِصِحَافٍ۔ (۲) ان پر جام گردش کریں گے

اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ان (اہل جنت) پر سونے کے ستر پیالوں کا دور ہوگا ہر پیالے میں دوسرے پیالے سے مختلف رنگ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آیت کریمہ۔

وَمِزَاجُہٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ۔ (۳) اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اصحاب یمین کے لیے اس میں ملاوٹ ہوگی اور مقربین خالص پئیں گے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا ارشاد خداوندی ہے۔

خِتٰمُہٗ مِسْکٌ۔ (۴) اس کی مہر کستوری کی ہوگی۔

کی تفسیر میں مروی ہے فرماتے ہیں وہ چاندی کی طرح سفید شراب ہوگی اور ان کی آخری شراب مہر لگائی ہوئی ہوگی اگر دنیا والوں میں سے کوئی اپنے ہاتھ کو اس میں داخل کر کے باہر نکالے تو ہر ذی روح کو اس کی خوشبو محسوس ہو۔

فصل ۱۴۰

حورعین اور بچوں کی کیفیت

قرآن مجید میں ان کا وصف بار بار مذکور ہوا ہے اور احادیث مبارکہ میں ان کی زیادہ وضاحت کی گئی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

---

(۱) مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۴۱۴ کتاب اہل الجنۃ

(۲) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۲۲۱ مرویات انس

(۳) قرآن مجید، سورۂ زخرف آیت ۷۱

(۴) قرآن مجید، سورۂ تطفیف آیت ۲۷ (۵) قرآن مجید سورۂ تطفیف آیت ۲۶

اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک صبح کا ایک شام دینا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے اور جنت میں تم میں سے کسی ایک کی کمان کے کونے سے مٹھی تک یا قدم رکھنے کی جگہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے بہتر ہے اور اگر کوئی جنتی عورت زمین کی طرف جھانکے تو اسے روشن کر دے اور اس کے درمیان خوشبو ہی خوشبو پھیل جائے اور اس کے سر کا دوپٹہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے بہتر ہے (۱)

ارشاد خداوندی ہے۔

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۔ (۲) گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ وہ اس (حور) کے چہرے کو اس کی چادر کے اوپر سے دیکھے گا تو وہ شیشے سے زیادہ صاف ہوگا اور اس کے اوپر کا ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کر دے گا اس کے اوپر ستر کپڑے ہوں گے لیکن ان سے نگاہ پار ہو جائے گی حتیٰ کہ وہ ان کے اوپر سے اس (حور) کی پنڈلی کا مغز دیکھ لے گا۔ (۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے معراج کرایا گیا تو میں جنت کے ایک مقام میں داخل ہوا جس کو بیدخ کہا جاتا ہے وہاں موتیوں، سبز زبرجد اور سرخ یاقوت کے خیمے ہیں (وہاں) حوروں نے کہا "السلام علیک یا رسول اللہ" میں نے پوچھا اے جبریل! یہ کیسی آواز ہے! انہوں نے عرض کیا یہ (حوریں) ہیں جو خیموں میں قیام پذیر ہیں انہوں نے آپ پر سلام پیش کرنے کے لیے اپنے رب سے اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت دے دی تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ہم راضی ہونے والی ہیں پس ہم کبھی ناراض نہ ہوں گی ہم یہاں ہمیشہ رہیں گی یہاں سے کبھی نہیں جائیں گی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (۴)

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۔ (۵) یہ حوریں پردہ دار خیموں میں ہوں گی ۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۔ (۶) اور نیک بیویاں ہوں گی۔

---

(۱) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۲، ۹ کتاب الرقاق

(۲) قرآن مجید، سورۂ رحمن آیت ۵۸

(۳) المستدرک للحاکم جلد ۲ ص ۵، ۴ کتاب التفسیر

(۴) الدر المنثور جلد ۶ ص ۱۵۱ تحت آیت حور مقصورات فی الخیام

(۵) قرآن مجید، سورۂ رحمن آیت ۲، (۶) قرآن مجید سورۂ آل عمران ۱۵

حضرت مجاہد رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ حیض، قضائے حاجت پیشاب، تھوک، رینٹھ، مادہ منویہ اور اولاد سے پاک ہوں گی۔ ارشاد خداوندی ہے۔

فِیْ شُغُلٍ فٰکِھُوْنَ۔ (۱) وہ اپنے کام سے لطف اندوز ہوں گے۔

ان کا کام پردۂ بکارت کو زائل کرنا ہوگا۔

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا اہل جنت جماع کریں گے آپ نے فرمایا ان میں سے ایک ایک کو ایک دن میں تمہارے ستر افراد سے زیادہ قوت دی جائے گی۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنتیوں میں سے سب سے کم درجہ والا شخص وہ ہوگا جس کے ساتھ ایک ہزار خادم جائیں گے اور ہر خادم کو رنگ رنگ ذمہ داری سونپی جائے گی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اہل جنت میں سے ایک شخص پانچ سو حوروں چار ہزار کنواری لڑکیوں اور آٹھ ہزار شادی شدہ سے نکاح کرے گا وہ ان میں سے ہر ایک سے اتنی مدت گلے ملے گا جس قدر دنیا میں اس نے زندگی گزاری ہے (۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جنت میں ایک بازار ہوگا جس میں خرید و فروخت نہیں ہوگی البتہ مردوں اور عورتوں کی تصویریں ہوں گی جب کوئی شخص کسی صورت کی خواہش کرے گا تو اس بازار میں داخل ہو جائے گا وہاں حوروں کا اجتماع ہوگا وہ آواز بلند کریں گی اور ایسی آواز مخلوق نے کبھی نہ سنی ہوگی وہ کہیں گی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں ہم ناز و نعمت والی ہیں کبھی مایوس نہ ہوں گی ہم راضی رہنے والی ہیں کبھی ناراض نہ ہوں گی۔ پس اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جو ہمارے لیے ہے اور ہم اس کے لیے ہیں (۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی حوریں یہ گانا گائیں گی کہ ہم خوبصورت حوریں ہیں جو معزز جوڑوں کے لیے چھپا کر رکھی گئی ہیں۔ (۵)

ارشاد خداوندی ہے۔

---

(۱) قرآن مجید سورۂ یٰسین آیت ۵۵

(۲) کنز العمال جلد ۱۴ ص ۴۸۵ حدیث ۳۹۳۶۲

(۳) الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۵۳۲ کتاب صفۃ الجنۃ

(۴) مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۱۵۶

(۵) مجمع الزوائد، جلد ۱۰ ص ۴۱۹ کتاب اہل الجنۃ

فِی رَوْضَۃٍ یُّحْبَرُوْنَ ۔ (۱) باغ میں مسرور اور محترم ہوں گے۔

حضرت یحیٰی بن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اس سے مراد جنت میں سننا ہے۔

حضرت ابوامامہ باھلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَامِنْ عَبْدٍ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اِلَّا وَیَجْلِسُ عِنْدَ رَاْسِہٖ وَعِنْدَ رِجْلَیْہِ ثِنْتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ یُغَنِّیَانِہٖ بِاَحْسَنِ صَوْتٍ سَمِعَہُ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ وَلَیْسَ بِمِزْمَارِ الشَّیْطَانِ وَلٰکِنْ بِتَحْمِیْدِ اللّٰہِ وَتَقْدِیْسِہٖ۔ (۲)

جو شخص بھی جنت میں جائے گا اس کے سرہانے اور پاؤں کی طرف دو حوریں بیٹھیں گی وہ اسے ایسی اچھی آواز سے ساتھ گائیں گی جو کسی انسان یا جن نے سنی ہو لیکن وہ (آواز) شیطانی آلۂ لہو نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور پاکیزگی بیان ہوگی۔

فصل ۱۸:

اہلِ جنت کے مختلف اوصاف سے متعلق احادیث مبارکہ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔ کیا کوئی شخص جنت کے لیے آمادہ ہے جنت کے لیے کوئی خطرہ نہیں رب کعبہ کی قسم! یہ ایک چمکتا ہوا نور ہے اور خوشبو ہے جو پھیلتی ہے مضبوط محل ہے جاری نہر ہے بہت زیادہ پکے ہوئے پھل ہیں خوبصورت بیویاں ہیں جو ناز و نعمت میں ہیں دائمی مقام میں نعمت ہے نیز بلند، محفوظ اور خوبصورت مکان میں تر و تازگی ہے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اس کے لیے آمادہ اور تیار ہیں آپ نے فرمایا "ان شاء اللہ تعالیٰ" کے الفاظ بھی کہو پھر آپ نے جہاد کا ذکر کیا اور اس کی ترغیب دی۔ (۳)

ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے یہ مجھے پسند ہیں آپ نے فرمایا اگر تم وہاں گھوڑے پسند کرو گے تو تمہیں سرخ یاقوت کے گھوڑے دیئے جائیں گے جو تمہیں جنت میں اڑا کر وہاں لے جائیں گے جہاں تم چاہو گے۔

ایک دوسرے شخص نے عرض کیا مجھے اونٹ پسند ہیں کیا جنت میں اونٹ ہوں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

(۱) قرآن مجید، سورہ روم آیت ۱۵

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۸ ص ۱۱۴ حدیث ۷۴۷۸

(۳) سنن ابن ماجہ ص ۳۲۱، ابواب الزھد

فرمایا اے بندۂ خدا! اگر تم جنت میں چلے گئے تو تجھے وہاں وہ کچھ ملے گا جو تم چاہو گے اور جس سے تمہاری آنکھوں کو لذت حاصل ہو گی۔ (۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی آدمی کے لیے اسی طرح بچہ پیدا ہو گا جیسے وہ چاہے گا اس کا حمل، بچے کی پیدائش اور اس کی جوانی ایک ہی ساعت میں ہو جائے گی (۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جب جنتی جنت میں ٹھہر جائیں گے اور بھائی اپنے بھائی (اور دوست اپنے دوست) سے ملنا چاہے گا تو اس کا تخت اس کے تخت کی طرف چلے گا اور وہ آپس میں ملاقات کریں گے اور دنیا میں ان کے درمیان جو گفتگو ہوتی تھی وہ باتیں کریں گے وہ کہے گا اے میرے بھائی! فلاں دن فلاں مجلس کا واقعہ یاد کرو کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو اس نے ہمیں بخش دیا۔ (۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جنتی جسم سے ننگے بے ریش، سفید قریب ہوں گے سرمہ لگا ہوا اور تیس سال کی عمر کے ہوں گے اور وہ آدم علیہ السلام کی طرح ہوں گے کہ ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ اور چوڑائی سات ہاتھ ہو گی۔ (۴)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سب سے کمتر جنتی کے لیے اسی ہزار خادم اور بہتر بیویاں ہوں گی ان کے لیے موتیوں، زبرجد اور یاقوت کا خیمہ ہو گا اور وہ اتنا بڑا ہو گا جتنا فاصلہ مقام جابیہ سے صنعاء تک ہے اور ان (کے سروں) پر تاج ہوں گے جن کا ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کر دے گا (۵)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میں نے جنت کی طرف دیکھا تو وہاں ایک انار دانہ تھا جو اس اونٹ کے پچھلے حصے کی طرح ہو گا جس پر کجاوہ رکھا گیا ہو وہاں کے پرندے بختی اونٹ جیسے تھے وہاں ایک لونڈی تھی میں نے پوچھا اے لونڈی! تو کس کے لیے ہے؟ اس نے کہا

---

(۱) الدر المنثور جلد ۶ ص ۲۳ تحت آیۃ و فیہا ما تشتہیہ الانفس

(۲) ایضاً

(۳) حلیۃ الاولیاء جلد ۸ ص ۹ ۴ ترجمہ ۳۹۵

(۴) الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۵۰۰ کتاب صفۃ الجنۃ

(۵) مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۹۹ کتاب الفتن

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لیے، اور جنت میں ایسی نعمتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا۔ (۱)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا تورات کو اپنے دست قدرت سے لکھا اور جنت کو اپنے دست قدرت سے قائم کیا پھر کہا کہ کلام کر تو اس نے کہا۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ۔ (۲) تحقیق ایمان والوں نے کامیابی حاصل کی۔

تو یہ جنت کی صفات ہیں جو ہم نے اجمالی طور پر اور تفصیل سے ذکر کی ہیں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے ایک خلاصہ تحریر فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں بے شک اس (جنت) کے انار ڈولوں جتنے ہیں اور اس کی نہروں میں پانی بھی ہے جو کبھی نہیں بدلے گا اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ بدلتا نہیں صاف شہد کی نہریں ہیں کہ لوگ اس کی صفت بیان نہیں کر سکتے۔ کچھ نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کے لیے لذت کا باعث ہے نہ اس سے عقل زائل ہوگی اور نہ اس سے سروں میں درد ہوگا اور جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا خوش عیش بادشاہ ہوں گے سب کی عمریں ایک جیسی ہوں گی یعنی تینتیس سال کے ہوں سب کی لمبائی ساٹھ ہاتھ ہوگی سرمہ لگا ہوا ہوگا، جسم ننگا ہوگا اور بے ریش ہوں گے عذاب سے محفوظ ہوں گے اور اس گھر میں مطمئن ہوں گے جنت کی نہریں یاقوت اور زبرجد کی چھوٹی کنکریوں پر جاری ہوں گی ان درختوں کی جڑیں، شاخیں اور بیلیں موتیوں کی ہوں گی اور ان کے پھلوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے ان کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے سونگھی جائے گی اور ان (اہل جنت) کے لیے وہاں تیز چلنے والے گھوڑے اور اونٹ ہوں گے ان کے کجاوے، لگامیں اور زین یاقوت کی ہوں گی وہ وہاں ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے ان کی بیویاں حوریں ہوں گی گویا وہ شتر مرغ کے انڈوں کی طرح گرد و غبار سے محفوظ ہیں اور وہاں کی عورت اپنی دو انگلیوں کے درمیان ستر قیمتی لباس پکڑ کر ان کو پہنے گی پس اس کی پنڈلی کا مغز ان ستر لباسوں کے اوپر سے نظر آئے گا اللہ تعالیٰ اخلاق کو برائی سے اور جسموں کو موت سے پاک کر دے گا وہ وہاں ناک صاف نہیں کریں گے نہ پیشاب کریں گے اور نہ قضائے حاجت کے لیے بیٹھیں گے بلکہ خوشبودار ڈکار آئے گا اور ان کو وہاں صبح و شام رزق ملے گا۔ لیکن وہاں رات کا آنا جانا نہیں ہوگا کہ شام کے بعد صبح اور صبح کے بعد شام ہو ان میں سے جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اور جس کا سب سے کم مرتبہ ہوگا اس کی حد نگاہ اور حکومت ایک سو سال کی مسافت تک ہوگی اور یہ ایک ایسا محل ہوگا جو سونے اور چاندی سے بنا ہوگا نیز موتیوں کے خیمے ہوں گے اور اس کی نگاہ کو کھول دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ

---

(۱) تاریخ ابن عساکر جلد ۵ ص ۶۲ ۴ ترجمہ زید بن حارثہ

(۲) قرآن مجید سورۃ مومنون آیت ۱

اس محل کے آخر کو اسی طرح دیکھے گا جس طرح اس کے قریب کو دیکھے گا صبح و شام ان کے سامنے سونے کے ستر ستر ہزار پیالے پیش کئے جائیں گے ہر پیالے میں مختلف رنگ کا کھانا ہوگا اور آخری پیالے کا ذائقہ پہلے پیالے کی طرح ہوگا اور جنت میں ایسا یاقوت ہوگا جس میں ستر ہزار مکانات ہوں گے ہر مکان میں ستر ہزار کمرے ہوں گے اور ان میں کوئی پھٹن یا سوراخ نہیں ہوگا۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنت میں سب سے کم درجے والا شخص وہ ہوگا جو اپنے ملک میں ایک ہزار سال چلے گا وہ اس کے دُور والے حصے کو اس طرح دیکھے گا جس طرح قریب والے کو دیکھتا ہے اور سب سے بلند درجے والا شخص صبح و شام اپنے رب کی زیارت کرے گا۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر جنتی کے ہاتھ میں تین کنگن ہوں گے ایک کنگن سونے کا دوسرا کنگن موتیوں کا اور تیسرا کنگن چاندی کا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنت میں ایک حُور ہے جسے عیناء کہا جاتا ہے جب وہ چلتی ہے تو اس کے دائیں بائیں ستر ہزار لونڈیاں چلتی ہیں اور وہ کہتی ہے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والے لوگ کہاں ہیں؟

حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دنیا کو چھوڑنا مشکل ہے لیکن جنت کو چھوڑنا زیادہ مشکل ہے اور دنیا کو چھوڑنا آخرت کی مہر ہے۔

انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ دنیا کو طلب کرنے میں نفس کی ذلت ہے جب کہ طلبِ آخرت میں نفس کی عزت ہے تو اس شخص پر تعجب ہے جو فنا ہونے والی چیز کی طلب میں ذلت اختیار کرے اور باقی رہنے والی چیز کی طلب میں عزت کو چھوڑ دے۔

فصل ۱۹

اللہ تعالیٰ کی زیارت اور دیدار

ارشاد خداوندی ہے۔

لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوا الۡحُسۡنٰی وَ زِیَادَۃٌ ۔ (۱) نیکیاں کرنے والوں کے لیے اچھا اجر اور زائد بھی ہے۔

اور یہ زائد بات اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جو بہت بڑی لذت ہے اس میں جنت کی آسائش بھول جاتی ہے اس کی حقیقت ہم نے محبت کے بیان میں ذکر کی ہے اور اس پر قرآن و سنت سے دلائل گواہ ہیں جب کہ اہل بدعت کا عقیدہ اس کے خلاف ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے چودھویں رات کا چاند دیکھا تو فرمایا۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ یونس آیت ۲۶

اِنَّكُمْ تَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُوْنَ فِي رُؤْيَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا۔

بے شک تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو اس کے دیکھنے میں کوئی شک نہ ہوگا اگر تم سے ہو سکے کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے کی نماز (فجر کی نماز) اور غروب آفتاب سے پہلے کی نماز (عصر کی نماز) سے نہ تھکو تو ان کو ادا کیا کرو۔

پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا۔ (۱)

اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرو طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروب سے پہلے۔

صحیح بخاری و مسلم میں یہ حدیث بیان ہوئی ہے۔ (۲)

حضرت امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح (صحیح مسلم) میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ۔ (۳)

نیکی کرنے والوں کے لیے اچھا بدلہ بھی ہے اور زائد بھی۔

پھر فرمایا۔

جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں چلے جائیں گے تو ایک نداء دینے والا پکارے گا اے اہل جنت! تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک وعدہ ہے وہ چاہتا ہے کہ اسے تم سے پورا کرے وہ کہیں گے کون سا وعدہ ہے؟ کیا ہمارے نیکیوں کے پلڑے کو بھاری نہیں کیا گیا؟ ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا گیا؟ کیا ہمیں جنت میں داخل اور جہنم سے بچایا نہیں گیا؟ آپ نے فرمایا پس پردہ اٹھایا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے تو دیدار الٰہی سے بڑھ کر انہیں کچھ نہیں ملے گا (۴)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے دیدار خداوندی سے متعلق حدیث مروی ہے اور یہ بہت بڑا اجر اور انتہائی درجہ کی نعمت ہے اور ہم نے جس قدر لذتوں کا ذکر کیا ہے اس نعمت کے مقابلے میں وہ سب بھول جاتی ہیں اور اہل جنت

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ طٰہٰ آیت ۱۳۰

(۲) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۹، مرویات ابو سعید خدری

(۳) قرآن مجید، سورۂ یونس آیت ۲۶

(۴) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۳۳۲ مرویات صہیب

جب ملاقاتِ خداوندی کا شرف حاصل کریں گے تو ان کے سرور کی کوئی انتہا نہ ہو گی بلکہ جنتی لذتوں میں سے کسی چیز کو لذتِ ملاقات سے کوئی نسبت نہیں ہم نے یہاں اختصار سے کام لیا کیوں کہ ہم یہ بات محبت، شوق اور رضا کے بیان میں تفصیلاً ذکر کر چکے ہیں پس اپنے مولیٰ کی ملاقات کے سوا کسی نعمت کی طرف بندہ متوجہ نہ ہو کیوں کہ جنت کی باقی نعمتوں میں وہ جانور بھی انسان کے ساتھ شریک ہیں جو چراگاہوں میں چرتے ہیں۔

خاتمہ — رحمت خداوندی کی وسعت

ہم اس کتاب کا خاتمہ نیک فال کے طور پر رحمت خداوندی کی وسعت کے بیان پر کرتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال لینے کو پسند فرماتے تھے (۱)

اور ہمارے پاس اس قدر اعمال نہیں ہیں کہ ہمیں بخشش کی امید ہو پس ہم نیک فال لینے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں ہماری عاقبت بہتر ہو جیسا کہ ہم نے کتاب کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بیان پر مکمل کیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ۔ (۲)

بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کوئی شریک ٹھہرایا جائے لیکن اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دے۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔

آپ فرما دیجئے اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دے گا اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

نیز ارشاد فرمایا۔

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ

اور جو شخص برا عمل کرے یا اپنے نفس پر زیادتی کرے پھر

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۳۳۲ مرویات ابوہریرہ

(۲) قرآن مجید، سورۂ النساء آیت ۴۸

(۳) قرآن مجید، سورۂ زمر آیت ۵۳

يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (۱) اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

اور ہم اللہ تعالیٰ سے قدم کی ہر پھسلن اور قلم کی ہر لغزش سے جو اس کتاب میں واقع ہوئی یا ہماری باقی کتب میں واقع ہوئی، بخشش کے طالب ہیں۔ ہم اپنے ان اقوال کے لیے بھی طالب بخشش ہیں جو ہمارے اعمال کے موافق نہیں نیز ہم نے جس علم اور دینی بصیرت کا دعویٰ اور اظہار کیا لیکن اس میں کوتاہی واقع ہوئی اس کے لیے بھی بخشش طلب کرتے ہیں اور ہم ہر اس علم اور عمل سے اللہ تعالیٰ کی بخشش کے طلب گار ہیں کہ ہم نے اس سے اسی ذات کریم کی رضا کا ارادہ کیا لیکن پھر اس میں ملاوٹ ہوگئی اور ہم ہر اس وعدے کے سلسلے میں بھی بخشش مانگتے ہیں جو وعدہ ہم نے اپنے آپ سے کیا پھر اس کو پورا کرنے میں کوتاہی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے جو نعمت ہمیں عطا فرمائی اور ہم نے اسے گناہوں میں استعمال کیا اس کے لیے بھی بخشش طلب کرتے ہیں اور ہم بخشش کے طلب گار ہیں ہر اس واضح اشارے کے بارے میں جو ہم نے کسی کوتاہی کرنے والے کی طرف کیا جب کہ ہم خود اس میں مبتلا تھے۔ اور ہر اس خطرے کے سلسلے میں بخشش طلب کرتے ہیں جس نے ہمیں تکلف اور بناوٹ کی طرف بلایا اور ہم نے لوگوں کے لیے اس کتاب کی تحریر میں اختیار کیا یا کلام لکھنے یا تعلیم و تعلم کے سلسلے میں ہم نے تکلف سے کام لیا اور ہم اس تمام استغفار کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے، اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے اسے لکھنے اور سننے والے کے لیے امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مغفرت، رحمت اور ظاہری و باطنی گناہوں سے در گزر کے ذریعے ہم پر کرم فرمائے کیوں کہ اس کا کرم عام اور رحمت وسیع ہے اور تمام مخلوق پر اس کے جود و سخا کا فیضان ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہیں اس ذات کریم تک پہنچنے کا ایک ہی وسیلہ رکھتے ہیں اور وہ اس کا فضل و کرم ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا يَتَعَاطَفُوْنَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُوْنَ وَأَخَّرَ تِسْعًا وَتِسْعِيْنَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (۲)

اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک سو رحمتیں ہیں جن میں سے ایک رحمت اس نے جنوں، انسانوں، پرندوں، جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں کے درمیان رکھی ہے اسی کے ذریعے وہ ایک دوسرے پر رحمت اور مہربانی کرتے ہیں اور ننانوے رحمتوں کو روک کر رکھا ہے ان کے ذریعے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

روایات میں آتا ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ عرش کے نیچے سے ایک کتاب نکالے گا جس میں یوں تحریر ہوگا۔

---

(۱) قرآن مجید، سورۂ نساء آیت ۱۱

(۲) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۵۶ کتاب التوبہ

اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ وَاَنَا اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔ بے شک میری رحمت، میرے غضب پر غالب آگئی اور میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ جنتیوں کے برابر جہنم سے نکالے گا۔ (۲)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مسکراتے ہوئے (جیسا اس کے شایانِ شان ہے) تجلی فرمائے گا (۲) اور ارشاد فرمائے گا اے مسلمانوں کی جماعت تمہیں خوشخبری ہو میں نے تم میں سے ہر ایک کی جگہ جہنم میں یہودی یا عیسائی کو بھیج دیا ہے (۳)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يُشَفِّعُ اللّٰهُ تَعَالٰى اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ جَمِيْعِ ذُرِّيَّتِهٖ فِيْ مِائَةِ اَلْفِ اَلْفٍ وَعَشْرَةِ اٰلَافِ اَلْفٍ۔ (۴) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی شفاعت ان کی اولاد سے ایک لاکھ اور ایک کروڑ کے بارے میں قبول فرمائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مومنوں سے پوچھے گا کہ کیا تمہیں میری ملاقات پسند ہے؟ وہ کہیں گے ہاں اے ہمارے رب! وہ فرمائے گا کیوں وہ جواب دیں گے ہم نے تیری طرف سے عفو و درگزر اور تیری مغفرت کی امید رکھی اللہ تعالیٰ فرمائے گا پس میں نے تمہارے لیے اپنی مغفرت کو واجب کر دیا۔ (۵)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِيْ يَوْمًا اَوْ خَافَنِيْ فِيْ مَقَامٍ۔ (۶) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا جس شخص نے مجھے ایک دن بھی یاد کیا یا کسی مقام پر مجھ سے ڈرا اسے جہنم سے نکال دو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

---

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۵۶ کتاب التوبہ
(۲) کنز العمال جلد ۱۴ ص ۸۴۲ حدیث ۳۹۲۱۱
(۳) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۶۰ کتاب التوبہ
(۴) الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۴۵۷ کتاب البعث
(۵) الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۲۶۸ کتاب التوبہ
(۶) الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۲۶۱ کتاب التوبۃ

جب تمام جہنمی جہنم میں جمع ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ اہل قبلہ میں سے جن کو اللہ تعالیٰ چاہے گا تو کفار، مسلمانوں سے پوچھیں گے کیا تم مسلمان نہیں تھے؟ وہ جواب دیں گے ہاں کیوں نہیں وہ پوچھیں گے تو تمہیں تمہارے اسلام نے کوئی فائدہ نہ دیا کہ تم ہمارے ساتھ جہنم میں ہو وہ کہیں گے ہم نے گناہوں کا ارتکاب کیا اسی وجہ سے ہمارا مواخذہ ہوا اللہ تعالیٰ ان کی بات سن کر فرمائے گا کہ جو لوگ اہل قبلہ (مسلمان) ہیں ان کو نکال دو پس ان کو نکال دیا جائے گا جب کفار یہ بات دیکھیں گے تو کہیں گے کاش ہم بھی مسلمان ہوتے پس ان کی طرح ہم بھی نکلتے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی (۱)

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ (۲)

بہت سے کفار (عذاب میں گرفتار ہونے کے بعد) آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنَ الْوَالِدَةِ الشَّفِيْقَةِ بِوَلَدِهَا۔ (۳)

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے پر بچے کی شفیق ماں سے بھی زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قیامت کے دن جس شخص کی نیکیاں اس کی برائیوں سے زیادہ ہوں گی وہ بغیر حساب کے جنت میں جائے گا۔ اور جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر برابر ہوں گی اس کا حساب آسان ہوگا پھر جنت میں داخل کیا جائے گا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ان لوگوں کے لیے ہوگی جنہوں نے (دنیا میں) اپنے آپ کو ہلاک کیا اور ان کی پیٹھ پر بوجھ ہے۔

ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ! قارون نے آپ سے مدد مانگی تو آپ نے اس کی مدد کیوں نہیں کی مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اگر وہ مجھ سے مدد مانگتا تو میں اس کی مدد بھی کرتا اور اسے معاف بھی کر دیتا۔

حضرت سعد بن بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت کے دن دو آدمیوں کو جہنم سے نکالنے کا حکم ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ تمہارے ان اعمال کا بدلہ ہے جو تم نے آگے بھیجے اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ جہنم میں بھیجنے کا حکم دے گا ان میں سے ایک تیز تیز چلے گا حتیٰ کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے گا اور

---

(۱) المستدرک للحاکم جلد ۲ ص ۲۴۲ کتاب التفسیر

(۲) قرآن مجید سورۃ الحجر آیت ۲

(۳) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۸۸۷ کتاب الادب

دوسرا دیر لگائے گا ان کو دوبارہ لانے کا حکم دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان سے ان کے اس فعل کے بارے میں پوچھے گا تو وہ جو جہنم کی طرف تیزی سے گیا ہوگا وہ کہے گا مجھے نافرمانی کے وبال سے ڈرایا گیا تو میں دوبارہ تیری ناراضگی مول لینا نہیں چاہتا اور جس نے دیر لگائی ہوگی وہ کہے گا میرا تیری ذات کے بارے میں اچھا گمان تھا کہ جب تو نے مجھے جہنم سے نکال دیا تو اب دوبارہ نہیں بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں جانے کا حکم دے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يُنَادِيْ مُنَادٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ أَمَّا مَا كَانَ لِيْ قِبَلَكُمْ فَقَدْ وَهَبْتُهُ لَكُمْ وَبَقِيَتِ التَّبِعَاتُ فَتَوَاهَبُوْهَا وَادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِيْ۔ (۱)

قیامت کے دن عرش کے نیچے ایک منادی آواز دے گا اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سنو! میرا جو حق تمہارے ذمہ تھا وہ میں نے معاف کر دیا اب ایک دوسرے کے حقوق باقی رہ گئے تو تم ایک دوسرے کو معاف کر کے میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک اعرابی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ (۲)

اور تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا۔

اعرابی نے کہا اللہ کی قسم! وہ تمہیں اس سے نہیں بچائے گا جب کہ وہ تمہیں ڈالنا چاہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا بے سمجھ آدمی کی بات سنو! کیا کہہ رہا ہے! حضرت صنابحی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ مرض الموت کی حالت میں تھے میں رو پڑا تو انہوں نے فرمایا رک جاؤ کیوں روتے ہو؟ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی حدیث سنی ہے اور اس میں تمہارے لیے بھلائی ہے وہ میں نے تم سے بیان کر دی لیکن ایک حدیث باقی رہ گئی ہیں آج ہی وہ بھی بیان کر دوں گا کیوں کہ میرا نفس گھیر لیا گیا ہے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

مَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ۔ (۳)

جس شخص نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے اس پر جہنم کو حرام کر دیا۔

---

(۱)

(۲) قرآن مجید، سورۂ آل عمران آیت ۱۰۳

(۳) صحیح مسلم جلد اول ص ۴۳ کتاب الایمان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کے ایک آدمی کو قیامت کے دن لوگوں کے سامنے لائے گا پس اس پر ننانوے رجسٹر کھولے گا ہر رجسٹر حد نگاہ تک ہوگا پھر فرمائے گا کیا تو اس میں سے کسی بات کا انکار کرتا ہے؟ کیا میرے محافظ لکھنے والے فرشتوں نے تجھ پر ظلم کیا؟ وہ کہے گا اے میرے رب (ظلم) نہیں کیا فرمائے گا کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں میرے پاس تمہاری ایک نیکی ہے اور آج تم پر کوئی ظلم نہیں ہوگا پس وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالے گا جس میں کلمہ شہادت لکھا ہوا ہوگا وہ کہے گا اے میرے رب! ان بڑے بڑے رجسٹروں کے مقابلے میں اس پرچے کی کیا حیثیت ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہیں ہوگا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس یہ رجسٹر ایک پلڑے میں اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا پس رجسٹروں والا پلڑا ہلکا اور پرچے والا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کوئی چیز وزنی نہیں ہوتی۔ (۱)

ایک طویل حدیث جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت اور پل صراط کی کیفیت بیان فرمائی، کے ضمن میں فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ جس کے دل میں ایک دینار کی مثل بھی بھلائی پاؤ اسے جہنم سے نکال دو پس وہ بہت سی مخلوق کو نکالیں گے پھر کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے جن جن لوگوں کے بارے میں فرمایا ہم نے ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑا پھر فرمائے گا واپس جاؤ جس کے دل میں نصف دینار کے برابر بھلائی پاؤ اس کو نکال دو پس وہ بہت سی مخلوق کو نکالیں گے اور کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے جن لوگوں کو نکالنے کا حکم دیا ہم نے ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑا اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا جاؤ پس جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی بھلائی پاؤ اسے نکال دو پس وہ بہت سے لوگوں کو نکالیں گے پھر کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے جن لوگوں کو نکالنے کا حکم دیا ہم نے ان میں سے کسی کو بھی باقی نہیں چھوڑا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اگر تم اس حدیث کے سلسلے میں میری تصدیق نہیں کرتے تو اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (۲)

بے شک اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں کرے گا اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے بڑھا دے گا اور اپنی طرف سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۱۳ مرویات عبداللہ بن عمرو۔

(۲) قرآن مجید، سورۃ النساء آیت ۴۰

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا فرشتوں نے سفارش کی، نبیوں نے شفاعت کی اور مومنوں نے سفارش کی اب صرف سب سے زیادہ رحم کرنے والی ذات باقی رہ گئی ہے پس وہ اس سے ایک مٹھی بھرے گا اور جہنم سے ایسے لوگوں کو نکال دے گا جنہوں نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی ہوگی جو کوئلہ بن چکے ہوں گے وہ ان کو جنت کے سامنے والی نہر میں ڈالے گا جس کو نہر حیات کہتے ہیں وہ اس سے اس طرح نکلیں گے جیسے سیلاب کے لائے ہوئے کوڑے کرکٹ میں سبزہ اگتا ہے کیا تم اسے نہیں دیکھتے جو پتھر اور درخت سے ملا ہوتا ہے وہ زرد اور سبز ہوتا اور جو سایہ کی طرف ہوتا ہے وہ سفید ہوتا ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آپ جنگل میں چرایا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ موتیوں کی طرح باہر آئیں گے ان کی گردنوں میں مہریں ہوں گی اہل جنت ان کو پہچان لیں گے وہ کہیں گے یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کئے ہوئے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کسی عمل کے بغیر جنت میں داخل کیا اور نہ ہی انہوں نے کوئی نیکی آگے بھیجی پھر فرمائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ جو کچھ دیکھ رہے ہو وہ سب کچھ تمہارا ہے وہ کہیں گے یا اللہ تو نے ہمیں وہ چیز دی ہے جو تو نے کسی کو نہیں دی اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے پاس تمہارے لیے اس سے بھی بہتر ہے وہ کہیں گے اے ہمارے رب! اس سے بہتر کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ میری رضا ہے جو تمہیں حاصل ہوئی ہیں کبھی بھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا (۱)

اس حدیث کو حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں کسی نبی کے ساتھ ایک شخص تھا کسی کے ساتھ دو، کسی نبی کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا اور کسی نبی کے ہمراہ ایک جماعت تھی پھر میں نے ایک جم غفیر دیکھا مجھے امید تھی کہ وہ میری امت ہوگی مجھے کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے پھر مجھے کہا گیا کہ دیکھئے میں نے ایک بہت بڑا اجتماع دیکھا جس نے افق کو گھیر رکھا تھا مجھے کہا گیا اسی طرح دیکھئے تو میں نے بہت بڑی جماعت دیکھی مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار مزید ہیں جو کسی حساب کے بغیر جنت میں جائیں گے ـــ اس کے بعد صحابہ کرام جدا ہو گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے وضاحت نہ فرمائی صحابہ کرام کی باہم گفتگو ہوئی تو انہوں نے کہا ہم لوگ تو شرک کے ماحول میں پیدا ہوئے لیکن ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو وہ لوگ ہماری اولاد ہوگی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو (بلا ضرورت) داغ نہیں لگواتے نہ (شرکیہ کلمات سے) دم جھاڑ کرتے ہیں اور نہ بد فالی لیتے ہیں اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کردے آپ

---

(۱) صحیح مسلم جلد اول ص ۱۰۲، ۱۰۳ کتاب الایمان

نے فرمایا آپ ان میں سے ہیں پھر ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور حضرت عکاشہ کی طرح عرض کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عکاشہ تم سے سبقت لے گئے" (۱)

حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے تین دن غائب رہے آپ صرف فرض نماز کے لیے باہر تشریف لاتے پھر واپس چلے جاتے جب چوتھا دن ہوا تو آپ ہمارے پاس باہر تشریف لائے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم سے رو کے گئے حتی کہ ہم نے خیال کیا شاید کوئی واقعہ پیش آگیا ہے آپ نے فرمایا اچھا واقعہ ہی پیش آیا ہے بے شک میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد کو حساب کے بغیر جنت میں داخل کرے گا اور میں نے ان تین دنوں میں زیادہ کا سوال کیا تو میں نے اپنے رب کو بزرگی والا ہر چیز کا مالک اور کریم پایا پس اس نے مجھے ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار عطا فرمائے فرمایا میں نے عرض کیا اے میرے رب! میری امت اس تعداد کو پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں آپ کے لیے اعراب (عربی دیہاتی) سے تعداد پوری کر دوں گا (۲)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبریل علیہ السلام حرہ (پتھریلی زمین) کی جانب میرے لیے ظاہر ہوئے اور فرمایا اپنی امت کو خوشخبری دیں کہ جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا وہ جنت میں داخل ہوگا میں نے کہا اے جبریل! اگرچہ وہ چوری کرے اگرچہ زنا کا مرتکب ہو حضرت جبریل علیہ السلام نے جواب دیا جی ہاں اگرچہ چوری کرے اگرچہ زنا کرے میں نے کہا اگرچہ چوری کرے اگرچہ زنا کرے جواب دیا اگرچہ چوری کرے اگرچہ زنا کرے میں نے کہا اگرچہ چوری کرے اگرچہ زنا کرے انہوں نے جواب دیا اگرچہ چوری کرے اگرچہ زنا کرے اگرچہ شراب پیئے۔ (۳)

(مطلب یہ ہے کہ اگرچہ یہ گناہ کبیرہ ہیں لیکن چونکہ یہ شخص مسلمان ہے لہذا اگر اللہ تعالیٰ نے اسے معاف نہ کیا تو سزا بھگتنے کے بعد وہ جنت میں چلا جائے گا کیوں کہ اہل ایمان کا ٹھکانہ جنت ہے چاہے وہ گناہ گار ہوں ۱۲ ہزاروی)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۔ (۴) اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنت ہیں۔

---

(۱) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۶۸ کتاب الرقاق

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۷ ص ۱۲۷ حدیث ۳۱۲

(۳) صحیح مسلم جلد اول ص ۶۶ کتاب الایمان

(۴) قرآن مجید، سورۂ رحمٰن آیت ۴۶

میں نے عرض کیا یارسول اللہ اگرچہ وہ چوری کرے اگرچہ زنا کرے؟ آپ نے پھر یہی آیت پڑھی میں نے کہا اگرچہ وہ چوری کرے اگرچہ زنا کرے آپ نے پھر یہی آیت پڑھی میں نے کہا اگرچہ وہ چوری کرے اگرچہ زنا کرے یارسول اللہ آپ نے فرمایا اگرچہ ابو درداء کی مرضی کے خلاف ہو (۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مومن کو کسی دوسرے دین کا ایک شخص دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا یہ تیرا بدلہ ہے جو دوزخ میں جائے گا (۲)

حضرت امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا انہوں نے اپنے والد حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا یَمُوْتُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ اِلَّا اَدْخَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَکَانَہُ النَّارَ یَھُوْدِیًا اَوْ نَصْرَانِیًا۔

جو مسلمان فوت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کسی یہودی اور عیسائی کو جہنم میں داخل کرے گا۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتے ہوئے پوچھا کہ کیا ان کے والد نے ان سے یہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان کی ہے! تو انہوں نے قسم کھائی (۳)

ایک روایت میں ہے کہ ایک بچہ کسی جہاد کے موقعہ پر کھڑا تھا جس کی بولی لگائی جارہی تھی کہ کون زیادہ بولی دے گا اور وہ موسم گرما کا شدید گرم دن تھا تو خیمے کے اندر سے ایک عورت نے اسے دیکھا اور وہاں سے دوڑتی ہوئی آئی اس کے ساتھی بھی اس کے پیچھے پیچھے آئے حتیٰ کہ اس نے بچے کو لے کر اپنے سینے سے لگایا پھر خود گرم زمین پر لیٹ کر اس بچے کو اپنے پیٹ پر کر لیا اسے گرمی سے بچانے لگی (یہ دیکھ کر) لوگ رونے لگے اور اپنا کام چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو گئے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حتیٰ کہ وہاں کھڑے ہو گئے صحابہ کرام نے آپ کو واقعہ بتایا آپ ان کے ترس کھانے سے خوش ہوئے پھر ان کو خوشخبری دی اور فرمایا۔

کیا تمہیں اس عورت کے بچے پر رحم کھانے سے تعجب ہوا؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم سب پر اس سے بھی زیادہ رحم فرمانے والا ہے جس قدر یہ عورت اپنے بیٹے پر رحم کھاتی ہے (۴)

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۱۶۲ مرویات ابوذر

(۲) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۶۰ کتاب التوبۃ

(۳) ایضاً۔

(۴) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۵۶ کتاب التوبۃ (کچھ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ)

چنانچہ مسلمان بہت بڑی خوشی اور عظیم بشارت کے ساتھ وہاں سے الگ ہوئے۔

تو یہ احادیث مبارکہ ہم نے امید کے بیان میں لکھ دی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کی خوشخبری دیتی ہیں پس ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہم سے وہ معاملہ نہ کرے جس کے ہم مستحق ہیں بلکہ اپنے شایان شان فضل و کرم فرمائے اپنے وسیع احسان اور جود و رحمت کا مظاہرہ فرمائے۔

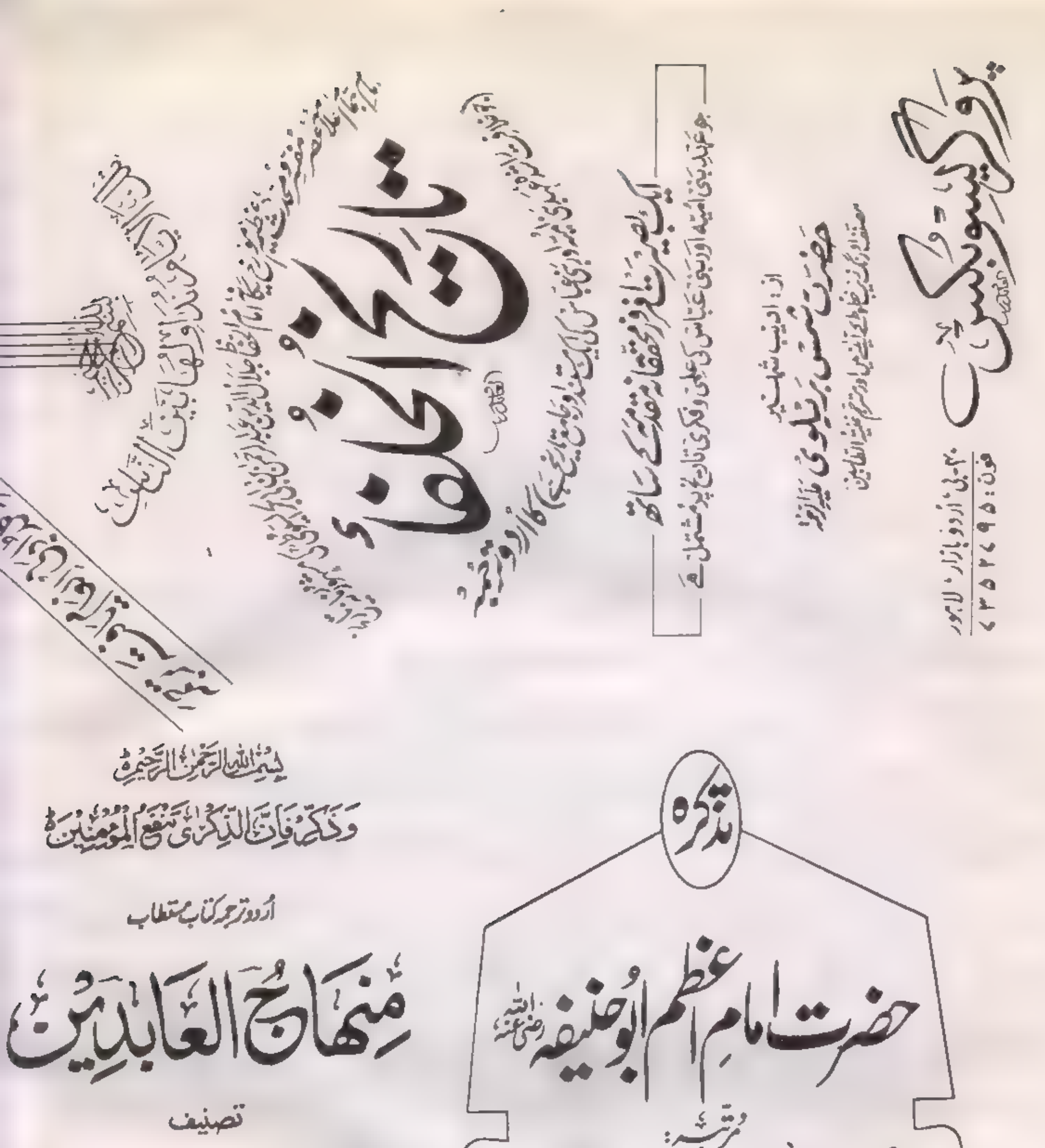
آمین ثم آمین بجاہ نبیہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

الحمد للہ! سرکار دو عالم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل، مرشد گرامی حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ کے فیضان نظر میرے والدین رحمہما اللہ اور اساتذہ کرام زید مجدھم کی دعاؤں سے آج ۱۸ صفر المظفر ۱۴۲۰ھ بمطابق ۳ جون ۱۹۹۹ء بروز جمعرات صبح پانچ بجکر پچیس منٹ پر "احیاء علوم الدین" کا اردو ترجمہ اہل سنت وجماعت کی عظیم علمی دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ/جامع مسجد خراسیاں اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں مکمل ہوا ۹ ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ کو جب حجاج کرام عرفات میں مصروف دعا تھے یہ ترجمہ شروع کیا گیا اور آج رات سید الاولیاء حضرت علی بن عثمان المعروف حضرت داتا بخش رحمہ اللہ کا عرس شروع ہو رہا ہے اور جامعہ نظامیہ رضویہ میں بغداد شریف کے امام صاحب بھی تشریف لا رہے ہیں اس مبارک موقعہ پر یہ ترجمہ اختتام پذیر ہوا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ترجمہ کے سلسلے میں میری کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور امت مسلمہ کو اس کتاب سے بھرپور استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

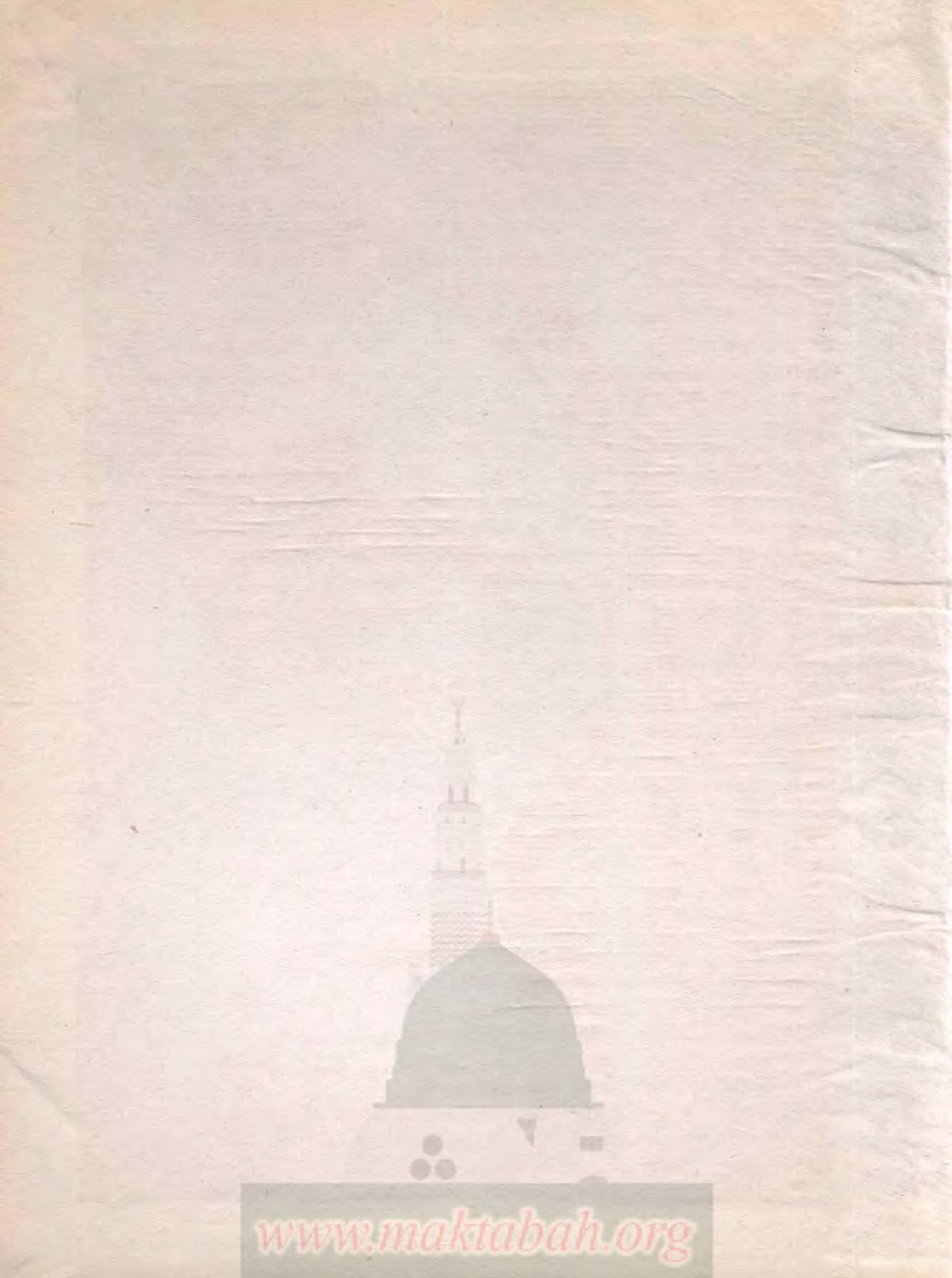
محمد صدیق ہزاروی
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

دعائے خاص: اللہ تعالیٰ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کی قبر پر انوار پر اپنی رحمتوں کی برسات فرمائے آمین








www.maktabah.org

ہماری چند خوبصورت اور معیاری مطبوعات



پروگریسو بکس